قرآنِ کریم کی ایسی تفسیر جو کہ ماثور و معقول کو
جامع اور مستند ترین تفاسیرؒ سے ماخوذ ہے

اردو ترجمہ

صفوة التفاسير

فی تفسیر القرآن الکریم

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد علیؒ الصابونی

استاذ كلية الشريعة والدراسات العالمية
مكة المكرمة جامعة الملك عبد العزيز

اردو ترجمہ

مولانا محمد یوسفؒ تنولی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

عنوانات ونظرثانی

مولانا مفتی محمدؒ عابد قریشی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

دارالاشاعت

اردو بازار کراچی نمبر 1

قرآنِ کریم کی ایسی تفسیر جو کہ ماثور و معقول کو جامع اور مستند ترین تفاسیرؒ سے ماخوذ ہے

اردو ترجمہ

صفوة التفاسير

في تفسير القرآن الكريم

جلد دوم

سورۂ ھود تا سورۂ فاطر

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد علیؒ الصابونی

استاذ كلية الشريعة والدراسات العالمية مكة المكرمة جامعة الملك عبد العزيز

اردو ترجمہ

مولانا محمد یوسفؒ تنولی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

عنوانات ونظر ثانی

مولانا مفتی محمدؒ عابد قریشی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 02132213768

اردو ترجمہ وکمپوزنگ کے جملہ حقوق ملکیت محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : گجرات پرنٹنگ پریس

ضخامت : 696 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست عنوانات

عنوان	صفحہ
سورہ نمبر ۱۲......وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ	۱۹
سورۂ ہود	۱۹
قرآن کریم محکم و مضبوط کتاب ہے جس میں حلال و حرام کے امور بیان کیے گئے ہیں	۲۲
رجوع الی اللہ کے فوائد	۲۳
تمام جانداروں کے رزق کی کفالت اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے	۲۳
مستقر و مستودع کے معنی	۲۳
کفار و مشرکین کا مطالبہ و استہزا	۲۴
قرآن جیسی دس سورتیں بنالاؤ، کفار کو چیلنج	۲۵
کفار کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں	۲۵
جھوٹوں اور ظالموں پر خدا کی لعنت	۲۶
منکرین پر دگنے عذاب کا سبب	۲۶
مؤمنین اور کفار میں فرق	۲۶
بطور عبرت حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی	۲۷
حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت	۳۰
نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا مناظرہ	۳۱
حضرت نوح علیہ السلام کی تقریر	۳۱
قوم نوح علیہ السلام کا عذاب کا مطالبہ	۳۱
واقعہ نوح پر کفار مکہ کا اعتراض اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب	۳۱
حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی آمد اور کشتی بنانے کا حکم	۳۲
کشتی بنانے پر قوم نوح کا تمسخر اور عذاب خداوندی کا نزول	۳۲
تنور سے پانی کا اُبلنا	۳۲
کشتی میں سوار ہونے کا دعا	۳۳
حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو سمجھانا	۳۳
طوفان نوح کا خاتمہ اور کشتی کا ٹھہرنا	۳۳
نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے حق میں دعا اور اس کا جواب	۳۴
سلامتی اور برکت کا وعدہ	۳۴
حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ	۳۶
قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت اور تبلیغ	۳۹
قوم ہود کا نبوت کی تکذیب و دلیل کا مطالبہ	۳۹
قوم عاد کا ایمان لانے سے انکار	۳۹
حضرت ہود علیہ السلام کا قوم کو جواب	۴۰
قوم ہود پر عذاب کا نزول	۴۰
قوم عاد اور قوم ہود پر دائمی لعنت	۴۱
قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت اور دعوت و تبلیغ	۴۱
قوم ثمود کے اعتراض اور شکوک و شبہات	۴۱
اونٹنی کا معجزہ اور قوم کی سرکشی	۴۱
قوم صالح علیہ السلام پر عذاب کا نزول	۴۲
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت	۴۲
فرشتوں کا کھانا کھانے سے انکار	۴۲
حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا تعجب اور اس کا جواب	۴۳
قوم لوط علیہ السلام کی ہلاکت اور حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ	۴۳
فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ	۴۶
فرشتوں کی حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آمد	۴۷
قوم لوط کی بے حیائی اور حضرت لوط علیہ السلام کی ان کو فہمائش	۴۷
فرشتوں کی لوط علیہ السلام کو تسلی	۴۸
قوم لوط علیہ السلام پر عذاب کا وقت	۴۸
نشان زدہ پتھروں سے عذاب	۴۸
حضرت شعیب علیہ السلام کی اپنی قوم کو تبلیغ	۴۹
قوم کا حضرت شعیب علیہ السلام سے استہزا اور حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب	۵۰
قوم شعیب علیہ السلام کی ہٹ دھرمی اور اس کا جواب	۵۰
قوم شعیب علیہ السلام کو زجر و توبیخ	۵۱
قوم کو دھمکی اور تہدید	۵۱
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واضح دلائل اور معجزات کے ساتھ بعثت	۵۱
سابقہ اقوام کے قصص سے عبرتیں اور نتیجہ	۵۲
میدان حشر میں دو جماعتیں	۵۵

ایک فریق جنت میں اور ایک جہنم میں	۵۵
خیر وشر کے اختلاف کی حکمت	۵۶
اوامر پر استقامت کا حکم	۵۶
فرض نمازوں کے اوقات	۵۷
نماز کے فوائد	۵۷
سابقہ پیغمبروں کے واقعات سے رسول اللہ ﷺ کو تسلی	۵۸
آسمان وزمین کے غیب کا علم اللہ کے پاس ہے	۵۸
سورۂ یوسف	۶۰
حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اور برادران یوسف	۶۴
قصہ یوسف میں عبرتیں اور نصیحتیں	۶۴
برادران یوسف علیہ السلام کا حسد اور قتل کا منصوبہ	۶۵
یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کی درخواست	۶۵
یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی گریہ وزاری	۶۶
یوسف علیہ السلام کا خون آلود کرتا	۶۶
یوسف علیہ السلام کی دوسری آزمائش	۶۷
حضرت یوسف علیہ السلام آزمائشیں	۶۸
حضرت یوسف علیہ السلام کی تیسری آزمائش اور عزیز مصر کی بیوی	۷۰
حضرت یوسف علیہ السلام کی حفاظت	۷۱
یوسف علیہ السلام کا بھاگنا اور عزیز مصر کی بیوی اُن کے پیچھے بھاگنا	۷۱
حضرت یوسف علیہ السلام کی صفائی اور شیر خوار بچے کی گواہی	۷۱
شہر کی عورتوں میں اس واقعہ کا چرچا	۷۳
یوسف علیہ السلام کے بے مثال حسن کا دیدار	۷۳
یوسف علیہ السلام کا قید وجیل کو ترجیح دینا	۷۴
حضرت یوسف علیہ السلام کی قید	۷۵
دو قیدیوں کا خواب	۷۵
یوسف علیہ السلام کی قیدیوں کو تبلیغ	۷۵
قیدیوں کے خواب کی تعبیر	۷۶
یوسف علیہ السلام کو تنبیہ	۷۶
هَمَّ کی تفسیر میں بعض مفسرین کی لغزشوں کا جائزہ	۷۷
حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کے اسباب	۷۸
بادشاہ کا خواب	۷۹

معبرین کا جھوٹا عذر اور یوسف علیہ السلام کا تذکرہ	۸۰
بادشاہ کے خواب کی تعبیر	۸۰
حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا حکم اور واقعہ کی تحقیق	۸۰
زلیخا کا اقرار جرم	۸۱
پارہ نمبر ۱۳ ...... وَمَآ اُبَرِّئُ	۸۲
حضرت یوسف علیہ السلام کی عاجزی وکسر نفسی	۸۶
یوسف علیہ السلام کا سرزمین مصر میں اقتدار	۸۶
یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی آمد	۸۷
چھوٹے بھائی بنیامین کو لانے کی ترغیب اور حکم	۸۷
یوسف علیہ السلام کا بھائیوں پر احسان	۸۷
بیٹوں کی یعقوب علیہ السلام سے درخواست	۸۸
یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں سے عہد اور ان کو نصیحت	۸۸
یوسف علیہ السلام کے پاس بنیامین کی آمد	۸۹
یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر چوری کا الزام	۸۹
شریعت یعقوب علیہ السلام میں چور کی سزا	۸۹
بھائیوں کی تلاشی اور بنیامین کو روکنے کی تدبیر	۸۹
حقیقی چور سے خدا ہی واقف ہے	۸۹
یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی منت سماجت	۹۱
یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا باہم مشورہ	۹۱
یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کو بھائیوں کی تلاش کا حکم	۹۲
حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں سے سوال	۹۲
بھائیوں کا خطا کا اعتراف اور گناہ کا اقرار	۹۳
خاندان یعقوب علیہ السلام کا مصر کی جانب سفر اور یوسف علیہ السلام سے ملاقات	۹۴
حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو	۹۶
حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کی بحالی	۹۶
بیٹوں کی ندامت اور استغفار کی درخواست	۹۶
یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر	۹۷
حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکیر نعمت اور دعا	۹۷
قصہ یوسف علیہ السلام بھی نبوت کی دلیل ہے	۹۸
اللہ کی نشانیوں سے کفار کی غفلت	۹۸

توحید خالص رسول اللہ کا راستہ ہے	۹۸
تمام انبیا علیہم السلام مرد تھے	۹۹
سورۃ الرعد	۱۰۱
اعجاز قرآن	۱۰۴
بے ستون آسمان، تسخیر شمس وقمر اور لقائے رب	۱۰۴
زمین کی وسعت اور پھلوں کے جوڑے	۱۰۵
بعث بعد الموت کا انکار اور اس کی سزا	۱۰۶
کفار کی تجویز اور اس کا جواب	۱۰۶
حمل کے مختلف مراحل اور اللہ تعالیٰ کا علم	۱۰۶
نگراں ومحافظ فرشتے	۱۰۶
قوموں کے عروج وزوال کا قانون	۱۰۶
بجلی وبارش میں نشانیاں اور تسبیح رعد وبجلی کی کڑک	۱۰۷
دعوت حق اور معبودان باطل سے دعا کی مثال	۱۰۷
مخلوقات کا اللہ کو سجدہ	۱۰۸
حق وباطل کی مثال	۱۰۸
اہل حق واہل باطل کے درمیان فرق	۱۰۹
اہل حق وباطل کی مثال	۱۱۲
اہل ایمان کے لیے بشارت اور کفار کے لیے وعید	۱۱۲
اہل عقل کی چند صفات	۱۱۳
اہل عقل کا اِکرام	۱۱۳
اشقیا کی چند علامات	۱۱۳
دنیا کی خوشحالی اور دنیاوی زندگی کی حقیقت	۱۱۴
فرمائشی نشانیوں کا مطالبہ	۱۱۴
اللہ کے ذکر ہی میں دلوں کا سکون وچین ہے	۱۱۴
رحمان کا انکار	۱۱۵
کفار کے لیے قارعہ	۱۱۵
اللہ تبارک وتعالیٰ سے کوئی عمل مخفی نہیں	۱۱۶
مشرکین کے لیے دردناک عذاب اور رسول اللہ ﷺ کی صدق رسالت کا بیان	۱۱۷
اہل جنت سے عجیب الشان جنت کا وعدہ	۱۱۸
نزول قرآن سے اہل کتاب اور مسلمانوں کی خوشی	۱۱۸
خواہشات کی پیروی کی ممانعت	۱۱۹
اللہ کی تدبیر غالب ہے	۱۲۰
رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر اللہ جل شانہ کی گواہی	۱۲۰
سورہ ابراہیم	۱۲۱
جہالت وگمراہی سے راہِ مستقیم یعنی علم وایمان اور اللہ کی طرف راہنمائی	۱۲۳
دنیا کی محبت اور گمراہی	۱۲۴
موسیٰ علیہ السلام کی معجزات کے ساتھ بعثت	۱۲۴
توحید میں شبہ کا جواب	۱۲۵
تمام انبیا بشر کامل تھے	۱۲۵
رسولوں کو کفار کی دھمکیاں	۱۲۶
کفار ومشرکین اور ان کے متبعین کے درمیان مناظرہ	۱۲۶
کفار ومشرکین کے اعمال کی مثال	۱۲۸
آخرت میں کفار کی اپنے سرداروں سے مدد کا سوال	۱۲۹
جہنم میں شیطان کا خطاب	۱۲۹
اہل جنت کا اِکرام	۱۳۰
کلمہ طیبہ وکلمہ کفر کی مثال	۱۳۰
کلمہ توحید کے ذریعے اہل ایمان کو تقویت	۱۳۰
مؤمنین کو نصیحت اور نماز پر تنبیہ	۱۳۱
اللہ تعالیٰ کے وجود پر چند دلائل	۱۳۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور کفار ومشرکین کی ذلت ورسوائی کا ذکر	۱۳۲
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سات دعائیں	۱۳۴
کفار ومشرکین کا مہلت مانگنا	۱۳۵
کفار کے مکر وفریب	۱۳۵
مجرموں کا بروز قیامت حشر	۱۳۶
پارہ نمبر ۱۴......رُبَمَا	۱۳۷
سورۃ الحجر	۱۳۷
فصاحت وبلاغت میں کامل کتاب	۱۴۰
کفار کی حسرت	۱۴۰
مشرکین کا آنحضرت ﷺ سے استہزا	۱۴۱
حفاظت قرآن کا وعدۂ الٰہی	۱۴۱

رسول اللہ ﷺ کو تسلی	۱۴۱
کفار و مشرکین کی ہٹ دھرمی	۱۴۲
بُرجوں والا آسمان، شیاطین اور شہاب ثاقب	۱۴۲
خدا تعالیٰ کے خزانے	۱۴۲
پانی کا حیرت انگیز نظام	۱۴۲
مستقدمین اور مستاخدین کا مصداق	۱۴۳
کھنکھناتی مٹی سے انسان کی تخلیق	۱۴۳
ابلیس کا آدم علیہ السلام کو سجدے سے انکار	۱۴۳
ابلیس کا مہلت طلب کرنا اور اعلان انتقام	۱۴۴
خوشحال اہل جنت اور حضور ﷺ کی تسلی کے لیے سابقہ پیغمبروں کے قصے	۱۴۵
جنت کی نعمتیں اور اس کی راحتیں	۱۴۸
ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ اور اولاد کی بشارت	۱۴۸
حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد اور کوچ کا حکم	۱۴۹
اصحاب ایکہ کا تذکرہ	۱۵۰
اصحاب حجر کا قصہ	۱۵۰
سبع مثانی یعنی سات آیات والی سورت	۱۵۱
سورۃ النحل	۱۵۳
انسان کی نطفے سے تخلیق	۱۵۶
انسان پر مویشیوں کے ذریعے انعامات	۱۵۶
بارش اور درختوں کی تخلیق میں فوائد	۱۵۷
دن و رات، چاند و سورج کی تخلیق کے فوائد	۱۵۷
سمندر کی تسخیر و تخلیق کے فوائد	۱۵۷
پہاڑوں کی تخلیق کے فوائد	۱۵۸
ستاروں کی تخلیق کے فوائد	۱۵۸
اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں	۱۵۸
معبود حقیقی تو ایک ہی ہے	۱۵۹
مشرکین کا اپنے متبعین کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا اور بہتان	۱۵۹
بروز قیامت مشرکین سے مطالبہ	۱۵۹
متقین کے لیے جنت میں تیار نعمت	۱۶۱
اہل تقویٰ اور اہل ایمان کا مکالمہ	۱۶۲
مشرکین کو زجر و توبیخ	۱۶۳
انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد	۱۶۳
ہجرت کے فوائد و منافع	۱۶۴
تمام انبیاء علیہم السلام بشر تھے	۱۶۵
کفار اللہ کے عذاب سے نڈر ہو گئے ہیں	۱۶۵
عبادت و بندگی کا حکم اور اہل جاہلیت کی امثال کا بیان	۱۶۶
معبود حقیقی ایک ہی ہے جو بے نیاز ہے	۱۶۸
اللہ کے طرف بیٹیوں کی نسبت	۱۶۹
اللہ تعالیٰ کی ڈھیل وقت معین تک ہے	۱۷۰
اہل خرد کے لیے سامان عبرت	۱۷۰
شہد میں شفا رکھی ہے	۱۷۱
بتوں کی عبادت کے بطلان پر مثالیں	۱۷۲
پہلی مثال: دیوتا مملوک غلام کی طرح ہیں	۱۷۴
دوسری مثال	۱۷۵
اللہ تعالیٰ تمام بھیدوں کو جانتا ہے	۱۷۵
پرندوں میں عبرت اور نشانیاں	۱۷۵
اللہ نے تمہارے مسکن بنائے	۱۷۶
کفر و ناشکری کا انجام	۱۷۶
آخرت میں آنحضرت ﷺ کی شہادت	۱۷۷
عدل و انصاف اور احسان کرنے کا حکم	۱۷۷
معاہدہ توڑنے، اللہ کے احکامات کی نافرمانی اور گناہوں سے بچنے کی تاکید	۱۷۸
ایفائے عہد کا حکم	۱۷۸
بدعہدی سے بچنے کا حکم	۱۸۰
اللہ اور اس کے رسول اور عہد فانی دنیا سے بہتر ہے	۱۸۱
قرأت قرآن سے پہلے تعوذ کا حکم	۱۸۲
نسخ کی حکمت	۱۸۲
قرآن روح القدس کا لایا ہوا ہے	۱۸۳
قرآن فصاحت و بلاغت کا مرقع ہے	۱۸۳
کاذب اور مرتد	۱۸۳
حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا کلمہ کفر اور توبہ	۱۸۳

کفار کی چھ بدعادتیں	۱۸۳
آخرت کا تذکرہ اور حضور ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب	۱۸۴
ایک بستی کی مثال	۱۸۷
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو	۱۸۷
چند حرام و مردہ چیزوں کا بیان	۱۸۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ	۱۸۸
حضرت ابراہیم علیہ السلام شاکر تھے مشرک نہ تھے	۱۸۸
یوم السبت کا حکم	۱۸۸
دعوت و تبلیغ کے چند بنیادی اصول	۱۸۹
پارہ نمبر ۱۵...... سُبْحٰنَ الَّذِیٓ	۱۹۰
سورۃ الاسراء	۱۹۰
واقعہ اسرا اور معراج کی کیفیت	۱۹۳
قرآن سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور مؤمن کے لیے بشارت ہے	۱۹۴
کائنات کی چند نشانیاں	۱۹۵
انسان کا نامہ اعمال اور اس کی سچائی	۱۹۵
بعثت رسول کے بغیر کسی قوم کو عذاب نہیں دیا جاتا	۱۹۵
اوامر و زواجر اور مشرکین و مکذبین کے مؤقف کا بیان	۱۹۷
والدین سے حسن سلوک کا حکم	۲۰۰
والدین کا اکرام اور اُن کے لیے دعا	۲۰۰
عزیز و اقارب اور مساکین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم اور	۲۰۰
اسراف کی ممانعت	۲۰۰
تنگ دستی کے خوف سے قتل اولاد کی ممانعت	۲۰۱
زنا و فواحش سے اجتناب کا حکم	۲۰۱
مال یتیم میں احتیاط اور ناپ تول میں دھوکے کی ممانعت	۲۰۲
اللہ کے لیے بیٹیوں کی نسبت	۲۰۲
توحید کے چند عقلی دلائل	۲۰۳
بندوں پر اللہ کی عظیم الشان نعمتیں اور کفار و منکرین کے لیے وعید	۲۰۳
مشرکین کا بعثت بعد الموت یعنی دوسری زندگی پر تعجب	۲۰۷
قیامت امر یوم حشر	۲۰۷
آپ ﷺ اعمال کے نگہبان نہیں	۲۰۸
وقوع قیامت سے قبل تمام بستیوں کی ہلاکت	۲۰۸
فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی وجہ	۲۰۸
چند آزمائشیں	۲۰۹
بنی آدم علیہ السلام کی فضیلت	۲۰۹
قدرت اور وحدانیت کے آثار والے انعامات	۲۱۰
بنی آدم کی فضیلت	۲۱۴
حشر میں اعمال ناموں کی تقسیم	۲۱۴
دنیا و آخرت کے اندھے	۲۱۴
کفار کی فرمائشیں	۲۱۷
معجزات و خارق عادت امور کا مطالبہ	۲۲۰
میں ایک بشر اور رسول ہوں	۲۲۱
بروز قیامت کفار کا حشر	۲۲۱
حیات بعد الممات کے دلائل	۲۲۲
انسان کی تنگ دلی اور بخل	۲۲۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات	۲۲۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ	۲۲۳
قرآن کا حق کے ساتھ نزول	۲۲۳
اہل علم پر قرآن کا اثر	۲۲۳
اسم اللہ اور اسم رحمٰن	۲۲۴
نمازوں کی قرأت میں اعتدال	۲۲۴
سورۃ الکہف	۲۲۵
قرآن مجید ہر کجی سے پاک اور کفار کو ڈر سنانے کے لیے ہے	۲۲۸
کفار کی کذب بیانی	۲۲۸
واقعہ اصحاب کہف	۲۲۸
اصحاب کہف کون تھے اور ان کی نیند کی مدت	۲۳۰
غار کی کیفیت	۲۳۱
اصحاب کہف کا نیند سے بیدار ہونا اور گفتگو	۲۳۲
واقعہ اصحاب کہف سے آخرت پر استدلال	۲۳۲
غار کی جگہ پر یادگار تعمیر	۲۳۳
اصحاف کہف کی تعداد	۲۳۳
کلمہ ان شاء اللہ کی اہمیت	۲۳۳

نیند کی مدت اور اللہ کا علم وقدرت	۲۳۴
تلاوت وحی کا حکم	۲۳۴
کفار ومشرکین کے لیے دوزخ کی آگ اور کھولتا ہوا پانی	۲۳۸
اہل ایمان کی جنت میں خوشحالی کا ذکر	۲۳۹
بنی اسرائیل کے دو بھائیوں کا قصہ	۲۳۹
مال ودولت کا نشہ	۲۴۰
کلمہ ماشاء اللہ اور لاقوۃ الا باللہ کہنے کی تلقین	۲۴۰
دنیاوی زندگی کی مثال	۲۴۱
مال واولاد اور باقی رہنے والی نیکیاں	۲۴۱
اعمال نامے	۲۴۲
سجدۂ تعظیمی کا حکم	۲۴۲
حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ	۲۴۳
حق کے آگے اپنے آپ کو نہیں جھکانا	۲۴۵
کفار کا باطل باتیں نکال کر جھگڑا کرنا	۲۴۵
اللہ ظالم کو مہلت تو دیتا ہے لیکن چھوڑتا نہیں	۲۴۶
مجمع البحرین پر مچھلی کا عجیب واقعہ	۲۴۶
بھنی ہوئی مچھلی کا سمندر میں کود جانا	۲۴۶
صبر کرنے کی ہدایت	۲۴۷
رفاقت کی چند شرائط	۲۴۷
کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دینا	۲۴۷
لڑکے کا سر تن سے جدا کر دینا	۲۴۸
پارہ نمبر ۱۶......قَالَ اَلَمْ	۲۴۹
دیوار سیدھا کرنے کا واقعہ	۲۵۲
مسائل ثلاثہ کی حکمت	۲۵۳
قصہ ذوالقرنین	۲۵۴
ذوالقرنین کا مشرق ومغرب کا سفر	۲۵۴
مشرق میں رہنے والی ایک وحشی قوم	۲۵۴
یاجوج ماجوج کی قوم	۲۵۵
آہنی دیوار کی تیاری	۲۵۵
کفار کی حالت	۲۵۶
اعمال کے اعتبار سے ناکام لوگ	۲۵۶
اہل ایمان کے لیے جنت الفردوس کی بشارت	۲۵۷
صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ	۲۵۸
سورہ مریم	۲۶۰
حضرت زکریا علیہ السلام کی رب کے حضور سرگوشی ودعا	۲۶۳
حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت اور حضرت زکریا علیہ السلام کا تعجب	۲۶۴
حضرت زکریا علیہ السلام کی زبان بندی	۲۶۴
بچپن ونبوت وحکمت ودانائی	۲۶۵
حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ کا سلام	۲۶۵
حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ	۲۶۵
درد زہ کی شکایت اور فرشتے کی بشارت	۲۶۶
معجزانہ طور پر شیر خوار بچے کا کلام کرنا	۲۶۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام معبود نہیں اور نہ ہی معبود کے بیٹے ہیں	۲۶۷
توحید خالص کی تعلیم	۲۶۸
قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام	۲۶۹
حضرت ابراہیم خلیل اللہ سچے نبی تھے	۲۷۱
والد کو تبلیغ اور توحید کی دعوت	۲۷۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شام کی جانب ہجرت	۲۷۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ	۲۷۳
حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ	۲۷۳
حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ	۲۷۴
تلاوت قرآن کا ادب اور نماز چھوڑنے والوں کی سزا	۲۷۴
جنت متقین کی میراث ہے	۲۷۴
بعث بعد الموت کا انکار وتکذیب کرنے والوں کے شبہات کا رَد	۲۷۵
بعث بعد الموت کے شبہات کا جواب	۲۷۸
دوزخ پر ہر انسان کا گزر ہوگا	۲۷۸
کفار کا سوال: افضل گروہ کون سا ہے؟	۲۷۹
اعمال صالحہ جو انسان کے لیے باقی بچ رہتے ہیں	۲۷۹
شیطان کا کفار کو اکسانا	۲۸۰
کفار پیاسے ہانکے جائیں گے	۲۸۰
نیک لوگوں کے احوال	۲۸۱

سورۂ طٰہٰ	٢٨٢
اللہ کے اسمائے حسنیٰ	٢٨٥
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ	٢٨٥
موت وقیامت پوشیدہ رکھنے کی حکمت	٢٨٦
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور اس کے منافع	٢٨٦
ید بیضا	٢٨٧
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کی قبولیت	٢٨٧
حضرت موسیٰ کی والدہ کا قصہ	٢٨٨
حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیے گئے چند احسانات	٢٨٩
حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام کا فرعون کے پاس دعوت کے لیے جانا	٢٨٩
فرعون کو نرمی سے دعوت توحید	٢٩٢
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ	٢٩٢
اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل اور قدرت کی نشانیاں	٢٩٣
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقابلے کی دعوت اور مقابلے کی تاریخ	٢٩٤
جادوگروں کے باہمی مشورے اور مقابلے کا آغاز	٢٩٤
عصا کا سانپ بن جانا اور جادوگروں کا سجدے میں گر جانا	٢٩٥
جادوگروں کو فرعون کی دھمکی	٢٩٥
اہل ایمان کے لیے انعامات	٢٩٦
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم پر اللہ کی مہربانیاں اور دشمن کی ہلاکت کا ذکر	٢٩٧
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہجرت کا حکم	٢٩٩
موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات	٢٩٩
من وسلویٰ کا نزول	٢٩٩
کوہِ طور پر موسیٰ علیہ السلام کی عجلت	٣٠٠
سامری کا قوم کو بہکانا اور سونے کا بچھڑا تیار کرنا	٣٠٠
بچھڑے کو معبود سمجھنا	٣٠١
حضرت ہارون علیہ السلام سے باز پُرس	٣٠١
موسیٰ علیہ السلام کی سامری سے باز پُرس	٣٠٢
سامری کی دنیا میں سزا	٣٠٢
سابقہ انبیا کے قصص وواقعات بیان کرنے کی حکمت	٣٠٢
سابقہ انبیا علیہم السلام کے قصص وواقعات معجزات میں سے ہیں	٣٠٦
پہاڑوں سے متعلق سوال کا جواب	٣٠٦
رحمٰن کے ڈر سے آوازیں بھی پست ہوں گے اور متکبرین کے سر جھک جائیں گے	٣٠٦
قرآن کا عربی زبان میں نزول اور قرآن پڑھنے میں جلد بازی کی ممانعت	٣٠٦
تعظیمی سجدے کا حکم	٣٠٦
شیطان کی عداوت اور وسوسہ اندازی	٣٠٦
جنت سے نکلنے کا حکم	٣٠٨
روزِ محشر اندھا اٹھایا جانا	٣٠٨
تاریخ سے عبرت	٣٠٩
صبر کی تلقین اور فجر وعصر کی نماز کا وقت	٣٠٩
اہل خانہ کو نماز کا حکم	٣١٠
پارہ نمبر ١٧ ...... اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ	٣١١
سورۃ الانبیاء	٣١
یوم حساب سے غفلت	٣١٣
سابقہ قوموں کے حالات سے عبرت	٣١٤
مشرکین کی توبیخ ومذمت	٣١٥
اگر دو خدا ہوتے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا	٣١٥
تمام پیغمبر توحید کی دعوت دیا کرتے تھے	٣١٦
اللہ تعالیٰ آل اولاد سے پاک ومنزہ ہے	٣١٩
آسمان وزمین کا نظام اور قدرت خداوندی	٣١٩
زندگی کی مختلف اقسام	٣٢٠
انسان کی فطرت میں جلد بازی	٣٢١
کفار جہنم کی آگ کی حقیقت سے بے خبر ہیں	٣٢١
انبیاء سے استہزاء کا انجام	٣٢١
عذاب سے بچنے کی قدرت نہیں رکھتے	٣٢٢
رائی کے دانے کی مثال نہایت چھوٹا پن بیان کرنے کے لیے لائی جاتی ہے	٣٢٢
حق وباطل میں فرق کرنے والی	٣٢٣
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رشد وہدایت	٣٢٣

آباواجداد کی اندھی تقلید	٣٢٦	بغیر علم کے اللہ کی شان کے متعلق جھگڑنا	٣٤٤
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا اور مشرکین کا غیظ وغضب	٣٢٦	منافقین کی حالت	٣٤٥
حضرت ابراہیم علیہ السلام سے باز پرس اور مشرکین کی شرمندگی	٣٢٧	آخرت میں مؤمنین کی حالت	٣٤٥
اپنے خداؤں کے عاجز ہونے کا اقرار	٣٢٧	حاسد دین کا غصہ اللہ کی نصرت کو نہیں روک سکتا	٣٤٦
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلانے کا فیصلہ	٣٢٨	مؤمنین اور گمراہ فرقوں کے درمیان اللہ کا فیصلہ	٣٤٦
شام کی جانب ہجرت	٣٢٨	تمام مخلوقات کا اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا	٣٤٦
آل ابراہیم علیہ السلام کے مناقب	٣٢٨	جہنم میں کفار کی حالت	٣٥٠
قوم لوط علیہ السلام کی بستی	٣٢٩	دوزخ کی سزائیں لوہے اور ہتوڑے	٣٥٠
نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کے لیے بددعا	٣٢٩	جنت میں مؤمنین کی عیش وعشرت	٣٥٠
دربار داؤد علیہ السلام میں مقدمہ سلیمان علیہ السلام کا حکیمانہ فیصلہ	٣٢٩	مشرکین کے بعض جرائم	٣٥١
لحن داؤدی کی معجزانہ تاثیر	٣٣٠	حج کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی پکار	٣٥١
ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کردیا گیا	٣٣٠	منافع حج	٣٥٢
حضرات انبیا علیہم السلام کی آزمائش کا تذکرہ	٣٣١	قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت	٣٥٢
حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش اور دعا	٣٣٣	جھوٹی بات سے بچنے کا حکم	٣٥٣
حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش اور تسبیح	٣٣٤	جانوروں میں انسان کے منافع	٣٥٣
حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا	٣٣٥	ہرامت میں قربانی فرض تھی	٣٥٣
حضرت مریم اور ان کے بیٹے کا تذکرہ	٣٣٥	اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والوں کی چار صفات	٣٥٣
امت وحدت دین واحد	٣٣٥	انسان کے لیے جانوروں کی تسخیر	٣٥٤
مؤمن کی نیکی ضائع نہیں جاتی	٣٣٦	کفار سے قتال	٣٥٧
یاجوج ماجوج کا خروج	٣٣٦	جہاد کے مشروعیت کی حکمت	٣٥٨
دوزخ کا ایندھن	٣٣٦	مہاجرین کی فضیلت اور ان کے اقتدار کی پیش گوئی	٣٥٨
اہل جنت کا دوزخ سے بُعد	٣٣٧	سابقہ حالات سے کفار کو تنبیہ	٣٥٩
جس طرح پہلی بار پیدا کیا اُسی طرح دوبارہ پیدا کردیا جائے گا	٣٣٧	آخرت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے	٣٥٩
زمین کا وارث	٣٣٨	اللہ کی ڈھیل پر بے فکر نہ ہوں	٣٥٩
متعین زمانے تک عارضی فائدہ اٹھالو پھر اللہ تعالیٰ کا دردناک عذاب پکڑے گا	٣٣٨	آیات وحی میں شیطانی شبہات	٣٦٠
		منکرین قیامت تک دھوکے میں رہیں گے	٣٦٠
سورۂ حج	٣٤٠	اللہ کے لیے ہجرت کرنے والوں کے انعامات	٣٦١
تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب	٣٤٢	اللہ کی قدرت کاملہ	٣٦١
زلزلہ قیامت کی ہولناکی	٣٤٣	اللہ کی تدبیر اور تصرف	٣٦٤
اللہ کی باتوں سے جھگڑنے والے	٣٤٣	بحر وبر کی تسخیر	٣٦٤
تخلیق انسانی کے درجات اور مختلف احوال	٣٤٣	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور دعوت کا حکم	٣٦٥

اللہ تعالیٰ کا علم محیط	۳۶۵
آیات قرآن پر کفار کا غیظ وغضب	۳۶۵
شرک کی مثال	۳۶۵
فرشتوں اور انسانوں میں سے اللہ کے پیغمبر	۳۶۶
مؤمنین کی عبادت کا حکم	۳۶۶
مؤمنین کو مجاہدے کا حکم	۳۶۶
حضور ﷺ کی فضیلت	۳۶۷
پارہ نمبر ۱۸...... قَدْ اَفْلَحَ	۳۶۸
سورۃ المؤمنون	۳۶۸
مؤمنین کی صفات	۳۷۰
انسانی تخلیق کے مراحل	۳۷۱
وجود انسانی کی بقاوفنا	۳۷۱
پانی کے ذخائر	۳۷۱
پھل اور باغات	۳۷۲
چوپایوں کی تخلیق میں انسان کے فوائد	۳۷۲
حضرت نوح علیہ السلام پر کفار کے اعتراضات	۳۷۶
حضرت نوح علیہ السلام کی فریاد	۳۷۶
ظالموں کی سفارش نہ کرو	۳۷۶
کفار کا عقیدہ	۳۷۷
رسول کے دعوے کی تکذیب	۳۷۷
انبیا کو اکل حلال اور عمل صالح کا حکم	۳۷۸
کفار کو ڈھیل دی گئی	۳۸۰
کفار کے مال واولاد کی حقیقت	۳۸۰
مؤمنین کی خشیت	۳۸۱
شریعت کا کوئی حکم انسانی طاقت سے باہر نہیں	۳۸۱
آخرت سے غفلت	۳۸۲
قرآن میں غور وفکر کی اہمیت	۳۸۲
نبی کی دعوت بے لوث ہے	۳۸۳
آپ ﷺ کی دعوت صراط مستقیم کی طرف ہے	۳۸۳
کفار پر آفت	۳۸۷
انسانوں کی ناشکری	۳۸۷
اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ	۳۸۷
مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر کفار کے احمقانہ شکوک	۳۸۷
اللہ کی حاکمیت کا بیان	۳۸۷
توحید کے مشاہداتی دلائل	۳۸۹
مؤمنین کو ایک دعا کی ہدایت	۳۸۹
برائی کا جواب بھلائی سے	۳۸۹
شیطان سے استعاذہ	۳۹۰
نزع کے وقت کفار کا پچھتانا	۳۹۰
قیامت میں ایک دوسرے سے بیزاری	۳۹۰
دوزخ کی ہولناک سزا	۳۹۰
کفار کا اعتراف گناہ اور پچھتاوا	۳۹۱
صبر کرنے والوں کا اجر	۳۹۱
دوسری زندگی کے بغیر حیات دنیا بے مقصد ہے	۳۹۱
سورۃ النور	۳۹۳
زانی کی سزا	۳۹۶
منظر عام پر سزا دینے کا حکم	۳۹۶
حدِ قذف کا بیان	۳۹۷
بیویوں پر تہمت	۳۹۷
واقعہ افک	۳۹۸
بے ثبوت بہتان کی تصدیق	۳۹۹
آئندہ ایسا نہ کرنے کی نصیحت	۴۰۰
شیطان بے حیائی کی تعلیم	۴۰۰
پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا	۴۰۰
حشر میں ہاتھ، پاؤں اور زبان کی گواہی	۴۰۵
گھر میں داخل ہونے کے آداب	۴۰۶
غیر آباد گھروں میں داخل ہونے کے آداب	۴۰۶
نظریں نیچی رکھنا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنا	۴۰۷
بناؤ سنگھار کا حکم	۴۰۷
محرم لوگوں کی تفصیل	۴۰۸
عورتوں کے چلنے پھرنے کے آداب	۴۰۸
افلاس کی وجہ سے نکاح کو مت چھوڑو	۴۰۹

نکاح ہونے تک پاکدامن رہیں	۴۰۹
لونڈیوں سے بدکاری کرانا	۴۰۹
قرآن کریم میں گزشتہ اقوام کے حالات	۴۱۰
اللہ کا زمین وآسمان کا نور ہے	۴۱۳
مسجد کی تعظیم وتطہیر	۴۱۵
مؤمنین کی حالت	۴۱۵
کفار کے اعمال کی مثال	۴۱۶
کفار کے گمراہی کی دوسری مثال	۴۱۶
مخلوقات اور پرندوں کی تسبیح	۴۱۷
اللہ کی حکومت ہر شے پر حاوی ہے	۴۱۷
دن اور رات کی تبدیلی	۴۱۸
ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے	۴۱۸
منافقین کی ہوا پرستی	۴۲۲
منافقین کی جھوٹی قسمیں	۴۲۲
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حکومت کا وعدہ	۴۲۳
حصول رحمت کا طریقہ	۴۲۳
اجازت لینے کا مسئلہ	۴۲۴
استیذان سے مستثنیٰ اوقات	۴۲۴
بوڑھی عورتوں کا پردہ	۴۲۴
معذوروں کے لیے احکام میں رعایت	۴۲۴
گھر والوں کے ساتھ کھانے پینے کے آداب	۴۲۵
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجازت دینے کا حکم	۴۲۶
آپ ﷺ کا خاص ادب	۴۲۶
مجلس نبوی ﷺ میں منافقین کا رویہ	۴۲۶
سورۃ الفرقان	۴۲۸
قرآن عالمین کے لیے نذیر ہے	۴۳۰
تخلیق میں فطری موزونیت	۴۳۰
مشرکین کا شرک غیر فطری ہے	۴۳۰
کفار کا قرآن پر بے سروپا اعتراض	۴۳۰
آپ ﷺ کی نبوت پر کھانے پینے سے اعتراض	۴۳۲
کفار کی اور ابدی گمراہی پر حیرانی	۴۳۲
قیامت کا آنا اٹل ہے	۴۳۳
کفار کے لیے جہنم کا جوش وغضب	۴۳۳
مؤمنین کے انعامات	۴۳۳
باطل معبودوں سے سوال	۴۳۴
باطل معبودوں کا جواب	۴۳۴
تمام انبیا بشر تھے	۴۳۴
تم ایک دوسرے کے لیے آزمائش ہو	۴۳۴
پارہ نمبر ۱۹......وَقَالَ الَّذِيْنَ	۴۳۶
کفار کی جاہلانہ فرمائشیں	۴۳۷
آخرت میں کفار کی حالت	۴۳۸
کفار کے اعمال کی حقیقت	۴۳۸
رحمٰن کی بادشاہی	۴۳۹
کافر کی انتہائی حسرت وندامت	۴۳۹
رسول ﷺ کی شکایت	۴۳۹
قرآن کے یک بارگی نازل نہ ہونے پر کفار کی شبہات	۴۴۰
قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمت	۴۴۰
قرآن میں تمام شبہات کا جواب	۴۴۰
اصحاب الرس کون تھے؟	۴۴۱
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزا	۴۴۳
خواہش ان کا خدا ہے	۴۴۴
کفار چوپایوں سے بھی بدتر ہیں	۴۴۴
سائے اور روشنی میں قدرت کے دلائل	۴۴۴
لیل ونہار سے قیامت کا استدلال	۴۴۵
ہواؤں اور پانی میں اللہ کی نشانیاں	۴۴۵
رسول اللہ ﷺ کو تسلی	۴۴۵
پانی کے قطرہ سے انسان کی تخلیق	۴۴۶
توکل کی نصیحت	۴۴۷
آسمان پر برجوں کی تخلیق	۴۴۹
رحمان کے بندے اور اس کے اوصاف	۴۴۹
خوف جہنم	۴۵۰
خرچ میں میانہ روی	۴۵۰

قتل کی جائز صورتیں	۴۵۰
توبہ کرنے والوں پر اللہ کا انعام	۴۵۰
مؤمنین کاملین کی دعا	۴۵۰
سورۃ الشعراء	۴۵۳
کفار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی شفقت	۴۵۶
پند و نصیحت سے اعراض	۴۵۷
حضرت موسیٰ کا واقعہ	۴۵۷
بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ	۴۵۹
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کو جواب	۴۵۹
فرعون کا بات ٹالنا	۴۵۹
فرعون کا دعویٰ الوہیت	۴۵۹
فرعون کا حواس باختہ ہونا	۴۶۰
جادوگروں کا جمع ہونا	۴۶۰
جادوگروں کا فرعون سے مطالبہ اور فرعون کا وعدہ	۴۶۱
ساحرین کا قبول ایمان	۴۶۱
ساحرین کی استقامت اور حوصلہ	۴۶۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے ہجرت کا حکم	۴۶۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب	۴۶۵
بنی اسرائیل کی گھبراہٹ	۴۶۵
موسیٰ علیہ السلام کی تسلی	۴۶۵
دریا میں بارہ راستے	۴۶۶
حضرت ابراہیم علیہ السلام	۴۶۶
کفار کی آباء پرستی	۴۶۶
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	۴۶۷
جنت اور دوزخ کی قربت	۴۶۸
آخرت میں کفار کا اعتراف گناہ	۴۶۸
دنیا میں دوبارہ بھیجنے کی درخواست	۴۶۸
حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت	۴۷۲
حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت	۴۷۳
حضرت نوح علیہ السلام کو قوم کی دھمکی	۴۷۳
حضرت نوح علیہ السلام کی دعا	۴۷۳
قوم عاد کا واقعہ	۴۷۴
قوم عاد کی ضد اور ہٹ دھرمی	۴۷۵
حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ	۴۷۵
معجزے کا مطالبہ	۴۷۶
حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت	۴۷۷
ناپ تول میں کمی پیشی نہ کرو	۴۷۸
قوم شعیب کی گستاخی	۴۷۸
قرآن کریم کا نزول قلب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر	۴۸۰
عجمی پر قرآن نازل ہوتا تو کبھی نہ مانتے	۴۸۱
اقربا کا دعوت کا حکم	۴۸۲
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نصرت کا وعدہ	۴۸۲
شاعر جو کہتے ہیں کرتے نہیں	۴۸۳
کون سے شاعر اس سے مستثنیٰ ہیں؟	۴۸۳
سورۃ النمل	۳۸۶
کفار دنیا کی نعمتوں میں گم ہیں	۴۸۹
حضرت موسیٰ کا آگ لینے کے لیے پہاڑ پر جانا	۴۸۹
اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب	۴۹۰
ہدہد کے بارے میں سوال	۴۹۴
قوم سبا کی خبر	۴۹۵
قوم سبا کی آفتاب پرستی	۴۹۵
حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط	۴۹۵
بلقیس کا اہل دربار سے مشورہ	۴۹۵
حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بلقیس کے تحفے	۴۹۵
تخت لانے کے لیے جن کا اصرار	۴۹۷
سلیمان علیہ السلام کا شکر	۴۸۷
بلقیس کا امتحان	۴۹۸
حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت	۵۰۰
نو مفسدین	۵۰۱
حضرت صالح علیہ السلام کی قتل کی سازش	۵۰۱
قوم لوط کی بے حیائی	۵۰۲
قوم لوط کا انجام ان واقعات سے عبرت	۵۰۲

پارہ نمبر ۲۰..... أَمَّنْ خَلَقَ	۵۰۳	رسالت اللہ کی نعمت ہے	۵۳۲
اللہ کی قدرت کے مظاہر	۵۰۵	کفار مکہ کی ہٹ دھرمی	۵۳۲
مصیبت دور کرنے والا کون ہے؟	۵۰۶	کفار کے اعتراض کا جواب	۵۳۳
اگر سچے ہو تو شرک کی دلیل لاؤ	۵۰۷	خواہش کی پیروی	۵۳۳
آخرت پر کفار کا اعتراف	۵۰۷	مؤمنین کا ایمان بالکتب	۵۳۳
عذاب کا وعدہ قریب ہے	۵۰۸	شریر جاہلوں کی بات کا جواب	۵۳۴
ہر چیز اللہ کے پاس لکھی ہوتی ہے	۵۰۸	ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے	۵۳۴
کفار اندھوں اور بہروں جیسے ہیں	۵۰۸	مکہ مکرمہ امن کی جگہ ہے	۵۳۴
دابۃ الارض کا خروج اور کلام	۵۰۹	تکبر کا انجام	۵۳۵
مکذبین سے حق تعالیٰ کی باز پرس	۵۰۹	بغیر نبی بھیجے عذاب نہیں کیا جاتا	۵۳۵
دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں	۵۱۰	دنیا کے منافع عارضی ہیں	۵۳۵
نفخ صور کتنی بار ہوگا	۵۱۰	مؤمن اور کافر برابر نہیں	۵۳۶
پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے	۵۱۰	مشرکین کو اپنے شرکا پکارنے کا حکم	۵۳۶
سورۃ القصص	۵۱۳	ایمان اور عمل صالح اصل کامیابی ہے	۵۳۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ	۵۱۳	اللہ کا علم محیط ہے	۵۳۷
بچوں کا قتل	۵۱۳	روشنی دینے والا کون ہے؟	۵۴۱
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا الہام	۵۱۷	یہ مال میرے ہنر کا نتیجہ ہے	۵۴۲
والدہ کی بے قراری	۵۱۷	مجرموں سے گناہوں کی باز پرس کی ضرورت نہیں ہوگی	۵۴۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی نگرانی	۵۱۸	قارون کے مال پر دنیا داروں کا رشک	۵۴۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام آغوش مادر میں	۵۱۸	اہل علم کی لوگوں کو نصیحت	۵۴۲
قبطی کا واقعہ	۵۱۹	قارون کا عبرت ناک انجام	۵۴۲
فرعون کے اہل دربار کا مشورہ	۵۱۹	آخرت متقین کے لیے ہے	۵۴۲
مدین میں آمد	۵۱۹	نزول قرآن اللہ کی رحمت سے ہے	۵۴۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا	۵۲۴	ہر شے فانی ہے سوائے اللہ کے	۵۴۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت و امانت	۵۲۴	سورۃ العنکبوت	۵۴۶
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاہدہ مہر	۵۲۵	ہر مؤمن کا امتحان کیا جاتا ہے	۵۴۹
معجزہ عصا و ید بیضا	۵۲۵	پچھلے لوگوں کے امتحان و آزمائش	۵۵۰
حضرت ہارون علیہ السلام کی رفاقت کی درخواست	۵۲۶	برائی کرنے والے اللہ سے بچ نہیں سکتے	۵۵۰
غلبہ و نصرت کا وعدہ	۵۲۶	انسان کی طاعت و عبادت اسی کے لیے ہے	۵۵۰
فرعون کا استہزا	۵۲۷	والدین سے حسن سلوک	۵۵۰
آپ ﷺ کی نبوت کا استدلال	۵۳۱	ضعیف الایمان لوگوں کی حالت	۵۵۰

اللہ دلوں کے حال کو جانتا ہے	۵۵۲
مسلمانوں کے اعمال کی جھوٹی ذمہ داروی	۵۵۲
نوح علیہ السلام کی کشتی نشان عبرت ہے	۵۵۳
جھوٹے اوہام کی پیروی	۵۵۳
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے صرف پیغام دینا ہے	۵۵۳
زمین میں چل پھر کر دیکھو	۵۵۴
اللہ کے مجرم کے لیے کوئی پناہ نہیں	۵۵۴
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زندہ جلانے کا فیصلہ	۵۵۴
حضرت لوط علیہ السلام کا ایمان اور ہجرت	۵۵۵
اولاد ابراہیم علیہ السلام میں دائمی نبوت	۵۵۵
حضرت لوط علیہ السلام کو قوم کی نصیحت	۵۵۸
قوم کی اعلانیہ بے حیائی	۵۵۸
حضرت لوط علیہ السلام کی بددعا	۵۵۸
بشارت اور عذاب لانے والے فرشتے	۵۵۹
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لوط علیہ السلام کے بارے میں اندیشہ	۵۵۹
حضرت لوط علیہ السلام مہمان فرشتے	۵۵۹
حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی نصیحت	۵۶۰
اللہ کی مثالوں کو عاقل ہی سمجھتے ہیں	۵۶۱
پارہ نمبر ۲۱...... اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ	۵۶۲
تلاوت قرآن کا حکم	۵۶۳
نماز روحانی بیماریوں کا علاج ہے	۵۶۳
اہل کتاب کے ساتھ مناظرہ میں نرمی	۵۶۴
اہل کتاب اور مسلمانوں میں فرق	۵۶۴
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا قرآن کی صداقت کی دلیل ہے	۵۶۴
حفاظ قرآن کی فضیلت	۵۶۶
معجزات دکھلانا میرے اختیار میں نہیں ہے	۵۶۶
میری صداقت کے لیے اللہ کی گواہی کافی ہے	۵۶۷
کفار کے لیے دنیا وآخرت کا عذاب	۵۶۷
مؤمنین سے خطاب خاص	۵۶۷
ہجرت کرنے والوں کے انعامات	۵۶۸
اللہ کو سب خالق مانتے ہیں	۵۶۸
اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے	۵۶۸
کفار کی ناشکری	۵۶۹
کفار مکہ پر اللہ کا انعام	۵۶۹
سورۃ الروم	۵۷۱
روم وفارس کی جنگ	۵۷۱
لوگوں کی حقیقت سے لاعلمی	۵۷۱
کائنات کی تخلیق میں غور وفکر	۵۷۴
پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت	۵۷۴
تکذیب واستہزا کا انجام	۵۷۴
صبح وشام ذکر اللہ کی تاکید	۵۷۵
مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو پیدا کرنا	۵۷۵
اللہ کی بعض نشانیاں	۵۷۸
مرد وعورت کی تخلیق کی حکمت	۵۷۹
رنگ وزبان کا اختلاف	۵۷۹
بجلی کی چمک اور بارش کی نشانیاں	۵۷۹
زمین وآسمان کا قیام	۵۷۹
آخرت کی زندگی پر احمقانہ شبہ	۵۸۰
شرک کی مذمت کی ایک بلیغ مثال	۵۸۰
انسان کی فطرت اسلام ہے	۵۸۱
دین فطرت کے چند اصول	۵۸۱
انسان کی ناشکری	۵۸۱
شرک عقل سلیم اور فطرت کے خلاف ہے	۵۸۲
روزی میں تنگی اور وسعت کی حکمت	۵۸۲
قریبی رشتہ داروں اور مساکین کا حق	۵۸۲
سود سے مال گھٹتا ہے زکوٰۃ سے بڑھتا ہے	۵۸۳
لوگوں کی بدعملی کی وجہ سے بحر وبر میں فساد	۵۸۵
دنیا کے فساد کا علاج	۵۸۵
قدرت الٰہیہ	۵۸۶
مؤمنین کی مدد کا وعدہ	۵۸۶
بارش اور بادل کا نظام	۵۸۶
اللہ کی رحمت کے آثار	۵۸۷

تنگی میں ناشکری	۵۸۷	جنت کی خصوصی نعمت	۶۱۰
انسانی زندگی کے مختلف مراحل	۵۸۷	جہنم میں کفار کی حالت	۶۱۱
آخرت میں دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی	۵۸۸	دنیا میں عذاب کا نمونہ	۶۱۲
کفار کو اہل علم کی ملامت	۵۸۸	حق و باطل کا اصل فیصلہ قیامت میں ہوگا	۶۱۲
قرآن کی دلیلیں اور کفار کا انکار	۵۸۸	قیامت پر کفار کا شبہ اور اصرار	۶۱۳
سورہ لقمان	۵۹۰	کفار سے اعراض	۶۱۳
لہو ولعب میں رہنے والوں پر عذاب	۵۹۱	سورۃ الأحزاب	۶۱۳
پہاڑوں کا فائدہ	۵۹۳	آپ ﷺ کو کامل توکل کی تعلیم	۶۱۸
حضرت لقمان کی حکمت	۵۹۵	ظہار اور متبنیٰ کا بیان	۶۱۹
شکر کی نصیحت	۵۹۵	متبنیٰ کو اصل باپ کے نام سے پکارو	۶۱۹
بیٹے کو شرک نہ کرنے کی نصیحت	۵۹۶	بھول چوک پر مواخذہ نہیں	۶۱۹
ماں کا حق باپ سے زیادہ	۵۹۶	آپ ﷺ کو مؤمنین جان سے زیادہ چاہتے تھے	۶۲۰
شرک میں ماں باپ کی اطاعت نہ کرو	۵۹۶	اولوا الارحام کا حق تمام مؤمنین سے زیادہ ہے	۶۲۰
حضرت لقمان کی دوسری نصیحت	۵۹۷	پانچ اولوالعزم پیغمبر	۶۲۰
اکڑ کر چلنے کی ممانعت	۵۹۷	منکرین کے لیے حجت	۶۲۰
بول چال میں اعتدال	۵۹۷	احزاب میں فرشتوں کا نزول	۶۲۱
مخلوقات پر انسان کی حکومت	۶۰۰	غزوہ خندق کی سختیاں	۶۲۱
اللہ تعالیٰ کی بات میں ہے علم وہدایت	۶۰۰	مؤمنین کی آزمائش	۶۲۲
آباؤ اجداد کی اندھی تقلید	۶۰۰	منافقین کے حیلے بہانے	۶۲۲
اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا اعتراف کفار کو بھی ہے	۶۰۱	منافقین کا عہد اور خلاف ورزی	۶۲۲
اللہ تعالیٰ کے کلمات غیر متناہی ہیں	۶۰۱	اللہ کا ارادہ پورا ہو کر رہے گا	۶۲۳
معبود ہونے کا اللہ صرف اللہ ہے	۶۰۱	منافقین کی منافقت	۶۲۳
بحری سفر میں اللہ کی نشانیاں	۶۰۳	منافقین کی لفاظی	۶۲۳
قیامت میں نفسی نفسی	۶۰۳	بے ایمانی کا عمل	۶۲۴
تقدیر الٰہی اور تدبیر کا تعلق	۶۰۴	منافقین کی بزدلی	۶۲۴
سورہ سجدہ	۶۰۴	آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ	۶۲۴
قرآن وحی الٰہی ہے اس کے دلائل	۶۰۴	صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان کامل	۶۲۴
اللہ کی تدبیر امور کا طریقہ	۶۰۷	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان وعزم کا بیان	۶۲۴
انسانو اپنی تخلیق میں غور کرو	۶۰۸	کفار کی شکست	۶۲۹
کفار پر اب کبھی رحمت نہیں ہوگی	۶۰۹	بنو قریظہ کا بیان	۶۲۹
تہجد پڑھنے والوں کی مدح	۶۰۹	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اموال واراضی کا عطیہ	۶۲۹

آیت تخییر اور ازواج مطہرات	۶۳۰	دوسری زندگی پر کفار کا استہزا	۶۵۵
پارہ نمبر ۲۲...... وَمَنْ يَّقْنُتْ	۶۳۱	قرآن کا جواب	۶۵۶
امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے دوگنے اجر کا وعدہ	۶۳۴	بعث بعد الموت اور قیامت کے دلائل	۶۵۶
امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا مقام عظمت	۶۳۴	حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ	۶۵۶
عورتوں کے لیے گھروں میں بیٹھنے کا حکم اور پردے کا بیان	۶۳۵	حضرت سلیمان پر علیہ السلام کیے گئے انعامات	۶۵۷
قرآن میں عورتوں کا خصوصی تذکرہ	۶۳۵	جنات کا تابع ہونا	۶۵۸
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا قصہ	۶۳۷	آل داؤد کو شکر کا حکم	۵۵۸
زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنے کی حکمت	۶۳۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا عجیب واقعہ	۶۵۸
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں	۶۳۸	قوم سبا کے دو باغ	۶۶۱
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراج منیر ہیں	۶۳۹	قوم سبا کی عمارتیں اور پانی کے بند	۶۶۲
مطلقہ سے قبل صحبت کی عدت	۶۳۹	برکت والی بستیاں	۶۶۲
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بلا مہر نکاح کی اجازت	۶۴۰	اہل سبا کی احمقانہ درخواست	۶۶۳
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آداب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم	۶۴۵	قوم سبا کا حال عبرت ناک ہے	۶۶۳
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حلم وحیا	۶۴۵	زوال کا سبب شیطان کا اتباع تھا	۶۶۳
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پردے کا حکم	۶۴۵	مشرکین مکہ کو تنبیہ	۶۶۴
ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن امت کی مائیں ہیں	۶۴۵	ملائکہ پر اللہ کی ہیبت وعظمت کا اثر	۶۶۴
محارم کی تفصیل	۶۴۶	کفار کی غلطی پر تنبیہ کا ایک حکیمانہ	۶۶۵
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مؤمنین کی صلاۃ	۶۴۷	ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے	۶۶۵
اللہ اور رسول کو ستانے والے ملعون ہیں	۶۴۷	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تمام انسانوں کے لیے انعام	۶۶۵
منافقین کی ایذا رسانی	۶۴۷	کفار کا انکار	۶۶۶
عورتوں کو پردے کا حکم	۶۴۸	آخرت میں کفار کا پچھتاوا	۶۶۶
جھوٹی خبریں اڑانے والے	۶۴۸	کفار کا نشہ دولت	۶۶۹
کفار کی سزا	۶۴۹	دولت، فراخی رضا کا معیار نہیں	۶۶۹
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مسلمانوں کو نصیحت	۶۴۹	مؤمنین کے تعلقات کا اجر عظیم	۶۶۹
تقویٰ اور قول سدید	۶۵۰	ملائکہ پرستی پر ملائکہ سے سوال	۶۷۰
اللہ کی امانت اور انسان	۶۵۰	عابد اور معبود دونوں کی عاجزی	۶۷۰
چہرہ کا پردہ بھی واجب ہے	۶۵۱	قرآن ونبوت پر اعتراض	۶۷۱
سورۃ سبا	۶۵۲	کفار مکہ کی جہالت	۶۷۱
اللہ ہی تمام کائنات کا مالک ہے	۶۵۴	کفار مکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعظ	۶۷۲
اللہ کا علم محیط ہے	۶۵۴	حق غالب ہو کر رہے گا	۶۷۲
قیامت ضرور آئے گی	۶۵۵	کفار کی حالت	۶۷۳

ابدی ناکامی	٦٧٣	مخلوقات کے رنگ مختلف	٦٨٦
سورۂ فاطر	٦٧٤	اللہ سے ڈرنے والے علماہی ہیں	٦٨٧
حمد خالق ہی کے لیے ہے	٦٧٦	نفع بخش تجارت کے امیدوار	٦٨٧
فرشتوں کے پَر	٦٧٧	قرآن کے ورثا	٦٨٧
خالق ہی معبود ہو سکتا ہے	٦٧٨	اہل جنت کے لیے سونے کے کنگن اور ریشمی لباس	٦٨٧
شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے	٦٧٨	اہل دوزخ کا حال	٦٩١
بارش اور بادل سے نشر پر استدلال	٦٧٩	اہل دوزخ کی فریاد	٦٩١
عزت اللہ کی اطاعت میں ہے	٦٨٠	حق تعالیٰ کا جواب	٦٩١
مکاروں کے لیے عذاب	٦٨٠	اللہ دلوں کی بات جانتا ہے	٦٩٢
انسان کی تخلیق	٦٨٠	ان معبودوں نے کیا پیدا کیا ہے؟	٦٩٣
لیل ونہار کے تغیرات	٦٨١	زمین وآسمان کا ٹھہراؤ	٦٩٣
باطل معبودوں کی حقیقت	٦٨٢	یہود کی جھوٹی قسمیں اور نبوت کی تکذیب	٦٩٣
تمام انسان اللہ کے محتاج ہیں	٦٨٤	اللہ کی مضبوط گرفت	٦٩٤
قیامت میں ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا	٦٨٤	گناہوں پر اللہ کا عفو ودرگزر	٦٩٤
مومن اور کافر برابر نہیں	٦٨٥	اللہ کی ڈھیل صرف قیامت تک ہے	٦٩٤

سورہ نمبر ۱۲......وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ

سورۃ ہود

تعارف:......سورۂ ہود مکی ہے اور اس میں اسلامی عقیدہ کے اصول یعنی توحید، رسالت، بعث بعد الموت اور جزا و سزا پر توجہ دی گئی ہے، نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے اس میں انبیا علیہم السلام کے قصے بیان کیے گئے ہیں، چوں کہ ابو طالب اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مشرکین نے آپ ﷺ کو سخت اذیتیں پہنچائیں، اس عرصہ کے دوران آپ پر آیات نازل ہوتی رہیں جن میں سابقہ انبیا کے قصے مذکور تھے، ان قصص میں آپ کے لیے تسلی کا سامان ہوتا اور اس لیے بھی کہ صبر و استقامت میں آپ کے سامنے ایک نمونہ ہو۔

سورت کی ابتدا قرآن عظیم کی عظمت و بزرگی کے بیان سے کی گئی ہے، قرآن عظیم کی آیات محکم ہیں ان میں کسی قسم کا خلل اور تناقض نہیں ہے کیوں کہ قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور وہ علم و حکمت والا ہے، اللہ پر بندوں کے مصالح میں سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، پھر سورت میں اسلامی دعوت کے عناصر پیش کیے گئے ہیں اور ان کے بیان کے لیے عقلی دلائل کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے، ساتھ ساتھ فریقین یعنی ہدایت یافتہ فریق اور گمراہ فریق کا موازنہ بھی کیا گیا ہے، فریقین کی مثال بیان کی گئی ہے اور مؤمنین و کفار کے درمیان فرق کی وضاحت کی گئی ہے، جب کہ فریقین میں اتنا فرق ہے جتنا فرق سورج، تاریکی اور اُجالے میں کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ (سورہ ھود)

اس کے بعد پیغمبروں کے احوال بیان کیے گئے ہیں اور نوح علیہ السلام جو کہ ابوالبشر ثانی کہلاتے ہیں ان کے قصے سے ابتدا کی گئی ہے، کیوں کہ طوفان سے صرف نوح علیہ السلام اور وہ مؤمنین جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے نجات پا سکے تھے، جب کہ سطح زمین پر ہر شخص طوفان میں غرق ہو گیا تھا۔ انبیا میں نوح علیہ السلام نے سب سے زیادہ لمبی عمر پائی ہے اس لیے ان پر زیادہ آزمائشیں آئیں اور اور انہیں زیادہ صبر کرنا پڑا۔

پھر سورت میں ہود علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے انہی کے نام پر سورت کا نام رکھا گیا ہے، ہود علیہ السلام دعوت الی اللہ کے جہد مسلسل میں پیہم لگے رہے، اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو سرکش قوم عاد کی طرف بھیجا تھا، قوم عاد کو اپنی زبردست جسمانی قوت پر گھمنڈ تھا اور وہ کہا کرتے تھے: ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیا اور وہ متکبرین و ظالمین کے لیے نشان عبرت بن گئے چنانچہ ارشاد ہے:

وَتِلْكَ عَادٌ ڐ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ (سورہ ھود)

اس کے بعد حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ پھر حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے، پھر ان قصوں سے عبرتیں کشید کی گئی ہیں چنانچہ ارشاد ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَاۗىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ (سورہ ھود)

پھر سورت پیغمبروں کے قصوں کی حکمت کے بیان پر ختم کی گئی ہے دراصل یہ گزشتہ اقوام کے انجام سے تکذیب کے مرتکبین کو عبرت دلانا ہے اور اس میں نبی کریم ﷺ کے لیے تسلی بھی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاۗءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٣﴾ (سورہ ھود)

یوں اس طرح ذکر توحید پر سورت ختم کی گئی ہے تاکہ ابتدا اختتام کے مناسب ہو جائے۔

اٰيَاتُهَا ۱۲۳ — (۱۱) سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ (۵۲) — رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

الٓرٰ ۣ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴿١﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ
لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ﴿٢﴾ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى
اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ﴿٣﴾
اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ
اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٥﴾
الربع وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ
مُّبِيْنٍ ﴿٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَي الْمَاۗءِ لِيَبْلُوَكُمْ
اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَلَىِٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ
اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧﴾ وَلَىِٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ
ع يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨﴾ وَلَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا
رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـــُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿٩﴾ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَاۗءَ بَعْدَ ضَرَّاۗءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ
السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿١٠﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ
كَبِيْرٌ ﴿١١﴾ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَاۗىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ
اَوْ جَاۗءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا
بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٣﴾ فَاِلَّمْ
يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ
يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿١٥﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ
لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ڮ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰي

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ
وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۷ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ
وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۸ۙ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۹ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ
فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ
السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝۲۰ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۲۱
لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۲۲ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى
رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۳ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ
وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۴ؑ

وقف لازم

ترجمہ:...... الٓرٰ یہ کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں پھر واضح طور پر بیان کی گئی ہیں حکمت والے باخبر کی طرف سے ہے۔① یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بے شک میں تمہیں اللہ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں۔② اور یہ بات کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے حضور میں توبہ کرو، وہ تمہیں مقرر کردہ اجل تک خوش عیش زندگی دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو اس کا ثواب عنایت فرمائے گا اور اگر تم اعراض کرو تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔③ تم کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے،④ خبردار وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپالیں خبردار جب وہ اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیتے ہیں وہ اس وقت سب باتیں جانتا ہے جو پوشیدہ طور پر کرتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں، بلاشبہ وہ سینوں کے اندر کی چیزوں کو جانتا ہے۔⑤ اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانہ کو جانتا ہے وہ ٹھکانہ زیادہ عرصہ رہنے کا ہو یا چند دن رہنے کا ہو، سب کچھ کتاب مبین میں ہے۔⑥ اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ ۶ دن میں پیدا فرمایا اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے اور اگر آپ ان سے کہیں کہ بے شک تم موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر لوگ ضرور یوں کہیں گے کہ بس یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔⑦ اور اگر ہم تھوڑی سی مدت تک ان سے عذاب کو مؤخر کردیں تو وہ ضرور یوں کہیں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روک رہی ہے، خبردار جس دن ان کے پاس عذاب آجائے گا تو وہ ان سے ہٹایا نہ جائے گا اور جس کا وہ مذاق بنایا کرتے تھے وہ ان کو گھیر لے گا۔⑧ اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت چکھادیں، پھر ہم اسے اس سے چھین لیں تو وہ ناامید ناشکرا ہوجاتا ہے۔⑨ اور اگر کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی ہم اسے نعمت چکھادیں تو وہ کہتا ہے کہ میری ساری بدحالیاں دفع ہوگئیں بے شک وہ اترانے لگتا ہے شیخی بگھارتا ہے،⑩ سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے صبر کو اختیار کیا اور نیک کام کرتے رہے یہ۔ وہ لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔⑪ سو ایسا ہونے والا تو نہیں ہے کہ آپ ان احکام میں سے بعض احکام کو چھوڑ دیں جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں اور اس بات سے آپ کا دل تنگ ہو رہا ہے کہ وہ یوں کہہ رہے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں کیا گیا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں، اور اللہ ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہے،⑫ کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ اس

نے خود سے بنالیا ہے، آپ فرما دیجیے کہ تم اس جیسی دس سورتیں لے آؤ جو بنائی ہوئی ہوں اور اللہ کے سوا جس کو بھی بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ ⑬ سو اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو یقین کرلو کہ یہ اللہ کے علم کے مطابق اتارا گیا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم اسلام قبول کرنے والے ہو۔ ⑭ جو شخص دنیا کو اور اس کی زینت کو چاہتا ہے ہم اس کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں پورا پورا دے دیں گے۔ اور اس میں ان پر ظلم نہ ہو گا۔ ⑮ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور دنیا میں انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ سب برباد ہو گیا اور جو کچھ کرتے تھے وہ سب باطل ہو گیا۔ ⑯ جو شخص قرآن پر قائم ہے جو اس کے رب کے پاس سے آیا ہے اور اس کے ساتھ اسی میں سے گواہ بھی ہے اور اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی، کیا منکر آدمی اس کے برابر ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، اور جماعتوں میں سے جو شخص اس کا منکر ہو سو دوزخ اس کی جگہ ہے جس میں اس کے بھیجنے کا وعدہ ہے۔ سوائے مخاطب تو اس کے بارے میں شک میں نہ پڑ، بے شک وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے، اور لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ⑰ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا، یہ لوگ اپنے رب پر پیش کیے جائیں گے اور گواہی دینے والے کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف نسبت کر کے جھوٹ بولا، خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے ⑱ جو اللہ کی راہ سے روکتے رہے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہے اور یہ لوگ آخرت کے منکر ہیں۔ ⑲ یہ وہ لوگ ہیں جو زمین میں عاجز کرنے والے نہ تھے اور اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ ان کو دوہرا عذاب کر دیا جائے گا، یہ لوگ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ دیکھتے تھے۔ ⑳ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو برباد کر بیٹھے اور وہ جو کچھ انہوں نے جھوٹ بنایا تھا وہ سب غائب ہو گیا، ㉑ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں ہوں گے۔ ㉒ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اپنے رب کی طرف جھکے یہ لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ㉓ دونوں فریق کی مثال ایسی ہے جیسا اندھا ہو اور بہرا ہو، اور دیکھنے والا ہو اور سننے والا ہو، کیا دونوں حالت کے اعتبار سے برابر ہوں گے؟ کیا تم نہیں سمجھتے! ㉔

لغات: اُحْكِمَتْ:...... الاحکام باب افعال سے ہے جس کا معنی ہے بگاڑ سے روکنا چنانچہ محاورہ ہے۔ مُسْتَقَرَّهَا: وہ جگہ جہاں دنیا میں انسان ٹھکانا کرے۔ مُسْتَوْدَعَهَا: موت کے بعد جہاں انسان چلا جاتا ہے۔ اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ: محدود مدت، کا قرطبی کہتے ہیں: امت اسم مشترک ہے اس کا اطلاق آٹھ معانی پر ہوتا ہے، جماعت، ملت، ایسا شخص جو جامع خیر و بھلائی ہو، زمانہ اور انبیا کے متبعین...... الخ۔ مِرْيَةٍ: شک۔ ضَلَّ: گمراہ ہوا۔ لَا جَرَمَ: کلمہ واحد ہے جو حَقًّا: کے یعنی حق ہے کے معنی میں ہے یہ خلیل اور ''سیبویہ'' کا قول ہے۔ اَخْبَتُوْا: الاخبات جھکنا، مان لینا، تسلیم کرنا۔ الْاَصَمِّ: جو نہ سنتا ہو۔

شان نزول:...... قرطبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ اخنس بن شریق شیریں لسان شخص تھا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبانہ رویے سے ملتا اور جب واپس لوٹتا تو دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مذموم خیال رکھتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑤ [1] (سورہ ھود)

قرآن کریم محکم و مضبوط کتاب ہے جس میں حلال و حرام کے امور بیان کیے گئے ہیں

تفسیر: الٓرٰ:...... اعجاز قرآن کی طرف اشارہ ہے، اور یہ حروف ہجا سے مرکب ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس کا معنی ہے: انا اللہ اری یعنی میں اللہ ہوں دیکھ رہا ہوں۔ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ: یہ جلیل القدر کتاب ہے، اس کی آیات محکم اور مضبوط ہیں، ان میں خلل اور تناقض نہیں ہے۔ ثُمَّ فُصِّلَتْ: اس میں حلال و حرام کے امور بیان کیے گئے ہیں، اور معاش و معاد کے جن امور کا انسان محتاج ہے وہ بھی اس میں بیان کیے گئے ہیں۔ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ: یہ اس ذات کی طرف سے ہے جو حکمت کی مالک اور ہر بات سے باخبر ہے، اسی لیے یہ مضبوط و محکم ہیں اور ان

[1] القرطبی ۹/۵

آیات کی بہت خوبصورت تفصیل ہے۔ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ: یہ اس لیے تا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں۔ اِنَّنِيۡ لَكُمۡ مِّنۡهُ نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌ: میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں، اگر تم کفر کرو گے تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراؤں گا۔ اگر ایمان لاؤ گے اس کے ثواب کی تمہیں بشارت دوں گا۔

رجوع الی اللہ کے فوائد

وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ:...... گناہوں سے اللہ کے حضور توبہ کرو اور خالص توبہ کرو پھر اس پر اطاعت وانابت بجالا کر ڈٹ جاؤ۔ يُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا: اس دنیا میں اللہ تمہیں بڑے بڑے فائدے دے گا یعنی تمہیں رزق کی وسعت عطا کرے گا اور خوشحال زندگی سے بہرہ مند کرے گا۔ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى: محدود وقت تک اور وہ وقت تمہاری عمروں کے اختتام کا وقت ہے۔ وَّيُؤۡتِ كُلَّ ذِيۡ فَضۡلٍ فَضۡلَهٗ: اور ہر وہ شخص جس نے اچھا عمل کیا ہوگا اسے اس کا اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا: اصل میں "تتولوا" تھا ایک تا تخفیف کے لیے حذف کردی گئی ہے یعنی اگر تم ایمان سے روگردانی کرو گے اور اللہ کی اطاعت سے اعراض کرو گے۔ فَاِنِّيۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ كَبِيۡرٍ: مجھے تمہارے اوپر قیامت کے دن کے عذاب کا خوف ہے، عذاب کی "کبیر" صفت لائی گئی ہے جو ہولنا کی کی خبر دے رہا ہے۔ اِلَى اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ: مرنے کے بعد تم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ: اللہ تمہیں مارنے اور زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور تکذیب کرنے والے کو عذاب اور سزا دینے پر قادر ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، آیت میں عظیم تہدید ہے۔

اَلَاۤ اِنَّهُمۡ يَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَهُمۡ لِيَسۡتَخۡفُوۡا مِنۡهُ:...... ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتا اور قسمیں اٹھا کر کہتا کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے جب کہ دل میں اس کے خلاف ہوتا۔ [1] قرطبی کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کے ساتھ مشرکین کی عداوت کی خبر دی جا رہی ہے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے احوال اللہ پر مخفی ہیں۔ آیت کا معنی ہے کہ کفار اپنے سینوں کو نبی اور مؤمنین کی عداوت پر دوہرا کر لیتے اور موڑ لیتے، ہیں وہ چاہتے ہیں کہ بغض وعداوت کو اللہ سے چھپا لیں اور ان کی رسوائی نہ ہونے پائے۔ اَلَا حِيۡنَ يَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِيَابَهُمۡ: جب وہ اپنے اوپر کپڑے لپیٹتے ہیں۔ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ: اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں، گویا آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ تمہارے پردے اللہ سے تمہیں پوشیدہ کر دیں گے بلکہ اللہ تمہاری ظاہری باتوں اور پوشیدہ باتوں سب کو جانتا ہے، تمہارے احوال میں کوئی پوشیدہ بات اللہ سے مخفی نہیں ہے۔ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ: جو کچھ دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے۔

تمام جانداروں کے رزق کی کفالت اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا:...... سطح زمین پر جو چیز بھی رینگ کر چلتی ہے خواہ وہ انسان ہو یا کوئی اور حیوان، اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اس کے رزق کی کفالت اپنے ذمہ لے رکھی ہے جب وہ خالق ہے تو رازق بھی ہے۔

مستقر ومستودع کے معنی

وَيَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَمُسۡتَوۡدَعَهَا: ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مستقر سے مراد زمین پر وہ جگہ ہے جہاں انسان پناہ لیتا ہے اور مستودع سے مراد وہ جگہ ہے جہاں موت کے بعد انسان دفن کیا جاتا ہے۔ كُلٌّ فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ: [1] . چنانچہ رزق، تقدیر اور عمریں وغیرہا سب کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔ وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ: اللہ نے آسمانوں اور زمین کو دنیا کے ایام کے برابر چھ ایام میں پیدا کیا۔ اس میں انسانوں کو روزمرہ زندگی کے مختلف معاملات میں بردباری کا درس دیا جا رہا ہے، چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو لمحہ بھر میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کر دیتا۔

---

[1] البحر ۲۰۲/۵

وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ:...... آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے عرش پانی پر تھا، علامہ زمخشری کہتے ہیں اللہ کا تحت مخلوق نہیں جب کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ عرش اور پانی دونوں مخلوق ہیں۔[1] لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا: اللہ نے حکمت بالغہ سے کائنات کو تخلیق کیا ہے تاکہ تمہارا امتحان لے اور نیکوکار کو بدکار سے جدا کردے اور تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ دے۔ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ: اے محمد! اگر آپ ان منکرین کفار مکہ سے کہیں کہ تمہیں مرنے کے بعد حساب کے لیے اٹھایا جائے گا۔ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ: کفار جو بعث بعد الموت کے منکرین ہیں، کہیں گے یہ قرآن تو واضح طور پر جادو ہے۔ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ: اگر ہم قلیل مدت تک کے لیے ان سے عذاب مؤخر کردیں۔ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ: مذاق کے طور پر کہیں گے اس عذاب کو کیوں روک رکھا ہے؟ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ: یہ منکرین متنبہ رہیں کہ جس دن عذاب آئے گا پھر رکے گا نہیں۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: یہ عذاب ان پر آئے گا انہیں گھیر لے گا یہ اس چیز کا بدلہ ہے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً:...... اگر ہم انسان کو انواع واقسام کی نعمتیں صحت، رزق و امن وغیرھا عطا کریں۔ ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ: پھر ہم ان سے یہ نعمتیں چھین لیں۔ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ: تو وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے اور سخت ناشکری کرنے لگتا ہے۔ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ: اگر انسان پر تکلیف نازل ہونے کے بعد ہم اسے نعمت کا مزہ چکھادیں۔ مثلاً فقر و فاقہ کی شدت کے بعد نعمت عطا کریں۔ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ: تو کہے گا فقر و فاقہ اور مصائب منقطع ہوگئے اور آج کے بعد میں مصیبت میں مبتلا نہیں ہوں گا۔ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ: وہ نعمت پر اترانے لگے گا اور اس سے دھوکہ کھا جائے گا، لوگوں کو جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں۔ ان کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے اور آیت میں اس شخص کے لیے مذمت ہے جو شدائد کے وقت ناپسندی کا مظاہرہ کرنے لگے اور نعمتوں کے وقت اترانے لگے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: یہ انسان کی عادت ہے البتہ وہ مؤمنین جو مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور خیر و بھلائی کے کام کرتے ہیں وہ خوش حالی اور بدحالی میں نیکی کے کام کرتے رہتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ: یہ لوگ جو وہ عمدہ صفات کے ساتھ متصف ہوتے ہیں ان کے گناہ بخش دیے جائیں گے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا اجر وثواب ہے اور وہ جنت ہے، بحر میں ہے کہ اجر وثواب کی ''کبیر'' صفت لائی گئی ہے کیوں کہ اجر وثواب سروری ودائمی نعمتوں پر مشتمل ہوگا، عذاب سے امن حاصل ہوگا اور رب تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔[2]

کفار ومشرکین کا مطالبہ واستہزا

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ:...... مشرکین رسول کریم ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ ان کے سامنے خزانے ظاہر کریں یا ان کے ساتھ فرشتہ ظاہر ہو اور وہ قرآن عظیم کا مذاق اڑاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا: اے محمد جو قرآن آپ پر نازل کیا جارہا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی حصہ چھوڑ بیٹھیں اور مشرکین کے مذاق کی وجہ سے وہ حصہ ان تک نہ پہنچائیں۔ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ: اور جو وحی آپ پر رب تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے تکذیب کے ڈر کی وجہ سے تنگدل ہو جاؤ، اس سے غرض آپ ﷺ کو تبلیغ رسالت پر ابھارنا ہے اور معاندین کی پرواہ نہ کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے۔ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ: اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں ان (محمد ﷺ) پر مال کثیر کیوں نہیں نازل ہوتا۔ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ: یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ آئے جو ان کی تصدیق کرے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا مقصد بیان کیا ہے۔ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ: اے محمد آپ تو صرف آگاہ کرنے والے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ: اللہ ہی بندوں کے افعال واعمال کا کارساز ہے اور وہی ان کا نگہبان ہے۔

---

[1] الکشاف ۲/۳۸۰ [2] البحر ۵/۲۰۶

قرآن جیسی دس سورتیں بنا لاؤ، کفار کو چیلنج

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ:...... بلکہ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد نے یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ: اگر بات ایسی ہی ہے تو ایسی دس سورتیں لے آؤ جو فصاحت و بلاغت میں قرآن جیسی ہوں اور تم فصحائے عرب ہو۔وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اور اللہ کے علاوہ جس سے چاہو مدد بھی حاصل کر سکتے ہو۔اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ: اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ قرآن اپنی طرف سے گھڑا ہوا ہے۔فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ: جن کو تم معاونت کے لیے بلاؤ اگر وہ تمہارا کہنا نہ مانیں تو اے مشرکین! جان لو کہ یہ قرآن اللہ کی وحی سے نازل ہوا ہے۔وَاَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور کوئی معبود نہیں جس نے یہ قرآن نازل کیا ہے۔فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ: استفہام بمعنی امر ہے، یعنی اس حجت قاطعہ کے بعد اسلام لے آؤ کیوں کہ تمہارے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا ہے جو قبول اسلام سے مانع ہو، تسہیل میں ہے: استفہام استدعائے اسلام کے معنی میں ہے اور کفار کے لیے الزام ہے (یعنی لازمی قرار دیا گیا ہے کہ اسلام قبول کریں چوں کہ صحت اسلام پر دلیل قائم ہو چکی ہے کیونکہ مشرکین قرآن کی مثال لانے سے عاجز ہیں)۔[1]

کفار کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا:...... جو شخص اپنے اعمال سے صرف دنیا کا قصد کرتا ہے چوں کہ وہ آخرت کا یقین اور عقیدہ نہیں رکھتا، نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا: ہم ان کی پسند کے مطابق ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دے دیں گے۔یعنی صحت، امن، رزق وغیرہ۔وَهُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ: اور دنیا میں ان کے بدلہ میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی، قتادہ کہتے ہیں جس شخص نے دنیا کو اپنا مقصد بنا لیا اور دنیا کو اپنا مطمح نظر بنا لیا اللہ اس کی نیکیوں کا بدلہ اسے دنیا ہی میں دے دیتے ہیں پھر وہ آخرت میں پہنچتا ہے اس حال میں کہ اس کے پاس کوئی نیکی نہیں رہتی، رہی بات مؤمن کی سو اسے دنیا میں بھی نیکیوں کا بدلہ ملتا ہے اور آخرت میں بھی اسے اچھا ثواب ملتا ہے۔[2] اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ: یہی لوگ ہیں کہ ان کا ہدف دنیا ہوتا ہے اور آخرت میں ان کے حصہ میں صرف جہنم کی آگ اور دائمی عذاب ہوتا ہے۔وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا: جو انہوں نے اعمال صالحہ کیے ہوں گے وہ باطل ہو چکے ہوں گے کیوں کہ وہ دنیا میں ان کا بدلہ حاصل کر چکے۔وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ: یہ ماقبل کی تاکید ہے یعنی انہوں نے دنیا میں جو اچھے اعمال کیے ہوں گے وہ باطل ہوں گے۔اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ: اور جو شخص واضح نور پر ہو اور اللہ کی طرف سے روشن برہان وحجت پر ہو، مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین ہیں، جواب شرط محذوف ہے وہ یہ ہے۔ کمن کان یرید الحیاۃ الدنیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو دنیا کی زندگی کا خوگر ہو۔مراد یہ ہے کہ ان دونوں میں اور وہ شخص جس کا مقصد دنیا اور اس کی زینت ہو برابر نہیں ہو سکتے۔

وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ: جس کے پیچھے اللہ کی طرف سے اس کی سچائی کا ایک ثبوت بھی آیا ہو۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً: اور قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات ہو جسے اللہ نے نازل کیا ہے اور وہ قرآن کی سچائی اور حقانیت کا ثبوت ہے۔اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ: یہ لوگ جو اس بات سے موصوف ہیں کہ وہ اپنے رب کے نور پر قائم ہیں وہ قرآن کی اچھی طرح سے تصدیق کرتے ہیں۔وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ: مختلف ادیان کے ماننے والوں اور ملتوں پر چلنے والوں میں سے جو لوگ قرآن کا انکار کریں، ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، وہ لامحالہ اس میں پڑیں گے۔فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ: لہٰذا اس قرآن کے متعلق ذرہ برابر شک میں نہ پڑو۔اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ: یہ قرآن برحق ہے، ثابت ہے اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ: اکثر لوگ تصدیق نہیں کرتے یہ اللہ کی طرف سے نازل ہے۔اُولٰٓىٕكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ: یہ لوگ قیامت کے دن جملہ مخلوقات کے ساتھ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے، وہی ان کا خالق و مالک ہے۔وَیَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ: مخلوقات اور فرشتے جو اللہ پر جھوٹ بولنے والوں کے اعمال کے گواہ ہوں گے، اس سے غرض کفار کو سرعام رسوا کرنا اور ان کی تشہیر کرنا ہے۔

---

[1] التسہیل ۲/۱۰۲ [2] المختصر ۲/۲۱۴

جھوٹوں اور ظالموں پر خدا کی لعنت

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ:...... ان کے ظلم اور اللہ پر جھوٹ وافترا باندھنے کی وجہ سے ان پر لعنت ہو۔ لعنت کا معنی! اللہ کی رحمت سے دوری ہے۔ الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ: جو لوگوں کو اتباع حق سے روکتے ہیں اور اس راستے سے روکتے ہیں جو اللہ تک پہنچانے والا ہے۔ وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا: وہ چاہتے ہیں کہ اس ہدایت کے راستے میں کجی نکلے یعنی وہ اپنی خواہشات کے مطابق اللہ کے دین میں کجی تلاش کرتے ہیں۔ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ: یہ لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں اور دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَمۡ يَكُوۡنُوۡا مُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ: یہ اللہ کے عذاب سے کہیں بھی بچ کر نکل نہیں سکتے اگرچہ اللہ نے انہیں مہلت دے رکھی ہے۔ وَمَا كَانَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ اَوۡلِيَآءَ: ان سے دوستی کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اور اللہ کے عذاب سے انہیں کوئی نہیں بچائے گا۔

منکرین پر دگنے عذاب کا سبب

يُضٰعَفُ لَهُمُ الۡعَذَابُ:...... یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی ان کے جرم، سرکشی اور طغیان کی وجہ سے ان پر دوگنا عذاب ہوگا۔ مَا كَانُوۡا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ السَّمۡعَ وَمَا كَانُوۡا يُبۡصِرُوۡنَ: ان پر عذاب کی شدت اور دگنا ہونے کا سبب یہ ہے کہ اللہ نے انہیں کان اور آنکھیں عطا کی تھیں لیکن وہ سماع حق سے بہرے تھے اور اتباع حق سے اندھے تھے، اللہ نے ان کو جو حواس دیے تھے ان سے نفع نہیں اٹھایا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ: انہوں نے دنیا وآخرت کی سعادت گنوائی اور خسارے میں رہے اور آتش جہنم میں داخل ہونے کی وجہ سے اپنے جسموں کو راحت نہ پہنچا سکے، ہر طرح خسارے میں رہے۔ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ: اور انہیں جن معبودان کی سفارش کا زعم تھا وہ ان سے غائب ہوجائیں گے اور ان کا کوئی سراغ نہیں ملے گا۔ لَا جَرَمَ اَنَّهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ: اس میں کوئی شک نہیں کہ حقیقت میں یہی لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ خسارے میں ہوں گے، اور تم لوگوں میں اتنا زیادہ واضح خسارہ میں کسی کو نہیں دیکھو گے، چوں کہ انہوں نے فانی دنیا کو باقی رہنے والی آخرت پر ترجیح دی ہے اور جنت کو آتش جہنم سے بدلا۔ اوپر کفار کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اب مؤمنین کا تذکرہ کیا جائے گا، چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخۡبَتُوۡۤا اِلٰى رَبِّهِمۡ: یعنی ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا۔ ''الاخبات'' کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے آگے جھک کر مطمئن ہوجانا اور صرف اللہ کی عبادت میں لگ جانا۔ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ‌ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ: یہ لوگ جنت کی نعمتوں میں رہیں گے اور اس سے کبھی بھی باہر نہیں نکلیں گے۔

مؤمنین اور کفار میں فرق

مَثَلُ الۡفَرِيۡقَيۡنِ:...... ایک فریق مؤمنین اور دوسرا فریق کفار۔ كَالۡاَعۡمٰى وَالۡاَصَمِّ وَالۡبَصِيۡرِ وَالسَّمِيۡعِ: زمخشری کہتے ہیں: کافروں کے فریق کو اندھے اور بہرے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مؤمنین کے فریق کو بصیر (جس میں دیکھنے کی صلاحیت ہو) اور سمیع (جو سنتا ہو) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس میں لف نشر اور طباق کی صنعت نمایاں ہے۔ اور معنی ہے کہ دونوں جماعتوں کا حال عجیب ہے۔ جیسے اندھے پن اور بہرے پن، سننے اور دیکھنے کے درمیان جمع ہونے کا حال ہے۔ هَلۡ يَسۡتَوِيٰنِ مَثَلًا: استفہام انکاری ہے، یعنی مثال میں دونوں برابر نہیں ہوسکتے، چنانچہ جو شخص نور حق کو دیکھتا ہو اور اس سے روشنی حاصل کرتا ہو اس کا حال اس شخص کی طرح نہیں ہوسکتا جو گمراہی کی تاریکیوں میں سرگرداں ہو اور راہ ہدایت کی طرف اس کے قدم اٹھتے ہی نہ پاتے ہوں۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ: بھلا تم عبرت اور نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ اس سے غرض اہل طاعت اور اہل کفر کے درمیان فرق واضح کرنا ہے۔

بلاغت: عَذَابَ يَوۡمٍ كَبِيۡرٍ:...... ''یوم کبیر'' کی طرف ''عذاب'' کی اضافت تہویل و تفظیع کے لیے ہے۔ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ: میں طباق ہے اسی طرح نَعۡمَآءَ بَعۡدَ ضَرَّآءَ: اور نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌ: میں بھی طباق ہے۔ لَيَـــُٔوۡسٌ كَفُوۡرٌ: دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں و یعنی نہایت مایوس اور بہت

زیادہ ناشکرا۔ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے چوں کہ صرف تشبیہ موجود ہے اور وجہ شبہ محذوف ہے یعنی عدم بصارت اور عدم سماعت میں کافر فریق اندھے اور بہرے کی طرح ہے اور مؤمن فریق کی مثال سننے اور دیکھنے والے کی طرح ہے۔

لطیفہ:...... صالحین کا قول ہے کہ اس طرح استغفار کرنا کہ گناہوں کا قلع قمع نہ ہو حقیقت میں کذابین کی توبہ ہوتی ہے۔[1]

تنبیہ:...... کفار کو اولاً قرآن مجید کی مثال پیش کرنے کا چیلنج دیا گیا جب نہ لا سکے تو دس سورتیں لانے کا چیلنج دیا گیا، جب اس سے بھی عاجز رہے تو انہیں فصاحت و بلاغت میں ایک سورت کی مثال پیش کرنے کو کہا گیا۔ قرآنی مضامین فصاحت و بلاغت، مغیبات، شرعی احکام اور امثال پر مشتمل ہیں یوں ان مضامین کی تعداد نو ہے جنہیں کسی نے یوں بصورت شعر منظوم کیا ہے:

ألا انما القرآن تسعة احرف سأنبيكها فى بيت شعر بلا ملل
حلال، حرام، محكم، متشابه بشير، نذير، قصة، عظة مثل

قرآنی مضامین نو ہیں جو میں تمہیں ایک شعر میں منظوم کر کے بتاتا ہوں، حلال، حرام محکم، متشابہ، وہ مضامین جن میں بشارت دی گئی، وہ مضامین جن میں ڈرسنایا گیا، قصص، مواعظ اور امثال۔

بطور عبرت حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ
عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ
اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِىَ الرَّاْىِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾
قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰىنِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ
اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا
بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ
اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ
اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِىْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّىْٓ
اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِىْٓ
اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۟ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَىَّ اِجْرَامِىْ وَاَنَا بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاُوْحِىَ اِلٰى نُوْحٍ ع ۱۱

[1] القرطبی ۹/ ۳

أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝٣٦ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ
بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ۝٣٧ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا
مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ۝٣٨
فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ ۝٣٩ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا
وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ
آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ۝٤٠ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِاهَا وَمُرْسَاهَا ۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ
رَحِيمٌ ۝٤١ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا
وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ ۝٤٢ قَالَ سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ
اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ۝٤٣ وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ
أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ ۖ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝٤٤ وَنَادَىٰ
نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ۝٤٥ قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ
لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ
مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝٤٦ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي
أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝٤٧ قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِمَّنْ مَعَكَ ۚ وَأُمَمٌ
سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝٤٨ تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ ۖ مَا كُنْتَ
تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا ۖ فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۝٤٩

ترجمہ:......اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا انہوں نے کہا کہ میں تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں ۝۲۵ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بلاشبہ میں تمہارے بارے میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔ ۝۲۶ اس پر سرداروں نے کہا جو کافر تھے کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھ رہے ہیں اور جو لوگ تمہارا اتباع کرنے والے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ہم میں رذیل ترین لوگ ہیں جو سرسری رائے میں تمہارے ساتھ ہوئے ہیں۔ اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ۝۲۷ انہوں نے جواب میں کہا کہ اے میری قوم بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو پھر وہ تم کو دکھائی نہ دیتی ہو تو کیا ہم اسے تم پر چپکا دیں گے حالانکہ تم اس سے نفرت کرنے والے ہو حالانکہ تم اسے برا جان رہے ہو۔ ۝۲۸ اور اے میری قوم میں تم سے اس پر کوئی

مال طلب نہیں کرتا میرا اجر صرف اللہ ہی پر ہے اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کو ہٹانے والا نہیں ہوں۔ بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات
کرنے والے ہیں، لیکن میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم جہالت کر رہے ہو ﴿۲۹﴾ اور اے میری قوم اگر میں ان کو ہٹادوں تو مجھے اللہ کے مؤاخذہ سے کون
بچائے گا۔ کیا تم نہیں سمجھتے ہو؟ ﴿۳۰﴾ اور میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں غیب کو نہیں جانتا، میں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں
اور جن لوگوں کو تمہاری آنکھیں حقارت کے ساتھ دیکھ رہی ہیں ان کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز انہیں خیر عطا نہ فرمائے گا جو کچھ ان کے
دلوں میں ہے۔ اللہ خوب جاننے والا ہے اگر میں ایسا کروں تو میں بے شک ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔ ﴿۳۱﴾ وہ کہنے لگے کہ اے نوح! تم ہم سے
جھگڑے اور تم نے ہم سے زیادہ جھگڑا کر لیا، لہٰذا ہمارے پاس وہ لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے ہو۔ ﴿۳۲﴾ نوح نے جواب دیا کہ اس
چیز کو تمہارے پاس اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے، اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو، ﴿۳۳﴾ اور میری خیر خواہی تمہیں فائدہ نہیں دے سکتی اگر میں تمہاری خیر
خواہی کا ارادہ کروں اگر اللہ کا یہ ارادہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کرے، وہ تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ﴿۳۴﴾ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے
قرآن کو اپنے پاس سے بنالیا۔ آپ فرما دیجیے اگر میں نے اس کو اپنے پاس سے بنالیا ہے تو مجھ ہی پر اس کا جرم ہے اور میں اس سے بری ہوں جو جرم
تم کرتے ہو۔ ﴿۳۵﴾ اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بلاشبہ تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ اور کوئی شخص ہرگز ایمان نہ لائے گا،
سو یہ لوگ جو کام کرتے تھے آپ ان کی وجہ سے رنجیدہ نہ ہوں۔ ﴿۳۶﴾ اور ہمارے حکم سے کشتی بنا لیجیے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے خطاب نہ
کرنا، بلاشبہ یہ لوگ غرق کیے جانے والے ہیں، ﴿۳۷﴾ اور وہ کشتی بنا رہے تھے اور جب ان کی قوم کے سرداران پر گزرتے تھے تو ان سے ہنسی کرتے
تھے، وہ جواب دیتے تھے کہ اگر تم ہم پر ہنس رہے ہو تو بلاشبہ ہم تم پر ہنسیں گے جیسا کہ تم ہنسی کر رہے ہو، ﴿۳۸﴾ سو عنقریب تم جان لو گے کہ کس کے پاس
عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔ ﴿۳۹﴾ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور سے پانی ابلنے لگا تو ہم نے
کہا اس کشتی میں ایک ایک نر ایک ایک مادہ (یعنی ہر جنس سے دو عدد) سوار کر دو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر دو سوائے اس کے جس کے بارے
پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے، اور ان لوگوں کو بھی سوار کر لو جو ایمان لائے ہیں اور ان کے ساتھ کم آدمی ایمان لائے۔ ﴿۴۰﴾ اور نوح نے کہا کہ اس میں سوار
ہو جاؤ۔ اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا، بلاشبہ میرا رب بالیقین بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ ﴿۴۱﴾ اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑوں جیسی
موجوں میں چلنے لگی اور نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور وہ ان سے ہٹا ہوا تھا کہ اے میرے چھوٹے سے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں
کے ساتھ مت ہو۔ ﴿۴۲﴾ وہ کہنے لگا کہ میں عنقریب کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا، نوح نے جواب دیا کہ آج اللہ کے حکم سے
کوئی بچانے والا نہیں مگر وہی جس پر وہی رحم فرمائے اور ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی۔ سو وہ غرق کیے جانے والوں میں سے ہو گیا۔ ﴿۴۳﴾ اور
حکم ہوا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان تھم جا، اور پانی کم ہو گیا اور فیصلہ کر دیا گیا اور کشتی جودی پر ٹھہر گئی، اور کہہ دیا گیا کہ کافروں
کے لیے دوری ہے۔ ﴿۴۴﴾ اور (نوح علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بے شک
تیرا وعدہ سچا ہے اور تو احکم الحاکمین ہے۔ ﴿۴۵﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح بلاشبہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ بے شک اس کا عمل درست نہیں
سو تو مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کر۔ جس کا تجھے علم نہیں، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں شامل نہ ہونا۔ ﴿۴۶﴾ نوح نے عرض کیا کہ اے میرے
رب بے شک میں اس بات کی آپ سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں آپ سے وہ سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر آپ نے میری بخشش نہ فرمائی تو
میں خسارہ والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ ﴿۴۷﴾ حکم ہوا کہ اے نوح تم اتر جاؤ سلامتی کے ساتھ جو ہماری طرف سے ہے اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور
ان جماعتوں پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں اور بہت سی جماعتیں ایسی ہیں جنہیں ہم نفع پہنچائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب
پہنچے گا۔ ﴿۴۸﴾ یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ اس سے پہلے آپ ان کو نہیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی، سو
آپ صبر کیجیے، بلاشبہ انجام کار متقیوں ہی کے لیے ہے۔ ﴿۴۹﴾

ماقبل سے ربط و تعارف:...... ماقبل میں کفار اہل مکہ کے عناد اور تکذیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے اپنی طرف سے گھڑنے کی تہمت کا ذکر ہوا،

اب ان آیات میں نوح علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا جارہا ہے تا کہ مکذبین کے لیے عبرت کا سامان ہوجائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو۔

لغات: اَلْمَلَاُ:......قوم کے رئیس اور بڑے لوگ۔ اَرَاذِلُنَا: ارذل کی جمع ہے جس کا معاشرے میں کوئی مقام ومرتبہ نہ ہو، یہاں مراد فقرا، ضعفا اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہیں۔ فَعُمِّيَتْ: عمی عن کذا وعمی علیھا کذا، معاملہ خلط ہونا، التباس میں پڑنا اور معاملہ مخفی ہونا۔ جٰدَلْتَنَا: کلام عرب میں مجادلہ کا معنی ہے خصومت اور جھگڑے میں مبالغہ کرنا۔ تَزْدَرِيْٓ: تو حقیر سمجھتا ہے۔ اَلْفُلْكَ: کشتی، مفرد اور جمع پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ التنور: تنور، جس میں آگ جلائی جاتی ہے۔ مُرْسٰىهَا: کسی چیز کا راسخ وجاگزیں اور ثابت ہونا۔ عَاصِمَ: مانع، روکنے والا، حدیث میں ہے: ''فقد عصموا منی دماء ھم'' انہوں نے اپنی جانوں کو مجھ سے بچالیا۔ غِيْضَ: غاض الماء پانی کا خود بخود خشک ہوجانا۔ الْجُوْدِيِّ: موصل کے قریب ایک پہاڑ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت

تفسیر: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ:......زمین کے ان کے شرک وکفر اور شرارتوں سے بھر جانے کے بعد ہم نے نوح کو پیغمبر بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ: کہ میں تمہیں آگاہ کرنے والا اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں اگر تم ایمان نہ لائے۔ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ: کہ اگر تم نے غیر اللہ کی عبادت کی تو مجھے قیامت کے شدید دن کے عذاب کا خوف ہے۔ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ:

نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا مناظرہ

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ:......نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں اور بڑوں نے کہا۔ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا: ہم تمہیں تو بس اپنے ہی جیسا انسان سمجھتے ہیں تمہیں ہمارے اوپر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں تعریض ہے کہ قوم کے سردار نوح علیہ السلام کی بہ نسبت نبوت کے زیادہ حق دار ہیں، اور یہ کہ اللہ اگر انسان میں سے کسی کو نبوت کے لیے منتخب کرتا تو ان میں سے کسی کو نبوت عطا کرتا۔[1] وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا: تمہاری پیروی صرف نچلے طبقہ کے لوگ کرتے ہیں۔ تسہیل میں ہے: قوم نے متبعین کو ان کے فقر کی وجہ سے نچلے طبقہ کا قرار دیا کیوں کہ ان کا یقین تھا کہ شرافت کا دارومدار مال اور جاہ وحشمت پر ہے، حقیقت میں شرافت سے اس کا کوئی سروکار نہیں بلکہ مومنین ان منکرین سے افضل ہیں۔[2] بَادِيَ الرَّاْيِ: یعنی بغیر غور وفکر کے ظاہری رائے ہیں۔ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ: ہم نہیں سمجھتے کہ تمہیں اور تمہارے پیروکاروں کو ہمارے اوپر کوئی زیادہ فضیلت اور شرافت حاصل ہے جس کی وجہ سے تم نبوت کے اہل ٹھہر سکو اور متابعت کے مستحق قرار پاؤ۔ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ: بلکہ ہم تمہیں اپنے دعویٰ میں جھوٹے سمجھتے ہیں، قوم کے بڑوں نے نوح علیہ السلام کے ساتھ دو وجوہات سے حجت بازی کی ''اول'' یہ کہ نوح علیہ السلام کے متبعین قوم کے حقیر افراد ہیں، وہ پیشوا بننے کے اہل نہیں ''دوم'' یہ کہ وہ اس کے باوجود نوح علیہ السلام کی اتباع میں دلچسپی نہیں لیتے اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات میں غور وفکر نہیں کرتے، بلکہ انہوں نے غور وفکر کے بغیر جلد بازی کا مظاہرہ کردیا، اس سے قوم کی غرض یہ تھی کہ ان پر حجت قائم نہ ہو کہ نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے اور ان کی تصدیق کرنے والے انہی میں سے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تقریر

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ:......نوح علیہ السلام نے خطاب میں نرمی کا رویہ اختیار کیا تا کہ قوم ایمان کی طرف ہوجائے، یعنی نوح علیہ السلام نے قوم سے کہا: اے میری قوم مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے دعویٰ کی سچائی میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل وبرھان پر قائم ہوں۔ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ: اور اس نے مجھے اپنی طرف سے خاص ہدایت یعنی نبوت عطا فرمائی ہے۔ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ: اور نور ایمان سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے اس کی حقیقت تمہارے اوپر مخفی رہے۔

---

[1] الکشاف ۲/ ۳۸۸ [2] التسہیل ۲/ ۱۰۳

اَنُلۡزِمُكُمُوۡهَا وَاَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ:......اور کیا ہم اس کے قبول کرنے پر تمہارے اوپر زبردستی کریں گے اور ہدایت قبول کرنے پر تمہیں مجبور کریں گے حالاں کہ تمہیں یہ پسند ہے اور تم اس کا انکار کرتے ہو؟ استفہام برائے انکار ہے یعنی ہم ایسا نہیں کریں گے کیوں کہ دین میں زبردستی نہیں ہوتی۔ وَيٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مَالًا: یعنی تبلیغ ودعوت پر میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نصیحت پر تم سے مال نہیں طلب کرتا کہ تم مجھ پر تہمت لگاتے پھرو۔ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ: میں اپنا اجر وثواب صرف اللہ سے طلب کرتا ہوں، وہی مجھے بدلہ اور ثواب عطا کرنے والا ہے۔ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا: میں ان ضعفا مؤمنین کو اپنی مجلس سے تمہارے مطالبہ پر دور نہیں کروں گا۔ اِنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ: ان سب ضعفا نے اپنے رب سے جاملنا ہے اور رب تعالیٰ کے قرب سے بہرہ مند ہوں گے بھلا میں انہیں کیوں دھتکاروں؟ وَلٰـكِنِّىۡۤ اَرٰٮكُمۡ قَوۡمًا تَجۡهَلُوۡنَ: لیکن تم لوگ ان ضعفا کی قدرومنزلت سے جاہل ہو۔ تبھی تم مطالبہ کررہے ہو کہ میں انہیں اپنی مجلس میں نہ آنے دوں اور تمہارا خیال ہے کہ تم ان سے افضل ہو۔ وَيٰقَوۡمِ مَنۡ يَّنۡصُرُنِىۡ مِنَ اللّٰهِ اِنۡ طَرَدْتُّهُمۡ: اگر میں ان پر ظلم کرکے انہیں دھتکاردوں تو مجھے اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ: بھلا تم فکرو تدبر کیوں نہیں کرتے تا کہ تمہیں اپنی رائے کا خطا ہونا معلوم ہوجائے اور تم کفر سے باز آجاؤ؟ وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ عِنۡدِىۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ: میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس کثیر اور وافر مال ہے یہاں تک کہ تم میری مالداری کی وجہ سے میری اتباع کرو۔ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ: میں تم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں حتیٰ کہ تمہیں میری خدائی کا گمان ہونے لگے۔ وَلَاۤ اَقُوۡلُ اِنِّىۡ مَلَكٌ: میں تم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اور یوں میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوجاؤں۔ وَّلَاۤ اَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ تَزۡدَرِىۡۤ اَعۡيُنُكُمۡ لَنۡ يُّؤۡتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيۡرًا: اور میں ان سے جو مجھ پر ایمان لائے ہیں اور تم ان کی تحقیر کرتے ہو، یہ بھی نہیں کہتا کہ اللہ تمہیں ہدایت اور ایمان کی توفیق ہرگز عطا نہیں فرمائے گا۔ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ: اللہ ان کی پوشیدہ باتوں اور دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ اِنِّىۡۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ: اگر میں یہ باتیں کہوں تو میں ظالم ہوں گا اور سزا کا مستحق ہوں۔

قوم نوح علیہ السلام کا عذاب کا مطالبہ

قَالُوۡا يٰنُوۡحُ قَدۡ جٰدَلۡتَنَا فَاَكۡثَرۡتَ جِدَالَنَا:......نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا: اے نوح! تم ہمارے ساتھ بہت بحث ومباحثہ اور جھگڑا کرچکے۔ فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ: اگر تم اپنے کہے ہوئے میں سچے ہو تو وہ عذاب جس کا ہمارے ساتھ وعدہ کرتے ہو لے آؤ۔ قَالَ اِنَّمَا يَاۡتِيۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ اِنۡ شَآءَ: جلدی عذاب لے آنے کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے اس کا اختیار مجھے حاصل نہیں، اگر اللہ چاہے وہی تمہارے اوپر عذاب مسلط کرسکتا ہے۔ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ: اور تم بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے چوں کہ تم اللہ کی بادشاہت اور سلطنت میں پابند ہو۔ وَلَا يَنۡفَعُكُمۡ نُصۡحِىۡۤ اِنۡ اَرَدْتُّ اَنۡ اَنۡصَحَ لَـكُمۡ: میں تمہیں جو وعظ ونصیحت کرتا ہوں یہ تمہیں نفع نہیں پہنچائے گا۔ اِنۡ كَانَ اللّٰهُ يُرِيۡدُ اَنۡ يُّغۡوِيَكُمۡ: یعنی اگر اللہ تمہیں گمراہ کرنا چاہتا ہے، یہ اوپر گزری بات کا جواب ہے اور معنی ہے، اگر اللہ نے تمہاری گمراہی اور بدبختی کا ارادہ کرلیا ہے تو تمہیں میری نصیحت کا کچھ نفع نہیں ہوگا۔ هُوَ رَبُّكُمۡ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ: وہی اللہ تمہارا خالق ہے اور تمہارے اعمال کا تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔

واقعہ نوح پر کفار مکہ کا اعتراض اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَـرٰٮهُ:......کیا کفار قریش کہتے ہیں کہ محمد نے اپنی طرف سے یہ قرآن گھڑلیا ہے۔[1] قُلۡ اِنِ افۡتَرَيۡتُهٗ فَعَلَىَّ اِجۡرَامِىۡ: اے محمد! کفار قریش سے کہہ دیجیے! اگر یہ قرآن میں نے اپنی طرف سے گھڑلیا ہو تو اس کا گناہ اور بار مجھ ہی پر ہوگا، میرے جرم کی بازپرس تم سے نہیں ہوگی۔

---

[1] یہ تفسیر اکثر مفسرین کی رائے کے مطابق ہے جب کہ ابن عطیہ اور ابوحیان کہتے ہیں کہ یہ جملہ بھی قصہ نوح علیہ السلام میں سے ہے اور ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی نوح علیہ السلام کی قوم کہتی کہ یہ خبریں نوح نے اپنی طرف سے گھڑلی ہیں۔

وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ:...... میں تمہارے کفر وتکذیب کے جرائم سے بری الذمہ ہوں، یہ آیت قصہ نوح علیہ السلام کے درمیان جملہ معترضہ کے طور پر ہے اور اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مشرکین مکہ اور قوم نوح کے مشرکین کا موقف یکساں اور مشترک ہے، عناد وتکذیب میں دونوں قومیں برابر ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی آمد اور کشتی بنانے کا حکم

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ:...... اللہ نے نوح کی طرف وحی بھیجی کہ آپ کی اتباع اور آپ کی رسالت کی تصدیق صرف وہی لوگ کریں گے جو قبل ازیں دولت ایمان سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ: ان کے کفر وتکذیب کی وجہ سے غم زدہ اور حزین مت ہو، چوں کہ میں انہیں ہلاک کر کے رہوں گا۔ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا: ہمارے سامنے، ہماری نگرانی اور حفاظت میں کشتی بناؤ۔ وَوَحْیِنَا: اور ہم تمہیں جو تعلیم دی ہے اس کے مطابق۔ مجاہد کہتے ہیں: یعنی جیسے ہم نے تمہیں حکم دیا ہے۔ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا: ان کے بارے میں سفارش نہ کرو چوں کہ لامحالہ میں انہیں ہلاک کر کے رہوں گا۔ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ: وہ طوفان میں ڈوب کر ہلاک ہوں گے۔

کشتی بنانے پر قوم نوح کا تمسخر اور عذاب خداوندی کا نزول

وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ:...... ماضی کو صیغہ حال سے حکایت کیا ہے تا کہ وہ کیفیت ذہن میں مستحضر ہو جائے، یعنی نوح علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق کشتی بنائی۔ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ: جب بھی ان کے پاس سے قوم کے بڑوں کی کوئی جماعت گزرتی وہ ان کا مذاق اڑاتے ہنستے اور کہتے: اے نوح! کل تم پیغمبر تھے اور آج بڑھئی بن گئے ہو؟ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا: یعنی اگر تم آج ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہو۔ فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ: مستقبل میں جب تم ڈوب جاؤ گے ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے جیسے اب تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو، تم مذاق اڑائے جانے کے زیادہ مستحق ہو۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ: اس میں وعید اور تہدید ہے یعنی تم عنقریب کفر وتکذیب اور مذاق اڑانے کا انجام دیکھ لو گے۔ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ: کس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل ورسوا کر دے گا اور یہ غرق آب کا عذاب ہے۔ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ: اور کس پر دائمی عذاب جو کبھی ختم نہیں ہوگا، آئے گا اور یہ دوزخ کا عذاب ہوگا۔

تنور سے پانی کا اُبلنا

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا:...... یہاں تک کہ جب ہمارا حکم جس میں ہم نے طوفان لانے کا وعدہ کیا تھا آ گیا۔ وَفَارَ التَّنُّوْرُ: اور وہ تنور جس میں آگ جلائی جاتی ہے، سے پانی اُبل پڑا، علما کہتے ہیں: تنور سے پانی کا ابلنا اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے لیے علامت مقرر کی تھی اور ان کی قوم کی ہلاکت کا یہی وعدہ بھی تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تنور سے مراد سطح زمین ہے، چنانچہ عرب سطح زمین کو تنور بھی کہتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام سے کہا گیا: جب آپ سطح زمین پر پانی دیکھیں تو آپ اور آپ کے ساتھی کشتی میں سوار ہو جائیں۔[1] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تنور سے مراد سطح زمین ہے: اور ساری زمین سے چشمے ابل پڑے تھے، یہاں تک کہ تنوروں سے بھی پانی ابلنے لگا جب کہ تنور آگ بھڑکنے کی جگہ ہے، یہ جمہور سلف وخلف کا قول ہے۔[2] قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ: یعنی مخلوقات کی ہر صفت کا جوڑا جوڑا نر و مادہ اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرو۔ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ: اپنی اولاد اور عورتوں یا اپنے قرابت داروں کو بھی کشتی میں سوار کر لو، البتہ وہ شخص سوار نہیں ہو سکتا جس کے متعلق ہلاکت کا اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے، اس سے مراد نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان ہے جو کہ کافر ہے اور آپ علیہ السلام کی بیوی واعلہ ہے۔ وَمَنْ اٰمَنَ: اپنے ساتھ مؤمنین کو بھی سوار کر لو جو کہ آپ کے متبعین ہیں۔ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ: حضرت نوح علیہ السلام ۹۵۰ (ساڑھے نو سو) سال کی طویل مدت قوم میں گزارنے کے باوجود قوم میں سے

---

[1] امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اولیٰ یہی ہے کہ تنور سے مشہور معنی مراد لیا جائے کیوں کہ کلام اللہ اغلب واشہر مراد پر محمول کیا جاتا ہے۔ طبری ۱۲/ ۴۰ [2] المختصر ۲/ ۲۲۰

لوگوں کی قلیل تعداد ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئی، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان کی تعداد اسی تھی جن میں اس کی عورتیں بھی شامل ہیں۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بہتر (۷۲) لوگ تھے، ایک اور قول کے مطابق صرف دس (۱۰) افراد تھے۔

کشتی میں سوار ہونے کا دعا

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا:...... نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں جو لوگ سوار ہوئے ان سے فرمایا: اللہ کا نام لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کا چلنا اور اس کا لنگر انداز ہونا اللہ کے نام پر ہے۔ طبری کہتے ہیں: یعنی اللہ کے نام پر چلے گی اور لنگر ڈالے گی۔[۱] اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: اللہ توبہ کرنے والوں کے گناہوں پر پردہ کر دیتا ہے، مؤمنین پر رحم کرتا ہے چنانچہ انہیں ڈوبنے سے نجات بخشی۔ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ: اور وہ کشتی ان سواروں کو لے کر پہاڑوں جیسی لہروں کے وسط میں چلتی جاتی تھی، اتنی زبردست لہروں میں کشتی اللہ کے حکم، اس کے لطف وکرم سے ہی چلتی تھی، صاوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے لگا تار چالیس دن رات بارش برسائی اور زمین سے پانی چشموں کی صورت میں ابل پڑا، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا:

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ (سورۃ القمر)

"اور ہم نے آسمان سے بہنے والے پانی کے دروازے کھول دیے اور زمین سے چشمے جاری کر دیے، چنانچہ اللہ کے مقرر کردہ حکم پر پانی مل گیا۔"

چنانچہ پانی پہاڑوں سے اوپر چالیس ذراع (ہاتھ) تک بلند ہو گیا یہاں تک کہ ہر چیز پانی میں ڈوب گئی۔[۲]

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو سمجھانا

وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ:...... اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کشتی چلنے سے پہلے آواز دی، حالاں کہ وہ مؤمنین سے الگ ہو کر ایک طرف کھڑا تھا۔ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا: ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ: ان کی طرح تم بھی پانی میں ڈوب کر مر جاؤ گے۔ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ: وہ بولا: میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور ڈوبنے سے بچ جاؤں گا، اس کا خیال تھا کہ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ: کنعان سے والد نے کہا: آج کے دن اللہ کے عذاب سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا اور اس کی سزا سے کوئی نجات نہیں پا سکتا ہاں البتہ اللہ جس پر رحم کر دے۔ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ: نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے کے درمیان ایک زبردست موج حائل ہو گئی اور وہ ایک دم غرق آب ہو گیا۔

طوفان نوح کا خاتمہ اور کشتی کا ٹھہرنا

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ:...... زمین کو حکم دیا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا یعنی اپنے اندر جذب کر لے۔ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ: اور اے آسمان بارش برسانے سے رک جا۔ وَغِيْضَ الْمَآءُ: پانی زمین کے مساوات میں اتر گیا، مجاہد کہتے ہیں: یعنی پانی کم ہوتا گیا۔ وَقُضِيَ الْاَمْرُ: جن لوگوں کو اللہ نے پانی میں غرق کرنا تھا اور جن کو اللہ نے بچانا تھا ان کا معاملہ چکا دیا گیا۔ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ: اور کشتی موصل کے قریب جودی پہاڑ پر جا ٹھہری۔ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ: یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کریں ان کے لیے ہلاکت اور خسارہ ہے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: آیت میں کفار کی عمومی ہلاکت پر دلالت ہے، بلکہ کشتی میں سوار انسانوں کے علاوہ تمام اہل ارض کی ہلاکت پر دلالت ہے، اس پر یہ روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ جب طوفان آیا تو ایک عورت نے اپنا بچا سینے کے ساتھ چمٹا لیا جب پانی سینے تک پہنچا اس نے بچہ کاندھوں پر رکھ لیا جب پانی سر تک پہنچ گیا عورت نے بچہ ہاتھوں پر اوپر بلند کر لیا، چنانچہ اگر اللہ اہل زمین میں سے کسی پر رحم کرتا تو یہ عورت رحم کی زیادہ حق دار تھی۔[۳]

---

[۱] الطبری ۱۲/ ۴۳ [۲] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۲/ ۲۱۶ [۳] روح المعانی ۱۲/ ۶۲

نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے حق میں دعا اور اس کا جواب

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ:...... نوح نے اپنے رب کے حضور عاجزی کرتے ہوئے کہا: اے میرے رب! میرا بیٹا کنعان میرے اہل خانہ میں سے ہے حالاں کہ تو نے میرے اہل خانہ کو نجات دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ: تیرا وعدہ برحق ہے اس میں خلاف ورزی نہیں ہو سکتی۔ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ: اے اللہ! تو سب حاکموں میں سب سے بڑھ کر حق کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ: رب تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! تمہارا بیٹا تمہارے اس اہل خانہ میں سے نہیں جن سے میں نے نجات کا وعدہ کر رکھا ہے، کیوں کہ وہ کافر ہے اور کافر مؤمن کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ: یعنی اس کا عمل غیر صالح اور برا ہے۔ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ: مجھ سے ایسے کام کا مطالبہ نہ کرو جس کے متعلق تمہیں معلوم نہ ہو کہ آیا وہ صواب ہے یا غیر صواب ہے؟ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ: میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں تم نادانوں میں شامل نہ ہو جاؤ۔ تسہیل میں ہے کہ آیت میں نوح علیہ السلام کو وصف جہل سے موصوف نہیں کیا گیا بلکہ اس میں ملاطفت اور اکرام کا پہلو نمایاں رکھا گیا ہے۔ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ: نوح علیہ السلام سے جو مطالبہ صادر ہوا اس پر رب تعالیٰ کے حضور معذرت کرتے ہوئے کہا: اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی چیز سے جس کا مطالبہ میرے لائق نہیں ہے۔ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ: یعنی اگر تو نے میری لغزش معاف نہ کی اور اپنی رحمت سے اس کا تدارک نہ کیا تو میں ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا جن کی آخرت خسارے میں ہوتی ہے اور جن کی سعادت فوت ہو چکی ہوتی ہے۔

سلامتی اور برکت کا وعدہ

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا:...... یعنی کشتی سے سلامتی اور امن کے ساتھ نیچے اتر جاؤ۔ وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ: اور عظیم برکتوں کے ساتھ جو تمہارے لیے بھی ہیں اور تمہارے ساتھ کشتی میں جتنی قومیں ہیں ان کے لیے بھی۔ قرطبی کہتے ہیں: اس میں تا قیامت ہر مؤمن داخل کشتی میں ہے۔[1] وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ: اور جو لوگ تمہارے ساتھ کشتی میں سوار ہیں کچھ قومیں ان کی اولاد میں سے ہوں گی جنہیں ہم دنیا کی زندگی سے فائدہ اور لطف اٹھانے دیں گے اور مجرمین کفار ہوں گے۔ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ: پھر ہم انہیں آخرت میں دردناک عذاب چکھائیں گے اور وہ دوزخ کا عذاب ہوگا۔ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ: یہ قصہ نوح اور اس جیسے کئی قصے غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کا تم نے مشاہدہ نہیں کیا۔ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ: جو ہم تمہیں وحی کے ذریعہ بتاتے ہیں۔ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا: تمہارے پاس اور تمہاری قوم کے کسی فرد کے پاس اس قرآن سے پہلے ان باتوں کی خبر نہیں تھی۔ فَاصْبِرْ: اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ: تبلیغ و دعوت کے متعلق اللہ کے حکم پر صبر کرو جس طرح نوح نے صبر کیا۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اسی کی عاقبت سنور جاتی ہے، آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی اذیتوں پر تسلی دی جا رہی ہے۔

بلاغت: فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ:...... جو شخص حجت و دلیل سے رہنمائی حاصل نہ کرے اسے ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو بیاباں میں محو سفر ہو اور وہ راستوں سے نابلد ہو، یہ استعارہ تمثیلیہ کے طور پر ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ: استفہام برائے انکار ہے۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ: امر برائے تہکم و استہزا ہے۔ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ: مجاز بالحذف ہے یعنی ''عقوبۃ اجرامی'' میرے جرم کی سزا، اور ''ان افتریتہ'' میں ان جو شک پر دلالت کرتا ہے علی سبیل الفرض ہے جب کہ قوم کا جرم متحقق ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ: يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ: ارض و سماء میں طباق ہے، جب کہ "ابلعی" اور "اقلعی" میں جناس ناقص ہے۔

فائدہ:...... ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت کریمہ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ کی تفسیر کے متعلق فرماتے ہیں: کنعان، نوح علیہ السلام کا صلی بیٹا تھا، لیکن وہ مؤمن نہیں

---

[1] القرطبی ۹/۴۸

تھا۔ چنانچہ کسی نبی کی کوئی بیوی بھی جرم زنا کی مرتکب نہیں ہوئی اور آیت کا معنی ہے: یہ تمہارے ان اہل خانہ میں سے نہیں جنہیں نجات دینے کا وعدہ ہم نے تم سے کر رکھا ہے۔[1]

مصنف کی رائے:...... میں کہتا ہوں آیت میں اس امر پر تنبیہ کی گئی ہے کہ نوح علیہ السلام کے اہل سے مراد اہل دین اور اہل شریعت ہیں اور وہ صلحا ہیں، سو جو نیک وصالح نہیں اس کی نجات بھی نہیں، چنانچہ اہلیت کا دارومدار دینی قرابت پر ہے بدنی قرابت پر نہیں۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

أبي الإسلام لا اب لي سواه　　إذا افتخروا بقيس أو تميم

اسلام میرا باپ ہے اس کے علاوہ میرا کوئی باپ نہیں چنانچہ لوگ جب قیس یا تمیم جیسے قبیلوں پر فخر کرتے ہیں تو میرا فخر اسلام ہوتا ہے۔

لطیفہ:...... ایک اعرابی نے آیت کریمہ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ: سنی، کہنے لگا: یہ کلام کسی قدرت والی ذات کا ہے جو مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں۔ روایت ہے کہ ابن مقنع اپنے زمانے میں سب سے زیادہ فصیح سمجھا جاتا تھا، اس نے قرآن کے معارض کلام پیش کرنے کا دعویٰ کیا اور کلام مرتب کرنے کی طبع آزمائی کی اور اسے سورت کا نام دیا، چنانچہ ایک دن کسی بچے کے پاس سے گزرا، اس بچے کو مذکورہ بالا آیت تلاوت کرتے سنا، اسی وقت ابن المقنع گھر واپس لوٹا اور جو کلام لکھا تھا مٹا ڈالا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کلام کا کبھی بھی معارضہ نہیں کیا جا سکتا اور یہ کسی بشر کا کلام نہیں۔[2]

تنبیہ:...... اس آیت میں انتہا درجے کے اسرار واعجاز چھپے ہیں، اس میں نہایت درجے کے فوائد، بدائع اور محاسن لفظیہ ومعنویہ موجود ہیں، چنانچہ علامہ ابوحیان نے ان اسرار میں سے بعض کو بیان کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں: اس آیت میں اکیس انواع بدیع کی ہیں، چنانچہ اَقْلِعِيْ وَابْلَعِيْ: میں مناسبت ہے، ارض وسما میں مطابقت ہے۔ سَطْرَ سَمَآءُ: میں مجاز ہے۔ اَقْلِعِيْ: میں استعارہ ہے۔ غِيْضَ الْمَآءُ: میں اشارہ ہے معانی کثیرہ کی طرف۔ قُضِيَ الْاَمْرُ: میں تمثیل ہے، اور ہلاکت وبربادی اور ناجین کی نجات کو "الامر" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ: میں ارداف ہے، چنانچہ وَاسْتَوَتْ بکلام تام ہے اس کے بعد عَلَى الْجُوْدِيِّ: مکان میں جاگزیں ہونے کے واسطے بطور مبالغہ لایا گیا ہے۔ وَغِيْضَ الْمَآءُ میں تعلیل ہے اور اسْتِوَاء: کی علت ہے۔ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ: میں احتراس ہے اور اس میں مشرکین کے لیے ذم بھی ہے۔ اس میں ایجاز بھی ہے چنانچہ مختصر الفاظ میں کثیر معانی کو سمو دیا گیا ہے، علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ بھی بدائع کی مختلف اصناف شمار کی ہیں مثلاً ایضاح، مساوات، حسن نسق، صحت تقسیم، حسن بیان، تمکین، تجنیس، تسہیم، مقابلہ، تہذیب اور وصف۔

تفسیر سید قطب شہید "فی ظلال القرآن" سے اقتباس

سید اسلام سید قطب رحمۃ اللہ علیہ نے قصہ نوح کے اختتام پر لکھا ہے "قصہ نوح میں سیاق کلام کا رخ عجیب انداز سے دوسری طرف موڑ دیا گیا ہے، چنانچہ یہ قصہ مشرکین۔ قریش کے مشابہ ہے، مشرکین مکہ کا دعویٰ تھا کہ محمد نے یہ قصے اپنی طرف سے وضع کر لیے ہیں۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ؀ (سورہ ہود، آیت ۳۵)

چنانچہ افترا جرم ہے اس کا وبال مجھ ہی پر پڑے گا، میں جانتا ہوں کہ یہ جرم ہے لیکن میں اس کے ارتکاب سے دور ہوں، قصہ کے درمیان میں یہ جملہ معترضہ ہے جو قرآن میں سیاق قصہ کے مخالف نہیں ہے کیوں کہ یہ معترضہ متعین غرض کے لیے آیا ہے، پھر قصہ نوح میں دوسرا مشہد لایا گیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی طرف رب تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ؀ (سورہ ہود، آیت ۳۶)

یعنی ہماری نگرانی اور تعلیم کے مطابق وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ: چنانچہ نوح علیہ السلام کی قوم کا ٹھکانا اور انجام متعین ومقرر ہو چکا، آگاہی کی انتہاء ہو چکی اور جدل ومناظرہ ختم ہوا، قصہ کے مشاہد میں سے تیسرا شاہد: نوح علیہ السلام کا کشتی بنانا ہے۔

---

[1] الطبری ۱۲/ ۵۱ [2] روح المعانی ۱۲/ ۶۳

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا: ...... ماضی کو مضارع کے صیغہ سے تعبیر کیا گیا ہے، اس تعبیر کے بعد اس مشہد کو ہم اپنے خیال وتصور کے مماثل پاتے ہیں، نوح علیہ السلام کی قوم متکبر تھی جب بھی وہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس سے گزرتے ان کا مذاق اڑاتے اور جو شخص انہیں کہتا کہ نوح اللہ کے پیغمبر ہیں وہ اس کا مذاق اڑاتے، پھر نوح علیہ السلام نے بڑھئی کا کردار بھی انجام دیتے ہوئے کشتی بنائی، چوتھا مشہد: جب وہ گھڑی آ پہنچی جس کا انتظار تھا۔ اس وقت کارواں کی تیاری۔ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ: اس کے بعد نہایت ہولناک مشہد کا تذکرہ ہوا ہے اور وہ طوفان کا مشہد (منظر) ہے۔

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۴۲ قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝۴۳ (سورہ ہود، آیت ۴۲، ۴۳)

اس آیت میں دراصل دوقسم کی ہولنا کیوں کا تذکرہ ہورہا ہے ایک خاموش طبیعت میں ہولناکی دوم بشری نفس میں ہولناکی پر دونوں آپس میں باہم مل جاتی ہیں، ہزاروں سال بعد ہم اپنے آپ کو اس مقام پر دیکھ رہے ہیں اور اسی سیاق کی پیروی کررہے ہیں، گویا ہولناکی کا ہم سامنا کررہے ہیں اور اس منظر کو دیکھ رہے ہیں۔ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ: نوح علیہ السلام مظلوم باپ کی حیثیت سے بیٹے کو آواز پر آواز دیتے ہیں حالاں کہ ان کا مغرور بیٹا ان کی پکار کا مطلق جواب نہیں دیتا، تندوتیز ہر سب کچھ ملیامیٹ کرتی ہوئی اس کو بہالے جاتی ہے۔ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ: ہر چیز کا خاتمہ ہوگیا گویا پکار اور اس کا جواب تھا ہی نہیں، قرآن نے بڑے خوبصورت انداز میں قصہ نوح کی تصویرکشی کی ہے، بالآخر طوفان تھم جاتا ہے اور سکون ہونے لگتا ہے، معاملہ جو ہونا تھا ہو چکا، پھر آسمان وزمین سے بصیغہ عاقل خطاب کیا جاتا ہے اور دونوں حکم بجالاتے ہیں چنانچہ زمین اپنے اندر پانی جذب کرلیتی ہے اور آسمان برسنے سے رک جاتا ہے۔ وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝۵۰
يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۵۱ وَيٰقَوْمِ
اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا
تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۵۲ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ
بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۳ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝۵۵ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ
دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۶ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ
بِهٖۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝۵۷
وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝۵۸ وَتِلْكَ

عَادٌ ۜ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٥٩﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا
لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿٦٠﴾ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ ع١٠
صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ وقف لازم
فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا
قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يٰقَوْمِ
اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۟ فَمَا
تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا
بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ
مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ
رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ
يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ ع٢٠
بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ
نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ
فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا
بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ
اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿٧٣﴾

ترجمہ:......اور قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں
تم صرف جھوٹ بولتے ہو۔﴿٥٠﴾ اے میری قوم میں تم سے اس پر کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر صرف اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا کیا
تم سمجھ نہیں رکھتے۔﴿٥١﴾ اور اے میری قوم تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور میں توبہ کرو وہ تم پر خوب بارشیں بھیج دے گا اور تمہیں جو
قوت حاصل ہے اس سے زیادہ قوت عطا فرمائے گا اور تم مجرم بن کر روگردانی کرنے والے نہ بنو۔﴿٥٢﴾ وہ کہنے لگے کہ اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی
دلیل نہیں لائے اور ہم تمہارے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں۔﴿٥٣﴾ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ
ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کوئی خرابی پہنچادی ہے۔ ہود نے کہا کہ بے شک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم گواہ ہو جاؤ کہ بے شک میں
ان چیزوں سے بری ہوں، جنہیں تم اللہ کے علاوہ شریک قرار دیتے ہو۔﴿٥٤﴾ سو تم سب مل کر میرے بارے میں تدبیریں کر لو پھر مجھے مہلت نہ

دو، (۵۵) بے شک میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اس کی گرفت میں نہ ہو، بے شک میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔ (۵۶) سو اگر تم روگردانی کرو تو میں سب کچھ پہنچا چکا ہوں جو پیغام دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور میرا رب تمہارے سوا کسی دوسری قوم کو تمہارے قائم مقام کر دے گا، اور تم اسے کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکو گے، بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (۵۷) اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود کو اور ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لا کر ان کے ساتھ تھے اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات دے دی (۵۸) اور یہ تھے قوم عاد کے لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش ضدی کی بات کا اتباع کیا۔ (۵۹) اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، خبردار بلاشبہ قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خبردار عاد کے لیے دوری ہے جو ہود کی قوم ہے۔ (۶۰) اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، اس نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور تمہیں اس میں آباد فرمایا سو تم اس سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے حضور میں توبہ کرو۔ بے شک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔ (۶۱) وہ کہنے لگے کہ اے صالح! اس سے پہلے تو ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں کیا تم ہمیں ان چیزوں کی عبادت کرنے سے روکتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے اور بلاشبہ ہم اس بات کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔ یہ شک تردد میں ڈالنے والا ہے۔ (۶۲) صالح نے کہا کہ اے میری قوم تم بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہے، پھر وہ کون ہے جو مجھے اللہ سے بچا لے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں؟ سو تم میرے لیے نقصان ہی کو بڑھا رہے ہو (۶۳) اور اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے یہ بطور نشانی کے ہے سو تم اسے چھوڑے رکھو اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا پھر تمہیں جلد آنے والا عذاب پکڑ لے گا۔ (۶۴) سو انہوں نے اس کو مار ڈالا، اس پر صالح نے کہا کہ تم تین دن اپنے گھروں میں بسر کر لو یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا ہونے والا نہیں ہے۔ (۶۵) پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ اہل ایمان تھے اپنی رحمت سے نجات دے دی اور اس دن کی رسوائی سے نجات دی، بے شک تیرا رب قوت والا ہے اور زبردست ہے۔ (۶۶) اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہیں چیخ نے پکڑ لیا۔ سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے رہ گئے (۶۷) جیسا کہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ خبردار قوم ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خبردار دوری ہے ثمود کے لیے۔ (۶۸) اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے، انہوں نے سلام کے الفاظ بولے، ابراہیم نے سلام کا جواب دیا پھر دیر نہ لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے (۶۹) سو جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں پہنچ رہے ہیں تو ان کی طرف سے خوفزدہ ہو گئے انہوں نے کہا آپ ڈریں نہیں بے شک ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں (۷۰) اور ان کی بیوی کھڑی ہوئی تھی سو وہ ہنس پڑی سو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی (۷۱) وہ کہنے لگی ہائے خاک پڑے، میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بڑھیا ہوں، اور یہ میرے شوہر بڑے میاں ہیں، بے شک یہ تو ایک عجیب چیز ہے (۷۲)۔ وہ کہنے لگے کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں، بلاشبہ اللہ مستحق حمد ہے بڑائی والا ہے۔ (۷۳)

ربط وتعارف: ......یہ اس سورت میں بیان کیے جانے والے قصص میں سے دوسرا قصہ ہے، اور یہ ہود علیہ السلام کا ان کی قوم کے ساتھ بیتا قصہ ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ بسط وتفصیل سے ذکر کیا ہے، اسی لیے اس سورت کا نام بھی سورۂ ''ہود'' ہے۔ اس کے بعد قوم ثمود کا ذکر ہے اور یہ اس سورت کا تیسرا قصہ ہے، پھر ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے اس میں آپ علیہ السلام کو فرشتوں نے اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی اور یہ چوتھا قصہ ہے۔

لغات: مِدْرَارًا: ......لگاتار اور بہت زیادہ بارش، یہ صیغہ مبالغہ کے اوزان میں سے ہے۔ اعْتَرَاكَ: تمہیں لاحق ہوا ہے۔ نَاصِيَتِهَا: ماتھا، سر کا سامنے والا حصہ جہاں سے بال اگتے ہیں۔ جَبَّارٍ: متکبر عَنِيدٍ: سرکش جو حق قبول نہ کرتا ہو، ابوعبیدہ کے بقول عَنِيدٍ: بمعنی معاند ہے۔ اَسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا: تمہیں اس کے باشندے بنا دیا۔ تَخْسِيرٍ: خیر سے دور کرنا۔ حَنِيذٍ: بھنا ہوا۔ نَكِرَهُمْ: انہیں نہ پہچانا، انہیں اجنبی سمجھا۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے:

وانکرتنی وماکان الذی نکرت من الحوادث الا الشیب والصلعا

فلاں عورت نے میرا انکار کردیا حالاں کہ وہ مجھے اجنبی نہیں سمجھتی تھی، اس کا یہ انکار میرے بڑھاپے اور گنجے پن کی وجہ سے تھا۔
شاعر نے شعر میں دو لغات جمع کردی ہیں۔ اوجس محسوس کیا۔ بعلی میرا شوہر۔

قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت اور تبلیغ

تفسیر: وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا: ......اور ہم نے قبیلہ عاد کی طرف ان ہی میں سے ایک نبی بھیجا جس کا نام ہود ہے۔ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ: صرف اللہ کی عبادت کرو، بتوں اور دوسرے معبودان کو چھوڑ دو۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ: اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود نہیں جو عبادت کا مستحق ہو۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ: تم لوگ غیر اللہ کی عبادت کر کے دراصل اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو، جب کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا: میں تم سے نصیحت اور تبلیغ پر کوئی بدلہ اور ثواب طلب نہیں کرتا۔ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ: میرا ثواب اور بدلہ اللہ کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: کیا تم اس سے غافل ہو اور عقل نہیں رکھتے، اتنی بات نہیں سمجھتے کہ جو تمہیں بغیر کسی اجرت ومزدوری کے خیر وبھلائی کی دعوت دے وہ تمہارا خیر خواہ ہے؟ استفہام برائے انکار ہے۔ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ: یعنی اللہ کے حضور کفر وشرک سے استغفار کرو۔ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ: طاعت اور دین پر استقامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور ایمان وتوحید پر قائم رہو۔ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا: اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر موسلا دھار بارش برسائے گا، روایت ہے کہ قوم عاد پر قحط مسلط کردیا گیا تھا اور تین سال تک اسی حالت میں مبتلا رہے یہاں تک کہ جاں بلب ہو گئے تھے، ہود علیہ السلام نے قوم کو توبہ واستغفار کی ہدایت کی اور ہود علیہ السلام نے قوم سے نزول بارش کا وعدہ کیا، آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ توبہ اور استغفار رحمت اور نزول بارش کا سبب ہے۔ وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ: تمہاری عزت اور افتخار میں اضافہ کرے گا اور تمہاری قوت میں اور زیادہ اضافہ کرے گا، مجاہد کہتے ہیں: یعنی تمہاری شدت میں اور زیادہ اضافہ کرے گا۔[1] چنانچہ قوم عاد انتہا درجے کی قوی اور تگڑی تھی۔ حتیٰ کہ کہا کرتے تھے۔ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً: ہم سے زیادہ کس کی قوت ہے؟ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ: جس دین کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں جرائم پر اصرار کرتے ہوئے اس سے اعراض نہ کرو۔

قوم ہود کا نبوت کی تکذیب و دلیل کا مطالبہ

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ: ...... ہود علیہ السلام کی قوم نے کہا: تم اپنی صداقت پر کوئی واضح دلیل اور حجت نہیں لائے ہو۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: قوم نے فرط عناد کی وجہ سے اچھا کہا، یا حق سے شدید اعراض کرنے کی وجہ سے کہا۔[2]

قوم عاد کا ایمان لانے سے انکار

وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ: ......ہم تمہاری بات پر بتوں کی عبادت نہیں چھوڑیں گے۔ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ: ہم تمہاری نبوت اور رسالت کی تصدیق نہیں کرتے، یہ جملہ قوم کے دخول دین سے مایوسی ظاہر کر رہا ہے، اس کے بعد قوم نے ہود علیہ السلام کو جنون اور کم عقلی کی طرف منسوب کیا۔ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ: ہم تو بس یہی کہتے ہیں کہ تمہیں ہمارے کسی خدا نے جنون میں مبتلا کردیا ہے چوں کہ تم ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہو اور ہمیں ان کی عبادت سے منع کرتے ہو، علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: متذکرہ بالا جوابات اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ہود علیہ السلام کی قوم سرکش اور سنگدل تھی، نصیحت کی طرف مطلق التفات وتوجہ نہیں کرتے تھے، ان کے طبائع رشد وہدایت کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے، ان کا آخری قول حد درجہ کی جہالت اور انتہا درجہ کی کم عقلی پر دلالت کرتا ہے چوں کہ انہوں نے پتھر کے بتوں سے امید وابستہ کرلی تھی کہ وہ ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کا انتقام لیتے ہیں۔[3]

---

[1] الطبری ۲/ ۵۸ [2] الآلوسی ۱۲/ ۸۱ [3] الکشاف ۲/ ۴۰۳

حضرت ہود علیہ السلام کا قوم کو جواب

قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ: ...... ہود علیہ السلام نے کہا: میں اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ: اے میری قوم! میں تمہیں بھی گواہ بناتا ہوں کہ تم عبادت میں اللہ کے ساتھ جن بتوں کو شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے بری الذمہ ہوں۔ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ: تم اور تمہارے معبودان سب مل کر میری جان لینے کے بارے میں چالیں چل لو اور پھر مجھے پل بھر کی مہلت نہ دو، ابو مسعود کہتے ہیں: یہ عظیم معجزہ ہے چوں کہ ہود علیہ السلام سرکشوں کے جم غفیر کے درمیان تنہا شخص تھے، حالاں کہ ہود علیہ السلام نے ان کے خداؤں کی تحقیر کی اور ان کے نقائص بیان کیے، اور قوم کو اپنی مخالفت پر دوٹوک فیصلہ سنایا لیکن قوم نے مقابلے کی جسارت نہیں کی بلکہ مقابلہ کرنے میں ان کا واضح عجز ظاہر ہوگیا۔[1] یہ ہود علیہ السلام کی عظیم نشانیوں میں سے ہے کہ ایسی قوم جو ان کے خون کی پیاسی ہو کے ساتھ اس طرح کا کلام کیا جائے جب کہ وہ ایک ہی کمان سے تیر برسائے جا رہے ہوں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہود علیہ السلام کو اپنے رب پر کمال درجے کا بھروسہ تھا کہ ان کا رب قوم سے انہیں محفوظ رکھے گا، نوح علیہ السلام نے بھی یہی کہا تھا۔ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ۔[2]

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ: ...... میں اللہ کے ہاں پناہ لیتا ہوں اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کرتا ہوں، وہی میرا اور تم سب کا مالک ومختار ہے۔ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا: سطح زمین پر چلنے والا جو جاندار بھی ہے وہ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اور اللہ کے اختیار میں ہے، چوٹی سے پکڑنا ملک وقہر وقبضہ سے تمثیل ہے، جملہ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کی تعلیل ہے اور مخلوق سے بے پرواہ ہونے کی علت ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ: میرا رب عادل ہے، اچھائی اور نیکی کرنے والے کو اچھا بدلا دیتا ہے اور برائی کرنے والے کو برائی کا بدلہ دیتا ہے، اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَیْكُمْ: اگر تم میری دعوت قبول کرنے سے انکار کرو تو اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور پیغمبر کے ذمے تو تبلیغ ہے۔ وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْــًٔا: یعنی اللہ تمہیں ہلاک کردے گا اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا، اس میں شدید وعید ہے۔ تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے، وہی تمہارے شر سے میری حفاظت کرے گا اور تمہارے مکر وفریب سے محفوظ رکھے گا۔

قوم ہود پر عذاب کا نزول

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا: ...... آخر کار جب عذاب کے متعلق ہمارا حکم آ گیا، ہود علیہ السلام کی قوم پر تند وتیز آندھی کا عذاب آیا تھا۔ نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا: ہم نے اپنے فضل وکرم سے ہود اور ان کے ساتھ مؤمنین کو عذاب سے نجات دی۔ وَنَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ: اور ہم نے انہیں اس شدید عذاب سے نجات دی اور یہ عذاب ہلاک کرنے والی تند وتیز آندھی تھی جو گھروں اور مکانات کو اکھاڑ پھینکتی تھی۔ اللہ کے دشمنوں کی ناک سے داخل ہوتی اور دبر سے نکل جاتی تھی، آندھی نے ان کفار کو زمین پر پٹک کر رکھ دیا جیسے گرے ہوئے درختوں کے تنے ہوتے ہیں۔ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ: اشارہ بعید قوم عاد کے آثار کی طرف ہے یعنی یہ قوم عاد کے مکذبین کے نشانات وکھنڈرات ہیں، ذرا انہیں دیکھ کہ ان پر کیا آفت پڑی، یہ لوگ اس وقت عذاب میں گرفتار ہوئے جب انہوں نے کفر کیا اور دلائل انفسیہ کا انکار کیا اور آفاقی دلائل جو رب تعالیٰ کی یکتائی پر دلالت کرتے تھے کا انکار کیا۔ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ: اور انہوں نے اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کی نافرمانی کی، آیت میں سب کو ایک ہی حکم میں جمع کیا گیا ہے تاکہ ان کے احوال کی رسوائی آشکارا ہو جائے اور ان کا حد درجے کا کفر وعناد نمایاں ہو جائے، نیز ایک پیغمبر کی نافرمانی حقیقت میں تمام سابق پیغمبروں کی نافرمانی ہے اور آنے والے پیغمبروں کی بھی نافرمانی ہے چوں کہ ان سب کی دعوت کلمہ توحید تھی۔ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ: اور ہر اس شخص کا حکم مانا جو اللہ کے روبرو تکبر اور سرکشی کرتا، حق سے منہ موڑتا، حق کا دشمن ہوتا اور حق کو قبول نہ کرتا، مراد قوم کے رؤسا اور بڑے لوگ ہیں۔

---

[1] ابو السعود ۳/ ۱۵ [2] الکشاف ۲/ ۲۰۳

قوم عاد اور قوم ہود پر دائمی لعنت

وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً:...... اس کا انجام یہ ہوا کہ ان کے پیچھے اس دنیا میں پھٹکار لگادی گئی اور انہیں اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ:...... اسی طرح قیامت کے دن بھی ان کے پیچھے پھٹکار لگادی جائے گی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دنیا وآخرت میں لعنت ان کی مصاحب بنادی گئی اور لعنت کا معنی ہے اللہ کی رحمت اور ہر طرح کی خیر وبھلائی سے دور کرنا۔[1] اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ: اس میں قوم عاد کے کفر کی قباحت اور شناعت بیان کی جارہی ہے چنانچہ بیان کے لیے حرف تنبیہ لایا گیا ہے اور اسم عاد مکرر لایا گیا ہے۔ یعنی ہوشیار رہو کہ قوم عاد نے رب تعالیٰ کا انکار کیا چوں کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرتے رہے اور رب تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا چوں کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اس لیے وہ دنیا وآخرت میں لعنت کے مستحق ٹھہرے۔ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ: یعنی اللہ نے ان کو خیر وبھلائی سے دور کیا اور ان سب کے سب کو ہلاک کر دیا۔ جملے میں ہلاکت وبربادی کی بددعا دی گئی ہے۔

قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت اور دعوت وتبلیغ

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا:...... اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا اور وہ صالح علیہ السلام تھے۔ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ: اے میری قوم! صرف ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی معبود اور پروردگار نہیں ہے۔ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ: اللہ تعالیٰ نے تمہاری تخلیق کی زمین سے ابتدا کی ہے، چنانچہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر ان کی اولاد کو نطفے سے۔ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا: پھر اللہ نے تمہیں زمین کے آباد کار بنایا اور اس میں رہنے والے باشندے بنایا۔ فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ: شرک سے اللہ کے حضور بخشش طلب کرو پھر طاعت کے ذریعے اس کی طرف رجوع کرو۔ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ: یعنی اللہ سبحانہ، وتعالیٰ قریب ہے وہ اپنے بندوں پر رحمت کرتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے۔

قوم ثمود کے اعتراض اور شکوک وشبہات

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ: اس بات (نبوت) کے اظہار سے پہلے تم ہمارے درمیان سردار کی حیثیت سے تھے اور جب سے تم نے یہ بات کہی تم نے ہماری تمام تر امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا: اے صالح! کیا تم ہمیں بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہو؟ جب کہ ہمارے آباؤ اجداد ان کی عبادت کرتے رہے ہیں۔ وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ: ہمیں تمہارے دعوے کے متعلق شک ہے اور تمہارا معاملہ موردِ بے شک میں ہے اور موجب تہمت ہے۔ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ: مجھے بتاؤ اگر میں واضح حجت اور برہان پر قائم ہوں اور یہ حجت اللہ کی طرف ہو۔ وَاٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً: اور مجھے نبوت اور رسالت عطا فرمائی۔ فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ: بھلا مجھے اللہ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے اگر میں اس کی نافرمانی کروں؟ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ: تمہاری موافقت کرنے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے اور خیر وبھلائی سے دور کرنے کے سوا تم مجھے کیا دے سکتے ہو۔ زمخشری کہتے ہیں فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ: یعنی تم میرے اعمال کو خسارے میں ڈال دو گے اور باطل کر دو گے۔[2]

اونٹنی کا معجزہ اور قوم کی سرکشی

وَیٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً:...... ناقہ کی اللہ کی طرف اضافت برائے تشریف ہے چوں کہ یہ اونٹنی چٹیل پتھر سے نکلی تھی اور محض اللہ کی قدرت سے نکلی تھی، یعنی یہ اونٹنی میرا معجزہ ہے اور میری سچائی کی علامت ہے۔ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ: اسے آزادانہ طریقے سے اللہ کی

---

[1] التفسیر الرازی ۱۸/۱۹ [2] الکشاف ۲/۴۰۸

زمین میں کھانے پینے دو، اس کا رزق تمہارے ذمے نہیں ہے۔ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ: تم اسے کسی قسم کا گزندمت پہنچاؤ ورنہ پیش آمدہ عذاب کی گرفت میں آ جاؤ گے اور وہ تم سے مؤخر نہیں ہوگا۔ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ: ان بدبختوں نے اونٹنی ذبح کر دی، ان سے صالح علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ اپنے شہر میں تین دن تک عیش وعشرت سے زندگی گزار لو پھر تم ہلاک کر دیے جاؤ گے۔ اونٹنی کی کونچیں ایک شخص نے کاٹی تھیں، فعل کی نسبت سب کی طرف کی گئی ہے چوں کہ وہ سب اس پر رضامند تھے۔ اونٹنی بدھ کے دن مار ڈالی تھی، جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے تین دن بستی میں ٹھہرے رہے، اتوار کے دن عذاب نے گھیرے میں لے لیا۔[1] ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ: یہ وعدہ حق ہے اسے کوئی جھوٹا نہیں کر سکتا۔ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ: جب انہیں ہلاک کرنے کے متعلق ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دی۔ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا: اللہ کی عظیم فضل وکرم سے وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ: اور ہم نے انہیں اس دن کی ذلت اور رسوائی سے نجات دی۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ: اللہ اپنی پکڑ میں قوی ہے اور اپنی بادشاہت میں غالب ہے اسے کوئی زور آور دبا نہیں سکتا۔

قوم صالح علیہ السلام پر عذاب کا نزول

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ:...... آسمان سے آنے والی ایک چنگھاڑ نے انہیں آ پکڑا جس کی وجہ سے وہ لرزہ براندام ہو گئے اور وہ مردہ ہو کر گر پڑے، ان میں حس وحرکت باقی نہ رہی جیسے مردہ پرندے ہوتے ہیں۔ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا: گویا وہ اپنی بستیوں میں آباد ہوئے ہی نہیں۔ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ: اے قوم! آگاہ رہو، قوم ثمود نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا سو ان کے لیے دوری ہے ہلاکت ہے اور لعنت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى:...... یہ چوتھا قصہ ہے دراصل یہ لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا قصہ ہے۔ یعنی ہم نے لوط کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے جو فرشتے بھیجے وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری لے کر آئے۔[2] قرطبی کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب بھیجنے کے لیے فرشتے نازل کیے وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے، ابراہیم علیہ السلام نے انہیں مہمان سمجھا، یہ فرشتے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام تھے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، سدی کہتے ہیں: یہ گیارہ (۱۱) فرشتے تھے جو نوجوان لڑکوں کی صورتوں میں آئے تھے اور نہایت خوبصورت تھے۔[3] قَالُوْا سَلٰمًا: یعنی فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا۔ قَالَ سَلٰمٌ: ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں سلام علیکم کہا۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے افضل سلام کیا ہے چوں کہ فرشتوں نے جملہ فعلیہ میں سلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جملہ اسمیہ میں سلام کیا اور جملہ اسمیہ ثبات واستمرار پر دلالت کرتا ہے۔ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ: چنانچہ کچھ دیر نہیں گزری تھی (فثافث) بھنا ہوا بچھڑا لے آئے اور مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا" زمخشری کہتے ہیں۔ بِعِجْلٍ: گائے کے بچے کو کہا جاتا ہے اور اسے الحسیل: بھی کہتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مال گائیں تھیں۔ حَنِيْذٍ: بھنا ہوا۔

فرشتوں کا کھانا کھانے سے انکار

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ:...... جب دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے وہ ان کے متعلق کھٹک گئے۔ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً: اور ان کی طرف سے دل میں خوف اور گھبراہٹ محسوس کی۔ قتادہ کہتے ہیں: عرب کی ہاں جب کوئی مہمان آتا اور وہ

---

[1] القرطبی ۹/ ۶۰ [2] دوسرے قول کی مطابق فرشتے قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری لے کر آئے۔ [3] القرطبی ۹/ ۶۲

میزبان کا کھانا نہ کھاتے تو میزبان سمجھتا کہ یہ خیر و بھلائی کی خبر نہیں لایا بلکہ کوئی بری خبر لے کر آیا ہے۔[1] قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ: فرشتے کہنے لگے: ڈرو نہیں ہم تمہارے رب کے فرشتے ہیں اور ہم کھانا نہیں کھاتے، ہمیں قوم لوط کی ہلاکت کے لیے بھیجا گیا ہے۔وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ: ابراہیم علیہ السلام کی بیوی بی بی سارہ علیہا السلام پردے کے پیچھے کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی اور قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری سن کر ہنس پڑی۔فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو فرشتوں نے اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی اور ان کے بعد ان کے بیٹے کے بیٹے یعنی یعقوب کی خوشخبری بھی دی۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا تعجب اور اس کا جواب

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا:...... سارہ نے تعجب کرتے ہوئے کہا: تعجب ہے: کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا حالاں کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور میرے یہ خاوند ابراہیم بھی بوڑھے ہو چکے ہیں، بھلا ہمارے ہاں بیٹا کیسے ہوگا؟ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ: درحقیقت یہ تو بڑی عجیب بات ہے، عادۃ اس کا تجربہ نہیں ہوا، مجاہد کہتے ہیں: اس وقت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ننانوے سال تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی۔[2] قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ: بوڑھے زوجین سے اللہ کے بچہ پیدا کرنے کے بارے میں اللہ کی قدرت و حکمت سے تم تعجب کرتی ہو؟ اللہ کی قدرت کے سامنے یہ مقام تعجب نہیں ہے۔رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ: اللہ تمہارے اوپر رحمت کرے اور تمہیں برکت عطا فرمائے، اے ابراہیم کے گھر والو! اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ: بلاشبہ اللہ قابل حمد و ستائش ہے اور ذات و صفات میں بزرگی والا ہے۔یہ جملہ ماقبل کے لیے تعلیل ہے۔

بلاغت: يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا: سماء سے مراد بارش ہے، اور یہ مجاز مرسل ہے، چوں کہ بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے اور مِّدْرَارًا: برائے مبالغہ ہے۔یعنی موسلا دھار بارش۔فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا: امر ہے جو عاجز قرار دینے کے لیے ہے۔مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا: استعارہ تمثیلیہ ہے، مخلوق کو ایسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو قابو و قدرت میں ہو۔اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: کمال عدل سے لطیف استعارہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ بندوں کے امور پر آگاہ ہے، کوئی ظالم اس کے قبضۂ قدرت سے نہیں نکل سکتا اور اس کی پناہ لینے والا ضائع نہیں ہوتا۔وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا: الامر عذاب سے کنایہ ہے۔نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ: نَجَّيْنَا کا لفظ مکرر لایا گیا ہے اور اس سے معاملے کی شدت ظاہر کرنا مقصود ہے نیز اس میں اطناب بھی ہے۔وَعَصَوْا رُسُلَهٗ: قوم نے اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کی نافرمانی کی، اس میں ان کی حالت کی نہایت برائی بیان کرنا مقصود ہے، نیز ایک پیغمبر کی نافرمانی حقیقت میں تمام پیغمبروں کی نافرمانی ہے۔یہ مجاز مرسل ہے کل کا اطلاق کیا گیا ہے اور ارادہ بعض کا کیا گیا ہے۔اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ: صرف تنبیہ کا تکرار اور لفظ عاد کا دوبارہ تذکرہ تحویل حالت میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے ہے۔

تنبیہ:...... ہود علیہ السلام نے اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاُشْهِدُكُمْ نہیں کہا بلکہ یوں کہا: اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ: یہ اس لیے تاکہ شہادتین کے درمیان یکسانیت نہ ہونے پائے، بھلا رب تعالیٰ کی شہادت حقیر مخلوق کی شہادت کے برابر کیسے ہو سکتی ہے؟

قوم لوط علیہ السلام کی ہلاکت اور حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ
مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

[1] الطبری ۱۲/۷۱ [2] البیضاوی ۲۵۳

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ
يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿٧٨﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ
مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿٧٩﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ
اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ
مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿٨١﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا
عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ
الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٣﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ ع
وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿٨٤﴾
وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ
مُفْسِدِيْنَ ﴿٨٥﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ
اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ
الرَّشِيْدُ ﴿٨٧﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ
اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ
عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿٨٨﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ
نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٩﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا
اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ
وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿٩١﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْۤ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ
وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٩٢﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ
عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿٩٣﴾
وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

ع فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دِیَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ ﴿٩٤﴾ كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّمَدۡيَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ﴿٩٥﴾ وَلَقَدۡ
اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ﴿٩٦﴾ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ ۚ وَمَاۤ اَمۡرُ
فِرۡعَوۡنَ بِرَشِيۡدٍ ﴿٩٧﴾ يَقۡدُمُ قَوۡمَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَاَوۡرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئۡسَ الۡوِرۡدُ الۡمَوۡرُوۡدُ ﴿٩٨﴾ وَاُتۡبِعُوۡا
فِيۡ هٰذِهٖ لَعۡنَةً وَّيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ بِئۡسَ الرِّفۡدُ الۡمَرۡفُوۡدُ ﴿٩٩﴾

ترجمہ:...... پھر جب ابراہیم کا خوف جاتا رہا اور اس کے پاس خوشخبری آ گئی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں جدال شروع کر دیا ﴿٧٤﴾ بے شک ابراہیم بردبار، رحم دل، رجوع کرنے والے تھے۔ ﴿٧٥﴾ اے ابراہیم! اس بات سے اعراض کرو، بے شک تمہارے رب کا حکم آ چکا ہے اور بے شک ان پر عذاب آنے والا ہے جو واپس نہ ہوگا۔ ﴿٧٦﴾ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے رنجیدہ ہوئے۔ اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوئے۔ اور کہنے لگے آج کا دن مصیبت کا دن ہے۔ ﴿٧٧﴾ اور ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس جلدی جلدی دوڑتے ہوئے آ گئے، اور وہ اس سے پہلے برے کام کیا کرتے تھے، لوط نے کہا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا مانس نہیں ہے؟ ﴿٧٨﴾ کہنے لگے کہ تمہیں تو معلوم ہے کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے اور تم تو جانتے ہو ہمارا کیا مطلب ہے ﴿٧٩﴾ لوط نے کہا کاش! میرا تم پر زور چلتا ہوتا یا میں کسی مضبوط پائے کی پناہ لے لیتا۔ ﴿٨٠﴾ فرشتوں نے کہا اے لوط! بے شک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ سو تم رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جانا اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جانا بے شک اسے وہی عذاب پہنچنے والا ہے جو قوم کے سب لوگوں کو پہنچے گا، بے شک صبح کا وقت ان کے عذاب کے لیے مقرر ہے کیا صبح قریب نہیں ہے۔ ﴿٨١﴾ سو جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے زمین کے اوپر کے تختے کو نیچے کر دیا اور ہم نے اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسا دیے جو لگاتار گر رہے تھے ﴿٨٢﴾ جن پر آپ کے پاس سے نشان لگائے ہوئے تھے اور یہ بستیاں ان ظالموں سے دور نہیں۔ ﴿٨٣﴾ اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بے شک میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ آسودہ حال ہو بے شک میں تم پر ایک ایسے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں جو گھیر لینے والا ہوگا۔ ﴿٨٤﴾ اور اے میری قوم انصاف کے ساتھ ناپ تول کو پورا کرو اور لوگوں کو چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچانے والے نہ بنو۔ ﴿٨٥﴾ اللہ کا دیا ہوا جو کچھ بچ جائے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مؤمن ہو اور میں تم پر پہرہ دینے والا نہیں ہوں۔ ﴿٨٦﴾ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ بتاتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں، بے شک تم تو بڑے بردبار ہو نیک چلن ہو۔ ﴿٨٧﴾ شعیب نے کہا کہ اے میری قوم! تم بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے ایک بڑی دولت عطا فرمادی ہے تو میں تمہیں حق کی دعوت دینا کیسے چھوڑ دوں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اس طرح تمہاری مخالفت کروں کہ جن کاموں سے روکتا ہوں انہیں خود کرنے لگوں میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک مجھ سے ہو سکے، اور جو کچھ مجھے توفیق ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں ﴿٨٨﴾ اور اے میری قوم! تمہیں میری مخالفت اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تمہیں اس طرح کا عذاب پہنچ جائے جو قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو پہنچا۔ اور قوم لوط تم سے دور نہیں ہے ﴿٨٩﴾ اور تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کے حضور میں توبہ کرو بے شک میرا رب رحم فرمانے والا ہے بڑی محبت فرمانے والا ہے۔ ﴿٩٠﴾ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب! تم جو کچھ کہتے ہو اس میں سے بہت سی باتیں ہم نہیں سمجھتے، اور بلاشبہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارے درمیان کمزور ہو اور اگر تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے، اور ہمارے نزدیک تم کچھ

عزت والے نہیں ہو۔ ﴿۹۱﴾ شعیب نے کہا کہ اے میری قوم! کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک عزت میں بڑھ کر اللہ سے زیادہ ہے اور تم نے اسے پس پشت ڈال دیا، بلاشبہ میرا رب ان کاموں کا احاطہ کیے ہوئے ہے جنہیں تم کرتے ہو۔ ﴿۹۲﴾ اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر کام کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں، تم عنقریب جان لوگے کہ کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور یہ بھی جان لوگے وہ کون شخص ہے جو جھوٹا ہے۔ انتظار کرو بے شک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔ ﴿۹۳﴾ اور جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیب کو اور ان لوگوں کو نجات دے دی جو ان کے ساتھ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہیں سخت آواز نے پکڑ لیا سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے گرے ہوئے رہ گئے ﴿۹۴﴾ گویا کہ وہ ان میں رہے ہی نہ تھے۔ خبردار مدین کے لیے دوری ہے جیسا کہ ثمود دور ہوئے۔ ﴿۹۵﴾ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات اور روشن دلیل کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا ﴿۹۶﴾ سو ان لوگوں نے فرعون کی بات کا اتباع کیا اور فرعون کی بات صحیح نہ تھی۔ ﴿۹۷﴾ قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر وہ ان کو دوزخ میں اتار دے گا اور وہ بری جگہ ہے جس میں ان لوگوں کا اترنا ہوگا ﴿۹۸﴾ اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی ان پر لعنت ہوگی۔ برا انعام ہے جو انہیں دیا گیا۔ ﴿۹۹﴾

ماقبل سے ربط وتعارف: ...... آیات میں برابر ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے، وہ مہمان حقیقت میں فرشتے تھے جو قوم لوط کو ہلاک کرنے جا رہے تھے، انہوں نے سارہ رضی اللہ عنہا کو بیٹے کی بشارت بھی دی، ان آیات میں فرشتوں کے لوط علیہ السلام کے پاس جانے کا تذکرہ ہو رہا ہے اور قوم لوط کی ہلاکت اور ان پر آنے والے عذاب کا ذکر بھی ہے، یہ پانچواں قصہ ہے، اس کے بعد شعیب علیہ السلام کا اہل مدین کے ساتھ قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ قصہ بیان کیا گیا ہے، ان تمام قصص میں عبرتیں اور نصائح ہیں۔

لغات: الرَّوْعُ: ...... خوف، گھبراہٹ۔ مُّنِيْبٌ: الانابۃ سے اسم فاعل ہے رجوع کرنا، توبہ کرنا۔ عَصِيْبٌ: شر میں سخت ہونا۔ شاعر کہتا ہے:

وانك الا ترض بكر بن وائل　　　　یکن لك یوم بالعراق عصیب

اگر تم نے بکر بن وائل قبیلے کو رضامند نہ کیا تو تم عراق میں سخت ترین دن دیکھو گے۔

يُهْرَعُوْنَ: ...... وہ جلد بازی کرتے ہیں۔ فراء کہتے ہیں: اھراع کا معنی ہے سردی یا غصہ میں جلدی بازی کرنا۔ لَا تُخْزُوْنِ اخزاہ: یعنی اسے ذلیل ورسوا کیا۔ حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

فأخزاك ربي يا عتيب بن مالك　　　　ولقاك قبل الموت احدى الصواعق

اے عتیب بن مالک! میرے رب نے تمہیں ذلیل ورسوا کیا ہے اور مرنے سے پہلے تمہارے اوپر ایک کڑک مسلط کی ہے۔

سِجِّيْلٍ: ...... السجیل والسجین، سخت پتھر، یہ ابوعبیدہ کا قول ہے۔ فراء کہتے ہیں: مٹی جو پکائی جائے اور سخت ہوکر اینٹ بن جائے۔ مَّنْضُوْدٍ: تہ بہ تہ مُّسَوَّمَةً: نشان زدہ، علامت زدہ۔ شِقَاقِيْٓ: اللہ تعالیٰ کی عداوت، دشمنی، شاعر کہتا ہے:

الا من مبلغ عنى رسولا　　　　فكيف وجدتم طعم الشقاق

آگاہ رہو، کون ہے جو میری طرف سے قاصد کو پیغام پہنچادے کہ تم نے دشمنی اور عداوت کا مزا کیسا پایا۔

رَهْطُكَ: ...... رھط الرجل آدمی کا قبیلہ جس سے وہ قوت حاصل کرتا ہے۔ الْوِرْدُ: گھاٹ۔ مدخل الرِّفْدُ: عطا کرنا، مدد کرنا۔

فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ

تفسیر: فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ: ...... وہ خوف جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل میں محسوس کیا تھا جب وہ چھٹ گیا اور مہمانوں کے لیے ان کا دل مطمئن ہوگیا، کہ یہ تو حقیقت میں فرشتے ہیں۔ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى: اور انہیں بیٹے کے پیدا ہونے کی بشارت دی گئی۔ يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ: تو انہوں نے ہمارے فرشتوں کے ساتھ قوم لوط کی ہلاکت کے بارے میں جھگڑا شروع کردیا، ابراہیم علیہ السلام چاہتے تھے کہ قوم لوط سے عذاب مؤخر کیا

جائے تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ جب فرشتوں نے کہا: اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ: (العنکبوت: ۳۱) یعنی ہم اس بستی میں رہنے والوں کو ہلاک کریں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر اس بستی میں پچاس مؤمنین ہوں؟ پھر بھی تم ان سب کو ہلاک کردو گے۔ فرمایا: اگر چالیس مومنین ہوں؟ فرشتوں نے جواب دیا: نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نزول کرتے رہے حتیٰ کہ فرمایا: اگر اس بستی میں ایک آدمی مؤمن ہو کیا تم پوری بستی کو ہلاک کردو گے؟ فرشتوں نے کہا: نہیں۔ اس پر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ (سورہ العنکبوت، ۳۲)

''اس بستی میں تو لوط بھی ہیں، فرشتوں نے کہا: اس بستی میں رہنے والوں کو ہم بخوبی جانتے ہیں، ہم لوط اور ان کے اہل خانہ کو نجات دیں گے ہاں البتہ ان کی بیوی نہیں بچ سکتی، وہ عذاب میں گرفتار شدگان میں سے ہوگی۔''

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ:...... یعنی ابراہیم علیہ السلام برائی کرنے والے سے جلد از جلد انتقام لینے والے نہیں، بڑے بردبار ہیں۔ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ: یعنی نرم دلی کی وجہ سے لوگوں کے لیے بہت زیادہ آہیں بھرنے والے اور اللہ سے لو لگانے والے ہیں۔ يٰٓـاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا: فرشتوں نے کہا: اے ابراہیم! قوم لوط کے متعلق جھگڑا چھوڑ دو ان کو عذاب دینے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اِنَّهٗ قَدْ جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ: ان کی ہلاکت کے بارے میں اللہ کا حکم آچکا ہے۔ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ: ان پر عذاب نازل ہوگا، عذاب واپس نہیں ہوگا، آکر رہے گا۔

فرشتوں کی حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آمد

وَلَمَّا جَاۗءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ:...... جب فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے گھبرائے چوں کہ وہ سمجھے کہ یہ تو انسان ہیں انہیں قوم سے ان کے بارے میں خوف ہوا۔ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا: ان کے آنے کی وجہ سے پریشان اور کبیدہ خاطر ہوئے چوں کہ انہیں قوم کے شرارتی لوگوں سے خوف تھا۔ وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ: اور کہنے لگا: آج کا یہ دن بہت کٹھن ہے۔

قوم لوط کی بے حیائی اور حضرت لوط علیہ السلام کی ان کو فہمائش

وَجَاۗءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ:...... اور ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور وہ مہمانوں کے ساتھ بے حیائی کا فعل کرنا چاہتے تھے۔ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ: اور اس پہلے ان کی عادت تھی کہ وہ مردوں کے ساتھ بدفعلی کرتے تھے، اسی لیے جب مہمان آئے انہیں حیا نہیں آئی اور وہ کھلے عام دوڑتے ہوئے مہمانوں کی طرف لپکے۔

قرطبی کہتے ہیں: قوم کے لوگوں کے دوڑنے کا سبب یہ ہوا کہ جب مہمان لوط علیہ السلام کے گھر آئے تو ان کی بیوی قوم کے لوگوں کے پاس گئی اور انہیں اطلاع کی کہ لوط آج رات حسین وجمیل مہمانوں کی میزبانی کے فرائض انجام دے رہے ہیں میں نے ان جیسے خوبصورت لڑکے نہیں دیکھے، سنتے ہی قوم کے لوگ لوط علیہ السلام کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔[1] قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ: یہ شہر کی عورتیں ہیں میں تمہاری ان کے ساتھ شادی کروا دیتا ہوں، یہ عورتیں تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہیں۔ لوط علیہ السلام نے کہا: میری بیٹیاں چوں کہ شفقت اور تربیت میں ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ: اللہ کے عذاب سے ڈرو اور مہمانوں کے ساتھ بدتمیزی کر کے مجھے ذلیل و رسوا مت کرو۔ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ: استفہام برائے توبیخ ہے یعنی کیا تمہارے درمیان کوئی عقل مند آدمی نہیں جو اس قباحت سے دوسروں کو روکے؟ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ: قوم کے لوگوں نے جواب دیا: اے لوط! تمہیں معلوم ہے کہ عورتوں میں ہمیں کوئی حاجت نہیں اور ان میں ہمیں رغبت نہیں۔ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ: تم ہماری غرض جانتے ہو یعنی مردوں کے ساتھ بدفعلی، بدبختوں نے اپنی غرض کی وضاحت کردی اللہ کی ان پر لعنت ہو۔ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً: کاش! تمہارے مقابلے میں میرے پاس طاقت ہوتی تاکہ میں اپنا دفاع کرسکتا۔ اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ: میں قبیلہ اور مددگاروں کا مضبوط سہارا لے سکتا جو تمہارے خلاف کھڑے ہو جاتے "لو" کا جواب محذوف ہے، تقدیر یہ ہے۔

---

[1] القرطبی ۹/۷۵

لبطشت بکم میں تمہاری داروگیری کرتا۔ حدیث میں ہے۔ ''اللہ تعالیٰ میرے لوط پر رحمت نازل فرمائے انہوں نے مضبوط سہارے کی پناہ لینا چاہی۔[1] حدیث کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام کا حامی وناصر تھا، وہی مضبوط سہارا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا امت کو اطلاع دی ہے کہ ہمیں ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ قتادہ کہتے ہیں: ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ نے جو نبی بھی بھیجا اس کی تائید میں اس کے قبیلے کی جماعت ضرور اس کے حق میں کھڑی کی جو اس کا دفاع کرتی رہی، جب فرشتوں نے لوط علیہ السلام کا حسرت بھرا کلام سنا، ان کے دفاعی حالت کمزور دیکھی کہ ان کے مددگار نہیں ہیں۔

فرشتوں کی لوط علیہ السلام کو تسلی

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ:...... فرشتوں نے لوط علیہ السلام سے کہا: ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، ہمیں ان لوگوں کی ہلاکت کے لیے بھیجا گیا ہے، یہ لوگ آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ: رات کے ایک حصے میں اپنے اہل خانہ کو لے کر نکل جائیں۔ طبری کہتے ہیں: ان لوگوں کے درمیان سے اپنے اہل خانہ کو لے کر نکل جائیں۔[2] وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ: اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے، ہاں البتہ آپ کی بیوی آپ کے پیچھے رہے گی وہ آپ کے ساتھ نہیں جائے گی، وہ بھی قوم کے لوگوں کے ساتھ ہلاک ہو جائے گی۔ اہل خانہ کے افراد کو پیچھے مڑ کر دیکھنے سے اس لیے منع کیا گیا تاکہ اپنی بستی کو تباہ ہوتے دیکھ کر ان کا دل نہ پسیج جائے۔ قرطبی کہتے ہیں: جب حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے عذاب کی خبر سنی تو قوم کو آواز دی: ہائے میری قوم! اتنے میں اس کے سر پر پتھر لگا اور وہ ہلاک ہو گئی۔[3] اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ: یعنی آپ کی بیوی پر وہی عذاب آئے گا جو آپ کی قوم پر آئے گا۔

قوم لوط علیہ السلام پر عذاب کا وقت

اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ:...... ان پر عذاب نازل ہونے کا وقت صبح کا وقت مقرر کر دیا گیا ہے۔ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ: لوط علیہ السلام نے قوم پر سخت غصہ اور غضب ہونے کی وجہ سے جلد از جلد عذاب کا مطالبہ کیا، فرشتوں نے کہا: کیا صبح کا وقت قریب نہیں؟ مفسرین کہتے ہیں: جب قوم کے لوگوں نے مہمانوں کے بارے میں سنا وہ اچھلتے کودتے پہنچ گئے، حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ بند کر دیا اور ان سے نمٹنے لگے، قوم کے لوگ دیوار پھلانگ کر اندر آنا چاہتے تھے، جب فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو نہایت کرب ومشکلات میں دیکھا تو کہنے لگے: اے لوط! دروازہ کھول دیں اور ہمیں ان سے نمٹنے دیں تاہم حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ کھولا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان پر اپنا پر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے اور الٹے پاؤں لوٹ گئے اور کہنے لگے: بچاؤ، بچاؤ، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ (سورۃ القمر: آیت ۳۷)

یعنی قوم کے لوگ لوط علیہ السلام کو مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہتے تھے ہم نے انہیں اندھا کر دیا۔

پھر لوط علیہ السلام اپنے اہل خانہ کو لے کر فجر سے قبل بستی سے نکل گئے، جب عذاب کا وقت آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا، انہوں نے قوم لوط کی بستی زمین سے اوپر اٹھالی، حتیٰ کہ بستی آسمان کے قریب پہنچ گئی حتیٰ کہ اہل آسمان نے مرغوں کے چیخنے کی آواز سن لی، کتوں کے بھونکنے کی آواز سن لی، پھر جبرئیل امین نے بستی زمین پر پٹخ دی اور پیچھے سے پتھر برسائے۔ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا: جب عذاب کا وقت آ گیا، ہم نے بستی کو الٹ دیا اس کا اوپر والا حصہ نیچے کر دیا۔

نشان زدہ پتھروں سے عذاب

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ:...... اور ہم نے ان پر آگ اور مٹی سے پکے ہوئے پتھر برسائے، پتھر گرانے کو بارش کے ساتھ تشبیہ دی گئی

---

[1] اخرجہ الشیخان عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ [2] الطبری ۱۲/ ۸۹ [3] القرطبی ۹/ ۸۰

ہے اور وجہ تشبیہ کثرت ہے۔ مَّنۡضُوۡدٍ: تہہ بہ تہہ ایک دوسرے کے پیچھے۔ مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ: یہ پتھر نشان زدہ تھے، ربیع کہتے ہیں: جو پتھر جس کافر کو لگنا ہوتا اس پر کافر کا نام لکھا ہوتا تھا، قرطبی کہتے ہیں: عِنۡدَ رَبِّكَ: میں دلیل ہے کہ یہ پتھر زمین کے پتھر نہیں تھے۔[1] وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ بِبَعِيۡدٍ: یہ ہلاک شدہ بستیاں تمہاری قوم یعنی کفار قریش سے دور نہیں ہیں، وہ دوران سفر ان بستیوں سے گزرتے رہتے ہیں، کیا وہ ان سے عبرت نہیں حاصل کرتے؟

مفسرین کہتے ہیں: ان بستیوں کی جگہ شور سمندر میں تبدیل ہوگئی ہے اور بحر مردار کے نام سے موسوم ہے، چوں کہ اس بحیرہ کا پانی کسی جاندار کو غذا فراہم نہیں کرتا کسی زمانے یہ بحیرہ، ''بحیرہ لوط'' کے نام سے بھی مشہور رہا ہے۔ اس سے ملحقہ زمین کو ''قاحلہ'' کہا جاتا ہے جہاں کچھ بھی نہیں اگتا۔
وَاِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا: قصص مذکورہ میں سے یہ چھٹا قصہ ہے۔ معنی ہے اور ہم نے قبیلہ مدین کی طرف ان ہی میں سے شعیب کو بھیجا، شعیب علیہ السلام قبیلے کے افراد میں سے تھے اسی لیے فرمایا ''اَخَاهُمۡ''

حضرت شعیب علیہ السلام کی اپنی قوم کو تبلیغ

قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ:...... یعنی صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا کوئی اور تمہارا پروردگار نہیں ہے۔ وَلَا تَنۡقُصُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ: ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کے حقوق میں نقص نہ کرو، اہل مدین ناپ تول میں کمی کرنے میں مشہور تھے۔ اِنِّىۡۤ اَرٰٮكُمۡ بِخَيۡرٍ: میں تمہیں خوشحالی میں دیکھ رہا ہوں، تم ناپ تول میں کمی کرنے سے بے نیاز ہو سکتے ہو اس کی تمہیں ضرورت نہیں۔
قرطبی کہتے ہیں: تمہیں وافر رزق حاصل ہے اور تمہارے اوپر نعمتیں بکثرت ہیں۔ وَّاِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ مُّحِيۡطٍ: اگر تم ایمان نہ لائے تو مجھے تمہارے اوپر مہلک دن کے عذاب کا خوف ہے۔ عذاب سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا، اس سے مراد قیامت کے دن کا عذاب ہے۔
وَيٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ: اے میری قوم! عدل وانصاف کے ساتھ ناپ تول پورا پورا کیا کرو۔ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ: یعنی لوگوں کے حقوق میں کچھ بھی کمی نہ کرو۔ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ: اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ ''العثی'' کا معنی ہے سخت قسم کا فساد۔ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ: تمہارے جمع کردہ حرام اموال سے اللہ تعالیٰ کا باقی رکھا ہوا حلال بہتر ہے۔ اگر تم اللہ کے وعدہ اور وعید کی تصدیق کرتے ہو۔ مجاہد کہتے ہیں: یعنی اللہ کی اطاعت تمہارے لیے بہتر ہے۔ وَمَاۤ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ: میں تمہارے اعمال کی حفاظت کرنے کا ذمہ دار نہیں ہوں کہ اس کا بدلہ بھی میں تمہیں دوں، میں تو خیر خواہ اور پیغام پہنچانے والا ہوں، میں آگاہ کر کے اتمام حجت کر دیتا ہوں۔
قَالُوۡا يٰشُعَيۡبُ اَصَلٰوتُكَ تَاۡمُرُكَ اَنۡ نَّتۡرُكَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ:...... جب حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو اللہ کی عبادت کرنے اور بتوں کی عبادت چھوڑنے کا حکم دیا، ناپ تول پورا پورا کرنے کا حکم دیا، ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہوئے قوم نے کہا: کیا تمہاری نماز تمہیں دعوت دیتی ہے کہ تم ہمیں بتوں کی عبادت ترک کرنے کا حکم دو جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے؟ گویا اس طرح کی بات کسی عقل مند سے صادر نہیں ہوتی۔ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِىۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا: یا تمہاری نماز تمہیں دعوت دیتی ہے کہ ہم ناپ تول میں کمی کرنی چھوڑ دیں۔
امام رازی کہتے ہیں: حضرت شعیب علیہ السلام نے دو چیزوں کا حکم دیا توحید اور ناپ تول میں کمی نہ کرنے کا۔ قوم نے ان دونوں امور کا یوں انکار کیا۔ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا: اس سے توحید کا انکار کیا اور نَّفۡعَلَ فِىۡۤ اَمۡوَالِنَا: سے ناپ تول میں کمی ترک نہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ آیت میں اَلصَّلٰوةُ: سے مراد دین ہے، معنی ہے: کیا تمہارا دین تمہیں ان امور کا حکم دیتا ہے؟ دین پر اَلصَّلٰوةُ: کا اطلاق کیا گیا ہے چوں کہ نماز دین کا نمایاں رکن اور شعار ہے۔

---
[1] القرطبی ۹/ ۸۳

قوم کا حضرت شعیب علیہ السلام سے استہزا اور حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب

روایت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام بہت زیادہ نماز پڑھتے تھے، جب قوم کے لوگ انہیں نماز پڑھتے دیکھتے ان پر پھبتیاں کستے اور مذاق اڑاتے۔ چنانچہ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ: سے مذاق اڑایا، یہ ایسا ہی ہے جیسے تم کسی نیم پاگل شخص کو کتابوں کا مطالعہ کرتے دیکھو اور پھر وہ کوئی بے وقوفی کی بات کرے، تم کہو: کیا یہ بات ان کتابوں کے مطالعہ کا ماحصل ہے۔[1] اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ: بے شک تم عقل مند ہو بردباری اور رُشد سے متصف ہو۔ طبری کہتے ہیں: اللہ کے دشمنوں نے یہ بات اشہزا اور مذاق اڑانے کے طور پر کہی، گویا اس کلام سے وہ بد بخت حضرت شعیب علیہ السلام کو بے وقوف اور جاہل قرار دے رہے تھے۔ (نعوذ باللہ) قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ: قوم کے لوگوں سے حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح برہان پر قائم ہوں۔ برہان سے مراد ہدایت و نبوت ہے۔ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا: مجھے اللہ نے حلال مال عطا کیا ہے۔ آپ علیہ السلام کثیر المال تھے۔ زمخشری کہتے ہیں: جواب شرط محذوف ہے اور اس پر معنی دلالت کرتا ہے۔ یعنی مجھے بتاؤ اگر میں واضح حجت اور دلیل پر قائم ہوں اور یقین پر ہوں اور میں حقیقت میں پیغمبر ہوں تو کیا میرے لیے صحیح ہے کہ میں تمہیں بتوں کی عبادت کے ترک کرنے کا حکم نہ دوں اور معاصی سے باز رہنے کا حکم نہ دوں؟ جب کہ انبیا کو تو اسی لیے مبعوث کیا جاتا ہے۔

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ: ...... میں تمہیں جس چیز کا حکم دیتا ہوں اور جس چیز سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہوں اور جس چیز کا بھی حکم دیتا ہوں میں اپنے آپ کو بھی اس چیز سے باز رکھتا ہوں۔ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ: میں تمہیں جس چیز کا حکم دیتا ہوں اور جس چیز سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہوں اور جس چیز کا بھی حکم دیتا ہوں اس سے حسب استطاعت تمہاری اصلاح اور تمہارے معاملات کی اصلاح ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ: خیر و بھلائی کی توفیق صرف اللہ تعالیٰ کی تائید اور معاونت سے حاصل ہوتی ہے۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ: میں اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں اور میں توبہ کرکے اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ: اے میری قوم! میری دشمنی اور عداوت تمہیں کہیں اس انجام تک نہ پہنچادے۔ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ: کہ تم پر وہ عذاب نازل ہوجائے جو قوم نوح پر نازل ہوا یعنی طوفان میں غرق ہونا، یا جیسے قوم ہود پر عذاب آیا یعنی تند و تیز آندھی یا جیسے قوم صالح پر بھونچال کا عذاب آیا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی ہے: تمہیں میری مخالفت ترک ایمان پر نہ ابھارے، ورنہ تم اس مصیبت میں پڑ جاؤ گے جس میں دوسرے کفار پڑے ہیں۔[2] وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ: اور قوم لوط کے ظالموں کی بستی تو تم سے دور نہیں، بھلا تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے؟ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ: تمام گناہوں کی بخشش اپنے رب سے مانگو۔ پھر سچی توبہ کرکے اس کی طرف رجوع کرو۔ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ بڑی رحمت والا ہے، جو شخص اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔

قوم شعیب علیہ السلام کی ہٹ دھرمی اور اس کا جواب

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ: ...... استہزا و تحقیر کے طور پر قوم کے لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا: جو باتیں تم ہمارے ساتھ کرتے ہو ان میں سے اکثر ہم نہیں سمجھتے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: قوم کے لوگوں نے شعیب علیہ السلام کے کلام جو مواعظ، حکم، علوم و معارف پر مشتمل تھا کو لایعنی اور ہذیان کے قبیل سے قرار دے دیا جس کا معنی سمجھ نہ آتا ہو، جب کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام خطیب الانبیا تھے۔[3] وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا: تمہیں ہمارے درمیان کوئی قوت اور عزت حاصل نہیں ہے۔ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ: اگر تمہاری جماعت نہ ہوتی ہم تمہیں پتھر مار مار کر قتل کردیتے۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ: تم ہمارے نزدیک مکرم و محترم نہیں ہو کہ ہم تمہیں رجم کرنے سے باز رہیں۔

---

[1] تفسیر الرازی ۱۸ / ۴۲ [2] القرطبی ۹ / ۹۰ [3] روح المعانی ۱۲ / ۱۴۳

قوم شعیب علیہ السلام کو زجر توبیخ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ:...... اس میں قوم کے لوگوں کے لیے توبیخ ہے یعنی کیا تم مجھے میری قوم کی وجہ سے چھوڑتے ہو اور رب تعالیٰ کی عظمت وجلال کی خاطر نہیں چھوڑتے۔ کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ عزت مند ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: شعیب علیہ السلام کی قوم وجماعت قوم کے لوگوں کے نزدیک اللہ سے زیادہ معزز تھی۔ نعوذ باللہ من ذالك [1] وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا: تم اللہ کو پس پشت ڈال رہے ہو، اللہ کی اطاعت نہیں کرتے اور اس کی تعظیم بھی نہیں کرتے، طبری کہتے ہیں: یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی دوسرے کی حاجت پوری نہ کرتا ہو اس سے کہا جائے اس نے فلاں کی حاجت پس پشت ڈال دی یعنی چھوڑ دی اور اس کی طرف توجہ ہی نہیں دی۔ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہارے برے اعمال کا احاطہ کیا ہوا ہے، ان کا تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔

قوم کو دھمکی اور تہدید

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ:...... اس میں شدید دھمکی دی جا رہی ہے یعنی تم اپنے طریقے کے مطابق اعمال کرو میں اپنے طریقے کے مطابق اعمال کرتا ہوں، گویا کہا جا رہا ہے کہ تم کفر وعداوت پر قائم رہو اور میں اسلام پر قائم رہوں گا۔ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ: تم عنقریب جان لوگے کہ ذلیل ورسوا کرنے والا عذاب کس پر آئے گا۔ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ: اور تم جان لوگے کہ کون جھوٹا ہے۔ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ: اپنے انجام کا انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا: جب ان کفار کے ہلاک کرنے کے بارے میں ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب اور ان کے ساتھ مؤمنین کو نجات دے دی، یہ نجات ہماری رحمت عظیمہ کی بدولت تھی۔ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ: اور ان ظالموں کو چنگھاڑ کے عذاب نے آن لیا۔ قرطبی کہتے ہیں: جبرئیل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری جس کی دہشت سے ان کی ارواح ابدان سے نکل گئیں۔ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ: اور وہ مردہ ہو کر اپنے گھروں میں اوندھے ہو گئے ان میں حس وحرکت باقی نہ رہی۔ ابن کثیر کہتے ہیں: قوم شعیب پر اس سورت میں صیحہ (چنگھاڑ) کا ذکر کیا، سورت اعراف میں "رجفہ" بھونچال کا ذکر ہے، سورت الشعراء میں "عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّة" کا ذکر ہوا، حالاں کہ یہ ایک ہی قوم تھی، چنانچہ عذاب کے دن ان پر مختلف انواع کا عذاب آیا اور ہر جگہ سیاق کے مناسب عذاب کا ذکر ہوا۔ [2] كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا: گویا وہ اپنے دیار میں بسے اور آباد ہوئے ہی نہیں۔ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ: طبری کہتے ہیں: آگاہ رہو! اللہ نے اہل مدین کو اپنی رحمت سے دور کیا اور ان پر عذاب نازل کیا جیسے ان سے پہلے قوم ثمود پر عذاب نازل کر کے انہیں رحمت سے دور کیا۔ [3]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واضح دلائل اور معجزات کے ساتھ بعثت

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ:...... یہ ساتواں قصہ ہے اور اس سورت میں مذکورہ قصص میں سے آخری قصہ ہے، معنی ہے: ہم نے موسیٰ کو شرائع، احکام اور خدائی ذمہ داریوں کے ساتھ بھیجا اور واضح معجزات کے ساتھ ان کی تائید کی جیسے عصا ید بیضاء وغیرھا۔ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ: فرعون اور اس کی قوم کے اشراف کی طرف موسیٰ علیہ السلام بھیجے۔ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ: فرعون کے معاملے میں راست بازی نہیں تھی چوں کہ اس کا معاملہ رشد وہدایت والا نہیں تھا بلکہ وہ نری جہالت اور گمراہی تھا۔ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے دوزخ کی طرف جا رہا ہوگا جیسے دنیا میں قوم کے آگے آگے رہا کرتا تھا۔ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ: اور وہ انہیں دوزخ کی آگ میں داخل کر دے گا۔ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ: اور دوزخ کی آگ بہت برا گھاٹ ہے جس میں وہ داخل ہوں گے۔ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً: اللہ نے انہیں دنیا میں جو عذاب دیا اس کے ساتھ ساتھ دنیا میں ان کے پیچھے لعنت بھی لگا دی۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ: اور قیامت کے دن ان کے پیچھے دوسری لعنت

---

[1] الطبری ۱۲/۱۰۶ [2] المختصر ۲/۲۳۱ [3] الطبری ۱۲/۹

کردی جائے گی۔بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ: یہ کسی کو دیا جانے والا بدترین صلہ ہے، اس سے مراد دونوں جہانوں میں لعنت کا ہونا ہے۔

بلاغت: ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ:...... میں محسنات بدیعیہ میں سے طباق ہے۔جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ: عذاب سے کنایہ ہے۔اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ: استفہام برائے تعجب ہے۔اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ: شریف رضی کہتے ہیں: یہ استعارہ ہے اس سے مراد لوط علیہ السلام کی قوم اور قبیلہ ہے۔قوم کو رکن (سہارا) قرار دیا چوں کہ انسان قبیلے کا سہارا لیتا ہے جیسے عمارت مضبوط بنیاد کا سہارا لیتی ہے۔"لو" کا جواب محذوف ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہے: لحلت بینکم وبین ما هممتم به من الفساد. حذف یہاں ابلغ ہے۔عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ: میں مجاز عقلی ہے، یوم کے لیے احاطہ کا اسناد کیا گیا ہے جب کہ یوم جسم نہیں ہے، البتہ اس اعتبار سے کہ عذاب اس دن واقع ہوگا گویا یہ زمانہ کے لیے اسناد ہے۔ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا: میں استعارہ تمثیلیہ ہے جیسے کوئی چیز پس پشت ڈال دی جائے اور اس کی طرف چنداں توجہ نہ دی جائے۔فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ: میں استعارہ مکنیہ ہے چوں کہ اصل میں ''ورود'' پانی کے اوپر جانا ہے، چنانچہ دوزخ کی آگ کو گھاٹ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، مشبہ بہ حذف کر دیا گیا اور اس کے لوازم ذکر کر دیے گئے اور وہ ''ورود'' ہے۔اور فرعون کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو واردین کے آگے آگے جا رہا ہو۔اور وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ: ماقبل مضمون کی تاکید ہے۔چوں کہ گھاٹ پر آدمی پیاس بجھانے کے لیے آتا ہے اور کلیجہ ٹھنڈا کرنے کے لیے آتا ہے جب کہ آگ کے پاس جانے سے پیاس میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہے بلکہ کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔(آتش جہنم سے اللہ کی پناہ)

سابقہ اقوام کے قصص سے عبرتیں اور نتیجہ

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ
تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ
اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ
رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ
ع اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى
الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ
مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ
وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ

النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ
الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا
قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ
لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ
مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ
الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾
وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ
وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع ۱۰

ترجمہ:...... یہ بستیوں کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں ان میں سے بعض بستیاں قائم ہیں اور بعض بالکل ختم ہوگئیں۔ ﴿۱۰۰﴾ اور ہم
نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، ان کے معبودوں نے جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ جب
آپ کے رب کا حکم آگیا اور انہوں نے ہلاکت کے علاوہ کسی چیز میں اضافہ نہیں کیا۔ ﴿۱۰۱﴾ اور آپ کے رب کا پکڑنا اسی طرح ہے جب وہ بستیوں کو
پکڑتا ہے جبکہ وہ ظالم ہوں، بے شک اس کا پکڑنا دردناک ہے سخت ہے۔ ﴿۱۰۲﴾ بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جو آخرت کے عذاب
سے ڈرتا ہو۔ یہ ایسا دن ہوگا جس میں تمام آدمی جمع کیے جائیں گے اور یہ وہ دن ہوگا جو سب کی حاضری کا دن ہے ﴿۱۰۳﴾ اور ہم اسے مؤخر نہیں کر رہے
ہیں مگر تھوڑی سی مدت کے لیے ﴿۱۰۴﴾ جس وقت وہ دن آئے گا کوئی شخص اللہ کی اجازت کے بغیر بات نہ کر سکے گا سو ان میں شقی ہوں گے اور سعید ہوں
گے ﴿۱۰۵﴾ سو جو لوگ شقی ہوں گے وہ دوزخ میں ہوں گے اس میں ان کی چیخ و پکار ہوگی ﴿۱۰۶﴾ وہ اس میں ہمیشہ ٹھہرے رہیں گے جب تک کہ آسمان اور
زمین قائم رہیں اِلّا یہ کہ آپ کے رب کی مشیت ہو بے شک آپ کا رب جو کچھ چاہے پورے طور سے کر سکتا ہے ﴿۱۰۷﴾ اور لیکن وہ لوگ جو سعید ہوں
گے وہ جنت میں ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم رہیں اِلّا یہ کہ آپ کے رب کی مشیت ہو، یہ بخشش بھی منقطع نہ ہو
گی، ﴿۱۰۸﴾ سو اے مخاطب! جس چیز کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں تو اس کے بارے میں شک میں نہ پڑنا یہ لوگ اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جیسا کہ
پہلے ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے۔ اور ہم ان کو ان کا پورا پورا حصہ دے دیں گے جس میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔ ﴿۱۰۹﴾ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو
کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر اللہ کی طرف سے ایک بات طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور بلاشبہ وہ لوگ
شک میں پڑے ہوئے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے۔ ﴿۱۱۰﴾ اور بے شک جتنے لوگ ہیں آپ کا رب انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دے گا
بے شک وہ ان کے اعمال سے باخبر ہے، ﴿۱۱۱﴾ سو آپ استقامت پر رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور جو لوگ توبہ کر کے آپ کے ساتھی ہیں وہ بھی
استقامت پر رہیں، اور حد سے آگے نہ بڑھو بے شک وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے ﴿۱۱۲﴾ اور ان لوگوں کی طرف مت جھکو جنہوں نے ظلم کیا ایسا کرو
گے تو تمہیں آگ پکڑ لے گی اور تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں، پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی، ﴿۱۱۳﴾ اور دن کے دونوں طرفوں میں اور رات

کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجیے بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہے۔ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے ۱۱۴ اور آپ صبر کیجیے کیونکہ اس میں شک نہیں کہ اللہ اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ ۱۱۵ سو جو امتیں تم سے پہلے گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے روکتے بجز چند آدمیوں کے جن کو ہم نے عذاب سے بچالیا، اور جن لوگوں نے ظلم کی راہ اختیار کی وہ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جس میں وہ تھے اور یہ لوگ مجرم تھے ۱۱۶ اور آپ کا رب ایسا نہیں ہے، جو بستیوں کو بطور ظلم کے ہلاک فرمادے حالانکہ ان کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہوں ۱۱۷ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا اور وہ برابر اختلاف میں رہیں گے ۱۱۸ مگر جس پر آپ کا رب رحم فرمائے اور اللہ نے انہیں اسی لیے پیدا فرمایا اور آپ کے رب کی بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں جماعتوں سے بھر دوں گا۔ ۱۱۹ اور رسولوں کے قصوں میں سے یہ قصے ہم ایسے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس حق آ گیا ہے اور اہل ایمان کے لیے نصیحت ہے ۱۲۰ اور آپ لوگوں سے فرمادیجیے جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔ ۱۲۱ اور تم انتظار کرو ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں، ۱۲۲ اور اللہ ہی کی لیے آسمان کی اور زمین کی غیب کی چیزوں کا علم ہے، اور اسی کی طرف تمام امور جمع ہوں گے، سو آپ اس کی عبادت کریں اور اس پر توکل کریں اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔ ۱۲۳

ماقبل سے ربط و تعارف:...... اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے قصص ذکر کیے اور ان کی امم پر آنے والے عذاب کا تذکرہ کیا، اب ان آیات میں ان قصص سے کشید کردہ عبرتوں کا تذکرہ ہے، چنانچہ عبرت یہ ہے کہ مکذبین پر عذاب آنے اور ان سے انتقام لینے پر یہ قصص شاہد عدل ہیں، ان قصص سے یہ نتیجہ بھی کشید ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیا اور انبیا کی مدد کرتا ہے۔ ان آیات میں روز قیامت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ دو جماعتوں میں بٹ جائیں گے: نیک بخت اور بد بخت، سورت کے اختتام پر رسول کریم ﷺ کو اذیت پر صبر کرنے اور اللہ پر بھروسہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

لغات: حَصِيْدٌ: استیصال شدہ چیز جیسے کٹی ہوئی فصل۔ تَتْبِيْبٍ: التباب ہلاکت، خسارہ، لبید شاعر کہتا ہے:

فلقد بلیت و کل صاحب جدة ــــ لبلی یعود وذاکم التتبیب

مجھ پر آزمائش آئی ہے اور ہر صاحب شرف پر آزمائش آتی ہے لیکن جب تمہارے اوپر کوئی آزمائش آتی ہے وہ تمہاری ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔ زَفِيْرٌ: ہانپنا، زیادہ تیز چلنے کی وجہ سے لمبے لمبے سانس لینا۔ شَهِيْقٌ: سانس باہر نکالنا۔ لیث کہتے ہیں: شدید غم کے عالم میں آدمی کا اپنے سینے کو سانس سے بھرنا زفیر ہے۔ اور شدت سے سانس باہر نکالنا شَهِيْقٌ ہے۔ بعض اہل لغت کا قول ہے کہ گدھے کی ابتدائی آواز زفیر کہلاتی ہے اور آخری آواز شَهِيْقٌ۔ مَجْذُوْذٍ: مقطوع، کٹا ہوا۔ تَرْكَنُوْٓا: الرکون سے مضارع ہے، کسی چیز کی طرف مائل ہونا۔ زُلَفًا: الزلف: زلفة کی جمع ہے رات کا ایک حصہ، ثعلب کہتے ہیں: رات کی اول گھڑیاں، اس کا اصل "الزلفی" ہے اس کا معنی قریب ہے۔ اُتْرِفُوْا: الترف: اترانا، زیادہ نعمتوں کی وجہ سے حیران ہونا، عیش کوشی۔ مِرْيَةٍ: شک، ریب۔

شان نزول:...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں مدینہ کے مضافات میں ایک عورت کے ساتھ الجھ گیا، میں نے اس کا بوسہ لیا اور زنا نہیں کیا: میں آپ کے سامنے ہوں، آپ میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارا پردہ رکھا، کاش! تم بھی اپنا پردہ رکھتے۔ تاہم رسول کریم ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، وہ شخص چلا گیا، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّـيِّاٰتِ: آپ ﷺ نے اس کے پیچھے ایک آدمی بھیجا، وہ اس کو بلا لایا، آپ ﷺ نے یہ آیت اسے پڑھ کر سنائی۔[1]

[1] القرطبی ۹/۱۱۱

تفسیر: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ: ...... یہ قصص دراصل مختلف بستیوں کی خبریں ہیں جن کے رہنے والوں کو کفر اور تکذیب کے بسبب ہم نے ہلاک کر دیا۔ اے محمد! یہ خبریں ہم نے مختلف قصص کی صورت میں بذریعہ وحی تم سے بیان کی ہیں۔ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ: ان بستیوں میں سے بعض بستیاں آباد تھیں، ان کے آباد کار تو ہلاک ہو گئے لیکن ان کی عمارتیں باقی رہیں، ان میں سے بعض بستیاں آباد کاروں سمیت کھنڈرات میں بدل گئیں، ان کے آثار باقی نہ رہے جیسے کٹی ہوئی فصل کے اثرات باقی نہیں رہتے۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ: ہم نے انہیں ہلاک کر کے ظلم نہیں کیا کہ وہ بے گناہ مارے گئے، لیکن انہوں نے کفر و معصیت کا راستہ اختیار کر کے اپنے اوپر ظلم کیا اور یوں وہ اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ: جن معبودان کی وہ عبادت کرتے تھے ان کا انہیں کوئی نفع نہ ہوا اور نہ ہی وہ اللہ کے عذاب کے آگے ان کا دفاع کر سکے۔ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ: جب ان منکرین کو عذاب میں ہلاک کرنے کے متعلق اللہ کا حکم آ چکا۔ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ: ان کے خداؤں نے ان کے خسارہ، تباہی اور ہلاکت ہی میں اضافہ کیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ: جیسے اللہ تعالیٰ نے اور مذکور بستیوں کے رہنے والے مکذبین ظالمین کو ہلاک کیا اور انہیں گرفت میں لیا اسی طرح اللہ تعالیٰ ظالم و فاجر لوگوں کو عذاب میں گرفتار کرتا ہے، علامہ آلوسی کہتے ہیں: اس آیت میں ظالم کو ڈر سنایا گیا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے اور اسے پکڑتا ہے تو وہ اللہ کی گرفت سے نکل نہیں پاتا۔[1] اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ: اللہ کا عذاب دردناک اور شدید تر ہے، یہ تہدید اور وعید (دھمکی) میں مبالغہ ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ: ان قصص اور خبروں میں اس شخص کے لیے نصیحت اور عبرت ہے جو اللہ کے عذاب اور آخرت کے عقاب سے ڈرتا ہو۔ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ: اس دن مخلوقات حساب اور ثواب و عقاب کے لیے جمع کی جائے گی۔ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ: اس دن اہل آسمان، اہل ارض، اگلے پچھلے سب لوگ حاضر کیے جائیں گے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، نیک و بد سب حاضر کیے جائیں گے۔[2] وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ: اور ہم نے یہ قیامت کا دن متعین وقت تک مؤخر کیا ہوا ہے جس کا فیصلہ اللہ نے کر دیا ہے، اس متعین وقت میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔

میدان حشر میں دو جماعتیں

يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ: ...... جب یہ ہیبت ناک دن آئے گا اس دن اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کلام نہیں کر سکے گا۔ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ: میدان حشر میں جمع لوگوں میں سے کچھ لوگ بدحال ہوں گے اور کچھ خوشحال۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ایک فریق جنت میں اور ایک جہنم میں

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ: ...... یعنی ایک جماعت جنت میں جائے گی اور ایک جماعت دوزخ میں۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ: رہی بات ان لوگوں کی جو بدحال ہوں گے اور ان کی بدحالی کا فیصلہ ہو چکا ہو گا وہ دوزخ کی آگ میں رہیں گے، شدت کرب کی وجہ سے ان کے سانس نکلنے کی جدا خوفناک آواز ہو گی اور سانس لینے کی بھی آواز ہو گی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں: جہنم میں ان کی چیخ و پکار کو گدھوں کی آواز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، طبری نے قتادہ سے روایت نقل کی ہے کہ دوزخ میں کافر کی آواز گدھے کی سی ہو گی، چنانچہ گدھے کی ابتدائی آواز کو زفیر کہتے ہیں اور انتہائی آواز کو شھیق۔[3] خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ: کفار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین رہیں گے۔ آیت میں اہل عرب کے محاورے کو مدنظر رکھا گیا ہے، چنانچہ جب عرب کسی چیز کے دوام کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہتے ہیں: جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔ یعنی یہ چیز ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اہل زبان کے عرف میں محاورہ استعمال کیا ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: جب تک آسمان آسمان ہے اور زمین زمین ہے یعنی کفار ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔[4]

---

[1] روح المعانی ۱۲/ ۱۳۷ [2] القرطبی ۹/ ۹۶ [3] الطبری ۱۲/ ۱۱۷ [4] الطبری ۱۲/ ۱۱۷

زمخشری کہتے ہیں: اس میں دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ آسمان وزمین سے مراد آخرت کا آسمان اور زمین ہے اور وہ ابدالآباد کے لیے مخلوق ہیں۔ دوم یہ ہمیشہ ہمیشہ سے عبارت ہے۔ اور انقطاع کی نفی ہے۔[1] اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ: اہل توحید کا استثناء ہو رہا ہے، چوں کہ لفظ "شَقُوا" میں عموم ہے اس میں کفار اور گناہگار شامل ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بدحالوں میں سے گناہگار مؤمنین کا استثناء کیا ہے۔ چنانچہ گناہگار دوزخ کی آگ میں پاک کیے جائیں گے اور پھر سید المرسلین ﷺ کی شفاعت پر جنت میں داخل کیے جائیں گے، ان سے کہا جائے گا۔ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ یعنی خوش خوش جنت میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ: اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جس پر چاہے رحم کرے جیسے چاہے عذاب دے، اس کے حکم اور فیصلے کو رد نہیں کیا جا سکتا، وہ مختار کل ہے۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ: یہ دوسرے فریق کے حال کا بیان ہے یعنی خوش حال لوگوں کا۔ اے اللہ! ہمیں ان میں شامل کر دے۔ (آمین)

رہی بات نیکوکار خوشحالوں کی سو وہ جنت میں رہیں گے، وہاں سے کبھی بھی باہر نہیں نکالے جائیں گے جب تک کہ آسمان وزمین قائم ہیں یا جب تک جنت کے آسمان اور جنت کی زمین قائم ہے رب تعالیٰ کی مشیت کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ وہ دائماً جنت میں رہیں۔ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ: یہ ایسی عطا ہوگی جو کبھی ختم نہیں ہوگی، بلکہ غیر منتہی مدت تک ہوگی۔ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ: ان مشرکین کی عبادت کے متعلق شک نہ کرو کہ ان کی عبادت نری گمراہی ہے، ان کے فساد دین میں کوئی شک نہیں۔ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ: یہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے پیچھے چلتے ہیں اور بلا حجت ان کی تقلید کیے جا رہے ہیں، اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے اور مشرکین سے انتقام لینے کی خبر دی جا رہی ہے چوں کہ ان مشرکین کی حالت ایسی ہے جیسی پہلے گمراہ اور مکذبین کی تھی۔ آپ کو خبر پہنچ چکی ہے کہ ان کے اسلاف پر جو عذاب نازل ہوا اس جیسا عذاب عنقریب ان پر بھی نازل ہوگا۔ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ: ہم انہیں پورا پورا بدلہ دیں گے، اس میں کمی نہیں ہوگی یہ بدلہ عذاب کی صورت میں ہوگا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ان کے لیے خیر وشر جو مقدر میں لکھ دی گئی۔

خیر وشر کے اختلاف کی حکمت

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ:...... طبری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مشرکین کی تکذیب پر تسلی دی ہے یعنی اے محمد: ان مشرکین کی تکذیب تمہیں غمزدہ نہ کرے، ہم نے موسیٰ کو تورات دی جیسے تمہیں فرقان عطا کیا، چنانچہ تورات میں اختلاف کر دیا گیا وہ اس طرح کہ بعض لوگوں نے اس کی تکذیب کر دی اور بعض نے تصدیق کی، جیسے تمہاری قوم نے کیا ہے۔[2] وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ: اگر حساب وجزا کے بارے میں اللہ کا فیصلہ تا روز قیامت مؤخر نہ کر دیا گیا ہوتا تو دنیا ہی میں ان کفار کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، نیکوکار کو اس کی نیکی اور اچھائی کا بدلہ دے دیا جاتا اور برائی کرنے والے کو اس کی برائی کا بدلہ دے دیا جاتا لیکن تقدیر میں جزا کے حساب کا فیصلہ تا روز قیامت مؤخر کر دیا گیا ہے۔ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ: تمہاری قوم کے کفار اس قرآن کے بارے شک میں پڑے ہوئے ہیں، چنانچہ وہ نہیں جانتے کہ آیا یہ حق ہے یا باطل۔ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ: مؤمنین اور کفار میں سے سب ہی جب اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے اور عنقریب تمہارا رب ان کے اعمال کا بدلہ آخرت میں دے گا۔

اوامر پر استقامت کا حکم

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ:...... اے محمد! اللہ کے حکم پر قائم رہو، استقامت پر ثبات اور دوام رکھو جیسے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ: شرک وکفر سے جس نے توبہ کی اور تمہارے ساتھ ایمان لایا۔ وَلَا تَطْغَوْا: محارم کے ارتکاب سے حدود اللہ کو تجاوز نہ کرو۔ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر مطلع ہے، ان اعمال کا تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ: ظالم

---

[1] الکشاف ۲/ ۴۳ [2] الطبری ۱۲/ ۱۲۳

لوگوں اور حکمرانوں کی طرف مائل نہ ہو چوں کہ یہ فاسق و فاجر ہیں، میلان کرنے پر دوزخ کی آگ تمہارا مقدر بن جائے گی۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "الرکون" کا معنی ہے معمولی میلان کرنا۔ یعنی ظالموں کی طرف معمولی میلان بھی نہ کرو ورنہ دوزخ کی آگ میں پہنچ جاؤ گے۔ اندازہ کیجیے جب اہل ظلم کی طرف معمولی میلان بھی برداشت نہیں تو کلی طور پر ظالموں کا ساتھ دینے اور کھلے میلان کا کیا عالم ہوگا۔[1] وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ: کوئی ایسا نہیں جو تمہیں اللہ کے عذاب سے بچائے اور پھر تم اس مصیبت پر کسی مددگار کو نہیں پاؤ گے۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت اہل کفر و اہل معصیت کو چھوڑ دینے پر دلالت کرتی ہے چوں کہ ان کی صحبت کفر و معصیت ہے کیوں کہ صحبت کا دار و مدار محبت "مودت" پر ہے، ہاں البتہ اضطراری حالت میں ظالم کی صحبت مستثنیٰ ہے۔[2]

فرض نمازوں کے اوقات

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ:...... فرض نماز کامل طریقے سے دن کے اول اور آخر حصے میں قائم کرو، مراد صبح اور عصر کی نمازیں ہیں چوں کہ دن کے دو اطراف میں یہی نمازیں آتی ہیں۔[3] وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ: اور رات میں دن کے قریب گھڑیوں میں نماز قائم کرو، اس سے مراد مغرب و عشا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ: اعمال صالحہ جن میں نماز پنجگانہ بھی ہے صغیرہ گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں، چنانچہ حدیث ہے: پانچ نمازیں درمیانی وقتوں میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ کبائر سے بچا جائے۔ مفسرین کہتے ہیں: حسنات سے مراد نماز پنجگانہ ہے مفسرین نے اپنے قول پر شان نزول سے استدلال کیا ہے اور یہ جمہور کا قول ہے۔ بظاہر اس سے مراد عموم ہے، اور عموم ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا مختار قول ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں: اچھائیاں اور نیکیاں گزشتہ گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔ جب مسلمان کوئی گناہ کر بیٹھے اور پھر وہ دو رکعتیں پڑھے الا یہ کہ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔[4]

نماز کے فوائد

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ:...... اوپر نماز پر استقامت اور محافظت کا جو ذکر ہوا اس میں نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے اور رہنمائی و ہدایت لینے والوں کے لیے ہدایت ہے۔ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ: اے محمد! آپ کو مشرکین کی طرف سے جن اذیتوں اور ناگواریوں کا سامنا ہے ان پر صبر کیجیے، اللہ آپ کے ساتھ ہے اور وہ نیکوکاروں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتا۔ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ: تم سے پہلے گزشتہ امتوں میں اہل عقل، اہل فضل اور اچھے لوگوں کی کوئی جماعت کیوں نہ ہوئی جو شریر لوگوں کو زمین میں فساد پھیلانے سے منع کرتی۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ: یہ استثنا منقطع ہے، یعنی ہاں البتہ ان میں سے تھوڑے ہی لوگ ہوئے جو فساد سے اشرار کو منع کرتے تھے اور انہوں نے نجات پائی، بحر میں لکھا ہے: آیت میں کلمہ "لَوْلَا" برائے تحضیض ہے۔ جس میں تاسف کا معنی پایا جاتا ہے جیسے "يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ" دراصل سابقہ امتوں پر تاسف کیا جا رہا ہے کہ وہ دفع فساد کے لیے تیار نہیں ہوئیں جیسے قوم نوح، عاد، ثمود اور جو اوپر مذکور ہوئیں۔[5]

وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ:...... یہ ظالم لوگ اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے رہے اور عیش و عشرت اور لذات کے پیچھے پڑے رہے اور اسی عیش کوشی کو آخرت پر ترجیح دی۔ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ: اور یہ لوگ ارتکاب جرائم پر مصر رہے۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ: اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاری نہیں ہوئی کہ بستیوں میں رہنے والوں کو ہلاک کر دے درحالیکہ وہ نیک اعمال کرتے ہیں، چوں کہ اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔ اللہ نے ان بستیوں کو ان کے کفر اور معصیت کی وجہ سے تباہ کیا ہے۔ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اگر اللہ چاہے تمام لوگوں کو ملت اسلام کے مطابق مؤمن اور ہدایت یافتہ بنا دے لیکن اللہ تعالیٰ ایسا حکمت کی بنا پر کر رہا ہے۔

---

[1] البیضاوی ۲۵۸ [2] القرطبی ۹/ ۱۰۸ [3] عصر کا وقت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسی آیت سے مستفاد ہے۔ [4] المختصر ۲/ ۲۳۵ [5] البحر ۵/ ۲۷۱

وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ:...... اور یہ لوگ برابر مختلف ادیان پر رہیں گے اور مختلف ملل میں بٹے رہیں گے، یہودی، نصرانی، مجوسی ہوں گے ہاں البتہ کچھ ایسے لوگ جو ہدایت پر رہیں گے اور وہ اہل حق ہیں۔ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ: لام برائے عاقبت ہے، اللہ نے انہیں اس لیے پیدا کیا تا کہ انجام کار وہ مختلف ہوں، کوئی بدحال ہو اور کوئی خوشحال۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی ہے: بدحالی اور خوش حالی کے مختلف ہونے کے لیے انہیں پیدا کیا، ایک جماعت جنت میں اور ایک جماعت دوزخ میں۔[1] وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ: اللہ کی وہ بات پوری ہوگی اور اس کا وہ فیصلہ نافذ ہو چکا کہ جہنم کو کافر و فاسق جنات اور انسانوں سے بھر دے گا۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: یہ جملہ معنی قسم کو متضمن ہے اسی لیے لَاَمْلَئَنَّ میں لام لایا گیا ہے، گویا جملہ یوں ہے: وَاللّٰهِ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ...... الخ یعنی اللہ کی قسم! میں جہنم کو شیطان کے متبعین انسانوں اور جنوں سے بھروں گا۔

سابقہ پیغمبروں کے واقعات سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ:...... اے محمد! سابقہ پیغمبروں کی جو خبریں ہم نے تمہیں سنائی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ تا کہ تم ادائے منصب رسالت پر ثابت قدم رہو اور تا کہ تمہارا دل مطمئن رہے اور تا کہ گزرے ہوئے پیغمبر تمہارے لیے نمونہ بنیں اور تم ان کے نقش قدم پر چلو اور صبر کرو جیسے انہوں نے صبر کیا ہے۔ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ: یہ خبریں جو ہم نے تمہیں سنائی ہیں ان میں یقینی اور سچی خبر ہے۔ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ: اور ان قصص میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نصیحت اور عبرت ہے۔ مؤمنین کا ذکر بالخصوص اس لیے کیا گیا ہے چوں کہ مواعظ قرآن سے وہی استفادہ کرتے ہیں۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ: جو لوگ دولت ایمان سے محروم ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ تم اپنے طریقے پر اعمال کرتے رہو اور ہم اپنے طریقے پر اعمال کرتے ہیں۔ امر بمعنی تہدید و وعید ہے۔ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ: یہ دوسری تہدید اور دھمکی ہے یعنی ہمیں جن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا ان کا تم انتظار کرو اور تمہارے اوپر اللہ کا جو عذاب نازل ہوگا ہم اس کا انتظار کرتے ہیں۔

آسمان وزمین کے غیب کا علم اللہ کے پاس ہے

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:...... آسمانوں اور زمین میں جو امور غائب و مخفی ہیں ان کا علم اللہ کے پاس ہے، یہ سب اللہ کے قبضہ وقدرت میں ہیں اور اس کے علم میں ہیں۔ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ: تمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے، چنانچہ اللہ نافرمان سے انتقام لے گا اور مطیع و فرمانبردار کو ثواب عطا فرمائے گا، آیت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے اور کفار کو دھمکی دی جارہی ہے۔ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ: یعنی صرف اپنے رب کی عبادت کرو، اپنے معاملات اسی کے سپرد کرو، اس کے سوا کسی پر اعتماد نہ کرو، سو جو شخص اس پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ: انسانوں کے اعمال اللہ پر مخفی نہیں ہیں۔ وہ ان کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

بلاغت: مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ:...... بستیوں کے بقیہ نشانات اور کھنڈرات کو کھڑی فصل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، بستیوں کے ہلاک شدگان اہال جن کا نشان ہی باقی نہ رہا ہو کو ایسی فصل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو درانتیوں کے ساتھ کاٹ دی گئی۔ یہ تشبیہ بطور استعارہ مکنیہ ہے۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ: میں طباق سلب ہے۔ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى: "اھل الْقُرٰی" سے مجاز ہے۔ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ: میں طباق ہے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا: میں لف نشر مرتب ہے۔ لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ: قضاو قدر سے کنایہ ہے۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ: میں طباق ہے۔ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ: میں جناس اشتقاق ہے۔

[1] الطبری ۱۲/ ۱۴۳

تنبیہ:......اہل جنت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں رہنا اور اہل دوزخ کا ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، آیت نمبر ۱۰۷ میں استثنا جو مشیت کے ساتھ کیا گیا ہے یہ استثنا اسلوب قرآن میں ثبوت و استمرار پر دلالت کے لیے استعمال کیا گیا ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ یہ امور اللہ کی مشیت کے ساتھ متعلق ہیں۔ وہ اگر چاہے تو ان میں تغیر بھی لا سکتا ہے، کوئی چیز بھی اس کی مشیت سے خارج نہیں، چنانچہ ایمان، کفر، خوشحالی بدحالی، خلود و خروج تمام امور رب تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ ہیں۔

فائدہ:......شہاب نے قرآنی بلاغت کے ایک لطیفے کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ یہ کہ خیر و بھلائی کے افعال کے لیے امر کا مفرد کا صیغہ لایا گیا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ اگرچہ اس میں عموم ہے جیسے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ، وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاصْبِرْ: اور امور منہیہ میں جمع کا صیغہ لایا گیا ہے جو امت کے لیے ہے جیسے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ کذا فی العنایۃ۔

سورت ہود کا ترجمہ اللہ کے فضل سے ۲ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۸/ اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعرات مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

سورۂ یوسف

ربط وتعارف:...... سورۂ یوسف ان مکی سورتوں میں سے ایک ہے جن میں انبیا کے قصص بیان کیے گئے ہیں، اس سورت کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں حضرت یوسف بن یعقوب کا پورا قصہ یکجا بیان کیا گیا ہے، اس میں حضرت یوسف علیہ السلام پر آنے والی آزمائشیں، مختلف نوعیتوں کے شدائد ومشکلات، بھائیوں کی بدسلوکی، عزیز مصر کے گھر میں آزمائش، جیل کی آزمائش، عورتوں کے اجلاس کی آزمائش وغیرھا بالآخر اللہ تعالیٰ کا تمام تنگیوں سے نجات دینے کا تذکرہ ہے گویا یہ پوری سورت قصۂ یوسف کے لیے مختص ہے۔ اس قصے سے مقصود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آمدہ شدائد ومشکلات پر تسلی دینا ہے۔

اس سورۂ کریمہ کا اسلوب الفاظ ادائے تعبیر میں بالکل جدا ہے، یہ سورت نفس میں اس طرح حلول کر جاتی ہے جیسے رگوں میں خون جاری ہوتا ہے اور دل میں اس طرح جاری رہتی ہے جیسے بدن میں روح، مکی سورتوں میں عموماً آگاہی، انذار، تہدید ووعید کا اسلوب اپنایا جاتا ہے لیکن یہ سورت اس اسلوب سے قدرے مختلف ہے، اس کا اسلوب تازہ وخوشگوار پُر از لطف، سلیس ورقیق، انس وہمدردی کی فضا سے لبریز، رأفت ودلجوئی سے پُر اور دل ودماغ پر سوز وگداز کا اثر چھوڑ جانے والا ہے۔ اسی لیے خالد بن معدان نے کہا ہے: سورۂ یوسف اور سورۂ مریم سے اہل جنت لطف اٹھائیں گے، عطاء کہتے ہیں: اگر غمزدہ انسان سورۂ یوسف سن لے تو اس سے اسے راحت ملتی ہے۔[1]

سورۂ یوسف سورۂ ہود کے بعد نازل ہوئی، یہ سورت ''عام الحزن'' میں نازل ہوئی، اس سال آپ کی زوجہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے غمخوار چچا ابو طالب نے وفات پائی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی مشکلات ودشواریوں میں اضافہ ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمزدہ اور پریشان رہتے اسی وجہ سے اس سال کو ''عام الحزن'' کہا جاتا ہے۔ گویا یہ سورۂ مبارکہ آپ کے لیے تسلی وغمخواری کی حیثیت رکھتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پُر آشوب زمانے میں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف دی جارہی تھیں، مسلمانوں کے لیے عجب وحشت کا سماں تھا، انہیں اجنبیت کا سامنا تھا، قریش نے مقاطعہ کر رکھا تھا، ان کڑے حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت آپ کو تسلی دینے کے لیے نازل فرمائی تاکہ آپ کے غم وحزن میں کمی واقع ہو اور پیغمبروں کے قصص سے غمخواری ہوجائے، گویا اللہ تعالیٰ نے غمخوارانہ انداز میں فرمایا:

اے محمد! اپنی قوم کی تکذیب پر غمزدہ نہ ہو، ان کی اذیتوں پر حزین نہ ہو، چوں کہ شدائد کے بعد آسودہ حالی ہوتی ہے، تنگی کے بعد آسانی آتی ہے، اپنے بھائی یوسف کو دیکھ کر اسے کن شدائد اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، بڑی بڑی آزمائشوں سے اسے پالا پڑا، بھائیوں کا حسد، ان کا مکر وفریب، کنویں کی آزمائش، عزیز مصر کی بیوی کی آزمائش، پھر اس کا مختلف حیلوں بہانوں سے ان کے پیچھے پل پڑنا، جیل کی کال کوٹھڑی میں قید وبند کی آزمائش وغیر ہذا اور پھر آسودہ حالی۔ چنانچہ دیکھو جب یوسف نے اذیتوں اور آزمائشوں پر صبر کیا اللہ نے انہیں خوش حالی کی طرف منتقل کردیا اور محلات میں منتقل کردیے حتیٰ کہ انہیں عزیز مصر بنادیا اور مصر کے خزانوں کا مالک بنادیا، وہ مصر میں سردار بن گئے اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی، میں اسی طرح اپنے دوستوں کے ساتھ کرتا ہوں، لہٰذا آزمائشوں پر صبر کے سوا چارۂ کار نہیں، اسی میں پیغمبروں کی اقتدا بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ صبر کرو جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔ (سورۃ الاحقاف، آیت ۳۵)

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٧﴾ (سورۃ النحل، آیت ۱۲۷)

اور اے پیغمبر! تم صبر سے کام لو، تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کفار پر صدمہ نہ کرو اور جو مکاریاں یہ لوگ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے تنگ دل نہ ہو۔

---

[1] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین

جیسے یہ سورت رسول کریم ﷺ کے لیے تسلی ہے ایسے ہی ان لوگوں کے لیے بھی طمانیت، راحت وتسلی ہے جو انبیا علیہم السلام کے نقش قدم پر چل رہے ہوں اور انہیں مشکلات، اذیت، مصیبت ملامت وبلاؤں کا سامنا ہو۔ چنانچہ تنگی کے بعد فراخی ہے، عسر کے بعد یسر ہے۔ سورت میں مختلف دروس، عبرتوں، مواعظ، اور نصائح کا ذکر ہے اور یہ سورت انبیا کے عجیب وغریب واقعات سے پُر ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ (سورہ ق، آیت ۳۷)

"اس میں ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جن کا دل ہو اور وہ غور سے سنتے ہوں دراں حالیکہ وہ حاضر باش ہو کر کان دھرے۔"

یہ اس سورت کا ماحصل ہے اور اس کے رموز واسرار ہیں، یہ سورت مدد ونصرت کے قریب ہونے کی بشارت دیتی ہے اور یہ بشارت اس شخص کے لیے ہے جو صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور انبیا علیہم السلام کے نقش قدم پر چلے اور مخلص داعین کی راہ پر چلے، یہ سورت دلوں کی تسلی ہے اور زخموں کا مرہم ہے، قرآن کریم میں مختلف مقامات پر قصص میں تکرار آیا ہے اس سے غرض نصیحت اور عبرت حاصل کرنا ہے، لیکن یہ تکرار ریجار کے ساتھ ہے جو توسع سے دور ہے تاکہ قصے کی مختلف نوعیتوں پر روشنی پڑ جائے اور اس کے گوشے مکمل ہوتے رہیں، نیز اکتاہٹ کے بغیر خبریں اور واقعات سننے کا شوق دلانا مقصود ہے۔ رہی بات سورۂ یوسف کی سو اس میں مختلف حلقے بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، لیکن قصہ یوسف میں تکرار نہیں پورے کا پورا صرف اسی سورت میں بیان کیا گیا ہے، تاکہ مجمل ومفصل کے اعتبار سے اعجاز قرآن کی طرف اشارہ ہو جائے جب کہ ایجاز واطناب کی دونوں حالتوں میں رب تعالیٰ کی شان جھلکتی ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ نے قرآن عظیم میں مختلف انبیا کے قصے ذکر کیے ہیں اور انہیں معنی واحد میں ذکر کیا ہے، ان کی وجوہ مختلف اور الفاظ متباین ہیں، اس سے بلاغت وبیان کے مختلف درجات نمایاں ہوتے ہیں، جب کہ قرآن مجید میں قصۂ یوسف کا تکرار نہیں چنانچہ مخالف کو مکرر کے معارضہ کی جسارت نہیں ہو سکتی، اور نہ ہی غیر مکرر کے معارضہ کی ہو سکتی ہے، اعجاز قرآن تامل کرنے والے کے لیے واضح ہے۔

سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ انبیا کے قصوں میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے۔

اٰیَاتُهَا ۱۱۱ (۱۲) سُوْرَةُ یُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ (۵۳) رُكُوْعَاتُهَا ۱۲

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ
عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾
اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾
قَالَ يٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ
مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى
اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶﴾ لَقَدْ ع
كَانَ فِیْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۷﴾ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا
وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ﴿۸﴾ ۚ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ

اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝۹ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ
غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۱۰ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى
يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝۱۱ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۱۲ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ
اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝۱۳ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ
عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝۱۴ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ
لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۵ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝۱۶ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا
الثلثة نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝۱۷
وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ
الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝۱۸ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى
هٰذَا غُلٰمٌ ۭ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ
ع ۲ ۱۲ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝۲۰ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى
اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ
الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۱ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ
حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۲۲

ترجمہ:......الٓرٰ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں ① بے شک ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی تاکہ تم سمجھو، ② ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعے سے ہم آپ سے سب سے اچھا قصہ بیان کرتے ہیں، اور اس سے پہلے آپ محض بے خبر تھے۔ ③ جبکہ یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے ابا! میں نے دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند اور سورج مجھے سجدہ کیے ہوئے ہیں ④ ان کے والد نے کہا کہ اے میرے چھوٹے بیٹے! تم اپنا خواب اپنے بھائیوں کو مت بتانا ورنہ وہ تمہارے لیے کوئی تدبیر کریں گے، بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ ⑤ اور تمہارا رب اسی طرح تمہیں منتخب فرمالے گا، اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور وہ تم پر اور یعقوب کی آل پر اپنی نعمت پوری فرمادے گا، جیسا کہ اس نے اپنی نعمت اس سے پہلے تمہارے دونوں دادوں ابراہیم اور اسحاق پر پوری فرما دی، بے شک آپ کا رب جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔ ⑥ بلاشبہ یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں سوال کرنے والوں کی لیے دلائل ہیں، ⑦ جبکہ ان کے بھائیوں نے یوں کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم سب مل کر پوری ایک جماعت ہیں، بلاشبہ ہمارے والد کھلی غلطی پر ہیں، ⑧ یوسف کو قتل کر دو یا اسے کسی زمین میں ڈال دو، ایسا کرنے سے تمہارے والد کا رخ تمہاری طرف ہوجائے گا اور اس کے بعد تم صلاح والے بن جاؤ گے، ⑨ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو تاکہ اس کو قافلے والوں میں سے کوئی مسافر

اٹھالے، اگر تم کو کرنا ہی۔ ⑩ کہنے لگے کہ اے ہمارے ابا! کیا بات ہے آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اطمینان نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں، ⑪ آپ اس کو کل ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تاکہ وہ ہمارے ساتھ کھائے اور کھیلے اور ہم اس کی پوری حفاظت کرنے والے ہیں۔ ⑫ یعقوب نے کہا کے بے شک مجھے یہ بات رنجیدہ کرتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اس کو بھیڑیا کھا جائے، ⑬ کہنے لگے کہ اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے اور ہماری پوری جماعت ہے تو ہم بالکل ہی خسارہ میں پڑنے والے ہو جائیں گے۔ ⑭ پھر جب یوسف کو لے گئے اور اس پر متفق ہو گئے کہ اسے اندھیرے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اس کے پاس وحی بھیج دی کہ تم ضرور انہیں یہ بات جتلاؤ گے اور وہ نہیں جانیں گے، ⑮ اور وہ لوگ شام کے وقت روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے، ⑯ کہنے لگے اے اباجی! بلاشبہ بات یہ کہ ہم سب آپس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لیے دوڑ لگانے میں مشغول ہو گئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا سو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں، ⑰ اور وہ اس کے کرتہ پر جھوٹا خون لے آئے، یعقوب نے کہا بلکہ بات یہ ہے کہ تمہارے نفسوں نے تمہیں ایک بات بنا کر دی ہے، سو میں صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا، اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ ⑱ اور ایک قافلہ آ گیا انہوں نے اپنا آدمی پانی لانے والے کو بھیجا اس نے اپنا ڈول ڈالا وہ کہنے لگا کیا ہی خوشی کی بات ہے کہ یہ ایک لڑکا ہے، اور انہوں نے اسے سامانِ تجارت بنا کر چھپا لیا اور اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں، ⑲ اور انہوں نے اسے معمولی سی قیمت پر بیچ دیا جو گنتی کے چند درہم تھے اور یہ لوگ اس سے بے رغبت تھے۔ ⑳ اور اہل مصر میں سے جس شخص نے یوسف کو خریدا تھا اس نے اپنی عورت سے کہا اسے عزت کے ساتھ رکھنا، ممکن ہے ہمارے کام آ جائے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔ اور اسی طرح ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں قوت دے دی اور تاکہ اسے خوابوں کی تعبیر دینا بتلا دیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے، ㉑ اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ ㉒

لغات: اَلْمُبِیْنِ:......ظاہر، واضح، جلی۔ اَلْقَصَصِ: یکے بعد دیگرے خبر کا آنا، لغت میں معنی متابعت ہے۔ اسی سے ہے۔ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ: یعنی اس کے پیچھے پیچھے جاؤ، یہاں "قصص" سے مراد وہ خبریں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کتاب عزیز میں بیان کی ہیں۔ اَلرُّءْیَا: حالت نیند میں دیکھنے کو رؤیا کہتے ہیں، بیداری کے عالم میں دیکھنے کو "رویہ" کہتے ہیں۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: نیند کی حالت میں دیکھنا "الرؤیا" ہے اور آنکھ سے دیکھنے کو "الرؤیة" کہتے ہیں اسی لیے متنبی سے خطا ہوئی ہے۔ ورؤیاك احلیٰ فی العیون من الغمض [1] یَجْتَبِیْكَ: الاجتباء منتخب کرنا۔ عُصْبَةٌ: جماعت۔ فراء کہتے ہیں: عصبہ کا اطلاق دس سے اوپر ہوتا ہے العصبة، والعصابة دس سے زائد۔ اطْرَحُوْهُ: الطرح: پھینکنا، ڈالنا۔ غَیٰبَتِ الْجُبِّ: کنویں کی گہرائی، چوں کہ اندھے کنویں کی گہرائی آنکھوں سے غائب ہوتی ہے۔ یَرْتَعْ: فراخی کے ساتھ مزے دار چیز کھانا۔ راغب کہتے ہیں: الرتع، حقیقت میں جو پایوں کے چرنے کو کہا جاتا ہے اور جب انسان زیادہ کھانا چاہے بطور استعارہ اس کا استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ خنساء رضی اللہ عنہا کا شعر ہے۔

ترتع ما رتعت حتّٰی اذا ادّکرت فانما ھی اقبال وادبار

جب تک گائے کا بچھڑا چرتا رہتا ہے وہ بھی چرتی رہتی ہے جوں ہی اسے اپنے بچھڑے کی یاد آتی ہے آگے اور پیچھے چلنے لگتی ہے۔

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے یہ مثال اپنے بھائی کے قتل پر بیان کی ہے۔ سَیَّارَةٌ: مسافر۔ سَوَّلَتْ: مزین کیا۔ وَارِدَهُمْ: الوارد: جو شخص قوم کو پانی پلانا چاہے اور کنویں سے نکال کر دے۔

شان نزول:......روایت ہے کہ یہودیوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قصہ یوسف، ان کے بھائیوں کے سلوک اور یعقوب علیہ السلام کی حالت زار کے متعلق سوال کیا تھا، ان کے سوال کے جواب میں یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔

تفسیر: الٓرٰ:......اعجاز قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ ان حروف اور ان جیسے حروف سے کتاب معجز کی آیات مرکب ہیں۔ [2] تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ:

---

[1] روح المعانی ۱۲/ ۱۷۹ [2] سورہ بقرہ کے شروع میں حروف مقطعات کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اے محمد! یہ آیات جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہیں بیان کے اعتبار سے معجز کتاب کی آیات ہیں، اس کے حجج اور براہین روشن ہیں اور معانی واضح ہیں جس کے حقائق میں تشابہ نہیں اور جس کے دقائق میں التباس نہیں۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا: ہم نے اس قرآن کو عرب کی زبان میں نازل کیا ہے اس حال میں کہ یہ عربی کتاب ہے جو ان عربی حروف سے مرکب ہے۔ لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ: تاکہ تم سمجھ جاؤ اور تمہیں ادراک ہو جائے کہ جس ذات نے ان عام کلمات سے اس معجز کتاب کو مرکب کیا ہے وہ بشر نہیں بلکہ وہ ذات معبود ہے اور قدرت والی ہے، اور یہ کلام وحی ہے جو تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ: اے محمد! ہم تمہیں پہلی امتوں کی خبریں سناتے ہیں جو خوبصورت کلام اور دلکش بیان میں ہوں گی۔ بِمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ: یہ معجز قرآن آپ کی طرف وحی کرنے کے ذریعے[1] وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ: حال اور شان یہ ہے کہ اس قرآن کے تمہاری طرف وحی کرنے سے پہلے تم اس قصہ سے بے خبر تھے، یہ قصہ تمہارے دل میں کھٹکا تک نہیں اور نہ تمہارے کانوں نے سنا، چوں کہ تم لکھے پڑھے نہیں ہو اور اُمّی ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اور برادران یوسف

اِذۡ قَالَ يُوۡسُفُ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ رَاَيۡتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا:...... اس آیت سے قصۂ یوسف کی ابتدا ہوا چاہتی ہے۔ یعنی وہ وقت یاد کرو جب یوسف نے اپنے والد یعقوب سے کہا: اے ابا جان! میں نے نیند میں عجیب خواب دیکھا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ میں نے آسمان کے گیارہ ستارے اپنے آگے سجدہ کرتے دیکھے ہیں۔ وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَاَيۡتُهُمۡ لِىۡ سٰجِدِيۡنَ: اور میں نے خواب میں ستاروں کے ساتھ سورج اور چاند کو بھی سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ خواب وحی ہے۔[2] مفسرین کہتے ہیں: گیارہ ستارے یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں اور سورج و چاند ان کے والدین ہیں، اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ۱۲ (بارہ) سال تھی، جب کہ خواب دیکھنے اور شرمندۂ تعبیر ہونے کے درمیان چالیس سال کا عرصہ گزرا ہے۔[3] قَالَ يٰبُنَىَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡيَاكَ عَلٰۤى اِخۡوَتِكَ: حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا: اس خواب کی خبر اپنے بھائیوں کو نہ دینا۔ فَيَكِيۡدُوۡا لَكَ كَيۡدًا: ورنہ وہ تمہیں ہلاک کرنے کے لیے کوئی حیلہ اور چال چلیں گے اور تم اس حیلے کو رد کرنے کی طاقت نہیں رکھو گے۔ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ: شیطان کی دشمنی کھلی ہوئی ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب سے سمجھ گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کو حکمت و دانائی کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا اور انہیں نبوت کے لیے منتخب کرے گا اور دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام پر خصوصی انعام کرے گا، اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام پر ان کے بھائی حسد کرنے لگیں گے چنانچہ انہوں نے بیٹے کو خواب بیان کرنے سے منع کیا۔[4] وَكَذٰلِكَ يَجۡتَبِيۡكَ رَبُّكَ: جیسے تمہارے رب نے تمہیں یہ عظیم خواب دکھایا ایسے ہی تمہارے رب نے تمہیں نبوت کے لیے منتخب کیا ہے۔ وَيُعَلِّمُكَ مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ: اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کرے گا۔ وَيُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعۡقُوۡبَ: اور تم پر اپنا فضل و انعام پورا کرے گا اور تمہارے باپ یعقوب کی اولاد پر بھی كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡحٰقَ: جیسے اس سے پہلے تمہارے اجداد ابراہیم و اسحاق کو رسالت و نبوت عطا کر کے ان پر اپنا فضل و انعام تمام کیا۔ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ: تمہارا رب جانتا ہے کہ کون اس فضل کا اہل ہے اور اپنی مخلوق کی تدبیر میں حکمت سے کام لینے والا ہے۔

قصہ یوسف میں عبرتیں اور نصیحتیں

لَقَدۡ كَانَ فِىۡ يُوۡسُفَ وَاِخۡوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيۡنَ:...... یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کی خبر میں سوال کرنے والوں کے لیے عبرتیں اور نصیحتیں ہیں۔ اِذۡ قَالُوۡا لَيُوۡسُفُ وَاَخُوۡهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيۡنَا مِنَّا: یہ یوسف علیہ السلام کی پہلی آزمائش ہے یعنی جب یوسف کے بھائیوں نے کہا، بخدا! یوسف اور اس کا

---

[1] یعنی پہلی امتوں کی خبریں ہم آپ کو وحی کے ذریعہ دیں گے [2] الطبری ۱۲/ ۱۵۱ [3] الصاوی علی الجلالین ۲/ ۲۳۴ مختلف اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے [4] البحر ۵/ ۲۸۰

بھائی بنیامین باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں، وہ سمجھتے تھے کہ ان دونوں سے والد کی محبت یقینی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اَخُوْہُ اس لیے کہا گیا ہے چوں کہ یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی والدہ ایک تھی۔ دوسرے بھائی سوتیلے تھے۔ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ: حال یہ ہے کہ ہم اچھی تعداد پر مشتمل جماعت ہیں، نفع اور ضرر پر قدرت رکھتے ہیں بخلاف ان دو چھوٹوں کے۔ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: ہمارے والد کھلی غلطی پر ہیں اور واضح طور پر درست وصواب سے نکلے ہوئے ہیں، چوں کہ وہ یوسف اور اس کے بھائی کو ہمارے اوپر ترجیح دیتے ہیں ان سے زیادہ محبت کرتے ہیں، قرطبی کہتے ہیں: فِيْ ضَلٰلٍ: سے مراد دین کی گمراہی نہیں اگر یہ مراد ہوتی لامحالہ یہ تو کفر ہے بلکہ بیٹیوں کی مراد یہ تھی کہ والد دو کو دس پر ترجیح دینے میں غلطی پر ہیں۔[1]

برادرانِ یوسف علیہ السلام کا حسد اور قتل کا منصوبہ

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا:...... یوسف کو قتل کر دو یا اسے غیر معروف دور دراز کسی علاقہ میں پھینک دو۔ يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ: ایسا کر دینے پر تمہارے باپ کی محبت تمہارے لیے خالص وصاف ہو جائے گی۔ اور وہ تمہاری طرف توجہ دیں گے، امام رازی کہتے ہیں: معنی ہے کہ یوسف نے والد صاحب کو ہم سے غافل کر دیا ہے اور اس نے والد کی توجہ حاصل کی ہوئی ہے، جب والد یوسف کو مفقود پائیں گے تو ہماری طرف میلان ومحبت سے متوجہ ہوں گے۔[2] وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ: اس گناہ کے بعد توبہ کر لینا اور یوں تم نیک وصالح ہو جاؤ گے۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ: ان کے ایک بھائی یہودا جو یعقوب علیہ السلام کا بڑا بیٹا تھا نے کہا: یوسف کو قتل نہ کرو، بلکہ اسے کسی اندھے کنویں میں پھینک آؤ۔[3] يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ: اسے کوئی مسافر نکال لے گا۔ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ: اگر تمہارے پاس اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کوئی چارہ کار نہیں تو میری رائے پر اکتفا کر لو۔ یہودا کی رائے باقی آرا کی بنسبت کسی حد تک نرم رائے تھی۔

یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کی درخواست

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ:...... بھلا کون سی چیز مانع ہو رہی ہے کہ آپ ہمارے اوپر ہمارے بھائی یوسف کے متعلق اعتماد نہیں کرتے حالاں کہ ہم سب آپ کے بیٹے ہیں۔ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ: ہم اس کے ساتھ شفقت ومہربانی سے پیش آئیں گے۔ ہم تو اس کے لیے بھلائی چاہتے ہیں، مفسرین کہتے ہیں: جب بھائیوں نے پختہ عزم کر لیا تو انہوں نے باپ کے سامنے یوسف علیہ السلام کے ساتھ گہری محبت کا اظہار کیا اور کمال شفقت ظاہر کی، تاکہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے متعلق خوف وڈر تھا وہ ختم ہو جائے اور اپنی رائے سے دستبردار ہو جائیں۔ گویا بھائیوں نے باپ سے یوں کہا: بھلا آپ ہم سے کیوں خوفزدہ ہیں، ہم تو یوسف سے محبت کرتے ہیں اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ: صبح اسے ہمارے ساتھ جنگل کی طرف بھیج دیں تاکہ وہ اپنی پسند کی لذیذ چیزیں کھائے اور ہمارے ساتھ کھیل کود کرے، دوڑ وغیرہ لگائے۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ: ہر قسم کی بری چیز اور ناگوار چیز سے ہم سب کی حفاظت کریں گے۔ بھائیوں نے اپنے کلام کو اِنَّ اور لام کے ساتھ مؤکد کیا جب کہ وہ جھوٹے تھے۔

قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ:...... یعقوب نے بیٹوں سے کہا: میں اس کی جدائی پر صبر نہیں کر سکتا اور اس کے فراق سے مجھے سخت دکھ پہنچتا ہے۔ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ: مجھے خوف ہے کہ تمہاری غفلت میں کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے، گویا یعقوب علیہ السلام بیٹوں کو تلقینِ محبت کر رہے تھے۔ زمخشری کہتے ہیں: یعقوب علیہ السلام نے اپنے عذر میں دو چیزیں پیش کیں۔

اول:...... میں اس کی جدائی پر ایک گھڑی بھی صبر نہیں کر سکتا اور اس کا فراق میرے لیے باعث رنج والم ہے۔

دوم:...... مجھے خوف ہے کہ تم اس کی نگرانی میں غفلت کرو گے اور اسے کوئی بھیڑیا کھا جائے گا۔

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ:...... لام برائے قسم ہے یعنی اللہ کی قسم اگر اسے بھیڑیا کھا جائے اور ہماری سخت جان

---

[1] القرطبی ۹/ ۱۳۱ [2] الرازی ۱۸/ ۹۴ [3] اندھے کنویں سے مراد جس سے عام طور پر پانی نہ نکالا جاتا ہو بلکہ متروک ہو۔

بہادروں کی جماعت دیکھتی رہے لامحالہ ہم تو سخت خسارہ اور تباہی کے مستحق ہیں۔ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ: کلام میں حذف ہے یعنی یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا، جب بھائی یوسف کو لے کر اپنے باپ سے دور نکل گئے۔ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ: اور بھائیوں نے یوسف کو اندھے کنویں میں ڈالنے پر اتفاق کر لیا۔ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ: اور ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ تم ضرور اپنے بھائیوں کو ان کے کیے فعل کی خبر دو گے اور انہیں اس وقت شعور نہیں ہوگا کہ تم یوسف ہو۔ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس وحی کا فائدہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مانوس کرنا تھا اور ان کے دل کو سہارا دینا تھا، نیز انہیں غم و وحشت سے دور رکھنا بھی تھا تا کہ وہ اس کی آزمائش سے نکل جائیں۔ [1]

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی گریہ وزاری

وَجَآءُوْۤا اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ:...... رات کو عشا کے وقت روتے ہوئے اپنے والد کے پاس لوٹے۔ مروی ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں روتے دیکھا تو گھبرا گئے اور کہا: اے بیٹو! تمہیں کیا ہوا، یوسف کہاں ہے؟ قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ: بولے: ہم دوڑنے کا مقابلہ کر رہے تھے یا تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ وَتَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ: ہم یوسف کو اپنے کپڑوں اور اشیائے ضرورت کے پاس چھوڑ گئے تا کہ وہ ان کی حفاظت کرتا رہے، پس بھیڑیا آیا اور اسے کھا گیا۔ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ: آپ اس بات میں ہماری تصدیق نہیں کریں گے۔ اگر چہ واقع میں ہم سچے ہی ہوں، یہ کیسے ہوگا کہ آپ تو ہمارے اوپر تہمت لگاتے ہیں اور ہماری بات پر اعتماد نہیں کرتے۔ حقیقت میں بھائیوں کی یہ بات شک و شبہ پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے مقولہ ہے: قریب ہے کہ مشکوک کہہ گزرے: مجھے پکڑ لو۔

یوسف علیہ السلام کا خون آلود کرتا

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ:...... یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کو لے کر آگئے اور ان پر جھوٹ موٹ کا خون لگا ہوا تھا "دم" کی صفت مصدر لائی ہے جس میں مبالغہ کا معنی نمایاں کرنا مقصود ہے یعنی یہ خون نرا جھوٹ تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بھائیوں نے ایک بکری ذبح کی اور اس کے خون میں قمیص لتھیڑ کر لیتے آئے اور جب یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو: اگر یوسف کو بھیڑیا کھا جاتا تو لامحالہ قمیص پھٹی گھسی ہوتی۔ [2] مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: یہ بھیڑیا کتنا سمجھدار تھا کہ وہ میرے بیٹے کو کھا گیا پر اس کی قمیص میں ذرا پھٹن نہیں آنے دی؟ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا: حق یہ ہے کہ تم نے اپنی طرف سے بات بنالی ہے، حقیقت اس طرح نہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو کہ بھیڑیا اسے کھا گیا ہے۔ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ: میرا معاملہ صبر جمیل ہے، جس میں کوئی شکوہ نہیں ہوتا۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ: تمہارے جھوٹ اور فریب پر تحمل و برداشت پر اللہ ہی میری مدد کرنے والا ہے۔ وَجَآءَتْ سَیَّارَةٌ: کچھ مسافر لوگ اس راستے سے گزرے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ لوگ مدین سے مصر جانا چاہتے تھے، راستہ بھول گئے اور بھٹکتے ہوئے اس راستے پر نکل آئے جہاں یوسف علیہ السلام کنویں میں کڑی آزمائش کی گھڑیاں گزار رہے تھے، یہ کنواں آبادی سے دور بیابان میں تھا۔ [3] فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ یعنی ان لوگوں نے اس آدمی کو بھیجا جو ان کے لیے پانی کا انتظام کرنے کا ذمہ دار تھا۔ فَاَدْلٰی دَلْوَهٗ: اس نے کنویں میں ڈول ڈالا۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام کنویں کے اندر ایک گوشے میں بیٹھے تھے جب آب رساں نے کنویں میں ڈول ڈالا یوسف علیہ السلام رسی کے ساتھ لٹک گئے جب اس نے آپ علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھا فرط مسرت سے پکار اٹھا: قَالَ یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌ: ابو مسعود کہتے ہیں: گویا اس نے خوشخبری کو ندا دی اور اللہ نے فرمایا کہ یہ تمہارا وقت ہے چوں کہ عظیم نعمت تمہارے ہاتھ لگی ہے۔ [4] وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً: انہوں نے یوسف علیہ السلام کا معاملہ لوگوں سے چھپا دیا تا کہ انہیں سامان تجارت کی طرح سرزمین مصر میں فروخت کر دیں۔ اَسَرُّوْا کی ضمیر مرفوع یا تو وارد کی طرف راجع ہے یا جماعت مسافرین کی

[1] الفخر الرازی ١٨/ ١٠٠ [2] الطبری ١٢/ ١٦٣ [3] الداری ١٨/ ١٠٥ [4] ابو السعود ٢/ ٥٩

طرف وَاللّٰهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ: ان لوگوں کی مخفی باتیں اللہ پر پوشیدہ نہیں اور جو کچھ ان لوگوں نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں عزم کر رکھا ہے وہ بھی اللہ پر مخفی نہیں۔

یوسف علیہ السلام کی دوسری آزمائش

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ:...... یہ دوسری آزمائش ہے اور یہ یوسف علیہ السلام کو غلام بنانے کی آزمائش ہے، یعنی اس قافلے کے لوگوں نے جنہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالا تھا انہوں نے یوسف علیہ السلام کو چند گنے چنے درہموں میں فروخت کر دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بیس دراہم میں فروخت کیا۔ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ: ان لوگوں کو یوسف علیہ السلام کے بارے میں دلچسپی نہیں تھی، انہیں خوف تھا کہ یہ بھاگا ہوا غلام ہے اس کا مالک ہم سے چھین کر لے جا سکتا ہے، اس لیے انہیں رغبت نہ ہوئی اور تبھی یوسف علیہ السلام کو ارزاں نرخوں میں فروخت کر دیا۔ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ: شہر مصر میں جس آدمی نے یوسف علیہ السلام کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا: اس کو عزت اور اکرام سے رکھنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جس شخص نے یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا اس کا نام "قطفیر" تھا، اور وہ مصر کے خزانوں کا عزیز یعنی ذمہ دار تھا۔[1] عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا: عین ممکن ہے جب یہ بلوغ کو پہنچ جائے، ہماری بعض مہمات اور اہم امور میں ہماری معاونت کرے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں گے، ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ: یعنی جس طرح ہم نے یوسف کو اندھے کنویں سے نجات دی اسی طرح ہم نے انہیں سرزمین مصر میں قدم جمانے والا بنا دیا تاکہ مصر میں عزت و امان کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ: تاکہ ہم انہیں بعض خوابوں کی تعبیر دینے کی توفیق عطا کریں۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ: یعنی اللہ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ: یعنی اللہ کی کاریگری کے لطائف اور اس کے فضل و کرم کے خفیہ امور کو نہیں جانتے۔ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ: اور جب یوسف علیہ السلام جوانی اور قوت کو پہنچے مراد تیس سال کی عمر ہے۔ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا: ہم نے انہیں حکمت اور دین کی سمجھ بوجھ عطا کی۔ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ: یعنی نیک اعمال کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

بلاغت: كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ:...... تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ: شریف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ استعارہ ہے چونکہ ستارے اور سورج و چاند ذوی العقول میں سے نہیں ہیں، اس مناسبت سے "ساجدین" کہنا مطابقت رکھتا ہے، لیکن جب غیر ذوی العقول پر ذوی العقول کے فعل کا اطلاق کیا گیا ہے تو ذوی العقول کی صفت کے ساتھ متصف کرنا بھی جائز ہے چنانچہ سجدہ کرنا عقلا کا فعل ہے۔ بِدَمٍ كَذِبٍ: دم کی صفت كَذِبٍ نہیں، اس سے مراد بِدَمٍ مَكْذُوبٍ فِيهِ: ہے یا دَمٍ ذِي كَذِبٍ: مراد ہے اور یا مصدر کا حمل بطریقہ مبالغہ کیا گیا ہے۔

لطیفہ:...... حکایت ہے کہ ایک عورت قاضی شریح کے پاس کوئی مقدمہ لائی اور وہ روتی جا رہی تھی، شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اے ابو امیہ! کیا آپ اس عورت کو روتے نہیں دیکھ رہے ہو؟ قاضی شریح نے جواب دیا: یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی روتے ہوئے آئے تھے حالاں کہ وہ جھوٹے اور ظالم تھے۔ انسان کے لیے روا نہیں مگر یہ کہ وہ حق کے ساتھ فیصلہ کرے۔[2]

تنبیہ:...... بعض مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیا تھے، ان مفسرین نے درج ذیل آیت کے لفظ الْأَسْبَاطِ سے استدلال کیا ہے۔ قُلْ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ: صحیح یہ ہے کہ اسباط یعقوب علیہ السلام کی اولاد نہیں بلکہ اسباط سے مراد یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے قبیلے ہیں۔[3] محققین کی یہی رائے ہے۔ اگر یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیا ہوتے تو وہ شنیع افعال کا ارتکاب نہ کرتے، چنانچہ انہوں نے حسد، فساد، اقدام قتل، جھوٹ، یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنا وغیر ذالک جیسے کبائر کا ارتکاب کیا، جب کہ انبیا ان جیسے جرائم سے معصوم ہوتے ہیں۔ عقل سلیم اس رائے سے اتفاق نہیں کرتی۔ علامہ ابن کثیر نے اس مسئلہ میں نہایت لطیف و دقیق بحث کی ہے، اس کا مطالعہ کر لیا جائے۔

---

[1] الطبری ۱۲/۱۷۵ [2] الفخر الرازی ۱۸/۱۰۱ [3] اسباط سبط کی جمع ہے بمعنی نواسا، یہود میں اسباط قبائل کے معنی میں مستعمل ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام آزمائشیں

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ
اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۚ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۚ
كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۚ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ
قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ
اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ
قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٦﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٧﴾
فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۚ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ
هٰذَا ۜ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ ع
تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۚ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ
اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ
فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۫ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿٣١﴾
قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۚ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۚ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ
اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا
تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ
كَيْدَهُنَّ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٣٥﴾ ع
وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۚ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ
رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۚ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٦﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا
طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۚ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۚ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ
قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ ۚ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾
مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهٖٓ إِلَّآ أَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوهَآ أَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ إِنِ
الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ۭ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّآ إِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾
يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّآ أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّأْسِهٖ ۭ
قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَأَنْسٰهُ
الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ﴿۴۲﴾ ع ۵ ۷ ۱۵

ترجمہ:......اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیے ان کو پھسلایا اور دروازے بند کر دیے اور کہنے لگی آجاؤ میں تمہارے لیے تیار ہوں، انہوں نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بے شک تیرا شوہر میرا مربی ہے اس نے میرا اچھا ٹھکانہ بنایا ہے، بے شک بات یہ ہے کہ ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہوتے۔ ﴿۲۳﴾ اور اس عورت نے ان کے ساتھ اپنا کام نکالنے کا مضبوط ارادہ کر لیا تھا اور وہ بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے، اسی طرح تاکہ ہم ان سے برائی کو اور بے حیائی کو دور رکھیں، بے شک وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے، ﴿۲۴﴾ اور وہ دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے پیچھے سے ان کا کرتہ چیر دیا اور دونوں نے اس عورت کے سردار کو دروازے کے پاس پا لیا، وہ کہنے لگی جو شخص تیرے گھر والوں کیساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی سزا اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے۔ ﴿۲۵﴾ یوسف نے کہا اسی نے مجھے اپنی مطلب براری کی لیے پھسلایا اور اس کے خاندان میں سے ایک گواہی دینے والے نے گواہی دی کہ اگر اس کا کرتہ سامنے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور یہ شخص جھوٹے لوگوں میں سے ہے۔ ﴿۲۶﴾ اور اگر اس کا کرتہ پیچھے سے پھاڑا گیا تو اس عورت نے جھوٹ کہا اور یہ سچوں میں سے ہے۔ ﴿۲۷﴾ پھر جب اس کے کرتے کو دیکھا گیا کہ پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو کہنے لگا کہ بے شک یہ تم عورتوں کی فریب کاری میں سے ہے بے شک تمہارا فریب بڑا ہے۔ ﴿۲۸﴾ یوسف اس بات کو جانے دو، اور اے عورت تو اپنے گناہ کے لیے استغفار کر، بلاشبہ تو ہی گناہگاروں میں سے ہے۔ ﴿۲۹﴾ اور چند عورتوں نے کہا جو شہر میں رہتی تھیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو مطلب حاصل کرنے کے لیے پھسلاتی ہے، اس غلام کے عشق نے اس کے دل میں پوری طرح جگہ پکڑ لی ہے، بے شک ہم تو اس عورت کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔ ﴿۳۰﴾ پھر جب اس نے ان عورتوں کی مکر کی باتیں سنیں تو انہیں بلوا بھیجا اور ان کے لیے ایک مجلس تیار کی جس میں تکیہ لگا کر بیٹھیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دے دی اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے نکل آ، سو جب ان عورتوں نے انہیں دیکھا تو حیران رہ گئیں، اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور کہنے لگیں حاشا للہ یہ شخص بشر نہیں ہے یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے ﴿۳۱﴾ وہ عورت کہنے لگی: سو یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی سو وہ بچ گیا اگر اس نے وہ بات نہ مانی جس کا میں اسے حکم دے رہی ہوں تو ضرور اس کو جیل میں بھیج دیا جائے گا اور یہ ضرور بے عزت ہوگا۔ ﴿۳۲﴾ یوسف نے کہا کہ اے میرے رب! یہ عورتیں مجھے جس کام کی دعوت دے رہی ہیں اس کے مقابلے میں مجھے جیل جانا محبوب ہے اور اگر آپ مجھ سے ان کی چال بازی کو دفع نہ کریں گے تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا، ﴿۳۳﴾ سو ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی سو عورتوں کی چال بازی کو یوسف سے ہٹا دیا، بلاشبہ وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے ﴿۳۴﴾ پھر نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کی سمجھ میں یہ آیا کہ ایک وقت تک یوسف کو جیل میں رکھیں۔ ﴿۳۵﴾ اور یوسف کے ساتھ دو جوان جیل میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں خواب میں اپنے کو دیکھ رہا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں خواب میں اپنے کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں آپ ہمیں اس کی تعبیر بتا دیجیے بلاشبہ ہم آپ کو نیک

آدمیوں میں سے سمجھ رہے ہیں۔(۳۶) یوسف نے کہا جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں خواب کی تعبیر بتادوں گا یہ اس علم میں ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، بلاشبہ میں نے ان لوگوں کے دین کو چھوڑ رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں(۳۷) اور میں نے اپنے باپ دادوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین کا اتباع کیا ہے، یہ ہمارے لیے کسی طرح بھی درست نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور دوسرے لوگوں پر اللہ کا فضل ہے، اور لیکن بہت سے لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔(۳۸) اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! کیا بہت سے معبود جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ بہتر ہے جو تنہا ہے زبردست ہے۔(۳۹) تم لوگ اللہ کے سوا جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو وہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے تجویز کر لیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں فرمائی، حکم بس اللہ ہی کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہ سیدھا راستہ ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(۴۰) اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور دوسرے کو سولی پر چڑھایا جائے گا اور اس کے سر میں سے پرندے کھائیں گے جس بات کے بارے میں تم معلوم کر رہے تھے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔(۴۱) اور جن دو جوانوں نے خواب کی تعبیر دریافت کی تھی ان میں سے جس شخص کے بارے میں یوسف نے گمان کیا کہ وہ رہا ہونے والا ہے اس سے کہا کہ تو اپنے آقا کے سامنے میرا تذکرہ کر دینا پھر اس شخص کو شیطان نے اپنے آقا سے تذکرہ کرنا بھلا دیا سو یوسف جیل میں چند سال رہے۔(۴۲)

ماقبل سے ربط وتعارف:...... قبل ازیں اس بات کا ذکر ہوا ہے کہ عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو اپنے محل میں ٹھہرایا اب ان آیات میں انہیں مختلف اقسام کی آزمائشیں پیش آنے کا ذکر ہے مثلاً عزیز مصر کی بیوی کا انہیں برانگیختہ کرنا، اس سخت آزمائش کے سامنے یوسف علیہ السلام کا دوٹوک مؤقف، عمل فاحش پر جیل کو ترجیح دینا، ان کی عفت و پاکدامنی پر یہ کافی دلیل ہے۔

لغات: رَاوَدَتْهُ:...... المراودۃ نرمی کے ساتھ مطالبہ کرنا، راد یرود، وہ آیا، الرائد گھاس تلاش کرنا، چنانچہ مرد کے بارے میں محاورہ یوں ہے ''راودھا عن نفسھا'' اور عورت کے بارے میں ''راودتہ عن نفسہ'' یعنی عورت نے مرد سے ہمبستری کا مطالبہ کیا۔ هَيْتَ: اسم فعل ہے تعال اور ھلم کے معنی میں ہے۔ مَثْوَايَ: میرا مقام، اقامت کرنا، استقرار کے ساتھ ٹھہرنا۔ هَمَّتْ: الھم عزم وقصد۔

وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ یعنی ہر امت نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے پیغمبر کو گرفتار کر لے۔ (سورہ غافر، آیت ۵)

اَلْهَمُّ وسوسے کی قسم ''خاطر اور حدیث النفس'' کے معنی میں بھی آتا ہے، شاعر کہتا ہے:

همت بهم من بثينة لوبدا ... شنيت غليلات الهوى من فؤاديا

بثینہ کے متعلق میرے دل میں بات پیدا ہوئی، اگر یہ بات پوری ہو جاتی تو میرے دل کی محبت کی پیاس مٹ جاتی۔ چنانچہ عزیز مصر کی نسبت سے "ھم" عزم کے معنی میں ہے اور یوسف علیہ السلام کی نسبت محض حدیث النفس کے معنی میں ہے یعنی ایسا خفیف خیال جو آئے اور رخصت ہو جائے۔ السُّوْٓءَ: برائی، منکر، گناہ۔ الْفَحْشَآءَ: ایسا فعل جس کی قباحت انتہا درجے کی ہو، مراد زنا ہے۔ قَدَّتْ: اَلْقَدُّ پھاڑنا، قطع کرنا، اس کا اکثر و بیشتر استعمال طول میں ہوتا ہے اور "القط" کا استعمال عرض میں ہوتا ہے۔ اَلْفَيَا: ان دونوں نے پایا۔ كَيْدِكُنَّ: الکید: مکر، حیلہ، چال۔ الْخٰطِئِيْنَ: جان بوجھ کر گناہ کرنے والی، اصمعی کہتے ہیں: خطئ الرجل، جان بوجھ کر گناہ کیا، اور اخطأ غلطی سرزد ہوئی لیکن جان بوجھ کر نہیں۔ شَغَفَهَا حُبًّا: یعنی سودائے قلب تک اس کی محبت پہنچ گئی۔ زجاج کہتے ہیں: الشغاف سودائے قلب۔ اَحَبُّ: مائل ہوا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تیسری آزمائش اور عزیز مصر کی بیوی

تفسیر: وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ:...... یہ تیسری آزمائش ہے اس سے قبل کنویں میں ڈالنے اور غلام بنائے جانے کی آزمائش کا ذکر ہو چکا۔ المراودۃ نرمی سے طلب کرنا، جیسے کوئی شخص شیریں کلامی سے کسی کو دھوکا دے دے۔ عزیز مصر کی بیوی جس کے گھر میں یوسف علیہ السلام رہ رہے تھے نے یوسف علیہ السلام سے مضاجعت کا مطالبہ کیا اور نرمی کے ساتھ انہیں مضاجعت کی دعوت دی اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے ہر طرح

کے وسیلے سے کام لیا۔ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ: اور سارے کمروں کے دروازے بند کیے اور تالے بھی لگا دیے۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ سات دروازے تھے جنہیں عزیز مصر کی بیوی نے مقفل کیے اور پھر یوسف علیہ السلام کو اپنے نفس پر اختیار دینے کی دعوت دی۔[۱] وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ: آ جاؤ بستر کی طرف جلدی آؤ، وہاں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جس سے ڈرا جائے۔ بحر میں لکھا ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کی طرف جلدی کرے۔[۲] قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ: برے فعل سے اللہ کی پناہ، ابو مسعود کہتے ہیں: آیت سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ فعل زبردست قسم کی برائی اور منکر ہے اس سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے اللہ کی پناہ طلب کرنا واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو اس فعل کی نہایت قباحت دکھا دی تھی۔[۳] اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ: تمہارا خاوند جو کہ عزیز مصر ہے وہ میرا مالک ہے، اس نے مجھے عزت و اکرام سے رکھا ہے بھلا میں اس کے حرم میں خیانت کر کے کیسے برائی کا ارتکاب کر سکتا ہوں؟ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ: ظالم لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوتے، ان ظالم لوگوں میں سے خیانت کرنے والے، احسان فراموش اور حدود تجاوز کرنے والے بھی ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے فعل قبیح کا پوری طرح قصد کیا اور ہر طرح کے وسائل اختیار کیے، اگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت نہ ہوتی یوسف علیہ السلام کا بچنا مشکل تھا۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ: عزیز مصر کی بیوی نے یوسف علیہ السلام سے اختلاط میں زنا کا مصمم عزم کر لیا جس میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی، دروازے بند کر لینے کے بعد جب عزیز کی بیوی کا ارادہ مستحکم ہو گیا اور یوسف علیہ السلام سے جبراً بات منوانے کا بھی قصد کیا۔ پھر جلدی کرنے کی دعوت دی جس کی وجہ سے یوسف علیہ السلام بھاگنے کے لیے مجبور ہوئے۔ وَهَمَّ بِهَا: محض بشری طبیعت کے تقاضے کی بنا پر یوسف کے نفس میں بھی کچھ کچھ میلان ہوا، یہاں هَمّ: سے مراد حدیث نفس ہے یعنی ایسا خفیف خیال جو آئے اور چلا جائے، عزم و قصد نہ ہو۔ گویا ایک ''هَمّ'': عزیز مصر کی بیوی کا ہے، دوسرا هَمّ: یوسف علیہ السلام کا ہے اور دونوں هموم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: هَمّ: کسی چیز کا دل میں کھٹکنا، طبیعت کا میلان، جیسے گرمی کے موسم میں روزہ دار کا پانی کی طرف مائل ہونا لیکن اس کا دین اسے بچا لیتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی حفاظت

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ:...... لَوْلَا کا جواب محذوف ہے یعنی اگر یوسف علیہ السلام کی حفاظت و رعایت اللہ تعالیٰ نہ کرتا تو وہ اس عورت کے ساتھ اختلاط کر لیتے اور پیدا ہونے والے خفیف خیال کو کر بیٹھتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت و تائید سے یوسف کو محفوظ رکھا، تاہم ان سے قطعی طور پر کچھ بھی سرزد نہیں ہوا۔ بحر میں لکھا ہے: بعض لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف ایسی باتیں منسوب کی ہیں جو کسی فاسق کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں، مختار قول یہی ہے کہ یوسف علیہ السلام سے هَمّ: (قصد و ارادہ) سرزد نہیں ہوا بلکہ وہ تو برہان دیکھنے کی وجہ سے منفی ہے، یہ ایسا ہی محاورہ ہے جیسے کوئی کہے: ''قارفت الذنب لولا ان عصمك الله'' اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نہ بچاتا تو تم گناہ کر بیٹھتے۔ اور جیسے عرب کا مقولہ ہے۔ ''أنت ظالم ان فعلت'' اگر تم ایسا کر جاتے بڑے ظالم ہوتے۔ اس مقولہ کی تقدیری عبارت یوں ہے: ''ان فعلت فأنت ظالم'' اسی طرح آیت کی تقدیری عبارت یوں ہوگی۔ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ لَهَمَّ بِهَا: اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے تو ان کے دل میں اس عورت کا خیال چلا آتا۔'' لیکن یوسف علیہ السلام نے برہان دیکھ لیا اس لیے خیال منتفی ہو گیا، رہی بات اقوال سلف کی سو ہمارا عقیدہ ہے کہ ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں، چوں کہ وہ جھوٹ پر مبنی اقوال ہیں اور ان میں تناقض ہے، یہ اقوال تو فساق کے متعلق بھی درست نہیں چہ جائے کہ کسی معصوم کی طرف منسوب کیے جائیں۔ ابو مسعود کہتے ہیں: هَمَّ بِهَا: کا معنی بشری طبیعت کے تقاضے پر میلان ہے، یہ معنی نہیں کہ انہوں نے اختیاری قصد کر لیا تھا، جب کہ ماقبل کے مضمون سے ان کی عفت و عصمت اور فعل قبیح سے نفرت و کراہت صاف واضح ہے اور یوسف علیہ السلام تو ظالمین کی عدم فلاح کا دو ٹوک موقف ظاہر بھی کر چکے اور ان کی طرف سے هَمّ: کے صدور کا استحالہ محکم ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ازار بند کھول لیا تھا اور شرم گاہ کے سامنے بیٹھ گئے تھے یہ اقوال نری خرافات اور باطل اقوال ہیں، کان ان اقوال سے نفرت کرتے ہیں، عقل و ذہن اس کی تردید کرتے ہیں۔[۴]

---

[۱] القرطبی ۹/ ۱۶۳ [۲] البحر ۵/ ۲۹۳ [۳] ابوالسعود ۲/ ۶۲ [۴] ابوسعود ۲/ ۶۳

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ: ...... یعنی اسباب فتنہ کے سامنے ہم نے یوسف کو ثابت قدم رکھا تاکہ وہ برائی کے فعل سے دور رہیں، یہ آیت اس امر پر بین دلیل ہے کہ یوسف علیہ السلام کی طرف سے معصیت کا قصد نہیں ہوا، اگر ان سے قصد سرزد ہوتا تو آیت یوں ہوتی۔لِنَصْرِفَهٗ عَنِ السُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ: اور جب فرمایا لِنَصْرِفَ عَنْهُ: تو اس امر پر دلالت ہوگئی کہ یہ چیز ان کے قصد وارادہ سے خارج تھی، چوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عفت و پاکدامنی عطا کی ہوئی تھی۔وَالْفَحْشَآءَ: یعنی اور تاکہ ہم ان سے زنا دور رکھیں چوں کہ یہ انتہا درجے کا قبیح فعل ہے۔اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ: یعنی جن لوگوں کو اللہ نے خالص اپنی اطاعت کے لیے رکھا ہے اور انہیں رسالت اور وحی کے لیے منتخب کیا، شیطان انہیں پھسلانے کی قدرت نہیں رکھتا۔

یوسف علیہ السلام کا بھاگنا اور عزیز مصر کی بیوی کا اُن کے پیچھے جانا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے خاوند کے اچانک آجانے کی خبر دی دراں حالیکہ وہ دونوں دروازے کی طرف بھاگ رہے تھے، اور وہ عورت حیوانی جنون کا شکار ہو چلی تھی۔وَاسْتَبَقَا الْبَابَ: یعنی دونوں (یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی) محل کے صدر دروازے کی طرف بھاگے، حضرت یوسف علیہ السلام تو حقیقت سے بھاگ رہے تھے عزیز مصر کی بیوی ان کا پیچھا کر رہی تھی۔وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ: اس عورت نے یوسف علیہ السلام کے کپڑے پیچھے سے پھاڑ دیے، چوں کہ جب وہ ان کے پیچھے قریب پہنچی تو کپڑے کھینچ لیے جس کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پھٹ گئی۔وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ: ان دونوں نے عزیز مصر کو محل کے دروازے کے پاس اچانک پایا، حالاں کہ یہ اس کے معمول کے آنے کا وقت نہیں تھا، ابلیس کی طرح کمال مہارت کے ساتھ اس عورت نے قلب موضوع کر دیا، جو ظالم تھا وہ مظلوم ہو گیا اور جو بے گناہ تھا وہ تہمت زدہ ہو گیا، چنانچہ بولی۔قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: جو شخص تمہارے اہل خانہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی سزا جیل میں قید کرنا یا سخت مار دینا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی صفائی اور شیر خوار بچے کی گواہی

قَالَ هِىَ رَاوَدَتْنِىْ عَنْ نَّفْسِىْ: ...... یوسف علیہ السلام نے اس عورت کی تکذیب کرتے ہوئے کہا: اسی عورت نے تو مجھے برائی کے ارتکاب کی دعوت دی تھی، میں نے اس کے ساتھ برائی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں کیا۔وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس سے مراد پنگھوڑے میں پڑا ایک بچہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی دے دی تھی، وہ بچہ اس عورت کا ماموں زاد بھائی تھا۔[1] بحر میں لکھا ہے: بچے کا عورت کے خاندان میں سے ہونا اس کے لیے موجب حجت ہے اور یوسف علیہ السلام کی بے گناہی پر زیادہ قابل اعتماد ہے۔اس سے تہمت کی کلی طور پر نفی بھی ہو جاتی ہے۔[2] اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ: یعنی اگر یوسف کا کپڑا پیچھے سے پھٹا ہے تو یہ عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچے ہیں، چوں کہ منطقیانہ استدلال یہی بنتا ہے کہ وہ عورت یوسف علیہ السلام کے پیچھے بھاگ رہی تھی، وہ ان کی طلب گار تھی تو جھٹ پکڑنے کے عالم میں قمیص پیچھے سے پھٹ گئی۔فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ: اور جب عزیز مصر نے دیکھا کہ قمیص واقعی پیچھے سے پھٹی ہے۔قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ: یہ بات بھی تم عورتوں کے چالوں میں سے ایک چال ہے اور حیلہ سازی ہے۔اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ: یہ ماقبل کی تاکید ہے یعنی اے عورتوں کی جماعت! تمہارا مکر و فریب اور حیلہ سازی جسے تم جان چھڑانے کے لیے گھڑ لیتی ہو، بہت بڑی چیز ہے۔يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا: اے یوسف! اس بات کو چھپائے رکھو اور اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرو، سید قطب لکھتے ہیں۔اس سے جاہلی معاشرے کے طبقہ اشرافیہ کے داخلی احوال کی صورت حال بخوبی واضح ہو جاتی ہے، چنانچہ انہیں جنسی قباحتوں کے سامنے کس طرح نرمی سے جھکنا پڑتا ہے اور ان کی آخری کوشش یہی ہوتی ہے کہ معاشرے سے اس امر کو مخفی رکھا جائے۔

---

[1] الطبری ۱۲/ ۱۹۳ [2] البحر ۵/ ۲۹۷

چنانچہ عزیز نے بے گناہ یوسف علیہ السلام کو معاملہ چھپانے کی تاکید کی اور پھر غیرت کے مقام پر جہاں حمیت سے رگوں میں خون برق رفتاری سے محو گردش ہوجاتا ہے اپنی خائن بیوی سے کہتا ہے۔وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ: یعنی تو توبہ کر اور اس قبیح گناہ سے مغفرت طلب کر، گویا ظاہری احوال کی حفاظت کے لیے یہ اہم امر ہے۔اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕیْنَ: تم ان لوگوں میں سے ہو جو جان بوجھ کر گناہ کر بیٹھتے ہیں۔اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ عزیز مصر میں غیرت کا مادہ کم تھا چوں کہ بیوی نے جس آدمی کے ساتھ خیانت کا ارادہ کیا تھا اس سے انتقام نہیں لیا۔اور اس کا بستر فجور سے آلودہ تھا، ابن کثیر کہتے ہیں: عزیز مصر نرم مزاج واقع ہوا تھا یا اس نے اپنی بیوی کو معذور سمجھا جو اس نے ایسا دلکش حسن و جمال دیکھ لیا تھا جس سے صبر نہیں کیا جاسکتا تھا۔[1]

شہر کی عورتوں میں اس واقعہ کا چرچا

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ:......شہر مصر میں عورتوں کی ایک جماعت کہنے لگی، ایک روایت میں ہے: یہ پانچ عورتوں کی جماعت تھی، ایک عزیز کے ساقی کی بیوی، حاجب کی بیوی، نانبائی کی بیوی، جانوروں کے محافظ کی بیوی اور جیل کے ذمہ دار کی بیوی، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔بظاہر یہ واقعہ شہر مصر میں پھیل گیا تھا اور عام عورتیں اپنی مجالس میں تذکرے کرنے لگیں کہ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ: یعنی عزیز مصر کی بیوی نے اپنے خادم اور غلام سے جنسی اتصال کا تقاضا و مطالبہ کیا اور اسے دھوکا دیا اور اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے طرح طرح کے اسباب اختیار کیے۔ابوحیان کہتے ہیں: ان عورتوں نے صراحت کرتے ہوئے۔امْرَاَةُ: کی اضافت۔الْعَزِیْزِ: کی طرف کی ہے، ایسا شناعت وقباحت میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے کیا، چوں کہ اہل جاہ و مرتبہ کی خبریں سننے میں کان زیادہ میلان رکھتے ہیں۔عورتوں نے واقعہ کو تُرَاوِدُ: سے تعبیر کیا جس سے اس امر پر دلالت ہورہی ہے کہ پھسلانا اس عورت کی عادت بن گیا تھا، چوں کہ مضارع تجدد اور استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔[2]

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا:......اور اس نوجوان کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے اور اس کے دل میں داخل ہوچکی ہے۔اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ: اور ہمیں یقین ہے کہ یہ عورت واضح طور پر سیدھی راہ سے ہٹ گئی ہے، گمراہی میں جا پڑی ہے۔فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ: جب عزیز مصر کی بیوی نے ان عورتوں کی چہ مگوئیاں سنیں، عورتوں کی چہ مگوئیوں کو "مکر" سے تعبیر کیا، چوں کہ یہ خفیہ طور پر ہورہی تھیں جیسے مکار آدمی اپنی چال کو مخفی رکھتا ہے۔

اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ: ان عورتوں کو پیغام بھیج کر دعوت دی کہ اس کے گھر میں کھانے پر حاضر ہوں، مفسرین کہتے ہیں: عزیز مصر کی بیوی نے بڑے بڑے گھرانوں کی چالیس عورتوں کو دعوت دی، ان میں مذکورہ بالا پانچ عورتیں بھی شامل تھیں۔وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً: اس نے عورتوں کے لیے بچھونے اور تکیے لگا کر نشست تیار کی۔[3] وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا: کلام میں حذف ہے یعنی اس نے عورتوں کے سامنے کھانا اور انواع واقسام کے پھل پیش کیے، پھر ہر عورت کو چھری تھما دی تاکہ وہ اس سے پھل کاٹے۔وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ: عورتیں پھل تراشنے اور کاٹنے میں مشغول تھیں، عزیز مصر کی بیوی نے یوسف علیہ السلام سے کہا: ان عورتوں کے پاس آؤ، عورتوں کو شعور ہی نہیں تھا کہ اسی اثنا میں یوسف علیہ السلام ان کے درمیان سے گزرنے لگے۔

یوسف علیہ السلام کے بے مثال حسن کا دیدار

فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ:......جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا انہیں عظیم الشان اور جلیل القدر پایا، ان کے جمال جہاں آرا اور حسن بے انتہا سے مبہوت ومدہوش ہوگئیں۔وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ: اچانک انہیں دیکھ کر ان کی جمالی دہشت کی وجہ سے چھریوں سے عورتوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر دیے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۲/ ۲۴۷ [2] البحر ۵/ ۳۰۱ [3] سید قطب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: عزیز مصر کی بیوی نے دعوت طعام کا انتظام کیا، آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعو عورتیں طبقہ اشرافیہ سے تھیں جنہیں عالیشان دعوتوں میں محلات میں بلایا جاتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورتیں تکیوں کے ساتھ ٹیک لگا کر کھا رہی تھیں اور مروجہ چھری کانٹوں کا استعمال کر رہی تھیں جو عصری مادی تہذیب کا ایک طریقہ ہے۔(ظلال القرآن ۱۲/ ۲۳۲)

وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ: ...... یعنی اللہ صفات عجز سے پاک ہے، اس جیسا پیدا کرنے پر اللہ کی قدرت عظیم الشان ہے۔ مَا هٰذَا بَشَرًا: یہ بشر نہیں ہے۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ: یہ تو کوئی فرشتہ ہے۔ چوں کہ یہ جمال جہاں آرا اور حسن بے انتہا کسی انسان کو میسر نہیں۔ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ: اس موقع پر عزیز مصر کی بیوی نے اپنے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت کے گھر کر جانے کا ذکر کیا چوں کہ وہ سمجھتی تھی کہ اسے عورتوں پر غلبہ حاصل ہو رہا ہے اس لیے اس نے یہ قول اختیار کیا، یعنی یہی وہ کنعانی غلام ہے جیسے تم دیکھ رہی ہو اور جس کی محبت کے بارے میں تم نے مجھے ملامت زدہ کیا، ذرہ دیکھو تو سہی، تمہیں کس قدر حیرت، بے خودی اور آزمائش وامتحان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ: میں نے اس سے اپنی حاجت پوری کرنا چاہا اور اس کے ساتھ شہوت پوری کرنا چاہا لیکن یہ سختی سے باز رہا اور کلی طور پر انکار کر دیا۔ استعصم، الاستعصام سے صیغۂ ماضی ہے جو شدید تحفظ اور بالغ طریقے سے باز رہنے پر دلالت کرتا ہے۔ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ: اگر اس نے میری بات نہ مانی تو اسے جیل میں قید کی سزا دی جائے گی اور یہ ضرور ذلیل ہو کر رہے گا۔ قرطبی کہتے ہیں: اب کے عورتوں کی موجودگی میں اس عورت نے یوسف علیہ السلام کو اپنے دام محبت میں پھنسانے کی ناکام کوشش کی، حیا کی چادر کو لیرے لیرے کر دیا، مزید برآں بات نہ ماننے پر جیل بھجوا دینے کی دھمکی بھی دے دی، اب اسے کسی قسم کی ملامت کا ڈر رہا اور نہ ہی قیل وقال کا، جب کہ قبل ازیں معاملہ رازداری میں چل رہا تھا۔[1]

یوسف علیہ السلام کا قید وجیل کو ترجیح دینا

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ: ...... یوسف علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حضور آہ وزاری شروع کر دی اور کہا: اے میرے رب! میں جیل کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور قید، بے حیائی کے ارتکاب سے زیادہ محبوب ہے۔ يَدْعُوْنَنِيْ: میں فعل کی نسبت سب عورتوں کی طرف کی ہے چوں کہ فعل قبیح کی دعوت میں برابر شریک تھیں یا تو صراحتاً دعوت دی یا اشارات کنایات میں، کہا جاتا ہے کہ جب اس عورت نے یوسف علیہ السلام کو قید کر دینے کی دھمکی دی تو عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو نصیحتیں کرنی شروع کر دیں، اس عورت کی طرف مائل کرنے لگیں اور جیل میں اپنے آپ کو ڈالنے سے منع کرنے لگیں۔ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ: اگر ان عورتوں کے شر وفساد کو مجھ سے دور نہ کیا اور مجھے ان سے نہ بچایا۔ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ: تو میں بشری تقاضے کی پیش نظر ان کی بات ماننے کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ: اس سب سے کہ یہ عورتیں جو مجھے قبیح فعل کی دعوت دے رہی ہیں، یہ ساری باتیں یوسف علیہ السلام کے حضور آہ وزاری اور عاجزی وانکساری کرتے ہوئے کہیں، جیسے کہ انبیائے کرام اور صالحین کی عادت ہے۔ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ: اللہ نے یوسف کی دعا قبول فرمائی، چنانچہ انہیں عورتوں کے مکر وفریب سے نجات دی اور انہیں عفت و پاک دامنی پر ثابت قدم رکھا۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ: یعنی جو لوگ اللہ کے ہاں پناہ چاہتے ہیں اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے۔ الْعَلِيْمُ: ان کے احوال سے بخوبی واقف ہے اور ان کے ارادوں کو جانتا ہے۔ اللہ کے لطف وکرم سے یوسف علیہ السلام تیسری آزمائش سے نکلے۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ: ...... یہاں سے چوتھی آزمائش کا ذکر ہو رہا ہے، اور یہ جیل میں قید وبند کی صعوبتوں کی آزمائش ہے، یہ آخری آزمائش تھی اس کے بعد ان کے لیے خوش حالی ہی خوش حالی رہی۔ آیت کا معنی ہے: پھر عزیز مصر، اس کے اہل خانہ اور اہل مشورہ کے لیے یوسف علیہ السلام کی بے گناہی پر واضح دلائل کے بعد یہ امر ظاہر ہوا کہ انہیں غیر متعین مدت کے لیے جیل بھیج دیا جائے، روایت ہے کہ عزیز کی بیوی نے ہر طرح مکر وفریب کے بعد یوسف علیہ السلام کو پاک دامن پایا اور ان سے کلی طور پر مایوس ہو گئی اس نے حیلہ سازی کا دوسرا راستہ اختیار کر لیا اور اپنے خاوند سے کہا: اس عبرانی غلام کی وجہ سے لوگوں میں میری بہت بدنامی ہوئی ہے اور یہ لوگوں سے کہتا ہے: میں نے (عزیز کی بیوی نے) اسے (یوسف کو) دام محبت میں پھنسانے کی کوشش کی ہے، جب کہ میں اپنے اظہار عذر پر قدرت نہیں رکھتی، یا تو آپ مجھے اجازت دے دیں تا کہ محل سے باہر نکل کر اپنا عذر بیان کروں یا اسے جیل میں قید کر دو۔ چنانچہ اس موقع پر یوسف علیہ السلام کو جیل بھیجنے کا پروگرام طے ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو جیل بھیجنے کا حکم دیا، چنانچہ انہیں گدھے پر سوار کیا گیا، طبل بجایا گیا اور اس کے ساتھ بازاروں میں ندا لگائی گئی

[1] القرطبی

کہ یوسف عبرانی نے اپنی مالکن کے بارے میں غلط ارادہ کیا تھا جس کی سزا میں اسے جیل میں بند کیا جا رہا ہے۔ ابو صالح کہتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب بھی یہ حدیث ذکر کی آپ ﷺ روئے۔[1]

حضرت یوسف علیہ السلام کی قید

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ: ...... یوسف کو جیل میں داخل کر دیا گیا، اتفاقاً ان کے ساتھ بادشاہ کے خدام میں سے دو نوجوان بھی جیل میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک نانبائی تھا اور دوسرا اس بادشاہ کا ساقی، ان پر الزام تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر پلانے کی کوشش کی تھی، اس جرم کی سزا میں انہیں جیل میں قید کر دیا گیا تھا۔

دو قیدیوں کا خواب

قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا: ...... یعنی ساقی نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں انگوروں کا رس نچوڑ رہا ہوں جو آخر کار شراب میں تبدیل ہو جاتا تھا اور میں اس میں سے بادشاہ کو پلا رہا ہوں۔ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ: نانبائی نے کہا: میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں نے سر پر روٹیوں سے بھرا طباخ اٹھایا ہوا ہے اور پرندے آ آ کر ان روٹیوں کو کھاتے جا رہے ہیں۔ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ: جو کچھ ہم نے دیکھا ہے اس کی تفسیر سے ہمیں آگاہ کرو، بالیقین ہم تمہیں ان لوگوں میں سے دیکھتے ہیں جو خوابوں کی تفسیر اچھی طرح سے جانتے ہیں، ان دونوں نوجوانوں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے خوابوں کے متعلق آگاہ کیا کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ شخص اچھی طرح خوابوں کی تعبیر بتا دیتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کی قیدیوں کو تبلیغ

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا: ...... تمہارے پاس کھانا نہیں آنے پائے گا کہ میں تمہیں خواب کی حقیقت، ماہیت اور کیفیت سے آگاہ کر دوں گا، اس سے قبل یوسف علیہ السلام نے اپنے چند معجزات سے انہیں آگاہ کیا، ان معجزات میں سے ایک مغیبات کی معرفت بھی ہے۔ یہ دعوت ایمان کی تمہید و مقدمہ ہے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ ان کے سوالات کے جوابات سے پہلے انہیں توحید و ایمان کی دعوت دے دوں، جیسا کہ انبیا کا طریقہ ہے کہ وہ رشد و ہدایت کی دعوت دیتے ہیں۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اخبار بالغیب سے متعلق معجزہ کی خبر دی تا کہ ان کی دعوت اور تعبیر کی سچائی پر مہر ثبت ہو جائے۔[2] ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ: غیب کی باتوں کے متعلق جو میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں۔ یہ کہانت، جادو یا نجومت کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ تو اللہ کی طرف سے الہام اور وحی کا نتیجہ ہے۔ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ: میرے رب نے مجھے اس علم کے ساتھ مخصوص کیا ہے چوں کہ میرا تعلق نبوت کے گھرانے سے ہے، میں نے مشرک قوم جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتی کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ: اور وہ روز قیامت کو جھٹلاتے ہیں، یوسف علیہ السلام نے دو اہم اصولوں پر متنبہ کیا ہے، ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت، یہ دونوں چیزیں ایمان کے عظیم ارکان ہیں لفظ هُمْ: مکرر لایا گیا ہے اور ایسا بطور تاکید کیا گیا ہے۔ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ: میں نے انبیا کے دین کی اتباع کی ہے، اہل شرک و ضلال کے دین کی اتباع نہیں کی، یوسف علیہ السلام نے اپنے گھرانہ نبوت کا اظہار اس لیے کیا تا کہ مخاطبین پوری رغبت سے ان کی بات سنیں، اور ان کی بات پر اعتماد کریں۔ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ: ہم جماعت انبیا کے لیے روا نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں جب کہ اللہ نے ہمیں نبوت کے لیے منتخب کیا ہے اور ہمارے اوپر خصوصی انعام و اکرام کیا ہے۔ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ: یہ ایمان و توحید اللہ کا ہمارے اوپر خصوصی فضل ہے چوں کہ اللہ نے ہمارے اوپر رسالت کا اکرام کیا ہے اور لوگوں پر خصوصی فضل و کرم کیا کہ ان کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے پیغمبروں کو مبعوث کیا۔

---

[1] البحر المحیط ۵/ ۳۰۷ [2] البیضاوی ۲۶۴

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ:...... یعنی اکثر لوگ اللہ کے فضل وکرم کا شکر ادا نہیں کرتے، چنانچہ وہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے بڑے خوبصورت انداز میں دین حنیف کا موقف پیش کیا اور اس کے بعد ان دونوں جوانوں کے قوم کا بتوں کی عبادت کرنے کے فساد کو نمایاں طریقے سے بیان کیا، چنانچہ فرمایا: يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ: اے میرے جیل کے ساتھیو! متعدد خدا نفع اور نقصان کے مالک نہیں، اور جو انہیں پکارتا ہے اس کو جواب نہیں دیتے، اس کی پکار نہیں سنتے، جیسے بت نفع ونقصان کے مالک نہیں، کیا یہ متعدد خدا بہتر ہیں یا ایک خدا جو یکتا ہے اور عظمت وجلال میں منفرد ہے؟ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ: اے لوگو! تم صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے، یہ نام قدرت وسلطنت کے مالک نہیں ہوسکتے چوں کہ یہ تو جمادات ہیں۔

مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ:...... اللہ نے تمہارے لیے ان بتوں کی عبادت کے متعلق کوئی دلیل، محبت اور برہان نازل نہیں کی۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ: عبادت اور دین کے معاملہ میں حکم صرف اللہ کا چلتا ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ: اللہ نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، چوں کہ صرف وہی ذات عبادت کی مستحق ہے جو عظمت وجلال والی ہے۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ: میں تمہیں اللہ کی خالص عبادت کی طرف بلاتا ہوں یہی وہ سیدھا دین ہے جس میں کسی قسم کی کجی نہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ: لیکن اکثر لوگ اللہ کی عظمت وبڑائی سے جاہل رہتے ہیں اور وہ ایسی چیزوں کی عبادت کرنے لگتے ہیں جو نفع ونقصان کی مالک نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بتدریج مخاطبین کو دعوت دی اور ان پر حجت کا الزام کیا، چنانچہ اولاً متعدد خداؤں پر توحید کے رجحان کو بیان کیا، پھر اس امر پر برہان قائم کی کہ جن چیزوں کو تم معبود بنا کر پوجتے ہو وہ الوہیت اور عبادت کی مستحق نہیں ہیں، پھر حق ودین مستقیم پر دوٹوک موقف کا اظہار کیا اور وہ ایک خدا جو یکتا ومنفرد ہے بے نیاز ہے کی عبادت کرنا ہے۔ یہ دعوت الی اللہ کا حکیمانہ اسلوب ہے، چنانچہ ہدایت وارشاد کو مقدم کیا، پھر نصیحت وموعظت سے کام لیا پھر ان کے خوابوں کی تعبیر بیان کی، چنانچہ فرمایا۔

قیدیوں کے خواب کی تعبیر

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ:...... یعنی اے میرے جیل کے ساتھیو! تم میں سے جس نے انگوروں کے رس سے شراب بنانے کا خواب دیکھا ہے وہ جیل سے نکلے گا اور حسب سابق اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور جس نے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے دیکھا ہے وہ قتل کیا جائے گا اور پرندے اس کے سر سے گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ مفسرین کہتے ہیں: جب آپ علیہ السلام نے تعبیر سنائی تو دونوں انکار کرنے لگے کہ ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا (گویا جھوٹ بولا ہے)۔ اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا: قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ: اس کے متعلق اللہ کا فیصلہ ہو چکا ہے برابر ہے کہ تم نے سچ کہا یا جھوٹ کہا، لامحالہ ایسا ہو کر رہے گا۔ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا: ان دونوں میں سے جس کی نجات کا یوسف علیہ السلام کو یقین تھا اور وہ ساقی تھا، اس سے کہا: اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ: اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا اور میرے معاملہ سے اسے آگاہ کرنا شاید وہ مجھے ظلم سے خلاصی دلائے۔

یوسف علیہ السلام کو تنبیہ

فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ:...... شیطان نے ساقی کو بادشاہ کے سامنے یوسف علیہ السلام کے معاملہ کا تذکرہ بھلا دیا۔ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ: یوسف علیہ السلام جیل میں سات سال رہے۔ مفسرین کہتے ہیں یوسف علیہ السلام جیل میں چند سال قید رہے چوں کہ انہوں نے مخلوق پر اعتماد کر لیا تھا اور رب تعالیٰ کے حضور اپنی حاجت بیان کرنا بھول گئے۔ قرطبی کہتے ہیں: وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام سات سال تک آزمائش میں رہے اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی سات سال تک جیل میں قید رہے۔

بلاغت:...... صَدَقَتْ: اور كَذَبَتْ: میں طباق ہے اسی طرح الصّٰدِقِيْنَ: اور الْكٰذِبِيْنَ: میں بھی طباق ہے۔ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ: باب تغلیب میں سے

ہے یعنی مذکر کو مؤنث پر غلبہ دے کر مؤنث کے لیے بھی صیغہ مذکر لایا گیا ہے۔ سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ: غیب کے لیے مکر کا استعارہ لایا گیا ہے چوں کہ اخفا میں مل کر غیب کے مشابہ ہے۔ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ: یہ بھی استعارہ ہے چنانچہ لفظ قطع جرح (زخمی کر دینے سے) استعارہ ہے، یعنی ان عورتوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر دیے۔ اَعْصِرُ خَمْرًا: مجاز مرسل ہے، باعتبار مایؤل الیہ کے لیے، یعنی انگوروں سے رس جو بالآخر شراب بن جائے گا۔

فائدہ:......روایت ہے کہ جبرئیل امین حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے، یوسف علیہ السلام جیل میں تھے اور انہیں عقاب سنانے آئے، کہا: اے یوسف! بھائیوں کے ہاتھوں قتل سے تمہیں کس نے بچایا؟ یوسف علیہ السلام نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے۔ کہا: تمہیں کنویں سے کس نے نکالا؟ جواب دیا اللہ نے۔ کہا: تمہیں زنا سے کس نے بچایا؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے، کہا: تم سے عورتوں کے مکر وفریب کو کس نے دور رکھا؟ جواب دیا اللہ تعالیٰ نے، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: تم نے اللہ کو کیوں چھوڑ دیا اور اس سے سوال نہیں کیا اور مخلوق پر بھروسہ کر دیا؟ یوسف علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ایک کلمہ نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا، اے ابراہیم! آل ابراہیم اور بوڑھے یعقوب علیہم السلام کے معبود میں تجھی سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ پر رحم فرما، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: تمہاری سزا ہے کہ تم جیل میں چند سال تک رہو گے۔

تنبیہ:......علما آیت کریمہ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ: کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں قرآن کا معجزہ اختصار ہے، اس کے الفاظ قلیل اور معانی کثیر ہیں۔ تفصیل یہ ہے کہ جب عزیز مصر کی بیوی نے یوسف علیہ السلام کو دام محبت میں گرفتار کرنا چاہا اور یوسف علیہ السلام نے کلی طور پر انکار کر دیا تو اس عورت نے آپ علیہ السلام پر جبر واکراہ کیا، آپ علیہ السلام بھاگ کھڑے ہوئے دونوں دروازے کی طرف بھاگے، عورت تو خواہش نفس پوری کرنے کی غرض سے انہیں پکڑنے کے لیے بھاگی جب کہ یوسف علیہ السلام اس سے جان چھڑانے کے لیے بھاگے، قرآن کے الفاظ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ: میں یہ کثیر معانی سموئے ہوئے ہیں۔

هَمَّ کی تفسیر میں بعض مفسرین کی لغزشوں کا جائزہ

قلم حد سے تجاوز کر گیا اور بعض مفسرین کے قدم ڈگمگا گئے چوں کہ ان کے خیال میں حضرت یوسف علیہ السلام نے فحش کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ بعض کتب تفسیر واہی تباہی قسم کے اسرائیلی روایات سے بھری ہوئی ہیں۔ بلکہ بعض روایات جو اَلْهَمَّ: اور البرهان: کے متعلق وارد ہوئی ہیں منکر اور باطل ہیں حتیٰ کہ بعض روایات میں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ازار بند کھول لیا تھا اور جماع کی نشست پر بیٹھ گئے تھے، پھر آپ علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر دیکھی کہ انہوں نے منہ میں انگلی دبائی ہوئی ہے آپ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور اس عورت کو چھوڑ دیا، اس طرح کی واہی قسم کی بے شمار روایات مروی ہیں، یہ روایات بے سروپا ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں، مجھے حیرانی ہے کہ اس طرح کی واہی تباہی روایات بعض معتبر کتب تفسیر میں کیسے داخل کر دی گئی ہیں، بعض مفسرین نے تو ان روایات کو قبول بھی کر لیا ہے، جب کہ یہ سب روایات خرافات اور اباطیل ہیں جیسا کہ ابو مسعود نے لکھا ہے: بلاشبہ ان روایات سے کان نفرت کرتے ہیں اور عقل وذہن ان کی تردید کرتا ہے۔ حیرت ہے ان مفسرین سے یہ امر کیوں مخفی رہا کہ یوسف علیہ السلام نبی کریم، ابن نبی کریم، صدیق ہیں اور معصوم عن الخطا ہونا انبیائے کرام کی صفات میں سے ہے۔ اے لوگو! عقل کرو اور سمجھ سے کام لو اور ان کتب کو ان خرافات اور اباطیل سے پاک کرو، بلاشبہ زنا سنگین جرم ہے بھلا کوئی نبی اس جرم کا کیسے ارتکاب کر سکتا ہے؟ اب میں حضرت یوسف علیہ السلام کی معصومیت پر دس دلائل قائم کرتا ہوں، ذرہ غور کیجیے۔

اول دلیل:......آپ علیہ السلام کا سختی سے انکار کرنا اور انکار پر تصلب سے قائم رہنا۔ چنانچہ فرمایا: قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

دوم دلیل:......آپ علیہ السلام کا دروازے بند کر دیے جانے کے بعد بھاگنا۔ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

سوم دلیل:......آپ علیہ السلام کا زنا پر جیل میں قید ہو جانے کو ترجیح دینا۔ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ

چہارم دلیل:...... بے شمار مقامات میں اللہ تعالیٰ کا یوسف علیہ السلام کی تعریف کرنا مثلاً اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ. اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا: کیا کوئی شخص زنا کا ارادہ کرنے کے بعد مخلصین میں شامل ہوسکتا ہے؟

پنجم دلیل:...... پنگھوڑے میں پڑے ہوئے بچے کی گواہی دینا جسے اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی دے دی تھی۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝۲۶

ششم دلیل:...... عزیز مصر کی بیوی کا آپ علیہ السلام کی پاکدامنی اور بے گناہی کا اعتراف کرنا۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ۝۳۲

ہفتم دلیل:...... آپ علیہ السلام کا اللہ کے حضور استغاثہ دائر کرنا تاکہ اللہ انہیں عورتوں کے مکروفریب سے نجات بخشے۔ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۳۴

ہشتم دلیل:...... واضح علامات وبراہین کا آپ علیہ السلام کی عفت پر قیام اور لوگوں کی باتیں ختم کرنے کے لیے آپ علیہ السلام کو جیل میں داخل کرنا۔ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ ۝۳۵

نہم دلیل:...... آپ علیہ السلام کا جیل سے اس وقت تک باہر نہ آنا جب تک کہ معاملہ صاف نہ ہوجائے۔ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ۝۵۰

دہم دلیل:...... آپ علیہ السلام کی عفت وپاکدامنی اور بے گناہی پر عزیز مصر کی بیوی اور دوسری عورتوں کا کھلا اعتراف قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۵۱

یہ دلائل آپ علیہ السلام کی عفت وپاکدامنی کے لیے کافی ہیں، اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ تلك عشرة كاملة

حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کے اسباب

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ
یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ۝۴۳ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا
نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ۝۴۴ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ
فَاَرْسِلُوْنِ ۝۴۵ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ
سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝۴۶ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ
سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝۴۷ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝۴۸ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ
یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ۝۴۹ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ ع
اِلٰی رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ۝۵۰ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ
اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ

الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ:......اور بادشاہ نے کہا کے بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں موٹی ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات بالیاں ہری ہیں اور ان کے علاوہ خشک بالیاں ہیں اے درباروالو! مجھے میری خواب کے بارے میں جواب دو اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو، ﴿۴۳﴾ وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو یوں ہی خیالی خواب ہیں، اور ہم خوابوں کی تعبیر دینا جانتے نہیں ہیں ﴿۴۴﴾ اور وہ شخص بول اٹھا جو دو قیدیوں میں رہا ہوا تھا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آ گیا کہ میں تمہیں اس کی تعبیر سے باخبر کر دوں گا لہٰذا تم لوگ مجھے بھیج دو۔ ﴿۴۵﴾ اے یوسف اے سچے! ہمیں ایسی سات موٹی گایوں کے بارے میں جواب دیجیے جنہیں سات دبلی گائیں کھائے جا رہی ہیں اور سات ہری بالیوں اور ان کے علاوہ خشک بالوں کے بارے میں بتایئے تاکہ میں ان لوگوں کی طرف واپس ہو جاؤں امید ہے کہ وہ بھی جان لیں گے ﴿۴۶﴾ یوسف نے کہا کہ سات سال لگاتار متواتر کھیتی کرو گے پھر جو تم کھیتی کاٹ لو تو اسے اس کی بالوں میں چھوڑے رکھنا مگر تھوڑا سا جس میں سے تم کھاتے رہو، ﴿۴۷﴾ پھر اس کے بعد سخت سات سال آئیں گے جو اس سب کو کھائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے بچا کر رکھا ہو گا بجز اس کے جو تم چھوڑ دو گے، ﴿۴۸﴾ پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں کے لیے خوب بارش ہو گی اور اس میں رس نچوڑیں گے۔ ﴿۴۹﴾ اور بادشاہ نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس لے آؤ سو جب قاصد یوسف کے پاس آیا تو یوسف نے کہا کہ تو اپنے آقا کے پاس جا پھر اس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، بے شک میرا رب ان کے فریب کو خوب جاننے والا ہے، ﴿۵۰﴾ اس نے کہا کہ اے عورتو! تمہارا کیا واقعہ ہے جبکہ تم نے یوسف سے اپنی مطلب براری کی خواہش کی، انہوں نے جواب میں کہا حاشا للہ ہم اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں، ہمارے علم میں ایسی کوئی بات نہیں کہ ہم یوسف کی طرف کوئی برائی منسوب کر سکیں، عزیز کی بیوی نے کہا اس وقت حق ظاہر ہو گیا میں نے اسے اپنے مطلب براری کی لیے اسے پھسلایا اور بے شک وہ سچے لوگوں میں سے ہے ﴿۵۱﴾ یہ اس لیے کہ وہ جان لے کر میں نے اس کے پیچھے اس کی خیانت نہیں کی اور بلاشبہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو نہیں چلنے دیتا۔ ﴿۵۲﴾

ماقبل سے ربط وتعارف:......جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے رہائی دینے کا ارادہ کیا تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیے۔ چنانچہ مصر کے بادشاہ نے ایک عجیب خواب دیکھا، جس سے وہ بہت گھبرایا، اس نے جادوگروں، کاہنوں اور نجومیوں کو جمع کیا ان سے خواب کی تعبیر پوچھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو عاجز کر دیا۔

لغات:......عِجَافٌ مریل، کمزور، أعجف کی جمع ہے اس کی مونث عجفاء ہے۔ تَعْبُرُوْنَ: التعبیر: خواب کی تفسیر۔

اَضْغَاثُ: ضِغْثٌ کی جمع ہے معنی خشک وتر تنکوں اور تیلیوں کا مٹھا۔ اَحْلَامٍ: حُلْمٌ کی جمع ہے، معنی جھوٹا خواب، جس میں حق وباطل خلط ہو جائے۔

ادَّكَرَ: نسیان کے بعد یاد آنا۔ دَاَبًا: الدَّأبُ کسی چیز پر قائم رہنا، مقولہ ''دأب علی علمه'' فلاں شخص اپنے علم پر قائم رہا۔

تُحْصِنُوْنَ: تم جمع کرو گے اور ذخیرہ کرو گے۔ حَصْحَصَ: ظاہر ہوا، واضح ہوا۔

بادشاہ کا خواب

تفسیر: وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ:......مصر کے بادشاہ نے کہا: میں نے خواب میں سات موٹی تازہ گائیں دیکھی ہیں جو خشک نہر سے باہر نکلی ہیں اور ان کے پیچھے سات دبلی گائیں چلی آ رہی ہیں، پھر دبلی گائیوں نے موٹی تازہ گائیں کھا لیں۔

وَسَبْعَ سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ: یہ خواب کا تتمہ ہے یعنی میں نے خواب میں سات ہرے بھرے خوشے بھی دیکھے جن میں دانے پختہ ہونا چاہتے ہیں اور دوسرے سات خوشے اور ہیں جو خشک ہیں اور کٹائی کے قابل ہیں، چنانچہ خشک خوشوں نے تر خوشوں کو ہڑپ کر لیا۔

يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ: اے میرے دربار کے اشراف ساتھیو! اس خواب کی تعبیر سے مجھے آگاہ کرو۔

اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ: اگر تم اچھی طرح سے تعبیر دے سکتے ہو اور اس خواب کی حقیقت سے واقف ہو۔

معبرین کا جھوٹا عذر اور یوسف علیہ السلام کا تذکرہ

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ:...... یہ غلط شدہ جھوٹا خواب ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، ضحاک کہتے ہیں: جھوٹا خواب ہے۔
وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ: ہم ایسے جھوٹے خوابوں کی تعبیر سے واقف نہیں۔[1]
وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ: اور وہ شخص جس نے جیل سے رہائی پائی تھی جو کہ ساقی تھا اسے طویل مدت کے بعد یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہونے والی باتیں یاد آ گئیں۔ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ: میں تمہیں اس خواب کی تعبیر سے آگاہ کرتا ہوں اور یہ تعبیر ایسے شخص کی طرف سے ہوگی جسے خوابوں کی تعبیر کا علم ہے۔ فَاَرْسِلُوْنِ: مجھے اس کے پاس بھیج دو تا کہ میں تعبیر پوچھ کر لے آؤں، صیغہ جمع کا لایا ہے جب کہ مخاطب بادشاہ تھا، تعظیماً ایسا کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جیل شہر سے دور تھی تبھی ساقی نے کہا مجھے بھیجو۔[2]
يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ:...... کلام میں حذف ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے یعنی، اسے بادشاہ نے بھیج دیا اور وہ جیل میں یوسف علیہ السلام کے پاس جا پہنچا اور ان سے کہا: اے یوسف! اے صدیق! صدیق کے نام سے اس لیے انہیں موسوم کیا چوں کہ قبل ازیں اس کا تجربہ ہو چکا تھا[3] کہ آپ علیہ السلام خوابوں کی سچی تعبیر کرتے ہیں۔ "صدق" سے صیغہ مبالغہ صدیق ہے۔ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ: یعنی اس عجیب خواب کی تعبیر دو۔ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ: تا کہ میں بادشاہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس واپس جاؤں اور انہیں خواب کی تعبیر کے بارے میں آگاہ کروں تا کہ وہ آپ کا علم و فضل جان سکیں اور پھر آپ کو آزمائش سے نجات دیں۔ امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ساقی نے لَعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ: اس لیے کہا چوں کہ اس نے معبرین کو نہایت بے بس دیکھا، وہ سمجھا شاید ان کی طرح آپ علیہ السلام بھی خواب کی تعبیر سے عاجز ہوں اس لیے کہا: لَعَلِّيْ۔

بادشاہ کے خواب کی تعبیر

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا:...... تم لگا تار سات سال تک عزیمت کے ساتھ غلہ کاشت کرو گے۔ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖ: جو غلہ کاٹو اسے خوشوں ہی میں رہنے دو تا کہ اس غلے کو گھن نہ چاٹ جائے۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ: ہاں البتہ اتنی قلیل مقدار میں غلہ جو تم نے کھانا ہو اسے بالیوں سے نکال لو اور بقیہ کو بالیوں ہی میں رہنے دو۔ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ: پھر خوشحالی کے ان برسوں کے بعد سختی اور قحط کے سات سال آئیں گے۔ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ: خوشحالی کے دنوں میں جو غلہ تم نے ذخیرہ کیا ہوگا وہ قحط کے ان برسوں میں تم کھاؤ گے۔
اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ: البتہ تھوڑی مقدار میں غلہ بچا لو جو کاشتکاری کے لیے کام میں لا سکو۔
ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ:...... پھر قحط کے سالوں کے بعد خوشحالی کا سال آئے گا خوب بارش برسے گی لوگوں میں تر و تازگی عود کر آئے گی، انگور بکثرت ہوں گے، لوگ ان کا رس نچوڑ دیں گے اور ہر طرف سبزہ اور شادابی ہوگی۔
علامہ زمخشری کہتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام نے موٹی تازہ گائیں اور ہری بھری بالیوں سے خوشحالی کے سالوں کی تعبیر دی اور دبلی پتلی گائیں اور خشک بالیوں سے قحط کے برسوں کی تعبیر دی پھر انہیں خوشحالی کے مبارک سال کی بشارت دی، یہ تعبیر ز وروحی سے ممکن ہوئی۔[4]

حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا حکم اور واقعہ کی تحقیق

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ:...... جب ساقی بادشاہ کے پاس واپس آیا اور یوسف علیہ السلام کی بیان کردہ تعبیر سے اسے آگاہ کیا تو بادشاہ تعبیر سن کر خوش ہوا اور کہا: اس شخص کو میرے پاس لاؤ تا کہ میں خود اس سے تعبیر سنوں اور اسے آنکھوں سے دیکھوں۔ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ: جب بادشاہ کا قاصد

---

[1] دوسرا معنی کہ ہم مطلق موٹے خوا ں کی تعبیر سے واقف نہیں۔ [2] الطبری ۱۲/ ۲۲۹ [3] الرازی ۱۸/ ۱۴۹ [4] الکشاف ۲/ ۴۷۷

حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ قَالَ ارۡجِعۡ اِلٰی رَبِّكَ: یوسف علیہ السلام نے قاصد سے کہا: اپنے مالک جو کہ تمہارا بادشاہ ہے کے پاس واپس جاؤ اور فَسۡئَلۡهُ مَا بَالُ النِّسۡوَةِ الّٰتِیۡ قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَهُنَّ: ان عورتوں کے قصے کے بارے میں اس سے سوال کرو جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے۔ کیا اسے ان عورتوں کا معاملہ معلوم ہے؟ کیا اسے معلوم ہے کہ مجھے جیل میں کیوں قید کیا گیا؟ مجھ پر ان عورتوں کی وجہ سے ظلم کیا گیا۔ آپ علیہ السلام نے معاملہ صاف کرنے سے پہلی جیل سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور یہ کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ علیہ السلام کو بغیر کسی جرم کے جیل میں قید کر دیا گیا تھا۔[1] اِنَّ رَبِّیۡ بِكَیۡدِهِنَّ عَلِیۡمٌ: اللہ تعالیٰ مخفی امور سے بخوبی واقف ہے اور ان عورتوں نے میرے ساتھ جو چال اور فریب کیا اس سے بھی بخوبی واقف ہے۔ قَالَ مَا خَطۡبُكُنَّ اِذۡ رَاوَدۡتُّنَّ یُوۡسُفَ عَنۡ نَّفۡسِهٖ: بادشاہ نے عورتوں کو جمع کیا اور ان کے ساتھ عزیز مصر کی بیوی کو بھی بلایا پھر ان سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بادشاہ نے سوال کیا اور کہا: جب تم نے یوسف کو فحش فعل کی دعوت دی اس معاملے میں تمہارا کیا اظہار ہے؟ قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمۡنَا عَلَیۡهِ مِنۡ سُوۡٓءٍ: اس سے اللہ کی پناہ کہ یوسف نے کسی قسم کی برائی کا ارادہ کیا ہو، کلام میں یوسف علیہ السلام کی کمال پاکدامنی کی خبر دی جا رہی ہے اور ان کی عفت پر تعجب کیا جا رہا ہے۔

زلیخا کا اقرار جرم

قَالَتِ امۡرَاَتُ الۡعَزِیۡزِ الۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ:......اب کے حق کا انکشاف ہو گیا اور پوشیدہ رہنے کے بعد ظاہر ہو گیا۔ اَنَا رَاوَدۡتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ: میں نے ہی اسے اپنے دام محبت میں پھنسانے کی کوشش کی تھی اور میں نے ہی دعوت دی تھی، جب کہ وہ خیانت سے بری الذمہ ہے اور اپنی بات میں سچا ہے، آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت کا صریح اعتراف ہے۔ ذٰلِكَ لِیَعۡلَمَ اَنِّیۡ لَمۡ اَخُنۡهُ بِالۡغَیۡبِ: بظاہر یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کلام ہے جب انہیں عورتوں کی طرف سے شہادت برأت پہنچی تو اس وقت یہ فرمایا، معنی ہے: میں نے قاصد کو اس لیے واپس بھیجا تا کہ میری برأت ظاہر ہو جائے اور عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کے اہل خانہ سے خیانت نہیں کی بلکہ میں نے پاکدامنی کو نہیں چھوڑا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِیۡ كَیۡدَ الۡخَآئِنِیۡنَ: اللہ خائن کو راست باری کی توفیق نہیں دیتا اور اس کی خطا کو درست نہیں فرماتا۔

بلاغت:......اِنِّیۡۤ اَرٰی سَبۡعَ بَقَرٰتٍ: حکایت حال ماضی کے لیے مضارع کا صیغہ لایا گیا ہے۔ سِمَانٍ یَّاۡكُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ: میں طباق ہے اسی طرح خُضۡرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ: میں بھی طباق ہے۔ اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ: یہ استعارہ کی بلیغ تر اور لطیف تر نوع ہے، چنانچہ "اضغاث" تیلیوں کے ایسے مٹھے کو کہا جاتا ہے جو باندھی ہوئی ہو، چنانچہ خوابوں کے پسندیدہ و ناپسندیدہ خیر و شر کے اختلاط کو تیلیوں کے مجموعہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

یُوۡسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیۡقُ: یہ براعت استہلال میں سے ہے۔ ثنائے جمیل کو سوال پر مقدم کیا تا کہ آپ علیہ السلام جواب دے دیں۔

یَّاۡكُلۡنَ مَا قَدَّمۡتُمۡ لَهُنَّ: میں مجاز عقلی ہے چوں کہ سال تو نہیں کھاتے بلکہ غلہ انسان کھاتے ہیں۔ یہ اسناد الی الزمان کے قبیل میں سے ہے جیسے فصحاء کا مقولہ ہے: "نهار الزاهد صائم و ليله قائم" یعنی پرہیزگار انسان کا دن روزے میں ہوتا ہے اور اس کی رات قیام میں۔

فائدہ:......رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شرافت، صبر اور حلم و بردباری کی تعریف کی ہے اور ارشاد فرمایا: اگر اتنی مدت جیل میں، میں ٹھہرتا جتنی مدت یوسف علیہ السلام ٹھہرے تو میں بلانے والے کو مثبت جواب دیتا۔" آپ علیہ السلام کی پاکدامنی پر یہ شہادت بطور برہان کافی ہے۔

لطیفہ:......بعض علما نے بیان کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کی طرف عورتیں مائل ہو جاتی تھیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر نبوت کا رعب اور ہیبت ڈال دی جس کی وجہ سے ہر دیکھنے والا آپ کے بے مثال حسن و جمال سے اعراض کر لیتا تھا۔

(بارہویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلك)

---

[1] کتنی زبردست حکمت عملی ہے کہ تمام معاملات صاف ہو جائیں پھر شان و شوکت کے ساتھ جیل سے باہر تشریف لائیں اور زمین و آسمان بے گناہی کی گواہی دے رہے ہوں۔

پارہ نمبر ۱۳ ...... وَمَآ اُبَرِّئُ

الربع وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِىۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىۡ ؕ اِنَّ رَبِّىۡ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ
الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِىۡ بِهٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡهُ لِنَفۡسِىۡ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الۡيَوۡمَ لَدَيۡنَا مَكِيۡنٌ اَمِيۡنٌ ﴿۵۴﴾
قَالَ اجۡعَلۡنِىۡ عَلٰى خَزَآٮِٕنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّىۡ حَفِيۡظٌ عَلِيۡمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوۡسُفَ فِى الۡاَرۡضِ ۚ
يَتَبَوَّاُ مِنۡهَا حَيۡثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ
ع خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَجَآءَ اِخۡوَةُ يُوۡسُفَ فَدَخَلُوۡا عَلَيۡهِ فَعَرَفَهُمۡ وَهُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ ﴿۵۸﴾
وَلَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ قَالَ ائۡتُوۡنِىۡ بِاَخٍ لَّكُمۡ مِّنۡ اَبِيۡكُمۡ ۚ اَلَا تَرَوۡنَ اَنِّىۡۤ اُوۡفِى الۡكَيۡلَ وَاَنَا خَيۡرُ
الۡمُنۡزِلِيۡنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَاۡتُوۡنِىۡ بِهٖ فَلَا كَيۡلَ لَكُمۡ عِنۡدِىۡ وَلَا تَقۡرَبُوۡنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوۡا سَنُرَاوِدُ عَنۡهُ اَبَاهُ
وَاِنَّا لَفٰعِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتۡيٰنِهِ اجۡعَلُوۡا بِضَاعَتَهُمۡ فِىۡ رِحَالِهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَعۡرِفُوۡنَهَاۤ اِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰٓى
اَهۡلِهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوۡۤا اِلٰٓى اَبِيۡهِمۡ قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الۡكَيۡلُ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَاۤ
اَخَانَا نَكۡتَلۡ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلۡ اٰمَنُكُمۡ عَلَيۡهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنۡتُكُمۡ عَلٰٓى اَخِيۡهِ مِنۡ قَبۡلُ ؕ
فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا ۖ وَّهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوۡا مَتَاعَهُمۡ وَجَدُوۡا بِضَاعَتَهُمۡ رُدَّتۡ اِلَيۡهِمۡ ؕ
قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا مَا نَبۡغِىۡ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتۡ اِلَيۡنَا ۚ وَنَمِيۡرُ اَهۡلَنَا وَنَحۡفَظُ اَخَانَا وَنَزۡدَادُ كَيۡلَ بَعِيۡرٍ ؕ
ذٰلِكَ كَيۡلٌ يَّسِيۡرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنۡ اُرۡسِلَهٗ مَعَكُمۡ حَتّٰى تُؤۡتُوۡنِ مَوۡثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاۡتُنَّنِىۡ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّحَاطَ
بِكُمۡ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوۡهُ مَوۡثِقَهُمۡ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوۡلُ وَكِيۡلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ يٰبَنِىَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ
وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغۡنِىۡ عَنۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيۡهِ
تَوَكَّلۡتُ ۚ وَعَلَيۡهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوۡا مِنۡ حَيۡثُ اَمَرَهُمۡ اَبُوۡهُمۡ ؕ مَا كَانَ يُغۡنِىۡ
عَنۡهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ اِلَّا حَاجَةً فِىۡ نَفۡسِ يَعۡقُوۡبَ قَضٰٮهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوۡ عِلۡمٍ لِّمَا عَلَّمۡنٰهُ وَلٰـكِنَّ
ع اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۸﴾ وَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلٰى يُوۡسُفَ اٰوٰۤى اِلَيۡهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّىۡۤ اَنَا اَخُوۡكَ فَلَا
تَبۡتَٮِٕسۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِىۡ رَحۡلِ اَخِيۡهِ ثُمَّ اَذَّنَ
مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الۡعِيۡرُ اِنَّكُمۡ لَسٰرِقُوۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوۡا وَاَقۡبَلُوۡا عَلَيۡهِمۡ مَّاذَا تَفۡقِدُوۡنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوۡا نَفۡقِدُ صُوَاعَ

الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ
فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ
رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا
مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ
نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ
قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾
قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ
اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ ع ۱۱
قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ
يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰى
اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْئَلِ
الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ
اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ
وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ
يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ
مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ
اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا
وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي
الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ
لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ
لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ

عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۱۴

ترجمہ:...... اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا بلاشبہ نفس برائی کرنے کا خوب زیادہ حکم دیتا ہے۔ بجز اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے بے شک میرا رب غفور ہے رحیم ہے۔ ﴿۵۳﴾ اور بادشاہ نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ میں اسے خالص اپنے لیے رکھوں گا پھر جب ان سے بات کی تو کہا بے شک آج تم ہمارے پاس باعزت ہو معتبر آدمی ہو۔ ﴿۵۴﴾ یوسف نے کہا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو میں ان کی حفاظت کرنے والا ہوں جاننے والا ہوں، ﴿۵۵﴾ اور ہم نے اسی طرح یوسف کو زمین میں بااختیار بنا دیا اس میں جہاں چاہے رہے، ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیں اور ہم اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ ﴿۵۶﴾ اور البتہ آخرت کا ثواب ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔ ﴿۵۷﴾ اور یوسف کے بھائی آئے سو وہ ان کے پاس اندر چلے گئے سو یوسف نے انہیں پہچان لیا اور وہ انہیں نہیں پہچان رہے تھے ﴿۵۸﴾ اور جب یوسف نے انہیں سامان تیار کر دیا تو فرمایا کہ تمہارا جو ایک باپ شریک بھائی ہے اسے میرے پاس لے آنا کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرنے والا ہوں ﴿۵۹﴾ سو اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی غلہ نہیں ہے جو میں تمہیں ناپ کر دوں اور میرے پاس مت آنا۔ ﴿۶۰﴾ بھائیوں نے کہا ہم اس کے باپ سے اس کے بارے میں درخواست کریں گے اور ہمیں یہ کام ضرور کرنا ہے، ﴿۶۱﴾ اور یوسف نے اپنے خدمت گزاروں سے کہا کہ ان کی پونجی ان کے کجاووں میں رکھ دو اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ جائیں تو اسے پہچان لیں شاید وہ پھر واپس آ جائیں ﴿۶۲﴾ پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ اے ابا جان! ہمیں غلہ دینے کی ممانعت کر دی گئی ہے سو آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تاکہ ہم غلہ لا سکیں اور بلاشبہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ﴿۶۳﴾ ان کے والد نے کہا کیا میں اس پر تمہارا اعتبار کروں؟ مگر جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی پر تمہارا اعتبار کر چکا ہوں، سو اللہ سب سے بہتر نگہبان ہے، اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ ﴿۶۴﴾ اور جب انہوں نے سامان کو کھولا تو انہوں نے اپنی پونجی کو پایا کہ ان کی طرف واپس کر دی گئی ہے کہنے لگے کہ ابا جی! اور ہمیں کیا چاہیے اور ہماری پونجی ہے ہماری طرف لوٹا دی گئی ہے اور ہم اپنے گھر والوں کے لیے لائیں گے اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لے آئیں گے، یہ غلہ تھوڑا سا ہے، ﴿۶۵﴾ انہوں نے کہا کہ میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ تم مجھے اللہ کی طرف سے مضبوط عہد نہ دے دو کہ تم اسے ضرور لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم کو گھیر لیا جائے سو جب انہوں نے اپنے والد کو اپنا عہد دے دیا تو والد نے کہا کہ ہم جو بات کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔ ﴿۶۶﴾ اور یعقوب نے کہا کہ اے میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازے سے داخل مت ہونا اور مختلف دروازوں سے داخل ہونا، اور میں اللہ کے حکم کو تم سے ذرا بھی ٹال نہیں سکتا، حکم صرف اللہ ہی کا ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور چاہیے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں ﴿۶۷﴾ اور جب وہ اسی طرح داخل ہوئے جیسے ان کے والد نے انہیں حکم دیا تھا تو اللہ کے حکم سے ذرا بھی انہیں کوئی چیز بچانے والی نہ تھی مگر یعقوب کے جی میں ایک حاجت تھی جسے اس نے پورا کر لیا اور بلاشبہ وہ علم والے تھے اس وجہ سے کہ ہم نے انہیں سکھایا تھا اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ ﴿۶۸﴾ سو جب وہ یوسف پر داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھکانہ دیا اس سے کہا کہ میں بے شک تیرا بھائی ہوں لہٰذا تو اس کا رنج مت کر جو کچھ یہ لوگ کرتے رہے ہیں ﴿۶۹﴾ پھر جب انہیں سامان دے کر تیار کر دیا تو ایک پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو! بلاشبہ تم چور ہو، ﴿۷۰﴾ وہ لوگ کہنے لگے اور ان کی طرف آگے بڑھے کہ تم کس چیز کو گم پا رہے ہو ﴿۷۱﴾ انہوں نے کہا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا ہے، اور جو شخص اسے لے کر آئے اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں اس کا ذمہ دار ہوں، ﴿۷۲﴾ وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم لوگ اس لیے نہیں آئے کہ زمین میں فساد کریں اور نہ ہم چور ہیں، ﴿۷۳﴾ وہ کہنے لگے کہ پھر اس کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے؟ ﴿۷۴﴾ کہنے لگے کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے کجاوے میں یہ پیمانہ پایا جائے سو خود اس کی ذات ہی اس کا بدلہ ہے ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ ﴿۷۵﴾ پھر یوسف نے اپنے بھائی کے

تھیلے کی تلاشی لینے سے پہلے دوسرے بھائیوں کے تھیلوں کی تلاشی لینے سے ابتدا کی، پھر اس پیمانہ کو اپنے بھائی کے تھیلے سے برآمد کرلیا ہم نے یوسف کو اسی طرح تدبیر بتادی، بادشاہ کے قانون میں اپنے بھائی کو لے نہیں سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے، ہم جسے چاہیں درجات کے اعتبار سے بلند کرتے ہیں اور ہر جاننے والے سے اوپر زیادہ جاننے والا ہے۔ (۷۶) برادران یوسف کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کرچکا ہے سو یوسف نے اس بات کو اپنے جی میں چھپالیا اور اس کو ظاہر نہیں کیا، کہا کہ تم زیادہ برے ہو اور اللہ ہی خوب جانتا ہے جو تم بیان کررہے ہو، (۷۷) وہ کہنے لگے کہ اے عزیز اس کے والد ہیں جو زیادہ بوڑھے ہیں سو آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجیے بلاشبہ ہم آپ کو اچھا برتاؤ کرنے والوں میں سے دیکھ رہے ہیں (۷۸) یوسف نے کہا کہ اللہ ہمیں اس سے پناہ دے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہو اس کے سوا کسی دوسرے کو پکڑلیں، اگر ایسا کریں تو بلاشبہ ہم ظلم کرنے والے ہوجائیں گے۔ (۷۹) پھر جب یوسف سے ناامید ہوگئے تو وہاں سے علیحدہ ہوکر آپس میں مشورہ کرنے لگے ان میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کی قسم لے کر پکا وعدہ لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں قصور کرچکے ہو، سو اب میں اس سرزمین سے نہیں ٹلوں گا جب تک میرا باپ مجھے اجازت نہ دے یا اللہ میرے لیے فیصلہ نہ فرمادے اور وہ فیصلہ دینے والوں میں سے سے اچھا فیصلہ دینے والا ہے، (۸۰) تم لوگ اپنے والد کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہو کہ اے ابا جان! بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کرلی اور ہم اس بات کی گواہی دے رہے ہیں جس کا ہمیں علم ہے اور ہم غیب کی باتوں کے حافظ نہیں تھے (۸۱) اور آپ اس بستی سے پوچھ لیجیے جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے پوچھ لیجیے جن میں ہم شامل ہوکر آئے ہیں اور بلاشبہ ہم سچ کہہ رہے ہیں۔ (۸۲) یعقوب نے کہا: بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہیں ایک بات سجھادی ہے سو میں صبر جمیل کو ہی اختیار کروں گا امید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا بلاشبہ وہ علم والا ہے حکمت والا ہے، (۸۳) اور ان کی طرف سے رخ پھیر لیا اور کہا کہ یوسف پر افسوس ہے، اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں سو وہ گھٹتے رہتے تھے، (۸۴) بیٹے کہنے لگے اللہ کی قسم آپ تو برابر یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ گھل جائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہوجائیں، (۸۵) یعقوب نے کہا کہ میں اپنے رنج اور غم کی اللہ ہی سے شکایت کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے مجھے وہ علم عطا ہوا ہے جو تم نہیں جانتے، (۸۶) اے میرے بیٹو، تم جاؤ اور یوسف کو اور اس کے بھائی کو تلاش کرو، اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بلاشبہ اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ (۸۷) سو جب یہ لوگ یوسف پر داخل ہوئے تو کہنے لگے کہ اے عزیز! ہمارے اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم یہ ایسی پونجی لائے ہیں جو رد کیے جانے کی مستحق ہے سو آپ ہمیں پورا غلہ دیجیے اور ہم پر صدقہ کردیجیے بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو اس کی جزا دیتا ہے۔ (۸۸) یوسف نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا جبکہ تم جاہل تھے۔ (۸۹) کہنے لگے واقعی کیا آپ یوسف ہیں؟ یوسف نے کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان فرمایا بلاشبہ بات یہ ہے جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ (۹۰) کہنے لگے اللہ کی قسم اللہ نے تجھے ہم پر فضیلت دے دی اور بلاشبہ ہم خطا کرنے والوں میں سے تھے۔ (۹۱) یوسف نے کہا آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ (۹۲) میرا یہ کرتہ لے جاؤ سو اسے میرے والد کے چہرے پر ڈال دو وہ بینا ہوجائیں گے، اور میرے پاس اپنے سارے گھر والوں کو لے آؤ۔ (۹۳)

ماقبل سے ربط وتعارف: ......ان آیات میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دوسری بار مصر جانے کا بیان ہے درحالیکہ ان کے ساتھ یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی بنیامین بھی تھے، شاہی کٹورے کے چوری ہونے اور بنیامین کے سامان سے برآمد ہونے کا تذکرہ ہے پھر یعقوب علیہ السلام کی آزمائش کے ان کے دو بیٹے ان سے جدا ہوگئے کا ذکر ہے۔

لغات: مَكِينٌ: ......مرتبے والا۔ رِحَالِهِمْ: رحل کی جمع ہے مراد وہ سامان ہے جو سواری پر لاد دیا جاتا ہے۔ نَمِيرُ: ہم ان کے لیے کھانے کی اشیاء لائیں گے۔ يُحَاطَ بِكُمْ: تم سب ہلاک ہوجاؤ گے۔ تَبْتَئِسْ: تو حزن وغم کرتا ہے۔ الْعِيرُ: بوجھ لدے اونٹ، یہ لفظ قافلے کے معنی میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ صُوَاعَ: وہ صاع جس میں غلے کا ناپ تول کیا جاتا ہے، کٹورا جس میں پانی پیا جاتا ہے۔ زَعِيمٌ: کفیل، ضامن۔ سَوَّلَتْ: مزین کیا۔ كَظِيمٌ: غم وحزن سے بھرا ہوا ہونا اور غم کو ظاہر نہ کرنا۔ تَفْتَؤُا: لا تفتأ "لا تزال" کے معنی میں ہے، افعال ناقصہ میں سے ہے۔ حَرَضًا: ایسا

مرض جو ہلاکت کے دہانے تک پہنچا دے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے:

سَرَیٰ همّی فامرضنی وقدما زادنی مرضاً
كذاكَ الحُبُّ قبل اليوم مِمّا يورث الحرضا

مجھے غم نے بیمار کر دیا اور میری بیماری میں اضافہ ہوتا ہی رہا اسی طرح آج سے پہلے کی ہوئی محبت کا حال ہے وہ بھی بیماری کو جنم دیتی ہے جو جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔

"الحرض" اصل میں جسم یا عقل میں فساد و خرابی کو کہا جاتا ہے۔ بَثِّيْ: "البث" غم و حزن۔ فَتَحَسَّسُوْا: "التحسس" حواس سے کسی چیز کو طلب کرنا، باریک بینی سے تحقیق و جستجو تجسس کا استعمال خیر کے لیے ہوتا ہے جیسے تجسس شر کے لیے مستعمل ہے۔ لَا تَثْرِيْبَ: التثریب توبیخ، سزا، جھڑک۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی عاجزی و کسر نفسی

تفسیر: وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ:...... میں اپنے نفس کا تزکیہ نہیں پیش کرتا اور نہ اس کی پاکی بیان کرتا ہوں چوں کہ بشری نفس شہوات کی طرف مائل ہوتا ہے، یوسف علیہ السلام نے یہ بات تواضع کے طور پر کہی، علامہ زمخشری کہتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے اللہ کے حضور عاجزی اور کسر نفسی کی، تاکہ آپ علیہ السلام اپنے نفس کا تزکیہ کرنے والے نہ ہو جائیں اور حالت نفس پر عجب و فخر نہ کریں۔[1] اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ: ہاں البتہ اللہ جس پر رحم کرے اور اسے بچالے۔ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: میرا رب عظیم مغفرت والا اور وسیع رحمت والا ہے۔ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ: یوسف کو میرے پاس لے آؤ میں اسے اپنا خاص الخاص معاون بناؤں گا، بادشاہ نے یہ حکم اپنے خدام کو اس وقت دیا جب یوسف علیہ السلام کی برأت و عفت اور پاکدامنی محقق ہوگئی اور بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ زبردست صاحب علم انسان ہے۔ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ: جب کارندے یوسف علیہ السلام کو لے کر آئے آپ علیہ السلام نے بادشاہ کے ساتھ گفتگو کی، بادشاہ نے آپ کے علم و فضل کا مشاہدہ کیا، آپ کی عقلمندی کو عروج پہ پایا اور آپ کے حسن کلام سے متاثر ہوا تو کہا: آج کے بعد آپ ہمارے قریب المرتبت ہوں گے اور ہمارے نزدیک رفیع الشان ہوں گے اور ہر چیز پر آپ نگران ہوں گے۔ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ: یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے کہا: مجھے ملکی وسائل و خزانوں کا منتظم مقرر کر دو۔ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ: جو چیز میرے سپرد کرو گے میں امانتداری سے اس کا انتظام کروں گا اور تصرف کی جہتوں سے بخوبی واقف ہوں، آپ علیہ السلام نے عدل میں رغبت رکھنے کی وجہ سے اعلیٰ سرکاری عہدہ طلب کیا، نیز آپ کو حق و احسان کی اقامت کا پورا یقین تھا، یہ تزکیہ نفس کے قبیل میں سے نہیں، بلکہ آپ علیہ السلام نے وزارت مالیہ کے لیے اپنی درایت اور بہترین حکمت عملی اور حسن تدبیر کا اظہار کیا ہے۔

یوسف علیہ السلام کا سرزمین مصر میں اقتدار

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ:...... یوں ہم نے یوسف کو سرزمین مصر میں اقتدار عطا کیا اور قید و بند کے بعد انہیں عزت و سلطنت سے سرفراز کیا۔ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ: جہاں چاہیں اپنا ٹھکانا آزادی سے بنائیں اور مملکت میں جیسے چاہیں تصرف کریں۔ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ: ہم اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں خصوصی فضل و کرم اور انعام کرتے ہیں۔ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ: جو لوگ نیک اعمال کرتے ہیں ہم ان کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتے بلکہ اسے دگنا اجر دیتے ہیں۔ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ: آخرت کا اجر و ثواب مؤمنین متقین کے لیے دنیا کے اجر سے افضل ہے، اس میں اشارہ ہے کہ مطلوب تو آخرت کا اجر و ثواب ہے، اور ان نیکوکاروں کے لیے جو اجر و ثواب ذخیرہ کیا جاتا ہے وہ دنیا کی نعمتوں سے بڑا اور افضل ہے۔

---

[1] الکشاف ۲/۴۸۰

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی آمد

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ:...... بھائی یوسف کی پاس آئے، یوسف پہچان گئے کہ یہ لوگ ان کے بھائی ہیں، لیکن وہ یوسف کو نہیں پہچان سکے، چوں کہ یوسف علیہ السلام کی عظمت وشان تھی، زمانہ کافی گزر گیا تھا اور چہرے کے خط وخال بھی تبدیل ہو چکے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے اور بھائیوں کے ان کے پاس جانے کے درمیان بائیس (۲۲) سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا، اسی لیے بھائی انہیں نہیں پہچان سکے۔ مصر میں اُن کے آنے کا سبب یہ ہوا کہ ان کے علاقہ میں شدید قحط مسلط ہو گیا جس کی وجہ سے کھانے پینے کی اشیا کی شدید قلت ہو گئی۔ مصر گئے تاکہ یوسف علیہ السلام کے ذخیرہ کردہ غلے سے کچھ خرید لائیں، جب بھائی یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے پوچھا: ہمارے ملک میں کیسے آنا ہوا؟ بھائیوں نے جواب دیا: ہم غلہ لینے آئے ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا: شاید تم ہمارے ملک میں جاسوسی کرنے آئے ہو؟ بھائیوں نے جواب دیا: ہم جاسوسی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ فرمایا: تم کس ملک کے باشندے ہو؟ کہا: ہم ملک کنعان کے رہنے والے ہیں اور ہمارے والد یعقوب ہیں جو اللہ کے نبی ہیں۔ فرمایا: کیا تمہارے والد کی تمہارے علاوہ کوئی اور اولاد بھی ہے؟ کہا: جی ہاں ہم بارہ (۱۲) بھائی تھے، ہمارا ایک چھوٹا بھائی جنگل میں گیا اور مر گیا، وہ والد صاحب کو ہم میں سے زیادہ محبوب تھا، البتہ ہمارے اس بھائی کا حقیقی بھائی ہے جسے والد صاحب نے اپنے پاس روک لیا ہے تاکہ ان کی تسلی کا ساماں ہوتا رہے اور ہم باقی دس ہیں جو آپ کے سامنے حاضر ہیں، آپ علیہ السلام نے خدام کو ان کے اکرام ومہمانی کا حکم دیا۔ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ: جب یوسف نے بھائیوں کے لیے کھانے کی اشیا اور غلہ تیار کیا اور انہیں ضروریات سفر دیں۔

چھوٹے بھائی بنیامین کو لانے کی ترغیب اور حکم

قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ:...... میرے پاس اپنے بھائی بنیامین کو لیتے آنا تاکہ میں تمہاری تصدیق کر سکوں۔ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا پیمانہ دیتا ہوں اور کمی نہیں کرتا۔ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ: اور میں مہمانوں کا اچھی طرح سے اکرام کرتا ہوں اور میزبانی کے فرائض اچھی طرح سے انجام دیتا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کا خوب اکرام کیا اور اچھی طرح سے ان کی مہمانی کی۔ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ: اگر تم میرے پاس اپنے بھائی کو لے کر نہ آئے تو میرے پاس اس کے بعد تمہارے لیے غلہ نہیں اور دوسری بار میرے ملک کے قریب بھی مت پھٹکو، یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو اولاً ترغیب دی پھر انہیں دھمکا بھی دیا، بحر میں لکھا ہے: یوسف علیہ السلام نے جو کچھ بھی کیا بظاہر اللہ کی طرف سے بھیجی گئی وحی کے مطابق کیا، ورنہ اچھائی کا تقاضہ یہ تھا کہ یوسف علیہ السلام والد کو بلاتے، لیکن اللہ تعالیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کے امتحان کو پورا کرنا چاہتا تھا تاکہ خواب کی حقیقت مکمل ہو جائے۔[۱] قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ: بھائیوں نے کہا: ہم والد کو بہلا کر حیلے بہانے سے بھائی کو ان کے ہاتھ سے نکالنے کی کوشش کریں گے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔

یوسف علیہ السلام کا بھائیوں پر احسان

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ:...... یوسف علیہ السلام نے ناپ تول کرنے والے غلاموں سے کہا جس مال سے انہوں نے غلہ خریدا ہے وہ ان کے تھیلوں میں رکھ دو۔ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ: جب یہ اپنے اہل خانہ کے پاس جائیں اور تھیلے کھولیں۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ: شاید اپنی پونجی واپس دیکھ کر ہماری طرف لوٹ آئیں، چوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو یقین تھا کہ ان کا دین انہیں مجبور کرے گا کہ ثمن واپس کریں کیونکہ وہ حرام خوری سے پاک ہیں، یہ اس بہانے لازماً واپس آئیں گے۔ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ: جب یہ

---

[۱] البحر المحیط ۵/ ۳۲۲

لوگ اپنے والد کے پاس واپس پہنچے ان سے کہنے لگے: اگر ہم آئندہ بنیامین کو ساتھ لے کر نہ گئے تو ہمیں غلہ نہیں دیا جائے گا، چوں کہ شاہ مصر کا خیال ہے کہ ہم جاسوس ہیں اس نے ہماری سچائی کی تحقیق کے لیے بنیامین کا مطالبہ کیا ہے۔ ابھی تک انہوں نے اپنا سامان نہیں کھولا تھا۔

بیٹوں کی یعقوب علیہ السلام سے درخواست

فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ: ......ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بنیامین کو بھیج دیجیے تا کہ ہم اس غلے کے مستحق ٹھہریں جو ناپ تول کر ہمیں دیا جاتا ہے۔وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ: ہم ہر طرح کی ناگواری سے اس کی حفاظت کریں گے۔قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ: بیٹوں سے یعقوب نے کہا: میں بنیامین کے متعلق تمہارے اوپر کیسے اعتماد کر سکتا ہوں، تم نے اس کے حقیقی بھائی یوسف کے متعلق قبل ازیں جو کچھ کرنا تھا وہ کر دیا، اس کے بعد تم مجھے بنیامین کی حفاظت کی کیسے ضمانت دے سکتے ہو۔ جب کہ تم معاہدے میں خیانت کرتے ہو؟ مجھے خوف ہے کہ تم بنیامین سے بھی اسی طرح کی چال چلو گے جیسے اس کے بھائی سے چال چلے۔ مجھے تمہارے اوپر اعتماد نہیں اور نہ ہی میں تمہاری حفاظت سے مطمئن ہوں۔ میں تو بس اللہ کی حفاظت پر اعتماد کرتا ہوں۔فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا: اللہ کی حفاظت تمہاری حفاظت سے افضل و بہتر ہے۔وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ: اللہ، والدین اور بھائیوں کی بنسبت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس کی حفاظت کر کے مجھ پر احسان فرمائے گا اور مجھ پر دو مصیبتیں نہیں جمع کرے گا۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ: ......جن تھیلوں میں سامان باندھا گیا تھا جب بھائیوں نے وہ تھیلے کھولے تو غلے کے ثمن واپس تھیلوں سے برآمد ہوئے۔قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ: ہمیں اور کیا چاہیے؟ بادشاہ کے اس بڑے اکرام کے علاوہ اور ہمیں کیا چاہیے؟هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا: یہ رہے غلے کا ثمن جو ہمیں واپس کر دیا گیا ہے اور ہمیں پورا پورا غلہ دیا ہے پیمانے بھر بھر کے دیے ہیں، ہمارا دیا ہوا ثمن بھی واپس کر دیا، بھائی نے یہ ساری تقریر اس لیے کی تا کہ والد اپنی رائے سے دستبردار ہو جائیں۔وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا: ہم اپنے اہل خانہ کے لیے غلہ لے کر آئیں گے۔وَنَحْفَظُ اَخَانَا: ہم ناگواریوں سے اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے بار بار بھائی کی حفاظت کا اس لیے تذکرہ کیا تا کہ والد کے دل میں داعیہ پیدا کر دیں۔وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ: ہمیں اسے اپنے ساتھ لے جانے کا یہ فائدہ ہوگا کہ ایک اونٹ غلے کا اضافہ ہوگا۔ روایت نقل کی گئی ہے کہ یوسف علیہ السلام ایک شخص کو صرف ایک ہی اونٹ کا غلہ دیتے تھے۔ چنانچہ بھائیوں کو دس اونٹوں کے بوجھ کے برابر غلہ دیا تھا، اور گیارھویں اونٹ کے بوجھ سے منع کر دیا یہاں تک کہ اسے حاضر کر لیں۔ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ: اتنا غلہ دینا بادشاہ کے لیے بہت آسان ہے چوں کہ وہ بہت سخی انسان ہے۔قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ: بیٹوں سے والد نے کہا: میں تمہارے ساتھ مصر کی طرف بنیامین کو ہرگز نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ تم مجھے پختہ عہد نہ دے دو اور اللہ کی قسم نہ اٹھا لو کہ تم اسے ضرور میرے پاس واپس لاؤ گے۔اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ: الا یہ کہ تم بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ اور اس سے خلاصی پانے کی قدرت نہ رکھو اور تمہارے پاس کوئی راستہ اور حیلہ باقی نہ رہے۔ مجاہد کہتے ہیں: الا یہ کہ تم بھی موت کا لقمہ بن جاؤ تو یہ عذر ہے۔

یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں سے عہد اور ان کو نصیحت

فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ: ......جب بیٹوں نے قسمیں اٹھالیں اور والد سے پختہ عہد کر لیا۔قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ: اللہ اس کا نگہبان ہے۔ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ: مصر میں ایک ہی دروازے سے داخل مت ہو مفسرین کہتے ہیں: نظر بد کا یعقوب علیہ السلام کو خوف ہوا کہ جب خوبصورت اور اصحاب ہیبت اکٹھے ہو کر داخل ہوں تو انہیں نظر بد نہ ہو جائے، نظر بد حق ہے حتیٰ کہ آدمی کو قبر میں پہنچا دیتی ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ: میں اپنی تدبیر سے تمہارے مقدر سے کسی چیز کو دور نہیں کر سکتا جس کا فیصلہ اللہ نے تمہارے لیے کر دیا ہے۔ احتیاط و بچاؤ سے تقدیر نہیں ٹلتی۔اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ: حکم تو صرف اللہ کا چلتا ہے اس میں اس کا کوئی شریک

نہیں اور اس کے حکم کے مانع کوئی چیز نہیں۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ: صرف اسی پر میں نے بھروسہ کیا۔ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ: اہل توکل اور اہل ایمان اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنے امور اللہ کو سپرد کریں۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ: جب سارے بیٹے مختلف دروازوں سے داخل ہوئے جیسے کہ والد نے وصیت کی تھی۔ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ: ان کا مختلف دروازوں سے داخل ہونا اللہ کے فیصلے کو ٹال نہیں سکتا تھا۔ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا: البتہ ایک بات تھی جو ان کے دل میں ابھری وہ یہ کہ بیٹوں پر شفقت کرتے ہوئے وصیت کی تاکہ انہیں نظر بد نہ ہو جائے۔ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ: یعقوب وسیع علم کے مالک تھے ہم نے انہیں بذریعہ وحی علم عطا کیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی عظیم تعریف کی ہے۔ چوں کہ نور نبوت سے یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ احتیاط اور ہوشیاری سے تقدیر کا دفاع نہیں ہوتا۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ: اللہ نے اپنے انبیا کو جن امور میں مخصوص کر رکھا ہے اور انہیں جو جو علوم عطا کر رکھے ہیں ان سے اکثر لوگ بے خبر ہیں۔

یوسف علیہ السلام کے پاس بنیامین کی آمد

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ: ...... جب یعقوب کی اولاد یوسف کے پاس داخل ہوئی۔ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ: یوسف نے اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس بٹھایا۔ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ: میں تمہارا بھائی یوسف ہوں، یوسف علیہ السلام نے بھائی کو یہ خبر دی اور پوشیدہ رکھنے کی تاکید بھی کی۔ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: بھائیوں نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا اس پر غم نہ کرو، اللہ نے ہمارے ساتھ بہت اچھا معاملہ کیا اور ہمیں خیر و بھلائی کے ساتھ جمع کر دیا۔ مفسرین کہتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کا بہت اکرام کیا اور اچھی طرح سے مہمانی کی، پھر ایک کمرے میں دو دو کو ٹھہرایا اور بنیامین اکیلے بچ گئے، یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اس کا جوڑ نہیں یہ میرے ساتھ رہے گا، یوسف علیہ السلام نے بھائی کو اپنے ساتھ چمٹایا، معانقہ کیا اور طویل فراق و جدائی کے بعد وصل شب سے خوب محظوظ ہوئے، بھائی سے کہا: میں تمہارا بھائی ہوں، بھائیوں نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا اس پر غمزدہ نہ ہونا، پھر بھائی کو آگاہ کیا کہ میں تمہیں اپنے پاس روکنے کا کوئی حیلہ کروں گا اس کی خبر کسی کو نہ ہو۔ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ: جب یوسف نے بھائیوں کی ضرورت پوری کی اور غلے سے اونٹ لدوائے۔ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ: یوسف نے حکم دیا کہ پانی پینے کا برتن یہ سونے کا صاع تھا جس میں جواہر جڑے ہوئے تھے حقیقی بھائی بنیامین کے سامان میں رکھ دیا جائے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر چوری کا الزام

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ: ...... پھر ندا لگانے والے نے آواز دی۔ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ: اے قافلے والو، مسافر سوارو! اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ: تم چور ہو، بھائی کو روکنے کی مصلحت کی خاطر یوسف علیہ السلام نے چوری کی تہمت حلال سمجھی۔ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ: مفسرین کہتے ہیں: جب ندا لگانے والے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس پہنچے کہنے لگے: کیا ہم نے تمہارا اکرام نہیں کیا، کیا ہم نے تمہاری اچھی طرح سے ضیافت نہیں کی؟ کیا تمہیں پیمانے بھر بھر کر نہیں دیے؟ ہم نے تمہارے ساتھ وہ کچھ کیا ہے جو کسی اور کے ساتھ نہیں کیا۔ بھائیوں نے کہا: جی ہاں تمہاری کیا چیز چوری ہوئی ہے؟ ندا لگانے والوں نے کہا: ہم نے بادشاہ کے پانی پینے کا برتن گم پایا ہے اس کی تہمت تمہارے سوا کسی اور پر نہیں رکھی جا سکتی۔ چنانچہ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ: کا یہی مطلب ہے۔ یعنی ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: تم نے کیا چیز گم پائی؟ مَاذَا تَفْقِدُوْنَ: .. ماذا سرقنا.. کے متبادل لایا، اس میں حسن ادب کی رعایت ہے۔ اور چوری کی نسبت سے اظہار برأت بھی ہے اسی لیے ادب کا التزام کیا۔ چنانچہ انہیں جواب دیا قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ: ہم بادشاہ کا ایک پیمانہ گم پاتے ہیں جو جواہر سے مرصع ہے۔ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ: جو شخص پیمانہ لائے گا اور ہمیں واپس کرے گا اسے انعام کے طور پر ایک اونٹ غلہ دیا جائے گا۔ وَاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ: اور میں اس کا ضامن ہوں۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ: ...... قسم میں معنی تعجب ہے۔ یعنی یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا: اے

لوگو! تم جانتے ہو ہم زمین میں فساد پھیلانے کے مقصد سے نہیں آئے۔ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ: ہم کبھی بھی چوری کے وصف سے متصف نہیں ہوئے چوں کہ ہم انبیا کی اولاد ہیں ہم ایسے قبیح افعال نہیں کرتے۔ بیضاوی کہتے ہیں: انہوں نے اپنے علم کی وجہ سے اپنی برأت پر اظہار کیا چوں کہ انہوں نے فرط امانت کا موقع ملاحظہ کیا جیسے پونجی کا واپس کر دینا اور جانوروں کے موہنوں کے آگے تھوتھنی چڑھائے رکھنا تا کہ جانور کسی کی فصل نہ تباہ کریں۔ [1]

شریعت یعقوب علیہ السلام میں چور کی سزا

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ:...... اگر تم بے گناہی کے دعویٰ میں جھوٹے ثابت ہوئے تمہاری شریعت میں چور کی کیا سزا ہے؟ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ: جس چور کے سامان سے صاع برآمد ہوا اس کی سزا یہ ہے کہ اسے غلام بنا دیا جائے وہ چوری شدہ مال کے مالک کا غلام ہو جائے گا۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ: جو شخص چوری کر کے اللہ کی حدود تجاوز کرتا ہے ہم اسے اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، یہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا موقف تھا، جو کہ یعقوب علیہ السلام کی شریعت کا حکم تھا اور ہماری شریعت میں ہاتھ کاٹنے کے حکم سے یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

بھائیوں کی تلاشی اور بنیامین کو روکنے کی تدبیر

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ:...... بنیامین کے سامان کی تلاشی سے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ حیلے کا تتمہ ہے نیز اس سے حیلے کا شک بھی ختم ہو جاتا ہے، جب بھائیوں نے برأت کا دعویٰ کیا تو کارندوں نے کہا: اب ضروری ہے کہ ایک ایک کی تلاشی لی جائے، چنانچہ کارندے انہیں لے کر یوسف علیہ السلام کے پاس چلے گئے آپ علیہ السلام نے بنیامین کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی، قتادہ کہتے ہیں: بیان کیا جاتا ہے کہ جونہی کسی بھائی کا سامان کھولا جاتا اس تہمت پر یوسف علیہ السلام استغفار کرتے، یہاں تک کہ بنیامین کا سامان باقی رہا، بنیامین عمر میں سب سے چھوٹے تھے، یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میرا خیال نہیں کہ اس نے کوئی چیز چرائی ہو، باقی بھائی بولے: اللہ کی قسم! ہم تمہیں اس طرح نہیں چھوڑیں گے حتیٰ کہ تم اس کا سامان بھی دیکھ لو، اس سے ہمارے دلوں کو زیادہ تسلی ہوگی اور یہی امر ہمارے لیے بہتر ہے۔ چنانچہ جب بنیامین کا سامان کھولا برتن اسی سے برآمد ہوا، آیت میں آگے اسی امر کو بیان کیا جا رہا ہے۔ [2]

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ:...... پھر وہ برتن یوسف کے بھائی بنیامین کے سامان سے نکالا۔ جب پیمانہ برآمد ہوا تو بھائیوں نے شرم کے مارے سر جھکا لیے اور بنیامین کو ملامت کرنے لگے کہ تم نے ہماری عزت خاک میں ملا دی اور اے راحیل کے بیٹے! تم نے ہمارے منہ کالے کر دیے۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ: اسی طرح ہم نے اپنی تدبیر سے یوسف کو حیلہ الہام کیا تا کہ وہ اپنے بھائی کو روک سکے۔ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ: یوسف مصر کے بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں روک سکتے تھے، چوں کہ مصر کے قانون میں چور کی سزا مار کٹائی اور چوری شدہ مال کا دوگنا تاوان تھا۔ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ: ہاں البتہ اللہ کی مشیت و اجازت سے۔ آیت میں دلیل ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جو حیلہ کیا وہ بحکم وحی تھا۔ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ: ہم اپنے بندوں میں سے علم کے ذریعے جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کرتے ہیں۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ: ہر عالم کے اوپر اس سے بڑا عالم ہوتا ہے یہاں تک کہ بات علم بالغ رکھنے والی ذات تک جا پہنچتی ہے اور وہ رب تعالیٰ کی ذات ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ہر عالم سے اوپر بڑا عالم ضرور ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ تک جا پہنچتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ جو کہ علیم و خبیر ہے ہر عالم کے اوپر ہے۔ [3]

حقیقی چور سے خدا ہی واقف ہے

قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ:...... اگر اس نے چوری کی ہے تو حقیقت میں اس سے پہلے اس کا حقیقی بھائی بھی چوری کر چکا ہے، ان کی مراد یوسف علیہ السلام تھے، بھائیوں نے یوسف اور بنیامین پر چوری کی تہمت لگائی۔ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ: یوسف نے یہ

---

[1] البیضاوی ۲۶۷/۲، الطبری ۱۳/ ۲۴/۷، روح المعانی ۱۳/ ۳۴

بات اپنے دل سے چھپالی اور اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کی خاطر اس کا اظہار نہ کیا۔ قَالَ اَنۡتُمۡ شَرٌّ مَّكَانًا: تم چوری کے معاملہ میں کہیں زیادہ بُرے ہو چوں کہ تم نے اپنے بھائی کو باپ سے چوری کر لیا اور پھر تم بے گناہ کے متعلق جھوٹ بول رہے ہو۔ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے یہ بات نہیں کہی بلکہ دل ہی دل میں کہہ ڈالی۔ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَصِفُوۡنَ: جو تم افواہیں پھیلا رہے ہو جھوٹی باتیں کر رہے ہو اللہ ان سے بخوبی واقف ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی منت سماجت

قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الۡعَزِيۡزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيۡخًا كَبِيۡرًا: ...... یہ منت سماجت ہے یعنی بھائیوں نے منت سماجت کرتے ہوئے کہا۔ اے عزت مند سردار! اس کے والد بوڑھے ہیں وہ اس کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ فَخُذۡ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ: اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو اپنے پاس روک لو، باپ کے ہاں محبت و شفقت کے اعتبار سے ہمارا وہ مقام نہیں جو اس کا ہے۔ اِنَّا نَرٰٮكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ: ہمارے اوپر اپنا احسان تمام کرو، ہم نے تمہیں بہترین سلوک اور احسان ہی کرتے دیکھا ہے۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنۡ نَّاۡخُذَ اِلَّا مَنۡ وَّجَدۡنَا مَتَاعَنَا عِنۡدَهٗۤ: اللہ کی اس بات سے پناہ کہ ہم ایک شخص کے جرم میں کسی دوسرے کو پکڑ لیں۔ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوۡنَ: اگر ہم نے ایسا کر دیا تو ہم ظالموں میں شامل ہو جائیں گے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: من سرق کی بجائے مَنۡ وَّجَدۡنَا مَتَاعَنَا عِنۡدَهٗۤ: کے الفاظ لائے گئے ہیں تا کہ حق متحقق ہو جائے اور کذب سے احتراز ہو جائے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا باہم مشورہ

فَلَمَّا اسۡتَيۡـئَسُوۡا مِنۡهُ خَلَصُوۡا نَجِيًّا: ...... جب یہ لوگ اپنے مطالبے کی منظوری سے بالکل مایوس ہو چکے تو لوگوں سے الگ ہو کر ایک طرف مشاورت کرنے لگے۔ قَالَ كَبِيۡرُهُمۡ اَلَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اَبَاكُمۡ قَدۡ اَخَذَ عَلَيۡكُمۡ مَّوۡثِقًا مِّنَ اللّٰهِ: بھائیوں میں سے جو عمر میں بڑا تھا اور وہ "روبیل" تھا کہنے لگا: کیا تم نے والد کے ساتھ پختہ عہد نہیں کیا تھا کہ تم اپنے بھائی کو واپس کرو گے۔ وَمِنۡ قَبۡلُ مَا فَرَّطْتُّمۡ فِىۡ يُوۡسُفَ: اور تمہیں یاد نہیں رہا کہ اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں کوتاہی کر چکے ہو؟ اور اب تم والد کے پاس کس منہ سے واپس جاؤ گے۔ فَلَنۡ اَبۡرَحَ الۡاَرۡضَ حَتّٰى يَاۡذَنَ لِىۡۤ اَبِىۡۤ: میں سرزمین مصر سے ہلنے نہیں پاؤں گا یہاں تک کہ والد مجھے یہاں سے نکلنے کی اجازت دے دیں۔ اَوۡ يَحۡكُمَ اللّٰهُ لِىۡ: یا میرے بھائی کی رہائی کا اللہ کی طرف سے کوئی حکم آ جائے۔ وَهُوَ خَيۡرُ الۡحٰكِمِيۡنَ: اور اللہ تعالیٰ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے، چوں کہ اللہ عدل اور حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے۔ اِرۡجِعُوۡۤا اِلٰٓى اَبِيۡكُمۡ فَقُوۡلُوۡا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابۡنَكَ سَرَقَ: والد کے پاس واپس جاؤ اور انہیں حقیقت حال سے آگاہ کرو اور ان سے کہو کہ آپ کے بیٹے بنیامین نے چوری کی ہے۔ وَمَا شَهِدۡنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا: ہم اس چیز کو بیان کرتے ہیں جس کا ہمیں یقین ہے اور ہمیں علم ہے۔ چنانچہ ہم نے بنیامین کے کجاوے میں پیمانہ دیکھا ہے۔ وَمَا كُنَّا لِلۡغَيۡبِ حٰفِظِيۡنَ: اور جس وقت ہم نے آپ کے ساتھ پختہ عہد کیا اس وقت ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ چوری کرے گا۔ وَسۡـئَلِ الۡقَرۡيَةَ الَّتِىۡ كُنَّا فِيۡهَا: اس بارے میں آپ اہل مصر سے پوچھ سکتے ہیں۔

بیضاوی کہتے ہیں: یعنی کسی کو اہل مصر کے پاس بھیج کر واقعہ کی تحقیق کروا لیں۔[1] وَالۡعِيۡرَ الَّتِىۡۤ اَقۡبَلۡنَا فِيۡهَا: آپ اس قافلے سے بھی پوچھ سکتے ہیں جن کے ساتھ ہم واپس آئے ہیں، قافلے کے یہ لوگ اہل کنعان تھے جو اس سفر میں یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے ہمراہ تھے۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ: جو واقعہ ہم نے آپ کے گوش گزار کیا ہے اس میں ہم سچے ہیں۔ قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَكُمۡ اَنۡفُسُكُمۡ اَمۡرًا: بلکہ تم نے اپنی طرف سے معاملہ گھڑ لیا ہے، یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو بنیامین کے معاملہ میں اجتماعی بیان پر مذکورہ سازش کے متعلق اس لیے تہمت زدہ قرار دیا چوں کہ بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ ان کے سامنے تھا۔ فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ: اور میں صبر کے سوا اللہ کے ہاں نیکی اور اجر و ثواب حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں پاتا۔ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِيَنِىۡ بِهِمۡ جَمِيۡعًا: عین ممکن ہے اللہ بکھرے شیرازے کو میرے ساتھ جمع فرما دے اور ان سب کو دکھا کر میری آنکھیں ٹھنڈی کر دے۔ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ: اللہ میرے حال سے واقف ہے اور حکمت کے ساتھ اپنی تدبیر کرتا ہے۔ وَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ: بیٹوں سے یہ

---

[1] البیضاوی ۲۶۸

بات سن کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور ان سے الگ ہو لیے۔ وَقَالَ يَاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ: وائے حسرت، وائے حزن وملال، اور یوسف پر میرا غم! وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ: زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔[1] فَهُوَ كَظِيْمٌ: غیظ وغضب سے ان کا دل بھرا ہوا تھا، لیکن یہ کیفیت انہوں نے دل میں چھپا رکھی تھی، وہ اس اندوہناک غم سے نہایت مغموم تھے۔ ابو سعود کہتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام پر افسوس کیا جب کہ حادثہ تو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرف سے سرزد ہوا تھا، جواب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی یاد حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل ودماغ پر چھائی ہوئی تھی ان کی یاد دل سے محو نہیں ہونے پاتی تھی اور وہ دونوں بیٹوں کی زندگی پر اعتماد کیے ہوئے تھے اور انہیں دونوں کی واپسی کی امید تھی، رہی بات حضرت یوسف علیہ السلام کی سو ان کی واپسی کی امید اللہ کے فضل ورحمت پر مبنی تھی۔[2] رازی کہتے ہیں: غم جدید غم قدیم کو بیدار کر دیتا ہے اور افسوس وحسرت چھپے غم کو بھی بھڑکا دیتی ہے اور حزن وملال کو جگا دیتی ہے، چنانچہ شاعر کہتا ہے:

فعلت له ان الاسىٰ يبعث الأسىٰ   قد عنى فهذا كله قبر مالك

میں نے اپنے مخاطب سے کہا اداسی حزن وملال کو بھڑکا دیتی ہے مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو یہ سب کچھ مالک کی قبر ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ: ...... آپ یوسف کا تذکرہ نہیں چھوڑیں گے اور اس پر رنجیدہ ہوتے ہی رہیں گے۔ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ: یہاں تک کہ آپ بیمار ہو جائیں اور جاں بلب ہو جائے یا آپ حسرت وافسوس کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جائیں۔ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ: یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا: میں اپنے غم وحزن کی شکایت تم سے نہیں کرتا بلکہ اللہ ہی سے کرتا ہوں، اللہ کے حضور ہی شکوہ کرنے سے نفع ہوتا ہے۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ: اللہ کی جس رحمت واحسان کو میں جانتا ہوں تم اسے نہیں جانتے، مجھے امید ہے کہ اللہ مجھ پر رحمت کرے گا اور میرے ساتھ لطف ومہربانی کا معاملہ کرے گا، اور ایسے طور سے مجھے غم سے نجات دے گا جس کا مجھے وہم وگمان ہی نہیں۔

یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کو بھائیوں کی تلاش کا حکم

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ: ...... بیٹو! اس جگہ جاؤ جہاں سے آئے ہو، یوسف اور اس کے بھائی کا اپنے حواس سے کوئی سراغ لگاؤ۔ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ: اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو وہ میری مشکل کو حل کرے گا۔ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ: اللہ کی رحمت سے تو بس وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو اللہ کی قدرت کے منکر ہوتے ہیں۔ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ: کلام میں حذف ہے یعنی یعقوب علیہ السلام کے بیٹے مصر واپس جانے کے لیے چل دیے اور جب یوسف علیہ السلام کے پاس داخل ہوئے کہنے لگے: اے عزیز مصر! ہمارے اہل خانہ قحط کی شدت سے دوچار ہیں۔ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ: ہم ردی پونجی لے کر آئے ہیں جسے کھوٹا سمجھ کر ہر تاجر دھتکار دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ان کے دراہم ردی (کھوٹے) تھے، جو غلے کی قیمت کے طور پر قبول نہیں کیے جاتے تھے۔[3] چنانچہ نہایت عاجزی سے انہوں نے اپنی پونجی کا اظہار کیا۔ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ: ہمیں پورا پورا پیمانہ دیجیے اور ہماری کھوٹی پونجی کو خاطر میں نہ لائیے۔ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا: ہمیں ہمارا بھائی واپس دے کر ہمارے اوپر صدقہ کریں۔ یا ہماری پونجی کے متعلق چشم پوشی برت کر ہمارے اوپر صدقہ کر دیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ: اللہ نیکی کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے۔ جب بھائیوں نے حد درجے کی رحم طلبی اور عاجزی دکھائی تو یوسف علیہ السلام کا دل بھی لطف ومہربانی اور رأفت سے امڈ آیا اور جس چیز کو ابھی تک دل میں چھپائے بیٹھے تھے اس کا اظہار کر دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں سے سوال

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ: ...... کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا، جب کہ

---

[1] مفسرین کہتے ہیں کہ چھ سال تک ان کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی پھر یوسف علیہ السلام نے جو قمیص بھیجی تھی اس کو آنکھوں پر ملنے سے بینائی لوٹی۔ [2] ابو السعود ۳/۸۸
[3] الرازی ۱۸/۲۰۱

تم حالت شباب اور طیش میں تھے؟ اس سے غرض واقعہ کے نہایت جانگداز ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے، گویا فرمایا: تم نے جو کچھ یوسف کے ساتھ کیا وہ بہت برا اور نہایت قبیح واقعہ ہے۔ ابو مسعود کہتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے یہ بات اس لیے کی تاکہ انہیں توبہ کی ترغیب دیں نیز ان پر شفقت بھی پیش نظر تھی۔ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ: بھائیو نے تعجب سے کہا: آپ فی الواقع یوسف ہی ہیں؟ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ: فرمایا: جی ہاں! میں یوسف ہی ہوں اور یہ میرا حقیقی بھائی ہے۔ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا: اللہ نے آزمائش سے نکالنے میں ہمارے اوپر احسان کیا ہے۔ اور جدا ہونے کے بعد ہمیں جمع کیا۔ اور ذلت کے بعد عزت دی۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ: جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کی نگرانی کرتا ہے اور وہ آزمائشوں پر صبر کرتا ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ: اللہ نیکوکاروں کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کی نیکی پر انہیں پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا۔ بیضاوی کہتے ہیں: ضمیر کی جگہ اسم ظاہر (محسنین) اس لیے لایا گیا ہے تاکہ اس امر پر تنبیہ ہو جائے کہ نیکوکار وہی ہے جو تقویٰ اور صبر کا جامع ہو۔

بھائیوں کا خطا کا اعتراف اور گناہ کا اقرار

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا: ...... اس میں خطا کا اعتراف اور گناہ کا اقرار ہے۔ یعنی اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کو ہمارے اوپر تقویٰ صبر اور علم و حلم میں فوقیت بخشی ہے۔ وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ: ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے فعل کی وجہ سے گناہگار ہیں، اسی لیے اللہ نے آپ کو عزت دی اور ہمیں ذلیل کیا، آپ کا اکرام کیا اور ہماری اہانت کی۔ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ: یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا: آج تمہارے اوپر کوئی عتاب اور سزا نہیں بلکہ میں تمہیں درگزر اور معاف کرتا ہوں۔ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ: بھائیوں کے لیے دعائے مغفرت ہے۔ اس میں اور زیادہ عزت و تکریم ہے۔ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ: اللہ توبہ کرنے والے پر مغفرت و رحمت کے ساتھ فضل کرنے والا ہے، وہ ہر ایک سے بڑھ کر اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ: طبری کہتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے اپنا تعارف کرایا تو اس کے بعد والد کا حال دریافت کیا، بھائیوں نے کہا: حزن و ملال کی وجہ سے ان کی بینائی ختم ہوگئی ہے، اس موقع پر یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو قمیص دی۔[1] یوسف علیہ السلام نے والد کو اپنی زندگی کی خوشخبری سنانا چاہا اور قمیص دے کر انہیں خوش کرنا چاہا۔ يَاْتِ بَصِيْرًا: ان کی بینائی لوٹ آئے گی۔ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ: میرے پاس اپنے سارے اہل خانہ اور یعقوب کی اولاد کو لے آؤ۔

بلاغت: لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ: ...... آمرۃ نہیں کہا گیا چوں کہ اَمّارۃ صیغہ مبالغہ ہے اور نفس بکثرت سرکشیوں کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے۔ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ: عرف اور انکر میں طباق ہے۔ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ: میں اطناب ہے معنی پر الفاظ کی کثرت لائی گئی ہے۔ اس کا فائدہ دل میں معنی کو جاگزیں کرنا ہے، اس میں "طباق سلب" بھی ہے۔ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ: اس میں جناس اشتقاق ہے اسی طرح اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ: میں بھی۔ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا: میں صنعت طباق ہے۔ شَيْخًا كَبِيْرًا: میں اطناب ہے اور مقصود مخاطب سے ہمدردی و مہربانی حاصل کرنا ہے۔ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ: مجاز مرسل ہے اور اس میں محل کا علاقہ ہے۔ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ: الأسف اور یوسف کے الفاظ میں جناس اشتقاق ہے۔ تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا: ایجاز بالحذف ہے۔ یعنی تاللہ لا تفتؤا۔ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ: میں استعارہ ہے "روح یعنی باد نسیم" کا استعارہ ہے، جب باد نسیم چلتی ہے اپنے ساتھ خوشبو لاتی ہے اور فرحت بخشتی ہے۔ یہاں دکھ و رنج کے بعد خوشحالی اور تنگی کی بعد آسانی کے لیے استعارہ ہے۔

لطیفہ: ...... قاضی عیاض نے اپنی کتاب "الشفاء" میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے کسی شخص کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا۔ فَلَمَّا اسْتَيْــَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا: اعرابی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ مخلوق ایسے کلام پر قدرت نہیں رکھتی۔ چوں کہ آیت میں بھائیوں کے لوگوں سے علیحدہ ہونے اور مشاورت کرنے، دوسرے سے انفرادی طور پر الگ ہو جانے، آپس کی آرا مجتمع کرنے، واپس جانے میں باپ کے سامنے اعتذار پیش کرنے اس حادثہ پر ردعمل جیسے معانی کی طرف اشارہ ہے۔ گویا آیت کے چند الفاظ کثیر معانی کو متضمن ہیں۔

---

[1] الطبری ۱۳/ ۵۷

خاندان یعقوب علیہ السلام کا مصر کی جانب سفر اور یوسف علیہ السلام سے ملاقات

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۹۴ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ
لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۹۵ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ الربع
اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۹۶ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۹۷ قَالَ سَوْفَ
اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۹۸ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ
ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۹۹ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ
هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ
بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ
اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۱۰۰ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۱۰۱ ذٰلِكَ
مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۱۰۲ وَمَآ اَكْثَرُ
النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۱۰۳ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۱۰۴ ع ۱۱
وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۱۰۵ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ
بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۱۰۶ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً
وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۱۰۷ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ
وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۱۰۸ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ وقف النبی
يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ
لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۱۰۹ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ
نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۱۱۰ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ
عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ
شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۱۱۱ ع ۱۲

ترجمہ:...... اور جب قافلہ روانہ ہو گیا تو ان کے والد نے کہا کہ اگر تم یہ نہ کہو کہ میں بہکی ہوئی باتیں کرنے والا ہوں تو میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں۔۹۴ وہ لوگ کہنے لگے: اللہ کی قسم آپ اپنی پرانی غلطی میں ہیں،۹۵ پھر خوشخبری لانے والا آ پہنچا تو اس نے وہ کرتہ ان کے منہ پر ڈال دیا لہٰذا وہ پھر سے آنکھوں والے ہو گئے اور بیٹوں سے فرمایا کیوں میں نے تم سے نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۹۶ ان کے بیٹے کہنے لگے کہ اے اباجی! ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لیے دعا کیجیے بلاشبہ ہم خطا کرنے والے ہیں۹۷ انہوں نے جواب دیا کہ میں عنقریب اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت کے لیے دعا کروں گا بلاشبہ وہ غفور ہے رحیم ہے۔۹۸ پھر جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس ٹھکانہ دیا، اور کہا کہ مصر میں ان شاء اللہ امن وامان کے ساتھ داخل ہو جائیے،۹۹ اور یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر اوپر بٹھایا اور وہ لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر گئے اور یوسف نے کہا کہ اے ابا جان! یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ میرے رب نے اس کو سچا کر دیا اور میرے ساتھ احسان فرمایا جبکہ مجھے جیل سے نکالا اور آپ لوگوں کو دیہاتی علاقے سے لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال دیا تھا، بے شک میرا رب جو چاہتا ہے اس کی لطیف تدبیر فرماتا ہے بے شک وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔۱۰۰ اے میرے رب! آپ نے مجھے سلطنت کا حصہ عطا فرمایا اور مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے! آپ ہی دنیا اور آخرت میں میرے کارساز ہیں مجھے اس حالت میں موت دینا کہ میں فرماں بردار ہوں اور مجھے نیک بندوں میں شامل فرمایئے۔۱۰۱ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجتے ہیں، اور آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھے۔ جب انہوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کر لیا تھا اور وہ تدبیر کر رہے تھے،۱۰۲ اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اگرچہ آپ حرص کریں،۱۰۳ اور آپ اس پر ان سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتے یہ تو جہاں والوں کے لیے نصیحت ہے۔۱۰۴ اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں جن پر یہ لوگ گزرتے ہیں اور وہ ان سے اعراض کیے ہوئے ہیں۱۰۵ اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ شرک کرنے والے ہیں،۱۰۶ کیا یہ لوگ اس بات سے مطمئن ہیں کہ ان پر اللہ کی طرف سے عذاب کی کوئی ایسی آفت آ پڑے جو ان کو گھیر لے یا قیامت ان پر اچانک آ پڑے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔۱۰۷ آپ فرما دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں بصیرت پر ہوں اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میرا اتباع کیا، اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔۱۰۸ اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب آدمی تھے جو مختلف بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے، ہم ان کی طرف وحی بھیجتے تھے کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھر سو وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزرے اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔۱۰۹ یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے اور انہیں یہ گمان ہو گیا کہ ہماری فہم نے غلطی کی تو ہماری مدد ان کے پاس آ گئی پھر ہم نے جس کو چاہا اسے نجات دے دی گئی اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹایا جاتا۔۱۱۰ البتہ ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے یہ قرآن ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تراشی ہوئی ہو بلکہ اس سے پہلے جو کتابیں نازل ہوئی ہیں یہ کتاب ان کی تصدیق کرنے والی ہے اور ہر چیز کی تفصیل کرنے والی ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔۱۱۱

ربط وتعارف:...... ان آیات میں یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا سوئے مصر سفر کرنے کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، ان کے یوسف علیہ السلام کے پاس جانے اور گیارہ ستاروں والے خواب کا شرمندۂ تعبیر ہونے، جدائی کے بعد سب کا اکٹھا ہونا اور تکدر کے بعد باہمی انس ومحبت کا ذکر ہے۔ سورت کے اختتام پر مختلف امثال کی توجیہ کا ذکر ہے جو قدرت ووحدانیت پر دال ہیں، قرآنی قصص کی عبرتوں اور نصیحتوں کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ: ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے۔

لغات: تُفَنِّدُونِ:...... تم مجھے سٹھیا جانے کی طرف منسوب کرتے ہو۔ اصمعی کہتے ہیں: جب کسی شخص کا سٹھیا جانے والا کلام بکثرت ہو تو وہ "مفند" کہلاتا ہے۔ زمخشری کہتے ہیں: التَّفْنِيدُ کا معنی ہے: ضعف عقل کی طرف منسوب کرنا، بڑھاپے کی وجہ سے سٹھیا جانا، عقل میں فتور آ جانا، چنانچہ

شیخ مفند بولا جاتا ہے، عجوز مفندہ نہیں بولا جاتا، چوں کہ عورت جوانی کے ایام میں اہل رائے نہیں بڑھاپے میں کون سی اہل رائے ہوگی۔[1] ضَلٰلِكَ: تمہارا درست وصواب بات سے دور ہونا۔ البدو: دیہات، بادیہ۔ نَّزَغَ: فاسد کیا، اصل میں "نزغ الراکب الدابۃ" سے ماخوذ ہے۔ یعنی سوار نے سواری کو کونچا دیا تا کہ اس پر سوار ہو جائے۔ فَاطِرَ: بنانے والا، اختراع کرنے والا، اصل میں "فطر" کا معنی ہے پھاڑ ڈالنا، خلق وایجاد سے عبارت ہے۔ غَاشِيَةٌ: عذاب جو ڈھانپ لے۔ بَغْتَةً: اچانک بَأْسُنَا: ہمارا عذاب۔ عِبْرَةٌ: وعظ ونصیحت۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو

تفسیر: وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ...... جب قافلہ مصر سے شام کی طرف روانہ ہوا۔ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ: یعقوب نے اپنے قرابت داروں میں سے جو لوگ ان کے پاس حاضر تھے ان سے کہا: مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہوا چلی جو یوسف علیہ السلام کی خوشبو یعقوب علیہ السلام تک لے گئی، جب کہ ان دونوں بزرگوں کے درمیان آٹھ دن کی مسافت کے برابر فاصلہ تھا۔[2] لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ: اگر تم مجھے سٹھیا جانے کی طرف منسوب نہ کرو۔ تفنید کا معنی ہے عقل کا فتور، "لولا" کا جواب محذوف ہے اور وہ ہے۔ "لأخبرتکم انہ حی" تو میں تمہیں خبر دوں کہ وہ زندہ ہے۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ: پوتے اور حاضرین کہنے لگے: اللہ کی قسم! آپ پرانی خطا میں پڑے ہیں، اس کا سبب یوسف کی محبت میں آپ کا افراط ہے۔ اور آپ کا مسلسل ذکر یوسف ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: حاضرین نے یہ بات اس لیے کہی چوں کہ انہیں یقین تھا کہ یوسف علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ: جب خبر کی بشارت دینے والا آیا۔ مجاہد کہتے ہیں: بشارت دینے والا، یوسف علیہ السلام کا بھائی یہوذا تھا جو خون آلود قمیص لایا تھا، اس نے کہا: میں نے والد کو غمزدہ کیا تھا اور اب بھی میں ہی بشارت دوں گا۔[3]

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کی بحالی

اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ:...... بشارت دینے والے نے جاتے ہی قمیص یعقوب علیہ السلام کی چہرے پر ڈالی۔ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا: تو اس کی بینائی لوٹ آئی خوشی میں کہا۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ: یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا: کیا میں تمہیں نہیں بتاتا تھا کہ یوسف کی زندگی کے بارے میں جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے، اور یہ کہ اللہ مجھے یوسف واپس دے گا تا کہ دیکھا ہوا خواب متحقق ہو جائے؟ مفسرین کہتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ: اس قول سے بیٹوں کو یاد دھانی کروائی تھی۔ مروی ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے بشارت دینے والے سے یوسف علیہ السلام کا حال دریافت کیا، اس نے جواب دیا: وہ مصر کے بادشاہ ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا: بادشاہت سے میرا کیا سروکار تم نے اسے کس دین پر پایا؟ جواب دیا اسلام پر۔ فرمایا: نعمت تمام ہوئی۔[4]

بیٹوں کی ندامت اور استغفار کی درخواست

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ:...... بیٹوں نے والد سے اپنے لیے استغفار کرنے کا مطالبہ کیا چوں کہ ان سے کوتاہی ہوئی تھی اور انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف بھی کیا۔ چنانچہ کہا۔ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ: یوسف کے ساتھ زیادتی کر کے ہم سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ: یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کے حق میں استغفار کرنے کا وعدہ کر لیا۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کے حق میں استغفار کرنے کے عمل کو سحری تک موخر کیا چوں کہ سحری کا وقت قبولیت دعا کا وقت ہے۔ دوسرے قول کے مطابق استغفار جمعہ تک موخر کی تا کہ قبولیت کی گھڑی میں بیٹوں کے لیے استغفار کریں۔[5] فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ: جب یعقوب علیہ السلام ان کے بیٹے اور پورا خاندان یوسف علیہ السلام کے پاس

---

[1] ۲/ ۵۰۴ [2] القرطبی ۹/ ۲۵۹ [3] الطبری ۱۳/ ۶۲ [4] الرازی ۱۸/ ۲۰۹ [5] سید قطب کہتے ہیں کلمہ "سَوْفَ" سے پتہ چلتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کا دل زخمی زخمی تھا اور اس وقت استغفار کریں گے جب دل صاف ہو جائے گا۔

پہنچے، یوسف علیہ السلام اپنے والدین کے ساتھ لپٹ گئے۔ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ: یعنی شہر مصر میں امن وسلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ تمہیں یہاں کسی قسم کی ناگواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ان شاء اللہ یوسف علیہ السلام نے بطور تبرک فرمایا۔ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ: اور انہیں تخت شاہی پر اپنے ساتھ بٹھایا۔

یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا: ......یعنی یوسف علیہ السلام کو ان کے والد، والدہ اور بھائیوں نے داخل ہوتے وقت سجدہ کیا۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ سجدہ یوسف علیہ السلام کے اعزاز وعزت افزائی کے لیے تھا، عبادت کے لیے نہیں تھا۔ وَقَالَ يٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ: یہ میرے اس خواب کی تعبیر وتفسیر ہے جو میں نے کم سنی میں دیکھا تھا۔ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا: اللہ نے اس خواب کو حقیقت کر دکھایا۔ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ: اللہ نے مجھے جیل سے رہائی دلا کر مجھ پر عظیم احسان کیا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: یوسف علیہ السلام نے اس مجلس میں کنویں کے واقعہ کا ذکر نہیں کیا تا کہ بھائیوں کو شرمندہ نہ ہونا پڑے جب کہ وہ معاف بھی کر چکے تھے۔ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ: اور اللہ تعالیٰ تمہیں دیہات سے نکال لایا، یوسف علیہ السلام کا خاندان فلسطین کے دیہات میں اونٹ اور بھیڑ، بکریاں پالتا تھا، آل یعقوب پر نعمت واحسان کا ذکر ہوا ہے، چوں کہ وہ دیہات سے شہر کی طرف آئے اور مصر میں سب اکٹھے ہوئے۔ طبری کہتے ہیں: یعقوب علیہ السلام مع اہل خانہ جب مصر میں داخل ہوئے ان کی تعداد ایک سو سے کم تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جب ان کی اولاد مصر سے نکلی ان کی تعداد چھ لاکھ سے زائد تھی۔[1] مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ: شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان تعلقات بگاڑ دیے۔ ابوحیان کہتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے اس معاملے کا ذکر کیا، چوں کہ جب آزمائش اور سختی کے بعد نعمت حاصل ہوتی ہے تو اس کی بڑی وقعت ہوتی ہے۔[2]

اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ: ......میرا پروردگار بہترین تدبیر کرنے والا ہے اور نہایت باریک بینی سے اپنی مشیت کو متحقق کرتا ہے لوگوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا شعور رکھتے ہیں۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ: اللہ اپنی مخلوق کا علم رکھتا ہے اور اپنی کاریگری میں حکمت سے کام لیتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مصر میں چوبیس سال تک رہے اور پھر اللہ کو پیارے ہوئے، آپ علیہ السلام نے وصیت کی تھی کہ انہیں سرزمین شام میں اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا جائے، چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام خود تشریف لے گئے اور شام میں یعقوب علیہ السلام کی تدفین عمل میں لائی، پھر یوسف علیہ السلام مصر واپس آئے اور تیئس سال زندہ رہے، جب آپ علیہ السلام کا معاملہ اپنی مقررہ حد کو پہنچا اور آپ علیہ السلام سمجھ گئے کہ عارضی بادشاہت کو دوام میسر نہیں تو انہیں دائمی بادشاہت کا اشتیاق ہوا اور رب تعالیٰ، اپنے صالحین آباؤ اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی ملاقات کا شوق ہوا تو یہ دعا کی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکیر نعمت اور دعا

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ: ......اے میرے پروردگار! تو نے مجھے عزت اور جاہ وسلطنت عطا فرمائی۔ یہ دنیوی نعمتوں کا ذکر ہے۔ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ: اور تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی۔ یہ نعمت علم کا ذکر ہے۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونہ کے بنانے والے۔ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ: اے میرے پروردگار! دونوں جہانوں میں میرے معاملات کا تو ہی متولی ہے۔ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ: مجھے دنیا سے اس حال میں اٹھانا کہ میں تیرا فرمانبردار ہوں، اور مجھے نیکوکاروں کے ساتھ شامل کر دے۔ یوسف علیہ السلام نے اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی کہ اللہ ان کے دین اسلام کی حفاظت فرمائے یہاں تک کہ دنیا سے اسی حالت میں رخصت ہوں۔ یہاں یوسف علیہ السلام کا قصہ تمام ہوا اس کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صحت پر دلائل قائم کیے گئے ہیں۔

---

[1] الطبری ۱۳/۷۳ [2] البحر ۵/۳۴۹

قصہ یوسف علیہ السلام بھی نبوت کی دلیل ہے

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ:...... اے محمد! ہم نے تمہیں جو قصۂ یوسف کے بارے میں خبر دی ہے یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے تم وحی سے پہلے نہیں جانتے تھے، ہم نے تمہیں خوبصورت بلیغ انداز میں اور خوبصورت منظر کشی کے ساتھ بتایا ہے تا کہ دعوائے رسالت میں تمہاری سچائی ثابت ہو جائے۔ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ يَمۡكُرُوۡنَ: اس وقت آپ یوسف کے بھائیوں کے پاس نہیں تھے جب وہ اپنے بھائی کے خلاف سازش کر رہے تھے اور اسے کنویں میں ڈالنے پر اتفاق کر رہے تھے درحالیکہ انہوں نے باپ کو ورغلانے کے لیے حیلہ سازی اور مکر و فریب سے کام لیا تا کہ والد، یوسف کو بھیج دے۔ اے محمد! آپ اس وقت موجود نہیں تھے۔ یہاں تک کہ قصے کی حقیقت پر آگاہ ہوئے، اس قصہ کی خبر تمہیں علیم وخبیر ذات کی طرف سے وحی کے ذریعے ہوئی ہے۔ وَمَاۤ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ: اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے۔ یعنی لوگوں کی اکثریت آپ کی تصدیق نہیں کرے گی اگرچہ آپ ان کے ایمان کے متعلق بہت زیادہ حریص ہیں اور ان کی راہنمائی کرنے میں کمال کر دکھایا ہے، چوں کہ یہ اکثریت کفر پر جمی ہوئی ہے۔ وَمَا تَسۡـَٔلُهُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ: اس نصیحت اور خیر و بھلائی کی طرف بلانے پر آپ ان لوگوں سے اجرت نہیں طلب کر رہے کہ جس کے بوجھ تلے وہ دبے ہوں۔ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ: یہ قرآن تمام جہانوں کے لیے نصیحت اور وعظ ہے اور آپ اس کی تلاوت پر ان لوگوں سے مال طلب نہیں کرتے اگر یہ عقلمند ہوتے اسے قبول کرتے اور سرکشی نہ کرتے۔

اللہ کی نشانیوں سے کفار کی غفلت

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ: ...... کتنی نشانیاں اور علامتیں ہیں جو اللہ عزوجل کے وجود اور اس کی یکتائی پر دلالت کرتی ہیں، یہ علامتیں آسمانوں اور زمین میں ہیں جیسے سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، بہتے دریا، درخت اور بے شمار عجائب۔ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا: ان علامات کا شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں، اور صبح و شام ان علامات اور نشانیوں کے پاس سے گزرتے ہیں۔ وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ: ان نشانیوں میں غور و فکر نہیں کرتے اور ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے، لہٰذا ان لوگوں نے جو آپ سے اعراض کیا ہے آپ کو اس سے تعجب نہ ہو چوں کہ اللہ کی یکتائی اور اس کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں اور علامتوں سے اعراض کرنا کہیں زیادہ تعجب خیز بات ہے۔ وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ: آپ کی قوم کے ان مکذبین کی اکثریت دولت ایمان سے سرفراز نہیں ہوگی چوں کہ وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں، چنانچہ یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ خالق ہے، رازق ہے بایں ہمہ بتوں کی پرستش بھی کرتے ہیں۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قریش کا تلبیہ بھی اسی قبیل میں سے تھا جو یہ ہے۔ لبیك لا شریك لك الا شریكا هو لك تملكه وما ملك. اَفَاَمِنُوۡۤا اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ غَاشِيَةٌ مِّنۡ عَذَابِ اللّٰهِ: کیا یہ مکذبین اللہ کے عذاب سے بے خوف ہیں جو انہیں ڈھانپ لے گا اور ان سب پر آئے گا۔ اَوۡ تَاۡتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ: یا تمام تر ہولناکیوں کے ساتھ یکا یک قیامت آ جائے اور انہیں شعور ہی نہ ہو اور اس کی توقع ہی نہ ہو؟ استفہام انکاری ہے اور اس میں توبیخ کا معنی ہے۔

توحید خالص رسول اللہ کا راستہ ہے

قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ: ...... اے محمد! کہہ دیجیے یہی میرا راستہ اور طریقہ ہے جو واضح اور سیدھا ہے اس میں کوئی کجی نہیں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ: میں اللہ کی عبادت اور اس کی طاقت کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرے متبعین یہ دعوت پوری بصیرت اور واضح حجت و دلیل کے ساتھ دیتے ہیں۔ وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ: میں ہر طرح کے شرکا سے اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں، میں توحید پر قائم مؤمن ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

---

[1] یہی حال ان نام نہاد مسلمانوں کا بھی ہے جو اللہ پر بھی یقین رکھتے ہیں اور ساتھ قبروں پر سجدے بھی کرتے ہیں۔

تمام انبیا علیہم السلام مرد تھے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ :...... اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے صرف انسانوں میں سے مردوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور ان کی طرف وحی بھیجی ہے، فرشتوں کو پیغمبر نہیں بنایا۔ طبری کہتے ہیں: مردوں کو بھیجا ہے عورتوں کو نہیں بھیجا اور نہ فرشتوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ آیت میں ان لوگوں پر رد کیا گیا ہے جو پیغمبر کے انسان ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ یا جن کا خیال ہو کہ پیغمبر عورتوں میں سے بھی ہوئے ہیں۔ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى: شہروں میں رہنے والوں میں سے نہ کہ دیہاتوں میں رہنے والوں میں سے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ نے دیہات میں رہنے والوں میں سے عورتوں سے اور جنات سے کوئی نبی نہیں بھیجا۔[1]

مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے شہر میں رہنے والوں سے انبیا بھیجے چوں کہ شہر میں رہنے والے لوگ اہل علم اور عقل مند ہوتے ہیں، جب کہ دیہات میں رہنے والے لوگوں میں جہالت، جفا اور سنگدلی ہوتی ہے۔ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: کیا یہ مکذبین زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ غور و فکر کریں اور سابقہ امتوں پر جو جو عذاب نازل ہوا اسے دیکھیں اور پھر اس سے عبرت حاصل کریں؟ استفہام برائے توبیخ ہے۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا: آخرت کا ٹھکانا اس دار فانی سے افضل ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان والے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: کیا تم لوگ سمجھتے نہیں کہ ایمان لے آو۔ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ: جب پیغمبر اپنی قوم کے قبول ایمان سے مایوس ہو جاتے۔ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا: پیغمبروں کو یقین ہو جاتا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کر دی ہے۔ جَآءَهُمْ نَصْرُنَا: سخت کرب و تنگی کے وقت ہماری مدد ان کے پاس آ جاتی، جس لحظہ میں کرب و شدت مستحکم ہو جاتی اور گلے کو دبا لیتی، غیر اللہ کے متعلق تمام تر امیدیں منقطع ہو جاتیں اس وقت اللہ کی مدد فیصل کی حیثیت سے آتی ہے۔

فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ:...... ہم پیغمبروں اور ان پر ایمان لانے والے مؤمنین کو نجات دیتے ہیں، کافروں کو نجات نہیں دیتے۔ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ: جب مجرمین پر ہمارا عذاب نازل ہوتا ہے اور وہ ہماری گرفت میں آ جاتے ہیں تو ہمارے عذاب کو روکا نہیں جا سکتا۔ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ: یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصے میں عقل ثاقب رکھنے والوں کے لیے عبرت اور نصیحت ہے۔ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى: یہ قرآن کوئی ایسی بے سر و پا خبروں کا مجموعہ نہیں جنہیں بس روایت کر لیا گیا ہو اور یا وہ من گھڑت ہو۔ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ: لیکن یہ قرآن سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ: حلال و حرام کے احکام اور شرائع میں سے جن امور کا احتیاج ہوتا ہے اس کی قرآن میں وضاحت موجود ہے۔ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: یہ قرآن ہدایت ہے یعنی گمراہی سے ہدایت کی طرف لاتا ہے اور عذاب سے نکال کر رحمت کی طرف لاتا ہے اور یہ ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرتے ہیں۔

بلاغت: تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ :...... قسم، اِنّ اور لام کے ساتھ کلام کی تاکید لائی گئی ہے اور یہ تاکید انکاری ہے۔ اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ: جملہ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ دعائیہ ہے جو تبرک کے لیے لایا گیا ہے۔ اور کلام میں تقدیم و تاخیر ہے تقدیری عبارت یوں ہے: اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا: اَبَوَيْهِ سے مراد والد اور والدہ ہیں، یہ باب تغلیب میں سے ہے۔ سجدہ پہلے ہوا اور تخت پر بٹھانے کا عمل بعد میں، حضرت یوسف علیہ السلام کی تعظیم و اظہار مرتبت کے لیے ''تخت پر بٹھانے'' کا ذکر مقدم کیا گیا۔

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ: ...... جملہ ''ولو حرصت'' اعتراضیہ ہے ''ماحجازیہ'' کے اسم اور خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے، اس سے یہ افادہ مقصود ہے کہ ہدایت اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

---

[1] القرطبی ۹/ ۲۷۴

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ: ......ترکیب میں حذف مضاف ہے عبارت یوں ہے: وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَى تَبْلِيْغِ الْقُرْآنِ مِنْ اَجْرٍ وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ: اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ: میں محسنات بدیعیہ ہے۔ اور رعایت سجع ہے۔ سجع سے مراد دو فاصلوں کے درمیان آخری حرف میں موافقت کا ہونا ہے۔

تنبیہ: ......آیت کریمہ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ: میں اس بات پر دلالت ہے کہ ان قصوں سے غرض وعظ ونصیحت ہے تا کہ سامع پوری طرح عبرت حاصل کرے، عبرت یوں کہ جو ذات یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالنے، جیل سے رہائی دلانے، غلامی کے بعد مصر کی بادشاہت عطا کرنے اور والدین اور بھائیوں کے ساتھ جمع کرنے پر قادر ہے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ بلند کرنے اور ان کے دین کو سر بلند کرنے پر قادر ہے۔ اس عجیب قصے کی خبر، غیب کے متعلق خبر دینے کے قائم مقام ہے، گویا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔

اللہ کی مدد سے سورت یوسف کا ترجمہ آج بروز بدھ ۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۲۰۱۲ء کو مکمل ہوا

اللہ تعالیٰ اسے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین۔

سورۃ الرعد

تعارف:......سورت رعد ان مدنی سورتوں میں سے ہے جن میں اساسی مقاصد یعنی توحید رسالت، بعث وجزا اور مشرکین کے اٹھائے گئے شبہات کے ازالہ کو بیان کیا گیا ہے۔

سورت کی ابتدا قضیہ کبریٰ یعنی اللہ کے وجود و یکتائی پر ایمان سے کی گئی ہے۔ چنانچہ حق کے واضح ہونے کے باوجود مشرکین نے قرآن مجید کی تکذیب، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیا جب کہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور تخلیق عجیب پر بے شمار نشانیاں موجود ہیں جو آسمانوں، زمین، سورج، چاند، دن ورات، فصلوں، پھلوں اور اللہ کی ساری مخلوقات میں پائی جاتی ہیں۔

پھر کچھ آیات میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور جزا وسزا کا ذکر ہوا ہے، پھر اس کے بعد خلق وایجاد، زندہ کرنے اور مارنے، نفع اور نقصان پہنچانے میں اللہ تعالیٰ کی انفرادیت پر قطعی دلائل قائم کیے گئے ہیں، اور اس کے بعد حق و باطل کی دو مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

اول مثال:......آسمان سے بارش برستی ہے جس سے ندی نالے بہہ پڑتے ہیں، پھر یہ بہتا ہوا پانی اپنی گزرگاہوں میں جھاگ چھوڑتا جاتا ہے جو خشک ہوجاتی ہے اور اس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

دوم مثال:......دوسری مثال معدنیات کی بیان کی گئی ہے جیسے سونا چاندی وغیرہ، جنہیں پگھلا کر برتن اور زیورات بنا لیے جاتے ہیں، تپانے سے معدنیات پر میل کچیل اور کھوٹ ظاہر ہوجاتی ہے اور پھر اسے الگ کرلیا جاتا ہے اور معدنیات خالص اور صاف وشفاف رہ جاتی ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾ یہ حق و باطل کی مثالیں ہیں۔

سورت کریمہ میں خوشحال اور بدحال لوگوں کے اوصاف بھی بیان کیے گئے ہیں اور ان کی مثال نابینا اور بینا شخص سے دی گئی ہے، دونوں فریقوں کے ٹھکانوں کی وضاحت بھی کی گئی ہے، پھر سورت کا اختتام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رسالت اور نبوت کے اثبات پر کیا گیا ہے۔

تسمیہ:......سورت "الرعد" کا نام کون ومکان کے عجیب مظاہر پر دال ہے۔ چنانچہ "رعد" کا معنی ہے بجلی کی کڑک، بجلی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چمکتی اور کوندتی ہے، اللہ تعالیٰ نے پانی کو زندگی کا سبب بنایا ہے اور محض اپنی قدرت سے پانی بادلوں سے اتارا، بادلوں میں اللہ نے رحمت وعذاب دونوں چیزوں کو جمع کیا ہے، چنانچہ بادل اپنے اندر پانی کو لیے ہوتے ہیں اور بجلی کو بھی لیے ہوتے ہیں، پانی میں زندگی ہے اور بجلی میں تباہی۔ اللہ نے دو متضاد چیزوں کو ایک ہی جگہ جمع کردیا ہے یہ عجائب قدرت میں سے ہے۔

اٰيَاتُهَا ۴۳ ۔ (۱۳) سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ (۹۶) ۔ رُكُوْعَاتُهَا ۶

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾
اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ
يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ
الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ

النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ
وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۴ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ
اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ۝۵ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ
مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ
عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ ع
الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹
سَوَاۗءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهٗ
مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا
بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱ هُوَ الَّذِيْ
يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۲ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ مِنْ
خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاۗءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝۱۳
لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ
لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝۱۴ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝۱۵ السجدة قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ السجدة ۲
قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى
وَالْبَصِيْرُ ڏ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ڬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ
عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۱۶

ترجمہ: …… الٓمّٓرٰ یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا حق ہے، لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے ① اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند فرمادیا تم ان آسمانوں کو دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر فرمادیا ہر ایک مدت مقررہ کے مطابق چلتا ہے وہ کاموں کی تدبیر فرماتا ہے، نشانیوں کو واضح طور پر بیان فرماتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی

ملاقات کا یقین کرلو، ② اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا فرمادیں اور ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسمیں پیدا فرمائیں، وہ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہیں۔ ③ اور زمین میں ٹکڑے ہیں جو آپس میں پڑوسی ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن میں بعض کی جڑ بعض سے ملی ہوئی ہے اور بعض ملی ہوئی نہیں ہیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ایک دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سمجھ سے کام لیتے ہیں۔ ④ اور اگر آپ کو تعجب ہو تو ان کا یہ قول لائق تعجب ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے، ⑤ اور یہ لوگ عافیت سے پہلے آپ سے مصیبت کے جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں اور حالانکہ ان سے پہلے عذاب کے واقعات گزر چکے ہیں اور بلاشبہ آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود انہیں بخش دینے والا ہے، اور یہ بات یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت عذاب والا ہے، ⑥ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں، ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کی گئی۔ آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ہدایت دینے والے ہوتے چلے آئے ہیں۔ ⑦ اللہ جانتا ہے جو کوئی کسی عورت کو حمل ہوتا اور جو کچھ رحم میں کمی اور بیشی ہوتی ہے، اور ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک خاص مقدار کے ساتھ ہے، ⑧ وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے بڑا ہے برتر ہے، ⑨ تم میں سے جو کوئی شخص کوئی بات آہستہ سے کہے اور جو شخص پکار کر کہے اور جو شخص رات میں چھپا ہوا ہو اور جو شخص دن میں چلتا پھرتا ہو یہ سب برابر ہیں، ⑩ ہر ایک کے لیے آگے پیچھے آنے جانے والے فرشتے ہیں جو آگے سے اور پشت کے پیچھے سے آتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدلتے اور جب اللہ کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو اسے کوئی واپس کرنے والا نہیں، اور ان لوگوں کے لیے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ ⑪ اللہ وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے تمہیں ڈر لگتا ہے اور امید بندھتی ہے اور وہ بھاری بادلوں کو پیدا فرماتا ہے، ⑫ اور رعد اس کی تسبیح کے ساتھ اس کی تعریف بیان کرتا ہے، اور فرشتے بھی اس کے خوف سے، اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جسے چاہے پہنچا دیتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ سخت قوت والا ہے۔ ⑬ سچا پکارنا اسی کے لیے خاص ہے اور جو لوگ اس کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ذرا بھی ان کی درخواست کو منظور نہیں کرتے مگر جیسے کوئی شخص پانی کی طرف اپنی ہتھیلیاں پھیلائے ہوئے ہو تاکہ پانی اس تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک پہنچنے والا نہیں اور کافروں کی پکار بس ضائع ہے، ⑭ اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے اوقات میں، ⑮ آپ سوال کیجیے کہ آسمانوں کا اور زمینوں کا رب کون ہے؟ آپ جواب دیجیے کہ اللہ ہے، آپ سوال کیجیے کیا تم لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے مددگار تجویز کر رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لیے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں؟ آپ سوال کیجیے کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا اندھیریاں اور روشنی برابر ہو سکتی ہیں؟ کیا یہ بات ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے لیے شریک تجویز کیے ہیں جنہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہو جیسے کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے ان پر مخلوق میں اشتباہ پیدا ہو گیا، آپ فرما دیجیے اللہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ تنہا ہے غالب ہے۔ ⑯

لغات: عَمَدٍ: ...... اَلْعَمَدُ: ستون یہ اسم جمع ہے، ایک اور قول کی مطابق یہ عمود کی جمع ہے۔ صِنْوَانٌ: صنو کی جمع ہے، اس ٹہنی کو کہا جاتا ہے جو درخت کی جڑ سے نکلی ہوتی ہے، اصل میں صِنْوَانٌ: ہم مثل کو کہتے ہیں۔ چچا کو بھی صنوان کہا جاتا ہے۔ چوں کہ وہ باپ کے مماثل ہوتا ہے، جب کسی درخت کی چند شاخیں ہوں جو اکٹھی زمین سے اُگی ہوں تو وہ صِنْوَانٌ ہیں۔ اَلْاَغْلٰلُ: "غَلٌّ" کی جمع ہے وہ پھندا جس کے ذریعے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ اَلْمَثُلٰتُ: "مَثُلَةٌ" کی جمع ہے بمعنی عقوبت، سزا، عقوبت کو مثلہ اس لیے کہا جاتا ہے چوں کہ سزا اور معاقب میں مماثلت ہے۔ تَغِيضُ: پانی کا سوکھ جانا، گہرا ہو جانا۔ سَارِبٌ: کھلم کھلا سیدھا جانے والا۔ مُعَقِّبٰتٌ: فرشتے جو ایک دوسرے کے پیچھے ہوں۔ اَلْمِحَالِ: قوت، ہلاک کرنا۔

شان نزول:...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے فرعونوں میں سے ایک ظالم کے پاس ایک آدمی بھیجا اور فرمایا: جاؤ اور اسے میرے پاس بلا لاؤ، صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ سرکش اور ظالم انسان ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اسے میرے پاس بلا لاؤ، چنانچہ صحابی اس سرکش کے پاس گیا اور کہا: تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں۔ اس نے کہا: مجھے بتاؤ محمد کا معبود سونے کا ہے یا چاندی کا؟ یا تانبے کا؟ کس چیز کا ہے؟ صحابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس لوٹ آیا اور جو کچھ سرکش نے کہا تھا بیان کیا اور عرض کیا: میں نے کہا نہیں تھا کہ وہ ظالم اور سرکش ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوبارہ جاؤ اور اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ صحابی واپس گئے، اس کافر نے پھر وہی جواب دیا۔ چنانچہ وہ صحابی کے ساتھ مباحثہ میں لگا ہوا تھا اسی اثنا میں اللہ نے بادل کا ٹکڑا بھیجا جو کافر کے سر پر آ ٹھہرا، بادل کڑکا اس میں سے بجلی کوندی جو اس کافر کے سر پر آن گری اور اسے بھسم کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ (سورۃ الرعد، آیت ۱۳)[1]

اعجاز قرآن

تفسیر: الٓمّٓرٰ:...... اعجاز قرآن کی طرف اشارہ ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اس کا معنی ہے: انا اللہ اعلم واری یعنی میں اللہ ہوں جانتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔[2] تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ: یہ قرآن معجز کی آیات ہیں، یہ کتاب تمام کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ: اے محمد! اس قرآن میں جو چیز تمہاری طرف وحی کی گئی ہے وہ سراسر حق ہے، باطل کے ساتھ خلط نہیں ہے، اس میں شک وتردد کا بھی احتمال نہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ: باوجود اس کتاب کے واضح اور روشن ہونے کے اکثر لوگ اسے جھٹلاتے ہیں۔

بے ستون آسمان، تسخیر شمس وقمر اور لقائے رب

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا:...... آسمانوں کو بلندی والا بنایا، جو محض اللہ کی قدرت سے قائم ہیں اور کسی چیز کا سہارا لیے ہوئے نہیں ہیں، جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور مشاہدہ کرتے ہو کہ آسمان بغیر ستونوں کے ہے۔ یہ خالق کے وجود کی دلیل ہے اس نے بغیر نمونے کے سب کچھ بنا ڈالا۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ: پھر عرش پر جلوہ افروز ہوا، جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ بغیر جسم، کیفیت اور تعطیل کے۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى: سورج اور چاند کو بندوں کے مصالح کے لیے کام پر لگا دیا، سب اللہ کی قدرت سے چل رہے ہیں اور ان کا یہ چلنا متعین وقت تک ہے اور وہ وقت فنائے دنیا کا وقت ہے۔ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ: اللہ اپنی حکمت وقدرت سے مخلوق کے امور وشئون میں تصرف کرتا ہے، یہ تصرف ایجاد، اعدام (بنانا، بگاڑنا) زندہ کرنا اور مارنا وغیرہ کے متعلق ہے۔ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ: اللہ آیات کی وضاحت وتفصیل بیان کرتا ہے۔ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ: تاکہ تم اللہ کے ساتھ ملاقات کرنے کی تصدیق کرو اور اللہ کے پاس لوٹ کر جانے کا یقین کرو، چوں کہ جو ذات ان سب امور پر قدرت رکھتی ہے وہ انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتی ہے۔

زمین کی وسعت اور پھلوں کے جوڑے

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ:...... یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے زمین کو پھیلایا اور اسے وسعت دی۔ آیت کا مضمون زمین کے گول ہونے کے منافی نہیں، غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو وسیع اور کشادہ بنایا ہے اور اس کے آفاق پھیلا دیے تاکہ انسان اور حیوانات اس پر قرار پکڑیں، اگر ساری زمین میں پہاڑ ہی پہاڑ ہوتے یا صحرا ہوتے تو اس پر زندگی ناممکن ہو جاتی۔ تسہیل میں لکھا ہے: زمین کا پھیلانا زمین کے تہہ در تہہ ہونے کے منافی نہیں چوں کہ زمین کا ہر قطعہ علیحدہ طور پر پھیلایا گیا ہے اور زمین کا تہہ در تہہ ہونا پوری زمین کی کیفیت ہے۔ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ: یعنی

---

[1] اسباب النزول ۱۵۶ [2] الطبری ۱۳/۹۱

زمین میں پہاڑ پیدا کیے جو زمین کے اندر گڑے ہوئے ہیں تا کہ زمین اپنے اوپر بسنے والے باشندوں کو لے کر ہل نہ جائے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنۡ تَمِیۡدَ بِکُمۡ "وَاَنۡهٰرًا: اور زمین میں بہنے والے دریا جاری کیے۔ وَمِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیۡهَا زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ: اور زمین میں پھلوں کی تمام انواع کے جوڑے جوڑے (نر اور مادہ) بنائے تا کہ روئیدگی اور شادابی کے اسباب تمام ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کا حکیمانہ طریقہ یہی ہے۔ حضرت ابو سعود کہتے ہیں: پھلوں کی موجودہ انواع میں ہر نوع کی دنیا میں دو قسمیں بنائی ہیں یا تو رنگ میں دو قسمیں ہیں جیسے سفید اور سیاہ یا ذائقے کے اعتبار سے دو دو قسمیں جیسے میٹھا اور کھٹا یا مقدار میں جیسے چھوٹا، بڑا، یا کیفیت میں جیسے گرم، ٹھنڈا، وغیر ذالك۔ یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّهَارَ: دن کے روشن ہونے کے بعد دن کو رات کی چادر اڑھا دیتا ہے اور یوں فضا تاریکی میں ڈوب جاتی ہے۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ: اللہ کی کاریگری کے عجائب میں اس کی قدرت اور وحدانیت پر دلائل اور نشانیاں ہیں۔ اور یہ نشانیاں ان لوگوں کے لیے ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔ آیت میں غور و فکر کرنے والوں کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے، چوں کہ ان نشانیوں کا ادراک غور و فکر ہی سے ہو پاتا ہے۔

وَفِی الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ:...... اور زمین میں مختلف خطے و قطعے ہیں جو باہم ملے ہوئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی زمین کا ایک حصہ زرخیز ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ والا حصہ بنجر ہوتا ہے، زرخیز حصہ سبزہ اگاتا ہے جب کہ اس کے ساتھ والا حصہ کچھ بھی نہیں اگاتا۔ وَجَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ: اور انگور کے درختوں کے بہت سارے باغات ہیں۔ وَّزَرۡعٌ وَّنَخِیۡلٌ صِنۡوَانٌ وَّغَیۡرُ صِنۡوَانٍ: زمین کے ان باہم ملے ہوں قطعات میں انواع واقسام کی فصلیں، غلے اور کھجوروں کے درخت ہیں، ان میں سے بعض درخت ایسے ہیں جن کی ایک ہی جڑ سے دو اور دو سے زیادہ درخت ہیں اور بعض درخت اکہرے تنے والے ہیں۔ یُّسۡقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰی بَعۡضٍ فِی الۡاُکُلِ: یہ سب درخت ایک ہی پانی سے سیراب کیے جاتے ہیں اور ایک ہی مٹی سے اگتے ہیں، لیکن ان کے پھلوں کے ذائقے مختلف ہیں۔ طبری کہتے ہیں: ایک ہی زمین میں آڑو، امرود، سفید و سیاہ انگور اگتے ہیں ان میں سے بعض کھٹے ہوتے ہیں اور بعض میٹھے، بعض پھل اعلیٰ قسم کے ہوتے ہیں اور بعض ادنیٰ قسم کے، جب کہ سبھی درختوں کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے۔[1] اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ: ان تمام چیزوں میں عقل و تدبر کرنے والوں کے لیے کھلی نشانیاں ہیں، آیت میں دہری ذہنیت رکھنے والوں پر کھلی تردید کی گئی ہے۔

بعث بعد الموت کا انکار اور اس کی سزا

وَاِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا کُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ:...... اے محمد! اگر آپ کسی چیز سے تعجب کرتے ہیں تو کفار کا یہ قول تعجب کے زیادہ لائق ہے کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں از سر نو زندہ کیا جائے گا؟ چنانچہ کفار کا بعث بعد الموت کا انکار کرنا تعجب کے زیادہ لائق ہے، چنانچہ جو ذات بغیر نمونہ کے آسمانوں، زمین، درختوں، پھلوں، دریاؤں اور نہروں کو پیدا کر سکتا ہے وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ: ان لوگوں نے دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کیا ہے اور اللہ کی قدرت کا انکار کرتے ہیں۔ وَاُولٰٓئِکَ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ: یہی وہ لوگ ہیں قیامت کے دن جن کے گلوں میں طوق پڑے ہوں گے۔ وَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ: یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، دوزخ میں نہ مریں گے اور نہ ہی باہر نکالے جائیں گے۔ وَیَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالسَّیِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ: یہ لوگ فراخی اور عافیت سے پہلے بلا اور عذاب کی جلدی مچائے ہوئے ہیں، کفار کو عذاب کی جو دھمکی دی جاتی، استہزا کے طور پر کہتے کہ وہ عذاب ہم پر مسلط کر دو۔ وَقَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ: مکذبین پر عذاب مسلط کرنے کی مثالیں اور واقعات گزر چکے ہیں، انہیں کیا ہوا ان سے عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلۡمِهِمۡ: آپ کا رب لوگوں کی بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہے، اس لیے انہیں جلد از جلد عذاب نہیں دینا چاہتا۔ اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہوں بلکہ انہیں مہلت دیتا رہتا ہے۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَشَدِیۡدُ الۡعِقَابِ: یعنی جو لوگ معصیت پر ڈٹے رہتے ہیں اللہ انہیں سخت سزا دیتا ہے۔

---

[1] الطبری ۱۳/۹۷ پ البحر ۵/۳۶۷

آیت میں اللہ تعالیٰ کے حلم و بردباری کی وسعت اور سخت عذاب کو اکٹھا بیان کیا گیا ہے تاکہ بندہ امید و بیم، خوف و رجا کے درمیان رہے۔

کفار کی تجویز اور اس کا جواب

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ:...... مشرکین جو کہ کفار قریش ہیں کہتے ہیں: محمد پر کوئی ایسا معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا جو اس کی سچائی پر دلالت کرتا جیسے موسیٰ اور عیسیٰ کے معجزات تھے، بحر میں لکھا ہے: خارق عادت نشانیاں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کی تھیں جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا، درختوں کا منقاد ہونا، انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا وغیرذالک مشرکین نے کسی شمار میں نہیں لائیں محض بغض و عناد کی وجہ سے دوسرے معجزات کی تجویز پیش کی۔[1] إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ: مشرکین کی تجویز کا جواب ہے، یعنی اے محمد! آپ تو ڈر سنانے والے اور راستہ دکھانے والے ہیں، آپ کی حالت تو ایسی ہی ہے جیسے آپ سے پہلے ہر پیغمبر کی حالت تھی، چنانچہ ہر قوم کا ایک نبی ہوا ہے جو اس قوم کو اللہ کی طرف بلاتا رہا۔ رہی بات خارق عادت نشانیوں کی سو ان کا معاملہ کائنات و بندوں کی تدبیر کرنے والے کے سپرد ہے۔

حمل کے مختلف مراحل اور اللہ تعالیٰ کا علم

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ:...... صرف اللہ جانتا ہے کہ ہر مادہ نے اپنے پیٹ میں مذکر کا حمل اٹھا رکھا ہے یا مؤنث کا، اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ حمل تام الخلقت ہے یا ناقص الخلقت؟ خوبصورت ہے یا بدصورت۔ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ: اور نا تمام بچوں کو ساقط کرنے میں ماؤں کے رحم میں جو کمی ہوتی ہے۔ وَمَا تَزْدَادُ: اور جو حمل نو ماہ سے بڑھ جاتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نو مہینے سے کم مدت میں حمل وضع کرنے میں جو کمی رہ جاتی ہے اور نو مہینے سے مدت زائد ہونے میں حمل کی نوعیت کو بھی صرف اللہ جانتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت ہے کہ تَغِيضُ الْأَرْحَامُ: سے مراد نا تمام بچہ ہے اور وَمَا تَزْدَادُ: سے پورا تام الخلقت بچہ مراد ہے[2] وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُ بِمِقْدَارٍ: اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے جو مصلحت و منفعت سے تجاوز نہیں کرتا۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: یعنی جو چیزیں جس سے غائب ہیں اور جو چیزیں مشاہدہ میں آتی ہیں اور دکھائی دیتی ہیں ان سب سے باخبر ہے۔ ظاہر و پوشیدہ سب کو جانتا ہے کوئی چیز اللہ سے مخفی نہیں۔ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ: عظیم الشان ہے جس سے ہر چیز ادنیٰ ہے اور وہ ہر چیز سے بلند شان والا ہے، اس کی ذات مشابہت اور مماثلت سے پاک و منزہ ہے۔ سَوَآءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ: اس کے علم میں وہ باتیں جو دلوں میں مضمر ہیں اور جو نطق میں آتی ہیں سب برابر ہیں۔ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ: اسی طرح اللہ کے ہاں برابر ہے وہ شخص جو رات کی تاریکیوں میں اعمال کرتا ہے اور نہایت پوشیدہ ہوتا ہے اور وہ شخص جو دن کے اجالے میں راستے میں چل رہا ہو، چنانچہ وہ جو اعمال بھی کرتا ہے اللہ پر کچھ مخفی نہیں۔

نگراں و محافظ فرشتے

لَهُ مُعَقِّبَاتٌ:...... اس انسان پر نگران فرشتے مقرر ہیں جو باری باری اس کی حفاظت کے لیے ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں، جیسے حکومتی اداروں میں گارڈز باری باری آتے ہیں۔ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ: یہ فرشتے انسان کے سامنے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے پیچھے سے بھی۔ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ: جو انسان کی مختلف خطرات اور دشواریوں سے حفاظت کرتے ہیں، فرشتوں کی نگرانی اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: ہر بندے کے ساتھ ایک نگران فرشتہ ہے جو جاگتے سوتے ہر حال میں جن وانس اور حشرات الارض سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

قوموں کے عروج و زوال کا قانون

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ:...... اللہ تعالیٰ کسی قوم پر کی ہوئی نعمت کو زائل اور سلب نہیں کرتا الایہ کہ جب وہ اپنے اچھے

---

[1] البحر ۵/۳۶۷، زاد المسیر ۴/۳۰۸

حالات کو برے حالات سے تبدیل کر لیں (تو اللہ ان لوگوں سے نعمت سلب کر لیتا ہے)۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور طریقہ ہے کہ اللہ نے جس قوم کو عافیت ونعمت، امن وعزت کی نعمت عطا کی ہو اسے تبدیل نہیں کرتا، ہاں البتہ جب وہ قوم اس نعمت کی ناشکری کرتی ہے اور معاصی کا ارتکاب کرتی ہے تو اللہ بھی اس نعمت کو تبدیل کر دیتا ہے۔[1] حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے کہو: جو لوگ بھی کسی بستی میں رہنے والے ہوں اور کوئی بھی گھرانہ ہو اور وہ اللہ کی اطاعت میں زندگی بسر کر رہے ہوں پھر وہ طاعت کو اللہ کی معصیت سے تبدیل کر دیں الّا یہ کہ اللہ ان کی پسندیدہ حالت کو ناپسندیدہ اور بری حالت سے بدل دیتا ہے۔[2] وَإِذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوٓءًا: جب اللہ کسی قوم کو ہلاک کرنے اور انہیں عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے۔ فَلَا مَرَدَّ لَهُ: اس ہلاکت اور عذاب کو روکنے کی کوئی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَّالٍ: ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی بھی مددگار اور کارساز نہیں ہوتا جو عذاب وبلا سے انہیں بچا سکے۔

بجلی وبارش میں نشانیاں اور تسبیح رعد وبجلی کی کڑک

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ: ...... یہ اللہ کے آثار قدرت کا بیان ہے یعنی اے لوگو! اللہ تمہیں بادلوں کے درمیان سے کوندنے والی بجلی دکھاتا ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ خَوْفًا وَّطَمَعًا: بجلی کے گرنے کا تمہیں خوف ہوتا ہے اور بارش کے برسنے کی امید ہوتی ہے۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ جب بجلی کوندتی ہے تو اس کے پیچھے کڑک بھی ہوتی ہے، بسا اوقات کڑک کے پیچھے موسلا دھار بارش ہوتی ہے جس میں زمین اور انسان کی زندگی ہے۔ وَيُنشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ: اسی طرح اللہ اپنی قدرت سے پانی سے لدے ہوئے بادل پیدا کرتا ہے۔ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ: بجلی کی کڑک اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے جو اللہ کی حمد وثنا کے ساتھ ملی ہوتی ہے اور فرشتے اللہ کے عذاب سے ڈر کر تسبیح کرتے ہیں، بادلوں کی کڑک حقیقۃً اللہ کی تسبیح کرتی ہے قرآن اس پر دلالت کرتا ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں، اگرچہ ہم ان آوازوں کو نہیں سمجھتے، اللہ تعالیٰ صرف اسی چیز کی خبر دیتا ہو جو حق جو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ. وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَن يَشَآءُ: اللہ ہی گرجتی ہوئی بجلیاں مصیبت بنا کر بھیجتا ہے اور ان کے ذریعے جن لوگوں کو چاہتا ہے ہلاک کرتا ہے۔ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللّٰهِ: اور کفار مکہ اللہ کے وجود، اس کی وحدانیت اور قدرت کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ: حالاں کہ اللہ زبردست طاقت والا، پکڑ والا، عذاب دینے والا اور نافرمان سے انتقام لینے والا ہے۔

دعوت حق اور معبودان باطل سے دعا کی مثال

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ: ...... صرف اللہ ہی اس بات کا حق دار ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے حضور دعا کی جائے۔ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ: کفار اللہ کو چھوڑ کر جن دیوتاؤں کو پکارتے ہیں۔ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ: جب کہ وہ ان کی دعاؤں کا جواب نہیں دیتے اور نہ ہی وہ آواز سنتے ہیں۔ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ: ہاں البتہ ان کفار کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دور سے پانی لینے کے لیے ہاتھ پھیلائے اور وہ چیخ پکار رہا ہو کہ پانی اس کی منہ تک پہنچ جائے، جب کہ پانی جماد ہے اس میں حس نہیں اور نہ ہی وہ بات سننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ابوسعود کہتے ہیں: آیت میں مشرکین کے کسی چیز کے حصول کے لیے چیخ وپکار کرنے اور اس چیز کے حاصل نہ ہونے کی حالت کو ایسے شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ کی گئی ہے جو پیاس کی شدت سے ہانپ رہا ہو اور جاں بلب ہو اسے معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کرے اور وہ بہت دور سے پانی کے لیے ہاتھ پھیلائے ہو اور چاہتا ہو کہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے جب کہ پانی اس کے منہ تک نہ پہنچے چوں کہ پانی جماد ہے اور اسے پیاسے کا کوئی احساس نہیں۔[3] وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ: کفار کی دیوتاؤں سے دعا والتجا خسارہ محض ہے اور ضیاع وقت ہے، چوں کہ دیوتاؤں کو پکارنا بے نتیجہ اور بے فائدہ ہے۔

---

[1] اس آیت کی تفسیر میں اقبال کا مشہور شعر خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی + نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت بدلنے کا: شعر کا مطلب ہے کہ جو قوم اپنے برے حالات کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتی ہے خدا ان کی مدد کرتا ہے۔ جبکہ آیت کا مفہوم اس کے مخالف ہے۔ [2] اخرجہ ابن ابی حاتم کذا فی مختصر ابن کثیر ۲/ ۲۷۴ [3] ابوالسعود ۱۰۲۳

مخلوقات کا اللہ کو سجدہ

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:...... صرف ایک اللہ کے آگے اہل آسمان اور اہل ارض جھکتے اور منقاد ہوتے ہیں۔ طَوْعًا وَّ كَرْهًا: خوشی سے اور مجبوری سے۔ حسن بصری کہتے ہیں: مؤمن خوشی سے سجدہ کرتا ہے اور کافر مجبوری سے سجدہ کرتا ہے یعنی گھبراہٹ اور اضطرار کی حالت میں مجبوری سے سجدہ کرتا ہے۔ وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ: اور ان کے سائے بھی اللہ کے آگے دن کے اول وقت اور آخری وقت میں سجدے کرتے ہیں۔ اس سے غرض اللہ تعالیٰ کی عظمت کے بارے میں خبر دینا ہے جس کا ہر چیز پر غلبہ ہے اور جس کے آگے ہر چیز جھکی ہوئی ہے، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کے آگے ساری کائنات منقاد ہے، یہاں تک کہ آدمیوں کا سایہ بھی، سب کے سب اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم ہیں۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ اور آسمان و زمین کا نظام حکمت و تدبیر سے کون چلاتا ہے؟ یہ سوال برائے تحکم ہے، یعنی جن دیوتاؤں کو مشرکین پوجتے ہیں وہ خدا کہلانے کے قابل نہیں۔ قُلِ اللّٰهُ: مشرکین سے بطور ڈانٹ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔

حق و باطل کی مثال

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا:...... مشرکین پر حجت قائم کرنے کے لیے الزاماً کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ کے شرکا ٹھہراتے ہو جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو اور وہ اپنے اوپر بھی معمولی سی قدرت نہیں رکھتے۔ نہ اپنے آپ کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، بھلا اوروں کو نفع و نقصان پہنچانے کی کیسے قدرت رکھتے ہیں۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ: یہ مشرکین کی گمراہی کی تمثیل ہے، یعنی مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرنے کے اعتبار سے اندھے ہیں۔ آیت میں اندھے سے مراد کافر ہے اور بینا سے مراد مؤمن ہے، ظلمات (تاریکیوں) سے مراد گمراہی ہے اور نور سے مراد ہدایت ہے، یعنی اندھا اور بینا شخص برابر نہیں ہو سکتے جیسے، تاریکی اور اجالا برابر نہیں، اسی طرح مؤمن جو ایمان کی بصیرت سے حق کی روشنی کو دیکھتا ہے اور مشرک جو حق کی روشنی دیکھنے سے اندھا ہے برابر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حق و باطل کے درمیان فرق اتنا ہی واضح ہے جتنا اندھے اور بینا کے درمیان واضح ہے، ایمان اور گمراہی کے درمیان اسی قدر فرق واضح ہے جتنا اجالے اور تاریکی میں ہیں۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ: یہ مشرکین پر اتمام حجت اور تہکم ہے۔ یعنی کیا ان مشرکین نے ایسی معبودان بنا رکھے ہیں جنہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوقات کی طرح مخلوقات بنا رکھی ہوں؟ اور حقیقت حال ان پر مشتبہ ہو اور وہ اپنے معبودان کی مخلوق سے اللہ کی مخلوق کو ممتاز نہ کر سکتے ہوں؟ یہ تکلیف دہ تہکم ہے چوں کہ مشرکین اللہ کی مخلوق کو دیکھتے ہیں، اور ان معبودان باطلہ کو بھی دیکھتے ہیں کہ یہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، بایں ہمہ پھر بھی مشرکین اللہ کو چھوڑ کر ان معبودان کی عبادت کرتے ہیں، یہ مشرکین کی کم عقلی کی انتہا ہے۔ جب مشرکین پر حجت قائم کر دی تو اس کے بعد واضح بیان ہے۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ: یعنی اللہ تمام اشیا کا خالق ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی خالق نہیں، اللہ الوہیت اور ربوبیت میں منفرد ہے جو ہر چیز پر غالب ہے اور ہر چیز اس کی قدرت کے ماتحت ہے۔

بلاغت:...... مذکورہ آیات مبارکہ میں فصاحت، بیان اور بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ:...... میں قریب کے لیے بعید کا اشارہ لایا گیا ہے جس سے بعد رتبی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اور الْكِتٰبِ: میں الف لام برائے تفخیم ہے، یعنی یہ عجیب کتاب جو کہ اعجاز و بیان میں کامل و مکمل ہے۔ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ: میں استعارہ تبعیہ ہے، چنانچہ رات کی تاریکی کے ذریعے دن کے اجالے کے اختتام کو دبیز پردے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اور اس کے لیے يُغْشِي: کا لفظ بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے جو ظاہری اشیا کو حسی پردوں سے ڈھانپنے کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یعنی حسی اشیا کا استعارہ معنوی امور کے لیے ہے۔ تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ، الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ، مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ، خَوْفًا وَّطَمَعًا اور طَوْعًا وَّ كَرْهًا: میں طباق ہے جو محسنات بدیعیہ میں

سے ہے۔ قُلِ اللہُ: میں ایجاز ہے یعنی اللہ خالق السمٰوٰتِ والارض کَبَاسِطِ کَفَّیْهِ: میں تشبیہ تمثیلی ہے۔ چنانچہ بتوں کا اپنے پکارنے والوں کو جواب نہ دینے کو دور سے پانی کے لیے ہاتھ پھیلانے والے کو پانی نہ ملنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ وجہ شبہ متعدد اشیا سے کشید کی ہوئی ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ: میں استعارہ ہے۔ چنانچہ "الظُّلُمٰتُ" کا لفظ کفر کے لیے اور اَلنُّوْرُ کا لفظ ایمان کے لیے استعارہ ہے اسی طرح اَلْاَعْمٰى مشرک کے لیے اور اَلْبَصِیْرُ عاقل مؤمن کے لیے استعارہ ہے۔

تنبیہ: ...... آیت میں فرشتوں کو "مُعَقِّبَات" سے ملقب کیا گیا ہے، چوں کہ فرشتے انسانوں کے اعمال کو لے کر دن رات ایک دوسرے کے پیچھے جاتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری کی ایک حدیث میں ہے۔ "فرشتے رات کو نوبت بہ نوبت ایک دوسرے کے پیچھے تمہارے لیے آتے ہیں اور فرشتے دن کو بھی آتے ہیں، نماز فجر اور نماز عصر میں جمع ہوتے ہیں۔ الحدیث

فائدہ: ...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بجلی کی کڑک سنتے تو فرماتے: پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح اور حمد بادلوں کی گرج کرتی ہے اور اس کے رعب سے فرشتے بھی تسبیح میں لگ جاتے ہیں اور وہ ذات ہر چیز پر قادر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے جو شخص یہ دعا پڑھ لے اور اس پر بجلی گر جائے اور ہلاک کر دے تو اس کی دیت میرے ذمے ہے۔ اس کی عربی عبارت یہ ہے:

سُبْحَانَ مَنْ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اہل حق و اہل باطل کے درمیان فرق

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ

وقف النبی ع ۱۱ ۸

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا
مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ ع
اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ
بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ
وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ ع
اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ
قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: ......اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق بہنے لگے پھر بہتے ہوئے پانی نے اپنے اوپر جھاگ کو اٹھایا جو پانی پر بلند ہے اور جن چیزوں کو آگ میں ڈال کر اوپر سے جلاتے ہیں تاکہ زیور یا کوئی دوسری نفع کی چیز حاصل کریں اس میں بھی اسی طرح کی جھاگ ہے اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے، سو جو جھاگ ہے وہ تو بے فائدہ ہو کر چلا جاتا ہے اور جو لوگوں کو نفع دیتا ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے ہی مثالیں بیان فرماتا ہے ﴿۱۷﴾ جن لوگوں نے اپنے رب کی اطاعت کی ان کے لیے جنت ہے اور جن لوگوں نے اللہ کی فرماں برداری نہ کی اگر ان کے لیے وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اور بھی ہو تو وہ اس سب کو اپنی جان کے بدلے دے دیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے برا حساب ہے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے۔ ﴿۱۸﴾ جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے کیا یہ شخص اس شخص کی طرح سے ہو سکتا ہے جو اندھا ہو، نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں ﴿۱۹﴾ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد کو نہیں توڑتے، ﴿۲۰﴾ اور جو اس چیز کو جوڑے رکھتے ہیں جس کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا، اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اور برے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں، ﴿۲۱﴾ اور جنہوں نے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے صبر کیا اور نمازوں کو قائم کیا اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے پوشیدہ طور پر اور ظاہری طریقے پر خرچ کیا اور حسن سلوک کے ذریعے بدسلوکی کو دفع کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت کا اچھا انجام ہے ﴿۲۲﴾ ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولاد میں جو

لائق ہوں گے وہ بھی ان میں داخل ہوں گے، اور ان پر ہر دروازے سے فرشتے داخل ہوں گے ﴿۲۳﴾ جو یوں کہیں گے کہ تم نے جو صبر کیا اس کے بدلے تم پر سلام ہو، سو اس جہاں میں اچھا انجام ہے، ﴿۲۴﴾ اور جو لوگ مضبوط کرنے کے بعد اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کو جوڑنے کا حکم دیا اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور آخرت میں بدحالی ہے ﴿۲۵﴾، اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، اور وہ لوگ دنیاوی زندگی پر اترا رہے ہیں حالانکہ دنیا والی زندگی آخرت کے مقابلے میں بس ایک ذرا سی کام آنے والی چیز ہے۔ ﴿۲۶﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے کیوں نازل نہیں کی گئی۔ آپ فرما دیجیے بلاشبہ اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اور جو اس کی طرف رجوع ہوا سے اپنی طرف راہ دکھاتا ہے ﴿۲۷﴾ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے مطمئن ہوتے ہیں، خبردار اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، ﴿۲۸﴾ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے خوشحالی ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے ﴿۲۹﴾ اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں بھیجا جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ انہیں وہ چیز پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے، اور وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں، آپ فرما دیجیے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اس پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میرا رجوع ہوتا ہے۔ ﴿۳۰﴾ اور اگر قرآن ایسا ہوتا جس کی وجہ سے پہاڑ چلا دیے جاتے یا اس کے ذریعے زمین کے ٹکڑے کر دیے جاتے یا اس کے ذریعے مردوں سے بات کرا دی جاتی تب بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں، بلکہ تمام امور اللہ ہی کے لیے ہے، کیا اہل ایمان ناامید نہیں ہوئے حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا، اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال بد کی وجہ سے انہیں برابر کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے قریب مصیبت نازل ہو جائے گی یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ جائے بلاشبہ اللہ وعدہ خلاف نہیں فرماتا۔ ﴿۳۱﴾ اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں بلاشبہ ان کا مذاق بنایا گیا پھر میں نے ان لوگوں کو مہلت دی جنہوں نے کفر کیا، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا سو میرا عذاب دینا کیسا تھا؟ ﴿۳۲﴾ سو جو ذات ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو کیا اس کے برابر وہ ہو سکتا ہے جس کی یہ صفت نہ ہو۔ اور لوگوں نے اللہ کی لیے شریک تجویز کر لیے آپ فرما دیجیے کہ تم ان کے نام لو کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ زمین میں نہیں جانتا یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے، بلکہ کافروں کے لیے ان کا مکر مزین کر دیا گیا اور وہ لوگ راستے سے روک دیے گئے، اور اللہ جسے گمراہ کرے سو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ﴿۳۳﴾ ان کے لیے دنیا والی زندگی میں عذاب ہے اور البتہ آخرت کا عذاب بہت زیادہ سخت ہے، اور انہیں کوئی اللہ سے بچانے والا نہیں۔ ﴿۳۴﴾

ربط وتعارف: ......سابقہ آیات میں بیان ہوا کہ زمین پر دو قسم کی دعوتیں ہوتی ہیں۔ ① ......دعوت حق ② ......دعوت باطل۔ بیان ہوا کہ اللہ کی طرف دعوت، دعوت حق ہے اور اللہ کے علاوہ جن دیوتاؤں کو مشرکین پوجتے ہیں ان کی طرف دعوت دعوت باطل ہے۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان کی ہیں ایک مثال حق اور اہل حق کی ہے جب کہ دوسری مثال باطل اور اہل باطل کی ہے تاکہ ہدایت اور ضلالت کے درمیان فرق واضح ہو جائے، پھر اس کے بعد نعمتوں والی جنت میں مؤمنین کے انجام کا ذکر کیا ہے اور دوزخ میں کفار کے ٹھکانے کا ذکر کیا۔

لغات: زَبَدًا: ......جھاگ جو سیلاب کی صورت میں پانی کے اوپر بہتی رہتی ہے۔ رَابِيًا: پھولی ہوئی اوپر اٹھی ہوئی۔ جُفَآءً: جو چیز دور کر دی جائے اور اس میں کوئی نفع نہ ہو اور نہ ہی اس میں قرار ہو۔ مقولہ: جفا الماء بالزبد یعنی پانی نے جھاگ چھوڑا۔ الْمِهَادُ: بچھونا، اصل میں اس بستر کو کہا جاتا ہے جو سونے کے لیے بچھایا جائے۔ وَيَدْرَءُونَ: وہ دور کر دیتے ہیں۔ عُقْبَى: عاقبت، انجام، کسی فعل پر ملنے والے بدلہ اور جزا کو عقبیٰ کہا جاتا ہے چوں کہ جزا فعل کے بعد ہوتی ہے۔ عَدْنٍ: استقرار، ثبات، پائے ثبات۔ کسی جگہ پر ہمیشہ کے لیے قیام کرنا۔ يَبْسُطُ: وہ وسعت دیتا ہے، پھیلاتا ہے۔ يَقْدِرُ: وہ تنگ کرتا ہے۔ مَتَاعٌ: ہر وہ چیز جس سے ایک مدت تک کے لیے نفع اٹھایا جائے اور پھر وہ ختم ہو جائے۔ طُوبٰى: فرحت، آنکھوں کی ٹھنڈک۔ زمخشری کہتے ہیں: طاب کا مصدر ہے جیسے بشریٰ اور زلفیٰ۔ طوبیٰ کا معنی ہے: تم نے اچھائی کو پالیا۔[1] يَايْئَسِ: الیأس: کسی چیز سے ناامید ہونا۔ أَمْلَيْتُ: میں نے مہلت دی، مدت طویل کر دی۔ وَاقٍ: وقی سے اسم فاعل ہے، اذیت دہ چیز سے بچانے والا۔

---

[1] الکشاف ۲/۵۲۸

شانِ نزول: ......ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قریش سے فرمایا کہ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ: یعنی رحمٰن کو سجدہ کرو، مشرکین نے کہا: رحمٰن کیا چیز ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کا تم ہمیں حکم دیتے ہو؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝ (سورۃ الرعد، آیت ۳۰)

اہلِ حق و باطل کی مثال

تفسیر: اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً: ......یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل کی۔ فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا: جس سے ندیاں نالے اپنی اپنی مقدار اور بساط کے مطابق بہہ پڑے، چنانچہ بڑے نالے اپنی وسعت کے مطابق بہتے ہیں اور ندیاں بھی اپنی بساط کے مطابق بہتی ہیں۔[1] فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا:[2] بارش سے پیدا ہونے والے سیلابی ریلے نے پھولا ہوا جھاگ اوپر اٹھالیا، "زبد" بہتے ہوئے سیلابی ریلے میں پانی کے اوپر کا جھاگ۔ طبری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ مثال حق و باطل اور ایمان و کفر کی بیان کی ہے، حق کی مثال ثبات میں اور باطل کی مثال عدم ثبات اور اضمحلال میں بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آسمان سے جو بارش نازل کرتا ہے تو اس سے وجود میں آنے والے سیلابی ریلے پر جھاگ اٹھتا ہے، حق کی مثال اس پانی جیسی ہے جو زمین میں رک کر زمین کا حصہ بن جاتا ہے اور زمین اسے چوس لیتی ہے اور وہ جھاگ جو بے فائدہ چیز ہوتی ہے وہ باطل ہے۔ یہ حق و باطل کی ایک مثال ہے، دوسری مثال کا بیان آگے آیا چاہتا ہے۔[3] وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاۗءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ: اور اسی طرح کا جھاگ دھاتوں مثلاً سونا، چاندی اور تانبا وغیرہ کے تپانے کے وقت بھی ظاہر ہوتا ہے، دھاتوں کو زیورات یا برتنوں میں ڈھالنے کے لیے آگ میں تپایا جاتا ہے، جھاگ اوپر ظاہر ہوتا ہے جیسے بہتے ہوئے سیلابی ریلے میں پانی کے اوپر جھاگ ظاہر ہوتا ہے، جیسے سیلابی پانی کا جھاگ بے فائدہ ہوتا ہے ایسے ہی دھاتوں پر ظاہر ہونے والا جھاگ بے فائدہ ہوتا ہے۔ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ: اللہ تعالیٰ اسی طرح حق کی مثال اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے، چنانچہ ثبات و استقرار میں حق کی مثال اس صاف پانی کی سی ہے جو زمین میں رک جاتا ہے اور پھر لوگ اس سے نفع اٹھاتے ہیں، زوال و انحطاط میں باطل کی مثال اس جھاگ کی سی ہے جو پانی کے اوپر آجاتا ہے اور مٹ جاتا ہے۔ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاۗءً: رہی بات جھاگ کی جو بے فائدہ ہوتا ہے وہ ادھر ادھر پھیل کر ختم ہو جاتا ہے اور خشک ہو کر کالعدم ہو جاتا ہے۔ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ: رہی بات اس صاف پانی کی جس سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں سو وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے۔ اور دھاتیں بھی جھاگ سے پاک ہو کر باقی رہ جاتی ہیں۔ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ: یعنی مذکورہ بالا دو مثالوں کی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثالیں بیان کرتا ہے، تاکہ لوگ ان مثالوں سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔[4]

اہلِ ایمان کے لیے بشارت اور کفار کے لیے وعید

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى: ......ان مؤمنین کے لیے جو ایمان وطاعت بجالاتے ہیں اچھائی ہے جو نعمتوں والی جنت کی شکل میں ہے۔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ: اور جو لوگ ایمان نہ لا کر اپنے رب کا کہا نہیں مانتے اور یہ کفار ہیں۔ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا: اگرچہ انہیں دنیا بھر کے اموال مل جائیں۔ وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ: اور دنیا بھر کے اموال جتنے اور اموال ان کے پاس ہوں۔ لَافْتَدَوْا بِهٖ: اللہ کے عذاب سے اپنی جانیں بچانے کے لیے سب خرچ کر دیں گے۔ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ: ان لوگوں کا بہت برا حساب ہوگا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار کے سب گناہوں کا حساب لیا جائے گا کوئی گناہ معاف نہیں کیا جائے گا۔ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ: قیامت کے دن جس جگہ کفار کو ٹھکانا ملے گا وہ دوزخ کی

---

[1] ہمارے عرف میں نالے ندیوں سے بڑے ہوتے ہیں [2] پھر پانی کے ریلے نے پھولے ہوئے جھاگ کو اوپر اٹھا دیا۔ آسان ترجمہ [3] الطبری ۱۳ / ۱۳۴ [4] قطب شہید کہتے ہیں: حق و باطل کی بیان کردہ مثالیں دعوت حق و دعوت باطل کی بھی ہیں، چنانچہ پانی کی سطح پر ظاہر ہونے والا پھولا ہوا جھاگ ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح باطل بھی دھوم دھام سے ظاہر ہوتا ہے اور بڑھتا ہے لا آخر مٹ جاتا ہے جب کہ حق خالص و صاف پانی کی مانند ثابت رہتا ہے۔

آگ ہے۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ: دوزخ کی آگ میں کفار کا یہ بہت برا ٹھکانا ہوگا۔

اہلِ عقل کی چند صفات

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى:...... ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ اے محمد! وہ شخص جو ایمان لائے اور تمہارے اوپر نازل ہونے والے حق کی تصدیق کرے اور وہ شخص جو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹک رہا ہو برابر ہو سکتے ہیں؟ اندھے سے مراد بصیرت سے محروم شخص ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ آیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ: اللہ کی آیات سے وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں جو عقل سلیم کے مالک ہوں، اس کے بعد اہل دانش کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں، جس عہد کا اللہ نے حکم دے رکھا ہے، اس سے مراد اللہ کے اوامر اور نواہی ہیں جن کا اپنے بندوں کو مکلف بنایا ہے۔ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ: وہ پختہ معاہدے جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان طے ہوئے ہیں اہل دانش ان معاہدات کی مخالفت نہیں کرتے، بلکہ انہیں پورا کرتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ: اہل دانش رشتہ داری جسے اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے کو قائم رکھتے ہیں۔ اسے توڑتے نہیں۔ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ: اپنے پروردگار کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے اس کی ہیبت دل میں بٹھائے رکھتے ہیں۔ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ: اور اس برے حساب سے ڈرتے ہیں جو دوزخ میں لے جانے کا باعث ہو۔ چنانچہ خوف خدا کو دل میں رکھ کر طاعت خداوندی میں لگے رہتے ہیں اور اس کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ:...... اللہ کی رضا کے لیے ناگواریوں پر صبر کرتے ہیں۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ: فرض نماز رعایت حدود کے ساتھ اوقات پر پڑھتے ہیں۔ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً: اور اللہ کے دیے ہوئے اموال میں سے پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ: حلم و بردباری سے جہالت کو اپنے سے دور کرتے ہیں اور صبر کے ساتھ اذیت کا سامنا کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اعمال صالحہ سے برے اعمال کے مقابل دفاع کرتے ہیں۔ معنی یہ ہوا کہ اہل عقل برائیاں ختم کرنے کے لیے نیکیاں کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے: برائی کے بعد نیکی کرو جو اسے مٹا ڈالے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ: آخرت کے ٹھکانے میں ان کا اچھا انجام ہوگا۔ اور وہ ٹھکانا جنت ہے، اس کی تفسیر اگلی آیت میں ہے۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ: وہ ٹھکانا جنت ہے، جو ہمیشہ کے لیے اقامت کی جگہ ہے، اس میں یہ نیکوکار اور ان کے آباؤ اجداد، عورتوں اور اولاد میں سے جو نیک ہوں گے داخل ہوں گے، تاکہ اپنے ان رشتہ داروں کے ساتھ مل کر مانوس رہیں اور ان کا سرور حد تمام کو پہنچے، اگرچہ ان کے رشتہ دار اپنے اعمال کی بدولت عالیشان ٹھکانوں کے مستحق نہ ہوں۔ چنانچہ اہل عقل کے اکرام و اعزاز کی خاطر ان کے رشتہ داروں کا مقام بڑھا دیا جائے گا۔ یہ محض اللہ کے فضل سے ہوگا۔

اہلِ عقل کا اِکرام

اس کے بعد اہل دانش کے ایک اور اکرام کا ذکر ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ: اور فرشتے جنت کے ہر دروازے سے انہیں مبارکباد دینے کے لیے داخل ہوں گے ان سے کہیں گے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ یعنی دنیا میں تم آفات و آزمائشوں سے صبر کرنے پر سلامت رہے۔ اگرچہ ماضی میں تمہیں مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تاہم اب راحت و سکون سے رہو، آیت میں اہل دانش کو دائمی سلامتی کی بشارت دی جا رہی ہے۔ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ: اور یہ تمہارا بہت ہی اچھا انجام ہے، اور یہ انجام جنت کی صورت میں ہوگا۔ اوپر مومنین اہل دانش کی نو (۹) صفات بیان کی گئی ہیں اور آگے کفار کی قبیح صفات بیان کی جا رہی ہیں۔

اشقیا کی چند علامات

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ:...... اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ پختہ معاہدہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں جب کہ معاہدات کی رو

سے انہیں اللہ پر ایمان لانا تھا اور طاعت بجالانی تھی۔ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ: اور وہ اس رشتہ داری کو توڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ: اور وہ زمین میں کفر کے ذریعے فساد پھیلاتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ: یہ لوگ جو مذکورہ بالا قبیح صفات کے ساتھ متصف ہیں ان کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہے اور پھٹکار ہے۔ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ: ان کے حصے میں آخرت کے ٹھکانے میں برائی ہی برائی ہے اور وہ دوزخ کا عذاب ہے یعنی نیکوکاروں کے برعکس۔

دنیا کی خوشحالی اور دنیاوی زندگی کی حقیقت

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ:...... اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں وسعت کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کرتا ہے، اللہ کے فیصلے حکمت و مصلحت کے مطابق ہیں۔ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: یہ مشرکین دنیوی عیش و عشرت پر فرحان وشاداں رہتے ہیں اور اس پر اتراتے ہیں، آیت کے مضمون میں دنیوی عیش و عشرت پر خوش ہونے والے کی مذمت کی گئی ہے۔ اسی لیے آگے دنیا کی تحقیر کی گئی ہے۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ: دنیا آخرت کے مقابلے میں نہایت قلیل اور حقیر چیز ہے۔

فرمائشی نشانیوں کا مطالبہ

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ:...... کفار مکہ کہتے ہیں: محمد پر اس کے رب کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کی طرح کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کا خشک ہو جانا اور عیسیٰ علیہ السلام کا مردے زندہ کرنا وغیرہ ذالک جیسے معجزات محمد پر کیوں نہیں اترتے۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ: اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے: اس کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے، اس کا اختیار مجھے حاصل نہیں، اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے معجزات سے وہ بے نیاز ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے دین کی ہدایت دیتا ہے، چوں کہ جسے اللہ ہدایت دیتا ہے وہ توبہ کرکے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تسہیل میں ہے: مضمون آیت مقام تعجب میں ہے، چوں کہ کفار نے معجزے کا مطالبہ کیا۔ معنی ہے تمہارے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن لے کر آئے ہیں اور بہت ساری نشانیوں کے ساتھ آئے ہیں تم ان سے نابلد کیوں ہو اور اتنی زیادہ نشانیوں کے بعد اور معجزات کا مطالبہ کرتے ہو جب کہ کفر پر پابندی سے قائم ہو، چنانچہ نشانیوں کے کمال ظہور کے بعد بھی اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور معجزات کے بغیر بھی اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔[1]

اللہ کے ذکر ہی میں دلوں کا سکون وچین ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ:...... یہ بدل ہے اور معنی ہے، اللہ تعالیٰ اہل انابت کو ہدایت دیتا ہے اور یہ اہل ایمان ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر سے سکون حاصل کرتے ہیں اور مطمئن ہوتے ہیں، مضارع کا صیغہ دوام اطمینان واستمرار کے لیے لایا گیا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ: اے لوگو! ہوشیار رہو، اللہ کے ذکر سے مؤمنین کے دل مانوس ہوتے ہیں اور سکون پکڑتے ہیں انہیں برے انجام کے قلق واضطراب کا شعور نہیں ہوتا، بخلاف ان لوگوں کے جن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ: رہی بات مؤمنین کی جو نیک اعمال کرنے والے ہیں سو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، خوش حالی ہے اور سعادت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: طُوْبٰى لَهُمْ: کا معنی فرحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ: اے محمد! جیسے ہم نے آپ سے پہلے انبیا کو بھیجا ہے ایسے ہی آپ کو بھی ایسی امت میں بھیجا ہے جس سے پہلے بہت ساری امتیں گزر چکی ہیں، یہ امت آخری امت ہے اور آپ آخری نبی ہیں۔ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ: تاکہ آپ یہ عظیم وحی اور قرآن حکیم امت تک پہنچائیں۔

---

[1] التسہیل ۲/ ۱۳۴

رحمان کا انکار

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ:...... حالاں کہ وہ اللہ کا انکار کرتے ہیں جب کہ وہ نہایت رحم کرنے والا ہے جس کی رحمت ہر چیز کو اپنی وسعت میں لیے ہوئے ہے۔ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے کہ اللہ جس کے ساتھ تم کفر کرتے ہو اور اس کی معرفت کا انکار کرتے ہو وہی میرا رب ہے، میں اسی پر ایمان لایا اور اس کے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ: میں نے صرف اسی پر اعتماد کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اسی کے حضور توبہ کرتا ہوں، تم لوگ مجھے جن مشکلات سے ڈالتے ان پر وہی مجھے اجر وثواب عطا کرے گا۔ آیت کا مقصد نبی کریم ﷺ کو کفار کے بغض وعناد پر تسلی دینا ہے۔ چنانچہ ان سے پہلی امتیں بھی انبیا کی تکذیب کرتی رہی ہیں۔ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ: اگر نازل کی گئی کتب میں سے کوئی ایسی کتاب ہو جس کی تلاوت کرنے کی وجہ سے پہاڑ چل پڑیں اور اپنی جگھوں سے ہل جائیں۔ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ: یا زمین اس کی وجہ سے شق کردی جائے یہاں تک کہ زمین پھٹ جائے اور قطعوں میں بٹ جائے۔ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى: یا اس کے ذریعے مردوں سے باتیں کرلی جائیں، حتیٰ کہ مردے جواب دیں اور اس کی تلاوت کی وجہ سے اللہ انہیں زندہ کردے اور وہ باتیں کرنے لگیں۔ لَوْ کا جواب محذوف ہے، تقدیری عبارت یوں ہے۔ لکان هذا القرآن یعنی پھر بھی یہی قرآن ہوتا۔ چوں کہ قرآن ہدایت ونصیحت میں غایت درجہ رکھتا ہے۔ انذار وتخویف (ڈرانے) میں انتہائی درجہ رکھتا ہے۔

زجاج کہتے ہیں: لَوْ کی تقدیری عبارت یہ ہے: لَوْ اٰمَنُوْا: یعنی اگر ان کی خواہش کے مطابق معجزات دکھا بھی دیے جائیں، مشرکین پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے چوں کہ مشرکین ضد، ہٹ دھرمی اور عناد میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں اور وہ برابر گمراہی وفساد میں جتے ہوئے ہیں۔ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا: بل اضراب کے لیے ہیں۔[1] یعنی اگر کسی کتاب کے ذریعے مذکورہ بالا باتیں وقوع پذیر ہوتیں تو یہ کتاب قرآن ہی ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے تجویز کردہ معجزات کی طرف مطلق التفات نہیں کیا، چوں کہ اللہ تمام امور کا مالک ہے اور جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اسے کسی کی تجویز اور رائے کی ضرورت نہیں۔ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا: کیا مؤمنین کفار کے قبول ایمان کی امید ختم نہیں کرتے اور جانتے نہیں کہ اگر اللہ انہیں ہدایت دینا چاہتا تو انہیں ہدایت دے دیتا، چوں کہ سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن حکمت کا فیصلہ ہو چکا کہ تکلیف کا دار ومدار اختیار پر ہے۔

کفار کے لیے قارعہ

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ:...... کفار مکہ پر اپنی بداعمالیوں اور کفر کی وجہ سے کوئی نہ کوئی مصیبت پڑتی ہی رہتی ہے جو ان کے کانوں کو کھٹکھٹاتی ہے اور ان کے دلوں کو جھنجھوڑتی رہتی ہے۔ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ: یا مصیبت ان کی بستی کے قریب نازل ہوتی رہتی ہے، جس سے وہ گھبراتے ہیں اور اس مصیبت کے اثرات ان تک بھی پہنچتے ہیں۔ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ: حتیٰ کہ اسلام کی سربلندی اور فتح مکہ کے ذریعے کفار پر آپ کے غلبے سے اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ: اللہ نے اپنے پیغمبروں اور اولیا سے دشمنوں پر فتح وکامیابی کا جو وعدہ کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ: اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے یعنی جس طرح مشرکین آپ کا مزاح اڑا رہے ہیں اسی طرح آپ سے پہلے پیغمبروں کا بھی مزاح اڑایا گیا ہے۔ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ: میں نے انہیں مہلت دی اور انہیں امن میں چھوڑے رکھا پھر میں نے انہیں اپنے عذاب میں گرفتار کیا۔ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ: کفر وتکذیب پر میرا عذاب کیسا رہا؟

---

[1] اضراب کا معنی ہے پہلے کلام سے اعراض کرنا جیسے هل زید ام عمرو، بل هو عمرو یعنی بلکہ وہ عمرو ہے۔ بعض مفسرین نے افلم ییأس کا معنی کیا ہے کہ مؤمنین کو معلوم نہیں اور واضح نہیں ہوا...... الخ یہ ہوازن کی لغت ہے، لیکن جب تک کلمے کا اصلی معنی مراد لینا ممکن ہو اس میں ہیر پھیر کرنے سے اجتناب بہتر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے کوئی عمل مخفی نہیں

فَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ:...... یا وہ ذات جو ہر انسان کے عمل پر کڑی نگرانی رکھے ہوئے ہے اور اس پر بندوں کا کوئی عمل مخفی نہیں رہتا اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ خبر محذوف ہے، جو یوں ہے: کیا وہ ان بتوں جیسا ہوسکتا ہے جو نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ ہی نفع پہنچا سکتے ہیں۔ فراء کہتے ہیں: جواب محذوف ہے چوں کہ معنی متعین ہے، چنانچہ اس کے بعد یوں بیان کیا۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ: گویا یوں کہا جا رہا ہے۔ کیا اللہ تمہارے شرکا (دیوتاؤں) کی طرح ہے؟[1] زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے میں مشرکین پر یہ حجت قائم کی گئی ہے، یعنی وہ اللہ جو ہر نفس خواہ نیکوکار ہو یا بدکار، نیک اعمال کرتا ہو یا بداعمال پر کڑی نگرانی کرتا ہے اس نے ہر نفس (جان) کے لیے اس کے حال کے موافق جزا وسزا تیار کر رکھی ہے وہ اللہ ان بتوں کی طرح کیسے ہوسکتا ہے جن میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں۔[2]

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ:...... مشرکین اللہ کے ساتھ شرکا ٹھہراتے ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں، یہ شرکا بت بھی ہیں اور دیوتا بھی، جب کہ ان میں عجز، حقارت اور جہالت انتہا درجے کی ہے۔ اے محمد! ان سے کہہ دیجیے کہ ان کے نام لو اور ان کی صفات بیان کرو تا کہ ہم دیکھیں کہ کیا وہ عبادت اور اللہ کے ساتھ شراکت داری کے مستحق ہیں؟ اَمْ تُنَبِّـئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ: یا تم اللہ کو ایسے شریکوں کی خبر دو گے جن کا اللہ کو علم نہیں؟ استفہام برائے توبیخ ہے۔ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ: یا تو محض ظن باطل کے بل بوتے پر تم ان دیوتاؤں کو شرکا کا نام دے رہے ہو جس کی کوئی حقیقت نہیں، اس خیال کی بنیاد افراطِ جہالت اور کم عقلی پر ہے۔ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ: بلکہ شیطان نے کفر وضلالت کو ان کے سامنے آراستہ کر کے پیش کیا ہے۔ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ: اور وہ راہ ہدایت سے روک دیے گئے ہیں۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ: اور جسے اللہ گمراہ کرتا ہے اسے کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا۔ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: ان کفار کے لیے دنیوی زندگی میں پیشگی عذاب ہے جو قتل، قید اور دوسری آزمائشوں کی شکل میں ہوسکتا ہے۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ: کوئی نہیں جو انہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکے یا اللہ کے غصے اور انتقام کو اس سے دور کر سکے۔

بلاغت: اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ:...... آیت میں اللہ تعالیٰ نے حق وباطل کی تشبیہ بیان کی ہے، تشبیہ کی اس قسم کو تشبیہ تمثیلی کہا جاتا ہے۔ چوں کہ اس تشبیہ میں وجہ شبہ متعدد اشیا سے کشید کی جاتی ہے، چنانچہ حق کی مثال اس صاف پانی سے بیان کی گئی ہے جو زمین میں رک جاتا ہے اور زمین کا حصہ بن جاتا ہے، اسی طرح حق کی مثال معدنیات کے اس خالص جوہر جیسی ہے جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں اور باطل کی مثال جھاگ سے بیان کی ہے جو پانی کے اوپر ہوتا ہے اور اس میل جیسی ہے جو جوہر کے اوپر ظاہر ہوتا ہے اور الگ کر لیا جاتا ہے، آیت میں حق وباطل کی صورت عمدہ اسلوب میں یوں بیان کر دی گئی ہے۔ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ یعنی جھاگ کو موجیں اِدھر اُدھر پھینک دیتی ہیں اور وہ خشک ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ خوبصورت انداز میں تمثیل بیان کی گئی ہے۔

فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا:...... مجاز عقلی ہے، شے کا اسناد مکان کی طرف ہے، اصل میں یوں ہے۔ فَسَالَتْ مياه اَوْدِيَةٌ: یعنی ندی نالے نہیں بہتے بلکہ ندی نالوں میں پانی بہتا ہے۔ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ: ایجاز حذف ہے۔ یعنی امثال الْحَقَّ وامثال وَالْبَاطِلَ: لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا: میں طباق سلب ہے۔ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى: جہالت اور کفر کو اندھے پن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تشبیہ بطور استعارہ تبعیہ کے ہے، چوں کہ اندھے سے مراد کافر ہے۔ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً: میں طباق ہے، اسی طرح الْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ: اور يَبْسُطُ وَيَقْدِرُ، يُضِلُّ وَيَهْدِىْ: میں تضاد ہے۔ اِلَّا مَتَاعٌ: میں تشبیہ بلیغ ہے، حرف تشبیہ اور وجہ شبہ حذف کر دی گئی ہے۔ یعنی البتہ اس معمولی

---

[1] زاد المسیر ۴/ ۳۳۳ [2] الکشاف

سامان کی مثال جس سے انسان وقتی حاجتوں میں نفع اٹھاتا ہے۔

فائدہ:...... آیت کریمہ۔ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ: میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر عمل صالح نہ ہو نسب اور خاندانی شرافت کوئی نفع نہیں پہنچاتی، جو لوگ محض نسب کو اپنا سہارا بنا لیتے ہیں ان کی امید پر تلوار چلا دی گئی ہے۔

تنبیہ:...... آیت کریمہ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ: کی تفسیر کے ذیل میں علامہ طیبی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں بلیغ حجت پیش کی گئی ہے، اس کا دارومدار علم بیان کے مختلف فنون پر ہے۔

اول:...... کفار کے غیر اللہ کی عبادت میں قیاس فاسد پر توبیخ ہے۔

دوم:...... ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ: جس میں کفار کی گمراہی پر تنبیہ ہے کہ انہوں نے واحد و یکتا کے شرکا بنا لیے۔

سوم:...... برہانی طور پر شرکا کے وجود کا انکار کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ قُلْ سَمُّوْهُمْ:

چہارم:...... لازم کی نفی کر کے شئے کی نفی کی گئی ہے۔ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ:

پنجم:...... بتدریج کفار پر حجت قائم کی گئی ہے۔ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ: یعنی کیا تم اپنے مونہوں سے باتیں کرتے ہو بغیر دیکھے، بے سوچ سمجھے، چوں کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ صریح طور پر باطل ہے۔ گویا اعجاز قرآن سے حجت قائم کی گئی ہے، اور یہ بشر کے کلام میں سے نہیں ہے۔

مشرکین کے لیے دردناک عذاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کا بیان

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ
اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ
الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ ع ۱۱
لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ
الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ
وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا
بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۱۲

ترجمہ:...... متقیوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان کا پھل اور ان کا سایہ دائمی ہوگا یہ انجام ہے، (ان) لوگوں کا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، اور کافروں کا انجام دوزخ ہے۔ ﴿۳۵﴾ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کیا

گیا، اور گروہوں میں بعض ایسے ہیں جو اس کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے مجھے تو بس یہ حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں اس کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے، ۞۳۶ اور اسی طرح ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ عربی زبان میں خاص حکم ہے، اور اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا اگر آپ نے ان کی خواہش کا اتباع کیا تو کوئی ایسا نہیں جو اللہ کے مقابلے میں آپ کی مدد کرنے والا اور بچانے والا ہو۔ ۞۳۷ اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں دیں اور ذریت بھی، اور کسی رسول کو یہ قدرت حاصل نہیں ہوئی کہ کوئی آیت لے آئے الا یہ کہ اللہ کا حکم ہو، ہر زمانہ کی لیے لکھے ہوئے احکام ہیں، ۞۳۸ اللہ مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے، اور اس کے پاس اصل کتاب ہے، ۞۳۹ اور اگر ہم آپ کو بعض عذاب دکھا دیں جو وعدے ہم ان سے کر رہے ہیں یا ہم آپ کو اٹھا لیں تو بس آپ کے ذمے پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے، ۞۴۰ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے کم کرتے چلے آ رہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں، اور وہ جلد حساب لینے والا ہے، ۞۴۱ اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے مکر کیا سو اللہ ہی کے لیے ہے اصل تدبیر جو بھی کوئی شخص عمل کرتا ہے وہ اسے جانتا ہے، اور کافر عنقریب جان لیں گے کہ بعد میں آنے والے گھر کا انجام کس کی لیے ہے، ۞۴۲ اور جنہوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ تم پیغمبر نہیں ہو، آپ فرما دیجیے کہ میرے درمیان گواہ ہونے کے لیے اللہ کافی ہے اور وہ لوگ کافی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔ ۞۴۳

ماقبل سے ربط و تعارف:...... قبل ازیں آخرت میں کفار کے انجام کا ذکر ہوا اور اب جنت میں مؤمنین کے انجام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد مشرکین کو دردناک عذاب سے دھمکایا جا رہا ہے۔ سورت کا اختتام اللہ تعالیٰ کی گواہی اور اہل کتاب میں سے مؤمنین کی گواہی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے صدق رسالت کے بیان پر کیا گیا ہے۔

لغات: اَلْاَحْزَابِ:...... یہود و نصاریٰ کے مختلف گروہوں کو اَلْاَحْزَابِ سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے چوں کہ وہ ایک عقیدے میں جمع نہیں۔ مَاٰبِ: ای مآبی بمعنی میرا لوٹ کر جانا۔ یَمْحُوا: اَلْمَحْوُ سے فعل مضارع ہے۔ کتابت وغیرہا کا اثر زائل ہونا۔ اس کا عکس اثبات ہے۔ اُمُّ الْکِتٰبِ: اصل کتاب، اس سے مراد اللہ کا علم یا لوح محفوظ ہے۔ اَلْبَلٰغُ: اسم بمعنی تبلیغ ہے۔ مَکْرَ: المکر مخفی طریقے سے کسی معاملے کی تدبیر کرنا۔ مکر کا کبھی استعمال خیر میں ہوتا ہے اور کبھی شر میں۔

شان نزول:...... کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہود نے رسول کریم ﷺ پر عیب لگایا اور کہنے لگے: اس شخص کی تمام تر رغبت عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے پر صرف ہو رہی ہے، اگر یہ سچا نبی ہوتا تو نبوت کے معاملات میں مشغول رہتا اور عورتوں کی طرف اس کی توجہ نہ ہوتی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً

یعنی آپ سے پہلے جتنے پیغمبر آئے ان کی بیویاں بھی تھیں اور اولاد بھی تھی۔ [1]

اہل جنت سے عجیب الشان جنت کا وعدہ

تفسیر: مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ:...... عجیب الشان جنت جس کا پرہیزگار بندوں کے ساتھ اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے کی کیفیت اور صورت حال ایسی ہے کہ اس کے محلات اور بالا خانوں کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا: ان باغات کا پھل اور سایہ دائمی رہے گا، سورج سے یہ سایہ ماند نہیں پڑے گا۔ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا: یہ جنت پرہیزگاروں کا خوبصورت انجام و مآل ہے۔ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ: رہی بات کفار کے انجام کی سو وہ دوزخ ہے۔

نزول قرآن سے اہل کتاب اور مسلمانوں کی خوشی

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ:...... اور وہ لوگ جن کی طرف ہم نے تورات اور انجیل نازل کی ان میں سے جو لوگ آپ پر

[1] اسباب النزول، ۱۵۸

ایمان لائے اور آپ کی اتباع کی جیسے عبداللہ بن سلام، نجاشی اور اس کے ساتھی، اس قرآن پر خوش ہوتے ہیں، چوں کہ ان کی کتابوں میں آپ ﷺ کی صداقت پر شواہد ہیں اور آپ کی آمد کی بشارت دی گئی ہے۔ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ: مختلف گروہوں کی شکل میں اہل ملل جو مختلف ادیان کے نام لیوا ہیں ان میں سے بعض لوگ مخالفت و دشمنی کی بنا پر قرآن کے کچھ حصے کا انکار کرتے ہیں باوجود یہ کہ انہیں قرآن کی صداقت کا پورا یقین ہے، چوں کہ قرآن ان کی کتب کے موافق ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ: اے محمد! کہہ دیجیے: مجھے صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَاِلَیْهِ مَاٰبِ: اللہ کی عبادت کی طرف میں لوگوں کو بلاتا ہوں اور مجھے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا: سابقہ کتب کی طرح ہم نے یہ قرآن عربی زبان میں نازل کیا تاکہ تم اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کرو۔

خواہشات کی پیروی کی ممانعت

وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَمَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ: ...... مشرکین آپ کو جن باطل خیالات و آرا کی دعوت دیتے ہیں اگر آپ ان کا کہا مان لیں، اس کے بعد کہ آپ کے پاس اللہ کی طرف سے دلائل و براہین آچکے۔ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ: تو آپ کا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور نہ ہی اللہ کے عذاب سے آپ کو کوئی بچانے والا ہوگا۔ دراصل آپ ﷺ کو مخاطب کر کے امت کو اتباع اہواء (خواہشات کی پیروی) سے ڈرایا جا رہا ہے، چوں کہ جب معصوم سے اس طرح کا خطاب کیا جاتا ہے تو اس سے مقصد عوام الناس کو ڈرانا ہوتا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور مراد امت ہے۔[1] وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ: ہم نے آپ سے پہلے پیغمبروں کو بھیجا ہے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّةً: اور ہم نے انہیں بیویاں اور بچے بھی عطا کیے۔ آیت میں ان لوگوں پر رد کیا گیا ہے جو آپ ﷺ پر عیب لگاتے تھے کہ محمد کثرت سے عورتوں کے ساتھ نکاح کرتا ہے، اگر سچا نبی ہوتا تو زہد و ترک دنیا میں مشغول ہوتا، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر رد کیا کہ محمد ﷺ نے کوئی نئی بات نہیں کی بلکہ یہ پہلے رسولوں جیسے ہیں۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ: کسی رسول کے اختیار میں نہیں کہ وہ اپنی قوم کے پاس کوئی معجزہ لائے، ہاں البتہ پیغمبر اللہ کے حکم سے معجزہ پیش کرتا ہے، آیت میں ان مشرکین پر رد ہے جو مختلف معجزات کی تجویز دیتے تھے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ: ہر مدت متعینہ کے لیے ایک کتاب ہے جو اللہ نے لوح محفوظ میں لکھ رکھی ہے۔ اور ہر چیز اللہ کی پاس مقدار کے مطابق ہے۔ طبری کہتے ہیں: اللہ نے ہر معاملے کا فیصلہ اپنے پاس لکھ رکھا ہے۔[2] یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ: اللہ شرائع، احکام اور فرشتوں کے صحیفوں میں سے جو چاہے منسوخ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ جو چاہتا ہے بدل دیتا ہے اور منسوخ کرتا ہے، البتہ موت و حیات، سعادت و شقاوت کے فیصلے سے فارغ ہو چکا ان میں تبدیلی نہیں کرتا۔ ایک اور قول کے مطابق نسخ و اثبات تمام چیزوں میں عام ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ رو بھی رہے تھے۔ اور کہتے: اے اللہ! اگر تو نے میرے مقدر میں بدبختی اور برگشتہ طالعی لکھ دی ہے یا کوئی گناہ لکھ دیا ہے تو اس کو مٹا ڈال، بے شک تو جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے تیرے پاس اصل کتاب ہے۔ اسے سعادت و مغفرت بنا دے۔ اس تفسیر کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے راجح قرار دیا ہے اور یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ: یعنی ہر کتاب کی اصل اللہ کے پاس ہے، اس سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تقدیر لکھ دی ہے۔ وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ: اے محمد! اگر ہم مشرکین سے کیے گئے وعدے یعنی عذاب کا کچھ حصہ انہیں دکھا دیں۔ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ: یا مشرکین کو عذاب دے کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرنے سے قبل آپ کی روح قبض کر لیں۔ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ: آپ کے ذمے صرف تبلیغ رسالت ہے اور ہمارے ذمے حساب و جزا ہے۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا: کیا یہ مشرکین نہیں دیکھتے کہ ہم مومنین کو ان کے علاقوں میں

---

[1] القرطبی ۹/ ۳۲۷ [2] الطبری ۱۳/ ۱۶۵

جاگزیں کررہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں شہر پر شہر فتح کررہے ہیں، یہاں تک کہ دارالکفر میں آئے دن کمی واقع ہورہی ہے اور دارالاسلام میں اضافہ ہورہا ہے۔ یہ دلیل قوی تر ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا وعدہ پورا کررہا ہے۔ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ: اللہ کے حکم کو توڑنے والا اور متغیر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ: یعنی اللہ نافرمانی کرنے والوں سے جلد حساب لے گا۔

اللہ کی تدبیر غالب ہے

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ:......گزشتہ زمانے کے کفار بھی اپنے انبیا کے ساتھ مکروفریب کرتے رہے جیسے قریش کے کفار آپ کے ساتھ مکروفریب کرتے ہیں۔ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا: جب کہ اصل تدابیر کے تمام اسباب اللہ کے پاس ہیں، کفار کا مکروفریب صرف اللہ کے ارادے سے ضرر رساں ہوسکتا ہے، اللہ ان کفار کو ایسے طریقے سے عذاب دے گا جس کا انہیں علم ہی نہیں ہوگا۔ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ: ہر نفس خیر وشر کا جو عمل بھی کرتا ہے وہ اللہ کے علم میں ہے اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ: کفار کو عنقریب علم ہوجائے گا کہ آخرت میں اچھا انجام کس کا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر اللہ جل شانہ کی گواہی

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا:......کفار مکہ کہتے ہیں: اے محمد! تم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے رسول نہیں ہو۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ: میری صداقت پر مجھے اللہ کی گواہی کافی ہے اور اللہ نے معجزات کے ساتھ میری تائید فرمائی ہے۔ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ: اور علمائے اہل کتاب میں سے جو مؤمنین ہیں ان کی گواہی کافی ہے۔

بلاغت: وَكَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ:......اور كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا: میں ایجاز حذف ہے، یعنی وَظِلُّهَا دَآئِمٌ: خبر محذوف ہے۔ اس پر جملہ سابقہ دلیل ہے۔ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ: میں صنعت مقابلہ ہے جو محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔ اَرْسَلْنَا رُسُلًا: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ: میں طباق ہے۔ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ: اور فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ: میں قصر اضافی ہے، اور اس میں قصر الموصوف علی الصفت ہے، یعنی آپ کے لیے صفات میں سے صرف صفت تبلیغ ہے۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ: میں الہاب اور برانگیختگی ہے۔ نَاْتِي الْاَرْضَ: میں مجاز مرسل ہے۔

لطیفہ:......بعض مفسرین نے آیت کریمہ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا: کی تفسیر میں لکھا ہے کہ زمین میں نقصان علما، فقہا، اہل خیر وصلحا کی موت سے واقع ہوتا ہے۔ یہ تفسیر مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، بعض علماء نے اس موقع کے مناسب پر شعر پڑھا ہے:

الأرض تحيا اذا ما عاش عالمها ... متىٰ يمت عالم منها يمت طرف
كالأرض تحيا اذا ما الغيث حل بها ... وان أبى عاد فى أكنافها التلف

جب تک زمین پر عالم زندہ رہتا ہے زمین بھی زندہ رہتی ہے اور جب عالم مرجاتا ہے زمین پر بھی موت واقع ہوجاتی ہے۔ جیسے بارش برسنے سے زمین زندہ ہوتی ہے اور اگر بارش نہ برسے تو زمین پر تلف کا دور دورہ ہوتا ہے۔

سورت الرعد کا ترجمہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بمورخہ ۲۶ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۹ جنوری ۲۰۱۳ بروز جمعرات مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے ذخیرۂ آخرت بنائے اور بقیہ سورہ کے ترجمہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سورہ ابراہیم

تعارف:......اس سورت مبارکہ میں عقیدے کے بڑے بڑے اصول بیان کیے گئے ہیں مثلاً ایمان باللہ، ایمان بالرسالت، دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان، جزا وسزا پر ایمان۔ سورت مبارکہ کا مرکزی نکتہ ”رسالت ورسول“ ہے، سورت میں پیغمبروں کی دعوت ایمان کو قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور پیغمبروں کا کردار واضح کیا گیا ہے، آسمانی رسالت کی وحدت کا معنی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ انبیائے کرام علیہم السلام عمارت ایمان کو استوار کرنے کے لیے تشریف لائے، لوگوں کو معبود برحق سے آگاہ کیا، بشریت کو تاریکیوں سے نکال کر اجالے کی طرف لائے، چنانچہ انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت واحد تھی، ان کا ہدف ایک تھا، اگرچہ ان کے شرائع میں فروعی اختلافات تھے۔

سورت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر بھی کلام کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو صرف اللہ کی عبادت کرنے اور صرف اسی کا شکر ادا کرنے کی دعوت دی۔ پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی سابقہ اقوام جیسے قوم نوح، عاد، ثمود وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا، سورت میں پیغمبروں کے ساتھ ان کی امتوں کے محاورات ومکالمات کا ذکر ہوا بالآخر اللہ نے ظالموں کو ہلاک کیا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٣﴾
وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿١٤﴾ (سورہ ابراھیم، آیت ۱۳،۱۴)

سورت مبارکہ میں آخرت کے مناظر بھی بیان کیے گئے ہیں، چنانچہ اشقیا کی اپنے متبعین سے ملاقات ہوگی اور ان کے درمیان طویل مکالمہ کا ذکر کیا گیا، آخرکار سبھی جہنم کا ایندھن بنیں گے، اتباع کو طعنے تشنے اور لعنتیں کچھ نفع نہیں پہنچائیں گی، چوں کہ سبھی دوزخ میں جائیں گے، پھر سورت میں کلمہ کی مثال شجرہ طیبہ اور کلمہ ضلال کی مثال شجرۂ خبیثہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے، سورت کا اختتام قیامت کے دن کفار کے انجام کے ذکر پر کیا گیا ہے۔

سورت کی وجہ تسمیہ:......سورت کا نام ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا، علم توحید بلند کیا اور ملت حنیفیہ اور دین اسلام کی بنیاد رکھی پھر ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی دعوت لے کر آئے، قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مبارک دعوات کا ذکر ہے کہ آپ علیہ السلام ایمان وتوحید کی دعوت دیتے رہے۔

اٰيَاتُهَا ۵۲ — (۱۴) سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ (۷۲) — رُكُوْعَاتُهَا ۷

الٓرٰ ۣ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ
الْحَمِيْدِ ﴿١﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ﴿٢﴾
الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَي الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ
فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٣﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ
وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٥﴾ وَاِذْ قَالَ
مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ

وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٦﴾ وَإِذْ تَأَذَّنَ
رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴿٧﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنْ تَكْفُرُوا
أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٨﴾ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ
نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا
أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٩﴾
قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ
وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ
يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿١٠﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ
يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا
آذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ
أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۖ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ﴿١٣﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ
مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ﴿١٤﴾ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿١٥﴾
مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ ﴿١٦﴾ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ
مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴿١٧﴾

ترجمہ:...... الٓرٰ یہ کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی تا کہ آپ لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں جو زبردست ہے خوبیوں والا (۱) وہ اللہ ہے جس کے لیے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور کافروں کے لیے ہلاکت یعنی سخت عذاب ہے (۲) جو دنیاوی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں، یہ لوگ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۳) اور ہم نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے وہ اپنی قوم کی زبان بولنے والے تھے تا کہ وہ اپنی قوم کے لیے بیان کریں، پھر اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت دے، اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔ (۴) اور اس میں شک نہیں کہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ اور انہیں ایام الٰہیہ یاد دلاؤ بے شک اس میں ہر ایسے شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو خوب صبر کرنے والا ہے خوب شکر کرنے والا ہے (۵) اور جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم پر جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی وہ تمہیں بری طرح تکلیف پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے لیے بڑا امتحان تھا۔ (۶) اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو مطلع فرمادیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دوں گا اور اگر

تم ناشکری کرو گے تو بلا شبہ میرا عذاب سخت ہے۔⑦ اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم اور وہ سب لوگ جو زمین میں ہیں اللہ کی ناشکری کرو تو بلاشبہ اللہ بے نیاز ہے ستودہ صفات ہے۔⑧ کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے یعنی نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کی خبر جو ان کے بعد تھے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لیکر آئے سو ان لوگوں نے اپنے ہاتھ ان کے منہ میں دے دیے اور کہا کہ بے شک تم جو چیز لے کر بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے اور بلاشبہ جس چیز کی طرف تم لوگ ہمیں بلاتے ہو ہم اس کی طرف سے شک میں ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے،⑨ ان کے رسولوں نے کہا: کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے۔ اور مقررہ مدت تک تمہیں ڈھیل دے دے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو ہمارے باپ دادا جس کی عبادت کرتے تھے تم ہمیں اس سے روکتے ہو۔ سو تم ہمارے پاس کوئی کھلی ہوئی دلیل لے آؤ،⑩ ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا اور ہمارے بس کی یہ بات نہیں کہ ہم تمہارے سامنے کوئی معجزہ اللہ کے حکم کے بغیر لاسکیں اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے،⑪ اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اس نے ہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں اور ہم تمہاری ایذاؤں پر ضرور ضرور صبر کریں گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے بھروسہ کرنے والوں کو۔⑫ اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ضرور ضرور ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ بات ہو کہ تم ہمارے دین میں واپس ہو جاؤ، سو ان کے رب نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ضرور بالضرور ظالموں کو ہلاک کردیں گے⑬ اور ان کے بعد تمہیں اس زمین میں آباد رکھیں گے یہ اس شخص کے لیے ہے جو میرے حضور کھڑا ہونے سے خائف ہوا اور میری وعید سے ڈرا⑭ اور کافروں نے فیصلہ چاہا اور ہر سرکش ضدی نامراد ہوا۔⑮ اس کے آگے دوزخ ہے اور اسے ایسا پانی پلایا جائے گا جو پیپ ہوگا⑯ وہ اسے گھونٹ گھونٹ پیے گا اور گلے سے باآسانی نہ اتارے گا اور ہر جگہ سے اس پر موت کی آمد ہوگی اور وہ نہیں مرے گا اور اس کے سامنے سخت عذاب ہوگا۔⑰

لغات: وَيْلٌ:...... ہلاکت، تباہی۔ يَسْتَحِبُّوْنَ: وہ پسند کرتے ہیں۔ يَسُوْمُوْنَكُمْ: وہ تمہیں ذلت و رسوائی کا مزہ چکھائیں گے۔ تَاَذَّنَ: صاف دوٹوک اعلان جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔ نَبَؤُا: النباء: خبر اس کی جمع انباء ہے۔ سُلْطٰنٍ: حجت، دلیل و برھان۔ فَاطِرِ: پیدا کرنے والا، اختراع و ایجاد کرنے والا۔ اسْتَفْتَحُوْا: انہوں نے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد مانگی۔ جَبَّارٍ: الجبار: متکبر جو اپنے اوپر کسی کا حق نہ سمجھتا ہو۔ عَنِيْدٍ: العنید: حق کی مخالفت کرنے والے جو راہ حق سے الگ رہے، اہل عرب شرارتی اونٹ کو "العنود" کہتے ہیں۔ صَدِيْدٍ: الصدید: وہ پیپ جو دوزخیوں کے اجسام سے بہہ رہی ہوگی۔ يَّتَجَرَّعُهٗ: نہایت تکلیف کرکے نگلنے کی کوشش کرے گا۔ يُسِيْغُهٗ: وہ اسے نگلے گا۔

جہالت و گمراہی سے راہِ مستقیم یعنی علم و ایمان اور اللہ کی طرف راہنمائی

تفسیر: الٓرٰ:...... یہ معجز کتاب ایسے ہی حروف مقطعات سے مرکب ہے، اس جیسی کتاب لے آؤ۔ اگر تم اس کی استطاعت رکھتے ہو۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ: اے محمد! یہ قرآن ایسی کتاب ہے جو ہم نے تمہارے اوپر نازل کی ہے، یہ کتاب تم نے اپنی طرف سے وضع نہیں کی، بلکہ ہم نے بذریعہ وحی تمہارے اوپر نازل کی ہے۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ: تاکہ تم بشریت کو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے علم و ایمان کے اجالوں کی طرف لاؤ۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ: اللہ کے حکم اور اس کی توفیق سے۔ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ: تاکہ آپ لوگوں کو اس اللہ کے راستے کی طرف رہنمائی کرو جو غالب و زبردست ہے اور سزاوار حمد و ستائش ہے، جس کی ہر زبان پر حمد و ثنا ہے اور جس کی بزرگی کے ہر جگہ ترانے گائے جاتے ہیں۔ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ: جو آسمانوں اور زمین میں ہر چیز کا مالک ہے، جو لوگوں سے بے نیاز ہے، جس کا ساری کائنات پر قبضہ ہے۔ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ: زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "ویل" کا کلمہ ہلاکت اور عذاب کے لیے بولا جاتا ہے،[1] یعنی کفار کے لیے ہلاکت اور تباہی ہے۔ ان کی ہلاکت کے لیے اللہ کا دردناک عذاب ہوگا۔ اس کے بعد کفار کی صفات کی وضاحت کی گئی ہے۔

دنیا کی محبت اور گمراہی

اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ :...... فانی زندگی کو باقی رہنے والی دائمی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: لوگوں کو دین اسلام سے روکتے ہیں۔ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا: وہ اللہ کے دین میں کجی تلاش کرتے ہیں تاکہ دین ان کی خواہشات کے مطابق ہو جائے۔ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ: یہ لوگ جو مذموم صفات کے مالک ہیں، حق سے دور ہیں اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، ان کی اصلاح اور ہدایت کی کوئی توقع نہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ: ہم نے گزشتہ امتوں میں جو رسول بھی بھیجا وہ اپنی قوم کی زبان بولتا تھا۔ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ: تاکہ وہ ان کے سامنے اللہ کی شریعت کھول کھول کر رکھ دے اور شریعت کی مراد انہیں سمجھائے، یہ اس لیے تاکہ رسالت کی غرض وغایت مکمل ہو جائے۔ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ: یعنی رسولوں کی ذمہ داری تو تبلیغ ہے، رہی بات ہدایت اور ایمان کی سو اس کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، جیسے کہ اللہ کا محکم فیصلہ پہلے پہلے ہوتا رہا ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اللہ اپنی بادشاہت میں غالب ہے اور اپنی کاریگری میں حکیم ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

موسیٰ علیہ السلام کی معجزات کے ساتھ بعثت

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ:...... ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح معجزات کے ساتھ بھیجا جو اس کی صداقت پر دلالت کرتے تھے۔ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ: اَنْ تفسیر یہ ہے جو اَیْ کے معنی میں ہے اور معنی ہے: یعنی بنی اسرائیل کو جہالت اور کفر کی تاریکیوں سے ایمان و توحید کے اجالے کی طرف لاؤ۔ ابوحیان کہتے ہیں: آیت کریمہ میں لفظ قَوْمَكَ: سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت ان کے قوم کے ساتھ مخصوص تھی، جب کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں مخاطب کیا۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ: اس سے معلوم ہوا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عامۃ الناس کے لیے تھی، کسی مخصوص قوم کے لیے آپ رسول نہیں تھے بلکہ ساری دنیا کے لیے رسول تھے۔[1]

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ:...... اور انہیں اچھے اور برے دن یاد کروا کر نصیحت کرو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ: ان دنوں کے واقعات میں ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے دلالت اور عبرت ہے۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر جو عظیم نعمتیں کی ہیں انہیں یاد کرو۔ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ: جب اللہ نے تمہیں ذلت اور فرعون کی غلامی سے نجات دی۔ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ: وہ تمہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے تھے۔ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ: لڑکوں کو ذبح کر دیتے تھے اور لڑکیوں کو ذلت کے ساتھ زندہ رکھتے تھے۔ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ: اس طرح کی اذیتوں میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑا امتحان اور آزمائش تھی۔

مفسرین کہتے ہیں: لڑکوں کو قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ فرعون کو کاہنوں نے بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں تمہاری بادشاہت ختم ہوگی، چنانچہ فرعون نے ہر پیدا ہونے والے لڑکے کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ: یہ موسیٰ علیہ السلام کے کلام کا تتمہ ہے۔ یعنی اسی طرح یاد کرو کہ جب تمہارے رب نے اعلان کیا۔ جس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تم میرے انعام کا شکر ادا کرو گے تو میں اپنے فضل و کرم میں اضافہ کروں گا۔ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ: اگر تم کفر و نافرمانی کر کے میری نعمتوں کی ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ناشکری اور کفران نعمت پر عذاب کی وعید سنائی ہے جیسے شکر پر زیادت نعمت کا وعدہ کیا ہے۔ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے قبول ایمان سے مایوس ہونے کے بعد ان سے کہا: اگر تم اور ساری مخلوقات کفر کرے گی تو تم اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ: اللہ اپنے بندوں کے شکر سے بے نیاز ہے اور وہ سزاوار حمد

---

[1] البحر ۵/۴۰۵

ستائش ہے اگرچہ کفر کرنے والے کفر کرتے رہیں۔ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ: کیا تمہارے پاس تکذیب کرنے والی گزشتہ امتوں کی خبریں نہیں پہنچیں، جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، جب انہوں نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی ان پر کیا عذاب آیا؟ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ: اور وہ امتیں جو ان کے بعد آئیں۔ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ: ان کی تعداد کا حساب صرف اللہ کے پاس ہے۔ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ: ان کے پاس پیغمبر واضح دلائل اور حجتیں لے کر آئے۔ فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ: تو انہوں نے تکذیب کی غرض سے پیغمبروں کے مونہوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غصے میں اپنی انگلیاں چبانے لگے۔ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ: ہم تمہارے دعویٰ کہ اللہ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے کا انکار کرتے ہیں۔ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ: ہمیں تمہاری دعوت کے بارے میں بہت بڑا شک ہے اور تمہارے دین کے بارے میں قلق واضطراب ہے۔

توحید میں شبہ کا جواب

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ:...... ان کافروں کو پیغمبر جواب دیتے: کیا اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت میں شک ہے؟ استفہام برائے انکار وتوبیخ ہے۔ چوں کہ ظاہری دلائل کی وجہ سے اللہ کے وجود اور اس کی یکتائی میں کوئی شک نہیں، اسی لیے آیت کریمہ کی اگلے جملے میں براہین پر انتباہ کیا گیا ہے۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: جو آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والا ہے۔ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ: وہ تمہیں ایمان کی دعوت دیتا ہے تاکہ تمہارے گناہ بخش دے۔ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی: اگر تم ایمان لاؤ تو تمہاری عمروں کو مقررہ مدت تک طویل کرے اور مقررہ مدت سے پیشتر تمہیں عذاب دے کر ہلاک نہ کرے۔ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا: تم تو ہمارے جیسے انسان ہو تمہیں ہمارے اوپر کوئی فضیلت نہیں۔ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا: تم ہمیں بتوں کی عبادت سے پھیرنا چاہتے ہو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ: اپنی سچائی پر ہمارے پاس واضح دلیل لاؤ۔

تمام انبیا بشر کامل تھے

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ:...... پیغمبروں نے کہا: جیسے تم کہتے ہو: ہم تمہاری طرح کے انسان ہیں۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ: اللہ جسے چاہتا ہے نبوت ورسالت سے فضیلت دیتا ہے۔ زمخشری کہتے ہیں: انبیا نے کافروں کے سامنے تواضع کرتے ہوئے اپنی فضیلت کا ذکر نہیں کیا، اور نہ تواضع کے لیے ان کا قول تسلیم کیا۔ یعنی بشریت میں وہ ان جیسے انسان ہیں بشریت کے علاوہ باقی امور میں ان جیسے نہیں۔ [1] وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ: ہمارے اختیار میں نہیں کہ ہم تمہارے تجویز کردہ معجزات یا کوئی دلیل پیش کریں، الا یہ کہ اس میں اللہ کی مشیت اور اس کی اجازت شامل ہو۔ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ: صرف ایک اللہ پر مومنین بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ ہر معاملہ میں اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَی اللّٰهِ: پیغمبروں نے کہا: اللہ پر بھروسہ کرنے سے کون سی چیز ہمیں روکتی ہے؟ یعنی اس کے مانع کوئی چیز نہیں۔ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا: حال یہ ہے کہ اللہ ہمیں راہ نجات دکھایا۔ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا: اور ہم ضرور تمہاری اذیتوں پر صبر کریں گے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں اس لیے بیان کی گئیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر میں پہلے انبیا کی اقتدا کریں اور تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ انہیں کیسے کیسے کڑے حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ [2] وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ: یہ تکرار نہیں، بلکہ اس کا معنی ہے توکل پر ثابت قدمی دکھانا، یعنی صرف ایک اللہ پر بھروسہ کرو، معلوم ہوا طاغوتی قوت مادیت پر فاخرانہ انداز سے ظاہر ہوتی ہے اور جابر وظالم لوگ مادیت کے مالک ہوتے ہیں۔

---

[1] الکشاف ۲/۵۴۴ [2] زاد المسیر ۴/۳۵۰

رسولوں کو کفار کی دھمکیاں

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا:۔۔۔۔ کفار، پاکباز پیغمبروں سے کہتے: اللہ کی قسم! ہم تمہیں اپنے علاقوں سے نکال باہر کریں گے یا یہ کہ تم ہمارے دین کی طرف لوٹ جاؤ۔ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ: اللہ نے پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ضرور تمہارے کافر ظالم دشمنوں کو ہلاک کریں گے۔ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ: اور ان کی ہلاکت کے بعد میں تمہیں ان کی سرزمین رہائش کے لیے عطا کروں گا۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ: مدد و نصرت کا صلہ پیغمبروں کے لیے ہے اور ظالموں کی ہلاکت اس شخص کے لیے صلہ ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا ہو، میرے عذاب سے ڈرتا ہو اور میری وعید سے خائف رہتا ہو۔ بحر میں لکھا ہے: جب کفار نے پیغمبروں کو اپنی بستی سے جلا وطن کرنے کی قسم اٹھائی یا پیغمبروں کو کفار نے اپنی ملت کی طرف آنے پر مجبور کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کرنے کی قسم اٹھائی، بھلا ہلاکت سے بڑی جلاوطنی کوئی ہے، چوں کہ ہلاکت کے بعد واپسی محال ہے۔ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ: اور پیغمبروں نے اپنی قوموں کے خلاف اللہ سے مدد طلب کر لی اور حق کے مخالف ہر ظالم و جابر شخص ہلاک ہوا اور خسارے میں رہا۔ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ: اس کے بعد اس کافر کے لیے آتش دوزخ ہے، اس میں اسے پانی کے طور پر پیپ اور کچ لہو پلایا جائے گا۔ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ: وہ اسے تکلفاً گھونٹنا پڑے گا، یعنی کڑواہٹ کی وجہ سے گھونٹ گھونٹ پیے گا، سخت ناگواری و کراہت کی وجہ سے ممکن نہیں کہ وہ اس پیپ کو نگل پائے۔ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ: ہر طرف سے موت اسے گھیرے گی، لیکن وہ مرنے نہیں پائے گا تا کہ اس کا عذاب مکمل ہو جائے۔ وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ: اور اس کے آگے ایک اور عذاب ہوگا جو پچھلے عذاب سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔

بلاغت:۔۔۔۔ مذکورہ آیات میں بلاغت، بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ: کفر و ضلالت کے لیے ظلمات کا استعارہ ہے، اور ہدایت و ایمان کے لیے نور کا استعارہ ہے۔ يُضِلُّ وَيَهْدِيْ: میں طباق ہے، اسی طرح شَكَرْتُمْ كَفَرْتُمْ: اور نُخْرِجَنَّ لَتَعُوْدُنَّ: میں بھی طباق ہے۔ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ: اور جَبَّارٍ عَنِيْدٍ: صیغہائے مبالغہ ہیں۔ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ: اور فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ: میں جناس اشتقاق ہے۔ شَدِيْدٍ، بَعِيْدٍ، عَنِيْدٍ: میں سجع ہے۔

فائدہ:۔۔۔۔ سورہ بقرہ میں لفظ يُذَبِّحُوْنَ: واؤ کے بغیر آیا ہے جب کہ اس سورت میں واؤ کے ساتھ وَيُذَبِّحُوْنَ: آیا ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ سورۃ البقرہ میں يُذَبِّحُوْنَ "سُوْٓءَ الْعَذَابِ" کی تفسیر ہے، جب کہ اس سورت میں يُذَبِّحُوْنَ: بطور تفسیر نہیں۔

کفار و مشرکین اور ان کے متبعین کے درمیان مناظرہ

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا
كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ
يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا
لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا
ع اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ
الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ

دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ
اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ
اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ
خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙۗ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ اَلَمْ ع ۳ ۱۶
تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ
الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ
لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ
لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ
الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ
تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۴ ۱۷

ترجمہ:.....جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے راکھ ہو، اسے تیز آندھی کے دن میں تیز ہوا اڑا کر لے جائے جو کچھ انہوں نے کمایا اس میں سے ذرا سے حصے پر بھی وہ قادر نہیں ہوں گے یہ ہے دور کی گمراہی، ﴿۱۸﴾ اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور نئی مخلوق پیدا فرما دے ﴿۱۹﴾ اور یہ اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں، ﴿۲۰﴾ اور وہ سب اللہ کے حضور میں پیش ہوں گے سو ضعیف لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ بلاشبہ ہم تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہم سے اللہ کا عذاب کچھ بھی ہٹا سکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ ہمیں راہ بتاتا تو ہم تمہیں بھی راہ بتا دیتے ہم سب کے حق میں برابر ہے کہ ہم بے چینی کا اظہار کریں یا صبر کریں ہمارے لیے چھٹکارہ کی کوئی صورت نہیں۔ ﴿۲۱﴾ اور جب فیصلے ہو چکیں گے تو شیطان کہے گا کہ بلاشبہ اللہ نے تم سے سچے وعدے کیے اور میں نے تم سے وعدے کیے وعدے میں نے تم سے خلاف کیے تھے اور میرا تم پر اس سے زیادہ کچھ زور نہ تھا کہ میں نے تم کو دعوت دی سو تم نے میری بات مانی لہٰذا تم مجھے ملامت نہ کرو اور اپنی جانوں کو ملامت کرو نہ میں تمہارا مددگار ہوں نہ تم میرے مددگار ہو میں تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا بلاشبہ جو ظالمین ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿۲۲﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ لوگ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں

رہیں گے ان کا تحیہ ملاقات کے وقت سلام ہوگا۔ ﴿۲۳﴾ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی وہ مثال کلمہ طیبہ کی ہے جو شجرہ طیبہ کی طرح سے ہے اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں بلندی میں ہیں ﴿۲۴﴾ وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿۲۵﴾ اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایسی ہے جیسے خبیث درخت ہو جسے زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا ہو اس کے لیے ثبات نہیں ہے، ﴿۲۶﴾ جو لوگ ایمان لائے اللہ انہیں دنیا والی زندگی میں اور آخرت میں پختہ بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ﴿۲۷﴾ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر ﴿۲۸﴾ یعنی جہنم میں اتار دیا وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے ﴿۲۹﴾ اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے مقابل قرار دے دیے تاکہ وہ انہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں آپ فرما دیجیے کہ تم مزے کی زندگی گزار لو پھر بلاشبہ تمہیں دوزخ کی طرف لوٹ کر چلا جانا ہے۔ ﴿۳۰﴾ آپ میرے بندوں سے فرما دیجیے جو ایمان لائے کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طریقے پر اور ظاہر طریقے پر خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی خرید فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی ہوگی ﴿۳۱﴾ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعے پھلوں سے تمہارے لیے رزق نکالا اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر فرما دیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور اس نے تمہارے لیے نہروں کو مسخر فرما دیا ﴿۳۲﴾ اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر فرما دیا وہ برابر حرکت میں ہیں اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر فرما دیا، ﴿۳۳﴾ اور تم نے اس سے جو کچھ مانگا تم کو اس سب میں سے عطا فرما دیا اور اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکتے بلاشبہ انسان بڑا بے انصاف ہے بڑا ہی ناشکرا ہے۔ ﴿۳۴﴾

ربط و تعارف:...... قبل ازیں کفار کے پیغمبروں کے ساتھ استہزا کرنے کا ذکر ہوا، آخرت میں ان کی سزا اور عذاب کا ذکر ہوا اب ان کے اعمال کی مثال بیان کی گئی ہے، پھر رؤسا اور ان کے متبعین کے درمیان مناظرے کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

لغات: **عَاصِفٍ:**...... تند و تیز ہوا، آندھی۔ **وَبَرَزُوْا:** البروز: خفا کے بعد ظاہر ہونا۔ کشادہ جگہ "امرأۃ برزۃ" سج دھج کے لوگوں کے سامنے آنے والی عورت۔ **مَّحِيْصٍ:** جائے نجات، مقولہ ہے۔ "حاص عن کذا" یعنی فلاں کسی چیز سے بھاگا۔ **جَزِعْنَآ:** الجزع: شدت کا عدم احتمال، صبر کی ضد جزع ہے۔ **مُصْرِخِكُمْ:** فریاد پر مدد کرنے والا۔ چنانچہ امیہ کا شعر ہے:

فلا تجزعوا انی لکم غیر مصرخ — ولیس لکم عندی غناء ولا نصر

تم لوگ فریاد نہ کرو میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا اور نہ میرے پاس مال ہے اور نہ مدد کا سامان **اجْتُثَّتْ:** جڑ سے اکھاڑ دیا گیا۔ **الْبَوَارِ:** ہلاکت۔ **خِلَالٍ:** صحبت، دوستی امراؤ القیس کا شعر ہے:

صرفت الھویٰ عنھن من خشیۃ الردی — فلست بمقلی الخلال ولا قالی

میں نے ہلاکت کے خوف کی وجہ سے عورتوں کی محبت سے منہ موڑا اور نہ میں دوستی سے بغض و نفرت رکھنے والا نہیں ہوں۔ **دَآىِٕبَيْنِ:** الدوب: کسی چیز کا عادت کے مطابق کام میں لگے رہنا۔

کفار و مشرکین کے اعمال کی مثال

تفسیر: **مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ:**...... کفار دنیا میں جو اعمال کرتے ہیں جن کے بدلے میں صدقہ و صلہ رحمی وغیرھا کے خواہش مند ہوتے ہیں ان کی مثال راکھ جیسی ہے جیسے تیز آندھی اڑا لے جائے اور اسے ادھر ادھر بکھیر دے۔ **فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ:** تند و تیز آندھی کے دن۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں کفار کے اعمال کی مثال بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کے اعمال کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے تیز آندھی راکھ کو اڑا دیتی ہے چوں کہ مشرکین اعمال میں غیر اللہ کو شریک ٹھہراتے ہیں۔[1]

---

[1] القرطبی ۹ / ۳۵۳

لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ:...... دنیا میں کفار نیکی کے جو اعمال کرتے ہیں ان کا ثواب انہیں نہیں ملے گا چوں کہ کفر کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت ہوجاتے ہیں۔ جیسے آندھی میں بکھر جانے والی راکھ سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ: یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اے مخاطب! کیا تم دل کی آنکھ سے نہیں دیکھتے اور نظر بصیرت سے غور وفکر نہیں کرتے کہ اللہ بزرگ وبرتر ہے جو اکیلا ہی پیدا کرنے والا ہے، اور یہ کہ وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے تاکہ اس کی قدرت پر استدلال کیا جائے؟ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ: اللہ تعالیٰ جیسے بغیر نمونہ کے پیدا کرنے پر قادر ہے ایسے ہی فنا کرنے پر بھی قادر ہے۔ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ: یہ امر اللہ پر مشکل ومتعذر نہیں ہے۔ چنانچہ جو ذات قوی وقادر ہو اس پر کوئی چیز دشوار اور مشکل نہیں ہوتی۔ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا: اور دوبارہ اٹھائے جانے کے دن ساری مخلوق اپنی قبروں سے باہر نکلے گی، حساب کے لیے باہر آئیں گے اللہ سے انہیں کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھ سکتی۔ امام فخر کہتے ہیں: وَبَرَزُوْا: لفظ ماضی ہے اگرچہ مستقبل کے معنی میں ہے، چوں کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کے بارے میں خبر دیتا ہے وہ حق وسچ ہوتی ہے۔ گویا یہ امر حاصل ہوچکا اور وجود میں آچکا۔ اس کی مثال یہ بھی ہے۔ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ: اس میں بھی ماضی مستقبل کے معنی میں ہے۔[1]

آخرت میں کفار کی اپنے سرداروں سے مدد کا سوال

فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا:...... تبعین اور عوام اپنے سرداروں اور قائدین جنہوں نے ان کو گمراہ کیا ہوگا سے کہیں گے: اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا: ہم تمہارے پیچھے چلتے تھے۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ: کیا تم ہم سے اللہ کے عذاب کو دور کرسکتے ہو؟ استفہام برائے توبیخ ہے۔ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ: قائدین معذرت کرتے ہوئے کہیں گے: اگر اللہ نے ہمیں ایمان کی دولت سے سرفراز کیا ہوتا تو ہم تمہیں بھی راہ ہدایت پر لاتے، لیکن ہم گمراہی پر ڈٹے رہے ہم نے تمہیں گمراہ کیا ہمیں کوسنے سے اور جزع فزع کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا: ہمارے لیے آہ وبکا کرنا اور صبر کرنا برابر ہے۔ طبری کہتے ہیں: دوزخی ایک جگہ جمع ہوکر ایک دوسرے سے کہیں گے: جنتیوں نے رودھوکر اور آہ وبکا کرکے اللہ کی رحمت حاصل کی ہے، آؤ ہم بھی اللہ کے حضور روئیں اور تضرع کریں، چنانچہ دوزخی رونا شروع کردیں گے، لیکن جب دیکھیں گے کہ رونے سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تو کہیں گے آؤ اب صبر کرتے ہیں۔ چنانچہ بے مثال صبر کریں گے، جب دیکھیں گے کہ صبر سے بھی ان کی مشکل حل نہیں ہوئی تو اس وقت کہیں گے۔ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا:[2] مقاتل کہتے ہیں: پانچ سو سال تک جزع فزع اور آہ وبکا کرتے رہیں گے اور پھر اس کے بعد پانچ سو سال تک صبر کریں گے۔[3] مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ: ہمارے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں یا ہمارے لیے کوئی ٹھکانا نہیں۔

جہنم میں شیطان کا خطاب

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ:...... یہ جہنم میں دوزخیوں سے شیطان کا خطاب ہوگا جو اللہ کی حمد وثنا سے خالی ہوگی، یعنی جب حساب وکتاب سے فراغت ہوجائے گی اور اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے اور اہل دوزخ دوزخ میں۔ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ: اللہ نے تمہارے ساتھ حق وسچ وعدہ کیا چنانچہ اس نے مطیع وفرمانبردار کو ثواب عطا کیا اور گنہگار کو عذاب دیا، اللہ نے تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ: میں نے تم سے وعدہ کیا کہ بعث بعد الموت کی کوئی حقیقت نہیں، جزا وسزا نہیں ہوگی سو میں نے تمہارے ساتھ جھوٹ کیا اور وعدہ خلافی کی۔ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ: مجھے تمہارے اوپر کوئی اختیار اور قدرت حاصل نہیں، سو میں نے تمہیں کفر ومعاصی پر مجبور کیا۔ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ: الا یہ کہ میں نے تمہیں وسوسہ کے ذریعے گمراہی کی طرف بلایا اور کفر وضلالت کو تمہارے لیے آراستہ کیا۔ اور تم نے اپنے اختیار سے میری دعوت قبول کی۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ: آج مجھے ملامت زدہ نہ کرو، اپنے آپ کو ملامت کرو، حقیقت میں گناہ تمہارا اپنا ہے۔

---

[1] الفخر الرازی ۱۹/ ۱۰۷ [2] الطبری ۱۳/ ۲۰۰ [3] زاد المسیر ۴/ ۳۵۶

مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ: نہ تمہاری فریاد پر میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد پر میری مدد کر سکتے ہو۔ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ: تم نے طاعت میں مجھے قبل ازیں اللہ کا جو شریک مان لیا تھا میں آج اس کا انکار کرتا ہوں۔ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: مشرکین کے لیے دردناک عذاب ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ خطاب اس وقت ہوگا جب اہل جنت، جنت میں جا چکیں ہوں گے اور اہل دوزخ، دوزخ میں۔ اہل دوزخ ابلیس کی مذمت میں لگ جائیں گے، اسی دوران ایک خطیب کھڑا ہوگا جس کی قرآن نے خبر دی ہے۔ الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قیامت کے دن ابلیس دوزخ میں آگ کے بنے منبر پر کھڑے ہو کر خطاب کرے گا جسے ساری مخلوق سنے گی۔ [۱]

اہل جنت کا اِکرام

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ:...... اس سے پہلے بدحالوں کا ذکر ہوا اور اب بدحال بدبختیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ تاکہ انسان ترغیب و ترہیب اور خوف و بیم میں رہے۔ یعنی نیکوکاروں کو اللہ ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے محلات کے نیچے سے جنت کی نہریں بہہ رہی ہوں گی، جنتی ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ ان کا رہنا اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہوگا۔ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ: فرشتے جنتیوں کو سلام سلام کہہ کر خراج تحسین پیش کریں گے۔

کلمہ طیبہ و کلمہ کفر کی مثال

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ:...... اللہ تعالیٰ نے یہ کلمۂ ایمان اور کلمۂ شرک کی مثال بیان کی ہے۔ چنانچہ کلمۂ ایمان کی مثال پاک درخت کے ساتھ اور کلمہ شرک کی مثال خبیث اور گندے درخت کے ساتھ دی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے اور شجرۂ طیبہ مؤمن ہے۔ [۲]

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ:...... اس کی جڑ زمین میں راسخ ہے اور اس کی ٹہنیاں آسمان تک لمبی بڑھی ہوئی ہیں۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا: یہ درخت اپنے خالق کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہے اسی طرح کلمۂ ایمان مؤمن کے دل میں جاگزیں ہوتا ہے اور اس کا عمل آسمان سے اوپر چڑھ جاتا ہے، ہر وقت اس کلمہ کی برکت و ثواب اسے حاصل ہوتا ہے۔ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ: اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کر کے ایمان لے آئیں۔ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ: اور ناپاک گندے کلمۂ کفر کی مثال اندرائن کے گندے درخت جیسی ہے۔ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ: جسے زمین کے اوپر جڑوں سمیت اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے چوں کہ اس کی جڑیں زمین میں گہرائی لیے ہوئے نہیں ہوتیں۔ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ: اس درخت کو قرار اور ثبات حاصل نہیں ہوتا اسی طرح کلمۂ کفر کو قرار و ثبات نہیں حاصل ہوتا اور نہ ہی اس کے ثمرات و برکات ہوتی ہیں۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مؤمن کی حاصل کردہ ایمانی برکت اور ثواب ایسے ایمانی ثمرات میں سے ہیں جو ہر وقت ملتے رہتے ہیں، چنانچہ مؤمن جب بھی لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے۔ تو یہ کلمہ آسمان پر چڑھ جاتا ہے پھر اس کی منفعت اور بھلائی زمین پر اترتی ہے، جب کہ کافر کا عمل قبول نہیں کیا جاتا، اور نہ ہی اس کا عمل آسمانوں کی طرف جاتا ہے، چوں کہ زمین میں اس کی جڑیں پیوست نہیں ہوتیں اور آسمان میں اس کی شاخیں نہیں جاتیں۔ [۳]

کلمہ توحید کے ذریعے اہل ایمان کو تقویت

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا:...... اللہ اہل ایمان کو کلمۂ توحید پر کاربند رکھتا ہے اور ان کو دنیا میں ایمان پر ثابت قدم رکھتا ہے، وہ پھسلتے نہیں اور نہ ہی وہ فتنے میں پڑتے ہیں۔ وَفِي الْاٰخِرَةِ: یعنی قبر میں منکر نکیر فرشتوں کے سوال کے وقت اللہ اہل ایمان کو ثابت

---

[۱] البحر الرازی ۱۹/ ۱۱۰ [۲] زاد المسیر ۴/ ۳۶۰ [۳] اخرجہ البخاری [۴] القرطبی ۹/ ۳۵۶

قدم رکھے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ''جب قبر میں مسلمان سے سوال کیا جائے گا وہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، چنانچہ یہی فرمان باری تعالیٰ ہے۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ﴿٢٧﴾[1] وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ: اللہ کفار ظالموں کو دنیا میں ہدایت نہیں دیتا اور مرنے کے بعد فرشتوں کے سوالات کے وقت بھی انہیں ہدایت نہیں دیتا۔ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ: یعنی مؤمن کو ہدایت دینے اور کافر کو گمراہ کرنے کی بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کیا جائے گا بلکہ لوگوں سے سوال کیا جاتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا: استفہام برائے تعجب ہے یعنی اے سامع! کیا تجھے ان لوگوں پر تعجب نہیں ہوتا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر وتکذیب سے بدل دیا؟ مفسرین کہتے ہیں: ان سے مراد کفار مکہ ہیں، اللہ نے انہیں امن والے حرم پاک میں جگہ دی اور ان کی معیشت میں وسعت عطا فرمائی، فراخی عطا کی، ان میں محمد ﷺ کو مبعوث کیا تاہم ان کفار نے اللہ کی ان نعمتوں کی کوئی قدر نہیں کی، محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کیا، ان کی تکذیب کی، چنانچہ اللہ نے انہیں قحط اور افلاس میں مبتلا کر دیا۔ وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ: ان کفار نے اپنی قوم کو ہلاکت کے ٹھکانے پر جا اتارا، چوں کہ وہ کفر اور طغیان پر مصر رہے، اس کے بعد "دار البوار" کی تفسیر بیان فرمائی۔ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ: یعنی انہیں جہنم میں جا اتارا، اس کی آگ کا مزہ چکھیں گے، اور جہنم بہت برا ٹھکانا ہے۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ: انہوں نے اللہ کے ساتھ شرکا ٹھہرا دیے اور ان کی اس طرح عبادت کی جس طرح اللہ کی عبادت کی جاتی ہے۔ یہ اس لیے تاکہ لوگوں کو اللہ کے دین سے پھیر دیں۔ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ: دنیا کی نعمتوں سے عارضی طور پر نفع اٹھا لو بالآخر تمہیں جہنم کے عذاب کی طرف لوٹ کر جانا ہے، آیت میں وعید بھی ہے اور دھمکی بھی۔

مؤمنین کو نصیحت اور نماز پر تنبیہ

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ:...... اے محمد! میرے ان بندوں سے کہو جو ایمان لائے ہیں کہ فرض نمازیں اہتمام کے ساتھ ادا کریں۔ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً: اور ہم نے انہیں جو رزق عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہراً خرچ کریں۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ: قیامت کے اس دن سے قبل جس دن لین دین کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور نہ ہی کسی قسم کی دوستی کا، نہ فدیہ لیا اور دیا جائے گا اور نہ سفارش ہوگی۔ اس سے قبل نیکوکاروں اور بدحالوں سے متعلق طویل کلام ہوا، اب اس کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل قائم کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود پر چند دلائل

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ:...... یعنی وہی اللہ ہے جس نے بغیر نمونہ کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً: اور بادلوں سے مینہ نازل کیا۔ فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ: اور بارش سے انواع واقسام کی فصلیں اور پھل پیدا کیے جو انسانوں کے لیے رزق ہیں اور انہیں کھاتے ہیں۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ: اور بڑی بڑی کشتیاں (اور جہاز) اللہ نے اپنے حکم اور مشیت سے تمہارے کام میں لگا دیں، تم ان پر سوار ہوتے ہو اور ساز وسامان لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک میں لے جاتے ہو۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ: اور تمہارے لیے میٹھے پانی کے دریا جاری کیے تاکہ تم ان کا پانی پیو اور کھیتیاں سیراب کرو۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَاۗىِٕبَيْنِ: تمہارے لیے سورج اور چاند کو بھی کام میں لگا دیا، یہ دونوں انتظام سے جاری وساری ہیں، ان کے کام میں وقفہ نہیں ہوتا، انہی کے ساتھ تمہاری صلاح، فلاح اور معاش وابستہ ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ: تاکہ تم رات کو سکون حاصل کرو اور دن کو اللہ کے فضل وخیر کو تلاش کرو۔ رات تمہاری نیند کے لیے اور دن معیشت سنوارنے کے لیے بنایا۔ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ: اللہ نے تمہیں ہر وہ چیز عطا کی جس کی تمہیں حاجت پیش آتی ہے اور جس

---

[1] المختصر ۲/۲۹۶

سے تمہاری حالت اور معیشت سنورتی ہے، وہ چیزیں جو تم زبان حال یا زبان مقال سے اللہ سے مانگتے ہو۔
وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا:...... اللہ نے تمہارے اوپر جو نعمتیں کی ہیں تم اگر انہیں شمار کرنا چاہو تو انہیں گنتی میں نہیں لا سکتے ہو، گویا اللہ کی نعمتیں شمار میں لانے سے ماوراء ہیں۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ: انسان اسم جنس ہے یعنی انسان ظلم وانکار میں مبالغہ کر جاتا ہے، اللہ کی حدود تجاوز کر کے اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتا ہے۔ دوسری تفسیر کے مطابق: شدت میں ظلم کرتا ہے۔ چنانچہ زبان پر شکوہ لاتا ہے اور جزع فزع کرتا ہے، اور اللہ کی نعمتوں کے ساتھ کفر کرتا ہے، چنانچہ نعمتیں جمع کرتا ہے اور دوسروں کو عطا کرنے سے رکتا ہے۔
بلاغت:...... ان آیات میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ: میں تشبیہ تمثیلی ہے، چوں کہ وجہ شبہ متعدد سے کشید ہوتی ہے۔ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے اسی طرح كَلِمَةً طَيِّبَةً: میں بھی۔ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ، يذهب...... ويأتى، سِرًّا وَّعَلَانِيَةً: میں طباق ہے۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ: میں طباق سلب ہے۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا: میں تعجب ہے۔ قُلْ تَمَتَّعُوْا: میں وعید ہے اور ظَلُوْمٌ وَ كَفَّارٌ: صیغہائے مبالغہ ہیں۔ البوار...... القرار...... النار...... الخ میں بلا تکلف سجع ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور کفار ومشرکین ذلت ورسوائی کا ذکر

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۗ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ع ۶ / ۱۸ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۗ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۗ وَاِنْ

كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ وَتَرَى
الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾
لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ
وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٥٢﴾

ترجمہ:......اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب! اس شہر کو امن وامان والا بنا دیجیے اور مجھے میرے فرزندوں کو اس سے دور رکھیے کہ ہم بتوں کو پوجیں، (۳۵) اے میرے رب! بلاشبہ ان بتوں نے لوگوں میں سے بہت سوں کو گمراہ کر دیا، سو جو شخص میری پیروی کرے بلاشبہ وہ مجھ سے ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرے تو بلاشبہ آپ بخشنے والے ہیں مہربان ہیں، (۳۶) اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد کو آپ کے محترم گھر کے نزدیک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جو کھیتی والی نہیں ہے اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں، سو آپ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیجیے اور انہیں پھلوں میں سے روزی عطا فرمایئے تاکہ شکر ادا کریں۔ (۳۷) اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ وہ سب کچھ جانتے ہیں جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور زمین میں اور آسمان میں اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، (۳۸) سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمایا، بلاشبہ میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔ (۳۹) اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دیجیے اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرمایئے۔ (۴۰) اے ہمارے رب میری مغفرت فرمایئے اور میرے والدین کی اور مومنین کی جس دن حساب قائم ہوگا۔ (۴۱) اللہ کو ان کاموں سے بے خبر مت سمجھیے جو ظالم لوگ کرتے ہیں بات یہی ہے کہ وہ انہیں ایسے دن کے لیے مہلت دیتا ہے جس میں آنکھیں اوپر کو اٹھی رہ جائیں گی (۴۲) یہ لوگ دوڑتے ہوں گے سروں کو اوپر کو اٹھائے ہوئے ہوں گے، ان کی نظر ان کی طرف واپس نہ لوٹے گی اور ان کے دل ہوا ہوں گے (۴۳) اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرایئے جس دن ان کے پاس عذاب آئے گا، سو جن لوگوں نے ظلم کیا وہ یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تھوڑی سی مدت کے لیے ہمیں مہلت دیجیے ہم آپ کے بلاوے کو قبول کریں گے۔ اور رسولوں کا اتباع کریں گے۔ کیا تم نے اس سے پہلے قسم نہ کھائی کہ ہمیں کہیں جانا ہی نہیں (۴۴) حالانکہ تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور یہ بات تم پر ظاہر ہوگئی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بیان کیں (۴۵) اور ان لوگوں نے اپنا مکر کیا اور اللہ کے سامنے ان کا مکر ہے اور واقعی ان کا مکر ایسا تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ (۴۶) سو اے مخاطب! تو اللہ کے بارے میں یہ خیال نہ کر کہ وہ وعدہ خلافی کرنے والا ہے بلاشبہ اللہ غلبہ والا، بدلہ لینے والا ہے۔ (۴۷) جس روز زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب لوگ اللہ کے لیے ظاہر ہو جائیں گے جو واحد قہار ہے (۴۸) اور اے مخاطب! تو اس دن مجرموں کو اس حال میں دیکھے گا کہ وہ باہم آپس میں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے (۴۹) اور ان کے کرتے قطران کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ نے ڈھانک رکھا ہوگا (۵۰) تاکہ اللہ ہر جان کو اس کے کیے ہوئے اعمال کی سزا دے بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے (۵۱) یہ پہنچا دینا ہے لوگوں کو اور تاکہ وہ اس کے ذریعے ڈرائے جائیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہ ہی ایک معبود برحق ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔ (۵۲)

ربط وتعارف: ......قبل ازیں خدائی میں اللہ تعالیٰ کی انفرادیت دلائل حسیہ وسمعیہ کے ساتھ ثابت کی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اب یہاں ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے توحید کے قلعے میں اپنے آپ کو محفوظ کر لیا اور شرک کے بتوں کو اور دیواروں کو منہدم کر دیا، پھر قیامت کے دن ظالموں کے موقف کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور حشر کے دن ان پر چھائی ہوئی ذلت ورسوائی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

لغات: اُجْنُبْنِيْ: ...... مجھے دور کر دے۔ جَنَّبَ کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو ایک جانب کر دینا۔ تَشْخَصُ: شخص البصر جب ہولناکی کو دیکھ کر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔ مُھْطِعِیْنَ: جلد بازی کرنے والے، مقولہ ہے۔ أھطع اھطاعًا۔ جلد بازی کرنا شاعر کہتا ہے

بدجلة دارهم ولقد اراهم بدجلة مهطعين الى السماء

دریائے دجلہ کے ساحل پر ان کا ٹھکانہ ہے اور میں انہیں دجلہ پر سننے کے لیے جلد بازی کرتے دیکھ رہا ہوں۔

مُقْنِعِيْ:...... المقنع: سر اٹھا کر اپنے سامنے دیکھنے والا۔ ھَوَآءٌ: خالی چیز۔ مُّقَرَّنِيْنَ: زنجیروں میں جکڑے ہوئے۔ الْاَصْفَادِ: صفد کی جمع ہے، ہر وہ چیز جس سے قیدی کو باندھا جائے، جیسے ہتھکڑی، بیڑیاں۔ سَرَابِيْلُهُمْ: سربال کی جمع ہے بمعنی قمیص، کپڑا۔ تَغْشٰى: ڈھانپ دیتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سات دعائیں

تفسیر: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا:...... مکہ کو امن وامان کا شہر بنا دے جس میں رہنے والے امن وسکون سے رہیں۔ وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ: اے میرے پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے دور رکھ، اس سے غرض ملت توحید واسلام پر ثابت قدمی کی دعا کرنا ہے۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ: اے میرے پروردگار! ان بتوں نے مخلوق میں سے بہت سارے لوگوں کو ہدایت اور ایمان سے پھیر دیا ہے۔ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ: سو جس نے توحید پر کار بند رہتے ہوئے میری اطاعت واتباع کی وہ میرے دین پر چلنے والوں میں سے ہے۔ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: اور جو میرے حکم کی مخالفت کرے، اے میرے پروردگار! بلاشبہ تو گناہوں کو بخشنے والا اور اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ: ندا میں تکرار لایا گیا ہے جواب میں رغبت ظاہر کرنے کے لیے، نیز اس میں عاجزی اور انکساری بھی ہے۔ اے میرے پروردگار! میں اپنے اہل خانہ، بیٹے اسماعیل اور بیوی ہاجرہ کو سکونت پذیر کر رہا ہوں۔ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ: ایسی وادی میں جس میں فصل نہیں اُگتی تیرے قابل احترام گھر کے پاس۔ اس سے مراد مکہ مکرمہ کی وادی ہے۔ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ: اے میرے پروردگار! تاکہ وہ تیری عبادت کریں، میں انہیں اس (بے آب وگیاہ) وادی میں ٹھہرا رہا ہوں، لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اگر اَفْئِدَةَ النَّاسِ: کہہ دیتے تو روم وفارس اور دوسرے لوگوں کا ہجوم مکہ کی طرف اُمڈ آتا۔ لیکن آپ علیہ السلام نے مِنَ النَّاسِ: کہا، سو مکہ آنے والے مسلمان ہی ہوں گے۔[1] وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ: اس بے آب وگیاہ وادی میں انہیں انواع واقسام کے پھل عطا فرما، تاکہ وہ تیری نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کی اور مکہ کو امن کا گہوارہ بنا دیا اور اس میں انواع واقسام کے پھل دور دراز سے لائے۔ اور تا قیامت لائے جاتے رہیں گے۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ: اے ہمارے پروردگار! تو دلوں کے راز جانتا ہے، جو ہم چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں۔ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ: یعنی کائنات میں کوئی چیز اللہ پر مخفی نہیں خواہ وہ چیز آسمان میں ہو یا زمین میں، بھلا جن چیزوں کا اللہ خالق ہے وہ اس پر کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ: وہ اللہ قابل حمد وستائش ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ننانوے سال تھی جب ان کے یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بارہ (۱۱۲) سال تھی۔[2] اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ: جو شخص میرے پروردگار کو پکارتا ہے وہ اس کی پکار سنتا ہے۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ: خلیل اللہ علیہ السلام کی دعاؤں میں سے یہ چھٹی دعا ہے۔ یعنی اے میرے پروردگار! مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے جو نماز پر پابندی کرتے ہیں اور میری اولاد سے بھی جو نماز قائم کریں، یہ مؤمن کی اپنی اولاد کے لیے افضل ترین دعا ہے، چنانچہ مؤمن کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں کہ وہ اور اس کی اولاد نماز کی پابند ہو چونکہ نماز دین کا ستون ہے۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ: اے میرے پروردگار! میری دعا قبول فرما۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ: یہ ساتویں دعا ہے اور اس کے ساتھ ہی اللہ کے حضور نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کا اختتام کیا اور استغفار کے ساتھ دعا کا خاتمہ کیا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے لیے، اپنے والدین اور تمام مؤمنین کے لیے استغفار کی

---

[1] القرطبی ۹/ ۳۷۳ [2] زاد المسیر ۴/ ۳۶۸

دعا کی۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کے لیے یہ بات واضح ہو جانے سے قبل دعا کی کہ ان کا والد اللہ کا دشمن ہے۔ قشیری کہتے ہیں: یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ مسلمان تھیں، چوں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے اپنے والد کے لیے استغفار کرنے کا عذر ذکر کیا ہے والدہ کے لیے ذکر نہیں کیا۔[1] اس کے بعد سیاق کلام قیامت کے مشاہد و مناظر کی طرف منتقل ہوا ہے اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ: اے محمد! یہ گمان نہ ہو کہ اللہ ظالموں کے افعال و اعمال سے بے خبر ہے۔ تاہم اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ نافرمانوں کو مہلت دیتا ہے پھر انہیں اپنی گرفت میں لیتا ہے۔ میمون بن مہران کہتے ہیں: یہ ظالم کو وعید سنائی گئی ہے اور مظلوم کو تسلی دی گئی ہے۔[2] اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمۡ لِيَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِيۡهِ الۡاَبۡصَارُ: اللہ ان لوگوں کو اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جو نہایت کربناک دن ہوگا اور اس دن آنکھیں خوف و ہراس کی وجہ سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، چنانچہ آنکھیں مبہوت کھلی رہ جائیں گے جھپکنے نہیں پائیں گی اور نہ ان میں کسی قسم کی حرکت آئے گی۔ ابوالسعود کہتے ہیں: ان ظالموں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی پلکیں حرکت نہیں کر سکیں گی۔ چوں کہ ان لوگوں پر زبردست دہشت طاری ہوگی۔[3] مُهۡطِعِيۡنَ مُقۡنِعِىۡ رُءُوۡسِهِمۡ: وہ اپنے سروں کو اوپر اٹھائے ہوئے سرپٹ دوڑ رہے ہوں گے، کسی طرف توجہ نہیں کریں گے، اس کے ساتھ ساتھ ان کی نظریں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس دن لوگوں کے چہرے آسمان کی طرف اوپر اٹھے ہوئے ہوں گے اور کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف نہیں دیکھے گا۔[4] لَا يَرۡتَدُّ اِلَيۡهِمۡ طَرۡفُهُمۡ: خوف کی وجہ سے ان کی آنکھیں جھپکنے نہیں پائیں گی۔ وَاَفۡـئِدَتُهُمۡ هَوَآءٌ: گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے ان کے دل سمجھداری سے خالی ہوں گے۔ وَاَنۡذِرِ النَّاسَ يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمُ الۡعَذَابُ: اے محمد! قیامت کی ہولناکی سے کفار کو ڈراؤ جس دن ان کے اوپر سخت عذاب آئے گا۔

کفار و مشرکین کا مہلت مانگنا

فَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ:...... اس دن کفار کے دل میں امنگ پیدا ہوگی اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوں گے اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑے عرصے کے لیے مہلت دے دے تاکہ ہم مافات کا استدراک کر لیں۔ نُّجِبۡ دَعۡوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ: تو نے ہمیں جو ایمان کی طرف دعوت دی ہم اسے قبول کریں گے اور پیغمبروں کی اتباع کریں گے۔ اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ: بطور توبیخ کفار سے کہا جائے گا: کیا تم قسمیں نہیں اٹھاتے تھے کہ تم دنیا ہی میں رہو گے اور آخرت کی طرف تم نہیں سدھارو گے؟ اس سے مراد کفار کو آخرت اور بعث بعد الموت کا انکار باور کرانا ہے۔ وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ مَسٰكِنِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ: جب ہم نے کفار کو ہلاک کر دیا اس کے بعد تم ان کی بستیوں میں آباد رہے، بھلا تم نے ان کی تباہ شدہ بستیوں سے عبرت کیوں نہیں حاصل کی۔ وَتَبَيَّنَ لَكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا بِهِمۡ: مختلف واقعات کی خبروں اور مشاہدات سے واضح ہو چکا کہ ہم نے انہیں کیسے ہلاک کیا اور ان سے کیسے انتقام لیا۔ وَضَرَبۡنَا لَـكُمُ الۡاَمۡثَالَ: ہم نے تمہارے سامنے دنیا میں بے شمار مثالیں لائیں، لیکن تم نے عبرت نہیں حاصل کی۔

کفار کے مکر و فریب

وَقَدۡ مَكَرُوۡا مَكۡرَهُمۡ:...... مشرکین نے پیغمبر اور مؤمنین کے ساتھ فریب کیا اور چال چلے جب پیغمبر کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ وَعِنۡدَ اللّٰهِ مَكۡرُهُمۡ: اللہ کے ہاں ان کے مکر و فریب کا بدلہ ہے، چنانچہ اللہ نے ان کا اور ان کے مکر کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وَاِنۡ كَانَ مَكۡرُهُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡهُ الۡجِبَالُ: اگرچہ قوت و تاثیر میں ان کی چالیں ایسی کیوں نہ ہوں جن سے پہاڑ بھی اپنی جگہوں سے ہل جائیں، لیکن اللہ نے اپنے پیغمبر کو ان کی چالوں سے محفوظ رکھا۔ فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ مُخۡلِفَ وَعۡدِهٖ رُسُلَهٗ: اے مخاطب! ہرگز یہ گمان مت کرو کہ اللہ اپنے پیغمبروں کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کرے گا، اللہ نے پیغمبروں کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ ان کی مدد کرے گا اور کفار مکذبین کو اپنی گرفت میں لے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ: اللہ تعالیٰ زبردست غالب ذات ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، وہ نافرمانوں سے انتقام لیتا ہے۔ يَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَيۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ:

---

[1] القرطبی ۹/ ۳۷۵ [2] الطبری ۱۳/ ۲۳۶ [3] ابوالسعود ۳/ ۱۴۳ [4] القرطبی ۹/ ۳۷۷

جزاوسزا کے دن اللہ دشمنوں سے بدلہ لے گا۔جس دن زمین ایک دوسری زمین سے بدل دی جائے گی جیسے صاف شفاف چاندی کی ٹکیہ ہوتی ہے، جس پر خون نہیں بہایا گیا ہوگا اور اس پر کوئی گناہ نہیں کیا گیا ہوگا۔[1] وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ: ساری مخلوق اپنی قبروں سے باہر نکل آئے گی اور احکم الحاکمین کے دربار میں حاضر ہو جائے گی، کوئی چیز بھی انہیں نہیں چھپائے گی، کوئی بھی انہیں نہیں بچا سکے گا، نہ اپنے گھروں میں چھپ سکیں گے اور نہ قبروں میں، بلکہ ساری مخلوق رب تعالیٰ کے سامنے میدان حشر میں جمع ہوگی۔

مجرموں کا بروز قیامت حشر

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ: ......اس خوفناک دن میں تم، مجرموں کو ان کے شیاطین کے ساتھ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے دیکھو گے۔طبری کہتے ہیں: یعنی ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں کے ساتھ ان کے گلوں سے باندھے ہوں گے۔سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ: مجرموں نے جو کپڑے پہنے ہوں گے وہ تارکول کے ہوں گے۔تارکول ایسا مادہ ہے جو فوراً آگ پکڑتا ہے۔تارکول خارش زدہ اونٹوں کو لگایا جاتا ہے جس کی حدت سے خارش جل جاتی ہے۔یہ سیاہ رنگ کا بدبودار مواد ہوتا ہے۔[2] وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ: آگ ان کو سراپا اپنی لپیٹ میں لے لے گی، یہ عذاب ان کے مکروفریب اور تکبر کا بدلہ ہے۔لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ: قیامت کے دن لوگ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تا کہ اللہ ان کے اعمال کا انہیں بدلہ دے، نیکوکار کو اس کی نیکی کا بدلہ ملے گا اور بدکار کو اس کی برائیوں کا۔اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ: اللہ کو ایک کام دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا۔اللہ ساری مخلوق سے بہت جلد حساب لے لے گا، گویا دنیا کے دن کی مقدار کے برابر نصف دن میں حساب تمام ہو جائے گا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ: یہ قرآن تمام مخلوق، جن وانس کے لیے پیغام ہے، قرآن اس لیے نازل کیا گیا تا کہ اس کے علوم وفنون اور تعلیمات کو مخلوق تک پہنچایا جائے۔وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ: تا کہ اس سے نصیحت حاصل کریں اور تا کہ انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا جائے۔وَلِيَعْلَمُوْا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: تا کہ قرآن میں موجود واضح دلائل اور قطعی براہین متحقق ہوں کہ اللہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ بے نیاز ہے۔وَلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ: تا کہ عقل سلیم رکھنے والے اس قرآن سے نصیحت حاصل کریں اور عقل سلیم رکھنے والے اہل سعادت ہیں۔

بلاغت: وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ: ......میں بلیغ تشبیہ ہے، حرف تشبیہ اور وجہ شبہ حذف کر دی گئی ہے۔ای قلوبھم کالھواء۔يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ: میں ایجاز حذف ہے۔یعنی وَالسَّمٰوٰتُ تُبَدَّلُ غَيْرَ السَّمٰوٰتِ: چوں کہ سابق کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ، نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ، الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ: میں طباق ہے۔مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ: میں جناس اشتقاق ہے۔وَبَرَزُوْا: میں مضارع کی جگہ ماضی کا صیغہ لا گیا ہے تا کہ وقوع کا تحقق ہو۔گویا اس کا وقوع ماضی میں ہو چکا۔فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ: میں استعارہ ہے۔شریف رضی کہتے ہیں: یہ استعارہ کے محاسن میں سے ہے، چنانچہ آیت میں تَهْوِيْۤ: کا لفظ لایا گیا ہے۔جو اَلْهَوٰى سے فصل مضارع ہے۔ھوی کا معنی ہے بلندی سے پستی کی طرف اترنا جیسے ھبوط کا معنی ہے، مراد یہ ہے کہ شوق ومحبت میں اڑ کے اس شہر تک پہنچنا۔جو نکتہ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ: میں مدنظر ہے وہ تَحِنُّ اِلَيْهِمْ: میں نہیں ہے، چوں کہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی کسی چیز کی ہمدردی دل میں ہو سکتی ہے۔

سکون ہو، قرار ہو رخصت ہوئے سب
یارب! کیسے اڑ کے جاؤں ان تک میں

لطیفہ: ......اس سورت میں اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا: آیت کریمہ میں الْبَلَدَ معرف باللام ہے اور سورت بقرہ کی آیت اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ: میں بَلَدًا: نکرہ ہے۔جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مکرر لائی گئی ہے۔چنانچہ سورت بقرہ والی دعا تعمیر بیت اللہ سے پہلے کی ہے۔اور اس سورت میں مذکور دعا تعمیر بیت اللہ کے بعد کی ہے۔یہی وہ اہم راز ہے جو دونوں آیات میں پایا جاتا ہے۔اللھم ارزقنا اسرار کتابك العظیم

اللہ کے فضل وکرم سے جمعرات وجمعہ کی درمیانی شب ۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۳۱ جنوری ۲۰۱۳ء کو سورۃ ابراھیم کا ترجمہ مکمل ہوا

[1] الطبری ۱۳/ ۲۵۰۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ یہی زمین ہوگی البتہ اس کے پہاڑ ہموار ہو جائیں گے، درخت اکھاڑ دیے جائیں گے، نہریں پاٹ دی جائیں گی، ستارے بکھر جائیں گے۔گویا زمین کی صفات بدل دی جائیں گی۔[2] جدید اصطلاح میں ہم اسے پیٹرولیم سے تعبیر کرتے ہیں۔

پارہ نمبر ۱۴......رُبَمَا

سورۃ الحجر

تعارف:......سورۂ حجر مکی سورتوں میں سے ہے جن کا ہدف اسلامی عقیدہ توحید، نبوت، بعث بعد الموت اور جزاوسزا کے اساسی مقاصد ہیں، سورۂ کریمہ کا مرکزی نکتہ محور مختلف زمانوں میں سرکش کفار و مکذبین کی تباہی و بربادی ہے۔ اسی لیے سورت کی ابتدا انذار (ڈرانے) اور تہدید سے ہوئی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ (سورۃ الحجر)

سورۂ کریم میں انبیا کی دعوت پیش کی گئی ہے اور انبیا کے سامنے گمراہ لوگوں کے پیش کیے گئے موقف کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ ہر نبی کا اس کی قوم نے مذاق اڑایا، حتیٰ کہ شیخ الانبیا حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ سورت میں بیان کیا گیا ہے مکذبین کا یہی طریقہ رہا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ (سورۃ الحجر)

سورت مبارکہ میں ایسے دلائل پیش کیے گئے ہیں جن کا تعلق کون ومکان سے ہے، یہ دلائل ایسی ذات پر دلالت کرتے ہیں جس نے کائنات کو وجود بخشا ہے جو خالق ہے اور عظمت وجلال والی ذات ہے، دلائل میں آسمان، زمین، چلنے والی ہواؤں، حیات وموت اور حشر ونشر کے مشاہد ومناظر بیان کیے گئے ہیں، ان تمام مشاہد سے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال ٹپکتا ہے، ان سے اللہ کی قدرت اور یکتائی نمایاں ہوتی ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ۝ (سورۃ الحجر، آیت ۱۶، ۱۷)

سورت مبارکہ میں بشریت کبریٰ کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق کی مثال سے ہدایت وضلالت کا قصہ ہے، فرشتوں کے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے، ابلیس کے انکار کرنے اور اس لعین کے اللہ کے حکم پر اعتراض کرنے کا ذکر ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ (سورۃ الحجر، آیت ۲۸)

سورت میں آدم علیہ السلام کے قصے کے بعد بعض انبیا کے قصص کی طرف کلام منتقل ہوا ہے ان قصص کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر رسوخ کے بام عروج پر برقرار رہے اور دبے پاؤں یاس و نومیدی سرایت نہ کرنے پائے، چنانچہ تیر بہ ہدف کے طور پر لوط علیہ السلام کا قصہ اور صالح علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔

سورت کے اختتام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت عظمیٰ کی یاددہانی کرائی گئی ہے۔ قرآن مجید جو کتاب معجز ہے کا نزول نعمت عظمیٰ ہے، آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی اذیتوں پر صبر واطمینان کا حکم دیا گیا ہے اور آپ کو اور مومنین کو مدد و نصرت کی بشارت دی گئی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ (سورۃ الحجر، آیت ۸۷)

وجہ تسمیہ:......سورۂ مبارکہ کا نام "سورۃ الحجر" چوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم "ثمود" کا ذکر کیا ہے، ان کی قوم مدینہ اور شام کے درمیان جس علاقہ میں آباد تھی اس کا نام "حجر" تھا، قوم ثمود نہایت جری ودہشت نہاد قوم تھی، پہاڑوں کو کرید کر رہائش گاہیں بناتے تھے، وہ اپنے اس عمل سے دنیاوی زندگانی کو حیات جاوداں سمجھتے تھے کہ ان پر مرگ وفنا کا ورود کبھی نہیں ہوگا وہ بے فکر زندگی کے مزے لوٹ رہے تھے کہ بغتۃً قیامت خیز عذاب نے علی الصباح انہیں اپنے مضبوط پنجہ چنگل میں دبوچ لیا۔

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ۝ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ (سورۃ الحجر، آیت ۸۳، ۸۴)

اٰيَاتُهَا ۹۹ | (۱۵) سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ (۵۴) | رُكُوْعَاتُهَا ۶

الجزء ۱۴

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۱ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۲ ذَرْهُمْ
يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۳ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ
مَّعْلُوْمٌ ۴ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۵ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ
اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ
وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۸ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۹ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ
شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۱۰ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۱۱ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ
الْمُجْرِمِيْنَ ۱۲ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۱۳ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ
فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۱۴ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۱۵ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي ع ۱۵
السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۱۶ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۱۷ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ
فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۱۸ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
مَّوْزُوْنٍ ۱۹ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۲۰ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا
خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۲۱ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ۲۲ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۲۳ وَلَقَدْ عَلِمْنَا
الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۲۴ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ط اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۲۵ ع ۲
وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۲۶ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ
السَّمُوْمِ ۲۷ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۲۸ فَاِذَا
سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۲۹ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۳۰ اِلَّآ
اِبْلِيْسَ ط اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۳۱ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۳۲ قَالَ لَمْ
اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۳۳ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۳۴
وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۳۵ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۳۶ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ

الْمُنْظَرِيْنَ (۳۷) اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (۳۸) قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۳۹) اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (۴۰) قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ (۴۱)
اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (۴۲) وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ
ع اَجْمَعِيْنَ (۴۳) لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ۭ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (۴۴)

ترجمہ:......الٓرٰ یہ آیات ہیں کتاب کی اور قرآن مبین کی، (۱) جن لوگوں نے کفر کیا وہ بہت سی مرتبہ یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے، (۲) آپ انہیں چھوڑیے وہ کھالیں اور نفع اٹھالیں اور امید انہیں غفلت میں ڈالے رکھے، سو وہ عنقریب جان لیں گے، (۳) اور ہم نے جتنی بھی بستیوں کو ہلاک کیا ان کے لیے ایک وقت معین لکھا ہوا تھا، (۴) کوئی امت اپنی مقررہ اجل سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ (۵) اور ان لوگوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے! بے شک تو دیوانہ ہے (۶) تو فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا اگر تو سچوں میں سے ہے۔ (۷) فرشتوں کو ہم فیصلے کے ساتھ ہی نازل کیا کرتے ہیں اور اس وقت لوگوں کو مہلت بھی نہیں دی جاتی، (۸) بلاشبہ ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (۹) اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ لوگوں کے گروہوں میں پیغمبر بھیجے (۱۰) اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزا نہ کیا ہو، (۱۱) ہم اس طرح اس استہزا کو مجرمین کے دلوں میں چلاتے ہیں، (۱۲) یہ لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے اور پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے، (۱۳) اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ لوگ دن کے وقت اس میں چڑھ جائیں (۱۴) تب بھی یوں کہیں گے کہ بس بات یہ ہے کہ ہماری آنکھوں کی نظر بندی کر دی گئی ہے، بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (۱۵) اور بے شک ہم نے آسمان میں ستارے پیدا کیے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے زینت والا بنایا (۱۶) اور ہر شیطان مردود سے ہم نے اسے محفوظ کر دیا (۱۷) سوائے اس کے جو چوری سے سن لے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے، (۱۸) اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور ہم نے اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیے اور ہم نے اس میں ایک معین مقدار سے ہر قسم کی چیز اگائی (۱۹) اور ہم نے تمہارے لیے اس میں زندگی کے سامان پیدا کر دیے، اور جنہیں تم رزق دینے والے نہیں ہو انہیں بھی ہم نے رزق دیا (۲۰) اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم اس کو صرف مقدار معلوم ہی کے بقدر نازل کرتے ہیں، (۲۱) اور ہم نے ہواؤں کو بھیج دیا جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے تمہیں وہ پانی پلایا تم اتنا پانی جمع کرنے والے نہیں ہو (۲۲) اور بلاشبہ ہم زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں، (۲۳) اور بلاشبہ ہمیں معلوم ہیں جو تم سے پہلے تھے اور بلاشبہ ہمیں وہ لوگ معلوم ہیں جو تمہارے بعد آنے والے ہیں، (۲۴) اور بلاشبہ آپ کا رب ان سب کو جمع فرمائے گا، بے شک وہ حلیم ہے علیم ہے۔ (۲۵) اور بلاشبہ ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے بنی تھی (۲۶) اور ہم نے جن کو اس سے پہلے آگ سے پیدا کیا جو ایک گرم ہوا سے تھی، (۲۷) اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بلاشبہ میں بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنیوالا ہوں جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے ہوگی، (۲۸) سو جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدہ میں گر پڑنا (۲۹) سو تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ لیا (۳۰) مگر ابلیس نے نہیں کیا، اس نے اس بات سے انکار کیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کیساتھ ہو، (۳۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا؟ (۳۲) ابلیس نے کہا میں ایسے بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں جسے آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے بنی ہے، (۳۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو تو اس سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے (۳۴) اور قیامت کے دن تک تجھ پر لعنت رہے گی، (۳۵) ابلیس نے کہا کہ اے رب! سو آپ مجھے اس دن تک کی مہلت دے دیجیے جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔ (۳۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو بلاشبہ تجھ کو (۳۷) معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی۔ (۳۸) شیطان نے کہا کہ اے رب! اس سبب سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا میں

ان کے لیے زمین میں ضرور ضرور مزین کروں گا اور ضرور ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا ㊴ سوائے آپ کے ان بندوں کے جو منتخب کر لیے گئے، ㊵ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچنے والا ہے ㊶ بلا شبہ میرے بندوں پر تیرا بس نہ چلے گا سوائے گمراہوں کے جو تیرا اتباع کریں گے۔ ㊷ اور بلا شبہ سب سے جہنم کا وعدہ ہے ㊸ اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک ایک حصہ تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ㊹

لغات: رُبَمَا:...... رب تقلیل کے لیے آتا ہے۔ مَا: نکرہ موصوفہ ہے اَیْ رَبَّ شَیْءٍ کے معنی میں ہے۔ لَوْ مَا: حرف تخصیص ہے جیسے لَوْلَا اور هَلَّا۔ شِيَعِ: شیعة کی جمع ہے، فرقہ، لوگوں کی ایک جماعت۔ نَسْلُكُهُ: ہم اس میں داخل ہوتے ہیں۔ السلك ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا۔ يَعْرُجُوْنَ: عَرَجَ: اوپر چڑھنا، معارج چڑھنے کی جگہیں، سیڑھیاں۔ سُكِّرَتْ: فلاں چیز کسی بات سے روک دی گئی۔ بُرُوْجًا: البروج ستاروں کے منازل، لغوی معنی: ظاہر ہونا، اسی سے تَبَرُّجُ الْمَرْأَةِ ہے: یعنی عورت کا زیب وزینت کر کے باہر نکلنا۔ لَوَاقِحَ: لَاقِحٌ کی جمع ہے، وہ ہوا جو بادلوں سے لدی ہو، اور جس ہوا میں کوئی خیر نہ ہو اسے "الریح العقیم" کہتے ہیں۔ يَالَوَاقِحَ: سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو ایک درخت سے پھولوں کے ذرات اڑا کر دوسرے درخت کے پھولوں تک پہنچاتے ہیں اور اس کو تلقیح کہتے ہیں۔ صَلْصَالٍ: گارا جو خشک ہو جائے کھنکھنائے۔ حَمَإٍ: الحمأ: سیاہ مٹی۔ مَّسْنُوْنٍ: متغیر بدبودار۔ فراء کہتے ہیں: مسنون کا معنی ہے متغیر، اصل میں "سننت الحصر" سے ماخوذ ہے۔ یعنی میں نے پتھر رگڑ کر گھسایا۔ السَّمُوْمِ: قتل کر دینے والی گرم ہوا اور لو۔

سبب نزول:...... ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک خوبصورت عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتی تھی، بعض لوگ پہلی صف میں آ جاتے تاکہ ان کی نظریں اس عورت پر نہ پڑ سکیں جب کہ بعض لوگ اگلی صفوں سے پچھلی صفوں میں چلے جاتے اور جب رکوع کرتے تو بغل کے نیچے سے اس عورت کو تاکتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ㉔ [1]

فصاحت و بلاغت میں کامل کتاب

تفسیر: الٓرٰ:...... اعجاز قرآن کی طرف اشارہ ہے، یہ کتاب معجز ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور یہ کتاب الف۔ لام۔ را جیسے حروف ہی سے منظوم ہے۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ: یہ ایسی عظیم الشان کتاب کی آیات ہیں جو فصاحت و بیان میں کامل ہے اور انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ: اور یہ عظیم الشان قرآن کی آیات ہیں جو بالکل واضح ہے، اس میں کوئی خلل اور اضطراب نہیں ہے۔

کفار کی حسرت

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا:...... بسا اوقات کفار تمنا کریں گے کہ لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ: کاش وہ دنیا میں مسلمان ہوتے، کفار یہ بات اس وقت کہیں گے جب آخرت کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے۔ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا: اے محمد! انہیں چھوڑ دو تاکہ چوپایوں کی طرح کھاتے رہیں اور اپنی فانی دنیا سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ: اور طول امل (لمبی لمبی آرزوئیں) انہیں غور و فکر سے غافل کیے ہوئے ہے۔ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ: جب قیامت کو دیکھیں گے تو انہیں اپنے انجام کا علم ہو جائے گا اور اپنے کیے ہوئے اعمال کا وبال چکھ لیں گے۔ آیت میں وعید و تہدید ہے۔ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ: اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی ظالم بستیوں میں سے جس بستی کے رہنے والوں کو بھی ہم نے ہلاک کیا۔ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ: الّا یہ کہ ان کی ہلاکت کا وقت مقرر تھا۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا: کسی امت کی ہلاکت مقررہ وقت سے پیشگی نہیں ہو سکتی۔ وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ: اور نہ ہی مقررہ وقت سے مؤخر ہو سکتی ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے اور جس عناد و الحاد میں وہ پڑے ہوئے ہیں اس سے کنارہ کشی کی راہنمائی کی جا رہی ہے۔ چوں کہ یہی عناد اور الحاد ان کی ہلاکت کا سبب ہے۔ [2]

---

[1] اسباب النزول ۱۵۸ والقرطبی ۱/۱۹ [2] المختصر ۲/۳۰۸

مشرکین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزا

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ:...... کفارِ قریش نے محمد ﷺ سے بطور استہزا و تحکم کے کہا: اے وہ شخص! تو دعویٰ کرتا ہے کہ قرآن تمہارے اوپر نازل ہوا ہے۔ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ: تم یقیناً مجنون ہو، استہزا کے لیے کلام کی انّ اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے۔ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ: تم ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے، اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ تم اللہ کے رسول ہو؟ اللہ نے کفار پر رد کرتے ہوئے فرمایا: مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ: ہم تو فرشتے صرف اس صورت میں نازل کرتے ہیں جب ہم کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہیں، چنانچہ فرشتے عذاب لے کر اترتے ہیں۔ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ: اس حالت میں مہلت نہیں دی جاتی۔ آیت کی غرض ومقصد یہ ہے کہ مخلوق کے متعلق اللہ کی یہ عادت ہے کہ اللہ اس صورت میں زمین پر فرشتے بھیجتا ہے جب کسی قوم کا قلع قمع کرنا ہو، جب کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی امت کے متعلق استیصال نہیں چاہتا، چوں کہ اللہ جانتا ہے کہ ان لوگوں کی صلب سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ کی عبادت کریں گے، چنانچہ آیت میں کفار کی تجاویز پر رد ہے۔

حفاظت قرآن کا وعدۂ الٰہی

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ:...... اے محمد! ہم نے اپنی عظمت شان کے ناطے تمہارے اوپر قرآن نازل کیا۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ: اور ہم ہی اس قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں، ہم اسے کمی بیشی اور تغیر وتبدل سے محفوظ رکھیں گے۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کی خود ذمہ داری اٹھائی ہے، چنانچہ کوئی فرد بھی قرآن میں کمی یا بیشی نہیں کرسکتا، اور نہ ہی اس میں تغیر وتبدل کرسکتا ہے جیسا کہ دوسری کتب سماویہ میں کیا گیا۔ دوسری آسمانی کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری انہی لوگوں پر تھی جن کی طرف وہ کتب نازل کی گئیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ: جبکہ حفاظت قرآن کے متعلق فرمایا۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ: دونوں آیات میں فرق واضح ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کی ضمانت دی ہے جب کہ پہلی آیت میں حفاظت کتب سماویہ کی ذمہ داری سابقہ امتوں کو سونپی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے آسمانی کتابوں میں تغیر وتبدل کردیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ:...... اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ قوموں کے مختلف گروہوں میں پیغمبر بھیج چکے ہیں۔ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: اور ان کے پاس کوئی ایسا پیغمبر نہیں آیا جس کا انہوں نے مذاق نہ اڑایا ہو اور اس کا استہزا کیا ہو، آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے۔ معنی ہے: جیسے ان مشرکین نے آپ کے ساتھ سلوک کیا اسی طرح آپ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی سلوک کیا گیا۔ لہٰذا آپ غمزدہ نہ ہوں۔ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ: ہم اسی طرح سے باطل، گمراہی اور انبیا کے ساتھ استہزا مجرم لوگوں کے دلوں میں داخل کرتے ہیں۔ جیسے ہم نے استہزا کرنے والے ان لوگوں کے دلوں میں داخل کردیا۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ: کفار قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے، کفار کی ہلاکت کا طریقہ پہلے گزر چکا ہے (یعنی جو لوگ قبول حق سے انکار کرتے ہیں انہیں ہلاک کردیا گیا) یہ کفار بھی ہلاکت اور تباہی کے قریب تر ہیں۔ اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ ایمان کے براہین لگاتار پیش کرنے سے ان کے تشدد میں کمی نہیں آئے گی، ضد وعناد ان کا شیوہ ہے اور وہ اسی عناد پر قائم رہیں گے۔ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ: اگر فرض کرلیا جائے کہ ہم انہیں آسمان پر چڑھادیں اور آسمان میں ان کے لیے دروازہ کھول دیں اور وہ آسمان پر چڑھنا شروع کردیں یہاں تک کہ وہ خود فرشتوں کا اور کائنات کا مشاہدہ کرلیں۔

کفار و مشرکین کی ہٹ دھرمی

لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا:...... تو فرط عناد وضد کی وجہ سے کہیں گے ہماری آنکھیں چکرا گئی ہیں اور اوپر چڑھنے کی وجہ سے آنکھیں دھوکے کا شکار ہو گئی ہیں۔ بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ: یعنی محمد نے ہمارے اوپر جادو کر دیا اور جو کچھ ہمیں سناتا یا دکھاتا ہے وہ نرا جادو ہے۔ امام رازی کہتے ہیں: اگر مشرکین ان بلندیوں کی طرف چڑھ جائیں اور اللہ کی ملکوت، سلطنت، قدرت اور اس کے فرشتوں کو عبادت میں مشغول دیکھ لیں انہیں اس مشاہدہ میں بھی شک ہوگا اور اپنے دیدار کو ہی شک سے دیکھیں گے، بایں ہمہ کفر و عناد پر مصر رہیں گے جیسے ان بدبختوں نے تمام معجزات کا انکار کر دیا، تمام کھلے حقائق و دلائل اور براہین قاطعہ پس پشت ڈال دیے، جبکہ یہ معجزات و دلائل جن وانس کی قدرت سے بالاتر تھے۔

بُرجوں والا آسمان، شیاطین اور شہاب ثاقب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے دلائل کا ذکر کیا ہے جو اس کی یکتائی اور قدرت پر دال ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا: ہم نے آسمان میں ایسی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں جن میں افلاک اور ستارے رواں رہتے ہیں۔ وَزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ: اور ہم نے آسمان کو ستاروں کے ساتھ آراستہ کیا تاکہ دیکھنے والے مسرور ہوں۔ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ: اور ہم نے آسمان دنیا کو اللہ کی رحمت سے دھتکارے ہوئے ہر ملعون شیطان سے محفوظ رکھا۔ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ: الا یہ کہ کوئی شیطان آسمان کی خبروں میں سے کوئی بات اچک لینے کی (ناکام) کوشش کرے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے جو اسے جلا ڈالتا ہے۔

خدا تعالیٰ کے خزانے

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ:...... ہم نے زمین کو پھیلایا اور اسے وسعت دی اور ہم نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے۔ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ: اور ہم نے زمین میں پھلوں اور فصلوں میں سے ہر طرح کی موزوں چیز میزان حکمت کے ساتھ اگا دی۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ: اور ہم نے زمین میں تمہارے لیے سامانہائے معیشت پیدا کیے، جو تمہارے کھانے کی چیزوں میں سے بھی ہیں اور پینے کی چیزوں میں سے بھی۔ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ: اور ہم نے تمہارے لیے عیال، غلام اور چوپایے پیدا کیے تم انہیں رزق نہیں دیتے، چوں کہ ہم ہی ان کے کھانے اور پینے کی چیزیں پیدا کرتے ہیں تم پیدا نہیں کرتے۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ: انسانوں اور دوسری مخلوقات کی رزق کی جو چیز بھی ہے اس کے خزانے اور ذخیرے صرف ہمارے پاس ہیں۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ: لیکن ہم اس رزق کو مخلوق کی حاجت کی بقدر ہی اتارتے ہیں اور مصالح کے بقدر اتارتے ہیں، جیسے ہم چاہتے ہیں۔

پانی کا حیرت انگیز نظام

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ:...... ہم نے بادلوں کو پانی سے بھر دینے والی ہوائیں چلائیں، جو درختوں کے پھولوں میں عمل تلقیح بھی انجام دیتی ہیں، گویا ہوا بادلوں اور درختوں کے لیے بمنزلہ نر کے ہے۔ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ: ہم نے بادلوں سے میٹھا پانی نازل کیا، جس میں ہم نے تمہارے پینے، زمینوں کو سیراب کرنے اور چوپایوں کے پینے کا سامان رکھ دیا ہے۔ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ: تم اس پانی کو ذخیرہ کر کے رکھنے پر قدرت نہیں رکھتے، بلکہ اس پانی کو ہم اپنی قدرت سے تمہارے لیے چشموں، کنوؤں اور دریاؤں (اور برف) کی صورت میں محفوظ کرتے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو زمین کے اندر اتنی زیادہ گہرائی تک لے جائیں کہ تمہاری طاقت سے باہر ہو جائے اور تم پیاسے مرنے لگو، جیسا کہ سورۃ الملک کی آیت میں فرمایا۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ: یعنی اگر پانی زمین کے اندر گہرا تر ہوتا جائے تو تمہارے لیے ابلتا ہوا پانی کون لائے گا۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ: یعنی زندگی اور موت ہمارے قبضہ قدرت میں ہے اور مخلوق کے فنا

ہوجانے کے بعد ہم ہی باقی رہیں گے۔ ہم ہی زمین کے وارث و مالک ہوں گے، سبھی ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔

مستقدمین اور مستأخرین کا مصداق

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ:...... ہم نے ساری مخلوق کو اپنے احاطۂ علم میں لے رکھا ہے، خواہ مخلوق مردوں کی صورت میں ہو یا زندوں کی صورت میں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: "مستقدمین" سے مراد وہ لوگ ہیں جو آدم علیہ السلام سے لے کر تا حال مر چکے اور "مستأخرین" سے مراد وہ لوگ جو زندہ ہیں اور جو تا قیامت آئیں گے۔ مجاہد کہتے ہیں: مستقدمین سے مراد سابقہ امتیں ہیں اور "مستاخرین" سے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آیت کا مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم نے متقدمین و متاخرین سب کو اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے، اللہ تعالیٰ پر بندوں کے احوال مخفی نہیں ہیں، اولاً اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر حجت و دلیل قائم کی گئی، بعد میں کمال علم پر حجت قائم کی گئی۔ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ: اے محمد! تمہارا پروردگار سب انسانوں کو حساب اور جزا کے لیے جمع کرے گا۔ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ اپنی کاریگری میں حکیم ہے اور مخلوق کا علم رکھتا ہے۔

کھنکھناتی مٹی سے انسان کی تخلیق

اوپر موت وفنا، بعث وجزا کا ذکر ہوا، اب نفس واحد آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے پر تنبیہ کی جارہی ہے کہ جو ذات زندگی عطا کرنے پر قادر ہے وہ زندگی کو فنا کرنے اور اعادۂ زندگی پر بھی قادر ہے، آدم علیہ السلام سے ابلیس کی عداوت کا ذکر بھی کیا گیا ہے تا کہ انسان ابلیس سے ہوشیار رہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ: ہم نے انسان کو خشک گارے سے پیدا کیا جس کے کھنکھنانے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ: یعنی سڑا ہوا سیاہ گارا۔ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ: اور ہم نے آدم سے پہلے جنات (شیاطین اور ان کے رئیس ابلیس) کو لو کی آگ سے پیدا کیا۔ (اس سے مراد شدید گرم آگ ہے جو مساموں سے داخل ہو کر جان لے لیتی ہے)۔ مفسرین کہتے ہیں: اس آیت میں "الجان" سے ابلیس مراد لیا گیا ہے جو جنات کا باپ ہے اور جنات اسی کی نسل سے ہیں، چنانچہ جنات کی اصل اور جڑ ابلیس ہے جیسے آدم انسانوں کی اصل ہیں۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ: اے محمد! اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا: میں سیاہ متغیر خشک گارے سے بشر کو پیدا کروں گا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں یہ بتلایا جارہا ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ان کی تعظیم کے طور پر فرشتوں میں ان کا ذکر خیر کیا گیا، فرشتوں کو گویا پیشگی اطلاع دی جارہی ہے کہ آدم کے شرف کی خاطر تمہیں ان کے آگے سجدہ کرنا ہوگا، آیت میں آدم علیہ السلام سے دشمنی کے باعث سجدے سے انکار کی خبر بھی دی جارہی ہے۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ: چنانچہ جب میں اسے ٹھیک طرح سے بنا لوں یعنی اسے انسانی صورت عطا کردوں اور معتدل اعضا والا کامل انسان بنا دوں۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ: اور اس میں روح پھونک دوں (روح جو کہ اللہ کی مخلوق ہے) اور وہ زندہ بشر ہوجائے۔ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ: تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر جانا، یہ تعظیم و تکریم کا سجدہ ہے، سجدۂ عبادت نہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: رُوْحِيْ میں روح کی اضافت اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف کی ہے یہ اضافت تشریف و تکریم ہے جیسے بیت اللہ، ناقۃ اللہ، شہر اللہ میں اضافت برائے تکریم ہے۔ رُوْحِيْ میں ملک کی اضافت مالک کی طرف کی گئی ہے۔

ابلیس کا آدم علیہ السلام کو سجدے سے انکار

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ:...... آدم کے آگے سبھی فرشتوں نے سجدہ کیا، فرشتوں میں سے کسی نے بھی سجدے سے انکار نہیں کیا۔ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ: یہ استثنا منقطع ہے چوں کہ ابلیس فرشتوں سے الگ دوسری مخلوق ہے، فرشتے نوری ہیں جب کہ ابلیس ناری ہے، فرشتے اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے جب کہ ابلیس نافرمان ہے، بالیقین ابلیس فرشتوں کی جنس میں سے نہیں ہے، ہاں البتہ ابلیس فرشتوں

کی صفوں میں شامل تھا اس لیے خطاب اس کی طرف بھی متوجہ ہوا۔ آیت کا معنی ہے: تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدے سے انکار کر دیا حالاں کہ اسے سجدہ کرنے کا خدائی حکم مل چکا تھا۔ قَالَ يٰۤاِبۡلِيۡسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ: سجدے سے کون سی چیز تمہارے مانع ہوئی؟ اور انکار سجدہ کی تمہیں کس چیز نے دعوت دی؟ استفہام برائے توبیخ ہے۔ قَالَ لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ: ابلیس نے کہا: میرے شایان شان نہیں کہ میں آدم کو سجدہ کروں، وہ تو متغیر خشک گارے سے بنایا گیا ہے، وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور میں آگ سے، بھلا عظمت والا حقیر کو کیسے سجدہ کرے گا۔ افضل مفضول کو کیوں کر سجدہ کرے؟ اللہ کے دشمن نے آدم کو سجدہ کرنے سے بالاتر سمجھا، اس کا تکبر اور حسد حکم خداوندی بجالانے کے مانع رہا۔ قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ: یعنی آسمانوں سے نکل جا بالیقین تو میری رحمت سے دھتکارا ہوا ہے۔ وَّاِنَّ عَلَيۡكَ اللَّعۡنَةَ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ: جزا و سزا کے دن تک تمہارے اوپر میری لعنت ہے۔

ابلیس کا مہلت طلب کرنا اور اعلان انتقام

قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِىۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ:...... ملعون نے کہا: مجھے دوبارہ زندہ کیے جانے کے دن تک مہلت دے۔ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ ۝ اِلٰى يَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ: ابلیس سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مخلوقات کی موت تک تمہیں مہلت ہے۔ قرطبی نے لکھا ہے: ابلیس نے مہلت کے سوال سے یہ چاہا کہ اسے موت نہ آئے، چوں کہ دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد موت نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو وقت مقررہ تک کی مہلت دی اور وہ مخلوقات کے مرنے کا وقت ہے، چنانچہ ابلیس مرے گا پھر اسے دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔[1]

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِىۡ:...... یعنی جس کے بسبب تو نے مجھے گمراہ کیا۔ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ: میں ضرور بالضرور اولاد آدم کے لیے معاصی اور گناہوں کو آراستہ کرتا رہوں گا۔ وَلَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ: راہ ہدایت سے میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ: ہاں البتہ تو نے اپنے بندوں میں سے جن لوگوں کو اپنی طاعت اور رضا کے لیے مخصوص کر لیا ہے تو انہیں گمراہ کرنے پر میرا بس نہیں چلے گا۔ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَىَّ مُسۡتَقِيۡمٌ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میرا سیدھا راستہ ہے اور ازلی سنت ہے جس میں رخنہ نہیں وہ یہ کہ اِنَّ عِبَادِىۡ لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ: میرے مؤمن بندوں پر تمہارا کوئی بس نہیں چلے گا کہ تم انہیں گمراہ کر سکو۔ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡغٰوِيۡنَ: استثنا منقطع ہے، چوں کہ گمراہ لوگ اللہ کے خاص چنیدہ بندوں میں شامل نہیں ہیں، آیت کا معنی ہے: البتہ جو گمراہ ہوا اور کافروں میں شامل ہو جائے اس پر تیرا تسلط چلے گا، چوں کہ شیطان ان لوگوں پر مسلط ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے دور بھاگتے ہیں، جیسے ریوڑ سے الگ ہو جانے والی بکری پر بھیڑیا مسلط ہو جاتا ہے۔ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوۡعِدُهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ: ابلیس اور اس کے متبعین سب کے سب کے وعدہ پورا ہونے کی جگہ جہنم ہے۔ لَهَا سَبۡعَةُ اَبۡوَابٍ: جہنم کے سات دروازے ہیں۔ دوزخی کثرت کی وجہ سے ان دروازوں سے داخل ہوں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہنم کے مختلف طبقات ہیں اور ان طبقات کو درکات (درجات) سے تعبیر کیا جاتا ہے جو ایک دوسرے سے شدت میں بڑھ کر ہیں۔ لِكُلِّ بَابٍ مِّنۡهُمۡ جُزۡءٌ مَّقۡسُوۡمٌ: ابلیس کے متبعین میں سے ہر جماعت کے لیے ایک مقرر دروازہ ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: ہر ایک اپنے عمل کے اعتبار سے داخل ہوگا اور جہنم کے درجات میں اپنے عمل کے بقدر ٹھہرے گا۔[2]

بلاغت:...... آیات کریمہ میں بیان و بدیع کی مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

① ...... مجاز مرسل: وَمَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ: مراد اہل قریہ ہیں، محل کا اطلاق کیا گیا ہے اور مراد حال ہے۔ ② ...... استعارہ تخیلیہ: عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ: رب تعالیٰ کی کمال قدرت کی تمثیل ہے، قدرت باری تعالیٰ کو ایسے خزانوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جن میں ہر چیز موجود ہو، اور ہر چیز کا بتقاضائے حکمت نکالنا بطریق استعارہ ہے۔ ③ ...... طباق: نُحۡىٖ وَنُمِيۡتُ: اور الۡمُسۡتَقۡدِمِيۡنَ الۡمُسۡتَاۡخِرِيۡنَ: ④ ...... جناس اشتقاق: خزائنة: اور خازنین: ⑤ ...... سجع: المجرمین، الاولین، المنظرین الخ

---

[1] القرطبی ۱۰/ ۲۷ [2] ابن کثیر ۲/ ۳۲

لطیفہ:.....ایک شخص نے چاہا کہ وہ مختلف ادیان کا امتحان لے ان سب میں کون سا دین زیادہ صحیح اور بہتر ہے؟ چنانچہ اس نے تین آسمانی کتابیں تورات، انجیل اور قرآن کو بنیاد بنایا، وہ زبردست خطاط بھی تھا، اس نے ہر کتاب خوبصورت خطاطی میں لکھی اور اس میں کچھ کمی بھی کی اور اضافہ بھی کردیا، پھر اس نے تورات علمائے یہود کو پیش کی انہوں نے خطاط کی کاوش کو سراہا اور اسے انعام دیا، پھر انجیل علمائے عیسائیت کو پیش کی انہوں نے بھی انجیل کا نسخہ بھاری قیمت کے عوض اس سے خرید لیا اور اس کا اکرام کیا، پھر اس نے قرآن مجید کا نسخہ مسلمانوں کے شیوخ پر پیش کیا، مسلمانوں نے اس میں غور وخوض کیا، جب اس میں نقص واضافہ دیکھا تو اسے گرفتار کرلیا اور اسے خوب مارا، پھر اس کا مقدمہ حکمران کے پاس لے گئے، حاکم وقت نے اسے قتل کردینے کا حکم دیا، چنانچہ جب اس نے اپنے سر پر شمشیر عریاں دیکھی تو اس نے اصل واقعہ سنایا اور دین حق میں داخل ہوا۔[1]

خوشحال اہل جنت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لیے سابقہ پیغمبروں کے قصے

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ
اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا وقف لازم
عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ
اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾
قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ
اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ
الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا ع
كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ
اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ
هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا
تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ
كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا
عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا
لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا

[1] دیکھیے قرطبی ۱۰/۶

مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا
عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾
فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ
السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ
الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿٨٧﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٩﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿٩٠﴾
الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَاصْدَعْ بِمَا
تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٤﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ
فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ
السّٰجِدِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿٩٩﴾

ترجمہ: ...... بلاشبہ تقویٰ اختیار کرنے والے باغوں میں اور چشموں میں ہوں گے، (٤٥) تم اس میں داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ، اس حالت میں کہ امن سے رہنے والے (٤٦) اور ہم وہ کینہ نکال دیں گے جو ان کے سینوں میں تھا، بھائی بن کر رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔ (٤٧) انہیں وہاں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے، (٤٨) آپ میرے بندوں کو خبر دیجیے کہ بلاشبہ میں غفور ہوں رحیم ہوں (٤٩) اور بلاشبہ میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے۔ (٥٠) اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کی بھی اطلاع دے دیجیے (٥١) جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا، ابراہیم نے کہا کہ بلاشبہ ہم تو تم سے ڈر رہے ہیں (٥٢) انہوں نے کہا ڈرو مت بے شک ہم تمہیں ایک ایسے لڑکے کی بشارت دے رہے ہیں جو صاحب علم ہوگا۔ (٥٣) ابراہیم نے کہا کیا تم مجھے اس حالت میں بشارت دے رہے ہو جبکہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا ہے سو تم کس چیز کی بشارت دیتے ہو؟ (٥٤) انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہیں امر واقعی کی بشارت دی ہے سو تم ناامیدوں میں سے مت ہو جاؤ! (٥٥) ابراہیم نے کہا اور اپنے رب کی رحمت سے ان لوگوں کے سوا کون ناامید ہوگا جو گمراہ ہیں۔ (٥٦) ابراہیم نے کہا کہ اے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا آنا کس اہم کام کے لیے ہے؟ (٥٧) انہوں نے جواب دیا کہ بلاشبہ ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے ہوئے ہیں (٥٨) مگر لوط کا خاندان بلاشبہ ہم ان سب کو بچا لینے والے ہیں (٥٩) سوائے ان کی بیوی کے ہم نے اس کے بارے میں تجویز کر رکھا ہے کہ بلاشبہ وہ مجرمین میں رہ جانے والی ہے (٦٠) سو جب وہ بھیجے ہوئے فرشتے خاندان لوط کے پاس آئے (٦١) تو کہنے لگے بے شک تم تو اجنبی آدمی ہو، (٦٢) انہوں نے کہا کہ نہیں! بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے (٦٣) اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم سچے ہیں، (٦٤) سو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جایے اور آپ ان کے پیچھے ہو لیجیے اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے پھر کے نہ دیکھے اور تمہیں جس جگہ جانے کا حکم ہوا ہے اسی طرف چلے جانا، (٦٥) اور ہم نے لوط کے پاس اپنا حکم بھیج دیا کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کٹ جائے گی (٦٦) اور شہر کے لوگ خوش ہوتے ہوئے آپہنچے، (٦٧) لوط نے کہا: بے شک یہ میرے مہمان ہیں (٦٨) سو تم مجھے رسوا نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو، (٦٩) لوگوں نے جواب میں کہا کیا ہم نے آپ کو دنیا جہان کے لوگوں سے منع نہیں کیا؟ (٧٠) لوط نے کہا یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہی ہے، (٧١) آپ کی جان کی قسم بے شک وہ اپنی مستی میں اندھے بن رہے

تھے۔⑫ سو سورج نکلتے وقت انہیں سخت آواز نے پکڑ لیا،⑬ سو ہم نے اس کے اوپر کے حصہ کو نیچے والا حصے کر دیا اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسا دیے۔⑭ بلاشبہ اس میں بصیرت رکھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں⑮ اور بلاشبہ ان کی یہ بستیاں ایک شاہراہ عام پر پڑتی ہیں،⑯ بلاشبہ اس میں اہل ایمان کے لیے نشانی ہے۔⑰ اور بلاشبہ ایکہ والے ظلم کرنے والوں میں سے تھے⑱ سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور بلاشبہ یہ دونوں بڑی شاہراہ پر پڑتی ہیں۔⑲ اور بلاشبہ حجر والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا⑳ اور ہم نے انہیں نشانیاں دیں سو وہ ان سے روگردانی کرنے والے ہو گئے㉑ اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتے تھے، امن کے ساتھ رہتے تھے،㉒ سو ان کو صبح صبح چیخ نے پکڑ لیا،㉓ سو ان کو اس چیز نے کچھ کام نہ دیا جسے وہ کسب کرتے تھے۔㉔ اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ، اور بلاشبہ قیامت ضرور آنے والی ہے، سو آپ خوبی کے ساتھ درگزر کیجیے،㉕ بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق ہے اور بڑا عالم ہے۔㉖ اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا،㉗ آپ اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف نہ بڑھایے جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو فائدہ حاصل کرنے کے لیے دی ہیں، اور آپ ان پر غم نہ کیجیے اور ایمان والوں کے لیے اپنے بازوؤں کو جھکائے رہیے㉘ اور آپ فرما دیجیے کہ بلاشبہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔㉙ جیسا کہ ہم نے ان لوگوں پر نازل کیا،㉚ جنہوں نے قرآن کے مختلف اجزا بنا لیے تھے،㉛ سو آپ کے رب کی قسم ہے㉜ ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے،㉝ جس چیز کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے اسے خوب صاف طریقے پر بیان کر دیجیے، اور مشرکین سے اعراض کیجیے㉞ بلاشبہ جو لوگ ہنسی کرنے والے ہیں㉟ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کرتے ہیں ان کی طرف سے ہم آپ کے لیے کافی ہیں سو وہ عنقریب جان لیں گے۔㊱ اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگدل ہوتے ہیں㊲ سو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجیے جس کے ساتھ تحمید بھی ہو، اور آپ ساجدین میں سے ہو جایے㊳ اور اپنے رب کی عبادت کیجیے یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین (یعنی موت) آ جائے۔㊴

تعارف: ...... قبل ازیں بدحال جہنمیوں کا ذکر ہوا اور اب خوش حال اہل جنت کا ذکر کیا جا رہا ہے، اس کے بعد بعض پیغمبروں کے قصے ذکر کیے ہیں (لوط، شعیب اور صالح علیہم السلام کا اپنی اقوام کے ساتھ قصص)، ان قصص کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے تاکہ ان پیغمبروں کے اسوہ پر چل کر صبر کریں، پھر رب تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل و براہین قائم کیے گئے ہیں، سورت کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت دی جا رہی ہے کہ آپ کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا جائے گا۔

لغات: نَصَبٌ: ...... تھکاوٹ، تکان۔ وَجِلُوْنَ: ڈرے ہوئے۔ الْغٰبِرِيْنَ: عذاب میں باقی رہنے والے۔ الْقٰنِطِيْنَ: القنوط ناامیدی، کمال درجے کی مایوسی۔ تَفْضَحُوْنِ: الفضيحة: ایسے امر کا اظہار کرنا جس سے اسے عار لاحق ہو جائے، رسوائی، عیب۔ چنانچہ مقولہ ہے: فضحه الصبح، فلاں على الصباح رسوا ہوا۔ شاعر کہتا ہے:

ولاح ضوء هلال كاد يفضحنا مثل القلامة قد قصت من الظفر

"ہلال (چاند جو ابتدائی دنوں کا ہو) کی روشنی دمک اٹھی ہے، قریب ہے یہ روشنی ہمیں رسوا کر دے یہ چاند ترشے ہوئے ناخن کی مانند ہے۔"

لَعَمْرُكَ: ...... محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کی قسم اٹھائی جا رہی ہے یعنی تمہاری زندگی کی قسم۔ سَكْرَتِهِمْ: السكرة: ضلالت و گمراہی۔ يَعْمَهُوْنَ: حیرانی کے عالم میں وہ تردد میں پڑے ہیں، رشد و ہدایت سے بے بہرہ ہیں، دل کا اندھا ہونا ایسا ہی ہے جیسے آنکھوں کا اندھا ہونا۔ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ: باب تفعل سے اسم فاعل ہے، مجرد، الوسم ہے، علامت کے معنی میں ہے جس کے ذریعے مطلوب پر استدلال پکڑا جاتا ہے، مقولہ ہے: توسم فيه الخير، فلاں میں خیر و بھلائی کی علامات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یہ شعر کہا ہے:

انی توسمت فيك الخير اعرفه والله يعلم أنی ثابت البصر

میں نے آپ کے اندر خیر و بھلائی کا نشان پا لیا اور میں اسے اچھی طرح سے پہچانتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں راسخ بصیرت کا مالک ہوں۔[1]

---

[1] القرطبی ۱۰/ ۴۳

اصل میں توسم کا معنی ہے فراست سے معلوم کرنا۔ حدیث میں ہے ''مؤمن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور سے دیکھتا ہے۔'' الْاَیْکَةِ: گنجان درخت۔ جمع ''اَیْكٌ'' ہے۔ الْحِجْرِ: ایک وادی کا نام ہے جس میں قوم ثمود رہتی تھی۔ عِضِیْنَ: متفرق اجزا الْیَقِیْنُ: موت چوں کہ وہ امر یقینی ہے۔

شانِ نزول:...... روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے، صحابہ ہنس رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم ہنس رہے ہو حالاں کہ جنت و دوزخ تمہارے سامنے ہے؟ آپ ﷺ کی تنبیہ صحابہ پر نہایت گراں گزری، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾ [1]

جنت کی نعمتیں اور اس کی راحتیں

تفسیر: اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ:...... بلاشبہ جو لوگ برائیوں اور شرک سے بچتے ہیں ان کے لیے آخرت میں سرسبز و شاداب باغات ہیں، خوشگوار پانی کے ابلتے چشمے، شراب و شہد کی نہریں ہیں۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ: ان سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ اس حال میں کہ تم ہر طرح کی آفت سے سلامت رہو گے، موت سے امن میں رہو گے اور جنت کی نعمتیں زائل نہیں ہوں گی۔ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ: اہل جنت کے دلوں میں جو کینہ، بغض اور حسد ہوگا ہم اسے نکال باہر کریں گے۔ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ: اس حال میں کہ وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہوں گے اور آپس میں محبت کا ماحول ہوگا، ان کے دلوں کو کوئی چیز گدلا نہیں کرے گی، تختوں پر ایک دوسرے کے روبرو بیٹھے ہوں گے۔ مجاہد کہتے ہیں: جنت میں کوئی شخص بھی کسی دوسرے کے گدی کی طرف نہیں دیکھے گا چوں کہ دلوں میں باہمی انس و اکرام ہوگا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اہل جنت سونے کے بنے ہوئے تختوں پر جو موتیوں، یاقوت اور زبرجد سے مزین ہوں گے بیٹھے ہوں گے۔ [2] لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ: انہیں جنت میں تکان محسوس نہیں ہوگی۔ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ: جنت سے نکالے نہیں جائیں گے، جنت کی نعمتیں دائمی ہوں گی، جو کبھی ختم نہیں ہوں گی، چوں کہ جنت دار السرور ہے۔ نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ: اے محمد! میرے مؤمن بندوں کو خبر کر دو کہ جو شخص توبہ کرتا ہے اور میری طرف رجوع کرتا ہے اس کے لیے میری مغفرت اور رحمت وسیع ہے۔ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ: اور میرے بندوں کو خبر کر دو کہ جو لوگ گناہوں پر اصرار کرتے ہیں ان کے لیے میرا شدید عذاب ہے، ابو حیان کہتے ہیں: فرمان باری تعالیٰ اَنَّ عَذَابِیْ: غایت لطف کا منظر پیش کر رہا ہے چوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ: کے مقابلہ میں أنی المعذب المولم نہیں فرمایا، یہ سب رب تعالیٰ کے کمال عفو و رحمت کا مظہر ہے۔ [3]

ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ اور اولاد کی بشارت

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ:...... میرے بندوں کو ابراہیم کے مہمانوں کے قصے کی خبر کرو، حقیقت میں یہ مہمان فرشتے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کی ہلاکت کے لیے بھیجا تھا، فرشتے تعداد میں دس (۱۰) تھے اور نہایت خوبصورت لڑکوں کی صورت میں اترے تھے، ان کی قیادت جبرئیل امین کر رہے تھے۔ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا: جب فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے ابراہیم کو سلام کیا۔ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ: ابراہیم نے کہا: ہم آپ لوگوں سے خائف ہیں، یہ بات ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے اس وقت کہی جب انہوں نے فرشتوں کے سامنے کھانا رکھا اور انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ: فرشتوں نے کہا: آپ خائف نہ ہوں۔ ہم آپ کو ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو وسیع علم رکھتا ہوگا اور ذکی ہوگا، فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی۔ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤی اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ: کیا تم مجھے اولاد کی بشارت دیتے ہو حالاں کہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں، بھلا تم مجھے کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟ ابراہیم علیہ السلام نے بطور تعجب اور بعید از قیاس تصور کیا اور سوال کیا۔ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ: ہم آپ کو پورے یقین

---

[1] القرطبی ۱۰/۳۴، زاد المسیر ۴/۴۰۳، ۳ البحر ۵/۴۵۷

کے ساتھ لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ آپ اس بشارت کو بعید تصور نہ کریں اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ قَالَ وَمَنۡ يَّقۡنَطُ مِنۡ رَّحۡمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوۡنَ: استفہام انکاری ہے، یعنی اللہ کی رحمت سے صرف وہی شخص مایوس و ناامید ہوتا ہے جو راہ معرفت وحق سے پھر جائے اور گمراہ ہو جائے۔ اور رب تعالیٰ سے جاہل ہو، رہا وہ دل جو دولت ایمان سے آباد ہو، رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھتا ہو وہ مایوس و ناامید نہیں ہوتا۔ بیضاوی کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعجب باعتبار عادت کے کیا ہے کہ بڑھاپے میں اولاد کا ہونا عادت کے خلاف ہے، قدرت باری تعالیٰ پر تعجب نہیں کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ والدین کے بغیر بھی انسان کو پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ بوڑھے یا بانجھ سے بھلا کیونکر اولاد نہیں پیدا کر سکتا؟ اسی لیے ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کو یہ جواب دیا۔[1] قَالَ فَمَا خَطۡبُكُمۡ اَيُّهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ: ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم کس معاملے کی خاطر آئے ہو؟ اے محترم فرشتو! قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمٍ مُّجۡرِمِيۡنَ: ہمارے رب نے ہمیں مشرک و گمراہ قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا ہے، اس سے فرشتوں کی مراد قوم لوط تھی۔ اِلَّاۤ اٰلَ لُوۡطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ: ہاں البتہ لوط کے متبعین اور ان کے مؤمن اہل خانہ مستثنیٰ ہیں، ہم ان لوگوں کو عذاب سے نجات دیں گے۔ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ قَدَّرۡنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ: البتہ سوائے لوط کی بیوی کے سو اللہ نے عذاب میں ہلاک ہونے والوں میں اسے شامل رکھا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: آل لوط سے ان کی بیوی کو مستثنیٰ کیا گیا ہے چوں کہ وہ کافرہ تھی اس لیے وہ ہلاکت میں مجرموں میں شامل کی گئی۔[2]

حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد اور کوچ کا حکم

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوۡطِ الۡمُرۡسَلُوۡنَ: ...... جب اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ قَالَ اِنَّكُمۡ قَوۡمٌ مُّنۡكَرُوۡنَ: لوط علیہ السلام نے ان سے کہا: تم لوگوں کو میں پہچانتا نہیں ہوں، تم کیا چاہتے ہو؟ قَالُوۡا بَلۡ جِئۡنٰكَ بِمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَمۡتَرُوۡنَ: بولے: ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور وہ عذاب لے کر آئے ہیں جس میں آپ کی قوم شک کرتی تھی، جس کا آپ نے قوم سے وعدہ کر رکھا ہے۔ وَاَتَيۡنٰكَ بِالۡحَـقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ: ہم بالیقین اور حقیقت میں عذاب لے کر آئے ہیں، اور جو کچھ ہم کہتے ہیں یقیناً سچ کہتے ہیں۔ فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ: رات کے کسی حصے میں اپنے اہل خانہ کو لے کر یہاں سے کوچ کر جائیں۔ وَاتَّبِعۡ اَدۡبَارَهُمۡ: اور آپ ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہیں تاکہ آپ کو اہل خانہ پر اطمینان رہے۔ وَلَا يَلۡتَفِتۡ مِنۡكُمۡ اَحَدٌ: تم میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے عذاب عظیم کو دیکھ کر کہیں بے سدھ نہ ہو جائے۔ وَّامۡضُوۡا حَيۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ: اور جہاں کا تمہیں اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے وہاں تک چلتے جائیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ ملک شام تک چلتے جائیں۔ وَقَضَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ ذٰلِكَ الۡاَمۡرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۤءِ مَقۡطُوۡعٌ: اور ہم نے لوط کی طرف اس امر عظیم کے متعلق وحی بھیجی کہ ان مجرموں کا کلی طور پر استیصال کیا جائے گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا مُّصۡبِحِيۡنَ: صبح ہوتے ہی ان کا کام تمام ہو جائے گا اور سب ہلاک کر دیے جائیں گے۔ وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ: اور شہر سدوم والے (قوم لوط) لوط کے مہمانوں سے خوش دوڑتے ہوئے آئے، چوں کہ انہوں نے دلوں میں بدکاری کی طمع چھپا رکھی تھی، ان کا خیال تھا کہ یہ ان جیسے انسان ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: ان بدطینتوں کو خبر کر دی گئی تھی کہ لوط کے گھر میں خوبصورت نوجوان آئے ہوئے ہیں، سنتے ہی ایک دوسرے کو اطلاع کرتے خوشی سے بھاگتے ہوئے آنے لگے۔ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ۙ‏ لوط علیہ السلام نے کہا: یہ میرے مہمان ہیں، ان کے متعلق برا ارادہ نہ رکھو، مجھے ان کے سامنے رسوا مت کرو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ: اللہ سے ڈرو کہ اس کے عذاب کی پکڑ میں نہ آ جاؤ اور میرے مہمانوں کے ساتھ چھیڑ کر مجھے رسوا مت کرو۔ قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ: کیا ہم نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ کسی کو اپنے ہاں مہمان نہ بنانا؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تفسیر کی ہے: کیا ہم نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ جب ہم کسی کے ساتھ بدفعلی کا ارادہ کریں تو ہمیں منع نہیں کرنا؟[3] قَالَ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنٰتِىۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ: یہ اتنی ساری عورتیں ہیں ان سے شادی کر لو اور حرام کی طرف میلان چھوڑ دو اگر تم شہوت پوری کرنا چاہتے ہو تو اس کا انسانی طریقہ یہی ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: بَنٰتِىۡ سے مراد امت کی بیٹیاں ہیں، چوں کہ ہر نبی اپنی قوم کے لیے بمنزلہ باپ ہوتا ہے۔

---

[1] البیضاوی ۳۴۸۶ [2] القرطبی ۳۶/۱۰ [3] الفخر الرازی ۲۰۲/۱۹

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ: اے محمد! تمہاری زندگی کی قسم! قوم لوط گمراہی وجہالت میں بدمست پڑے تھے، یہ جملہ معترضہ ہے جو قصہ قوم لوط کے درمیان میں لایا گیا ہے، رسول کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کی قسم اٹھائی ہے اس میں رسول کریم ﷺ کی عزت وتکریم ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کوئی جان ایسی نہیں پیدا کی جو اللہ کے نزدیک محمد ﷺ سے زیادہ شرف وتکریم کی سزاوار ہو اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور کی زندگی کی قسم اٹھائی ہو۔[1] فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ: چنانچہ سورج نکلتے ہی عذاب کی مہلک چنگھاڑ نے آن دبوچا۔ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا: یعنی ہم نے اس بستی کو تہ وبالا کر دیا، ان کے گھروں کے اوپر والے حصوں کو نیچے اور نیچے والے حصوں کو اوپر کر دیا۔ مفسرین کہتے ہیں: جبرئیل امین نے اس بستی کو پر سے اوپر اٹھایا اور الٹ کر زمین پر پٹخ کر رکھ دی، اتنے اوپر لے گئے حتیٰ کہ اہل بستی نے سیارگان کو دیکھ لیا اور فرشتوں کی تسبیحات سن لیں۔ پھر وہاں سے الٹ کر پٹخ دیے۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ: اور ہم نے ان پر بارش کی طرح پتھر برسائے جو جہنم کی آگ میں تپائے ہوئے گارے سے بنے تھے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ: ان لوگوں پر جو تباہی اور عذاب نازل ہوا اس میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے دلائل اور علامتیں ہیں جو بصیرت کی آنکھوں سے غور وفکر کرنے والے ہوں۔ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ: حقیقت میں یہ ہلاک شدہ بستیاں اور ان میں پائے جانے والے خدائی عذاب کے نشانات انمٹ ہیں، یہاں سے گزرنے والے مسافر قافلے ان نشانات کا مشاہدہ کرتے ہیں بھلا عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ: اس تباہ شدہ بستی میں تصدیق کرنے والوں کے لیے عبرت ہے۔

اصحاب ایکہ کا تذکرہ

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ:...... حال وشان یہ ہے کہ قوم شعیب (جو اصحاب الایکہ کہلاتی ہے یعنی گنجان درختوں میں رہنے والے) ظالم لوگ ہیں چوں کہ انہوں نے شعیب کی تکذیب کی، راستے میں چلنے والوں پر ڈکیتی کرتے، اور ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ: اور ہم نے انہیں بھونچال کے ذریعے ہلاک کر دیا۔ مفسرین کہتے ہیں: اصحاب ایکہ سات دن تک شدید گرمی سے بے سدھ ہوتے رہے یہاں تک کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر سائبان کی طرح کا بادل بھیجا، گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے سائے کی طرف بھاگے، جب سب اس تلے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اسی بادل سے ان پر آگ چھوڑی جس میں جل کر راکھ بن گئے۔ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ: قوم لوط اور قوم شعیب کی بستیاں بالکل واضح راستے میں عبرت کا سامان بنی پڑی ہیں، اہل مکہ ان سے عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے؟

اصحاب حجر کا قصہ

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ:...... یہ چوتھا قصہ ہے اور یہ صالح علیہ السلام کا قصہ ہے، یعنی قوم ثمود نے اپنے نبی صالح کو جھٹلایا۔ حجر مدینہ اور ملک شام کے درمیان ایک وادی ہے، اس کے آثار اب تک باقی ہیں، ادھر سے گزرنے والے مسافر ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ بیضاوی کہتے ہیں: جس نے ایک پیغمبر کی تکذیب کی گویا اس نے تمام پیغمبروں کی تکذیب کی۔ اسی لیے آیت کریمہ میں الْمُرْسَلِيْنَ: فرمایا۔ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ: ہم نے ان لوگوں کو اپنے معجزات دکھائے جو ہماری قدرت پر دلالت کرتے تھے، جیسے پتھر سے اونٹنی کا نکالنا اور اس کے متعلق عجائب، تاہم قوم ثمود نے ان معجزات سے عبرت حاصل نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: صالح علیہ السلام کی اونٹنی میں بہت ساری نشانیاں تھیں: اونٹنی کا چٹان سے نکلنا، نکلتے ہی جنم دینا، اس کا عظیم الخلقت ہونا، کسی اور اونٹنی کا اس کے مشابہ نہ ہونا حتیٰ کہ اس ایک اونٹنی کا دودھ سب کے لیے کافی ہوتا تھا، لیکن بایں ہمہ قوم ثمود نے غور وفکر نہیں کی اور اس سے راہ حق پر استدلال نہیں کیا۔[2] وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ: پہاڑوں کو تراش تراش کر بے خوف وخطر رہنے کے لیے مکانات بناتے تھے، ان کا خیال تھا کہ اس طرح کے گھر انہیں اللہ کے عذاب سے محفوظ رکھیں گے۔

---

[1] الطبری ۱۴/ ۴۴۔ یہ بھی رسول کریم ﷺ کی خصوصیت ہے۔ [2] زاد المسیر ۴/ ۴۱۱

فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُصۡبِحِيۡنَ:...... بالآخر انہیں علی الصباح چنگھاڑ نے آن لیا۔ فَمَآ اَغۡنٰى عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ: ان کے مضبوط قلعے انہیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَـقِّ: ہم نے تمام خلائق، آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے برحق پیدا کیا ہے۔ اسی لیے حکمت کا تقاضا ہے کہ ان جیسے مکذبین کفار کو ہلاک کر دیا جائے تاکہ فساد نہ پھیلنے پائے۔ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِيۡلَ: لامحالہ قیامت آ کر رہے گی، سو نیکوکار کو اس کی نیکیوں کا بدلہ دیا جائے گا اور بدکار کو اس کی برائیوں کا بدلہ دیا جائے گا۔ اے محمد! ان احمق بے دینوں سے اعراض کرو اور ان کے ساتھ بردباری والا معاملہ کرو۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الۡخَـلّٰقُ الۡعَلِيۡمُ: یعنی تمہارا پروردگار ہر چیز کا خالق ہے اور اپنے بندوں کے احوال سے آگاہ ہے۔

سبع مثانی یعنی سات آیات والی سورت

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنٰكَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَـثَانِىۡ:...... اے محمد! ہم نے آپ کو سات آیات والی سورت الفاتحہ عطا کی ہے، مثانی کا معنی ہے بار بار پڑھی جانے والی، چنانچہ نماز میں سورۃ الفاتحہ کی بار بار قرأت کی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ: (یعنی سورۃ الفاتحہ) سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کی گئی ہے۔[1] ایک اور قول کے مطابق ''سبع مثانی'' سے مراد سات لمبی سورتیں ہیں۔ لیکن پہلا قول راجح ہے۔ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِيۡمَ: اور ہم نے آپ کو قرآن عظیم عطا کیا جو تمام آسمانی کتابوں کے کمالات کا جامع ہے۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ: ہم نے ان کفار میں سے جن لوگوں کو جو (مادی) چیزیں دے رکھی ہیں ان کی طرف نہ دیکھو، چوں کہ ہم نے آپ کو جو (روحانی) نعمتیں عطا کی ہیں وہ ان مادی چیزوں سے اشرف واعلیٰ اور بالاتر ہیں۔ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ: یعنی ان کے عدم ایمان پر غمزدہ نہ ہونا۔ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ: مؤمنین اور کمزور مسلمانوں کے لیے تواضع کرو (اور انہیں اپنی شفقت اور رحمت کے پروں تلے لے لو)۔ وَقُلۡ اِنِّىۡۤ اَنَا النَّذِيۡرُ الۡمُبِيۡنُ: اے محمد! ان لوگوں سے کہہ دیجیے: میں اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں اور جو اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے میں اسے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔ كَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَى الۡمُقۡتَسِمِيۡنَ: کاف برائے تشبیہ ہے، معنی ہے: ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا جیسے اہل کتاب پر کتابیں نازل کیں، اور وہ یہود ونصاریٰ ہیں جو اپنی کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لائے اور کچھ حصے کا کفر کر دیا اور دو قسموں میں بٹ گئے۔ الَّذِيۡنَ جَعَلُوا الۡقُرۡاٰنَ عِضِيۡنَ: جنہوں نے قرآن کے متفرق اجزا کر دیے اور اس کے بارے میں مختلف اقوال کرنے لگے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اہل کتاب کتاب کے بعض حصے پر ایمان لائے اور بعض حصے کا انکار کر دیا، آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی کہ اسی طرح آپ کی قوم کا بھی قرآن کے متعلق صنیع ہے، چنانچہ یہ بھی قرآن کی تکذیب کرتے ہیں، اسے جادو، شعر اور پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں کہتے ہیں۔ یعنی جس طرح دوسرے کفار نے اپنی کتابوں کے ساتھ کیا اسی طرح کفار مکہ نے قرآن کے ساتھ کیا ہے۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسۡـئَلَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ: اے محمد! میں آپ کے پروردگار کی قسم اٹھاتا ہوں ہم ساری مخلوقات سے دنیا میں ان کے کیے ہوئے اعمال کے بارے میں ضرور سوال کریں گے۔ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ: اپنے پروردگار کے حکم کی علی الاعلان تبلیغ کرو، مشرکین کی باتوں کی طرف توجہ نہ کرو۔ اِنَّا كَفَيۡنٰكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَ: ہم آپ کے دشمنوں (جو آپ پر ہنستے ہیں) کے شر پر آپ کے لیے کافی ہیں، ہم انہیں ہلاک کر دیں گے، یہ قریش کی پانچ بڑے رؤسا تھے۔ الَّذِيۡنَ يَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: جو اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ: یہ وعید ہے، یعنی مشرکین عنقریب دنیا و آخرت میں اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ وَلَقَدۡ نَـعۡلَمُ اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ: ہم جانتے ہیں کہ مشرکین کے مذاق اڑانے اور تکذیب سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے۔ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ: آپ کو جن ناگواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ آپ تسبیح، نماز اور زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔

---

[1] اخرجه البخاري وهذا القول هو اختيار الطبري

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ: ......اے محمد! اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت ہو جائے، آیت میں موت کو یقین سے تعبیر کیا گیا ہے چوں کہ موت کا وقوع امر یقینی ہے۔

بلاغت: ......ان آیات میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ: میں حذف و ایجاز ہے۔یعنی یقال لهم ادخلوها۔نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ: اور وَاَنَّ عَذَابِيْ: میں لطیف مقابلہ ہے، چنانچہ عذاب و مغفرت اور رحمت و عذاب الیم میں مقابلہ ہے یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۗءِ مَقْطُوْعٌ: میں استیصال سے کنایہ ہے۔قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ: فعل تقدیر کا اسناد فرشتوں نے اپنی طرف کیا ہے۔یہ اسناد مجاز ہے جب کہ فعل تقدیر حقیقت میں اللہ کے لیے ہے۔قرب و اختصاص کی بنا پر فعل تقدیر کی نسبت فرشتوں نے اپنی طرف کی، چوں کہ فرشتے اللہ کے فرستادہ ہیں۔الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ: میں جناس ناقص ہے اور اَصْفَحِ الصَّفْحَ: میں جناس اشتقاق ہے۔الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ: اور الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ: میں صیغۂ مبالغہ ہے۔عَالِيَهَا سَافِلَهَا: میں طباق ہے۔اٰمِنِيْنَ، مُّصْبِحِيْنَ، مُعْرِضِيْنَ: میں سجع ہے۔سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ: میں خاص پر عام کا عطف کیا گیا ہے۔وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ: میں استعارہ تبعیہ ہے۔ چنانچہ نرم دلی کو پروں کے جھکانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، وجہ جامع جھکاؤ اور نرمی ہے۔مشبہ بہ کے اسم کا استعارہ ہے مشبہ کے لیے، یہ بلیغ استعارہ ہے چوں کہ پرندہ جب اڑان کو ختم کرنا چاہتا ہے تو پروں کو جھکا لیتا ہے۔

تنبیہ: ......آیت کریمہ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔـلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ: سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کفار سے سوال کیا جائے گا، اور آیت کریمہ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۝ (سورۃ القصص، آیت ۷۸) اور آیت کریمہ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ۝ (سورۃ الرحمٰن، آیت ۳۹) سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن سوال نہیں کیا جائے گا۔ جواب یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن مختلف مواقع کا حال ہے، ایک موقع پر سوال و کلام نہیں ہوگا، ایک موقع پر سوال ہوگا، یہ عکرمہ کا قول ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قیامت کے دن آگاہی اور علم کے لیے سوال نہیں کیا جائے گا، چوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔لیکن کفار سے بطور توبیخ سوال کیا جائے گا، چنانچہ کفار سے سوال کیا جائے گا: تم نے قرآن کی کیوں نافرمانی کی اور اس میں تمہارے پاس کیا دلیل و حجت ہے؟

الحمدللہ سورۂ حجر کی تفسیر کا ترجمہ آج بروز ہفتہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۳ فروری ۲۰۱۳ء مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے ذخیرۂ آخرت بنائے اور بقیہ ترجمہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

سورۃ النحل

تعارف: ......سورۃ النحل ان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں عقیدہ کبریٰ، الوہیت، وحی اور بعث بعد الموت کے موضوعات بیان ہوئے ہیں۔ ان موضوعات کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر وسیع و عریض آسمان و زمین، پہاڑ، دریا، صحرا اور وادیوں میں بہتے پانی، تاحد نظر پھیلے ہوئے سبزہ زار، سمندر میں تیرتی کشتیوں، رات کو دمکتے ستاروں جن سے مسافر راستوں کی تعیین کرتے ہیں، سمعی و بصری دلائل قائم کیے گئے ہیں۔ کائنات کے مظاہر کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی یکتائی پر دلالت کرتے ہیں اور رب تعالیٰ کی قدرت کے ناطق ہیں۔

سورت کی ابتدا میں وحی کے اہم امر پر دلائل قائم کیے گئے ہیں، چوں کہ مشرکین کے انکار و استہزا کا محور وحی ہی ہے، چنانچہ مشرکین نے وحی کا انکار کیا اور قیامت کے وقوع کو بعید از قیاس قرار دیا، مشرکین رسول کریم ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ جس عذاب سے ہمیں ڈرایا جا رہا ہے اسے جلد از جلد لایا جائے، جب بھی عذاب میں تاخیر ہوئی انہوں نے جلد بازی میں اور اضافہ کر لیا۔

سورت کریمہ میں مبدا توحید کو ہدف بنایا گیا ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ قدرت والا ہے، سورت میں انسان کے ہر حاسہ سے خطاب کیا گیا ہے اور انسان کے ہر عضو کو بھی مخاطب کیا گیا ہے تاکہ انسان عقل سے کام لے کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار سے آگاہ ہو۔ سورت مبارکہ میں لوگوں کو اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کے نتیجے سے آگاہ کیا گیا ہے، برے انجام سے ڈرایا گیا ہے جو کہ ہر منکر اور کافر کو بھگتنا ہے۔ سورت کے آخر میں رسول کریم ﷺ کو حکمت، موعظہ حسنہ، صبر اور عفو و درگزر کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے، چوں کہ دعوت و تبلیغ کے راستے میں اذیت و تکالیف کا پہنچنا لازمی امر ہے۔

تسمیہ: ......اس سورت کریمہ کا نام "سورۃ النحل" ہے، چوں کہ نحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں، سورت کریمہ میں شہد کی مکھی کا ذکر ہے اور شہد رب تعالیٰ کی کاریگری کا عجیب مظہر ہے۔

آیاتُهَا ۱۲۸ | (۱۶) سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ (۷۰) | رُكُوْعَاتُهَا ۱۶

أَتَىٰٓ أَمْرُ ٱللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱﴾ يُنَزِّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ بِٱلرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِۦ
عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦٓ أَنْ أَنذِرُوٓا۟ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱتَّقُونِ ﴿۲﴾ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ بِٱلْحَقِّ ۚ
تَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳﴾ خَلَقَ ٱلْإِنسَٰنَ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿۴﴾ وَٱلْأَنْعَٰمَ خَلَقَهَا ۗ لَكُمْ
فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَٰفِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۵﴾ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ﴿۶﴾
وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا۟ بَٰلِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ ٱلْأَنفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۷﴾
وَٱلْخَيْلَ وَٱلْبِغَالَ وَٱلْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸﴾ وَعَلَى ٱللَّهِ قَصْدُ ٱلسَّبِيلِ
وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَهَدَىٰكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۹﴾ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً ۖ لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ ع
وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ﴿۱۰﴾ يُنۢبِتُ لَكُم بِهِ ٱلزَّرْعَ وَٱلزَّيْتُونَ وَٱلنَّخِيلَ وَٱلْأَعْنَٰبَ وَمِن كُلِّ
ٱلثَّمَرَٰتِ ۗ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ ۖ

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (۱۲) وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا
اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ (۱۳) وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا
وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ (۱۴) وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (۱۵) وَعَلٰمٰتٍ ۭ
وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (۱۶) اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (۱۷) وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ
لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۸) وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (۱۹) وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (۲۰) اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ
يُبْعَثُوْنَ (۲۱) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (۲۲) ع ۱۲
لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (۲۳) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ
اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (۲۴) لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ
الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ (۲۵) قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ ع
مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (۲۶)
ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ (۲۷) الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ
اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۲۸)
فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۲۹)

ترجمہ:...... آ پہنچا اللہ کا حکم سو تم اس میں جلدی نہ کرو وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو وہ شریک تجویز کرتے ہیں، (۱) وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے فرشتوں کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر نازل فرماتا ہے کہ اس بات سے باخبر کر دو کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو تم مجھ سے ڈرو، (۲) اس نے آسمانوں کو اور زمین کو برحق پیدا فرمایا وہ اس سے برتر ہے جو لوگ شریک بناتے ہیں (۳) اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا سو وہ یکا یک واضح طور پر جھگڑا کرنے والا ہو گیا۔ (۴) اور اس نے چوپایوں کو پیدا فرمایا ان میں تمہارے لیے سردی سے بچنے کا سامان ہے اور دیگر فائدے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو، (۵) اور تمہارے لیے ان میں رونق ہے جب تم شام کو لاتے ہو اور صبح کو چھوڑتے ہو، (۶) اور وہ تمہارے بوجھوں کو ایسے شہروں کی طرف اٹھا کر لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جانوں کی مشقت کے بغیر پہنچ نہیں سکتے تھے، بلاشبہ تمہارا رب رؤف ہے رحیم ہے، (۷) اور اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا فرمائے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے طور پر، اور وہ پیدا فرماتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ (۸) اور سیدھا راستہ اللہ

تک پہنچتا ہے، اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اس سے ہٹے ہوئے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ ﴿۹﴾ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے
لیے آسمان سے پانی اتارا اس میں پینے کا پانی ہے اور اس کے ذریعے درخت پیدا ہوتے ہیں جن میں تم چراتے ہوئے، ﴿۱۰﴾ وہ تمہارے لیے اس کے
ذریعے کھیتی اور زیتوں اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو غور کرتے ہیں، ﴿۱۱﴾ اور اس نے
تمہارے لیے رات کو اور دن کو اور چاند کو اور سورج کو مسخر فرمایا اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں
جو سمجھ رکھتے ہیں، ﴿۱۲﴾ اور جو چیزیں زمین میں پھیلا دیں جن کے رنگ مختلف ہیں بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان کے لیے جو نصیحت حاصل کرتے
ہیں۔ ﴿۱۳﴾ اور اللہ وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر فرما دیا تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو، اور اے مخاطب
تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ اس میں پھاڑنے والی ہیں تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ ﴿۱۴﴾ اور اللہ نے زمین میں بھاری پہاڑ
ڈال دیے تا کہ زمین تمہیں لے کر ہلنے نہ لگے، اور اس نے نہریں بنائیں اور راستے بنائے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔ ﴿۱۵﴾ اور نشانیاں بنائیں، اور وہ ستاروں
کے ذریعے راہ پاتے ہیں۔ ﴿۱۶﴾ سو کیا جو پیدا کرتا ہو وہ اس کی طرح ہوگا جو پیدا نہیں کرتا؟ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ﴿۱۷﴾ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں
کو شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے، بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے، ﴿۱۸﴾ اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، ﴿۱۹﴾ اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر
غیروں کو پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ پیدا کیے جاتے ہیں، ﴿۲۰﴾ بے جان ہیں زندہ نہیں ہیں، اور انہیں خبر نہیں ہے کہ کب اٹھائے
جائیں گے۔ ﴿۲۱﴾ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہو رہے ہیں اور وہ تکبر کرنے والے ہیں، ﴿۲۲﴾ یہ
بات ضروری ہے یقینی ہے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ﴿۲۳﴾ اور جب ان
سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں۔ ﴿۲۴﴾ تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ
پورے پورے اٹھالیں اور ان لوگوں کے بوجھ بھی اٹھالیں جنہیں بغیر علم کے گمراہ کرتے ہیں، خبردار برا ہے وہ بوجھ جسے وہ اپنے اوپر لاد رہے
ہیں۔ ﴿۲۵﴾ بلاشبہ جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے مکر کیا سو اللہ نے ان کا بنایا ہوا گھر بنیادوں سے ڈھا دیا، پھر اوپر سے ان پر چھت آپڑی، اور ان
پر اس طرح عذاب آ گیا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا، ﴿۲۶﴾ پھر وہ انہیں قیامت کے دن رسوا کرے گا، اور فرمان ہوگا کہ کہاں ہیں میرے شرکا جن کے
بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے؟ جن کو علم دیا گیا وہ کہیں گے کہ بلاشبہ آج رسوائی اور بدحالی ہے کافروں پر، ﴿۲۷﴾ جن کی جانیں فرشتوں نے اس حال
میں قبض کی تھیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، سو وہ لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم کوئی برا کام نہ کرتے تھے، ہاں! بلاشبہ اللہ جاننے والا
ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ ﴿۲۸﴾ سو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہو گے، سو تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔ ﴿۲۹﴾

لغات: نُّطْفَةٍ: ...... حقیر پانی جس سے انسان بنتا ہے۔ نطف سے مشتق ہے بمعنی قطروں میں گرنا۔ دِفْءٌ: سردی کے مارے گرمی حاصل کرنا۔
تُرِيْحُوْنَ: **الروح** چراگاہ سے شام کے وقت مویشیوں کو گھر کی طرف واپس لانا۔ تَسْرَحُوْنَ: السراح صبح کے وقت مویشیوں کو چراگاہ کی طرف لے
جانا۔ اَثْقَالَكُمْ: الأثقال: ثقل کی جمع ہے معنی ساز و سامان، چوں کہ ساز و سامان بوجھل ہوتا ہے اس مناسبت سے اسے ثقل (بوجھ) تعبیر کیا
جاتا ہے۔ جَآىِٕرٌ: حق سے دور ہونا۔ تُسِيْمُوْنَ: أسام الماشية: مویشیوں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اسی سے ہے سائمہ: چرنے والے
مویشی۔ ذَرَاَ: پیدا کیا، بنایا، ایجاد کیا۔ مَوَاخِرَ: المخر اصل میں دائیں اور بائیں سے پانی چیرنا۔ مقولہ: مخرت السفينة: یعنی کشتی پانی کو
چیرتے ہوئے چلتی ہو اور پانی میں چلنے کی آواز بھی آتی ہو۔

شانِ نزول: ...... ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب آیت کریمہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (سورۃ القمر، آیت ۱) نازل ہوئی تو کفار ایک دوسرے سے
کہنے لگے: محمد کا خیال ہے کہ قیامت قریب ہے لہٰذا تم جو کچھ اعمال کرتے ہو ان سے باز آ جاؤ تا کہ ہم قیامت کو دیکھیں۔ چنانچہ جب کافی دن
گزر چکے تو کفار نے کہا: اے محمد! جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے ہو (یعنی قیامت) ہم تو اسے نہیں دیکھ رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل
فرمائی۔ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱﴾ [1] (سورۃ النحل، آیت ۱)

---

[1] زاد المسیر ۴/۴۲۶

تفسیر: اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ: ......قیامت کا وقوع قریب ہو چکا، جس عذاب سے تمہیں محمد ڈراتے ہیں اس کے جلدی آنے کا مطالبہ نہ کرو، صیغہ ماضی لایا گیا ہے چوں کہ قیامت کا وقوع اور اس کا قرب محقق ہے۔ امام رازی کہتے ہیں: جب وقوع قیامت لامحالہ واجب ہے اس لیے وقوع کو صیغہ ماضی سے تعبیر کیا۔ جیسے فریادی سے کہا جاتا ہے: جاء ك الغوث فال تجزع یعنی مدد آیا چاہتی ہے واویلا نہ کرو۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ: کفار اللہ کی طرف جن باتوں کو منسوب کرتے ہیں، اللہ ان سے پاک ہے، اللہ شرک سے پاک ہے۔ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ: اللہ تعالیٰ اپنے حکم و ارادے سے فرشتوں کو وحی اور نبوت دے کر بھیجتا ہے۔ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ: فرشتوں کو انبیا اور رسولوں پر نازل کرتا ہے۔ وحی کو "الرُّوْح" سے تعبیر کیا ہے چوں کہ وحی سے دل زندہ ہوتے ہیں جیسے روح سے بدن زندہ ہوتا ہے۔ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ: کہ اہل کفر کو اس بات سے ڈراؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس میرے عذاب اور انتقام سے ڈرو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت پر دلائل و براہین ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق ثابت شدہ مقصد کے لیے بنایا، اور انہیں حکمت کے ساتھ پیدا کیا، انہیں فضول اور محض اٹکل پچو کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ: اللہ تعالیٰ شریک، ہم مثل مثیل اور نظیر سے پاک ہے۔

انسان کی نطفے سے تخلیق

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ: ......جنس انسان کو حقیر نطفے یعنی منی سے پیدا کیا۔ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ: چنانچہ جب وہ کامل انسان بنا تو یکایک اپنے خالق سے جھگڑنے لگا، کھلم کھلا جھگڑا کرنے لگا اور معاندانہ رویہ شروع کر دیا، حالاں کہ اسے بندہ پیدا کیا گیا تھا ضدی نہیں پیدا کیا گیا تھا۔ ابن جوزی کہتے ہیں: انسان نطفے سے پیدا کیا گیا اور حقیر الخلقت ہونے کے باوجود جھگڑنے لگا اور دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کرنے لگا، کیا وہ اپنی ابتدائی پیدائش سے آخری پیدائش پر استدلال نہیں کرتے۔ بایں طور کہ جو ذات اولاً بلا نمونہ پیدا کرنے پر قادر ہے کیا وہ دوبارہ بنانے پر قادر نہیں۔[1]

انسان پر مویشیوں کے ذریعہ انعامات

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا: ......اور تمہاری مصلحت و بھلائی کے لیے اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکریاں پیدا کیں۔ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ: ان جانوروں کی کھال، بالوں اور اون سے گرمائش حاصل کرتے ہو اور ان میں سردی سے بچاؤ کا تمہارے لیے سامان ہے۔ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ: اور ان میں تمہارے لیے بے شمار منافع ہیں، ان کی نسل بڑھاتے ہو، دودھ حاصل کرتے ہو، ان پر سوار ہوتے ہو اور ان کا گوشت کھاتے ہو جو بہت بڑا نفع ہے۔ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ: اور ان چوپایوں میں تمہارے لیے سامان زینت اور جمال ہے جب تم انہیں شام کے وقت چراگاہوں سے واپس لاتے ہو اور جب تم انہیں صبح کے وقت چراگاہوں کی طرف چرنے لے جاتے ہو، انہیں فربہ و تازہ دم دیکھ کر خوش ہوتے ہو جو حقیقت میں تمہارا جمال ہے۔ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ: یہی چوپائے تمہارا ساز و سامان اور بوجھ اٹھا کر دور دراز علاقوں تک لے جاتے ہیں جہاں تم جہد و مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ: اے لوگو! تمہارا پروردگار جس نے ان چوپایوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے عظیم رأفت اور رحمت والا ہے۔ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً: گھوڑے، خچر اور گدھے بوجھ اٹھانے اور سواری کے لیے پیدا کیے، اسی طرح ان چوپایوں میں بھی سامان زینت و جمال ہے۔ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ: اور مستقبل میں وہ کچھ پیدا کرے گا جس کا تمہیں علم نہیں۔ جیسے عصر حاضر میں وسائل نقل و حمل مثلاً ہوائی جہاز، گاڑیاں، بحری جہاز وغیرہ، بلاشبہ ان وسائل کا وجود اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہوا جو اس نے انسان کو دی۔[2]

---

[1] زاد المسیر ۴/ ۴۲۹ [2] سید قطب شہید کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ: فرما کر انسانوں کے اذہان کو پہلے سے تیار کر دیا ہے کہ نقل و حمل کی نئی نئی چیزیں وجود میں آئیں گی، تا کہ آنے والے یہ نہ کہیں کہ ہم جہازوں پر سوار نہیں ہوتے چوں کہ ہمارے آباؤ اجداد ان پر سوار نہیں ہوئے۔

وَعَلَى اللهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ: ...... اللہ کے ذمہ ہے کہ وہ سیدھے راستے کو بیان کردے جو اپنے چلنے والے کو نعمتوں والی جنت میں پہنچا دے۔ وَمِنْهَا جَآئِرٌ: اور اسی راستے سے الگ ہونے والا ایک اور راستہ ہے جو حق سے دور کرتا ہے اور چلنے والے کو اللہ تک نہیں پہنچاتا اور وہ گمراہی کا راستہ ہے۔ جیسے یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت وغیرہ۔ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ: اور اگر اللہ چاہے کہ تمہیں ہدایت دے تو تم سب کو ایمان کی ہدایت سے بہرہ مند کردے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ انسان کو اختیار کی آزادی حاصل ہو۔[1] فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ: تاکہ اس پر ثواب وعقاب کا حکم مرتب ہو۔

بارش اور درختوں کی تخلیق میں فوائد

جب اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کی نعمتوں کا ذکر کیا اور دوسری بڑی بڑی نعمتوں اور نشانیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: اللہ نے اپنی قدرت سے بارش نازل کی جسے بادلوں سے وجود دیا۔ لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ: بارش کو میٹھا خوشگوار پانی بنا کر نازل کیا تاکہ تم اسے پی کر پیاس کی تپش سے تسکین پاؤ۔ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ: بارش سے تمہارے لیے زمین سے درخت نکالے جن میں تم اپنے چوپایوں کو چراتے ہو۔ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ: یعنی مذکورہ فصلوں اور پھلوں کو اللہ تعالیٰ زمین سے ایک ہی پانی کی سیرابی سے اگاتا ہے جب کہ ان کی اصناف، رنگ وذائقے مختلف ہوتے ہیں۔ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ: اور اللہ تعالیٰ اسی پانی سے تمہارے لیے تمام پھل نکالتا ہے جو تمہارے لیے عمدہ کھانے کا سامان ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ: بے شک آسمان سے پانی نازل کرنے اور زمین سے پھلوں کے نکالنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور یکتائی پر واضح دلائل ہیں اور یہ دلائل ان لوگوں کے لیے ہیں جو اپنے پروردگار کی کاریگری میں غور وفکر کرتے ہیں اور پھر ایمان لے آتے ہیں۔

ابوحیان کہتے ہیں: يَّتَفَكَّرُوْنَ: پر آیت ختم ہوئی چوں کہ اوپر جن نعمتوں کا ذکر ہوا ان میں زبردست غور وفکر کی ضرورت ہے۔ بھلا آپ ایک ننھے سے بیج کو نہیں دیکھتے جسے زمین میں دبا دیا جاتا ہے، مٹی سے نمی حاصل کر کے مقررہ دنوں کے بعد اس سے چھوٹی سی کونپل نمودار ہوتی ہے پھر وہ ہوا میں جھومتا ہوا درخت بن جاتی ہے، جس سے شاخیں نکل کر چاروں طرف پھیل جاتی ہیں، اس کے ساتھ پھول لگتے ہیں پھر پتے اور پھل لگ جاتے ہیں اور یوں اس کی خوشنمائی پورے جوبن پہ ہوتی ہے، یوں پھلوں کی جسامت مختلف، طبع مختلف، رنگ مختلف، شکلیں مختلف اور منافع بھی مختلف یہ سب اللہ تعالیٰ قادر مطلق ومختار کل کی خوبصورت تخلیق وتقدیر کا شاہکار ہے۔[2]

دن ورات، چاند وسورج کی تخلیق کے فوائد

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ: ...... رات اور دن جو ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں رات کو تم آرام کرتے ہو اور دن کو اپنی معیشت سنوارتے ہو، سورج اور چاند کو بھی تمہارے کام میں لگا دیا جو مسلسل چکر لگائے جا رہے ہیں اور ان میں تمہارے مصالح اور منافع ہیں۔ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ: اور ستارے اللہ کے حکم سے اپنے مدار میں رواں دواں ہیں تاکہ تم ان کی مدد سے خشکی وتری میں راستوں کی سمتوں کا تعین کر سکو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ: اللہ کی اس تخلیق وتسخیر میں بڑے بڑے دلائل ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سلیم رکھتے ہوں۔ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ: اور زمین میں تمہارے لیے عجیب عجیب امور پیدا کیے یعنی حیوانات، نباتات، معدنیات، جمادات، بایں طور کہ ان کے الوان مختلف، اشکال مختلف اور خواص ومنافع مختلف ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ: ان میں عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو نصیحت حاصل کریں۔

سمندر کی تسخیر وتخلیق کے فوائد

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ: ...... اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ورحمت سے تلاطم خیز موجوں والے سمندر کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ تم اس میں کشتیوں پر

---

[1] موہوم سا اختیار جو انسان کو حاصل ہے اس کو بروئے کار لا کر ایمان کا راستا اختیار کرے۔ [2] البحر ۵/ ۴۷۹

سوار ہوسکو اور اس کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوسکو۔ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا: تا کہ تم سمندر سے تازہ مچھلی شکار کرو۔ وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا: اور تا کہ تم سمندر سے نفیس نفیس جواہر جیسے لولؤ اور مرجان نکال سکو۔ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ: اور تم بڑی بڑی کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ سمندری لہروں کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں اس حال میں کہ ان کشتیوں پر ساز وسامان اور کھانے کی اشیا لادی ہوتی ہیں۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ: یعنی اللہ نے تمہارے لیے سمندر مسخر کیا تا کہ تم مذکورہ چیزوں سے نفع اٹھاؤ اور تجارت کے ذریعے معیشت کی راہوں پر گامزن ہو کر اللہ کا رزق اور فضل تلاش کرو۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ: تا کہ تم اللہ کے عظیم انعامات اور فضل وکرم پر اس کا شکر ادا کرو۔

پہاڑوں کی تخلیق کے فوائد

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ: ...... اور زمین میں ثابت وراسخ پہاڑ گاڑ دیے تا کہ تمہیں لے کر زمین ہلنے نہ پائے اور ڈگمائے نہیں۔ ابوسعود کہتے ہیں: ابتداءً زمین خفیف کرے کی صورت میں تھی پھر اس میں پہاڑ پیدا کر دیے گئے، افلاک کی مانند بے ڈول زمین نے حرکت میں رہنا تھا، تاہم اپنے مرکز پر اس کا بیلنس برقرار رکھنے لیے اس میں رب تعالیٰ نے پہاڑ گاڑ دیے جو زمین میں میخوں کا کام دے رہے ہیں۔[۱] وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ: اور زمین میں دریا، راستے اور گزرگاہیں بنائیں تا کہ تم اپنے مقاصد تک رسائی حاصل کر سکو۔

ستاروں کی تخلیق کے فوائد

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ: ...... اور بہت ساری علامتیں بنائی ہیں جیسے پہاڑ اور دریا جن کے ذریعے راستوں کا سراغ لگایا جاتا ہے اور رات کے وقت خشکی اور تری میں ستاروں کے ذریعے سمتوں کی تعیین کی جاتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: علامات دن کے وقت راستوں کے نشانات ہوتی ہیں اور ستاروں کے ذریعے رات کے وقت سمت معلوم کی جاتی ہے۔[۲] اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ: استفہام انکاری ہے، یعنی کیا تم ان عظیم وجلیل نعمتوں کے خالق اور وہ بے جان بت جو اپنی ذات کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں کے درمیان برابری روا رکھتے ہو؟ کیا تم ان حقیر بتوں کو خالق عز وجل کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو؟ آیت میں کفار کی توبیخ کی جارہی ہے اور بتوں کی عبادت کا ابطال ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ: کیا تم نصیحت نہیں حاصل کرتے؟ اور تم جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو اس کا خطا ہونا پہچان سکتے؟ یہ دوسری توبیخ (ڈانٹ) ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا: ...... اگر تم اللہ کی عظیم نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں تم ضبط عدد میں نہیں لا سکتے، چہ جائے کہ تم ان کے شکر کی طاقت رکھو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: تم سے اس اللہ کے حضور جو کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں وہ انہیں معاف کر دیتا ہے اور اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے چنانچہ باوجود کوتاہیوں کے بندوں پر نعمتوں کی بارش برساتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ: جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو یعنی نیتیں، اعمال وغیرہ سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ان کا پورا پورا تمہیں بدلہ دے گا۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ: جو لوگ اللہ کے علاوہ دیوتاؤں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ دراصل کسی چیز کو بھی پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، حال یہ ہے کہ یہ بت مخلوق ہیں اور انسانوں کو تراشے ہوئے ہیں بھلا، وہ معبود کہاں ہو سکتے ہیں جن کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے؟ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ: یہ بت مردے ہیں (جماد ہیں) ان میں روح نام کی کوئی چیز نہیں، جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، چوں کہ یہ جمادات ہیں ان میں زندگی نہیں، بھلا تم ان کی کیوں عبادت کرتے ہو۔ حالاں کہ تم افضل ہو چوں کہ تمہارے اندر زندگی ہے۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ: ان بتوں کو اتنا شعور بھی نہیں کہ ان کی عبادت کرنے والے انسانوں کو دوبارہ کب زندہ کیا جائے گا، آیت میں مشرکین کے لیے تہکم ہے چوں کہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں جس میں حس وحرکت، اور شعور کلی طور پر مفقود ہے۔

۱؎ ابوالسعود ۳/ ۱۶۷ ۲؎ زاد المسیر ۴/ ۴۳

معبود حقیقی تو ایک ہی ہے

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ:...... تمہارا معبود جو عبادت کا مستحق ہے وہی معبود ہے جو واحد ہے اور لاشریک ہے۔ فَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ: جو لوگ دوبارہ اٹھائے جانے کی تصدیق نہیں کرتے اور جزا کا انکار کرتے ہیں ان کے دل اللہ کی وحدانیت کے منکر ہیں۔ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ: وہ تکبر کرتے ہیں اور قبول حق سے پہلوتہی کرتے ہیں حالاں کہ دلائل روز روشن کی طرح ان کے سامنے عیاں ہو چکے ہیں۔ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ پر مشرکین کے احوال پوشیدہ نہیں ہیں وہ پوشیدہ وظاہر سب کو جانتا ہے۔ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ: توحید وایمان سے تکبر کر کے روگردانی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ: اور جب ان منکرین سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے رسول کریم ﷺ پر کون سی چیز نازل کی ہے؟ قَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ: استہزا کے طور پر کہتے ہیں: صرف خرافات اور سابقہ امتوں کی باطل باتیں نازل کی ہیں، یہ تو رب العالمین کا کلام نہیں ہے، مفسرین کہتے ہیں: مشرکین مکہ میں داخل ہونے والے راستوں پر بیٹھ جاتے اور آنے والے زائرین کو رسول کریم ﷺ سے متنفر کرتے، اور جب زائرین پوچھتے کہ محمد ﷺ پر کیا چیز نازل کی گئی ہے؟ مشرکین جواب دیتے باطل باتیں اور پہلے لوگوں کی باطل کہانیاں۔[1]

مشرکین کا اپنے متبعین کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا اور بہتان

لِیَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ:...... مشرکین یہ بہتان اس لیے کہتے ہیں تاکہ اپنے گناہوں کا پورا پورا بوجھ اٹھائیں دراں حالیکہ ان کے بوجھ سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ: اور اس لیے تاکہ اپنے متبعین کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں جنہیں بغیر دلیل کے گمراہ کرتے رہے، گویا وہ رؤسا کہلائے، گمراہی میں ان کی پیروی کی جاتی تھی، اسی لیے وہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ متبعین کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ: اَلَا برائے تنبیہ ہے۔ یعنی اے لوگو! متنبہ رہو، مشرکین جو بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائیں گے وہ بہت برا بوجھ ہوگا، اس سے مقصود زجر میں مبالغہ پیدا کرنا ہے۔ قَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: یعنی کفار مکہ سے پہلے مجرمین پیغمبروں کے ساتھ مکر وفریب کرتے رہے اور اللہ کے نور کو بجھانے کی کوششیں کرتے رہے، اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے۔ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْیَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ: تو اللہ تعالیٰ نے ان (کے منصوبوں) کی عمارتوں کی بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، کفار پیغمبروں کے ساتھ جو مکر وفریب کرتے تھے اس کی یہ تمثیل ہے۔ فَخَرَّ عَلَیْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ: ان کے اوپر ان کی عمارتوں کی چھت بھی گر پڑی، عمارتیں منہدم ہو گئیں اور وہ سب موت کے منہ میں چلے گئے۔ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ: ان لوگوں پر ہلاکت اور تباہی وہاں سے آئی جہاں کا ان کے دلوں میں گمان تک نہیں تھا، آیت ہلاکت وتباہی کا واضح منظر پیش کر رہی ہے، اس میں مکر وفریب تدبیر کرنے والوں کا تمسخرانہ انداز میں انجام بتایا گیا ہے، یہ لوگ اللہ کی دعوت پر توقف کیے ہوئے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے مکر وفریب کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ اور ان کی تدابیر اکارت نہیں جائیں گی حالاں کہ اللہ نے انہیں گھیرے میں لے رکھا ہے۔

بروز قیامت مشرکین سے مطالبہ

ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُخْزِیْهِمْ:...... پھر قیامت کے دن دائمی عذاب میں اللہ انہیں ذلیل ورسوا کرے گا۔ وَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِیْهِمْ: اللہ تعالیٰ ان کفار سے بطور توبیخ کہے گا: وہ شرکا کہاں ہیں جن کی وجہ سے تم انبیا سے جھگڑتے تھے اور ان سے عداوت کرتے تھے؟ انہیں حاضر کرو تاکہ تمہاری سفارش کریں، اسلوب کلام سے استہزا اور تہکم نمایاں ہوتا ہے۔ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ: دعوت دینے والے لوگ اور علما ان بدبختوں پر خوشی کرتے ہوئے پھبتی کسیں گے کہ آج کے دن ذلت ورسوائی اور اللہ

---

[1] البحر ۵/۴۸۴

کے عذاب نے کفار کو احاطے میں لے رکھا ہے۔ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ: فرشتے گندی روحوں کو قبض کر لیں گے درحالیکہ وہ کفر وشرک کر کے اپنے اوپر ظلم کے مرتکب تھے۔ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ: موت کے وقت عادت دنیا یعنی کفر وعناد اور سرکشی کے برخلاف سر تسلیم خم کر دیں گے اور کہیں گے: ہم نے شرک کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ ہی ہم نے نافرمانی کی ہے جیسا کہ قیامت کے دن کہیں گے۔ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ: یعنی اللہ کی قسم ہم تو مشرکین نہیں تھے۔ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب کرے گا اور کہے گا: کیوں نہیں، تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم معصیت کے مرتکب ہوئے اور مجرمین ہو۔ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا: جہنم میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس میں ٹھہرے رہو گے۔ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ: جہنم بہت بڑا ٹھکانا ہے، یہ اللہ کی اطاعت سے روگردانی کرنے والے متکبرین کا ٹھکانا ہے۔

بلاغت: ......ان آیات میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ فَاتَّقُوْنِ: میں جلد بازوں کے لیے بطور التفات خطاب ہے۔ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ: میں اسلوب اطناب ہے، بتوں کے پجاریوں کی سفاہت وکم عقلی کی تاکید ہے۔ اسی طرح لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ: میں بھی۔ يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ: اور تُرِيْحُوْنَ اور تَسْرَحُوْنَ: میں طباق ہے۔ هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ: اور لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: جیسے صیغہائے مبالغہ ہیں۔ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ: میں طباق سلب ہے۔ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ: میں جناس ناقص ہے۔ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ: ان مکر کرنے والوں کی حالت کو ایسی قوم کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو مضبوط ستونوں اور بنیادوں پر عمارتیں تعمیر کرے، یہ عمارتیں منہدم ہو جائیں اور ان پر اوپر سے چھتیں گر جائیں اور وہ سب ہلاک ہو جائیں۔ یہ استعارہ تمثیلیہ ہے، وجہ شبہ یہ ہے کہ جس چیز کو وہ اپنی بقا کا سبب شمار کرتے تھے وہی چیز ان کی تباہی کا سبب بن گئی، جیسے ضرب المثل ہے "جو دوسرے کے لیے کھودتا ہے وہی اس میں گر پڑتا ہے۔"

فائدہ: ......قرطبی کہتے ہیں: سورۃ النحل کو "سورۃ النعم" کا نام دیا گیا ہے چوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بکثرت نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے۔[1]

متقین کے لیے جنت میں تیار نعمت

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ
وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ
يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع
وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ
دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾

[1] القرطبی ۱۰/۳۶

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ
وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾
إِن تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٣٧﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ
جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ ۚ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾
لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ﴿٣٩﴾ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ
ربع إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي
الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٤٢﴾
وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ ۚ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾
النصف بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾
أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَن يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ
لَا يَشْعُرُونَ ﴿٤٥﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُم بِمُعْجِزِينَ ﴿٤٦﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ
لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٤٧﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا
لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ
لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۩ ﴿٥٠﴾

السجدة ۳

ترجمہ: ......اور جو لوگ کفر و شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ انہوں نے کہا کہ بڑی خیر نازل فرمائی، جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھے کام کیے ان کے لیے بھلائی ہے اور بلاشبہ دار آخرت بہتر ہے، اور البتہ متقیوں کا گھر اچھا ہے،﴿۳۰﴾ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان میں وہ داخل ہوں گے، ان باغوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان کے لیے اس میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، اسی طرح اللہ ان کو بدلہ دیتا ہے، جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔﴿۳۱﴾ جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو تم اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ۔﴿۳۲﴾ یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کے رب کا حکم آجائے، اسی طرح ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے، اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے،﴿۳۳﴾ سو انہوں نے جو برے کام کیے ان کی سزائیں انہیں مل گئیں اور جس چیز کا وہ مذاق بناتے تھے اس نے انہیں آکر گھیر لیا۔﴿۳۴﴾ اور جن لوگوں نے شرک کیا انہوں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے نہ ہم نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے، ان لوگوں نے ایسا ہی کیا جو ان سے پہلے تھے سو رسولوں کے ذمے صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے،﴿۳۵﴾ اور بلاشبہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو، سو ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے بعض ایسے تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی، سو تم زمین میں

چلو پھرو پھر دیکھو لو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ۳۶ اگر آپ ان کی ہدایت پر حرص کریں سو بلاشبہ اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرتا ہے اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ۳۷ اور ان لوگوں نے خوب زوردار طریقے پر اللہ کی قسم کھائی کہ جو شخص مرجاتا ہے اللہ اسے نہ اٹھائے گا، ہاں اللہ ضرور اٹھائے گا، یہ پکا وعدہ ہے جسے اللہ نے اپنے ذمّے لازم کر لیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ۳۸ تاکہ اللہ ان لوگوں کے لیے ان باتوں کو بیان فرمادے جن کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں، اور تاکہ کافر لوگ جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے، ۳۹ ہم جس کسی چیز کو پیدا کرنا چاہیں اس کے بارے میں ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہوجا لہٰذا وہ وجود میں آجاتی ہے۔ ۴۰ اور جن لوگوں نے مظلوم ہونے کے بعد اللہ کے بارے میں ہجرت کی ہم انہیں دنیا میں ضرور بالضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے اور یہ بات یقینی ہے کہ آخرت کا ثواب بدرجہا بڑا ہے، کاش! یہ لوگ جان لیں، ۴۱ وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ۴۲ اور آپ سے پہلے ہم نے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، سو تم اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔ ۴۳ ان رسولوں کو دلائل اور کتب کے ساتھ بھیجا، اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے بیان کریں جو آپ کی طرف اتارا گیا اور تاکہ وہ لوگ فکر کریں۔ ۴۴ جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا اس بات سے بےخوف ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آجائے جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو۔ ۴۵ یا اللہ ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے سو یہ لوگ عاجز کرنے والے نہیں ہے۔ ۴۶ یا ان کو کم کرتے کرتے پکڑ لے سو بلاشبہ تمہارا رب بڑا مہربان ہے بڑا رحیم ہے۔ ۴۷ کیا ان لوگوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا جو اللہ نے پیدا فرمائی ہیں ان کے سائے دائیں طرف اور بائیں طرف کو اس طرح جھکتے ہیں کہ وہ اللہ کے فرمانبردار ہیں اور عاجز ہیں۔ ۴۸ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے حیوانات اور فرشتے یہ سب اللہ کے حکم کے فرمانبردار ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے، ۴۹ وہ اپنے رب کی شان قاہریت سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ ۵۰

ماقبل سے ربط وتعارف:...... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے کفار اشقیا جنہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کے حال سے آگاہ کیا۔ ان ظالموں نے قرآن کو پہلے لوگوں کے افسانے قرار دیا، آخرت میں ان کے عبرتناک وذلت آمیز انجام کی خبر دی گئی ہے۔ اب ان آیات میں متقین کے لیے بہشتوں میں تیار نعمت کدوں کا بیان ہے تاکہ اہل سعادت اور اہل شقاوت میں فرق واضح ہوجائے۔ ابرار وفجار میں قرآن کے بیان کردہ طریقے پر دونوں گروہوں کے درمیان مقارنت سے بھی فرق واضح ہوجائے۔

لغات: وَالزُّبُرِ:...... زبور کی جمع ہے آسمانی کتب زبرت الکتاب یعنی تم نے کتاب لکھی۔ یَخْسِفَ: خسف المکان خسوفاً زمین میں دھنس جانا، غائب ہوجانا۔ یَتَفَیَّؤُا: ایک طرف سے دوسری طرف مائل ہوتا ہے۔ سائے کو بھی فیئ کہا جاتا ہے چوں کہ سایہ بھی ایک جہت سے دوسری جہت کی طرف مائل ہوتا ہے۔ دٰخِرُوْنَ: ذلیل وخوار۔ ذورمہ کہتا ہے:

فلم یبق اِلّا داخر فی محیس ومنجعر فی غیر ارضِك به فی جحر

قید خانے میں صرف ایک ذلیل وخوار باقی بچا ہے اور تمہارے علاقہ کے علاوہ سوراخ میں پناہ لینے والا۔

اہل تقویٰ اور اہل ایمان کا مکالمہ

تفسیر: وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا:...... دوسرے گروہ سے کہا جائے گا، دوسرا گروہ اہل تقویٰ اور اہل ایمان پر مشتمل ہوگا۔ مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّکُمْ ؕ قَالُوْا خَیْرًا: یعنی تمہارے رب نے اپنے پیغمبر پر کیا چیز نازل کی ہے؟ انہوں نے کہا: نری خیر نازل کی ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ مکالمہ ایام حج میں ہوتا تھا، چنانچہ جب کوئی شخص مکہ آتا تو وہ مشرکین سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کرتا اور آپ کی نبوت کے بارے میں پوچھتا۔ اہل مکہ کہتے: وہ تو جادوگر ہے، کاہن ہے اور جھوٹا ہے۔ پھر وہ مسلمانوں کے پاس آتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی کے بارے میں پوچھتا۔ مسلمان جواب دیتے: اللہ تعالیٰ نے آپ پر نری خیر، ہدایت اور قرآن نازل کیا ہے۔[1] لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ: ان نیکوکاروں کے لیے دنیا میں بہت اچھا

[1] الرازی ۲۰/ ۲۳

بدلہ ہے۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ: اور آخرت میں ان کو جنت کی صورت میں جو اجر وثواب ملے گا وہ دنیا کے بدلے سے بدر جہا افضل واعلیٰ ہے، چوں کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ: پرہیز گاروں کا ٹھکانا آخرت کا ٹھکانا بہت اچھا ہے اور وہ جَنّٰتُ عَدْنٍ: اقامت کی بہشتیں ہیں۔ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: ان بہشتوں میں داخل ہوں گے جن کے درختوں اور محلات کے درمیان سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ: وہ ان بہشتوں میں جو چاہیں گے انہیں ملے گا اس میں کوئی تنگی اور تکان نہیں ہوگی اور نہ ہی اس میں انقطاع ہوگا۔ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ: اللہ تعالیٰ اپنے پرہیز گار بندوں کو جو محارم سے بچتے ہیں اس کے احکام بجالاتے ہیں ایسا ہی اجرو ثواب اور بدلہ دے گا۔ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ: اور فرشتے جن لوگوں کی روحیں قبض کریں گے دراں حالیکہ وہ نیکوکار ہوں، شرک اور معاصی کی گندگی سے پاک ہوں، اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے ان کے نفوس پاکیزہ ہوں۔ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ: فرشتے انہیں سلام کریں گے اور انہیں جنت کی خوشخبری سنائی گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: فرشتے اللہ کی طرف سے انہیں سلام پیش کریں گے۔ اور انہیں خبر دیں گے کہ وہ دائیں ہاتھ والے ہیں۔[1] ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: دنیا میں تم نے جو نیک اعمال کیے ہیں ان کے بدلے میں جنت تمہیں مبارک ہو۔

مشرکین کو زجر وتوبیخ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ:...... ایک بار پھر مشرکین کی توبیخ کی جارہی ہے چوں کہ وہ باطل پہ پل پڑے ہیں اور دنیا سے دھوکے میں پڑے ہیں۔ معنی ہے: یہ لوگ دو چیزوں میں سے کسی ایک کے انتظار میں ہیں: یا تو انہیں موت آجائے یا ان پر عذاب آجائے۔ کیا ان مکذبین کے انجام میں عبرت کا سامان نہیں؟ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ:...... اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے پہلے مجرموں کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا یہاں تک کہ ان پر عذاب نازل ہوگیا۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ: اللہ نے انہیں عذاب دے کر اور انہیں ہلاک کر کے ان پر ظلم نہیں کیا، لیکن ان کفار نے کفر وشرک اور معصیت کا ارتکاب کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا: انہیں کفر کی سزائیں اور برے اعمال کی جزا بھگتنی پڑی۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: ان کی استہزا اور مذاق کا بدلہ ان پر نازل ہوا اور اس نے ان کا احاطہ کر لیا، اس سے مراد درکِ جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا: اہل کفر وشرک نے کہا، مراد کفار قریش ہیں۔ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ: اگر اللہ چاہتا ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے اور نہ ہمارے آباؤ اجداد ان کی عبادت کرتے، اور اگر اللہ چاہتا جن چیزوں کو ہم نے حرام کیا ہے۔ مثلاً بحیرہ وسائبہ وغیرہ ان کو حرام نہ کرتے، مشرکین یہ بات بطور استہزا کہتے تھے۔ بطور اعتقاد نہیں کہتے تھے، ان کی غرض ہے کہ ان کا شرک اور بعض ذبائح کو حرام قرار دینا اللہ کی مشیئت سے ہے، اللہ ہم سے راضی ہے، ہمارا یہ فعل حق وصواب ہے۔[2] كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: ان سے پہلے لوگ بھی اسی طرح تکذیب اور استہزا کرتے رہے اور وہ بھی ان ہی کی طرح باطل طریقے سے استدلال کرتے تھے، وہ اپنے کفر ومعصیت کو بھول جاتے تھے، جب کہ انہیں اللہ کے پیغمبر عذاب وغضب سے ڈراتے اس کے بعد وہ اپنے اختیار سے کفر وشرک کرتے۔ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ: پیغمبروں کے ذمے تو صرف تبلیغ ہے، رہی بات ہدایت اور ایمان کی سو اس کا اختیار اللہ کے پاس ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ:...... ہم نے ساری مخلوق کی طرف پیغمبر بھیجے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اسے یکتا مانو، اللہ کے علاوہ ہر معبود کو چھوڑ دو جیسے شیطان، کاہن اور بت وغیرہ۔ اور ہر وہ چیز جو گمراہی کی طرف بلاتی ہو اسے چھوڑ دو۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ:

---

[1] الطبری ۱۴/۱۰۱ [2] مشرکین کا یہ جدید مقولہ ہے، شرک کی علت میں یہی داغا جاتا ہے جب کہ یہ نرا وہم ہے اللہ شرک وکفر اور معصیت سے راضی نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً أن اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت. ظلال ۱۴/۳۶۱

ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کو اللہ نے اپنی عبادت اور اپنے دین کی طرف راہنمائی کی ہے اور ہدایت دی ہے پس وہ ایمان لے آئے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ: اور ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جن کے لیے شقاوت اور ضلالت مقدر بن چکی ہے اور وہ کفر وضلالت پر قائم ہیں۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو ایمان کی دعوت دیں ان میں سے جن لوگوں نے دعوت قبول کی اللہ نے انہیں ہدایت سے سرفراز کیا اور جنہوں نے دعوت ٹھکرا دی اللہ نے انہیں گمراہ کر دیا۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ: اے جماعت قریش! زمین کے مختلف اطراف وجوانب میں سفر کرو پھر دیکھو کہ تکذیب کرنے والی امتوں پر کیا کیا عذاب نازل ہوئے، تا کہ ایسا کرنے سے تمہیں عبرت حاصل ہو۔ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ: رسول کریم ﷺ سے خطاب ہے یعنی اے محمد! اگر آپ ان کفار کی ہدایت کے حریص ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کفار میں جبراً ہدایت نہیں پیدا کرے گا، انہوں نے اپنے اختیار سے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ: ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ:..... مشرکین نے پختہ قسمیں اٹھائیں اور قسموں میں خوب مبالغہ کیا کہ اللہ مر جانے والے کو زندہ نہیں کرے گا، مشرکین دوبارہ اٹھائے جانے کو مستبعد سمجھتے تھے اور بوسیدہ ہو جانے کے بعد بعث بعد الموت کو امر دشوار سمجھتے تھے، اللہ نے ان پر یوں رد کیا۔ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ انہیں ضرور اٹھائے گا، اللہ تعالیٰ نے اس کا پکا وعدہ کر رکھا ہے جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ: لیکن اکثر لوگ اللہ کی قدرت نہیں جانتے، چنانچہ دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے ہیں۔ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ: اللہ تعالیٰ انسانوں کو اس لیے زندہ کرے گا تا کہ بعث بعد الموت کے متعلق ان کی گمراہی کھل کر ان کے سامنے آ جائے اور جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں ان کا حق ہونا ان کے سامنے ظاہر ہو جائے اور تا کہ اللہ عدل کو متحقق کر دے۔ دراصل مطیع وعاصی، حق پرست وباطل پرست اور ظالم ومظلوم کے درمیان تمیز کرنا مقصود ہے۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ: اور تا کہ بعث بعد الموت کا انکار کرنے والوں اور اللہ کے وعدہ حق کی تکذیب کرنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ: یعنی کسی معاملے کو وجود میں لانے کے لیے کسی بہت بڑی مشقت یا دقت کی محتاجی نہیں ہوتی چنانچہ ہم کسی چیز کو وجود دینے کے لیے لفظ کُن بولتے ہیں اور وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: مختلف اذہان کو فہم کے قریب کرنے کے لیے یہ اسلوب تعبیر اختیار کیا گیا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ جس کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے لفظ "کُن" کا احتیاج بھی پیش نہیں آتا۔

ہجرت کے فوائد ومنافع

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا: یعنی جن لوگوں نے اپنے وطن، اہل خانہ اور اہل قرابت کو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے چھوڑا جب کہ قبل ازیں انہیں سخت اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ قرطبی کہتے ہیں: مہاجرین کی اس جماعت میں صہیب، بلال، خباب اور عمار رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ اہل مکہ نے ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اذیت کا ہر حربہ آزمایا حتیٰ کہ ان سے کہا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے، جب اہل مکہ نے ان کا راستہ خالی کیا تو وہ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔[1] لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً: ہم انہیں نہایت اچھے ٹھکانے میں جگہ عطا کریں گے۔ یہ ٹھکانا دنیا کے چھوڑے ہوئے ٹھکانوں سے کہیں زیادہ افضل ہوگا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو مدینہ منورہ بطور ٹھکانا عطا فرمایا اور یہ شہر ان کے لیے دار الہجرہ قرار دیا۔ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ: اور آخرت کا اجر وثواب بہت بڑا، اعلیٰ وافضل ہے کاش! لوگوں کو اس عظیم اجر وثواب کا علم ہوتا۔ اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سختیوں، ناگواریوں اور مصائب شدیدہ پر صبر کیا، اپنے وطن کو چھوڑا، اور بھائیوں سے جدا ہوئے، صرف ایک اللہ پر اعتماد کیا اور وہ صرف اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں۔

---

[1] القرطبی ۱۰/ ۱۰۷

تمام انبیاء علیہم السلام بشر تھے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ:...... اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ امتوں کی طرف صرف بشر کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے اور انہی کی طرف وحی بھیجی جس طرح آپ کی طرف وحی بھیجی۔ مفسرین کہتے ہیں: قریش نے محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور وہ کہتے: اللہ اس امر سے بالاتر ہے کہ اس کا رسول بشر ہو۔ بھلا ہماری طرف فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جو ہمارے اوپر نازل ہوتا۔[1] فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ: اے جماعت قریش! علمائے تورات، علمائے انجیل سے پوچھ لو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ تمام انبیا بشر تھے، یعنی اگر تمہیں اس کا علم نہیں تو علمائے اہل کتاب سے پوچھ لو۔ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ: ہم نے انہیں واضح دلائل اور کھلم کھلا براہین کے ساتھ بھیجا جو ان کی سچائی پر دلالت کرتے تھے اور انہیں مقدس کتابیں دے کر بھیجا۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ: اور ہم نے تمہاری طرف قرآن نازل کیا جو یاد دہانی کرانے والا ہے اور غافل دلوں کو بیدار کرنے والا ہے۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ: تا کہ آپ لوگوں کو احکام اور حلال وحرام سے آگاہ کریں۔ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ: تا کہ وہ اس قرآن میں غور وفکر کریں اور اس سے نصیحت حاصل کریں۔

کفار اللہ کے عذاب سے نڈر ہو گئے ہیں

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ:...... کیا یہ کفار جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکر وفریب کرتے ہیں اور دار الندوہ میں بیٹھ کر آپ کو قتل کرنے کے متعلق حیلے کرتے ہیں، اس امر سے بے خوف ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے جیسے قارون کو زمین میں دھنسا دیا تھا؟ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ: یا ان کی بے خوفی کی حالت اور اپنی جگہوں میں ٹھہرے رہنے کی حالت میں اچانک ان پر عذاب آ جائے ایسی جگہ سے جہاں کا انہیں وہم وگمان بھی نہ ہو اور ایسی جگہ سے جہاں کا ان کو علم ہی نہ ہو۔

اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ:...... یا انہیں سفر تجارت کے دوران ہلاک کر دے کہ وہ خرید وفروخت میں مصروف ہوں، سو وہ جس حال میں بھی ہوں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰي تَخَوُّفٍ: یا اللہ انہیں ہلاک کر دے دراں حالیکہ خوف زدہ ہوں، عذاب نازل ہونے کے انتظار میں ہوں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس طرح کا عذاب زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے چوں کہ جس تکلیف کی توقع ہوتی ہے وہ زیادہ سخت ہوتا ہے۔[2] فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ: اس لیے رب تعالیٰ تمہیں عذاب دینے میں جلدی نہیں کر رہا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ: کیا یہ کفار اللہ تعالیٰ کے قدرت کی آثار کو دیکھ کر عبرت نہیں حاصل کرتے؟ یعنی کوئی بھی چیز ہے خواہ پہاڑ ہوں، درخت ہوں، پتھر وچٹانیں ہوں اللہ کی ساری مخلوق میں سے۔ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ: ہر چیز کا سایہ ایک جانب سے دوسری جانب کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے اس حال میں کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے اور اس کے حضور سر تسلیم خم کرتے ہوئے۔ کوئی چیز بھی اس کے ارادے اور مشیئت سے خارج نہیں۔ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ: اس حال میں کہ وہ جھک جاتے ہیں۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ: صرف ایک اللہ کے آگے ساری مخلوقات جن میں فرشتے بھی ہیں جھکی ہوئی ہیں، اور وہ اس کی عبادت سے ذرہ تکبر نہیں کرتے۔ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۝ اور وہ اللہ کے جلال وعظمت سے ڈرتے ہیں اور اس کے احکام ہمیشہ بجالاتے ہیں۔

بلاغت:...... ان آیات میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ قَالُوْا خَيْرًا: میں حذف وایجاز ہے تقدیری عبارت یوں ہے: قَالُوْا اَنْزَلَ خَيْرًا. مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ: میں اطناب ہے۔ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ: اور لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ: اور عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ: میں طباق ہے۔

---

[1] قریش نے نبی کریم ﷺ کو بشر مانا اور رسالت کا انکار کیا، وہ سمجھے رسالت تو فرشتے کے ساتھ خاص ہے وہ بشریت اور رسالت میں تضاد سمجھتے تھے کہ محمد ﷺ تو ہمارے جیسا بشر ہے اس کو رسالت کہاں سے مل گئی، آج بھی ایک فرقہ آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرتا ہے۔ فکلا هما واحد [2] المختصر ۲/ ۳۳۳

لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ:...... مبالغہ کے صیغے ہیں، چوں کہ فعول اور فعیل مبالغہ کے اوزان ہیں۔ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ: میں عام کے بعد خاص کا ذکر ہے چوں کہ اس میں فرشتوں کی زیادہ تکریم و تعظیم ہے۔ یَتَفَكَّرُوْنَ. دٰخِرُوْنَ. لَا يَشْعُرُوْنَ: میں سجع ہے۔

فائدہ:...... آیت کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا: سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ نبوت صرف مردوں کے حصے میں آئی ہے، رہی بات عورتوں کی سوان میں کوئی نبیہ نہیں ہوئی، یہ دقیق استنباط ہے۔

تنبیہ:...... ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے: تقدیر کو حجت بنانا باطل ہے، اس پر تمام اہل عقل اور اہل ادیان کا اتفاق ہے۔ اسی لیے جب مشرکین نے کہا: لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا: اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر یوں رد کیا۔ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ (سورہ الانعام، آیت ۱۴۸)

مشرکین اپنی فطرت اور عقول سے جانتے ہیں کہ یہ حجت محض باطل ہے۔ چنانچہ اگر ایک مشرک کسی دوسرے مشرک پر ظلم کرے یا اسے قتل کا ارادہ کرے یا اس کی بیوی کے ساتھ زنا کا ارادہ کرے یا برابر اس پر ظلم کرتا رہے، لوگ اسے روکیں اور وہ کہے: اگر اللہ چاہتا تو میں ایسا نہ کرتا، یعنی میں اللہ کی مشیت سے ایسا کرتا ہوں، لوگ اس کی حجت و دلیل کو قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ خود کسی دوسرے سے یہ حجت قبول کرنے کو تیار ہوگا۔ اس طرح کی حجت بازی گناہگار شخص اپنے سے ملامت کو دور کرنے کے لیے بلاوجہ کرتا ہے۔ جس کا کوئی جواز نہیں بنتا۔[1]

عبادت و بندگی کا حکم اور اہل جاہلیت کی امثال کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ
الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔــرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا
بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ
لَتُسْــَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ
اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ
اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ ع ۱۴
مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ
سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ
لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ
الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا

[1] عن محاسن التأویل الجزء العاشر بایجاز

لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ ع ٩
لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ
النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾
وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِىْ
مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ
شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ
يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَىْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٧٠﴾ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ ع ١٠
عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ
اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ
وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَيَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٧٣﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا
لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧٤﴾

ترجمہ:......اور اللہ نے فرمایا کہ دو معبود مت بناؤ، وہ صرف ایک ہی معبود ہے، سو تم مجھ ہی سے ڈرو، ﴿٥١﴾ اور اسی کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، اور فرماں برداری کرنا صرف اسی کا حق ہے، کیا تم اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے ہو؟ ﴿٥٢﴾ اور تمہارے پاس جو بھی کوئی نعمت ہے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو، ﴿٥٣﴾ پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں سے ایک جماعت اسی وقت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے۔ ﴿٥٤﴾ تاکہ وہ ہماری اس نعمت کے منکر ہو جائیں، سو تم نفع حاصل کر لو، پھر عنقریب جان لو گے۔ ﴿٥٥﴾ اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کی لیے حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں کچھ بھی علم نہیں، اللہ کی قسم تم سے اس بارے میں ضرور ضرور پرسش ہوگی جو تم افترا پردازی کرتے ہو۔ ﴿٥٦﴾ اور اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے لیے اپنی چاہت کی چیز، ﴿٥٧﴾ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے، ﴿٥٨﴾ اسے جو بشارت دی گئی اس کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپا ہوا رہتا ہے آیا اسے ذلت پر رو کے رہے یا اسے مٹی میں گاڑ دے، خبردار ان کے فیصلے برے ہیں، ﴿٥٩﴾ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے، اور اللہ کے لیے بلند صفات ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ ﴿٦٠﴾ اور اگر اللہ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان کا مؤاخذہ فرمائے تو زمین پر کسی بھی چلنے والے کو نہ چھوڑے، لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے سو جب ان کا وقت معین آ جائے گا تو ایک گھڑی نہ مؤخر ہوں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ ﴿٦١﴾ اور اللہ کے لیے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جسے مکروہ جانتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹا دعویٰ کرتی ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہے، یہ لازمی بات ہے کہ ان کے لیے دوزخ ہے اور وہ سب سے پہلے بھیجے جائیں گے، ﴿٦٢﴾ اللہ کی قسم ہم

نے امتوں کی طرف آپ سے پہلے رسول بھیجے سو شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال اچھے کر کے دکھلائے سو وہ آج ان کا رفیق ہے، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، (۶۳) اور ہم نے آپ پر کتاب اسی لیے نازل کی کہ آپ ان کے لیے وہ بات بیان فرمادیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، اور یہ کتاب ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں، (۶۴) اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا سو اس کے ذریعے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ فرمادیا، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو سنتے ہیں۔ (۶۵) اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپایوں میں عبرت ہے، ہم تمہیں اس چیز میں سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے، گوبر اور خون کے درمیان سے ایسا دودھ جو خالص ہے پینے والوں کے حلق میں آسانی سے اترنے والا ہے، (۶۶) اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے ہم تمہیں رزق دیتے ہیں ان سے تم نشے کی اور کھانے کی عمدہ چیز بناتے ہو، بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سمجھ رکھتے ہیں، (۶۷) اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی جی میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ان عمارتوں میں جو لوگ اونچے گھر بناتے ہیں، (۶۸) ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا پھر تو اپنے رب کے راستوں میں چل جو آسان کر دیے گئے ہیں، اس کے پیٹوں سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں، (۶۹) اور اللہ نے تمہیں پیدا فرمایا پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو نکمی عمر تک پہنچا دیے جاتے ہیں تاکہ وہ علم کے بعد کچھ بھی نہ جانیں، بلاشبہ اللہ جاننے والا ہے قدرت والا ہے۔ (۷۰) اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی، سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو اس طرح دینے والے نہیں ہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں، کیا پھر بھی اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ (۷۱) اور اللہ نے تم میں سے تمہارے لیے بیویاں بنادیں، اور تمہاری ان بیویوں سے تمہارے لیے بیٹے اور پوتے پیدا فرمادیے، اور تمہیں عمدہ چیزیں کھانے کے لیے عطا فرمائیں، کیا پھر بھی وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں، اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں، (۷۲) اور وہ لوگ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں میں سے اور زمین میں سے انہیں رزق دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ انہیں قدرت ہے، (۷۳) سو تم اللہ کے لیے امثال تجویز نہ کرو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (۷۴)

ماقبل سے ربط و تعارف:...... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم ہے اور اس کی سلطنت کے آگے منقاد ہے، اب یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ صرف اس کی عبادت کی جائے چوں کہ وہ خالق و رازق ہے، پھر اہل جاہلیت کی گمراہیوں کی امثال بیان کی ہیں اور لوگوں کو اللہ نے اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں تاکہ اس کی عبادت کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔

لغات: وَاصِبًا:...... دائمی اور لازمی طور پر، جوہری کہتے ہیں: وصب الشیء وصوبًا فلاں چیز دائمی ہے۔ اسی سے ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ: دائمی عذاب۔ شاعر کہتا ہے:

وھریم رعدہ واصب یعنی بادل ہیں جن کی کڑک لگاتار ہے۔

تَجْـَٔرُوْنَ:...... الجؤار۔ بآواز بلند پکارنا، فریاد کرنا۔ جار چیخا، اعشی گائے کی تعریف میں کہتا ہے۔

فطافت ثلاثا بین یوم ولیلۃ وکان النکیر ان تطیف وتجأرا

دن اور رات میں تین چکر لگاتی ہے اور وہ چکر لگانے اور آواز نکالنے کو اجنبی سمجھتی ہے۔

كَظِيْمٌ:...... غم و غصے سے بھرا ہونا، الکظم، منہ کا بھر جانا کہ غصے سے بات نہ کر سکے۔ يَتَوَارٰى: روپوش ہو جاتا ہے۔ هُوْنٍ: ذلت و رسوائی۔ فَرْثٍ: گوبر، لَيسَآئِغًا: لذیذ، مزیدار جو گلے سے بآسانی اتر جائے۔ ذُلُلًا: ذلول کی جمع ہے مسخر کی ہوئی چیز جس میں کوئی تھکان نہ ہو۔ وَحَفَدَةً: اولاد کی اولاد۔ یہ ازہری کا قول ہے۔ اَلْحَفَدَةُ: خدام اور معاونین۔

معبود حقیقی ایک ہی ہے جو بے نیاز ہے

تفسیر: وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ:...... یعنی دو خداؤں کی عبادت نہ کرو چوں کہ معبود برحق میں تعدد و کثرت نہیں۔ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ:

یعنی تمہارا معبود اکیلا ہے یکتا ہے، فرد واحد ہے جو بے نیاز ہے۔ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ: صرف مجھ سے ڈرو، میرے سوا کسی اور سے نہ ڈرو۔ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ: یعنی اللہ کی بادشاہت ہے، اور اس کی مخلوق اور بندے ہیں۔ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا: اسی کی اطاعت وانقیاد واجب وثابت ہے، وہی معبود برحق ہے۔ وہی اطاعت خالص کا سزاوار ہے۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ: ہمزہ برائے انکار ہے، بھلا تم اللہ کے علاوہ اوروں سے کیوں ڈرتے ہو، نفع ونقصان اسی کے اختیار میں ہے، پھر غیر اللہ سے ڈرنے کی کیا تک بنتی ہے۔ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ: اے لوگو! تمہیں جو رزق، نعمت، عافیت، نصرت وسطوت سے نوازا گیا ہے یہ محض اللہ کا فضل وکرم اور اس کا احسان ہے۔ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ: پھر جب تمہیں فقر و فاقہ، بیماری اور دیگر پریشانیوں کی بدحالی پیش آتی ہے تو اس وقت تم لوگ اسی کے حضور فریاد کرتے ہو، یعنی بدحالی اور تنگی کے عالم میں تم اللہ کے ہاں پناہ ڈھونڈتے ہو اور اپنے دیوتاؤں کو بھول کر اسی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہو۔ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ: جب بدحالی اور تنگی چھٹ جاتی ہے تو تم میں سے ایک جماعت پھر سے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی طرف رجوع کر لیتی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت میں ہلاکت سے نجات ملنے کے بعد شرک میں جت جانے پر تعجب کیا جا رہا ہے اور کلام سے یہی غرض مطلوب ہے۔[1]

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ:...... تاکہ ہم نے انہیں جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کی ناشکری کریں، نعمت سے مراد تکلیف وآزمائش کا چھٹ جانا ہے۔ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ: اس جہان فانی سے عارضی نفع حاصل کرو، عنقریب تمہیں اپنے انجام کا علم ہو جائے گا اور تم اپنے اوپر نازل ہونے والا عذاب دیکھ لوگے، امر برائے تہدید و وعید ہے۔ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ: اور ہم نے انہیں جو رزق غلہ اور چوپائے عطا کیے ہیں اس میں سے اپنے بتوں کے لیے حصہ مقرر کر لیتے ہیں جب کہ انہیں ان بتوں کی خدائی کا کوئی علم نہیں اور نہ ہی ان کے پاس بتوں کی خدائی کے متعلق کوئی دلیل وحجت ہے۔ تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ: اللہ کی قسم! اے مشرکین! تم سے ضرور اللہ پر جھوٹ باندھنے کا سوال کیا جائے گا، سوال سے مراد سوال توبیخ ہے۔

اللہ کی طرف بیٹیوں کی نسبت

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ:...... ان مشرکین کی جہالت اور حماقت کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ یہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، اللہ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہیں اور اپنے لیے بیٹوں کو منتخب کرتے ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ: اللہ تعالیٰ اس افترا اور بہتان سے پاک ومنزہ ہے۔ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ: اور اپنے لیے بیٹوں کو مخصوص کرتے ہیں باوجود یہ کہ اپنے لیے بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں۔ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى: اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے۔ ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا: غم وحزن کے مارے اس کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے اور اس پر درماندگی چھا جاتی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: چہرے کا سیاہ پڑنا غم وحزن سے کنایہ ہے ایسا نہیں کہ حقیقت میں کالا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جس شخص کو کوئی ناگوار واقعہ پیش آ جاتا عرب کہتے: اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا۔[2] وَهُوَ كَظِيْمٌ: وہ غیظ وغم سے بھر جاتا ہے۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ: بیٹی کی پیدائش پر اسے قوم کی طرف سے جو ننگ وعار ملنے کا خوف ہوتا ہے اس کے مارے وہ قوم سے منہ چھپائے پھرتا ہے، گویا بیٹی کو وہ بلا ومصیبت سمجھتا ہے، خدائی عطیہ نہیں سمجھتا، پھر اس عار سے نمٹنے کے متعلق منصوبے بناتا ہے۔ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ: آیا کہ وہ ننگ وعار کے ساتھ اس بیٹی کو قبول کر لے یا اسے زندہ حالت میں زمین میں گاڑ دے؟ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ: سنو! ان کا یہ عمل نہایت برا اور قبیح ہے اور ان کا یہ فیصلہ بہت برا ہے، چوں کہ انہوں نے خالق باری تعالیٰ کی طرف بیٹیاں منسوب کر دی ہیں، حالاں کہ بیٹیاں ان کے نزدیک باعث عار اور موجب ذلت ہیں۔ جب کہ بیٹوں کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی نسب گردانی سے بالاتر اور منزہ ہے۔ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ: جو لوگ آخرت کی تصدیق نہیں کرتے اور نری جہالت کی بنیاد پر اللہ کی طرف بیٹیاں منسوب کرتے ہیں ان کی بہت بری اور قبیح حالت ہے، چنانچہ نقص ان ہی کی طرف منسوب ہے اللہ کی طرف نہیں۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى: اعلیٰ اور عظیم الشان صفات تو صرف اللہ کے لیے

---

[1] القرطبی ۱۰/۱۱۶ [2] القرطبی ۱۰/۱۱۶

ہیں، مطلق کمال اللہ کو حاصل ہے اور وہ مخلوق کی صفات سے پاک و منزہ ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ: غلبہ بادشاہت اسی کو حاصل ہے اور وہ اپنی تدابیر میں حکیم ہے۔ اس کے بعد خبر دی جارہی ہے کہ مشرکین کے ظلم کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ تحمل و بردباری کا معاملہ کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ڈھیل وقت معین تک ہے

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ:...... اگر اللہ تعالیٰ ان کے کفر و معاصی کی بنا پر ان کی دارو گیری کرتا اور انہیں سزا دینے میں جلدی کرتا۔ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ: تو سطح زمین پر کسی رینگنے والے جاندار کو نہ چھوڑتا نہ کسی انسان کو اور نہ کسی حیوان کو۔ وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى: لیکن بتقاضائے حکمت وقت مقررہ تک انہیں مہلت دے رہا ہے۔[1] فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ: جب ان کی ہلاکت کا مقررہ وقت آئے گا لمحہ بھر کے لیے بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ''ہم نے ان کی ہلاکت کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔'' (سورۃ الکھف: آیت ۵۹)

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ:...... اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں باوجود یہ کہ اپنے لیے بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں، یہ سابقہ مضمون کی تاکید ہے اور اس سے مقصود توبیخ ہے۔ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى: اللہ تعالیٰ کی طرف بری باتیں منسوب کرتے ہیں اس کے باوجود ان کا دعویٰ ہے کہ اللہ کے ہاں ان کی عاقبت اچھی ہوگی اور وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ: حقیقت میں ان کے لیے برا ز ملال جگہ ہے یعنی دوزخ کی آگ ان کا مقدر بن چکی ہے اور اس کے بعد کوئی اور عذاب باقی نہیں رہتا۔ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ: انہیں دوزخ کے عذاب کی طرف جلد از جلد لایا جائے گا۔[2] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے بھیجنے کا ذکر کیا ہے تاکہ نبی کریم ﷺ ان کے نقش قدم پر چل کر اذیتوں پر صبر کریں۔ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ: اے محمد! اللہ کی قسم! آپ سے پہلے ہم نے مختلف اقوام کی طرف پیغمبر مبعوث کیے، چنانچہ شیطان نے ان اقوام کے قبیح اعمال آراستہ کرکے انہیں دکھائے یہاں تک کہ انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلانا شروع کردیا اور پیغمبر جو معجزات پیش کرتے انہیں رد کردیتے۔ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ: چنانچہ شیطان دنیا میں آج ان کا مددگار ہے اور وہ بہت برا مددگار ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: آخرت میں انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ: اے محمد! ہم نے آپ پر قرآن صرف اس لیے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے وہ عقائد و احکام واضح کریں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، یہ اس لیے تاکہ لوگوں پر اتمام حجت ہوجائے۔ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: اور ہم نے قرآن نازل کیا جو دلوں کی ہدایت ہے، رحمت و شفا ہے، لیکن اس شخص کے لیے جو ایمان لائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر عظیم قدرت کے دلائل پیش کیے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بادلوں سے پانی نازل کیا، اس پانی سے سبزہ اور فصلیں اگائیں بعد اس کے کہ زمین قحط زدہ اور خشک ہوچکی ہوتی ہے۔ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ: سبزے کو زندہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ پر کھلی دلالت ہے، یہ دلالت ان لوگوں کے لیے ہے جو نصیحت سنیں اور عقلمندی سے کام لیں۔

اہل خرد کے لیے سامان عبرت

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً:...... اے لوگو! چوپایوں اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکریوں میں تمہارے لیے نصیحت کا سامان ہے اور عقلا کے لیے سامان عبرت ہے۔ ان چوپایوں کی تخلیق و تسخیر میں اللہ کی قدرت، عظمت و جلال اور اس کی وحدانیت پر دلائل ہیں۔ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ: ان چوپایوں کے پیٹ میں سے ہم تمہیں پلاتے ہیں۔ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا: گوبر اور خون کے بیچ میں سے اور یہ چیز خالص دودھ ہے۔[3]

---

[1] وقت مقررہ سے مراد اختتام عمر یا قیامت ہے یا حلم و بربادی کے تقاضے پر وعدہ مقررہ ہے۔ [2] یہ قتادہ اور حسن کا قول ہے، مجاہد کہتے ہیں: انہیں دوزخ کے عذاب میں چھوڑ دیا جائے گا اور بھولے بسرے ہوں گے۔ [3] زمخشری کہتے ہیں: آیت میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ جاری کیا، گوبر اور خون کو ناپسند کیا جاتا ہے، اس کے باوجود دودھ میں ان کی ملاوٹ تو کجا بو تک شامل نہیں ہوتی، یہ اللہ کی قدرت و حکمت کا شاندار مظاہرہ ہے۔ الکشاف ۲/ ۶۱۵

سَآىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ:...... پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار جو حلق سے بآسانی اتر جاتا ہے اور گلے میں نہیں اٹکتا۔ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر کھجور اور انگوروں کے پھلوں کا انعام کیا جن سے تم شراب بناتے ہو۔ طبری کہتے ہیں: یہ آیت شراب کی حرمت سے پہلے نازل ہوئی شراب اس کے بعد حرام کی گئی۔[1] وَّرِزْقًا حَسَنًا: جیسے چھوہارے اور کشمش، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عمدہ رزق سے مراد: حلال پھل اور ''سکر'' سے مراد حرام پھل ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ: ان چیزوں میں کھلی نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے، اور یہ نشانی ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی عقلوں سے کام لے کر غور وفکر کریں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: یہاں عقل کا ذکر سیاق کلام کے عین مناسب ہے چوں کہ عقل انسانی اعضا میں سب سے افضل عضو ہے، اس لیے تو اس امت پر شراب حرام قرار دی گئی ہے تاکہ امت کی عقل نہ بہکنے پائے۔[2]

شہد میں شفا رکھی ہے

اوپر اللہ تعالیٰ نے دودھ جو گوبر اور خون سے نکلتا ہے اور پھلوں کا ذکر کیا، یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ پر دلالت کرتی ہیں، اب شہد کے نکلنے کا ذکر کیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے شفا بنایا ہے، شہد ایک مکھی سے نکلتا ہے جس کا شمار کمزور حشرات میں ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مکھی میں عجائب قدرت رکھے ہیں، یہ ساری چیزیں صانع کی یکتائی، قدرت وعظمت پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے: وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ: آیت میں وحی سے مراد الہام اور اس کے دل میں بات ڈالنا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو اس کے مصالح الہام کیے اور اسے ہدایت کی کہ وہ مسدس نما عجیب وغریب اپنے گھر بنائے اور ان میں پناہ لے اور اپنے گھر تین جگہوں میں بنائے: پہاڑوں میں، درختوں میں اور چھتریوں میں۔[3] ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ: اور مختلف انواع واقسام کے پھولوں اور پھلوں کی میٹھی، کڑوی اور ترش رس جسے تو پسند کرے چوس، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس چوسی ہوئی رس کو شہد میں تبدیل کر دے گا۔ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا: چراگاہ کی تلاش میں راستوں میں داخل ہو جا اس حال میں کہ یہ راستے تمہارے لیے ہموار کر دیے گئے ہیں آنے جانے میں راستے گم نہیں کرے گی۔

يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ:...... مکھی کے پیٹ سے مختلف رنگوں والا شہد نکلتا ہے سرخ، سفید اور زرد، شہد میں لوگوں کے لیے مختلف بیماریوں کی شفا رکھ دی گئی ہے۔ رازی کہتے ہیں: اگر کوئی شبہ کرے کہ شہد تو صفراوی مزاج کے لیے مضر ہے پھر شہد کو شفا کیسے قرار دے گیا؟ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ شہد تمام لوگوں کے لیے شفا ہے اور ہر بیماری کی شفا اور ہر حال میں شفا ہے، بلکہ بعض لوگوں کے لیے اور بعض بیماریوں کے لیے شفا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے شہد کو شفا قرار دیا جاسکتا ہے۔[4] اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ: اس میں غور وفکر کرنے والے لوگوں کے لیے عبرت اور نصیحت ہے یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ اور عالیشان کاریگری پر غور وفکر کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ: تم کچھ بھی نہیں تھے اللہ نے محض اپنی قدرت سے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری عمریں پوری ہونے پر تمہیں موت دے گا۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ: اور تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو عمر کے نہایت خراب حصے تک پہنچ جاتے ہیں، خراب حصے سے مراد سٹھیا دینے والا بڑھاپا ہے۔ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا: جن چیزوں کو وہ جانتا تھا انہیں بھول جاتا ہے۔ قوت وعقل کم ہو جانے کی وجہ سے وہ بچے کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی تدبیر سے واقف ہے، جو وہ ارادہ رکھتا ہے اس کو وجود دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ چنانچہ جس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو علم سے جہالت کی طرف منتقل کرنے کی قدرت رکھتا ہے اسی طرح وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں: جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہتا ہے وہ عمر کے خراب حصے تک نہیں پہنچتا۔[5]

---

[1] الطبری ۱۴/ ۱۳۴ [2] المختصر لابن کثیر ۲/ ۳۳۶ [3] چھتریوں سے مراد وہ ٹٹیاں ہیں جن پر لوگ بیلیں چڑھا دیتے ہیں۔ [4] التفسیر الکبیر ۲۰/ ۷۲ [5] زاد المسیر ۴/ ۴۶۸

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ:......اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان رزق کے اعتبار سے تفاوت رکھا ہے چنانچہ یہ مالدار ہے تو وہ تنگدرست ہے۔ یہ مالک ہے اور وہ غلام ہے۔ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ: یہ جو لوگ مالدار ہوتے ہیں اپنے غلاموں اور باندیوں کو اللہ کے دیے ہوئے مال میں شریک نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ اپنے غلاموں کے برابر ہو جائیں، اللہ تعالیٰ نے یہ مثال مشرکین کے لیے بیان کی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مشرکین اپنے غلاموں کو اپنے اموال اور عورتوں میں شریک نہیں کرتے، بھلا میرے بندوں (اور مخلوق) کو میرے ساتھ میری بادشاہت میں کیوں شریک کرتے ہیں؟[1] اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ: استفہام برائے انکار ہے یعنی کیا اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہراتے ہیں حالاں کہ اللہ نے ان پر نعمتیں کی ہیں اور فضل کیا ہے؟ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تمہاری جنس میں سے اور تمہاری شکل میں عورتیں پیدا کیں تاکہ تم ان سے مانوس رہو اور محبت و ہمدردی قائم کر سکو۔

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً:......اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان بیویوں سے اولاد اور اولاد کی اولاد عطا فرمائی ہے۔ اولاد کی اولاد (پوتوں) کو "حفدۃ" کہا جاتا ہے چوں کہ پوتے دادا کی خدمت کرتے ہیں اور طاعت کرتے ہیں۔ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ: اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں انواع واقسام کی لذیذ اشیا پھل، غلہ جات اور جانور عطا فرمائے۔ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ: مذکورہ نعمتوں کے تحقق کے بعد مشرکین بتوں پر کیوں ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ استفہام برائے توبیخ ہے۔ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا: یہ مشرکین ایسے بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو بارش برسانے کی قدرت نہیں رکھتے، غلہ اور درخت اگانے کی قدرت نہیں رکھتے اور ان مشرکین کو قلیل وکثیر رزق دینے کی بھی قدرت نہیں رکھتے۔ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ: ان بتوں کو اس کا اختیار حاصل نہیں اور نہ ہی اس پر انہیں قدرت ہے۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ: اور اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو اور اس کے لیے مشابہتیں نہ بناؤ، اللہ ان مثالوں اور مشابہتوں سے بالاتر ہے اس کی کوئی مثال نہیں، اس کی کوئی نظیر نہیں، اس کا کوئی شبیہ نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ: اللہ تعالیٰ حقائق کو جانتا ہے اور تمہیں خالق کی عظمت کا علم نہیں۔

بلاغت:......ان آیات کریمہ میں بلاغت کی انواع واقسام کے پہلو نمایاں ہیں۔ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ: میں التفات ہے، تکلم سے غیبت کی طرف اور غیبت سے تکلم کی طرف، یہ اسلوب اس لیے برتا گیا تاکہ دلوں میں رب تعالیٰ کی ہیبت آ جائے۔ يَسْتَقْدِمُوْنَ......لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ، اَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا، يُؤْمِنُوْنَ......يَكْفُرُوْنَ: میں صنعت طباق ہے۔ كُلِىْ مِنْ كُلِّ: میں جناس ناقص ہے۔ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ: میں لفظ "سبحانہ" جملہ معترضہ ہے یعنی کفار کی قبیح جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مخلوق کو تعجب کا درس دے رہا ہے۔ اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اور عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ: صیغہائے مبالغہ ہیں۔ يَعْقِلُوْنَ، يَعْرِشُوْنَ، يَجْحَدُوْنَ اور يَكْفُرُوْنَ: میں سجع ہے۔ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ: میں تہدید اور وعید ہے۔ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ: شہاب کہتے ہیں: یہ کلام بلیغ کی خوبصورت مثال ہے یعنی ان کی زبانیں جھوٹی ہیں، جیسے عرب کا قول "عينها تصف السحر" یعنی اس کی آنکھ جادو کی ہے۔

بتوں کی عبادت کے بطلان پر مثالیں

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۷۵ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ

[1] المختصر لابن کثیر ۲/ ۳۳۸

هُوَ ۙ وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ
السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٧٧﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ
اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾ اَلَمْ
يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٧٩﴾
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٨٠﴾ وَاللّٰهُ
جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ
مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا
الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا
هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى
اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۣالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٨٧﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ
عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً
وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿٨٩﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ
وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾

ترجمہ: ......اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی، ایک غلام مملوک ہے جو کسی چیز پر قادر نہیں اور ایک وہ شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے اچھا رزق عطا کیا، سو وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر اور لوگوں کے سامنے خرچ کرتا ہے کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں؟ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۷۵﴾ اور اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی، یہ مثال دو آدمیوں کے بارے میں ہے ان میں سے ایک گونگا ہے وہ کسی چیز پر قادر نہیں اور اپنے ولی پر مصیبت بنا ہوا ہے وہ اسے جہاں بھی بھیجتا ہے کوئی خیر لے کر نہیں آتا کیا یہ شخص اور ایسا شخص آپس میں برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہو اور وہ سیدھی راستے پر ہو ﴿۷۶﴾ اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ باتیں، اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہی ہے جسے آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی زیادہ قریب، بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۷۷﴾ اور اللہ نے تمہیں ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم کچھ بھی نہ

جانتے تھے، اور اس نے تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل پیدا فرمائے تا کہ تم شکر کرو، (۷۸) کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر ہیں، اللہ کے سوا انہیں کوئی نہیں روکتا، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کی لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ (۷۹) اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی، اور تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں کے گھر بنائے جن کو تم سفر کرنے کے لیے اور قیام کرنے کے دن ہلکا پاتے ہو، اور اونوں اور اونٹوں کے بالوں اور دوسرے بالوں سے گھر کا سامان اور دوسری چیزیں بنائیں جو ایک مدت تک کام دیتی ہے۔ (۸۰) اور اللہ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو سایہ والی ہیں اور اس نے تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے کرتے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے کرتے بنائے جو لڑائی سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں اللہ تم پر ایسے ہی اپنی نعمت پوری فرماتا ہے تا کہ تم فرماں بردار بنو، (۸۱) سو اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کے ذمے واضح طور پر پہنچا دینا ہے، (۸۲) یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کے منکر ہوتے ہیں ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔ (۸۳) اور جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ قائم کریں گے پھر ان لوگوں کو اجازت نہ دی جائے گی جنہوں نے کفر کیا، اور نہ ان سے اس بات کی فرمائش کی جائے گی کہ اللہ کو راضی کرلیں، (۸۴) اور جن لوگوں نے ظلم کیا جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ مہلت انہیں دی جائے گی، (۸۵) اور جن لوگوں نے شرک کیا جب اپنے شرکا کو دیکھیں گے تو یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شرکا ہیں آپ کو چھوڑ کر ہم جن کی عبادت کرتے تھے، سو وہ ان کی طرف بات ڈالتے ہوئے کہیں گے کہ بلاشبہ تم جھوٹے ہو، (۸۶) اور اس دن اللہ کے حضور میں فرماں برداری کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ افترا پردازی کرتے تھے وہ سب گم ہو جائے گی، (۸۷) جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا ہم عذاب پر ان کا عذاب بڑھا دیں گے اس سبب سے کہ وہ فساد کرتے تھے، (۸۸) اور جس دن ہم ہر امت میں ایک گواہ قائم کریں گے جو انہیں میں سے ہوگا وہ ان کے خلاف گواہی دے گا، اور ہم آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت ہے اور رحمت ہے اور خوشخبری ہے۔ (۸۹) بلاشبہ اللہ عدل کا اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فحش کاموں سے اور برائیوں سے اور ظلم کرنے سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔ (۹۰)

تعارف:...... قبل ازیں مشرکین کی سفاہت کا ذکر ہوا کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اس کے بعد بتوں کی عبادت کے بطلان پر دو مثالیں لائی گئی ہیں، چنانچہ جن بتوں کی مشرکین عبادت کرتے ہیں وہ نفع ونقصان کے مالک نہیں اور وہ کسی بات کا جواب دیتے ہیں اور نہ ہی کچھ سنتے ہیں۔ پھر انسانوں پر کی گئی کچھ نعمتوں کا ذکر ہوا تا کہ انسان منعم حقیقی کی عبادت کریں اور اسی طرف رجوع کر کے اسی کے لیے عمل خالص کریں۔

لغات: اَبْكَمُ:...... گونگا جو بول نہ سکتا ہو۔ كَلٌّ: اَلْكَلُّ: عیال جو دوسروں پر بوجھ ہوتا ہے، یتیم کو اَلْكَلُّ: کہا جاتا ہے چوں کہ وہ اپنے کفیل کے لیے بوجھ ہوتا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے:

أكول لمال الكل قبل شبابه اذا كان عظم الكل غير شديد

زیادہ کھانے والا یتیم کے جوان ہونے سے پہلے ہی اس کا مال ہڑپ کر جاتا ہے جب کہ یتیم میں ابھی تک سمجھ بوجھ نہیں آئی ہوتی۔

كَلَمْحِ:...... جلدی سے دیکھنا۔ ظَعْنِكُمْ: الظعن: سفر، گھاس تلاش کرنے والا۔ "الظعينة" مسافر عورت۔ أَوْبَارِهَا: الوبر: اونٹ کے بال جیسے بھیڑوں کی اون ہوتی ہے۔ ظِلٰلًا: ہر وہ چیز جس کا سایہ لیا جائے جیسے گھر، درخت۔ اَكْنَانًا: كِنٌّ کی جمع ہے جیسے "حِمْلٌ" کی جمع اَحمال ہے۔ ہر وہ چیز جس کی حفاظت کی جائے اور جسے ہوا اور بارش وغیرہ سے بچایا جائے۔ سرابیل: سربال کی جمع ہے، زجاج کہتے ہیں: ہر وہ چیز جو پہنی جائے خواہ قمیص ہو یا شلوار وہ "سربال" ہے۔

پہلی مثال: دیوتا مملوک غلام کی طرح ہیں

تفسیر: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا:...... یہ مثال اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اور ان بتوں کے

لیے بیان فرمائی ہے جنہیں مشرکین اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ یعنی ان لوگوں کی مثال اللہ کے شریک ٹھہرانے میں ایسی ہے جیسے مثال اس شخص کی جو تصرف سے عاجز غلام اور آزاد مالک جو اس غلام میں کسی طرح کا بھی تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہو میں برابری کر دے، حالاں کہ وہ دونوں (مالک اور مملوک) بشریت اور اللہ کی مخلوق ہونے میں برابر ہیں، بھلا رب العالمین کے بارے میں کیا خیال ہے اس کے ساتھ تو عاجز ترین مخلوق کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا: وہ تو پوشیدہ اور اعلانیہ اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ هَلْ يَسْتَوٗنَ: کیا غلام اور آزاد لوگ جن کی مثال بیان کی گئی برابر ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ بت اور دیوتے مملوک غلام کی طرح ہیں جس کے پاس کسی چیز کا اختیار نہیں ہوتا، جب کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بادشاہت، حکومت، رزق اور تصرف ہے۔ وہ کائنات میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، بھلا رب تعالیٰ قادر مطلق اور بے حس بتوں کے درمیان مساوات کیونکر قائم کی جاتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: اس مثال کے بیان کرنے اور روشن سورج کی طرح حق کے واضح ہو جانے پر اللہ کا شکر ہے۔ بایں ہمہ مشرکین اپنی سفاہت اور جہالت کی وجہ سے خالق اور مخلوق میں یکسانیت گھڑتے ہیں اور مالک و مملوک کے درمیان مساوات پیدا کرتے ہیں۔

دوسری مثال

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ:...... یہ دوسری مثال ہے جو معبود برحق اور باطل بتوں کے درمیان تفریق کرنے کے لیے بیان کی گئی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں یہ مثال بت اور حق تعالیٰ کے لیے بیان کی گئی ہے۔[1] چنانچہ بت گونگا ہے جو قوت گویائی اور نطق سے عاری ہے، کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا چوں کہ وہ یا تو پتھر ہے یا درخت ہے۔ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰي مَوْلٰىهُ: اور وہ اپنے سرپرست یا آقا پر نرا بوجھ ہوتا ہے۔ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ: جدھر بھی اس کا مالک اسے بھیجتا ہے وہ اپنے کام میں کامیاب نہیں ہوتا، چوں کہ وہ گونگا، بابلد اور نااہل ہے۔ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: کیا یہ گونگا شخص اور وہ شخص جو فصیح و بلیغ ہو اور حق وسیدھے راستے پر چلتا ہو، راست باز ہو اور قرآن کے نور سے روشنی حاصل کرتا ہو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ جب ایک عقل والا شخص ان دو آدمیوں کے درمیان یکسانیت کا قائل نہیں تو وہ بت یا پتھر اور اللہ تعالیٰ کے درمیان یکسانیت کا قائل کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، علیم ہے اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ تمام بھیدوں کو جانتا ہے

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:...... اللہ سبحانہ وتعالیٰ علم غیب کے ساتھ مختص ہے، وہ آسمانوں اور زمین میں انسانی آنکھوں سے پوشیدہ چیزوں اور باتوں کا جاننے والا ہے۔ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ: قیامت کے جلدی آنے کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے آنکھ کے کونے سے جلدی سے دیکھ لینا، بلکہ قیامت کا وقوع اس سے بھی قریب تر ہے، چوں کہ کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے اللہ تعالیٰ صرف لفظ "کُنْ" بولتا ہے اور وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے، یہ قیامت کے جلد وقوع کی تمثیل ہے۔ اسی لیے ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: اللہ ہر چیز پر قادر ہے، من جملہ ان اشیا میں سے ایک قیامت بھی ہے جس کی کفار تکذیب کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَـيْـــًٔا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ماؤں کے رحم سے نکالا تم کلی طور پر کسی چیز کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ: اللہ تعالیٰ نے تمہیں حواس سے نوازا جن سے تم سنتے ہو دیکھتے ہو، سمجھتے ہو۔ یہ اس لیے تاکہ تم اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

پرندوں میں عبرت اور نشانیاں

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ:...... یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلیل ہے۔ معنی ہے: کیا مشرکین فضا کے روش پر اڑتے

---

[1] الرازی ۲۰/ ۹۳ [2] مختصر ابن کثیر ۲/ ۳۴۰

ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھتے جنہیں فضا میں اڑنے کے قابل بنا دیا گیا ہے۔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ: فضا میں پرواز کرتے ہوئے ان پرندوں کے اپنے پروں کو سکیڑنے اور کھولنے کے وقت زمین پر ٹپک جانے سے صرف اللہ تعالیٰ بچا کر رکھتا ہے، وہی انہیں فضا میں تھامے رکھتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: اوپر جو مذکور ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی یکتائی پر کھلی نشانیاں اور ظاہری علامات ہیں، یہ نشانیاں ان لوگوں کے لیے ہیں جو پیغمبروں کی لائی ہوئی تعلیمات کی تہہ دل سے تصدیق کریں۔

اللہ نے تمہارے مسکن بنائے

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا: ......اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بندوں پر کی ہوئی نعمتوں کا شمار کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے رہنے کے لیے پتھر اور گارے سے گھر بنائے تاکہ تم نے اپنے اوطان میں جتنا عرصہ قیام کرنا ہے تم ان گھروں میں آباد رہو۔ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا: تمہارے لیے دوسری قسم کے گھر بھی بنائے اور وہ خیمے ہیں جو اون اور بالوں سے بنائے جاتے ہیں۔ تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ: جن کا بوجھ تم ہلکا سمجھ کر بآسانی سفر میں منتقل کر لیتے ہو، یہ خیمے سفر و حضر میں ہلکے ہوتے ہیں۔

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا: ......تمہارے لیے بھیڑوں کی اون، اونٹوں کے بالوں اور بکریوں کے بالوں سے تمہارے پہننے اور بچھانے کے کپڑے اور بستر بنائے۔ وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ: تم ان سے تاموت نفع اٹھاتے رہتے ہو۔[1] وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا: تمہارے لیے درختوں، پہاڑوں اور عمارتوں کے سائے بنائے جن میں تم دھوپ سے بچتے ہو۔ وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا: پہاڑوں میں تمہارے رہنے کے لیے جگہیں بنائیں جیسے غار اور قلعے امام رازی کہتے ہیں: سرزمین عرب میں شدید گرمی پڑتی ہے اور اہل عرب کو گرمی سے بچنے کے لیے سائے کی ضرورت پڑتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو نعمت عظمیٰ کے طور پر بیان فرمایا ہے۔[2] وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ: اور تمہارے لیے روئی، اون اور کتان سے کپڑے بنائے تاکہ تم گرمی اور سردی سے بچ سکو۔ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ: تمہارے لیے کپڑوں کے مشابہ زرہیں بنائیں تاکہ ان کے ذریعے تم جنگ میں دشمن کے حملوں سے اپنے آپ کو بچا سکو۔ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ: جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ اشیا پیدا کی ہیں اور ان کا تمہارے اوپر انعام کیا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر دین و دنیا کی نعمت تمام کرے گا۔ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ: تاکہ تم اللہ کے لیے ربوبیت اور خدائی کو خالص کر دو، اور تاکہ تمہیں علم ہو جائے کہ ان انعامات کی قدرت اللہ کی سوا کوئی نہیں رکھتا۔

کفر و ناشکری کا انجام

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ: ......اے محمد! اگر یہ لوگ ایمان سے روگردانی کریں اور اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان نہ لائیں تو اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں، تبلیغ کرنا آپ کی ذمہ داری ہے، بلاشبہ آپ نے پیغام رسالت پہنچا دیا اور امانت ادا کر دی۔ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین پر جو نعمتیں کی ہیں وہ انہیں جانتے ہیں کہ یہ نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں، پھر غیر اللہ کی عبادت کر کے ان نعمتوں کا انکار کر دیتے ہیں، سدی کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اللہ کی نعمت سے مراد محمد ﷺ ہیں، مشرکین آپ ﷺ کی نبوت کو جانتے ہیں اور پھر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں۔[3] وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ: یعنی ان میں سے اکثر حالت کفر پر مریں گے۔ آیت میں اشارہ ہے کہ بعض کفار کو اسلام کی ہدایت ملے گی، جب کہ ان کی اکثریت کفر و ضلالت پر مصر رہے گی۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا: قیامت کے دن ہم مخلوقات کو حساب کی لیے جمع کریں گے، ہر امت کے نبی کو اٹھائیں گے جو اپنی اپنی امت کے ایمان اور کفر کی گواہی دے گا۔ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا: کفار کو اپنا عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ چوں کہ انہیں اپنے عذر کے باطل اور جھوٹ ہونے کا یقین ہوگا۔ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ: ان سے اس امر کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ قول یا عمل سے اپنے رب کو راضی کریں۔

---

[1] یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد کا قول ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: تم ان کپڑوں سے بوسیدہ ہونے تک نفع اٹھاتے ہو۔ [2] سائے کی ضرورت عرب کے ساتھ خاص نہیں اس میں عموم ہے۔ [3] یہ طبری کی مختار تفسیر ہے۔

رب تعالیٰ کو راضی کرنے کا وقت نکل چکا اور اب تو حساب اور جزا و سزا کا وقت آ چکا۔ قرطبی کہتے ہیں: العتبیٰ کا معنی ہے معتوب کا اس حالت کی طرف لوٹنا جس سے عاتب (سزا دینے والا) راضی ہو۔ یُسْتَعْتَبُوْنَ: العتب سے ماخوذ ہے، معنی سرزنش، خفگی کا اظہار، جب سرزنش کی جائے تو کہا جاتا ہے۔ عَتَبَ: اور جب تمہارے مسرت کی طرف معتوب لوٹ آئے تو کہا جاتا ہے۔ اُعْتَبَ[1] وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ: اور جب مشرکین جہنم کا عذاب دیکھیں گے تو عذاب میں گھڑی بھر کے لیے بھی وقفہ نہیں ہوگا۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ: اور انہیں مہلت نہیں دی جائے گی۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ: اور جب مشرکین اپنے شرکا جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ان کے متعلق خیال رکھتے تھے کہ یہ خدائی میں اللہ کے شریک ہیں کو دیکھیں گے۔ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ: یہ وہ شرکا ہیں جن کی ہم تجھے چھوڑ کر عبادت کرتے تھے۔ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ: مشرکین نے تقریر و تاکید میں جو کچھ کہا ان کی بات شرکا ان کے منہ پر دے ماریں گے اور ان کا جواب تکذیب میں ہوگا، یہ انداز دلوں میں غم و حسرت کو اور زیادہ بڑھا دے گا۔ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِنِ السَّلَمَ: دنیا میں اطاعت سے انکار اور تکبر کر لینے کے بعد اب اللہ کے حکم کے آگے سرنگوں ہوں گے۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ: ان کی تمام تر امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔ وہ دنیا میں امید لگائے بیٹھے تھے کہ ان کے معبودان اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے، اوپر مشرکین کے حال کا بیان ہوا اب ان کے مآل کا بیان ہوگا۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: یعنی جو لوگ کفر کرتے ہیں اور لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکتے رہے۔ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ: ہم جہنم میں ان پر عذاب پر عذاب بڑھا دیں گے چوں کہ انہوں نے کفر سے بڑھ کر یہ جرم کیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا سزا میں موافقت کے طور پر انہیں دگنا عذاب دیا جائے گا۔ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ: بسبب اس کے کہ انہوں نے دنیا میں کفر و معصیت کا ارتکاب کر کے فساد پھیلایا۔

آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ:...... لوگوں کو یہ دن یاد دلاؤ اور اس کی ہولناکی سے آگاہ کرو جب ہم ہر امت سے اس کے نبی کو اٹھائیں گے تاکہ وہ اپنی امت پر گواہی دے۔ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ: اور اے محمد! ہم آپ کو اس امت پر گواہ بنائیں گے۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ: اور ہم نے آپ پر روشن کتاب قرآن مجید نازل کی جس میں ان امور کا شافی اور بلیغ بیان موجود ہے جس کے لوگ دینی اعتبار سے محتاج ہوں، اب ان لوگوں پر اتمام حجت ہو چکا لہٰذا ان کے پاس کوئی حجت و معذرت نہیں ہوگی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس قرآن میں ہمارے لیے ہر علم بیان کر دیا گیا ہے اور ہر چیز بیان کر دی گئی ہے۔[2] وَهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ. دلوں کے لیے ہدایت ہے، بندوں کے لیے رحمت ہے اور مسلمانوں کے لیے بشارت ہے۔

عدل وانصاف اور احسان کرنے کا حکم

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ:...... اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل قائم کر کے مکارم اخلاق کا رویہ اختیار کیا جائے اور ساری مخلوق کے ساتھ احسان و ہمدردی کی جائے۔ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى: اور اللہ تعالیٰ تمہیں اقربا کے ساتھ غم خواری سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے، اقربا کے مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ اقربا کا ذکر کیا گیا۔ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ: اللہ تعالیٰ تمہیں ہر طرح کے قبیح قول، فعل اور عمل سے منع کرتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قرآن مجید میں یہ ایسی عظیم الشان آیت ہے جس میں بجالانے والی اچھائیوں کو جمع کر دیا گیا ہے اور اس میں برائیوں کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے جن سے بچنا ضروری ہے جیسے انتہائی قبیح فعل مثلاً زنا، شرک وغیرہ منکر سے مراد ہر وہ بری بات جسے فطرت ناپسند کرتی ہو اور بری سمجھتی ہو۔ "البغی" سے مراد ظلم ہے جو حق وعدل سے متجاوز ہو۔ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ: اللہ تعالیٰ اوامر

---

[1] القرطبی ۱۰/ ۱۶۳ [2] المختصر ۲/ ۳۰۳

ونواہی سے تمہاری تادیب وتربیت کرتا ہے تاکہ کلام اللہ سے تم نصیحت حاصل کرو۔

بلاغت :......ان آیات میں بیان وبدیع کی مختلف صورتیں نمایاں ہیں۔ چند حسب ذیل ہیں: وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے، آیت میں گونگے بت کی تمثیل بیان کی گئی ہے جو کسی چیز کا نفع نہیں پہنچا سکتا باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے بصیر ہے اور سمیع ہے۔ چنانچہ رب تعالیٰ اور بت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ كَلَمْحِ الْبَصَرِ: میں تشبیہ مرسل ومجمل ہے۔ سِرًّا وَّجَهْرًا، يَعْرِفُوْنَ وَيُنْكِرُوْنَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ: میں صنعت طباق ہے۔ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ: میں ایجاز حذف ہے یعنی الحر والبرد (گرمی اور سردی سے کپڑے بچاتے ہیں) دوم کو حذف کر دیا گیا اور اول کے ذکر پر اکتفا کر لیا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ: میں مقابلہ لطیفہ ہے۔ آیت میں تین چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اور تین چیزوں سے منع کیا گیا ہے یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى: عام کے بعد خاص کا ذکر ہے، جب کہ احسان عام ہے۔

لطیفہ:......ذکر کیا جاتا ہے کہ اکثم بن صیفی کو جب رسول کریم ﷺ کی خبر ملی تو اس نے دو آدمی تیار کیے، چنانچہ وہ آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: آپ کون ہیں اور کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ: دونوں آدمی اکثم کے پاس واپس لوٹ آئے اور جب یہ آیت اسے سنائی تو اس نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ وہ مکارم اخلاق (اخلاق حسنہ) کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے منع کرتا ہے۔ مکارم اخلاق بجالانے اور برائیوں سے بچنے میں تم پیشوا بن جاؤ، پیچھے رہنے والے مت بنو گویا اس میں تمہیں سر کی حیثیت حاصل ہو نہ کہ دم کی۔

معاہدہ توڑنے، اللہ کے احکامات کی نافرمانی اور گناہوں سے بچنے کی تاکید

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ
كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ
تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ
لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ
يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ
فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾
وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ
يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ
صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ
ع ۱۳ ۱۱ ۱۱ مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى
لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ
وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾
اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ
بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ
مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٧﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ
هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا
ع ۱۴ ۱۰ ۲۰ فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٠﴾

ترجمہ:......اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم عہد کرلو، اور اپنی قسموں کو مؤکد کرنے کے بعد مت توڑو، اور تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو، بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ ﴿۹۱﴾ اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنے کاتے ہوئے کو محنت کرنے کے بعد ذرا ذرا کر کے توڑ ڈالا تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بناتے ہو اس وجہ سے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑی ہوئی ہو، بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے آزماتا ہے، اور یہ بات ضروری ہے کہ قیامت کے دن اللہ ان چیزوں کو بیان فرمادے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے، ﴿۹۲﴾ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور تم جو اعمال کرتے تھے ان کے بارے میں تم سے ضرور باز پرس ہوگی، ﴿۹۳﴾ اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد ڈالنے کا ذریعہ نہ بناؤ، کہ جمنے کے بعد قدم پھسل جائے اور تم اللہ کی راہ سے روکنے کا عذاب چکھو، اور تمہارے لیے بڑا عذاب ہے۔ ﴿۹۴﴾ اور اللہ کے عہد کے عوض تھوڑی قیمت حاصل نہ کرو بلاشبہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ ﴿۹۵﴾ تمہارے پاس جو کچھ ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے، اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم انہیں ضرور ان کے اچھے کاموں کے عوض دے دیں گے، ﴿۹۶﴾ جس کسی مرد یا عورت نے نیک عمل کیا اس حال میں کہ وہ مؤمن ہے تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی دیں گے، اور ان کے اچھے کام کے عوض ہم انہیں ان کا اجر ضرور دیں گے۔ ﴿۹۷﴾ سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ ﴿۹۸﴾ بلاشبہ بات یہ ہے کہ شیطان کا زور ان لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، ﴿۹۹﴾ اس کا زور انہیں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک تجویز کرتے ہیں۔ ﴿۱۰۰﴾ اور جب ہم کسی آیت کو دوسری آیت کی جگہ بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ نازل فرماتا ہے تو مخاطبین کہتے ہیں کہ تو تو افترا کرنے والا ہے بلکہ ان ہی میں اکثر لوگ جاہل ہیں ﴿۱۰۱﴾ آپ فرما دیجیے کہ اس کو روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ ان لوگوں کو مضبوط کرے جو ایمان لائے اور یہ کلام ہدایت ہے

اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لیے۔⑩۲ اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کو ایک آدمی سکھاتا ہے یہ لوگ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح طور پر صاف عربی زبان ہے ⑩۳ بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں ہدایت نہیں دے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، ⑩۴ وہی لوگ جھوٹ کا افترا کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ واقعی جھوٹے ہیں۔⑩۵ جس شخص نے ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کیا مگر جس شخص پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے لیکن جس نے دل کھول کر کفر اختیار کر لیا سو ان پر اللہ کا غصہ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے ⑩۶ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے دنیا والی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں محبوب رکھا اور بلاشبہ اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔⑩۷ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی، اور یہ لوگ واقعی غافل ہیں۔⑩۸ لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ تباہ کاروں میں سے ہوں گے۔⑩۹ پھر بے شک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لیے جنہوں نے فتنے میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور ثابت قدم رہے تو بلاشبہ آپ کا رب ان چیزوں کے بعد بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔⑪۰

ماقبل سے ربط و تعارف: ...... ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے وعد و وعید، ترغیب و ترہیب اور مکارم اخلاق و فضائل کا ذکر کیا۔ اب ان آیات میں معاہدے توڑنے اور اللہ کے اوامر کی نافرمانی کرنے سے بچنے کی تاکید کی جا رہی ہے۔ چوں کہ نافرمانی اور معصیت بلاد حرمان کا سبب ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے جو پاکیزہ اور عزت والی زندگی تیار کر رکھی ہے اس کا ذکر کیا ہے۔

لغات: تَنْقُضُوا: ...... نقض، ابرام کی ضد ہے، نقض کا معنی ہے کسی چیز کے اجزا علیحدہ علیحدہ کر دینا۔ تَوْكِيْدِهَا: تاکید، ثابت قدمی دکھانا۔ أَنْكَاثًا: انقاضا۔ النکث: بٹی ہوئی چیز کو ادھیڑنا۔ دَخَلًا: الدخل: دھوکا، غش، ملاوٹ۔ ابوعبید کہتے ہیں: ہر وہ کام جو صحیح نہ ہو وہ دخل ہے۔ يَنْفَدُ: نفد الشی: چیز کا ختم ہو جانا۔ أَعْجَمِيٌّ: جو عربی نہ بول سکتا ہو۔ فراء کہتے ہیں: عجمی وہ ہوتا ہے جس کی زبان میں لکنت ہو اگرچہ وہ عرب ہی کیوں نہ ہو۔ عجمی اصل میں عجم سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے گونگا۔ يُلْحِدُونَ: الالحاد سیدھی راہ سے ہٹ جانا۔

شان نزول: ...... روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مروہ میں ایک نصرانی غلام کے پاس بیٹھتے تھے اس کا نام "جبر" تھا اور آسمانی کتابوں کا علم رکھتا تھا۔ مشرکین کہتے تھے: اللہ کی قسم! محمد جو باتیں بتاتا ہے یہ جبر رومی سے پڑھ کر آتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ⑩۳ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر، ان کے والد یاسر، والدہ سمیہ، حضرت صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کو سخت اذیتیں پہنچائیں، سمیہ رضی اللہ عنہا کو دو اونٹوں کے ساتھ باندھا گیا، شرم گاہ میں نیزہ مارا گیا اور آپ رضی اللہ عنہا اللہ کو پیاری ہو گئیں، یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا۔ یہ دونوں اسلام کے پہلے شہدا ہیں۔ رہی بات عمار رضی اللہ عنہ کی سو انہوں نے کفار کے مطالبے پر صرف زبانی طور پر ان کی بات مان لی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مجھ پر اکراہ (جبر) کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم اپنے دل کی کیا کیفیت پاتے ہو؟ جواب دیا: میرا دل اسلام پر مطمئن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کفار پھر تمہیں مجبور کریں تو اس طرح کی بات تم بھی کہہ دو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑩۶ [2]

ایفائے عہد کا حکم

تفسیر: وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ: ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے لوگوں کے ساتھ تم نے جو معاہدے کر رکھے ہیں ان کی پابندی کرو اور انہیں اسی طرح پورا کرو جس طرح سے طے پائے۔ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا: اور قسموں کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو یعنی بیعت کی قسموں کو

---

[1] القرطبی ۱۰/ ۱۷۷ [2] القرطبی ۱۰/ ۱۸۰ و اسباب النزول ۱۹۲

نہ توڑو، ان قسموں کو تم اللہ کے نام سے پختہ کر چکے ہو۔ وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا: تم نے اللہ تعالیٰ کو اس بیعت پر گواہ اور ضامن بنالیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ: اللہ تمہارے افعال کو جانتا ہے، ان کا تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا: اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے والے کے لیے یہ مثال بیان فرمائی ہے، آیت میں عہد کر کے توڑ دینے والے کو اس عورت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو سوت کو مضبوطی سے کات کر پھر ادھیڑ ڈالتے اور سوت کے بخیے ادھیڑ دے۔ مفسرین کہتے ہیں: مکہ میں ایک پاگل عورت رہتی تھی وہ سوت کاتتی اور پھر ادھیڑ دیتی، لوگ اسے دیکھ کر کہتے: یہ کتنی پاگل ہے۔ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ: تم اپنی قسموں کو دھوکا دہی کا ذریعہ بناتے ہو اور ان کے ذریعے لوگوں کو دھوکا دیتے ہو۔ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ: یہ صرف اس لیے تاکہ کچھ لوگ دوسروں کی بنسبت تعداد میں زیادہ ہو جائیں اور ان کے پاس دولت زیادہ آ جائے۔ مجاہد کہتے ہیں: مشرکین مسلمانوں کے حلیفوں کی مخالفت کرتے اور انہیں عزت و مال میں اپنے سے بہتر پاتے اور پھر ان لوگوں کا معاہدہ توڑ دیتے اور ان کی مخالفت کرتے۔[1]

اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ: ...... اللہ تعالیٰ ایفائے عہد کا حکم دے کر تمہیں آزمانا چاہتا ہے تاکہ فرمانبردار اور نافرمان میں فرق ہو جائے۔ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ: تاکہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے اچھے اور برے عمل کا بدلہ دے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک ہی استعداد و صلاحیت کے حامل سبھی لوگوں کو پیدا فرما دیتا اور ان سب کو ایک ہی امت میں جوڑ دیتا جن میں اختلاف وافتراق نہ ہونے پاتا۔ وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ: لیکن اللہ تعالیٰ نے بتقاضائے حکمت انہیں اپنے اختیار پر چھوڑ دیا ہے۔ کچھ لوگ سعادت کو اختیار کرتے ہیں اور کچھ لوگ شقاوت کو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عادلانہ فیصلے سے جسے چاہا گمراہ کیا اور اپنی توفیق و فضل و کرم سے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: پھر قیامت کے دن تمہارے تمام اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرے گا اور معمولی عمل پر بھی تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔

بدعہدی سے بچنے کا حکم

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ: ...... معاہدات کو مہتم بالشان قرار دینے کے لیے یہ مضمون دوبارہ لایا گیا ہے، یعنی اپنی قسموں کو دھوکا دہی اور فریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ ان کے ذریعے تم لوگوں کو دھوکا دیتے رہو اور اس فریب کاری سے فانی دنیا کے کچھ فائدے حاصل کر لو۔[2] فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا: تمہارے قدم جم جانے کے بعد استقامت اور راہِ حق سے پھسل جائیں گے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ اس شخص کی مثال ہے جو راہِ استقامت پر ہو اور پھر اس سے ہٹ جائے، ہدایت کے راستے سے قسمیں توڑ دینے کے بسبب ہٹ جائے چوں کہ یہ قسمیں اللہ کی راہ سے روکنے پر مشتمل ہوتی ہیں۔ کیونکہ کافر جب مؤمن کو دیکھتا ہے کہ وہ مؤمن ہوتے ہوئے معاہدہ کی پاسداری نہیں کرتا تو کافر کے دل میں دین کا وثوق باقی نہیں رہتا گویا وہ مؤمن کے اس غلط رویہ کی وجہ سے اسلام میں داخل ہونے سے باز رہتا ہے۔[3] اسی لیے آگے ارشاد ہوتا ہے۔ وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: پھر تمہیں اللہ کی راہ سے رکوانے کے سبب دنیا میں پیشگی ملنے والی بری سزا سے دوچار ہونا پڑے۔ چوں کہ نقضِ عہد کا ارتکاب کر کے تم نے اسے اسلام میں داخل ہونے سے روک دیا۔ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ: اور آخرت میں تمہارے لیے دوزخ کا بہت بڑا عذاب ہوگا۔

اللہ اور اس کے رسول کا عہد فانی دنیا سے بہتر ہے

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا: ...... اللہ اور اللہ کے رسول کے عہد کو فانی دنیا سے مت بدلو۔ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ:

---

[1] مختصر ابن ۱۰/۱۷۱ [2] ظلال میں قطب شہید لکھتے ہیں قسموں کو دھوکے کا ذریعہ بنانا عقیدے کو بگاڑ دیتا ہے، چنانچہ جو شخص دھوکہ دہی کے لیے قسم اٹھاتا ہے اس کے عقیدے کا استحکام فوت ہو جاتا ہے، وہ فی الوقت عقیدے کی صورت بگاڑ دیتا ہے اور پھر قسم توڑ دیتا ہے، مشرکین کی قسمیں دھوکا دہی کی ہوتی تھیں، اس جیسی قسموں سے مؤمنین کا ایمان بھی خطرے میں رہتا ہے۔ [3] المختصر ۲/۳۴۵

اللہ کے ہاں جو اجر وثواب ہے وہ دنیا کی حقیر پونجی سے بدر جہا افضل ہے بشرطیکہ تم اس کی حقیقت سمجھو۔ اس کے بعد ابدی اجر وثواب کی افضلیت کی علت بیان کی گئی ہے۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ: اے لوگو! جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائمی اور باقی رہنے والا ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوگا، لہٰذا باقی رہنے والے اجر وثواب کو فانی دنیا پر ترجیح دو۔ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: اور ہم صبر کرنے والوں کو بہت اچھا بدلہ دیں گے اور ان کے اچھے اعمال پر ہم انہیں پورا پورا بدلہ دیں گے اور ان کی برائیوں سے صرف نظر کریں گے، اچھے اعمال پر اچھا بدلہ دینے کا یہ وعدہ ہے تا کہ صرف اچھے اعمال پر اچھا بدلہ ہو اور یہ سب اللہ کے فضل وکرم سے ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ: جو مرد یا عورت اچھے اعمال کرتا ہے بشرطیکہ وہ دولت ایمان سے سرفراز ہو۔ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً: ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے، اسے قناعت اور رزق حلال سے بہرہ مند کریں گے، اعمال صالحہ کی اسے توفیق دیں گے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پاکیزہ زندگی کا مقام صرف جنت ہے چوں کہ جنت کی زندگی نہ ختم ہونے والی ہے جس پر موت نہیں آئے گی، جہاں مالداری ہے فقر وفاقہ نہیں، صحت ہے بیماری نہیں اور خوش حالی ہے بدحالی نہیں۔[1] وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: ہم آخرت میں ان کے اچھے اعمال کا ضرور بضرور اچھا بدلہ دیں گے، اور یہ بدلہ کتنا اچھا ہوگا!

قرأت قرآن سے پہلے تعوذ کا حکم

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ:...... اور جب تم تلاوت قرآن کا ارادہ کرو۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ: تو اللہ سے مانگو کہ وہ شیطان کے وسوسوں اور خطرات سے تمہاری حفاظت فرمائے، تا کہ دوران قرأت تمہارے دلوں میں وسوسے نہ ڈالنے پائے اور تمہیں تدبر اور غور وفکر سے روکنے نہ پائے اور قرآنی احکام پر عمل کرنے سے روکے نہیں۔ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: شیطان کو مؤمنین پر تسلط اور اختیار نہیں حاصل ہوگا کہ وہ انہیں گمراہ کر کے کفر کی طرف لے جائے چوں کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ: اور مؤمنین اللہ پر بھروسہ کر کے شدائد ومصائب کا سامنا کرتے ہیں۔ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ: شیطان کا تسلط اور زور ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس کی مانتے ہیں اور اسے اپنا دوست بنا لیتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ: اور جو لوگ شیطان کی اغوا کاری کی وجہ سے مشرک ہوئے جو عبادت، جانور ذبح کرنے اور کھانے پینے میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

نسخ کی حکمت

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ:...... جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں بایں طور کہ پہلی آیت کی تلاوت یا حکم ہم منسوخ کر دیتے ہیں۔ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ: یہ جملہ معترضہ ہے جسے توبیخ کے لیے لایا گیا ہے۔ یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سی چیز انسانوں کے لیے بہتر ہے، اس کتاب کی آیات کی مثال دوا جیسی ہے جو کسی مریض کو برابر پلائی جاتی ہے یہاں تک کہ مریض شفا کے قریب پہنچ جاتا ہے اور پھر اس کی دوا کسی کھانے میں تبدیل کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک آیت کی تلاوت یا حکم کو منسوخ کر کے دوسری آیت نازل فرما دیتا ہے۔ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ: کفار جہال کہتے ہیں: اے محمد! یہ تمہاری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں اور تم اللہ پر جھوٹ بولتے ہو۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: ان میں سے اکثر جاہل ہیں، اللہ تعالیٰ کی حکمت کو نہیں جانتے اور اس طرح کی باتیں سفاہت اور جہالت کی بنا پر کر رہے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب کوئی ایسی آیت نازل ہوتی جس میں شدت ہوتی اور پھر وہ منسوخ ہو جاتی تو کفار قریش کہتے: اللہ کی قسم! محمد اپنے ساتھیوں کے ساتھ مذاق کر رہا ہے انہیں آج ایک حکم دیتا ہے اور کل اس سے منع کر دیتا ہے، وہ یہ سب کچھ اپنی طرف سے کرتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

---

[1] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۴/۳۴۷ [2] التفسیر الکبیر للرازی ۲۰/۱۱۶

قرآن روح القدس کا لایا ہوا ہے

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ: ...... اے محمد! کفار قریش سے کہہ دیجیے: یہ قرآن جبرئیل امین نے احکم الحاکمین کی طرف سے نازل کیا ہے اور وہ صدق وعدل سے لے کر آئے ہیں۔ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا: تاکہ قرآن میں موجود دلائل و براہین سے مؤمنین کو ثابت قدم رکھیں اور ان کے ایمان ویقین میں اضافہ ہو۔ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِينَ: یہ قرآن اہل اسلام کے لیے ہدایت و بشارت ہے جو اللہ کے حکم کے آگے جھک جاتے ہیں، آیت میں کفار پر تعریض کی جارہی ہے جو اللہ کے حکم کے آگے منقاد نہیں ہوئے۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ: ہم مشرکین کا شنیع قول اور دعویٰ جانتے ہیں کہ یہ قرآن جبر رومی کی تعلیم کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ نے کفار پر یوں رد کیا۔ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ: جس شخص کا کفار حوالہ دیتے ہیں اور اس کی طرف آپ ﷺ کی تعلیم منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے۔

قرآن فصاحت و بلاغت کا مرقع ہے

وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ: ...... اور یہ قرآن عربی زبان میں ہے جو فصاحت و بلاغت کا مرقع ہے، بھلا جس شخص کی زبان عجمی ہو اس کے لیے کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ واضح عربی کتاب محمد کو تعلیم کرے۔ عجمی کو یہ فصیحانہ ذوق کہاں سے مل سکتا ہے جس کا مظاہرہ یہ کتاب پیش کررہی ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللّٰهُ: جو لوگ اس قرآن کی تصدیق نہیں کرتے اللہ انہیں حق تک پہنچنے کی توفیق نہیں دیتا، اور انہیں راہ نجات کی ہدایت بھی نہیں دیتا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے، آیت میں مشرکین کے کفر وافترا پر تہدید و وعید ہے۔

کاذب اور مرتد

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ: ...... اللہ پر وہی شخص جھوٹ بولتا ہے جو اللہ اور اس کی آیات پر ایمان نہ رکھتا ہو، چوں کہ وہ عذاب وعتاب سے نہیں ڈرتا، چنانچہ جھوٹ فاحش جرم ہے مؤمن اس کا اقدام نہیں کرتا، مشرکین نے اوپر جو کہا کہ إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ: آگے اس کا رد ہے۔ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُونَ: حقیقت میں یہ مشرکین جھوٹے ہیں، محمد رسول امین ہیں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا کلمہ کفر اور توبہ

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ: ...... جس شخص نے کلمہ کفر زبان سے نکالا اور دین سے پھر گیا بعد اس کے کہ وہ دین میں داخل ہوا ہو۔ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ: البتہ جس شخص نے حالت اکراہ (مجبوری) میں کلمۂ کفر زبان سے نکالا اس حال میں کہ اس کا دل ایمان ویقین سے بھرپور ہو۔ آیت میں مرتد کے جرم کو نہایت سنگین قرار دیا گیا ہے چوں کہ وہ ایمان کو پہچان لیتا ہے اس کا ذائقہ چکھ لیتا ہے پھر دنیوی زندگی کو اخروی زندگی پر ترجیح دے کر مرتد ہو جاتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مشرکین آپ رضی اللہ عنہ کو سخت اذیتیں پہنچانا چاہتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے مطالبے پر کلمہ کفر زبان سے نکال دیا تھا، اس پر لوگوں نے کہا: عمار کافر ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: عمار سر سے لے کر پاؤں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے، ایمان تو اس کے گوشت وخون میں شامل ہو چکا ہے، چنانچہ عمار رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ رضی اللہ عنہ رو رہے تھے، رسول کریم ﷺ نے پوچھا: اے عمار! اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں اپنے دل کو مطمئن پاتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ دوبارہ آپ سے کفر کا مطالبہ کریں تو تم دوبارہ کلمۂ کفر زبان سے نکال دو۔

کفار کی چھ بدعادتیں

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا: ...... البتہ جو شخص دلی طور پر کفر سے راضی رہا اور کفر کے لیے اس کا شرح صدر ہو گیا۔ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ

اللہِ • وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ: ایسے لوگوں کے لیے سخت غضب اور عذاب جہنم ہے، چوں کہ ان کے جرم سے بڑا جرم کوئی نہیں۔ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ: اس عذاب کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے۔وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ: اللہ تعالیٰ انہیں ایمان کی توفیق نہیں دے گا اور انہیں کجروی اور گمراہی سے نہیں بچائے گا۔اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ: اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگادی ہے، ان کے دلوں پر غلاف چڑھادیے ہیں کہ وہ حق بات کو قبول ہی نہیں کرتے، حق بات سنتے ہی نہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ: یہ لوگ غفلت میں کامل ہیں چوں کہ دنیاداری نے انہیں انجام کے تدبر سے غافل کررکھا ہے۔لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ: بلاشک وشبہ یہ کفار آخرت میں خسارے اور نقصان میں رہیں گے، چوں کہ انہوں نے اپنی عمروں کو بے فائدہ چیز میں ضائع کردیا ہے۔مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کفار کی چھ صفات بیان فرمائی ہیں: ان پر اللہ کا غضب ہوگا، ان کے لیے عذاب عظیم ہے، انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے وہ ہدایت سے محروم ہیں، ان کے دلوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں اور وہ غافلین ہیں۔ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا: اے محمد! پھر تمہارا پروردگار، اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو بعد اس کے کہ مشرکین سرکشوں نے انہیں سخت اذیتوں میں ڈالے رکھا۔ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا: پھر انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جہاد کی مشقتوں پر صبر کیا۔اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: بلاشبہ تمہارا پروردگار اس ہجرت اور جہاد اور صبر کے بعد انہیں بخش دے گا اور ان پر خصوصی رحم فرمائے گا۔

بلاغت: ......ان آیات میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔چند حسب ذیل ہیں۔وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا: آیت میں اللہ تعالیٰ نے معاہدہ کرکے پھر عہد پر قائم نہ رہنے والے کو ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو سوت کاتتے اور پھر کاتتے ہوئے کو ادھیڑ دے۔
فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا: میں استعارہ ہے، دین میں رسوخ حاصل کرلینے کے لیے قدم کا استعارہ ہے، چوں کہ اصل ثبات قدم سے ہوتا ہے، حق سے ہٹ جانے اور پھر جانے کو زلۂ قدم (پاؤں پھسل جانے) سے تشبیہ دی گئی ہے، گویا حسی پھسلن سے بطور استعارہ تعبیر کردیا گیا ہے۔
يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ، اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ اور يَنْفَدُ وَبَاقٍ: میں طباق ہے۔قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ: میں جناس اشتقاق ہے۔اور اس میں مجاز مرسل بھی ہے، مسبب کا اطلاق سبب پر کیا گیا ہے یعنی اِذَا اَرَدْتَ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ: جب تم قرأت قرآن کا ارادہ کرو۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ: جملہ معترضہ ہے جس میں نسخ کی حکمت الٰہیہ بیان کی گئی ہے۔اس میں متکلم سے غائب کی طرف التفات بھی ہے۔اسم جلیل کا ذکر اس لیے لایا گیا تاکہ دل میں رب تعالیٰ کی ہیبت بیٹھ جائے۔لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ: کلام اور بول چال کے لیے لسان (زبان) کا استعارہ ہے جیسے شاعر کہتا ہے:

لسان السوء تھدیھا الینا ‌ ‌ ‌ ‌ وخنت وما حسبتك ان تخونا

بُری زبان نے یہ خصلت ہماری طرف منتقل کردی ہے اور اے مخاطب! تم نے خیانت بھی کی ہے حالاں کہ میرا خیال نہیں تھا کہ تو خیانت کرے گا۔
لطیفہ: ......قرأت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنے میں یہ راز ہے کہ قرآن حکیم ذکر حکیم ہے اور حق مبین ہے، چنانچہ شیطان دلوں میں وسوسے ڈال کر شبہات پیدا کرتا ہے اور اپنے مکروہ حیلوں سے دلوں کو بگاڑ دیتا ہے، رسول کریم ﷺ کو حکم دے دیا گیا کہ تلاوت قرآن کے وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کے لیے اعوذ باللہ پڑھیں، چنانچہ شیطان کو اپنے سے دور کرنا انسان کے بس کی بات نہیں اس لیے اسے دفع کرنے کے لیے رب تعالیٰ کی مدد کا احتیاج پیش آتا ہے۔

آخرت کا تذکرہ اور حضور ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب

يَوْمَ تَأْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ

مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا
اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ
الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ
غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ
وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾
مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ
وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ۧ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ ع ۱۵/۲۱
حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾
وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ؕ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ
اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ
رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ
وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ
لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ
مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ۧ ع ۱۶/۲۲

ترجمہ: ......جس دن ہر شخص اپنے نفس کی طرف سے جدال کرے گا اور ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے
گا ﴿۱۱۱﴾ اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی، یہ بستی امن والی تھی اطمینان والی تھی اس کا رزق ہر جگہ سے بڑی فراغت کے ساتھ اس کے پاس
آتا تھا پس اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور ان کی کرتوتوں کی وجہ سے اللہ نے ان کو بھوک اور خوف کا مزہ چکھا دیا ﴿۱۱۲﴾ اور البتہ ان کے پاس
انہیں میں سے رسول آیا۔ سو اس کو انہوں نے جھٹلایا لہٰذا انہیں عذاب نے پکڑ لیا اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے ﴿۱۱۳﴾ سو اس میں سے کھاؤ جو
اللہ نے تمہیں رزق حلال پاک عطا فرمایا اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو ﴿۱۱۴﴾ تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت

اور وہ جانور حرام کیا گیا جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، سو جو شخص مجبوری میں ڈال دیا جائے اس حال میں کہ باغی نہ ہو اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو سو بلاشبہ اللہ غفور ہے، رحیم ہے۔﴿۱۱۵﴾ اور جن چیزوں کے بارے میں تمہاری زبانیں جھوٹا دعویٰ کرتی ہیں ان کے بارے میں یوں نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر جھوٹا افترا کرو، بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔﴿۱۱۶﴾ تھوڑا سا نفع ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے،﴿۱۱۷﴾ اور ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جن کا بیان ہم پہلے آپ سے کر چکے ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔﴿۱۱۸﴾ پھر بلاشبہ آپ کا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے جہالت سے برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اعمال درست کر لیے بلاشبہ اس کے بعد ضرور مغفرت فرمانے والا ہے رحم فرمانے والا ہے۔﴿۱۱۹﴾ بلاشبہ ابراہیم ایک بڑے مقتدیٰ تھے اللہ کے فرمانبردار تھے سب کو چھوڑ کر ایک ہی طرف ہو رہے تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے،﴿۱۲۰﴾ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے، اللہ نے انہیں چن لیا اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دی،﴿۱۲۱﴾ اور ہم نے انہیں دنیا میں خوبیاں دیں اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے،﴿۱۲۲﴾ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ ابراہیم کی ملت کا اتباع کیجیے جو سب کو چھوڑ کر ایک طرف ہو رہے تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے﴿۱۲۳﴾ ہفتہ کے دن کی تعظیم انہیں لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کر لیا، اور بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیزوں کے بارے میں ضرور ضرور فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔﴿۱۲۴﴾ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعے بلائیں، اور ان سے ایسے طریقے پر بحث کیجیے جو اچھا طریقہ ہو، بلاشبہ آپ کا رب ان کو خوب جاننے والا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے اور وہ ان کو خوب جانتا ہے جو ہدایت کی راہ پر چلنے والے ہیں۔﴿۱۲۵﴾ اور اگر تم بدلہ لینے لگو تو اسی جیسا بدلہ لو جیسا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا، اور اگر تم صبر کر لو تو البتہ وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے،﴿۱۲۶﴾ اور آپ صبر کیجیے اور آپ کا صبر کرنا بس اللہ ہی کی توفیق سے ہے، اور ان پر غم نہ کیجیے اور یہ لوگ جو کچھ تدبیر کرتے ہیں اس کے بارے میں تنگ دل نہ ہو جایے،﴿۱۲۷﴾ بلاشبہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو خوبی کا طریقہ کرنے والے ہوں۔﴿۱۲۸﴾

ربط وتعارف: ......قبل ازیں صرف زبانی کلمۂ کفر کہنے والے اور زبان کے ساتھ ساتھ دل سے بھی کلمۂ کفر کہنے والے کا حال بیان کیا گیا ہے، اب ان آیات میں عادلانہ جزا کا ذکر کیا جارہا ہے جس کا آخرت میں ہر ایک نے سامنا کرنا ہوگا۔ دنیا میں بعض مکذبین کے لیے جو عذاب تیار کر رکھا ہے اس کا بھی ذکر ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بھی ذکر کیا گیا ہے آخر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔

لغات: تُجَادِلُ: ......وہ جھگڑا کرتی ہے۔ رَغَدًا: آسودہ، خوشگوار۔ اَنْعُمٍ: نعمۃ کی جمع ہے جیسے "أشد" شدّۃ کی جمع ہے۔ اُمَّةً: پیشوا جس میں بہت ساری خوبیاں جمع ہوں۔ قَانِتًا: مطیع وفرمانبردار، مان کر چلنے والا۔ اِجْتَبٰهُ: اسے چن لیا، منتخب کر لیا۔ حَنِيْفًا: الحنیف۔ باطل ادیان سے منہ موڑ کر دین اسلام کی طرف متوجہ ہونے والا۔ حَنَفَ سے مشتق ہے بمعنی مائل ہوا۔

شان نزول: ......غزوۂ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کیا گیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: اللہ کی قسم! میں آپ کے بدلے میں قریش مکہ کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴿۱۲۶﴾[1]

تفسیر: يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا: ......ان لوگوں کو قیامت کا دن یاد دلاؤ جب ہر نفس اپنی ذات کے متعلق جھگڑا کرے گا تاکہ اسے خلاصی دلا سکے۔ اور کسی نفس کو دوسرے کی حالت پر پریشانی نہیں ہوگی۔ وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ: اور ہر نفس کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، بدلے میں کمی وبیشی نہیں ہوگی۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ: اور ان کے بدلے میں کمی نہیں کی جائے گی بلکہ پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

---

[1] زاد المسیر ۴/۵۰۷

ایک بستی کی مثال

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً: ......اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اہل مکہ وغیرھم کے لیے بیان کی ہے، یہ مثال ایک ایسی قوم کی ہے جن پر اللہ نے نعمتوں کی بارش برسائی لیکن یہ قوم نعمتوں میں آسودہ ہو کر اترانے لگی اور مغرور ہوگئی، سرکشی پر اتر آئی اور معصیت کا شکار ہوگئی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نعمتوں کو زحمتوں سے بدل دیا۔ كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً: اس بستی کے لوگ امن وسکون میں تھے، خوش حالی اور عیش وعشرت انہیں حاصل تھی۔ يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ: ہر طرف سے مال اور رزق ان کے پاس وافر مقدار میں پہنچتا تھا۔ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ نے انہیں جو رزق وآسودگی عطا کی تھی اس کا انہوں نے شکر ادا نہ کیا۔ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ: اللہ تعالیٰ نے امن واطمینان اور خوشحالی کی نعمت چھین لی اور انہیں خوف، بھوک اور محرومی کی مشکلات ومصائب سے دوچار کر دیا۔ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ: یعنی ان کے کفر اور معصیت کے سبب نعمتیں چھین لیں۔ امام رازی کہتے ہیں: یہ اہل مکہ کی مثال ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں امن وسکون، اطمینان اور خوشحالی کی نعمتوں سے نوازا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو محمد ﷺ کی صورت میں عظیم نعمت سے بھی نوازا لیکن ان بدبختوں نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا اور آپ کو اذیتیں پہنچانے کے درپے ہوگئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قحط، بھوک اور بدحالی کے عذاب میں مبتلا کر دیا یہاں تک کہ وہ مردار اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہوگئے۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ: یعنی ان کے پاس محمد کھلی نشانیاں اور واضح معجزات لے کر آئے یہ اللہ کے پیغمبر تھے اور ان ہی میں سے تھے، اہل مکہ آپ ﷺ کے نسب اور اصل کو اچھی طرح سے جانتے تھے، تاہم اہل مکہ نے آپ کی تصدیق نہیں کی اور آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لائے، آیت میں اہل قریہ سے مراد اہل مکہ ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ: انہیں شدائد اور سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، دراں حالیکہ وہ معاصی اور گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا: اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو کھاؤ جو تمہارے لیے مباح کی ہیں اس حال میں کہ یہ نعمتیں حلال و پاک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو

وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ: ......اگر تم ایمان میں مخلص ہو اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے تو اس کی عظیم نعمتوں پر اس کا شکر کرو۔

چند حرام ومردہ چیزوں کا بیان

اس کے بعد وہ چیزیں بیان کی گئی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کی ہیں اور ان میں ضرر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ: اے لوگو! تمہارے پروردگار نے تمہارے اوپر وہی چیزیں حرام کی ہیں جن میں تمہارے لیے مضرت اور اذیت ہے جیسے مردار، خون اور خنزیر کا گوشت۔ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ: اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، بلاشبہ اس جانور (کے گوشت میں) جان اور عقیدے کا نقصان اور اذیت ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: جو شخص لاچاری اور مجبوری میں مذکورہ اشیا کھائے اس حال میں کہ وہ لذت حاصل کرنے کے لیے نہ کھائے اور حد سے تجاوز بھی نہ کرے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت والا ہے اور عظیم رحمت والا ہے، چنانچہ بے تاب شخص سے اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں کرتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مشرکین کی توبیخ کی ہے جو اپنی طرف سے اشیا کو حلال وحرام قرار دیتے تھے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ: اے مشرکین! جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹی باتیں بناتی ہیں ان کے بارے میں بلا دلیل اور بلا برہان مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ: تم

ایسا اس لیے کرتے ہو تا کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ: حقیقت میں جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے اور دنیا و آخرت میں مطلوب حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: دنیا میں ان کا فائدہ اٹھانا بہت تھوڑا ہوگا، چوں کہ دنیا ختم ہو جانے والی ہے۔ آخرت میں ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے، اس کے بعد یہود پر حرام کردہ چیزوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ: اے محمد! بالخصوص یہود پر ہم نے وہ چیزیں حرام کی ہیں جن کا تذکرہ ہم تم سے پہلے ہی کر چکے ہیں، سورۃ الانعام میں ان چیزوں کا ذکر گزر چکا ہے وہ یہ ہیں: گائے اور بکری کی چربی اور ہر وہ جانور جو ناخنوں والا ہو۔ یہ چیزیں سزا کے طور پر یہود پر حرام کی گئیں۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ: ہم نے یہ چیزیں حرام کر کے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔ اس لیے وہ سزا کے مستحق ٹھہرے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ (سورۃ النساء، آیت ۱۶۰)

یہودیوں کے اپنے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر پاک چیزیں حرام کیں جو اس سے پہلے ان کے لیے حلال تھیں۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ: ...... اے محمد! پھر تمہارے پروردگار نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہالت اور نادانی میں ان برائیوں کا ارتکاب کیا۔ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا: پھر انہوں نے اس کجروی کے بعد اپنے پروردگار کی طرف رجوع کیا، توبہ کی اور اپنی اصلاح کی۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: حقیقت میں تمہارا پروردگار وسیع بخشش والا اور عظیم رحمت والا ہے، آیت میں تمام لوگوں کے لیے مانوسیت کا پیغام دیا جا رہا ہے اور سب کو نوید سنائی جا رہی ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً: ...... یعنی ابراہیم علیہ السلام پیشوا تھے جن میں بے شمار خوبیاں جمع تھیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیلی کے لیے منتخب فرمایا۔ قَانِتًا لِّلّٰهِ: اپنے پروردگار کے مطیع و فرمانبردار تھے اور اللہ تعالیٰ کا ہر حکم بجالاتے تھے۔ حَنِيْفًا: ہر باطل دین سے منہ موڑ کر دین اسلام کی طرف مائل ہونے والے تھے۔ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ: سابق مضمون کی تاکید ہے یہود و نصاریٰ پر رد ہے، چوں کہ ان کے زعم میں ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام شاکر تھے مشرک نہ تھے

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ: ...... اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے تھے۔ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت کے لیے چنا نچہ، اسلام اور ایک خدا کی عبادت کی انہیں ہدایت دی۔ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً: اور ہم نے دنیا میں ان کا ذکر جمیل جاری کر دیا۔ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ: اور وہ آخرت میں ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن کے درجات بلند ہوں گے اور وہ صالحین کے اعلیٰ مقام میں ہوں گے۔ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا: اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف جمیلہ بیان کیے ہیں اور اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ ملت ابراہیم کی اتباع کریں، معنی ہے: اے محمد! ہم تمہیں دین ابراہیم اور ان کی ملت حنیفیہ کی پیروی کا حکم دیتے ہیں۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ: ابراہیم یہودی یا نصرانی نہیں تھے، بلکہ وہ توسید ھے اور سچے مسلمان تھے، یہ یہود و نصاریٰ کے زعم پر رد کی ایک اور تاکید ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ان کی ملت و دین پر تھے۔

یوم السبت کا حکم

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ: ...... ہفتہ کے دن کی تعظیم اور اس دن کام کاج کے ترک کرنے کی روایت شریعت ابراہیم میں نہیں تھی اور نہ ہی ان چیزوں کا تعلق ان کے دینی شعائر سے تھا، یہ اذیت تو یہود پر سختی کرنے کے لیے قائم کی گئی چوں کہ وہ دین میں اختلاف کرتے تھے اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے تھے چوں کہ ہفتہ کے دن انہیں شکار کرنے سے منع کیا گیا لیکن انہوں نے اس دن شکار کیا، جس کی پاداش میں

انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ: عنقریب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، چنانچہ ہر ایک کو بدلہ دیا جائے گا خواہ وہ ثواب کا مستحق ہو یا عذاب کا۔

دعوت و تبلیغ کے چند بنیادی اصول

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ:...... اے محمد! لوگوں کو اللہ کے دین اور اس کی شریعت مقدسہ کی طرف اسلوب حکیم (خوبصورت طریقہ) کے ساتھ بلاؤ۔ لطف و کرم اور نرمی و ہمدردی کے ساتھ دعوت دو، یہی طریقہ ان کے لیے مؤثر اور جاندار ثابت ہو سکتا ہے، ڈانٹ ڈپٹ، سختی اور سنگدلی سے دعوت نہ دو۔ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ: اور اگر مخالفین کے ساتھ بحث و مباحثہ اور مناظرہ کی نوبت آ جائے تو ان کے ساتھ دلائل و براہین اور ہمدردی و نرمی کے ساتھ بحث و مباحثہ کرو۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ: اے محمد! تمہارا پروردگار گمراہوں اور ہدایت یافتہ لوگوں کے حال سے واقف ہے، تمہاری ذمہ داری ہے کہ دعوت و مناظرہ میں حکمت و دانشوری سے کام لو، آپ کے ذمے ان لوگوں کو ہدایت دینا نہیں، آپ کے ذمہ تبلیغ ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ:...... اے مسلمانو! اگر تم اس شخص سے بدلہ لو جس نے تمہارے ساتھ ظلم و زیادتی کی ہو تو بدلہ لینے میں اس کے ساتھ برابری کا معاملہ کرو، بدلہ لینے میں تم زیادتی مت کرو۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، چوں کہ غزوۂ احد کے موقع پر مشرکین نے آپ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر دیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کیا تھا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کفار پر غلبہ عطا کیا تو میں ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ: یعنی اگر تم معاف کر دو اور قصاص چھوڑ دو تو یہ عمل تمہارے لیے بہتر ہے۔ آیت میں صبر و برداشت کی تلقین کی گئی ہے اور مجرم کی سزا معاف کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ سزا دینا مباح ہے اور سزا ترک کرنا افضل ہے۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ: اے محمد! اللہ تعالیٰ کی راہ میں تمہیں جو اذیتیں پیش آئیں ان پر صبر کرو، یہ بلند مرتبہ اللہ کی مدد اور توفیق سے حاصل کرو گے۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ: کفار اگر ایمان نہیں لائے تو اس پر آپ غمزدہ نہ ہوں۔ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ: کفار سفاہت و جہالت کی وجہ سے جو کچھ کہتے ہیں اور جو مکر و فریب کرتے ہیں اس پر تنگدل نہ ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ: اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت پرہیزگاروں کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگرانی نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

بلاغت:...... ان آیات میں بیان و بدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں۔ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ: میں استعارہ مکنیہ ہے، کراہیت کے اعتبار سے اس لباس کو بدمزہ کڑوے کھانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، مشبہ بہ کو حذف کر دیا گیا اور اس کے لوازم کا اثبات کیا گیا ہے، ذائقہ چکھنا مشبہ بہ کے لوازمات میں سے ہے۔ حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ: میں طباق ہے۔ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً: میں التفات ہے۔ غیبوبت سے تکلم کی طرف التفات ہے۔ اس سے مقصود معاملے کی عظمت شان بتلانا ہے۔ كَانَ اُمَّةً: یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے ایک انجمن تھے، ایک بڑی جماعت تھے، چوں کہ آپ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے اوصاف کمال جمع کر دیے تھے جو مخلوق میں فرداً فرداً پائے جاتے ہیں۔ جیسے کہ ایک شاعر کہتا ہے:

وليس على الله بمستنكر   أن يجمع العالم في واحد

اللہ تعالیٰ کے لیے ناممکن نہیں کہ وہ ایک ہی شخص میں سارے جہان کی خوبیاں جمع کر دے۔

تنبیہ:...... آیت کریمہ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ: میں مناظرے میں انصاف کرنے، اتباع حق اور نرمی و مدارات کا طریقہ اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ مناظرے سے مقصد اثبات حق اور ابطال باطل ہو نہ کہ ایک رائے پر اڑے رہنا اور مدمقابل کی رائے کو ہیچ دکھانا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۃ النحل کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ١٨ جمادی الاولیٰ ١٤٣٤ھ مطابق ٣١ مارچ ٢٠١٣ء بروز اتوار بعد نماز مغرب مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت سے نوازے اور تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

پارہ نمبر ۱۵......سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ

سورۃ بنی اسرائیل

تعارف: ......سورۃ الاسراان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں بنیادی عقائد کو اہتمام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اصول دین، توحید، رسالت اور بعث بعد الموت کو موضوع بنایا گیا ہے۔لیکن اس سورت کے موضوع کا نمایاں عنصر رسول کریم ﷺ کی شخصیت ہے۔اس کے ساتھ ساتھ معجزات اور دلائل قاطعہ کا بیان ہے جو آپ ﷺ کے صدق پر دلالت کرتے ہیں۔

سورت مبارکہ میں معجزۂ اسرا (راتوں رات مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر) کو بیان کیا گیا ہے جو کہ خاتم النبیین کی تکریم وتعظیم میں عظیم خدائی مظہر ہے۔اور یہ عجائب کے متعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ پر زبردست نشانی ہے۔

بنی اسرائیل کے متعلق بھی سورت مبارکہ میں بات ہوئی ہے کہ بنی اسرائیل کو فساد وسرکشی کی وجہ سے زمین میں دومرتبہ دھتکارا گیا۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ

سورت میں کون ومکان کی بعض نشانیاں بھی بیان کی گئی ہیں جو رب تعالیٰ کی عظمت ووحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔کائنات کے عمدہ نظام کے متعلق بھی بات ہوئی ہے جس سے رات ودن کا نظام محکم ہوتا ہے اور اس میں کوئی ردوبدل نہیں ہوتا۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝۱۲

سورت مبارکہ میں بعض اجتماعی ومعاشرتی آداب اور اخلاق فاضلہ بھی بیان کیے گئے ہیں اور ان آداب کو اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ یہاں اعلیٰ شان معاشرہ وجود میں آئے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝۲۳

مشرکین کی گمراہیوں پر بھی کلام کیا گیا ہے، مشرکین کہتے تھے: اللہ تبارک وتعالیٰ کی بیوی اور اولاد ہیں، حالاں کہ وہ بیٹیوں کے وجود کو اپنے لیے ناگوار سمجھتے تھے، پھر اولاد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے لگے جب کہ اللہ تعالیٰ اس نسبت سے پاک ومنزہ اور مبرا ہے۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝۴۰

سورت مبارکہ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے، معاد وجزا پر بھی بات ہوئی ہے، یہ وہ امور ہیں جن پر بحث ومباحثے بکثرت ہوتے تھے، چنانچہ ان امور کے وقوع پر دلائل وبراہین قائم کیے گئے۔پھر سورت مبارکہ میں قرآن عظیم جو محمد ﷺ کا دائمی معجزہ ہے پر گفتگو ہوئی ہے، معجزات کے متعلق مشرکین کی تجاویز کا ذکر بھی ہوا ہے چنانچہ مشرکین قرآن کے علاوہ اور معجزے کا مطالبہ کرتے تھے کہتے تھے ان کے لیے مکہ میں نہریں جاری کی جائیں اور باغات دکھائے جائیں۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝۹۰

سورت کے اختتام میں اللہ کے شریک، اولاد اور صفات نقص کی نفی کی گئی ہے، چوں کہ یہ امور نقص کی علامت ہیں اور اللہ تعالیٰ نقص سے پاک ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝۱۱۱

وجہ تسمیہ: ......سورۃ الاسرا کا نام معجزۂ اسرا کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

اٰیَاتُھَا ۱۱۱ (۱۷) سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ (۵۰) رُکُوْعَاتُھَا ۱۲

الجزء ۱۵ المنزل ۴

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ
مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۱ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳ وَقَضَيْنَآ اِلٰى
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ
اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵
ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝۶ اِنْ اَحْسَنْتُمْ
اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا
الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ
عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ (وقف لازم)
الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝۹ ۙ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۰ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝۱۱ وَجَعَلْنَا
الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝۱۲ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ
فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝۱۳ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ
عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝۱۴ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ
وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝۱۵ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا
مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝۱۶ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ
نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝۱۷ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ
لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۱۸ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا
سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۱۹ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا

كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ
تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع ۲

ترجمہ:...... پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو ایک رات میں مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا جس کے گرد اگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تا کہ ہم اسے اپنی آیات دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ ① اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا کہ تم لوگ میرے علاوہ کسی کو کارساز نہ بناؤ۔ ② اے ان لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا، بے شک وہ شکر گزار بندے تھے، ③ اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بتا دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں ضرور فساد کرو گے اور بڑی بلندی تک پہنچ جاؤ گے ④ سو جب ان دونوں میں پہلی مرتبہ کی میعاد کا وقت آئے گا تو ہم تم پر اپنے ایسے بندے بھیج دیں گے جو سخت لڑائی لڑنے والے ہوں گے پھر وہ گھروں کے اندر گھس پڑیں گے، اور یہ وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا، ⑤ پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ واپس کر دیں گے اور مالوں سے اور بیٹوں کے ذریعے تمہاری امداد کریں گے، اور جماعت کے اعتبار سے تمہیں خوب زیادہ بڑھا دیں گے، ⑥ اور تم اچھے کام کرو گے تو اپنی جانوں کی لیے اچھا کرو گے، اور اگر برے کام کرو گے تو وہ تمہاری جانوں کے لیے ہوں گے، پھر جب دوسری مرتبہ کی میعاد کا وقت آئے گا تا کہ وہ تمہارے مونہوں کو بگاڑ دیں اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسا کہ وہ اس میں پہلی بار داخل ہوئے تھے اور تا کہ وہ ان سب کو ہلاک کر ڈالیں جو ان کے قابو میں آ جائے ⑦ قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر تم پھر وہی کرو گے تو ہم بھی وہی معاملہ کریں گے جو پہلے تمہارے ساتھ کیا، اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا دیا ہے۔ ⑧ بے شک یہ قرآن ایسے طریقے کی ہدایت دیتا ہے جو بالکل سیدھا ہے، اور ایمان والوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے ⑨ اور یہ بات بھی بتاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ ⑩ اور انسان برائی کے لیے ایسی دعا مانگتا ہے جیسے خیر کے لیے مانگتا ہے اور انسان جلد باز ہے۔ ⑪ اور ہم نے رات کو اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا، سو ہم نے رات کی نشانی کو محو کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، اور برسوں کی گنتی کو اور حساب کو جان لو، اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ ⑫ اور ہم ہر انسان کی گردن میں اس کا اعمال نامہ ڈال دیں گے، اور ہم اس کے لیے کھلی ہوئی کتاب نکال دیں گے وہ اس کتاب کو کھلی ہوئی دیکھ لے گا، ⑬ تو اپنی کتاب کو پڑھ لے آج تو اپنا حساب کرنے کی لیے کافی ہے ⑭ جس نے ہدایت پالی تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے ہدایت اختیار کرتا ہے اور جو شخص گمراہ ہوتا ہے اپنی ہی جان کو نقصان پہنچانے کے لیے گمراہ ہوتا ہے، اور کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ اٹھانے والی نہیں، اور جب تک ہم کوئی رسول نہ بھیج دیں اس وقت تک عذاب نہیں بھیجتے۔ ⑮ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں سو اس بستی پر ہماری بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اس بستی کو پوری طرح ہلاک کر دیتے ہیں، ⑯ اور نوح کے بعد کتنی ہی قرنیں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا، اور آپ کا رب بندوں کے گناہوں کے جاننے دیکھنے کے لیے کافی ہے۔ ⑰ جو شخص دنیاوی منافع کا ارادہ کرتا ہے، ہم جس کی لیے چاہیں جتنا چاہیں اسی دنیا میں اسے دے دیتے ہیں پھر ہم اس کی لیے دوزخ تجویز کر دیں گے وہ اس میں بدحال ہو کر راندۂ درگاہ ہونے کی حالت میں داخل ہوگا ⑱ اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اور اس کے لیے کوشش کرے جیسی کوشش ہونی چاہیے اور وہ مؤمن ہو سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدردانی ہوگی۔ ⑲ ہم آپ کے رب کی بخشش سے ہر ایک کو دیتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی، اور آپ کے رب کی بخشش روکی ہوئی نہیں ہے۔ ⑳ آپ دیکھ لیجیے ہم نے بعض کو بعض پر کیسی فضیلت دی، اور بلاشبہ آخرت درجات کے اعتبار سے بڑی چیز ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی۔ ㉑ اے مخاطب! اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بنانا، ورنہ تو مذمت کیا جانے والا، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا۔ ㉒

لغات: [1] سُبْحٰنَ: ...... تَسْبِیْح کا اسم ہے، اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا ہر برائی اور نقص سے پاک ہونا۔ یہ اسم اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔

[1] نسخہ میں "تنبیہ" کا عنوان ہے جو لاعلم سے کاتب کا سہو ہے۔

اَسْرٰی:...... الاسراء: رات کو چلنا، اسریٰ اور سریٰ دو لغات ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

سریت من حرم لیلًا الی حرم کما سری البدر فی داج من الظلم

آپ نے راتوں رات ایک حرم سے دوسرے حرم تک سفر کیا جیسے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں چودھویں کا چاند سفر کرتا ہے۔

فَجَاسُوْا:...... زجاج کہتے ہیں: انہوں نے طواف کیا۔ الجوس: رات کو چکر لگانا، گھومنا، کھوج لگانا، واحدی کہتے ہیں۔ الجوس: کا معنی ہے گھومنا، اور تلاش کرنا۔ اَلْكَرَّةَ: غلبہ۔ تَتْبِيْرًا: ہلاکت، تباہی۔ محونا: ہم نے مٹا دیا۔ علمائے لغت کہتے ہیں۔ المحو: اثر ختم کر دینا، مقولہ ہے: محوتہ فانمحی یعنی اس کا اثر جاتا رہا۔ طٰٓئِرَهٗ: جو عمل انسان کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہو، خیر و شر کو بھی طائر کہا جاتا ہے، چوں کہ عرب پرندے (طائر) سے فال لیتے تھے۔ دائیں طرف اڑے تو خیر اگر بائیں طرف اڑے تو شر۔ مُتْرَفِيْهَا: عیش پسند لوگ، مرفہ الحال۔ يَصْلٰىهَا: وہ اس میں داخل ہوگا اور دوزخ کی تپش چکھے گا۔ مَّدْحُوْرًا: اللہ کی رحمت سے دور کیا ہوا۔

واقعہ اسرا اور معراج کی کیفیت

تفسیر: سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا:...... اللہ تعالیٰ ان صفات سے پاک و منزہ ہے جو اس کی جلالت شان کے لائق نہیں، اللہ عالی شان ہے جس نے رات کے ایک حصے میں اپنے بندے اور نبی محمد ﷺ کو منتقل کیا۔ مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا: مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک۔ اقصیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام کے درمیان بعد مسافت ہے، مفسرین کہتے ہیں: لیلًا اس لیے نکرہ کا لایا گیا چوں کہ اسرا کی قلیل مدت بیان کرنا مقصود ہے، گویا آپ ﷺ نے اتنی طویل مسافت رات کے ایک خفیف جزو میں قطع کیا اور یہ مسافت چالیس دن کی ہے، یہ الفاظ رب تعالیٰ کی قدرت اور معجزہ کو بلیغانہ اسلوب میں نمایاں کر رہے ہیں، اسی لیے سورت کی ابتدا "سبحان" سے کی گئی ہے یہ لفظ کمال قدرت اور رب تعالیٰ کی حکمت بالغہ پر دلالت کرتا ہے، اس لفظ سے رب تعالیٰ کی انتہا درجے کی پاکی بیان کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفات سے پاک و منزہ ہے، اسرا روح مع الجسد اور حالت بیداری میں ہوا ہے نہ کہ خواب میں۔ الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ: جس کے ماحول پر ہم نے حسی اور معنوی برکتیں نازل کی ہیں۔ چنانچہ ہم نے پھل پیدا کر دیے نہریں اور دریا چلا دیے، یہ وہ برکتیں ہیں جن کے ساتھ ملک شام مخصوص ہے، یہ سرزمین انبیا ہے یہاں انبیا نے سکونت اختیار کی اور اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے اترتے رہے۔[1]

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا:...... تاکہ ہم محمد ﷺ کو عظیم و عجیب نشانیاں دکھائیں اور آسمان و زمین کی بادشاہت پر انہیں آگاہ کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ کھلی آنکھوں سے آسمان، جنت و جہنم، سدرۃ المنتہیٰ، فرشتے، انبیا، عجائب اور دیگر بے شمار خدائی نشانیاں دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ: یعنی اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کے اقوال کو سنتا ہے اور ان کے افعال کو دیکھتا ہے، اسی لیے انہیں ان معجزات و کرامات کے لیے مخصوص کیا۔ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ: بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے ہم نے موسیٰ کو تورات عطا کی، تاکہ وہ اس کتاب کے ذریعے انہیں جہالت و کفر کی تاریکیوں سے نکال کر علم و ایمان کے نور کی طرف لائیں۔ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا پروردگار اور کارساز مت بناؤ جسے تم اپنے معاملات سپرد کرو۔ مفسرین کہتے ہیں: جب مسجد اقصیٰ کا ذکر کیا گیا جو کہ ارض مقدسہ جس میں اللہ نے (بنی اسرائیل) کو سکونت فراہم کی تو اس جگہ کے مناسب بنی اسرائیل کا ذکر کیا گیا۔ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ: اے ان مؤمنین کی اولاد جو کشتی میں نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار تھے، ہم نے تمہارے آباؤ اجداد کو غرق ہونے سے بچایا، اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا: نوح علیہ السلام اللہ کا بہت زیادہ شکر ادا کرتے تھے اور ہر حال میں اللہ کی حمد و ثنا کرتے تھے لہٰذا تم ان کی اقتدا کرو۔ ندا میں لطف و مہربانی کا پہلو نمایاں ہے اور اللہ کی نعمتوں کی یاد دہانی ہے۔ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ: یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو خبر دی، انہیں آگاہ کیا اور تورات میں ان کی طرف ہم نے وحی بھیجی۔

---

[1] تبرکات کے احترام پر یہ آیت دلیل قطعی ہے اور منکرین تبرکات کے لیے تیغ صارم ہے۔

لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ: ...... سرزمین فلسطین اور اس کے مضافات میں تم دو مرتبہ فساد پھیلاؤ گے۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: پہلا فساد زکریا علیہ السلام کا قتل ہے اور دوسرا فساد یحییٰ علیہ السلام کا قتل ہے۔ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا: تم سرزمین مقدسہ میں بہت بڑی سرکشی کرو گے، ظلم وعدوان کا ارتکاب کرو گے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی حرمت توڑو گے۔ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا: اور جب فساد کے ان دو واقعات میں سے پہلا واقعہ پیش آیا۔ بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا: ہم نے تمہارے اوپر اپنے ایسے بندے مسلط کر دیے جو نہایت جنگجو اور جابر تھے تاکہ تم سے بدلہ لیا جائے۔ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ: سخت لڑنے والے جنگجو اور قوت وطاقت والے۔ مفسرین کہتے ہیں: جب بنی اسرائیل نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھنا شروع کر دیا اور خون بہانے لگے اللہ نے ان پر بابل کے بادشاہ بخت نصر کو مسلط کر دیا، اس نے ستر ہزار بنی اسرائیل کو تہ تیغ کیا قریب تھا۔ بنی اسرائیل کی نسل ختم کر دیتا یہ پہلا فساد ہے۔ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ: وہ صبح وشام گھروں میں چکر لگاتے اور تمہاری کھوج لگاتے تاکہ تمہیں چن چن کر قتل کرے اور تمہارا استیصال کر دے گا۔ اس کے لشکر تمہیں لوٹتے تھے اور کسی سے بھی نہیں ڈرتے تھے۔ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا: یہ تسلط اور انتقام حتمی اور یقینی امر تھا اس میں نقض وتبدیل کا کوئی احتمال نہیں تھا۔

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ: ...... پھر جب تم نے توبہ کی اور رجوع کیا ہم نے تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دیا، اس سخت آزمائش کے بعد ہم نے حکومت اور غلبہ تمہیں لوٹا دیا۔ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ: ہم نے تمہیں کثیر مقدار میں اموال اور وافر مقدار میں اولاد عطا کی اس کے بعد کہ تمہارے اموال لوٹ لیے گئے تھے اور تمہاری اولاد قیدی بنالی گئی تھی۔ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا: ہم نے تمہارے دشمنوں کی بنسبت تمہاری تعداد اور تمہارے مردوں کی تعداد بڑھا دی تاکہ تم اپنی افرادی قوت بڑھا سکو اور اپنی حکومت کی بنیاد رکھ سکو۔ إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ: اے بنی سرائیل! اگر تم اچھائی کرو گے تو اپنے لیے اچھائی کرو گے اور اس کا نفع تمہیں کو حاصل ہوگا اس کا اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع نہیں ہوگا۔ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا: اور اگر تم برائی کرو گے تو اس کا وبال بھی تمہارے ہی اوپر پڑے گا۔ اس کا اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے، طاعت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی اور معصیت اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ: چنانچہ جب دوسرے واقعہ کا مقررہ وقت آیا کہ تم نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر کے زمین میں فساد پھیلایا اور اللہ کے محارم کی ہتک کی ہم نے تمہارے دشمنوں کو دوبارہ تمہارے اوپر مسلط کر دیا۔ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ: یعنی ہم نے انہیں تمہارے اوپر اس لیے مسلط کیا تاکہ تمہیں ذلیل وخوار کر دیں اور نحوست وبدحالی کے آثار تمہارے چہروں پر ثبت کر دیں اور ہمیشہ تمہارے چہروں سے ذلت ورسوائی ٹپکتی رہے۔ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ: اور تاکہ وہ بیت المقدس میں داخل ہوں اور اسے کھنڈر بنا دیں جیسے پہلی مرتبہ اسے کھنڈر بنایا تھا۔[2] وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا: تاکہ جس جس چیز پر انہیں غلبہ حاصل ہوا سے تباہ وبرباد کر کے رکھ دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر فارس کے مجوسی مسلط کر دیے جنہوں نے انہیں زمین میں بھگایا، انہیں قتل کیا اور تباہ کر دیے، ان کی مملکت پر غلبہ حاصل کر لیا۔ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ: عین ممکن ہے اللہ تمہارے اوپر رحم کرے اگر تم توبہ کرو اور اللہ کی طرف رجوع کرو اور وہ تمہیں معاف کر دے، آیت میں وعدہ کر دیا گیا ہے کہ اگر بنی اسرائیل توبہ کر لیں تو ان پر عذاب ٹل سکتا ہے۔ عَسَىٰ اللہ کی طرف سے امکان کے لیے نہیں وجوب کے لیے آتا ہے۔ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا: ہم نے جہنم کو کفار کے لیے قید خانہ بنا دیا ہے، کفار جہنم سے کبھی بھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کی بقیہ آسمانی کتابوں پر فوقیت بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

قرآن سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور مؤمن کے لیے بشارت ہے

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ: ...... یہ قرآن عظیم وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا اور واضح ہے، جو اعتدال والا اور درست ہے۔

---

[1] یہ فساد اللہ کی طرف سے قہر وغضب نہیں بلکہ یہ محض اللہ کی طرف سے انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے جو اللہ کے ازلی علم کے مطابق واقع ہونا ہے۔ [2] ظلال میں ہے بنی اسرائیل اپنی تباہی کی طرف خود ہی آتے رہیں گے چنانچہ انہیں جزیرۂ عرب سے باہر نکال دیا گیا، ہمارے زمانے میں ان پر ہٹلر مسلط ہوا۔ اب اسرائیل میں جمع ہو گئے ہیں، اللہ ان پر ضرور کسی کو مسلط کرے گا، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا:...... یہ قرآن ان مؤمنین کو بشارت دیتا ہے جو قرآن کے مقتضا پر عمل کرتے ہیں، انہیں جنت کی صورت میں اجر عظیم عطا کیا جائے گا۔ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا: اور انہیں خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے دشمن جو آخرت کی تصدیق نہیں کرتے ان کے لیے دوزخ میں دردناک عذاب ہے۔ آیت میں ترغیب اور ترہیب دونوں جمع ہیں۔ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ: انسان اپنے لیے برائی اس طرح مانگتا ہے جیسے اسے اپنے لیے اچھائی مانگنی چاہیے۔ اگر شر و برائی میں ان کی دعا قبول کر لی جائے جیسے اچھائی اور خیر میں دعا قبول کی جاتی ہے تو انسان ہلاک ہو جاتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ انسان کی اپنے لیے بددعا ہوتی ہے یا اپنی اولاد کے لیے بددعا ہوتی ہے جو غصے میں آ کر کر دیتا ہے۔ جس کی قبولیت پسندیدہ نہیں ہوتی، مثلاً یا اللہ! اسے تباہ کر دے وغیرہ۔[1] وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا: انسان اپنی طبع کے اعتبار سے جلد باز ہے۔ چنانچہ جلد بازی میں آ کر اپنے لیے بددعا کر دیتا ہے جو دل میں آتا ہے کہہ دیتا ہے اس کے انجام پر نظر نہیں کرتا۔

کائنات کی چند نشانیاں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کائنات کی نشانیاں بیان کی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے: وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ: ہم نے دن اور رات کو دو عظیم نشانیاں بنایا ہے جو ہماری یکتائی اور قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ: ہم نے رات مٹادی اور رات کو ہم نے تاریک بنایا تاکہ تم سکون حاصل کرو۔ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً: اور دن کو ہم نے روشن اور چمکدار بنادیا۔ تاکہ دن کے وقت دیکھنے کا عمل بآسانی ہو سکے۔ لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ: تاکہ تم دن کو اسباب معاش تلاش کرو۔ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ: اور تاکہ تم دنوں، مہینوں اور برسوں کا حساب معلوم کر سکو۔ چنانچہ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہتے ہیں، رات بنائی آرام کے لیے اور دن بنایا کمانے کے لیے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا: دین و دنیا کے تمام امور ہم نے اچھی طرح سے بیان کر دیے، ایسا نہیں کہ ان امور کا معاملہ محض اندازے اور اٹکل پر چھوڑ دیا گیا ہو بلکہ یہ اللہ کی تقدیر اور تدبیر حکمت سے ہے۔

انسان کا نامہ اعمال اور اس کی سچائی

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ:...... انسان اپنے عمل کا مرہون و پابند ہے اس کا اسے بدلہ دیا جائے گا۔ عمل انسان کے ساتھ لازم ہے جیسے ہار گلے میں پڑا ہوتا ہے اور انسان کے ساتھ لازم ہوتا ہے اسی طرح انسان کا عمل لاینفک ہے۔ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا: قیامت کے دن ہم اس کا کھلا ہوا نامۂ اعمال ظاہر کریں گے جس میں اس کی نیکیاں اور برائیاں درج ہوں گی، وہ اپنے اعمال نامہ کو سرعام کھلا ہوا دیکھے گا، اسے نامہ اعمال چھپانے کا اختیار حاصل نہیں ہوگا، اور نہ ہی اس سے ناواقفی کا اظہار کر سکے گا۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا: اس سے کہا جائے گا اپنا نامۂ اعمال پڑھو اور تیرا ہی اپنے اعمال پر گواہ ہونا کافی ہے، چنانچہ کسی دوسرے گواہ یا حساب دان کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا: جو شخص ہدایت پر آیا اس کی ہدایت کا ثواب اسی کو ملے گا اور جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اور عذاب اسی پر ہوگا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى: یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کو نہیں اٹھائے گا، ہر شخص کو اپنے جرم کا وبال خود ہی اٹھانا پڑے گا۔

بعثت رسول کے بغیر کسی قوم کو عذاب نہیں دیا جاتا

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا:...... ہم کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتے جب تک اس کے پاس پیغمبر نہ بھیج دیں جو اسے اللہ کا پیغام

[1] القرطبی ۱۰/۲۲۵

یاددلاتے ہیں اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں، یہ اس لیے تاکہ ان پر اتمام حجت ہوجائے۔ وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا: جب ہم کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس قوم کے عیش پرستوں، قائدین اور رؤسا کو اپنے پیغمبروں کی زبانی طاعت کا حکم دیتے ہیں، وہ ہمارے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں اور ہماری طاعت سے نکل جاتے ہیں اور فسق وفجور کے مرتکب ہوتے ہیں۔ فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ ٱلْقُرُونِ مِنۢ بَعْدِ نُوحٍ: فسق وفجور اور سرکشی کی وجہ سے ان پر ہمارا عذاب واجب ہوجاتا ہے چنانچہ ہم انہیں تباہ وبرباد کردیتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا: یعنی ہم اس قوم کے اشرار (برے لوگوں) کو مسلط کردیتے ہیں اور وہ نافرمانی کا شکار ہوجاتے ہیں اور جب وہ نافرمانی کرتے ہیں تو اللہ انہیں عذاب دے کر ہلاک کردیتا ہے۔[1] ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد بہت ساری سرکش امتوں کو ہلاک کیا جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا جیسے قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون۔ ابن کثیر کہتے ہیں: آیت میں کفار قریش کو ڈرایا گیا ہے اور معنی ہے: اے مکذبین! تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت مند نہیں ہو کیوں کہ تم نے اشرف الانبیاء نبی آخر الزماں کو جھٹلایا ہے لہٰذا تم سزا و عذاب کے مستحق ہو۔[2]

وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِۦ خَبِيرًۢا بَصِيرًا:...... اے محمد! تمہارا رب بندوں کے اعمال پر بطور نگرانی کافی ہے، وہ اعمال کے ظاہر وباطن کا پورا پورا ادراک رکھتا ہے اور ان کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ مَّن كَانَ يُرِيدُ ٱلْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُۥ فِيهَا مَا نَشَآءُ لِمَن نُّرِيدُ: جو شخص اپنے عمل سے دنیا کو مقصد بنالے اس کی تمام تر سعی اور غرض ومقصد دنیاداری ہو ہم دنیا میں اسے جو چاہتے ہیں فوری دے دیتے ہیں ایسا نہیں کہ وہ جو کچھ چاہتا ہے اسے دے دیں۔ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُۥ جَهَنَّمَ يَصْلَىٰهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا: آخرت میں ہم نے اس کے لیے جہنم کا ٹھکانا مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ ذلیل وخوار اور اللہ کی رحمت سے دھتکارا ہوا ہو کر داخل ہوگا۔ وَمَنْ أَرَادَ ٱلْءَاخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ: جس نے آخرت کے ٹھکانے اور اس کی دائمی نعمتوں میں جانا چاہا اور اس ٹھکانے کے مناسب اعمال وطاعات بجالائیں اس حال میں کہ وہ سچا مؤمن ہو۔ فَأُو۟لَٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا: یہی لوگ اپنے اندر عمدہ خصائل اور خوبیاں جمع کیے ہوتے ہیں جیسے اخلاص، عمل صالح اور ایمان، ان لوگوں کے اعمال کو اللہ کے ہاں شرف قبول حاصل ہوتا ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے۔

كُلًّا نُّمِدُّ هَٰٓؤُلَآءِ وَهَٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ:...... دونوں گروہوں جو دنیا کے بھی چاہنے والے ہیں اور آخرت کے بھی چاہنے والے ہیں ان میں سے ہر ایک کو ہم عطا فرمائیں گے بلکہ اپنے احسان کی خاطر زیادہ عطا کریں گے، چنانچہ ہم مؤمن کو بھی عطا کرتے ہیں اور کافر کو بھی، فرمانبردار کو بھی اور نافرمان کو بھی۔ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا: رب تعالیٰ کی عطا کسی کے لیے بھی بند نہیں، ہر ایک کو ملتی ہے۔ ٱنظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ: اے محمد! دیکھیے اس دنیا کی زندگی میں ہم نے لوگوں کے درمیان رزق واخلاق کے اعتبار سے کیسے تفاوت قائم کر رکھا ہے، چنانچہ ایک مالدار ہے تو دوسرا تنگدست ہے، یہ شریف ہے تو وہ حقیر وادنیٰ ہے۔ وَلَلْءَاخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَٰتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا: بخدا! دنیا کے تفاوت کی بنسبت آخرت کا تفاوت عظیم تر ہوگا چوں کہ آخرت کا ٹھکانا امن وسکون کا ٹھکانا ہے۔ اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، جو کسی کان نے نہیں سنیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں کھٹکیں۔ لَّا تَجْعَلْ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ: اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور اللہ کے سوا کسی اور کو معبود مت بناؤ۔ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا: ورنہ تم اللہ کے ہاں قابل ملامت ہوجاؤ گے اور تمہارا کوئی مددگار اور معاون نہیں ہوگا۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بدیع وبیان کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ مختصراً ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں: سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ: جب خارق عادت امر کا بیان مقصود تھا تو ایسے لفظ سے ابتدا کی گئی جو اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور اللہ کی صفات نقص سے پاک ہونے پر دلالت کرتا ہے۔
بِعَبْدِهِۦ: اضافت برائے تکریم وتشریف ہے۔ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا، تَزِرُ وَازِرَةٌ: میں جناس اشتقاق ہے۔ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ: اور ضَلَّ...... ٱهْتَدَىٰ: میں طباق ہے۔ ٱقْرَأْ كِتَٰبَكَ: میں ایجاز حذف ہے عبارت یوں ہے: یقال له یوم القیامة اقرأ...... الخ أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا:

---

[1] المختصر ۲/۱۷۳ [2] المختصر ۲/۱۷۳

محذوف عبارت اس طرح ہے۔ أمرناهم بطاعة الله فعصوا وفسقوا فيها. یعنی ہم نے انہیں اللہ کی طاعت بجالانے کا حکم دیا۔ انہوں نے نافرمانی کی اور فسق کا ارتکاب کیا۔ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً: میں مجاز عقلی ہے چوں کہ دن دیکھنے والا نہیں ہوتا بلکہ دن کے وقت دیکھا جاتا ہے۔ گویا یہ شے کی اسناد اس کے زمانہ کی طرف ہے۔ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ: میں استعارہ لطیفہ ہے، طائر کا استعارہ ہے۔ انسان کے عمل کے لیے، چنانچہ عرب پرندے سے شگون لیتے تھے، خیروشر کے شگون کو طائر کہتے تھے اور یہ بطور استعارہ ہے۔

لطیفہ: ......راتوں رات بیت المقدس تک جانے اور پھر وہاں سے آسمانوں کی طرف جانے میں حکمت یہ ہے کہ بیت المقدس ارواح انبیا کا مجمع ہے اور انبیائے کرام پر نزول وحی کی جگہ ہے۔ یہ سفر عزت وتکریم کا سفر تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو رسول اللہ کی زیارت کا شرف بخشا، اسی لیے آپ ﷺ نے انبیا کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی۔ صلوات اللّٰہ علیہم اجمعین

تنبیہ: ......اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں رسول کریم ﷺ کی صفت عبودیت بیان کی ہے چنانچہ ارشاد ہوا۔ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ: چوں کہ صفت عبودیت کا مقام اعلیٰ اور افضل ہے، جیسے مقام وحی میں یہی صفت بیان کی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ فأوحیٰ الی عبده ما اوحی: اور مقام دعوت میں بھی یہی صفات بیان کی گئی ہے۔ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ: اسی لیے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

وما زادني شرفًا وتيهًا وكدت بأخمصي أطأ الثريا

دخولي تحت قولك ياعبادي وأن صيرت احمدلي نبيًا

من جملہ ان چیزوں میں سے جن سے میری شرافت وعزت میں اضافہ ہوا ہے اور قریب ہے کہ میں ثریا کو روند ڈالوں۔ وہ یہ کہ میں تیرے قول "یاعبادی" کے تحت داخل ہوں اور یہ کہ تو نے احمد ﷺ کو میرا نبی آخر الزماں بنایا ہے۔

اوامر و زواجر اور مشرکین ومکذبین کے مؤقف کا بیان

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ
اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ
مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا
صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ
تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ
عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً
اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ ع ٣
وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿٣٢﴾
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا

يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ﴿٣٣﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ
أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ
الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٣٥﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ
وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ
وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿٣٧﴾ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِندَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿٣٨﴾ ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ
رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۗ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ﴿٣٩﴾ أَفَأَصْفَاكُمْ
ع رَبُّكُم بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا ۚ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي
هَٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا ۖ وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤١﴾ قُل لَّوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا
إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿٤٣﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ
وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ۚ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۗ إِنَّهُ
كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤٤﴾ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿٤٥﴾ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ
فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿٤٦﴾ نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ
وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ﴿٤٧﴾ انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا
لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿٤٨﴾

ترجمہ:......اور آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ عبادت نہ کرو مگر اسی کی، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اے مخاطب! اگر تیرے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہنا، اور ان کو مت جھڑکنا، اور ان سے اچھے طریقے سے بات کرنا ﴿۲۳﴾ اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں عرض کرنا کہ اے رب! ان پر رحم فرمایئے جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹا سا پالا ہے۔ ﴿۲۴﴾ تمہارا رب ان چیزوں کو خوب جاننے والا ہے جو تمہارے دلوں میں ہیں، اگر تم نیک بن جاؤ، بلاشبہ وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ ﴿۲۵﴾ اور رشتہ دار کو اور مسکین کو اور مسافر کو اس کا حق دے دو اور مال کو بے جا مت اڑاؤ ﴿۲۶﴾ بلاشبہ مالوں کو بے جا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، ﴿۲۷﴾ اور اگر تو اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تو امید رکھتا ہے، ان لوگوں کی طرف سے پہلو تہی کرے تو ان سے نرم بات کہہ دینا ﴿۲۸﴾ اور تو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کی طرف باندھا ہوا مت رکھ، اور نہ اسے بالکل ہی کھول دو ورنہ تو ملامت کیا ہوا خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ رہے گا۔ ﴿۲۹﴾ بلاشبہ تیرا رب جس کے لیے چاہے رزق میں فراخی دے دیتا ہے اور وہ رزق میں تنگی بھی فرما دیتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے، دیکھنے والا ہے۔ ﴿۳۰﴾ اور تم اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل نہ کرو، انہیں ہم رزق دیں گے، اور تمہیں بھی، بلاشبہ ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ

ہے، ﴿۳۱﴾ اور زنا کے پاس نہ جاؤ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی اور بری راہ ہے، ﴿۳۲﴾ اور اس جان کو قتل نہ کرو، جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا مگر یہ کہ حق کے ساتھ ہو، اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں قتل کیا گیا تو ہم نے اس کے ولی کے لیے تسلط رکھا ہے سو وہ قتل میں حد سے آگے نہ بڑھے بلاشبہ اس کی مدد کی جائے گی، ﴿۳۳﴾ اور تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے پر جو بہتر ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، اور عہد کو پورا کرو، بلاشبہ عہد کی پوچھ گچھ ہوگی، ﴿۳۴﴾ اور جب تم ناپو تو پورا ناپو، اور صحیح ترازو سے تولو، یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھی چیز ہے۔ ﴿۳۵﴾ اور تو اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہ ہو، بلاشبہ کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال ہوگا، ﴿۳۶﴾ اور تو زمین میں اتراتا ہوا مت چل، بے شک تو ہرگز زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور ہرگز پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ نہیں سکتا۔ ﴿۳۷﴾ یہ سب برے کام تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔ ﴿۳۸﴾ یہ باتیں اس حکمت میں سے ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجی ہیں، اور اے مخاطب! اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود تجویز نہ کر ورنہ تو ملامت کیا ہوا راندہ کیا ہوا دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ ﴿۳۹﴾ کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا اور فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنا لیا بلاشبہ تم بڑی بات کہتے ہو۔ ﴿۴۰﴾ بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ لوگ سمجھیں اور یہ ان کی نفرت ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ ﴿۴۱﴾ آپ فرما دیجیے کہ اگر اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو انہوں نے عرش والے کی طرف راستہ تلاش کر لیا ہوتا۔ ﴿۴۲﴾ وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ ﴿۴۳﴾ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہیں کرتی ہو لیکن تم ان کی حمد کو نہیں سمجھتے، بلاشبہ وہ حلیم ہے غفور ہے۔ ﴿۴۴﴾ اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں ﴿۴۵﴾ اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں، اور ہم ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں، اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ پشت پھیر کر نفرت کرتے ہوئے چل دیتے ہیں ﴿۴۶﴾ جس وقت وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کس غرض سے کان لگائے ہوئے ہیں جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں ہمیں اس کا بھی خوب علم ہے، جبکہ ظالم لوگ یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ بس ایک ایسے شخص کا اتباع کر رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ ﴿۴۷﴾ دیکھ لیجیے آپ کے لیے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہو گئے سو راہ یاب نہیں ہوں گے۔ ﴿۴۸﴾

ربط وتعارف:...... جب اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح کو کامیابی اور ابدی سعادت کے لیے اساس قرار دیا ہے اور مؤمن جو اپنے عمل سے آخرت کا ارادہ کرے اس کا حال بیان کیا۔ اب یہاں کچھ ایسے اوامر اور زواجر کا ذکر ہے جن پر اچھے معاشرے کی بنیاد استوار ہوتی ہے۔ پھر مشرکین مکذبین کا اس قرآن کے بارے میں موقف بیان کیا گیا ہے۔

لغات: اُفٍّ:...... زچ ہونے اور تنگدل ہونے کے وقت یہ کلمہ بولا جاتا ہے۔ ابن اعرابی کہتے ہیں: اصل میں جب کپڑوں پر گرد و غبار پڑھ جائے، اسے جھاڑنے کے لیے انسان پھونک مارتا ہے، پھونک مارتے وقت منہ سے جو آواز نکلتی ہے اسے ''اُف'' کہتے ہیں، پھر اس کلمہ میں وسعت آ گئی اور ہر ناپسند چیز کے لیے بولا جانے لگا۔ تَنْهَرْهُمَا: النهر، زجر، ڈانٹ، سختی کرنا۔ الْأَوَّابِيْنَ: أوّابٌ کی جمع ہے۔ زیادہ توبہ کرنے والا، رجوع کرنے والا، اَوب سے مشتق ہے بمعنی رجوع کرنا۔ مَّحْسُوْرًا: نان نفقہ اور تصرف سے منقطع۔ فراء کہتے ہیں: عرب اس اونٹ کے بارے میں کہتے ہیں جس کا سفر کٹ جائے: بعیر محسورٌ۔ اور جب اونٹ کے چلنے کی قوت جاتی رہے تو بولتے ہیں ''حسرت الدابة''۔ چنانچہ جس شخص کا سارا مال خرچ ہو جائے اسے ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کی سواری ماند پڑ جائے اور اس کا سفر وہیں ادھورا کٹ کے رہ جائے۔[۱] اِمْلَاقٍ: فقر و فاقہ، مقولہ ہے۔ ''أملق الرجل''۔ فلاں شخص محتاج ہو گیا۔ خِطْأً: ازہری کہتے ہیں: خَطِئَ يَخْطَأُ خِطْئًا اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی جان بوجھ کر خطا کرے، اور جب کوئی جان بوجھ کر خطا نہ کرے تو بولا جاتا ہے۔ أخطأ۔ اَلْقِسْطَاسِ: میزان، ترازو، قسط سے ماخوذ ہے بمعنی عدل۔ تَقْفُ: تو پیچھے آتا ہے۔ مقولہ ہے: ''قفوت أثر فلان'' میں فلاں کے نقش قدم پر چلا۔ مَرَحًا: المرح۔ بہت زیادہ فرحت کا اظہار۔ یہاں اس سے مراد تکبر ہے۔ صَرَّفْنَا: ہم نے بیان کیا۔ اَکِنَّۃً: کنانٌ کی جمع ہے۔ وہ پردہ جس

---

[۱] التفسیر الکبیر للرازی ۲۰/ ۱۹۵

سے کسی چیز کو ڈھانپ دیا جائے۔ وَقْرًا: بہرہ پن۔ ڈاٹ۔ کارک۔

والدین سے حسن سلوک کا حکم

تفسیر: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ: ...... اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی معبود کی عبادت نہ کرو۔ مجاہد کہتے ہیں: وَقَضٰى: یعنی اللہ نے عبادت و توحید کی وصیت کی اور حکم دیا۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا: اور اللہ نے حکم دیا ہے کہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین کے حسن سلوک کو بیان کیا ہے چوں کہ والدین کا اولاد پر بہت بڑا حق ہے کیوں کہ والدین ہی اس کے وجود کا ظاہری سبب ہیں اور اس کی زندگی کا سہارا بنے ہیں۔ چنانچہ جب والدین کا اولاد کے ساتھ حسن سلوک انتہا درجے کو پہنچا ہوا ہے تو اولاد پر بھی واجب ہے کہ وہ والدین کے ساتھ ان سے بھی زیادہ اچھا سلوک کریں۔ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا: ہم تمہیں دونوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتے ہیں بالخصوص جب بوڑھے ہو جائیں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے، آیت میں خصوصیت کے ساتھ بڑھاپے کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے، چوں کہ اس عمر کو پہنچ کر والدین اولاد کی خدمت کے زیادہ محتاج ہو جاتے ہیں اور اس عمر میں کمزوری بڑھ جاتی ہے چنانچہ اس وقت ان کے حقوق کی بجا آوری ضروری ہو جاتی ہے۔ عِنْدَكَ: کا معنی ہے تمہاری نگرانی اور تمہاری کفالت میں۔

والدین کا اکرام اور اُن کے لیے دعا

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ: ...... والدین کی شان میں ایسا ادنیٰ کلمہ بھی مت کہو جس سے گستاخی کی بو آتی ہے جیسے کلمہ اُف اور انہیں برا کلمہ مت سناؤ اگرچہ وہ اُف ہی کیوں نہ ہو۔ وَلَا تَنْهَرْهُمَا: والدین کو جھڑکو بھی نہیں، یعنی اگر والدین کی طرف سی کوئی ایسی بات دیکھو جیسے تم ناپسند کرتے ہو تو اس پر انہیں مت ڈانٹو۔ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا: والدین کے ساتھ نرم اور اچھی بات کرو اور ادب و وقار اور تعظیم سے پیش آؤ۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ: اور ان کے سامنے عاجزی اور انکساری سے جھک جاؤ اور ان سے مہربانی و لطف و کرم سے پیش آؤ۔ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا: والدین کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہو اور اپنی دعاؤں میں یوں کہو: اے میرے پروردگار! میرے والدین پر وسیع رحمت نازل فرما، جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش اور تربیت کی۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ: اے لوگو! تمہارا پروردگار تمہارے دلوں میں والدین کے متعلق حسن سلوک اور نافرمانی کو خوب جانتا ہے۔ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا: اگر تم والدین کے ساتھ نیکی اور اچھائی کرنا چاہو، ان کی نافرمانی نہ کرو تو اللہ جل شانہ تمہاری برائیوں کو مٹا دے گا اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بخش دیتا ہے، توبہ کرنے والے وہ ہوتے ہیں جن سے خطا سرزد ہو اور وہ اللہ کے حضور مغفرت طلب کرنے میں دیر نہ کریں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ والدین کی تعظیم اور احترام اولاد پر واجب ہے، پھر اگر اولاد سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جائے جس سے والدین کا احترام مجروح ہوتا ہو چنانچہ اگر یہ کوتاہی والدین کی نافرمانی کے خیال سے نہ ہو بلکہ محض بشری تقاضے کے پیش نظر سرزد ہو جائے تو اس کی بخشش کا امکان موجود ہے۔

عزیز و اقارب اور مساکین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم اور اسراف کی ممانعت

والدین کے ساتھ حسن سلوک کے مناسب اس کے ساتھ ساتھ اقربا اور مساکین کے ساتھ بھی حسن سلوک کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ: جس شخص کو بھی تمہارے ساتھ قرابت ہو تو حسن سلوک اور اچھائی میں اس کا جتنا حق ہے وہ ادا کرو۔ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ: مسکین محتاج اور مسافر جو اپنے وطن سے دور ہو اسے بھی اس کا حق دو۔ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا: اللہ تعالیٰ کی طاعت سے ہٹ کر اپنا مال خرچ نہ کرو ورنہ فضول خرچ بن جاؤ گے، ناحق معاملے میں خرچ کرنا فضول خرچی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: اگر انسان حق میں اپنا سارا مال خرچ کر دے وہ فضول خرچ نہیں ہوگا اور اگر ایک مد کے برابر بھی مال ناحق خرچ کیا تو وہ فضول خرچی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: تبذیر (فضول خرچی) اللہ تعالیٰ کی

معصیت، غیر حق اور فساد میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔[1] اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ: یہ نہی کی تعلیل ہے یعنی اوپر فضول خرچی سے منع کیا گیا اور اس آیت میں ممانعت کی علت و وجہ بیان کر دی گئی ہے، یہ غایت درجے کی ذم اور قباحت کا بیان ہے: آیت کا معنی: فضول خرچ فساد پھیلانے میں شیاطین جیسے ہیں چوں کہ یہ لوگ باطل، شر اور معصیت میں خرچ کرتے ہیں۔ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا: یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر ناشکری کرنے میں خوب مبالغہ کرتا ہے اور اس کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کرتا اسی طرح اس کے فضول خرچ بھائی نعمتوں کا حق ادا نہیں کرتے، نعمتوں کا حق یہ ہے کہ نعمتوں کو طاعات اور حقوق میں ادا کیا جائے اس حال میں کہ حد سے تجاوز نہ کی جائے اور فضول خرچی نہ ہو۔ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا: اگر تم قریبی رشتہ داروں، مساکین اور مسافر سے روگردانی کرو جب تم اپنے پاس انہیں کچھ دینے کو نہ پاؤ تو ان سے نرمی اور ہمدردی کی بات کر دو اور ان سے اچھا سا وعدہ کر لو۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ: ...... یہ بخل کی تمثیل ہے یعنی بخیل دوسروں کو نہ دینے والا مت بنو جیسے کوئی شخص خرچ کرنے سے کلی طور پر ہاتھ روک لیتا ہے اور اپنی گردن کے ساتھ باندھ دیتا ہے۔ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ: یہ فضول خرچی کی تمثیل ہے یعنی خرچ کرنے میں اپنا ہاتھ اتنا وسیع بھی نہ کر دو کہ تمہارے ہاتھ میں کوئی چیز باقی نہ رہے، آیت سے غرض یہ ہے کہ نہ بخیل بنو نہ فضول خرچ بنو۔ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا: ورنہ تم خالق و مخلوق میں قابل مذمت ہو جاؤ گے، مال سے کٹ کر رہ جاؤ گے جس طرح ایک مسافر سواری مر جانے سے سفر سے بے دست و پا ہو جاتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ: درحقیقت اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے، چنانچہ وہ قابض بھی ہے اور باسط بھی ہے، جس طرح چاہتا ہے اپنی مخلوق میں تصرف کرتا ہے اور اس کا تصرف حکمت کے موافق ہوتا ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا: یعنی اللہ اپنے بندوں کے مصالح سے بخوبی واقف ہے، رزق میں تفاوت بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ رعایت مصالح کے پیش نظر ہے، چناں چہ وہ مصالح بندوں سے پوشیدہ رہتے ہیں وہ انہیں خوب جانتا ہے۔

تنگ دستی کے خوف سے قتل اولاد کی ممانعت

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ: ...... تنگدستی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرنے کا اقدام نہ کرو۔ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ: انہیں رزق دینا ہماری ذمہ داری ہے تمہاری ذمہ داری نہیں، چنانچہ ہم ہی انہیں رزق عطا کرتے ہیں اور تمہیں بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں، لہٰذا ان کے ہونے پر تنگدستی سے مت ڈرو۔ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا: یعنی اولاد کو قتل کرنا کبیرہ گناہ اور جرم عظیم ہے، مفسرین کہتے ہیں: اہل جاہلیت فقر و فاقہ اور عار کے خوف سے بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس قبیح فعل سے منع کیا اور اولاد کو رزق دینے کی ضمانت دی۔

زنا و فواحش سے اجتناب کا حکم

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى: ...... زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔ یہ ترکیب "لا تزنوا" سے زیادہ بلیغ ہے، چوں کہ یہ اسلوب نہی مقدمات زنا سے بھی منع کر رہا ہے جیسے بدنظری، بوس و کنار، اشارات و کنایات وغیرہ، گویا آیت میں ان امور سے بھی باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے جو مفضی الی الزنا ہوں چنانچہ قرب کی نہی ارتکاب فعل کی نہی سے ابلغ ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً: حقیقت میں زنا انتہا درجے کا قبیح فعل ہے۔ وَسَآءَ سَبِيْلًا: اور بہت برا راستہ ہے جو جہنم تک پہنچاتا ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ: ایسی جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے بغیر حق شرعی کے جو موجب قتل ہو جیسے مرتد، قاتل عمداً اور زانی محصن۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا: جو شخص ناحق ظلماً قتل کر دیا گیا تو ہم نے اس کے وارث کو قاتل سے قصاص لینے کا اختیار دے دیا ہے وہ چاہے قصاص کے بجائے دیت لے لے یا معاف کر دے۔ فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا: حد مشروع کو تجاوز نہ کرے بایں طور کہ مقتول کے بدلے میں غیر قاتل کو قتل نہ کرے یا قاتل کا مثلہ نہ کرے یا ایک کے بدلے میں دو

[1] المختصر ۲/۳۷۵

کو قتل نہ کرے۔ جیسے اہل جاہلیت کرتے تھے، اسے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ نے اس کے مدمقابل پر اس کی مدد کی ہے، چنانچہ وہ قصاص میں عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

مال یتیم میں احتیاط اور ناپ تول میں دھوکے کی ممانعت

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ:...... یعنی یتیم کے مال میں تصرف نہ کرو۔ ہاں البتہ ایسا تصرف کر سکتے ہو جو یتیم کے حق میں بہتر ہو جیسے حفاظت مال، سرمایہ کاری وغیرہ۔ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ: یہاں تک کہ یتیم سمجھداری کی حد کو پہنچ جائے اور اپنے مال میں بہتر طریقے سے تصرف کر سکے۔ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا: معاہدے پورے کرو خواہ معاہدے اللہ کے ساتھ ہوں یا انسانوں کے ساتھ چوں کہ قیامت کے دن ان معاہدات کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا۔ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ: جب تم غلہ وغیرہ پیمانے سے ناپ (تول) کر دوسروں کو دے رہے ہو تو پیمانہ پورا پورا ناپو، اس میں کمی بیشی نہ کرو۔ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ: ترازو کو سیدھا رکھ کر تولو، حیلے مت کرو اور دھوکا مت دو۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا: پیمانہ پورا پورا ناپنا اور ترازو کو سیدھا رکھنا دنیا میں بہترین عمل ہے اور آخرت میں اس کا انجام اچھا ہوگا۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ: جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اور وہ تمہارے مطلب کی نہ ہو اس کے پیچھے مت چلو بلکہ ہر خبر کے متعلق تثبت اختیار کرو۔ قتادہ کہتے ہیں: مت کہو کہ میں نے دیکھا حالاں کہ تم نے دیکھا نہ ہو، میں نے سنا جب کہ تم نے سنا نہ ہو، مجھے اس کا علم ہے جب کہ اس کا تمہیں علم نہ ہو، حقیقت میں اللہ تعالیٰ ان ساری باتوں کے بارے میں سوال کرے گا۔[1] اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا: یعنی حقیقت میں قیامت کے دن انسان سے اس کے حواس کے بارے میں سوال کیا جائے گا، کانوں کے بارے میں، آنکھوں کے بارے میں، دل کے بارے میں اور اس کے اعضا کے بارے میں۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا:...... زمین پر اترانے والے متکبر کی طرح اکڑ کر مت چلو۔ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا: یہ تکبر سے ممانعت کی علت ہے اور معنی ہے: اے انسان! تو نہایت نحیف و کمزور ہے تکبر تیرے حال سے لگا نہیں رکھتا؟ بھلا تو زمین پر اکڑ کر کیوں چلتا ہے اور تکبر کیوں کرتا ہے تو زمین میں شگاف نہیں ڈال سکتا؟ تو پہاڑوں پر اپنی برتری کیوں ظاہر کرتا ہے اور کیوں فخر کرتا ہے حالاں کہ تو طوالت میں ان تک نہیں پہنچ سکتا؟ چنانچہ زمین پہاڑ دونوں چیزیں جمادات میں سے ہیں تم ان سے کمتر اور کمزور ہو۔[2] بھلا تو فخر و تکبر کیوں کرتا ہے جب کہ تو پہاڑ اور زمین سے کمزور ہے؟ آیت میں تہکم ہے اور متکبرین کو جھنجوڑا جا رہا ہے۔ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا: مذکورہ بالا امور جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان کا ارتکاب قبیح اور اللہ تعالیٰ کے ہاں حرام ہے۔ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ: یہ آداب، قصص اور احکام ان میں سے بعض تمہارے پروردگار نے اے محمد! تمہاری طرف وحی کیے ہیں، بلاشبہ یہ بلیغ مواعظ اور حکمت کی اور اچھوتی باتیں ہیں۔ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا: اللہ کے ساتھ اس کے غیر کو مثلاً بت، انسان درخت وغیرہ کو شریک نہ ٹھہراؤ، ورنہ تمہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور تم اپنے آپ کو ملامت کرو گے، اللہ اور اس کی مخلوق بھی تمہیں ملامت کرے گی اور تم ہر طرح کی خیر و بھلائی سے دور کر دیے جاؤ گے۔ صاوی کہتے ہیں: توحید پر احکام ختم کر دیے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمام امور کی ابتدا و انتہا توحید ہے اور یہی تمام اشیاء کا سر اور اساس ہے اس کے بغیر تمام اعمال باطل اور بے فائدہ ہیں۔[3]

اللہ کے لیے بیٹیوں کی نسبت

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا:...... توبیخ کے طور پر عرب سے خطاب ہے جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور آیت کا معنی ہے: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں لڑکوں کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اور اس نے اپنے آپ کو (تمہارے زعم کے مطابق) بیٹیوں کے ساتھ

---

[1] المختصر ۲/۳۷۷ [2] یہاں شرافت انسانی کی کمتری نہیں بیان کی جا رہی بلکہ جسمانی قوت وطاقت کے لحاظ سے انسان واقعی پہاڑوں سے کمزور ہے۔ [3] الحاشیۃ للصاوی علی الجلالین ۲/۳۵۰۔ دوسرا معنی ہے: اگر بات ایسی ہوتی جیسے تم کہتے ہو تو یہ معبودان عبادت وطاعت کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرتے۔ یہ ابن جریر اور ابن کثیر کا مختار معنی ہے۔

مخصوص کر دیا ہے؟ بھلا اس نے نسل کی اعلیٰ قسم تمہارے لیے کیسے مخصوص کر دی اور ادنی قسم اپنے لیے کیسے چن لی؟ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا: تم نے ایسی بات کی ہے جس کی شناعت وقباحت بڑھی ہوئی ہے کیوں کہ تم نے بیٹیاں اللہ کی طرف منسوب کی ہیں اور اللہ کے لیے ایسی چیز متعین کی جسے تم خود ناپسند کرتے ہو۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا: ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن عظیم میں امثال اور مواعظ، وعدو وعید بیان کیے ہیں تا کہ واضح دلائل اور براہین سے نصیحت حاصل کریں اور شرک وگمراہی سے باز رہیں۔ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا: اس بیان اور نصیحت نے ان کی حق سے دوری ہی میں اضافہ کیا ہے اور غور وفکر کرنے سے غفلت ہی میں اضافہ کیا ہے۔

توحید کے چند عقلی دلائل

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا: ...... یعنی اگر ہم فرض کرلیں کہ اللہ کے ساتھ اور معبودان بھی شریک ہیں جیسا کہ ان مشرکین کا گمان ہے تو وہ عزت وجلال والی ذات پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تا کہ اس کی بادشاہت کو اس سے چھین لیں، جیسے دنیا کے بادشاہ ایک دوسرے کو مغلوب کر کے اس کی بادشاہت پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا: یہ ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان باتوں سے دور بالاتر ہے، ہمارا پروردگار جھوٹ اور بہتان سے منزہ ہے، اللہ تعالیٰ کا مقام عالیشان ہے وہ ان حقیر باتوں سے منزہ ہے۔ شہاب کہتے ہیں۔ ذِى الْعَرْشِ: کے بعد اللہ تعالیٰ کی علوشان کا ذکر ہوا ہے، یہ اعلیٰ پائے کی بلاغت ہے چوں کہ یہ اسلوب عظمت وجلال کے مناسب ہے۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ: ساری کائنات اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اور زمین وآسمان اور جو مخلوقات ان میں ہے سب اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ: اس وجود میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ کی عظمت کے گن نہ گاتی ہو اور اس کی وحدانیت کی گواہی نہ دیتی ہو، چنانچہ آسمان اپنی بلندی میں تسبیح کر رہے ہیں، سرسبز وادیاں اور ہرے بھرے کھیت اپنی ہریالی میں تسبیح کناں ہیں، باغات اپنی فرحت بخش شادابی اور رونق میں تسبیح کر رہے ہوتے ہیں، درخت اپنے پتوں کی سرسراہٹ میں تسبیح کرتے ہیں، پانی اپنے بہاؤ میں تسبیح کرتا ہے، پرندے چہچہانے میں، سورج اپنے طلوع وغروب میں اور بادل برسنے میں تسبیح کرتا ہے الغرض ہر چیز اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہے۔

وفي كل شيءٍ له آية　　　تدل على أنه واحد

ہر چیز میں ایک ایسی علامت موجود ہوتی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ اللہ یکتا ہے۔

وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ: ...... لیکن تم ان اشیا کی تسبیح نہیں سمجھ پاتے چوں کہ ان کی تسبیح تمہاری بولیوں میں نہیں ہوتی۔ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے بردبار ہے، اسی لیے نافرمان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ توبہ اور رجوع کرنے والے کو بخش دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی بردباری اور اس کی بخشش نہ ہوتی تو وہ انسانوں کی زبردست دار و گیری کرتا۔ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا: اے محمد! جب تم ان مشرکین جو آخرت کی تصدیق نہیں کرتے کو قرآن پڑھ کر سناتے ہو تو ہم تمہارے اور ان کے درمیان نہایت مخفی پردہ حائل کر دیتے ہیں جو ان کے آگے فہم قرآن کے لیے آڑ بن جاتا ہے چنانچہ انہیں قرآن کے اسرار ورموز اور حکمتوں کا ادراک نہیں ہو پاتا۔ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ: اور ہم نے ان کفار کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تا کہ وہ قرآن نہیں سمجھ پائیں۔ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا: اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے جو قرآن سننے سے روک دیتی ہے۔ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا: اور جب تم اللہ کی توحید بیان کرتے ہو اس حال میں کہ تم قرآن پڑھتے ہو تو مشرکین توحید سننے سے دور بھاگنے لگتے ہیں۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ: ہم ان کی غرض وغایت جانتے ہیں جس کے پیش نظر وہ قرآن سنتے ہیں اور وہ قرآن کا مذاق اڑاتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: مشرکین نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھتے تھے بظاہر وہ قرآن سن رہے ہوتے۔ حقیقت میں ان کا مقصد قرآن کا استہزا ہوتا، چنانچہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے نازل ہوئی اور اس میں مشرکین کے لیے دھمکی بھی ہے۔ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ

اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰى: اے محمد! جب مشرکین آپ کی قرأت سنتے ہیں پھر چھپ کر آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا: جب یہ ظالم وفاجر کفار (اپنی قوم کے مسلمانوں سے) کہتے ہیں: تم تو ایسے شخص کے پیچھے چل رہے ہو جس پر جادو کا اثر ہو چکا ہے جس کی وجہ سے وہ مجنون ہو چکا ہے اور اس کے کلام میں خلط ہے۔اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا: اے محمد! دیکھو اور تعجب کرو کہ کفار کبھی کہتے ہیں کہ تم مجنون ہو (معاذ اللہ) اور کبھی کہتے ہیں تم شاعر ہو اور کبھی کہتے ہیں کہ تم جادوگر ہو۔حقیقت میں کفار اس بہتان اور جھوٹ کی بدولت گمراہ ہو چکے ہیں۔فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۔

بلاغت:......مندرجہ بالا آیات میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف عیاں ہیں ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں تو اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ: نرم گوشے کو پرندے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، پرندے مشبہ بہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔اور پر جو پرندے کے لوازم میں سے ہے کا اثبات کیا گیا ہے اور یہ استعارہ مکنیہ ہے۔وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے، چنانچہ بخیل کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ بطور تمثیل دی گئی ہے جو عطا کرنے سے اپنا ہاتھ روک لے اور پھر اپنی گردن کے ساتھ باندھ دے تا کہ ہاتھ آگے بڑھا ہی نہ سکے، جب کہ اسراف کو ہتھیلی کھلی رکھنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس میں کوئی چیز محفوظ رہتی ہی نہ ہو۔فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا: میں لف نشر مرتب ہے۔چنانچہ مَلُوْمًا: کا لفظ بخیل کی طرف راجع ہے اور مَّحْسُوْرًا: اسراف کی طرف۔چنانچہ اگر تم بخل کرو گے تو لوگ تمہیں ملامت کریں گے اور اگر اسراف کرو گے تو معاشی تنگدستی کا شکار ہو جاؤ گے۔يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ: میں طباق ہے۔قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ: میں جناس اشتقاق ہے۔اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ: میں توبیخ وڈانٹ ہے۔لَوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ: میں اسلوب علی الفرض ہے۔

لطیفہ:......اب ہم آپ کو قرآن حکیم کے ایک اہم نکتہ کی طرف لے جاتے ہیں، چنانچہ اس سورت میں اولاد کے رزق کو آبا کے رزق پر مقدم کیا گیا ہے، ارشاد ہے۔نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ: جب کہ سورۃ الانعام میں اس کے برعکس آبا (باپ دادا) کے رزق کو اولاد کے رزق پر مقدم کیا ہے، ارشاد ہے۔نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ: اس میں راز یہ ہے کہ یہاں اولاد کا قتل ان کے بسبب فقر وفاقہ پیش آنے کے خوف کی وجہ سے ہے، اور سورۃ الانعام میں اولاد کا قتل آبا کے فقر کے بسبب ہے، اس لیے آبا کے رزق کا ذکر مقدم ہے۔تمام خوبی اللہ ہی کے لیے ہے جس نے قرآن حکیم میں اسرار ودیعت رکھے۔

بندوں اللہ کی عظیم الشان نعمتیں اور کفار ومنکرین کے لیے وعید

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾
اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ
اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ
بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ
بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ
يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ
فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا
يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ

أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾ وَإِن مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا
نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٥٨﴾
وَمَا مَنَعَنَا أَن نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَن كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ۚ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا
بِهَا ۚ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ﴿٥٩﴾ وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ۚ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا
الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا
كَبِيرًا ﴿٦٠﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾
قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾
قَالَ اذْهَبْ فَمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُورًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ
مِنْهُم بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا
يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾
رَّبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٦٦﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ
الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾
أَفَأَمِنتُمْ أَن يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾ أَمْ
أَمِنتُمْ أَن يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُم بِمَا كَفَرْتُمْ
ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾

ترجمہ:.......اور انہوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نوئی پیدائش کی صورت میں اٹھائے جائیں گے ﴿۴۹﴾ آپ فرما دیجیے کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا ﴿۵۰﴾ یا کوئی دوسری مخلوق اس مخلوق میں سے بن جاؤ جو تمہارے سینوں میں بڑی معلوم ہو رہی ہو، اس پر وہ کہیں گے کہ وہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ زندہ کرے؟ آپ فرما دیجیے وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا، اس پر وہ آپ کی طرف اپنے سروں کو ہلائیں گے اور کہیں گے کہ یہ کب ہوگا؟ آپ فرما دیجیے کہ وہ عنقریب ہو جانے ہی والا ہے ﴿۵۱﴾ جس دن تمہیں بلائے گا سو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کر لو گے۔ اور یوں خیال کرو گے کہ تم بہت ہی کم ٹھہرے۔ ﴿۵۲﴾ اور آپ میرے بندوں سے فرما دیجیے کہ وہ ایسی بات کہیں جو بہتر ہو، بلاشبہ شیطان ان کے درمیان فساد ڈلوا دیتا ہے، واقعی شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے، ﴿۵۳﴾ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، اگر وہ چاہے تو تم پر رحم فرمائے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے، اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا، ﴿۵۴﴾ اور آپ کا رب انہیں خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی، اور ہم نے داؤد کو زبور عنایت کی۔ ﴿۵۵﴾ آپ فرما دیجیے کہ تم انہیں بلا لو جنہیں تم معبود خیال کرتے ہو سو وہ تمہاری تکلیف کو دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ اس کے بدلنے کا، ﴿۵۶﴾ یہ لوگ جنہیں مشرکین پکار

رہے ہیں اپنے رب کی طرف ذریعہ تلاش کر رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔﴿۵۷﴾ اور کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کر دیں یا اسے سخت عذاب نہ دیں یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔﴿۵۸﴾ اور آیات بھیجنے سے ہمیں صرف یہی بات مانع ہے کہ پہلے لوگ اس کی تکذیب کر چکے ہیں اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی جو بصیرت کا ذریعہ تھی سو انہوں نے اس کے ساتھ ظلم کا معاملہ کیا اور ہم آیات کو صرف ڈرانے کے لیے بھیجا کرتے ہیں۔﴿۵۹﴾ اور جب ہم نے آپ سے کہا بلاشبہ آپ کا رب سب لوگوں کو محیط ہے اور ہم نے جو دکھلاوا آپ کو دکھلایا اور وہ درخت جسے قرآن میں ملعون بتایا یہ دونوں چیزیں صرف اس لیے تھیں کہ لوگوں کو آزمائش میں ڈالا جائے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں یہ ڈرانا ان کی سرکشی میں اضافہ ہی کرتا ہے۔﴿۶۰﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کر لیا مگر ابلیس نے نہیں کیا، وہ کہنے لگا کہ میں اسے سجدہ کروں جسے آپ نے کیچڑ سے بنایا ہے،﴿۶۱﴾ اس سے کہا کہ آپ ہی بتایئے یہ جسے آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے اگر آپ نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دی تو میں تھوڑے سے افراد کے علاوہ اس کی پوری ذریت کو اپنے قابو میں کر لوں گا۔﴿۶۲﴾ فرمایا! جا ان میں سے جو کوئی شخص تیرے پیچھے چلے گا تو تم سب کی جزا جہنم ہے جو پوری سزا ہو گی،﴿۶۳﴾ اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی پکار سے ان کے قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لانا اور ان کے اموال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا اور ان سے وعدے کرنا، اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ صرف دھوکہ ہی ہوتے ہیں،﴿۶۴﴾ بلاشبہ میرے بندوں پر تیرا زور نہ چلے گا اور آپ کا رب کارساز ہونے کے لیے کافی ہے۔﴿۶۵﴾ تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے دریا میں کشتیوں کو چلاتا ہے۔ تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ بلاشبہ وہ تم پر مہربان ہے﴿۶۶﴾ اور جب تمہیں سمندر میں کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اس کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو وہ سب غائب ہو جاتے ہیں، پھر وہ جب تمہیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو روگردانی کرتے ہو۔ اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔﴿۶۷﴾ کیا تم اس بات سے بے فکر ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب میں لا کر زمین میں دھنسا دے۔ یا تم پر کوئی سخت آندھی بھیج دے جو کنکر برسانے والی ہو پھر تم اپنے لیے کسی کو کارساز نہ پاؤ گے۔﴿۶۸﴾ یا تم اس سے بے فکر ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ سمندر میں لوٹا دے۔ پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تمہیں تمہارے کفر کی وجہ سے غرق کر دے۔ پھر تمہیں کوئی ایسا نہ ملے جو ہمارا پیچھا کرنے والا ہو۔﴿۶۹﴾

ماقبل سے ربط و تعارف: ......قبل ازیں قرآن عظیم کے متعلق مشرکین کا موقف بیان کیا گیا ہے اور ان کے آیات سے نابلد و بے بہرہ ہونے کا ذکر ہوا پھر بعث بعد الموت کے متعلق مشرکین کے شبہات اور ان کے ابطال کا ذکر ہوا اور پھر نصیحت و عبرت کے لیے آدم علیہ السلام و ابلیس کا قصہ بیان کیا گیا، اس کے بعد بندوں پر اللہ کی عظیم نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور جو لوگ کفر و انکار پر مصر رہیں انہیں وعید و تہدید سنائی گئی ہے۔

لغات: رُفَاتًا: ......الرفات: ہر وہ چیز جو بوسیدہ ہو جائے تو ٹوٹ پھوٹ ہو جاتی ہو، چورا اور بوسیدہ لکڑ جو ریزہ ریزہ ہو جاتی ہو۔ یُنۡغِضُوۡنَ: فراء کہتے ہیں مقولہ ہے: أنغض فلان رأسہ یعنی فلاں شخص نے اپنے سر کو حرکت دے کر اوپر اٹھایا جیسے کسی چیز سے کوئی تعجب کر کے سر اوپر اٹھا لیتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

أنغض نحوی رأسہ وأقنعا

اس نے میری طرف سر کو حرکت دی اور بلند کر لیا۔

یَنۡزَغُ: ......فساد پھیلانا، شر کو ابھارنا، النزغ، فساد برپا کرنا، برانگیختہ کرنا۔ لَاَحۡتَنِکَنَّ: الاحتناک: استیصال۔ مقولہ ہے: احتنك الجراد الزرع ٹڈی دل نے کھیتی چٹ کر دی۔ وَاسۡتَفۡزِزۡ: ہلکا جانو۔ مقولہ ہے: افزہ الخوف واستفزہ یعنی خوف نے اس کو ہلکا کر دیا ہے۔ وَاَجۡلِبۡ: اجلاب دراصل گاڑی بان کا چیخ چلا کر چلانا ہے۔ شور غوغا۔ وَرَجِلِكَ: الرجل: راجل کی جمع ہے، پیادہ۔ یُزۡجِیۡ: وہ ہانکتا ہے۔ حَاصِبًا: چھوٹی چھوٹی کنکریاں۔ قَاصِفًا: جو کسی چیز کو شدت سے توڑ دے، تیز ہوا۔ سخت تیز آواز والی کڑک۔ تَبِیۡعًا: طالب، پیچھے چلنے والا، مددگار، مطالب۔

شان نزول: ......ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اہل مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ صفا پہاڑی کو سونے کی بنا دیں اور یہ کہ ان پہاڑوں کو ہٹا دیں تاکہ زمین ہموار ہو جائے اور پھر وہ اس میں کاشتکاری کریں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: اگر آپ چاہیں تو انہیں مہلت دیں ممکن ہے ان میں سے بعض لوگوں کو ہم منتخب کر لیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم ان کا مطالبہ پورا کر دیتے ہیں اور پھر اگر انہوں نے کفر کیا تو وہ سب ہلاک

کر دیے جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ میں انہیں مہلت دیتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا﴿۵۹﴾[1] جب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے زقوم درخت کا ذکر کیا تو ابوجہل نے طنزاً کہا۔ اے جماعت قریش! محمد تمہیں زقوم درخت سے ڈراتا ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آگ درخت جلا دیتی ہے؟ محمد کا گمان ہے کہ آگ درخت اگاتی ہے۔ تم جانتے ہو زقوم کیا ہے؟ وہ تو کھجور اور مکھن کے مربی کو کہتے ہیں۔ اے باندی! ہمارے پاس یہ چیزیں لے آؤ۔ باندی کھجور اور مکھن لیتی آئی۔ کہنے لگا: اس کے لقمے بنا کر نکالو، محمد تمہیں اسی سے ڈراتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا﴿۶۰﴾[2]

مشرکین کا بعثت بعد الموت یعنی دوسری زندگی پر تعجب

تفسیر: وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا:...... استفہام برائے تعجب وانکار ہے، مشرکین بعث بعد الموت کی تکذیب کرتے اور کہتے: جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے جو مٹی کی طرح ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔ ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا: کیا بوسیدہ اور فنا ہو جانے کے بعد ہمیں ازسرنو پیدا کیا جائے گا اور اٹھایا جائے گا؟ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا: اے محمد! مشرکین سے کہہ دیں: اگر تم پتھر یا لوہے کے ہوتے پھر بھی اللہ تمہیں دوبارہ اٹھانے اور زندہ کرنے پر قادر ہوتا چہ جائیکہ تم بوسیدہ ہڈیاں ہو، حقیقت میں اللہ کو کوئی چیز بھی عاجز نہیں کر سکتی۔ چنانچہ پتھر اور لوہا زندگی سے بہت دور ہیں یہ ٹھوس سخت اشیا ہیں اگر تمہارے اجساد پتھر اور لوہے کے بنے ہوتے اللہ انہیں بھی زندہ کر دیتا اور جب تم گوشت پوست اور ہڈیوں کا مجموعہ ہو تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت کیوں نہیں رکھتا؟ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ: یا تم کوئی دوسری مخلوق بن جاؤ جس کی زندگی تمہارے تصور میں پتھر اور لوہے سے بھی بعید تر ہو، عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ اٹھا دے گا۔ مجاہد کہتے ہیں: معنی ہے کہ تم جو چاہتے ہو بن جاؤ تمہیں عنقریب دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا: یعنی ہمیں مرنے کے بعد کون زندہ کرے گا؟ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ: ان سے کہہ دیجیے تمہیں وہی ذات دوبارہ زندہ کرے گی جو قادر مطلق ہے اور عظیم ذات ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا اور تمہیں عدم سے وجود میں لائی۔ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ: پھر وہ مسخرے پن میں اپنے سر ہلا کر بطور انکار کہیں گے: بعث بعد الموت کا معاملہ کب ہوگا؟ وہ اپنا یہ انداز اس لیے ظاہر کریں گے کہ ان کے بزعم قیامت کا وقوع مستبعد ہے۔

قیامت امر یوم حشر

قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا:...... کہہ دیجیے کیا بعید کہ قیامت کا وقت قریب آ گیا ہو۔ چنانچہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا: عنقریب حشر کے دن تمہیں دوبارہ اٹھا دیا جائے گا جس دن خدا تعالیٰ تم سب کو محشر میں جمع ہونے کے لیے بلائے گا، تم اس کے حکم کو فوراً مان لو گے۔ اس وقت کی ہولناکی دیکھ کر تم سمجھو گے کہ تم دنیا میں بہت قلیل مدت ٹھہرے ہو۔ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ: میرے مومن بندوں سے کہہ دیجیے: ان سے گفتگو کرتے وقت اچھی بات کریں جس میں نرمی اور خوبصورتی ہو اور ہمیشہ اچھی بات کریں۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ: شیطان لوگوں کے درمیان فساد برپا کرتا ہے اور شر کو ہوا دیتا ہے، اور انسان سے کوئی بات کہلوا کر فتنہ کھڑا کر دیتا ہے۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا: شیطان قدیم زمانے سے انسان سے دشمنی کیے چلا آ رہا ہے۔ انسان کے منہ سے نکلی ہوئی قابل اعتراض باتیں تلاش کرتا رہتا ہے، جب اسے کوئی بات مل جاتی ہے تو اس کے ذریعے انسان اور اس کی بیوی کے درمیان دشمنی ابھار دیتا ہے۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ: اے لوگو! تمہارا پروردگار تمہارے دلوں کی بھی جانتا ہے، اگر چاہے تمہیں ایمان کی توفیق عطا فرما کر تمہارے اوپر رحم فرمائے اور اگر چاہے تمہیں کفر وضلالت پر موت دے کر تمہیں عذاب دے۔

---

[1] اسباب النزول للواحدی ص ۱۶۶ [2] زاد المسیر ۵/۵۵

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعمال کے نگہبان نہیں

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا:...... اے محمد! ہم نے تمہیں ان کفار کے اعمال پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا، آپ ان کے ضامن نہیں، اور آپ پر ذمہ داری نہیں کہ آپ انہیں ایمان پر مجبور کریں، ہم نے آپ کو ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے، سو جس نے آپ کی اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی دوزخ میں جائے گا۔ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: خصوص سے عموم کی طرف انتقال ہوا ہے یعنی تمہارا پروردگار اپنے بندوں کے احوال اور تقدیر سے واقف ہے چنانچہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے نبوت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے، وہ خوشحالوں اور بدحالوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ آیت میں مشرکین پر رد ہے کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نبوت کو مستبعد سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے: ابو طالب کا یتیم کیسے نبی ہوگیا اور یہ کمزور لوگ اس کے اصحاب بن گئے جب کہ اکابر اور رؤسا پر نہ نبوت آئے نہ وہ اصحاب بنیں؟ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ: ہم نے اپنے علم و حکمت کے حساب سے بعض انبیا کو ان میں سے بعض پر فضیلت دی ہے اور انہیں امتیازی خصوصیات کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے خلیلی کے ساتھ مخصوص کیا، موسیٰ علیہ السلام کو کلیم ہونے کے ساتھ، سلیمان علیہ السلام کو عظیم بادشاہت کے ساتھ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسرا و معراج کے ساتھ اور انہیں ہم نے اولین و آخرین کا سردار بنایا، یہ سب حکمت والی اور علم والی ذات کا فعل ہے جس سے ہر چیز کا صدور حکمت کے ساتھ ہوتا ہے۔ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا: یعنی ہم نے داؤد پر زبور نازل کی جو حکمت اور فصل خطاب پر مشتمل ہے۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ: اے محمد! آپ ان مشرکین سے کہہ دیجیے: تم انہیں پکارتے رہو جنہیں اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی فرشتے، عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام، چنانچہ مشرکین کہتے تھے کہ یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا: تمہارے اوپر جو مصیبت آئے گی اسے دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور وہ ایسا بھی نہیں کر سکتے کہ اس مصیبت کو تمہارے اوپر سے ہٹا کر کسی اور پر ڈال دیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ: یہ معبودان جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو خود اللہ کا قرب تلاش کرتے ہیں اور طاعت و عبادت کو اس تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ بھلا تم اللہ کے ساتھ ان معبودان کی عبادت کیسے کرتے ہو؟ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ: عبادت کے ذریعے اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا: اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہے اس سے بچنا اور اس کے وقوع کا خوف رکھنا ضروری ہے۔

وقوع قیامت سے قبل تمام بستیوں کی ہلاکت

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا:...... کافر بستیوں میں سے کوئی ایسی بستی نہیں جس نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی ہو اور اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی ہو (اور پھر وہ دنیا میں سلامت رہے) الا یہ کہ اللہ اسے ہلاک کر دیتا ہے یا تو کلی طور پر اس بستی کا صفایا ہو جاتا ہے یا اس بستی میں رہنے والوں پر شدید عذاب نازل ہو جاتا ہے۔ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا: یہ حکم لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جو بدل نہیں سکتا۔

فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی وجہ

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ:...... مشرکین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ بڑے بڑے معجزات کا مطالبہ کیا تھا ان میں سے ایک معجزہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا کی پہاڑی کو سونے میں تبدیل کر دیں اور یہ کہ پہاڑ ہٹا کر زمین ہموار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ اگر اللہ نے ان کا مطالبہ پورا کر دیا اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تو عذاب استیصال کے مستحق ہوں گے، تاہم اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ انہیں مہلت دی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان میں سے اور ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ ایمان لائیں گے، اسی لیے ان

کا مطالبہ پورا نہیں کیا۔[1] یا آیت کا معنی یہ ہے کہ جن معجزات اور خوارق عادت امور کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں ان کے پیش کرنے سے صرف یہی چیز مانع ہے کہ سابقہ امتوں نے بھی اس طرح کے مطالبے کیے تھے جب ان کے مطالبات پورے کر دیے گئے اور وہ تکذیب پر کار بند رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ کر دیا۔

چند آزمائشیں

وَاٰتَیۡنَا ثَمُوۡدَ النَّاقَۃَ مُبۡصِرَۃً فَظَلَمُوۡا بِہَا:......ہم نے قوم صالح کو اونٹنی عطا کی جو کھلی نشانی اور واضح معجزہ تھی۔ چنانچہ صالح علیہ السلام کی قوم نے کفر کیا اور اونٹنی کے مطالبے کے بعد اس کا انکار کر دیا، اللہ نے قوم صالح کو ہلاک کر دیا۔ وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰیٰتِ اِلَّا تَخۡوِیۡفًا: اور ہم آفاقی نشانیاں مثلاً زلزلے، بجلی کی کڑک، چاند گرہن اور سورج گرہن وغیرہ انسانوں کو گناہوں سے ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ انسانوں کو نشانیوں میں سے جس کے ساتھ چاہتا ہے ڈراتا ہے تاکہ انسان عبرت حاصل کریں اور کفر وضلالت سے لوٹ آئیں۔[2] وَاِذۡ قُلۡنَا لَکَ اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ: اے محمد! یاد کرو جب ہم نے تمہیں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ماضی، حال اور مستقبل میں علم کے اعتبار سے احاطہ میں لے رکھا ہے، اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں، انسانوں کے احوال سے واقف ہے، وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ ان کے مطالبے کے مطابق نشانیاں اور معجزات لے آؤ۔ وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡیَا الَّتِیۡۤ اَرَیۡنٰکَ اِلَّا فِتۡنَۃً لِّلنَّاسِ: اور ہم نے آپ کو زمین و آسمان کے عجائب کا جو نظارہ کھلی آنکھوں دکھایا ہے وہ اہل مکہ کے لیے امتحان و آزمائش بن چکا ہے۔ چوں کہ جب انہیں اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے تکذیب کی اور کفر کیا۔

امام بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ "الرؤیا" سے مراد آنکھ سے دیکھا ہوا نظارہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات دکھایا گیا، اس سے خواب مراد نہیں۔[3] وَالشَّجَرَۃَ الۡمَلۡعُوۡنَۃَ فِی الۡقُرۡاٰنِ: اور وہ زقوم کا درخت جس پر قرآن میں لعنت آئی ہے اسے بھی لوگوں کے لیے آزمائش بنا دیا ہے، ابن کثیر کہتے ہیں: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو خبر دی کہ آپ نے جنت، دوزخ اور زقوم کا درخت سفر معراج میں دیکھا ہے تو اہل مکہ نے آپ کی تکذیب کی یہاں تک کہ ابوجہل کہنے لگا: چھوہارے اور مکھن لاؤ، پھر وہ دونوں چیزیں ملا کر کھانے لگا اور کہا: لقمے بنا کر اسے کھاؤ ہم زقوم اسی کو کہتے ہیں۔[4] وَنُخَوِّفُہُمۡ ۙ فَمَا یَزِیۡدُہُمۡ اِلَّا طُغۡیَانًا کَبِیۡرًا: اور ہم ان مشرکین کو طرح طرح کے عذاب اور ڈانٹ پلانے والی نشانیوں کے ساتھ ڈراتے رہتے ہیں، ہمارے ڈرانے سے ان کی سرکشی، کفر وضلالت میں اضافہ ہی ہوا ہے، بھلا خارق عادت امور کا انہیں کیا فائدہ؟ چنانچہ خارق عادت واقعہ اسرا معراج اور شجرۂ زقوم سے ان کے استہزا میں اضافہ ہوا ہے اور وہ کفر وضلالت میں کھپتے ہی گئے ہیں۔

بنی آدم علیہ السلام کی فضیلت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس سرکشی کا سبب شیطان کی اغوا کاری ہے، اسی لیے قصہ شیطان بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ: اے محمد! اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو تعظیمی سجدہ کرو، چنانچہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے تکبر کیا اور آدم پر اپنی برتری ظاہر کر کے سجدے سے انکار کر دیا۔ قَالَ ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِیۡنًا: استفہام انکاری ہے، یعنی میں بہت بڑا اور عظیم ہوں، کیا میں اس کمزور وحقیر کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ اعلیٰ مرتبے والے کے شایان شان کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ادنیٰ کو سجدہ کرے؟ قَالَ اَرَءَیۡتَکَ ہٰذَا الَّذِیۡ کَرَّمۡتَ عَلَیَّ: ابلیس لعین نے رب تعالیٰ کے حضور جرأت کرتے ہوئے کہا: بھلا دیکھو تو سہی یہ وہ مخلوق ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی اور اسے مجھ پر اپنے ہاں برتری دی؟ لَئِنۡ اَخَّرۡتَنِ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ لَاَحۡتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَہٗۤ اِلَّا قَلِیۡلًا: اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی اور مجھے زندہ رکھا تو میں ضرور اولاد آدم کو گمراہ کر کے اس کا استیصال کروں گا۔ طبری کہتے ہیں: اللہ کے دشمن نے قسم اٹھائی اور رب تعالیٰ سے کہا: اگر تُو نے مجھے روز قیامت تک ہلاک نہ کیا تو اولاد آدم میں سے تھوڑی تعداد کو چھوڑ کر باقی سب کو

---

[1] شان نزول پہلے گزر چکا ہے۔ [2] الطبری ۱۵/۱۰۹ [3] الطبری ۱۵/۱۱۰ [4] المختصر ۲/۳۸۶

گمراہ کر کے ان کا استیصال کروں گا۔ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا: رب تعالیٰ نے فرمایا: جا میں نے تجھے مہلت دی، انہیں گمراہ کرنے کی جستجو میں لگ جا، سو اولادِ آدم میں سے جس نے تیری طاعت کی تو تیری اور اس کی جزا و بدلہ جہنم کی آگ ہے جو کہ پوری اور کامل جزا ہے، اس میں کچھ کمی نہیں ہوگی، قرطبی کہتے ہیں: "اِذْهَبْ" امر برائے اہانت ہے، اور معنی ہے کوشش کر لے میں نے تجھے مہلت دے دی۔[1] وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ: جس پر تیرا زور چلتا ہے اسے جاہل بنا کر اسے فتنہ و فساد کی دعوت کے ساتھ دھوکا دے دے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: شیطان کی آواز سے مراد ہر ایسا داعی ہے جو معصیت کی دعوت دیتا ہو۔ مجاہد کہتے ہیں: ابلیس کی آواز و پکار سے مراد گانا، موسیقی، بین باجے اور لہو و لعب ہے۔[2] وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ: سوار اور پیادہ ہر طرح کے اپنے اعوان و انصار اور لشکروں کی معاونت کے ساتھ ان پر آواز لگا لے۔ طبری کہتے ہیں: معنی ہے: ان سواروں اور پیادوں کو جمع کر کے لے آ جو انہیں تیری طاعت کی طرف بلائیں اور میری طاعت سے برگشتہ کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: سوار و پیادہ سے مراد ہر ایسا سوار و پیادہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں لگا ہو۔[3]

زمخشری کہتے ہیں: یہ کلام تمثیل کے موقع پر وارد ہوا ہے چنانچہ شیطان جسے گمراہ کر رہا ہو اس پر اسے حاصل تسلط کی حالت کو اغوا کار سوار سے مثال بیان کی گئی جو کسی قوم کو گمراہ کر رہا ہو وہ انہیں ایسی آواز سے پکارے جسے سن کر وہ لوگ اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں اور وہ انہیں اپنے مراکز سے باہر نکال دے، وہ ان پر اپنے پیادہ و سوار لشکروں کو کھینچ لائے یہاں تک کہ ان کا استیصال کر دے۔ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ: ان کے اموال و اولاد میں اپنا حصہ رکھ لے، رہی بات اموال کی سو اس میں حصہ داری حرام کمائی کی صورت میں ہے اور پھر اموال کو معصیت میں خرچ کرنے میں ہے۔ رہی بات اولاد میں حصہ داری کی اس کی صورت یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط پیدا کر کے اولادِ زنا کا بکثرت ہونا ہے۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا: ان کے ساتھ دھوکا اور جھوٹی آرزوؤں کے وعدے کر لے جیسے بتوں کے سفارشی ہونے کا وعدہ، مال حرام سے مالدار ہونے کا وعدہ، اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کے پیشِ نظر بخشش کا وعدہ اور ہلاکتوں کے ارتکاب میں لذت و سرور کا وعدہ جیسے شاعر کہتا ہے:

خذوا بنصيب من سرور ولذة فكل وان طال المدى يتصرم

سرور و لذت سے اپنا حصہ لیتے رہو سو ان میں سے ہر حالت کی مدت اگرچہ طویل ہو جائے کبھی نہ کبھی اس کا خاتمہ ہو ہی جاتا ہے۔

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ:...... میرے مخلص بندوں پر تجھے تسلط حاصل نہیں ہوگا چوں کہ وہ میرے حفظ و امان میں ہوں گے۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا: اللہ انہیں تیرے مکر و فریب اور شرک سے بچانے والا کافی ہے۔

قدرت اور وحدانیت کے آثار والے انعامات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان پر کیا ہوا احسان اور انعام یاد کرایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے آثار میں سے ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ: اے لوگو! تمہارا پروردگار وہی ہے جو تمہارے لیے سمندروں میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اپنے سفر اور تجارت میں رزق حاصل کرو۔ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا: یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اسی لیے اس نے معیشت کی اسباب آسان کر دیے ہیں۔ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِيَّاهُ: اور جب تمہیں سمندر میں مشکلات پیش آ جاتی ہیں اور تمہیں ڈوب جانے کا سخت خوف لاحق ہوتا ہے اور تمہارے دلوں سے معبودانِ باطلہ کا خیال یکسر محو ہو جاتا ہے اس موقع پر تم اللہ کے سوا کسی کو فریاد رس نہیں پاتے جس کے حضور تم فریاد کرو۔ چنانچہ ایسے حالات میں انسان بتوں سے فریاد نہیں کرتا وہ صرف اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہے۔ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ: یعنی جب تمہیں غرق سے نجات مل جاتی ہے اور تم خشکی میں آ جاتے ہو تو ایمان و اخلاص سے اعراض کر جاتے ہو۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار اور ناشکری انسان کی طبیعت میں رچی بسی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی قدرت

---

[1] القرطبی ۱۰/۲۸۸ [2] القرطبی ۱۰/۲۸۸ [3] الطبری ۱۵/۱۱۸

عظیمہ سے خوف دلایا ہے۔ اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِكُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ: اے لوگو! جب تم سمندر میں ڈوب جانے سے بچ جاتے ہو تو کیا زمین میں دھنس جانے سے بے خوف ہوتے ہو، چنانچہ زمین تمہیں اپنے اندر بھی دبوچ سکتی ہے؟ تم ہر لحہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہو، تم اللہ کی پکڑ سے بے خوف کیوں ہو؟ وہ زلزلوں کے ذریعے تم سے انتقام لے سکتا ہے، آسمان سے بجلی گرا کر انتقام لے سکتا ہے۔ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡكُمۡ حَاصِبًا: آسمان سے تمہارے اوپر پتھر برسادے اور تمہیں قتل کردے جیسے قوم لوط کے ساتھ کیا۔ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَكُمۡ وَكِیۡلًا: اور پھر تم کسی ایسے رکھوالے کو نہ پاؤ جو تمہارے امور کی تنظیم و نگرانی کرے اور اللہ کے عذاب سے تمہیں بچا سکے۔ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ یُّعِیۡدَكُمۡ فِیۡهِ تَارَةً اُخۡرٰی: اور کیا تم اس بات سے بھی بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تمہیں دوبارہ سمندر میں لے جائے۔ فَیُرۡسِلَ عَلَیۡكُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ: چنانچہ سمندر میں تمہارے اوپر تند و تیز ہلاک کرنے والی آندھی بھیج دے جو ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے۔ فَیُغۡرِقَكُمۡ بِمَا كَفَرۡتُمۡ: یعنی تمہارے کفر کے سبب تمہیں سمندر میں ڈبودے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَكُمۡ عَلَیۡنَا بِهٖ تَبِیۡعًا: اور پھر تمہیں ایسا کوئی نہ مل سکے جو ہم سے بدلہ لینے کے لیے ہمارا پیچھا کر سکے یا تمہیں غرق کرنے کے انتقام کا مطالبہ کر سکے۔

بلاغت: ......ان آیات میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں: ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا: میں استفہام انکاری ہے، اور ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ: میں تکرار ہمزہ تاکید نکیر کے لیے ہے، اسی طرح ''اِنَّ اور لام'' کے ساتھ کلام میں مزید تاکید پیدا کی گئی ہے، تاکہ انکار میں اور زیادہ قوت آئے۔ قُلۡ كُوۡنُوۡا حِجَارَةً اَوۡ حَدِیۡدًا: میں امر کے صیغہ سے عجز و اہانت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ یَرۡحَمۡكُمۡ اَوۡ اِنۡ یَّشَاۡ یُعَذِّبۡكُمۡ: اور الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ: میں طباق ہے۔ وَلَا تَحۡوِیۡلًا: میں ایجاز حذف ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہے۔ ولا تحویل الضر عنکم چوں کہ کلام سابق اس پر دلالت کرتا ہے۔ وَیَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَهٗ وَیَخَافُوۡنَ عَذَابَهٗ: کے دونوں جملوں میں لطیف مقابلہ ہے۔ وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنۡ نُّرۡسِلَ بِالۡاٰیٰتِ: میں اسناد مجازی ہے چوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے مانع کوئی چیز نہیں وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کے مانع کوئی چیز نہیں ہوتی اس لیے منع کا مجازی معنیٰ یعنی ترک مراد ہے یعنی: ترک معجزات کا سبب پہلے لوگوں کی تکذیب ہے۔ النَّاقَةَ مُبۡصِرَةً: میں مجاز عقلی ہے۔ چوں کہ ناقہ حق و ہدایت کے دیکھنے کا سبب ہے، چنانچہ ابصار کی نسبت ناقہ کی طرف کی گئی ہے، یہ مجاز عقلی ہے اور اس میں علاقہ سببیت کا ہے۔ وَاَجۡلِبۡ عَلَیۡهِمۡ بِخَیۡلِكَ وَرَجِلِكَ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے تسلط کے اعتبار سے شیطان کی حالت کو ایسے سوار کے ساتھ مثال دی گئی ہے جو لشکر لے کر دشمن پر حملہ آور ہو رہا ہو اور وہ چلا رہا ہو۔ تاکہ دشمن کا استیصال کر سکے۔ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمۡ رَحِیۡمًا: میں تذییل ہے۔ چوں کہ یہ تعلیل کلام کی مانند ہے۔ چنانچہ یہ جملہ ماقبل مذکور یعنی کشتیوں کے سمندر میں بآسانی چلنے اور سمندر میں ان کے مسخر ہونے کی یہ علت بیان کی گئی ہے۔

تنبیہ: الرُّءۡیَا: ......الف کے ساتھ کا غالب معنیٰ خواب آتا ہے اور کھلی آنکھوں دیکھنے کے لیے ''رُؤیَۃ'' کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡیَا الَّتِیۡۤ اَرَیۡنٰكَ اِلَّا فِتۡنَةً لِّلنَّاسِ: میں الرُّءۡیَا: کا لفظ غیر غالب معنیٰ میں مستعمل ہے چوں کہ اس سے بصری رؤیت مراد ہے اور یہ وہی نظارہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسرا و معراج کے موقع پر دیکھا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول قبل ازیں گزر چکا ہے کہ اس سے مراد وہ نظارہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسرا کی رات دکھایا گیا۔ اگر "الرؤیا" سے مراد خواب ہوتا تو یہ لوگوں کے لیے آزمائش نہ ہوتا اور منکرین اسلام سے مرتد نہ ہوتے۔

وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی كَثِیۡرٍ
مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا ﴿٧٠﴾ یَوۡمَ نَدۡعُوۡا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمۡ ۚ فَمَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیۡنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ ع
یَقۡرَءُوۡنَ كِتٰبَهُمۡ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا ﴿٧١﴾ وَمَنۡ كَانَ فِیۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰی فَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰی وَاَضَلُّ

سَبِيلًا ﴿٧٢﴾ وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۖ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ
خَلِيلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ﴿٧٤﴾ إِذًا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ
وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ﴿٧٥﴾ وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ
لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا ۖ وَإِذًا لَا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا
وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ﴿٧٧﴾ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ ع
الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ﴿٧٨﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا ﴿٧٩﴾
وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا ﴿٨٠﴾
وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ
وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿٨٢﴾ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ
بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ﴿٨٣﴾ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ
سَبِيلًا ﴿٨٤﴾ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٥﴾ ع
وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ﴿٨٦﴾ إِلَّا رَحْمَةً مِنْ
رَبِّكَ ۚ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ﴿٨٧﴾ قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ
هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿٨٨﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا
الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿٨٩﴾

ترجمہ:......اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی میں اور سمندر میں سوار کیا۔ اور انہیں عمدہ چیزیں عطا فرمائیں اور ہم نے انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔ ﴿٧٠﴾ جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے سو جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا سو یہ لوگ اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے۔ اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا، ﴿٧١﴾ جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اور زیادہ راہ گم کردہ ہوگا۔ ﴿٧٢﴾ اور یہ لوگ آپ کو اس چیز سے ہٹانے ہی لگے تھے جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی۔ تاکہ آپ ہماری طرف اس کے علاوہ دوسری بات کی نسبت کردیں۔ اور اس صورت میں وہ آپ کو اپنا دوست بنا لیتے۔ ﴿٧٣﴾ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑے سے مائل ہوجاتے۔ ﴿٧٤﴾ اس وقت ہم آپ کی زندگی میں اور موت کے بعد دوہرا عذاب چکھاتے، پھر آپ ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پاتے۔ ﴿٧٥﴾ اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور ایسا ہوجاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم ٹھیرنے پاتے۔ ﴿٧٦﴾ جیسا کہ ان لوگوں کے بارے میں ہمارا طریقہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہمارے طریقے میں تغیر نہ پائیں گے۔ ﴿٧٧﴾ آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات اندھیرا ہونے تک نمازیں قائم کیجیے اور فجر کی نماز بھی، بلاشبہ فجر کی نماز

حاضر ہونے کا وقت ہے، ﴿۷۸﴾ اور رات کے حصے میں نماز تہجد پڑھا کیجیے جو آپ کے لیے زائد چیز ہے عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔ ﴿۷۹﴾ اور آپ یوں دعا کیجیے کہ اے رب مجھے ایسی جگہ میں داخل کیجیے جو خوبی کی جگہ ہو۔ اور مجھے خوبی کے ساتھ نکالیے اور میرے لیے اپنے پاس سے ایسا غلبہ عطا فرمایئے جس کے ساتھ مدد ہو، ﴿۸۰﴾ اور آپ یوں کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل چلا گیا بلاشبہ باطل جانے ہی والا ہے، ﴿۸۱﴾ اور ہم ایسی چیز یعنی قرآن نازل کرتے ہیں جو شفا ہے اور رحمت ہے مؤمنین کے لیے اور وہ ظالموں کے نقصان ہی میں اضافہ کرتا ہے،، ﴿۸۲﴾ اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ اعراض کر لیتا ہے۔ اور رخ بدل کر دور ہو جاتا ہے۔ اور جب اسے تکلیف پہنچ جائے تو ناامید ہو جاتا ہے۔ ﴿۸۳﴾ آپ فرما دیجیے کہ ہر شخص اپنے طریقے پر کام میں لگا ہوا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہے۔ ﴿۸۴﴾ اور لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجیے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بس تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔ ﴿۸۵﴾ اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر ہم نے آپ پر وحی بھیجی ہے اسے سلب کر لیں پھر آپ ہمارے مقابلے میں اپنے لیے اس بارے میں کوئی حمایتی نہ پائیں، ﴿۸۶﴾ مگر یہ کہ رب کی طرف سے رحمت ہو جائے۔ بلاشبہ آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔ ﴿۸۷﴾ آپ فرما دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جن سب اس کے لیے جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا کر لائیں تو اس جیسا نہیں لا سکیں گے۔ اگرچہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں، ﴿۸۸﴾ اور البتہ ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کے اچھے مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں۔ پھر اکثر لوگوں نے اس سے ماننے سے انکار ہی کیا۔ ﴿۸۹﴾

ربط وتعارف:...... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر احسان جتلایا ہے کہ اللہ ہی سمندر میں آسانی کے ساتھ کشتیاں چلاتا ہے اور وہی انہیں غرق سے نجات دیتا ہے، اور پھر نوع انسان پر عزت وتکریم، رزق اور فضیلت کے جو انعامات کیے کا ذکر کیا اس کے بعد آخرت میں لوگوں کے مختلف درجات کا ذکر کیا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید کی گئی کہ مشرکین کی خواہشات کی اتباع سے ہوشیار رہیں۔

لغات: بِإِمَامِهِمْ:...... لغت میں "الامام" کا معنی: ہر وہ شخص جس کی دوسرا اقتدا کرتا ہو خواہ وہ ہدایت پر ہو یا گمراہی پر، نامۂ اعمال پر بھی امام کا اطلاق ہوتا ہے۔ چوں کہ انسان اپنے نامۂ اعمال کا تابع ہوتا ہے اور نامۂ اعمال ہی اسے جنت یا دوزخ میں لے جائے گا۔ فَتِيلًا: الفتیل: گٹھلی کی درج میں دھاگا نما چھلکا۔ حقیر چیز کے لیے یہ لفظ بطور مثال بولا جاتا ہے جیسے قطمیر اور نقیر۔ تَرْكَنُ: تو مائل ہوتا ہے۔ لَيَسْتَفِزُّونَكَ: الاستفزاز: کسی کو کسی سبب کی بنا پر برانگیختہ کرنا تا کہ وہ جلا وطنی پر مجبور ہو جائے۔ وَتَحْوِيلًا: تغییر وتبدیلی۔ لِدُلُوكِ: الدلوك سورج کا غروب ہونا، مقولہ ہے "دلکت الشمس" یعنی سورج غروب ہو گیا۔ ابوعبید اور ابن قتیبہ کہتے ہیں: الدلوك کا معنی غروب ہے اور پھر ذو رمہ کا یہ شعر پڑھا:

مصابيح ليست باللواتي تقودها نجوم ولا بالآفلات الدوالك

یہ وہ چراغ نہیں جنہیں ستارے کھینچ لاتے ہیں اور نہ ہی یہ غروب ہو کر ڈوب جانے والے ہیں۔

ازہری کہتے ہیں: اصل میں "دلوك" مائل ہونا ہے۔ مقولہ ہے: مالت الشمس ومالت للغروب غَسَقِ: غسق الليل۔ رات کی تاریکی غسق اللیل: اس وقت بولا جاتا ہے جب رات کی تاریکی بڑھ جائے۔ فَتَهَجَّدْ: "التهجد" رات کی نماز جو سونے کے بعد بیدار ہو کر پڑھی جائے۔ "الهجود" سونا، نیند کرنا۔ شاعر کہتا ہے:

ألا طرقتنا والرفاق هجود فباتت بعلات النوال تجود[1]

سن لو وہ رات کو آئی درحالیکہ ہمارے ساتھی گہری نیند سو رہے تھے، علات نوال نامی جگہ میں اس نے رات گزاری اور وہ سخاوت کے جام لنڈا رہی تھی۔ زَهَقَ: زائل ہو گیا باطل ہو گیا۔ نَأَى: دور ہوا۔ النأي بعد، دوری۔ ظَهِيرًا: معین ومددگار۔

شان نزول:...... ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قریش نے یہودیوں سے کہا: ہمیں کوئی سوال بتاؤ جو ہم اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھیں۔ یہودیوں نے کہا: اس سے روح کے بارے میں دریافت کرو۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾[2]

---

[1] القرطبی ۱۰/۳۰۸ [2] اسباب النزول للواحدی ص ۱۶۸

بنی آدم کی فضیلت

تفسیر: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ:...... ہم نے اولادِ آدم کو عقل، علم، گویائی اور ان کے لیے کائنات کے مسخر کر دینے کے اعتبار سے تمام مخلوقات پر شرف بخشا ہے۔ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ: اور ہم نے انہیں چوپایوں اور کشتیوں پر سوار کیا۔ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ: اور ہم نے انہیں کھانے اور پینے کی نفیس نفیس چیزیں عطا کیں۔ مقاتل کہتے ہیں: جیسے گھی، شہد، بالائی، حلوہ وغیرہ جب کہ حیوانات کا رزق بھوسہ اور ہڈیاں وغیرہ ہے۔ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا: اور ہم نے انہیں تمام مخلوقات یعنی حیوانات، جنات، بہائم، چوپائے، وحشی جانوروں اور پرندوں وغیرہ پر فضیلت دی۔[1]

حشر میں اعمال ناموں کی تقسیم

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ:...... حشر کے دن کو یاد کرو جب ہم ہر انسان کو اس کے نامہ اعمال سمیت بلائیں گے تاکہ نامۂ اعمال اس کے سپرد کیا جائے اور وہ اس کا بدلہ پالے۔ بِاِمَامِهِمْ: سے مراد نامۂ اعمال ہے جس میں انسان کا عمل تحریر ہوگا۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ: یعنی ہم نے ہر چیز نامہ اعمال میں حساب کر رکھی ہے، مضمون آیت کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بِاِمَامِهِمْ: سے مراد وہ عمل ہے جو لکھ لیا جائے۔ چنانچہ جو متقی ہوگا اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں پہنچ جائے گا اور وہ اسے پڑھ کر خوش ہو جائے گا۔[2] فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ: سو جن لوگوں کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا اس حال میں کہ وہ خوش بخت ہوئے اہل بصیرت ہوئے اور اللہ سے ڈرتے رہے۔ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ: یہ لوگ خوشی خوشی اپنی نیکیاں پڑھیں گے چوں کہ انہوں نے اپنے نامہائے اعمال دائیں ہاتھ میں پکڑ رکھے ہوں گے۔ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا: اور ان کے اعمال کے اجر و ثواب میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی، اگرچہ نامہ اعمال میں کوئی عمل فتیل کے برابر ہی کیوں نہ ہو فتیل اس دھاگے کو کہا جاتا ہے جو کھجور کی گٹھلی کی درج میں ہوتا ہے۔

دنیا و آخرت کے اندھے

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى:...... جو اس دنیا میں دل کا اندھا رہا اور حق و خیر کی طرف اس نے راہنمائی حاصل نہ کی۔ فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا: تو وہ آخرت میں کہیں زیادہ اندھا اور گمراہ ہوگا۔[3] اور راہ نجات سے پھرا ہوگا۔ قتادہ کہتے ہیں: جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا اور اللہ کی نعمتوں، مخلوقات اور عجائب کو دیکھ کر عبرت نہ حاصل کی تو وہ قیامت کے دن ان چیزوں سے اور زیادہ اندھا ہوگا۔ اور راہ حق کو گم کرنے والا ہوگا۔ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ:...... حال اور شان یہ ہے کہ مشرکین اس بات کے قریب تھے کہ وہ آپ کو اس حکم سے پھیر دیتے جو ہم نے وحی کے ذریعے آپ کو بھیجا ہے یعنی بعض اوامر و نواہی سے پھیر دینا چاہتے تھے۔ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ: اور آپ ایسا کام بجا لائیں جس کی وحی اللہ نے آپ کی طرف نہیں بھیجی اور اللہ کی تعلیمات کی خلاف ورزی کریں۔ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا: جو کچھ وہ چاہتے تھے اگر آپ ایسا کر دیتے تو وہ آپ کو گہرا دوست بنا لیتے۔ مفسرین کہتے ہیں: مشرکین طرح طرح کی تدبیریں کرنے لگے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت سے ہٹا دیں۔ ان تدابیر میں سے ایک یہ کہ بعض مشرکین نے کہا چلو ہم بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود کی عبادت کرتے ہیں تاکہ وہ ہمارے معبودان کی، اعلانیہ مخالفت چھوڑ دے، ان میں سے ایک یہ کہ بعض مشرکین نے مطالبہ کیا کہ بیت اللہ کی طرح ان کی زمین کو بھی حرم قرار دیا جائے۔ ایک یہ کہ بعض روسائے قریش نے مطالبہ کیا کہ فقرا اور ضعفا سے الگ ان کے لیے مجلس قائم کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے شر

---

[1] انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے کہ نہیں اس امر کا فیصلہ اس آیت سے نہیں ہوتا چوں کہ کثیر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مخلوق پر انسان کو فضیلت نہیں۔ [2] الطبری ۱۵/۱۲۶۔ ابن کثیر نے یہی معنی راجح قرار دیا ہے۔ ایک اور تفسیر کے مطابق امام سے مراد پیشوا ہے خواہ امام ہدایت ہو یا امام ضلالت۔ [3] ایک قول یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن نابینا اٹھے گا۔

سے محفوظ رکھا اور دوٹوک فیصلہ سنا دیا کہ اللہ آپ کو کسی کے سپرد نہیں کرے گا بلکہ وہی آپ کا کارساز اور حافظ وناصر ہے۔[1] وَلَوۡلَآ اَنۡ ثَبَّتۡنٰكَ: اگر ہم آپ کو حق پر ثابت قدم نہ رکھتے اور آپ کی حفاظت نہ کرتے۔ لَقَدۡ كِدۡتَّ تَرۡكَنُ اِلَيۡهِمۡ شَيۡـًٔا قَلِيۡلًا: قریب تھا کہ آپ ان کی طرف کچھ مائل ہوجاتے اور ان کے مطالبے پر کسی حد تک چل پڑتے۔ اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ: اگر آپ ان کی طرف مائل ہوجاتے تو ہم دنیا وآخرت میں آپ کو دوگنا عذاب دیتے چوں کہ یہ جرم عظیم ہوتا جس پر دوگنا عذاب ملتا۔ اور اس جرم کا مرتکب دوگنے عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ آیت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے فضل کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو حق پر ثابت قدم رکھا اور فتنے سے محفوظ رکھا، اگر آپ اللہ کی حفاظت میں نہ ہوتے تو کچھ نہ کچھ مشرکین کی طرف مائل ہوجاتے۔ لَوۡلَآ: امتناع وجود کے لیے ہے یعنی مشرکین کی طرف میلان ممتنع ہے چوں کہ آپ اللہ کی عصمت وحفاظت میں ہیں۔

آیت کریمہ کے مضمون میں رسول کریم ﷺ کی قدر ومنزلت میں کمی کا پہلو نہیں نکلتا بلکہ آیت میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم کا بیان ہے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا: پھر تم ہمارے مقابلے میں کسی مددگار کو نہیں پاؤ گے جو ہمارے عذاب سے تمہارا دفاع کرسکے۔ وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَسۡتَفِزُّوۡنَكَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِيُخۡرِجُوۡكَ مِنۡهَا: اے محمد! قریب تھا کہ مشرکین آپ کو مکر وفریب اور دھوکا دہی سے سرزمین مکہ سے نکال دیتے۔ وَاِذًا لَّا يَلۡبَثُوۡنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيۡلًا: اگر آپ کو نکال دیتے تو وہ آپ کے بعد مکہ میں بہت تھوڑی مدت کے لیے ٹھہر پاتے، چوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہی قاعدہ ہے جو ان لوگوں کے لیے نہیں بدلتا جو اپنے پیغمبروں کو ان کے وطنوں سے نکال دیتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں: اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ کو مکہ سے جلا وطن کرنے کا ارادہ کرلیا تھا اگر وہ عملاً ایسا کردیتے تو انہیں پل بھر کے لیے بھی مہلت نہ ملتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے ارادے خاک میں ملا دیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا۔[2]

سُنَّةَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنۡ رُّسُلِنَا: ...... اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ ہے اپنے پیغمبروں کے ساتھ قائم ودائم رہا ہے کہ جو امت اپنے پیغمبر کو جلاوطن کردیتی ہے اللہ اس امت کو ہلاک کردیتا ہے۔ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِيۡلًا: تم ہمارے قاعدہ میں ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيۡلِ: اے محمد! نماز پر اس کے اوقات میں پابندی کرو اور نمازوں کے اوقات زوال آفتاب سے رات کے چھا جانے تک ہیں۔[3] وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ: اور نماز فجر بھی قائم کرو، فجر کی نماز کو قرآن سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے۔ چوں کہ نماز فجر میں قراءت طویل کی جاتی ہے۔ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ كَانَ مَشۡهُوۡدًا: اور دن کے فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: تمہارے پاس قطار اندر قطار فرشتے آتے ہیں رات کو بھی اور دن کو بھی اور یہ نماز عصر اور نماز فجر میں جمع ہوتے ہیں۔ الحدیث۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت کریمہ میں فرض نمازوں کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ ''دلوك الشّمس'' سے مراد زوال آفتاب ہے، اس سے ظہر اور عصر کی طرف اشارہ ہوگیا۔ ''غسق الليل'' سے مراد رات کی تاریکی ہے اس سے مغرب اور عشا کی نمازوں کی طرف اشارہ ہوگیا۔ اور قرآن الفجر سے مراد نماز فجر ہے، گویا آیت میں پانچوں نمازوں کی طرف اشارہ ہے۔[4]

وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ: ...... اور کسی قدر رات کے حصے میں تہجد پڑھا کیجیے، اس میں آپ کے لیے فضیلت ہے اور یہ زائد چیز ہے۔ (یعنی فرض نمازوں سے زائد ہے)۔ عَسٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا: اے محمد! امید ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو قیامت کے دن مقام محمود میں جگہ دے گا، جس کے متعلق پہلے اور پچھلے لوگ آپ کی تعریف کریں گے، مقام محمود سے مراد ''مقام شفاعت کبریٰ'' ہے۔ مفسرین کا قول ہے: ''عسیٰ'' کلام اللہ میں برائے تحقیق آتا ہے چوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا، اسی لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عسیٰ کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وجوب کے لیے آتا ہے اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔ وَقُلۡ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِىۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ: اور کہہ دیجیے اے میرے پروردگار! مجھے قبر میں خوبی اور اچھائی کے ساتھ داخل کیجیے۔ وَّاَخۡرِجۡنِىۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ: اور قبر سے اٹھائے جانے کے وقت خوبی کے ساتھ اٹھانا۔ یہ

---

[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ معصوم ہیں اور آیت میں امت کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ کوئی بھی مشرکین کے خیالات کی طرف متوجہ نہ ہو۔ (القرطبی ١٠/ ٣٠٠)

[2] التفسیر الکبیر للرازی ٢١/ ٢٣ [3] اس میں فجر کے علاوہ چار نمازیں آگئیں فجر کا آگے ذکر ہے۔ [4] مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت میں پانچوں نمازوں کی طرف اشارہ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ جب کہ حسن بصری اور ضحاک کہتے ہیں: دخول سے مراد مدینہ منورہ میں داخل ہونا ہے اور خروج سے مراد مکہ مکرمہ سے خروج ہے، جب مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے پر اتفاق کر لیا تھا۔[1] وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا: اپنی طرف سے مجھے قوت اور زور عطا فرما اور اس کے ذریعے اپنے دشمنوں کے خلاف میری مدد کر۔ اور اپنے دین کو سطوت بخش۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمادی اور آپ کو دشمن پر غلبہ عطا فرمایا اور دین اسلام کو تمام ادیان پر برتری عطا فرمائی۔ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ: نورِ حق یعنی اسلام چمک اٹھا باطل یعنی کفر اور اس کے اعوان و انصار پسپا ہو گئے، چنانچہ نورِ ایمان کے جگمگا جانے کے بعد شرک و بت پرستی نہیں رہتی۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا: باطل کے لیے بقا نہیں چوں کہ باطل مضمحل ہو جاتا ہے، اگرچہ باطل کا ریلا عارضی طور پر جوش میں آجاتا ہے جیسے آگ کی چنگاری بلند ہوتی ہے اور پھر فوراً دم توڑ جاتی ہے۔ روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت رکھے ہوئے تھے، آپ نے ہاتھ میں چھڑی لی اور ہر بت کو کچوکا لگا کر گرا دیا اور آپ کی زبان مبارک پر یہی آیت تھی۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا: ...... چنانچہ ہر بت گرا دیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بت توڑ دینے کا حکم دیا۔ سب کے سب توڑ دیے گئے۔[2] وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ: ہم قرآن عظیم کی ایسی آیات نازل کرتے ہیں جو جہالت و ضلالت کے امراض سے شفا بخشتی ہیں اور نفس کی گندگیوں کو ختم کرتی ہیں، کینہ، حسد، بغض، خواہشات وغیرہ۔ اور یہ مؤمنین کے لیے رحمت ہے چوں کہ اس میں ایمان، حکمت اور خیر و بھلائی ہے۔ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا: کفار جب قرآن سنتے ہیں تو اس سے ان کی تباہی اور ہلاکت ہی میں اضافہ ہوتا ہے چوں کہ وہ قرآن سن کر اس پر ایمان نہیں لاتے۔ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ: جب ہم انسان پر طرح طرح کے انعامات کرتے ہیں اسے صحت، امن اور غنا سے نوازتے ہیں تو وہ اللہ کی اطاعت اور عبادت سے روگردانی کر جاتا ہے اور وہ غرور و تکبر کر کے اپنے پروردگار سے دور ہی ہوتا جاتا ہے۔ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا: اور جب انسان مشکلات اور مصائب میں پھنس جاتا ہے تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے۔ آیت انسان کی سرکشی کی تمثیل ہے کہ جب وہ نعمتوں میں عیش و عشرت کر رہا ہوتا ہے تو فخر و تکبر پر اتر آتا ہے اور اگر مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو مایوس ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾

حقیقت میں انسان کو کم حوصلے والا پیدا کیا گیا ہے، جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو سخت گھبرا جاتا ہے اور

جب اس کے پاس مال آجاتا ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ (سورۃ المعارج، آیت ۱۹۔۲۱)

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ: ...... ہر شخص ہدایت و گمراہی میں اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے، اگر انسان کا نفس روشن اور صاف ہو تو اس سے اچھے اعمال صادر ہوتے ہیں اور اگر اس کا نفس شریر و بدخو ہو تو اس سے برے اعمال صادر ہوتے ہیں۔ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا: تمہارا پروردگار اس شخص کو اچھی طرح جانتا ہے جو سیدھی راہ پر چلنے والا ہے اور جو گمراہی کے راستے پر گامزن ہے۔ ہر ایک کو اس کے کیے ہوئے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ: اے محمد! کفار آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا چیز ہے؟ اور اس کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ یہ مخفی راز ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا: اے لوگو! تمہیں بہت قلیل علم دیا گیا ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم کی بنسبت تمہارا علم نہایت قلیل ہے۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ: اے محمد! اگر ہم چاہتے یہ قرآن جو اللہ کے فضل و احسان سے آپ کے سینے میں محفوظ ہے ہم اُسے مٹا دیتے، ایسا کرنا ہماری قدرت و طاقت میں ہے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا: پھر آپ کسی ایسے شخص کو نہیں پائیں گے جس پر یہ بھروسہ کیا جا سکے کہ وہ اس کو واپس لائے گا۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ: لیکن آپ کے پروردگار کی خاص رحمت اور فضل و کرم سے قرآن آپ کے سینے میں محفوظ ہے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینوں میں محفوظ ہے۔[3]

---

[1] یہ طبری کا مختار قول ہے اور پہلا قول اظہر ہے چوں کہ بعث کا لفظ اس کی خبر دیتا ہے۔ آیت سے مقصود ایمان پر موت اور ایمان پر دوبارہ اٹھائے جانے کی دعا کرنا ہے۔

[2] التفسیر الکبیر للرازی ۲۱/ ۲۳ و اصل الحدیث اخرجہ البخاری [3] بلکہ امت کے سینوں میں محفوظ ہے۔

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا:...... آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے اسی لیے آپ پر قرآن نازل کیا، آپ کو مقام محمود عطا فرمایا، آپ کو خاتم الانبیا اور سید الاولین والآخرین بنایا۔ آیت میں رسول کریم ﷺ پر احسان جتلایا جا رہا ہے کہ قرآن عظیم اللہ کا بڑا احسان ہے اور آپ ﷺ کو قرآن کے متعلق تفریط برتنے سے ہوشیار کیا گیا ہے، خطاب آپ ﷺ سے ہے جب کہ مراد پوری امت ہے۔ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا: اگر انسانوں اور جنات میں سے ارباب فصاحت و بلاغت اور زبان و بیان کے ماہرین جمع ہو جائیں اور اس قرآن کا مثل لانا چاہیں، بخدا! وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے، اگرچہ سب مل کر ایک دوسرے کا تعاون ہی کیوں نہ کریں، چوں کہ یہ معاملہ کسی کے بس میں نہیں! اور کسی کی قدرت وطاقت میں نہیں۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ: ہم نے اس قرآن میں دلائل، حجج اور قطعی براہین بیان کیے ہیں، ہم نے عبرت ناک واقعات سے حق واضح کر دیا ہے، ترغیب وترہیب ہو چکی ہے۔ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا: باوجود براہین اور واضح دلائل قائم ہو جانے کے اکثر لوگ حق کا انکار کیے بغیر نہ رہے، اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کر دی۔

بلاغت: كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ:...... میں استعارہ ہے۔ امام وہ ہوتا ہے جو آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائے، آیت میں امام کا لفظ نامۂ اعمال کے لیے بطور استعارہ مستعمل ہے۔ چوں کہ قیامت کے دن نامۂ اعمال کے پیچھے ہوگا۔ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا: قلت کے لیے مثال بیان کی جاتی ہے یعنی دھاگے کے برابر بھی اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی جو دھاگا گٹھلی کی درج میں ہوتا ہے۔ یہ استعارہ تمثیلیہ ہے۔ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ: میں طباق ہے۔ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ: میں مجاز مرسل ہے۔ کل پر جز کا اطلاق کیا گیا ہے یعنی فجر کی قرأت اور اس سے مراد نماز فجر ہے، چنانچہ قرأت قرآن کا جزو ہے۔ اس لیے جزئیت کا علاقہ ہے۔ ضمیر: لانے کے مقام میں اسم ظاہر لایا گیا ہے، اس میں اہتمام وعنایت مزید ہے۔ چنانچہ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ: کے بعد اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ: لایا گیا ہے۔ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ: اور وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ: میں اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ: میں مقابلہ لطیفہ ہے۔ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ: میں انعام و خیر کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے اور شر کی نسبت غیر کی طرف اس میں حسن ادب کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

لطیفہ:...... ایک عالم انکار کرتا تھا کہ قرآن عظیم میں مجاز اور استعارہ کا استعمال نہیں، وہ ایک عالم فاضل شیخ کے پاس آیا اور اس کے سامنے بھی مجاز کا انکار کیا۔ یہ سائل نابینا تھا۔ شیخ نے اسے جواب دیا کہ اس آیت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا: کیا آیت کریمہ میں "اعمیٰ" سے مراد بصارت سے محروم ہے یا بطور مجاز بصیرت سے اندھا مراد ہے؟ چنانچہ سائل مبہوت ہو گیا اور اس کی حجت قطع ہو گئی۔[1]

کفار کی فرمائشیں

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ
فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ
قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا
ع ۹ كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ

[1] لطیفہ: ان آیات کا ترجمہ ۴ مئی ۲۰۱۳ کو مکمل ہوا، بعد نماز فجر کابل ریڈیو سے قاری برکت اللہ کی آواز میں تلاوت قرآن عظیم نشر کی جاتی ہے۔ جب ان آیات کی تفسیر کا ترجمہ کیا جا رہا تھا کابل ریڈیو سے بھی یہی آیات تلاوت کی جا رہی تھیں۔ سبحان اللہ والحمد للہ علی ذالک الاتفاق

الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ
لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ
خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ
وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ
سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ النصف
خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ
وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ
رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ع
فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ
مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ
يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا
الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا وقف لازم
مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ
لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ
سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة السجدۃ ۴
قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا
تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ
فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع

ترجمہ:......اور ان لوگوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دیں۔﴿۹۰﴾ یا خاص کر آپ کی لیے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، پھر آپ اس باغ کے درمیان بہت سی نہریں جاری کر دیں﴿۹۱﴾ یا آپ ہمارے اوپر آسمان کو ٹکڑوں کی صورت میں گرا دیں جیسا کہ آپ کا بیان ہے یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے لے آئیں،﴿۹۲﴾ یا آپ کا گھر ہو جو خوب زینت والا ہو یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے پر ہرگز یقین نہ کریں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے اوپر ایک لکھی ہوئی کتاب نازل کر دیں جسے ہم

پڑھ لیں۔ آپ فرما دیجیے کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر ہوں پیغمبر ہوں۔ ﴿۹۳﴾ اور لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے صرف اس بات نے روکا کہ جب ان کے پاس ہدایت آئی تو صرف یہی بات کہنے لگے کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول بنایا ہے۔ ﴿۹۴﴾ آپ فرما دیجیے: اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضروری بات ہوتی کہ ہم ان پر فرشتہ کو رسول بنا کر اتار دیتے۔ ﴿۹۵﴾ آپ فرما دیجیے کہ میرے تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے۔ ﴿۹۶﴾ اور اللہ جسے ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے، اور وہ جسے گمراہ کرے سو آپ اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔ اور ہم انہیں قیامت کے دن چہروں کے بل اس حال میں چلائیں گے کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب بھی بجھنے لگے گی ہم ان کے لیے اس کو اور زیادہ بھڑکا دیں گے، ﴿۹۷﴾ یہ ان کی سزا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور یوں کہا کہ جب ہم ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے، ﴿۹۸﴾ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا کیا انہیں معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسے پیدا فرما دے اور اس نے ان کی لیے ایک اجل مقرر کر رکھی ہے جس میں کوئی شک نہیں، سو ظالموں نے بس انکار ہی کیا۔ ﴿۹۹﴾ آپ فرما دیجیے کہ اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس صورت میں خرچ ہو جانے کے ڈر سے ہاتھ روک لیتے اور انسان خرچ کرنے میں بڑا تنگ دل ہے۔ ﴿۱۰۰﴾ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کھلی ہوئی نو نشانیاں عطا کیں سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیجیے جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ! بلاشبہ میں تیرے بارے میں یہ گمان کرتا ہوں کہ کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے۔ ﴿۱۰۱﴾ موسیٰ نے جواب میں کہا کہ تو ضرور جانتا ہے کہ یہ چیزیں آسمانوں اور زمین کے پروردگار ہی نے نازل فرمائی ہیں جو بصیرت کا ذریعہ ہیں اور اے فرعون! میں تیرے بارے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہو جانے والا ہے، ﴿۱۰۲﴾ پھر اس نے چاہا کہ انہیں زمین سے اکھاڑ دے سو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو سب کو غرق کر دیا، ﴿۱۰۳﴾ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ زمین میں رہو سہو اور پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے گا تو ہم تمہیں جمع کر کے حاضر کر دیں گے۔ ﴿۱۰۴﴾ اور ہم نے اسے حق کیساتھ اتارا، اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا، اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، ﴿۱۰۵﴾ اور ہم نے قرآن میں جا بجا فصل رکھا ہے تا کہ آپ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے، ﴿۱۰۶﴾ آپ فرما دیجیے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ بلاشبہ جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ان کے سامنے رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں، ﴿۱۰۷﴾ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے بلاشبہ رب کا وعدہ ضرور ہی پورا ہونے والا ہے، ﴿۱۰۸﴾ اور وہ رونے کی حالت میں ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے۔ ﴿۱۰۹﴾ آپ فرما دیجیے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو سو اس کے لیے اچھے اچھے نام ہیں، اور نماز میں نہ تو زور کی آواز سے پڑھیے اور نہ چپکے چپکے پڑھیے اور دونوں کے درمیان اختیار کر لیجیے۔ ﴿۱۱۰﴾ اور آپ یوں کہیے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے لیے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کی لیے ملک میں کوئی شریک ہے، اور نہ ایسی بات ہے کہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہو، اور خوب اچھی طرح سے اس کی بڑائی بیان کیجیے۔ ﴿۱۱۱﴾

ربط و تعارف: ...... اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلائل و براہین قائم کیے، مشرکین کو کھلا چیلنج دیا گیا تاہم وہ اعجاز قرآن کے آگے عاجز رہے، اب ان آیات میں کفار کی سرکشی، ضد ہٹ دھرمی اور گمراہی کے چند نمونے بیان کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ قرآن عظیم کے اعجاز سے ہٹ کر مادی خوارق کا مطالبہ کرتے تھے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا، فرعون کی تکذیب کا بھی ذکر ہو جب کہ وہ کھلے معجزات دیکھ رہا تھا، دراصل اس قصے کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے۔ پھر سورت مبارکہ قدرت و وحدانیت کے دلائل کے ساتھ ختم کی گئی۔

لغات: کِسَفًا: ...... حصے، ٹکڑے، کِسْفَةٌ کی جمع ہے جیسے دِمَنٌ دِمْنَةٌ کی جمع ہے۔ مقولہ ہے: کسفت الثوب اکسفہ کسفًا یعنی میں نے کپڑا کاٹ دیا۔ فراء کہتے ہیں میں نے ایک اعرابی کو بزاز سے کہتے سنا وہ کہہ رہا تھا: أَعْطِنِي كِسْفَةً یعنی مجھے کپڑے کا ایک ٹکڑا دے دو۔[1]

[1] التفسیر الکبیر للرازی ۲۱/۵۶

قَبِيلًا:......آمنے سامنے۔ تَرْقٰی: تم چڑھتے ہو۔ خَبَتْ: خبت النار یعنی آگ بجھ گئی، اس وقت بولا جاتا ہے جب آگ کے شعلے ماند پڑ جائیں۔ قَتُوْرًا: بخیل مَثْبُوْرًا: الشبور: ہلاکت۔ محاورہ ہے: ثَبَرَ الله العدوَّ۔ اللہ نے دشمن ہلاک کر دیا۔ لَفِيْفًا: اللفیف: قوم جو مختلف خاندانوں کا مجموعہ ہو، جوہری کہتے ہیں: مختلف قبائل کے لوگوں کا مجموعہ۔ محاورہ ہے۔ جاء القوم بلفهم ولفيفهم: قوم کا جمگھٹا آیا۔ مُكْثٍ: المکث ایک مدت تک ٹھہرنا۔ تُخَافِتْ: خافت فی الکلام: بات اس طرح چھپا کر کرنا کہ اسے کوئی نہ سن سکے۔ اَلْاَذْقَانِ: ذَقَنٌ کی جمع ہے، چہرے پر دو جبڑوں کے جمع ہونے کی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ ٹھوڑی۔ شاعر کہتا ہے۔

فخروا لأذقان الوجوه تنوشهم سباع من الطير العوادي وتنتف

''وہ لوگ ٹھوڑیوں کے بل اوندھے منہ گرے پڑے ہیں اور پرندے بار بار آ کر انہیں نوچ رہے ہیں۔''

شان نزول: الف:......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ روسائے قریش کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے: محمد کے پاس پیغام بھیجو اور اس کے ساتھ مناظرہ کرو تاکہ اس کی کوتاہی عیاں ہو جائے۔ چنانچہ قریش نے قاصد بھیجا کہ آپ کی قوم کے اشراف جمع ہیں اور آپ کے ساتھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ سرعت کے ساتھ ان کی طرف چل دیے چوں کہ آپ قریش کی ہدایت کے لیے بہت حریص تھے۔ چنانچہ قریش نے کہا: اے محمد! اللہ کی قسم! عرب میں تم اپنی قوم میں سب سے زیادہ دخیل ہو، تم نے آباواجداد کو گالیاں دی ہیں، آبائی دین بگاڑ دیا ہے، عقلوں کو بے بہرہ کر دیا ہے اور قوم کی اجتماعیت کو ختم کر دیا ہے۔ اگر تم نیا دین اس لیے لائے ہو تاکہ تمہیں بہت سارا مال حاصل ہو جائے ہم تمہارے لیے بہت سارا مال جمع کر دیں گے حتیٰ کہ تم عرب کے سب سے بڑے مالدار بن جاؤ گے۔ اگر اس سے تمہارا مقصد سرداری ہے تو ہم سب مل کر تمہیں اپنا سردار بناتے ہیں، اگر تمہارے اوپر کسی جن بھوت کا اثر ہوا ہے تو ہم بھاری رقم خرچ کر کے تمہارا علاج کروا دیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا: جو کچھ تم نے کہا اس میں سے کچھ بھی مجھے مطلوب نہیں، مجھے تمہارے اموال کی ضرورت نہیں، مجھے بادشاہت کی بھی کوئی حاجت نہیں، ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اگر تم میری تعلیمات کو قبول کرو گے تو دنیا و آخرت میں کامیابی تمہارا مقدر بن جائے گی، اور اگر تم میری دعوت کو رد کر دو گے میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ کہنے لگے: اے محمد! جو کچھ ہم نے مطالبہ پیش کیا اگر تم اسے قبول نہیں کرتے، البتہ اتنی بات تم ضرور جانتے ہو کہ ہمارے شہر کی معاشی حالت بہت خراب ہے، ہم لوگ بہت تنگی میں ہیں لہٰذا تم اپنے رب سے سوال کرو کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹا دے، زمین ہموار کر دے اور یہاں ہمارے لیے نہریں جاری کر دے، اور ہمارے آباواجداد جو مر چکے ہیں انہیں زندہ کر دے تاکہ ہم ان سے پوچھیں کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ حق و سچ ہے؟ اور اپنے رب سے مانگو کہ وہ تمہارے لیے باغات، خزانے، سونے و چاندی کے خزانے بنا ڈالے تاکہ تم ہماری طرف سے بے نیاز ہو جاؤ، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا [1]

ب:......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں (بعض اوقات) چھپ کے رہتے تھے اور جب اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرأت باآواز بلند کرتے، جب مشرکین سنتے تو قرآن کو گالیاں دیتے، اللہ تعالیٰ اور جبرئیل امین کی شان میں گستاخی کرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ [2]

معجزات و خارق عادت امور کا مطالبہ

تفسیر: وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا:......جب مشرکین کے سامنے اعجاز قرآن واضح ہو چکا اور ان پر حجت لازم ہو گئی اور دبنے لگے تو لیت و لعل کا سہارا لے کر طرح طرح کے معجزات اور خارق عادت امور کا مطالبہ کرنے لگے۔ آیت کا معنی ہے: اے محمد! ہم تمہاری ہرگز تصدیق نہیں کریں گے یہاں تک کہ تم سرزمین مکہ میں ایک دائمی چشمہ نہ جاری کر دو جس کا پانی کبھی ختم نہ ہونے پائے۔

---

[1] زاد المسیر ۵/ ۸۵ [2] اسباب النزول ص ۱۷۰

اَوۡ تَكُوۡنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّعِنَبٍ:...... یا یہ کہ تمہارے لیے باغ ہو جس میں کھجوروں اور انگوروں کے درخت ہوں۔ فَتُفَجِّرَ الۡاَنۡهٰرَ خِلٰلَهَا تَفۡجِيۡرًا: ان کے درمیان سے نہریں ہوں جو زور و شور کے ساتھ بہہ رہی ہوں۔ اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمۡتَ عَلَيۡنَا كِسَفًا: مشرکین کی طرف سے یہ تیسری تجویز ہے یعنی یا پھر ہمارے اوپر آسمان ٹکڑے ٹکڑے گر جائے جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اور تمہارا خیال ہے کہ اگر ہم تمہارے اوپر ایمان نہ لائے تو اللہ ہمیں عذاب دے گا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ مشرکین کا قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ تھا۔ اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَيۡهِمۡ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ: یعنی اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں۔ اَوۡ تَاۡتِىَ بِاللّٰهِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ قَبِيۡلًا: یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دو تا کہ ہم انہیں دیکھ لیں۔ اَوۡ يَكُوۡنَ لَكَ بَيۡتٌ مِّنۡ زُخۡرُفٍ: یا یہاں تک کہ تمہارے لیے سونے کا بنا ہوا مضبوط محل نہ ہو۔ یعنی پتھر اور گارے کا نہیں بلکہ سونے کا محل ہو پھر ہم ایمان لائیں گے۔ اَوۡ تَرۡقٰى فِى السَّمَآءِ ؕ وَلَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيۡنَا كِتٰبًا نَّقۡرَؤُهٗ: مشرکین کا یہ چھٹا مطالبہ ہے اور یہ آخری تجویز ہے۔ جب کہ سارے مطالبات مشرکین کی جہالت اور بے وقوفی پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے متعلق جو طریقہ چلا آ رہا ہے اور جو اللہ کی حکمت و تدبیر ہے مشرکین اس سے نابلد ہیں۔ یعنی اے محمد! یا تم سیڑھی کے ذریعے آسمان پر چڑھ جاؤ، ہم تمہارے محض آسمان پر چڑھ جانے کی وجہ سے تمہاری تصدیق نہیں کریں گے یہاں تک کہ تم واپس لوٹ آ ؤ اور تمہارے پاس اللہ کی دی ہوئی کھلی کتاب ہو جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ تم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہو اور ہم خود اسے پڑھ لیں۔

میں ایک بشر اور رسول ہوں

قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّىۡ هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا: ...... اے محمد! مشرکین کے کفر پر تعجب کرتے ہوئے کہہ دیجیے: سبحان اللہ! کیا میں خدا ہوں جو تم لوگ مجھ سے اس طرح کے مطالبات کرتے ہو؟ میں تو انسان ہوں، اللہ نے مجھے پیغمبر بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے، پھر یہ انکار اور ضد کیوں ہو؟ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰٓى اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا: کھلم کھلے معجزات کے بعد مشرکین کا ایمان سے انکار کرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ اس امر کو بعید سمجھتے ہیں کہ اللہ کسی بشر کو مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجتا ہے۔ بھلا رسول بشر بھی نہ ہو فرشتہ بھی نہ ہو تو پھر کیا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر یوں رد کیا۔ قُلۡ لَّوۡ كَانَ فِى الۡاَرۡضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّيۡنَ: اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے: اگر اہل زمین فرشتے ہوں جو پاؤں کے بل چلتے ہوں جیسے انسان زمین کے باشندوں کی حیثیت سے چلتے ہیں۔ لَنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوۡلًا: تو ہم ان کی طرف فرشتوں میں سے رسول بنا کر بھیجتے جو ان ہی کی جنس میں سے ہوتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حکمت چلی آ رہی ہے کہ اللہ نے جس قوم کی طرف بھی رسول بھیجا وہ ان ہی کی جنس میں سے ہوا ہے تا کہ قوم اسے سمجھ سکے اور اس سے مخاطب ہو سکے۔ آیت میں مشرکین کے مطالبات کو بے وقوفی اور جہالت کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًۢا بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ: اللہ میرے سچے ہونے پر بطور گواہ کافی ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًۢا بَصِيۡرًا: اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال سے باخبر ہے اور انہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَمَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ: اللہ جسے حق کی ہدایت دے دے وہ سعادت مند اور سیدھی راہ پر چلنے والا ہے۔ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِهٖ: اللہ تعالیٰ جسے اس کے غلط اختیار کی وجہ سے حق سے پھیر دے تم اس کے مددگار ہرگز نہیں پاؤ گے جو اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکیں۔

بروز قیامت کفار کا حشر

وَنَحۡشُرُهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ: ...... یہ لوگ قیامت کے دن چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے، دوزخ کے پیادے فرشتے انہیں پاؤں سے گھسیٹ کر جہنم میں ڈالیں گے جیسے دنیا میں جس شخص کو زیادہ اذیت پہنچانی ہو تو اسے پاؤں سے گھسیٹا جاتا ہے۔ عُمۡيًا وَّبُكۡمًا وَّصُمًّا: انہیں اس حال میں جمع کیا جائے گا کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے۔ یعنی ان کے حواس کام نہیں کر رہے ہوں گے، نہ دیکھ سکیں گے، نہ بول سکیں

گے اور نہ ہی کچھ سن سکیں گے، پھر اللہ تعالیٰ انہیں قوت سماعت، قوت بینائی اور قوت نطق لوٹا دیں گے وہ دوزخ کو دیکھیں گے، دوزخیوں کی چیخ وپکار سنیں گے اور وہ بول بھی سکیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگ چہروں کے بل کیسے جمع کیے جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ذات انہیں پاؤں کے بل چلا رہی ہے وہ ذات چہروں کے بل بھی چلانے پر قادر ہے۔[1] مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا: ان کے ٹھہرنے کی جگہ جہنم میں ہوگی، جب بھی دوزخ کی آگ کے شعلے ہلکے ہوں گے اور آگ بجھنے لگے گی ہم دوزخ کی آگ کے شعلے اور زیادہ بڑھا دیں گے۔[2]

حیات بعد الممات کے دلائل

ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا:...... یہ عذاب اس کا بدلہ ہے جو وہ اللہ کی آیات کا کفر کرتے تھے، بعث بعد الموت کی تکذیب کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے اور مٹی میں مل جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر یوں رد کیا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ: کیا یہ مشرکین نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جو عظمت وجلال والا ہے، جس نے یہ کائنات، آسمان وزمین پیدا کیے کیا وہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ جو ذات زندہ کرنے پر قادر ہے وہ بطریق اولیٰ دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے، بحر میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی قدرت عظیمہ اور حکمت باہرہ پر آگاہ کیا ہے۔ اسی لیے فرمایا: اَوَلَمْ يَرَوْا: یہ استفہام انکاری ہے اور دوبارہ اٹھائے جانے کو بعید سمجھنے پر توبیخ ہے، مشرکین پر حجت قائم کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ عظیم اجرام فلکی کے پیدا کرنے پر قادر ہے، بھلا مشرکین اس مخلوق کے پیدا کرنے کا اقرار کرتے ہیں بھلا پھر انسان کے دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کیوں کرتے ہیں۔[3] وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے مرنے اور دوبارہ زندہ کیے جانے کا وقت مقرر کر رکھا ہے، اس وقت کے آنے میں کوئی شک اور تردد نہیں۔ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا: حق کے واضح ہونے کے باوجود یہ مشرکین جنہوں نے ظلم کو اپنا وتیرہ بنا لیا ہے انکار وکفر پر مصر ہیں۔

انسان کی تنگ دلی اور بخل

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَاۗىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ:...... اے محمد! ان معاندین مخالفین اور معجزات کا مطالبہ کرنے والوں سے کہہ دیجیے: اگر تم اللہ تعالیٰ کے رزق اور اس کی نعمتوں جو اس نے اپنے بندوں پر کر رکھی ہیں کے مالک ومختار ہوئے۔ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ: تب تم بخل کرتے اور نعمتیں ختم ہو جانے کے خوف کی وجہ سے خرچ کرنے سے رک جاتے۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا: انسان بڑا بخیل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قَتُوْرًا: کا معنی بخیل ہے۔ زمخشری کہتے ہیں: بخل کا یہ وصف انتہا کو پہنچا ہے جس تک وہم نہیں پہنچتا۔[4] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ معجزات منکر دلوں میں ایمان نہیں پیدا کرتے، دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو بڑے بڑے نو (۹) معجزات دیے گئے لیکن فرعون نے اور اس کی جماعت نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا دیا پھر ان پر ہلاکت آئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ:...... ہم نے موسیٰ کو نو معجزات دیے جو حق پر دلالت کرنے میں بالکل واضح اور نمایاں تھے، موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور تعلیمات کی صحت پر دلالت کرتے تھے۔ وہ نو معجزات یہ ہیں: عصا کا معجزہ، ہاتھ کا روشن ہو جانا، طوفان کا آنا، ٹڈی دل، جوؤں کا عذاب، مینڈکوں کا عذاب، ہر چیز میں خون ہی خون کا ظاہر ہو جاتا، سمندر کا شق ہو جانا اور قحط پڑنا۔ ان نو میں سے پانچ کا ذکر سورۂ اعراف میں ہے۔

---

[1] اخرجہ الشیخان [2] تسہیل میں ہے جب بھی دوزخ کی آگ لوگوں کے گوشت بھسم کرے گی اور اس کے شعلے ماند پڑیں گے ہم جہنمیوں کے بدن بدل ڈالیں گے آگ پھر جلانے کا کام شروع کرے گی [3] الکشاف ۲/۶۹۶ [4] التفسیر الکبیر ۲۱/۶۵

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمُ الطُّوۡفَانَ وَالۡجَرَادَ وَالۡقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ: ......اور باقی متفرق سورتوں میں آئے ہیں۔ فَسۡـَٔلۡ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِذۡ جَآءَہُمۡ: اے محمد! بنی اسرائیل سے پوچھو کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان کیا معاملہ رہا چوں کہ ان کے پاس تورات ہے وہ اس معاملے کو جانتے ہیں، رازی کہتے ہیں: بنی اسرائیل سے یہ سوال استفادہ کی غرض سے نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام یہود اور ان کے علما کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی ظاہر ہو، گویا یہ سوال استشہاد ہے، سوال استفادہ نہیں۔[1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ

فَقَالَ لَہٗ فِرۡعَوۡنُ اِنِّیۡ لَاَظُنُّکَ یٰمُوۡسٰی مَسۡحُوۡرًا: ......اے موسیٰ! میرا خیال ہے کہ تمہارے اوپر جادو کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے تمہاری عقل خبط کا شکار ہوگئی ہے۔ قَالَ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَاۤ اَنۡزَلَ ہٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بَصَآئِرَ: موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے بطور توبیخ (ڈانٹ) کے کہا: اے فرعون! تو نے یقین کر لیا ہے کہ یہ نو معجزات آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے نازل کیے ہیں جو میری سچائی پر گواہ اور دلیل ہیں، لوگوں کے لیے یہ معجزات بصیرت کا ذریعہ ہیں، ان سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کا ادراک ہوتا ہے لیکن تو ضد، عناد اور ہٹ پر برابر قائم ہے۔ وَاِنِّیۡ لَاَظُنُّکَ یٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا: اے فرعون! مجھے یقین ہے کہ تیری ہلاکت و تباہی کا وقت آچکا ہے۔ فَاَرَادَ اَنۡ یَّسۡتَفِزَّہُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ: فرعون نے چاہا کہ موسیٰ اور ان کی قوم کو سرزمین مصر سے نکال باہر کرے۔ فَاَغۡرَقۡنٰہُ وَمَنۡ مَّعَہٗ جَمِیۡعًا: ہم نے فرعون اور اس کے سارے کے سارے لشکر کو سمندر میں ڈبو دیا۔ وَّقُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اسۡکُنُوا الۡاَرۡضَ: فرعون کو غرق کرنے کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ سرزمین مصر میں سکونت پذیر ہو جاؤ۔ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَۃِ جِئۡنَا بِکُمۡ لَفِیۡفًا: جب قیامت کا دن آئے گا ہم تمہیں قبروں سے اٹھا کر محشر میں لائیں گے، اس حال میں کہ تمہارے اندر مؤمنین بھی ہوں گے کفار بھی، نیکوکار بھی اور بدکار بھی پھر ہم تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے، سعادت مند اور بدبخت کے درمیان تمیز کریں گے اس کے بعد تعظیم قرآن کو موضوع آیات بنایا گیا ہے۔

قرآن کا حق کے ساتھ نزول

وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰہُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ: ......ہم نے یہ قرآن برحق نازل کیا ہے، اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، اس میں حکمت کے مضامین، مواعظ اور امثال بیان ہوئی ہیں، یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا: اے محمد! ہم نے آپ کو اس شخص کے خوشخبری سنانے والا بنا کر بھیجا جو طاعت شعار ہو اور آپ کو اس شخص کے لیے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے جو نافرمان ہو۔ وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰہُ لِتَقۡرَاَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ: ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ گاہے گاہے لوگوں کو سناتے رہیں، اور اسے حفظ کرنا آسان تر ہو اور اس کے اسرار ورموز پر آگاہی آسان ہو۔ وَّنَزَّلۡنٰہُ تَنۡزِیۡلًا: ہم نے حسب احوال تھوڑا تھوڑا قرآن نازل کیا ہے۔ قُلۡ اٰمِنُوۡا بِہٖۤ اَوۡ لَا تُؤۡمِنُوۡا: وہ مشرکین جو معجزات کا مطالبہ کرتے تھے ان سے خطاب ہے انہیں تہدید و وعید سنائی جارہی ہے۔ یعنی تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، تمہارے ایمان لانے سے قرآن عظیم کے کمال میں اضافہ نہیں ہوگا اور تمہاری تکذیب سے اس میں نقص نہیں آئے گا۔

اہل علم پر قرآن کا اثر

اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہٖۤ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا: ......یعنی اہل کتاب میں سے صالح علما جنہوں نے سابقہ آسمانی کتابیں پڑھ رکھی ہیں جب وہ قرآن عظیم کی تلاوت سنتے ہیں، وہ اس سے اثر لیتے ہیں اور اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے کے حضور سجدے میں گر جاتے ہیں۔ یہ جملہ ماقبل کی تعلیل ہے اور معنی ہے: اگر تم قرآن پر ایمان نہیں لائے تاہم وہ لوگ اس پر ایمان لے آئے ہیں جو تم سے بہتر اور تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ وَّیَقُوۡلُوۡنَ سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنۡ کَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا: رب تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے

---

[1] البحر ۶/ ۸۲

وعدے کے خلاف کرنے سے پاک و برتر ہے اور اس کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا: اور جب وہ قرآن سنتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل اللہ کے حضور سجدوں میں گر جاتے ہیں، اللہ کے حضور ان کی عاجزی وانکساری میں اضافہ ہو جاتا ہے، امام رازی کہتے ہیں: تکرار مضمون میں ایک فائدہ ہے وہ دونوں حالتوں کا مختلف ہونا ہے ایک حالت یہ کہ ان کا سجدے میں گر جانا ہے اور ایک حالت یہ کہ قرآن عظیم کی تلاوت سن کر روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ [1]

اسم اللہ اور اسم رحمٰن

قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ:...... اپنے پروردگار جو عظمت وجلال والا ہے کو اس کے ذاتی نام ''اللہ'' یا صفاتی نام ''رحمٰن'' سے پکارو۔ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ: ان دوناموں میں سے جو بھی لے کر تم اسے پکارو گے وہ نام نہایت اچھا اور خوبصورت ہے، چوں کہ اللہ عزوجل کے اسمائے مبارکہ نہایت خوبصورت ہیں اور یہ دونام بھی ان ہی اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اللہ یا رحمٰن کہتے سن لیا، کہنے لگے: محمد ہمیں ایک معبود کو پکارنے کی تلقین کرتا ہے جب کہ وہ دو معبودان کو پکارتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، گویا بیان کر دیا گیا کہ اسم دو ہیں لیکن مسمی واحد ہے۔

نمازوں کی قرأت میں اعتدال

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا:...... اے محمد! آپ نماز میں قرأت نہ زیادہ اونچی آواز سے کریں چوں کہ آپ کی قرأت سن کر مشرکین قرآن عظیم کی شان میں گستاخی کرنے لگتے ہیں، اور نہ ہی قرأت زیادہ دھیمی آواز سے کریں کہ آپ کے پیچھے کھڑے مقتدی سن ہی نہ سکیں۔ وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا: بلکہ آپ جہری قرأت اور دھیمی قرأت کے درمیان معتدل راستہ اختیار کریں، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باآواز بلند قرآن مجید کی قرأت کرتے تھے جب مشرکین آپ کی قرأت سنتے قرآن عظیم کی شان میں گستاخی کرنے لگ جاتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [2] وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا: یعنی تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو اولاد سے پاک ہے۔ وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ: اور اس کی معبودیت اور خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ: اور وہ عاجز نہیں کہ اسے کسی حمایتی یا مددگار کی ضرورت ہو۔ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا: اور اس کی ایسی بڑھائی بیان کرو جیسی بڑھائی بیان کرنے کا اسے حق حاصل ہے۔ یعنی اس کی عظمت تامہ بیان کرو، اس کی عظمت، جلال وعزت وکمال کی صفات بیان کرو۔ جس طرح سورت کی ابتدا ہوئی اسی طرح الحمد للہ، وحدانیت کے اقرار، اولاد وشریک کی نفی اور مددگار وحمایتی کی طرف عدم احتیاج کے بیان پر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ عظمت وشان والا ہے۔

بلاغت:...... ان آیات میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ چند حسب ذیل ہیں:

أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا:...... میں استفہام انکاری ہے۔ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: میں غیبوبت سے تکلم کی طرف التفات ہے۔ وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ: اور مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا: اور تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ: میں طباق ہے۔ مَحْسُورًا: اور مَثْبُورًا: میں بعض حروف میں یکسانیت ہونے کی بنا پر جناس ناقص ہے۔ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُورًا: اور إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا: میں مقابلہ لطیفہ ہے۔ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا۔ مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا ﴿١٠١﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنزَلَ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بَصَائِرَ، وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُورًا: میں سجع ہے۔

الحمد للہ سورۃ الاسراء کی تفسیر کا ترجمہ آج مورخہ ۶ رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۷ مئی ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز فجر مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور آخرت کا ذریعہ نجات بنائے اور بقیہ ترجمہ کی تکمیل کی توفیق فرمائے۔ آمین

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۱/ ۶۹۔ [2] التفسیر الکبیر ۲۱/ ۷۰

سورۃ الکہف

تعارف: ......سورۃ الکہف مکی سورتوں میں سے ہے اور یہ ان پانچ سورتوں میں سے ہے جن کی ابتدا "الحمد للہ" سے ہوئی ہے اور وہ یہ ہیں: الفاتحہ، الانعام، الکہف، سبا اور فاطر۔ ان تمام سورتون کی ابتدا اللہ عزوجل کی حمد وتقدیس سے ہوئی ہے اور ان سورتوں میں اللہ عزوجل کی عظمت، کبریائی، جلال وکمال کا اعتراف کیا گیا ہے۔ اس سورت مبارکہ میں تین اہم قصے بیان کیے گئے ہیں ان کا اساسی مقصد عقیدے کا اثبات ہے۔

پہلا قصہ: ......اصحاب کہف کا ہے، یہ قصہ حقیقت میں عقیدے کی خاطر جان کی قربانی دینے کے متعلق ہے، اصحاب کہف چند مؤمن نوجوان تھے جو اپنے دین کو بچانے کے لیے شہر سے بھاگ گئے تھے اور ایک غار میں پناہ لی تھی پھر اس غار میں تین سونو (۳۰۹) سال سوئے رہے پھر اس طویل مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھا دیا۔

دوسرا قصہ: ......حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا ہے۔ اس قصے کا مرکزی نکتہ نظر حصول علم کے راستے میں تواضع اختیار کرنا ہے۔ اس قصے میں چند غیب کی خبروں کا ذکر ہے جن پر خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مطلع کر دیا تھا جب کہ موسیٰ علیہ السلام ان سے بے خبر تھے حتیٰ کہ خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا جیسے کشتی کا تختہ اکھاڑ دینا، ایک لڑکے کا قتل اور لاوارث دیوار کی چنائی۔

تیسرا قصہ: ......ذوالقرنین کا قصہ ہے، ذوالقرنین ایک بادشاہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور عدل وانصاف جیسی صفات سے نوازا تھا اسے مشارق ومغارب کی بادشاہت عطا فرمائی اور اس نے یاجوج ماجوج کی بندش کے لیے عظیم الشان دیوار تعمیر کی جسے سد سکندری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سورۂ مبارکہ میں ان تین قصوں کی مناسبت سے تین واقعی مثالیں بھی ذکر کی ہیں ان مثالوں کا مرکزی نکتہ نظر اس امر کا بیان ہے کہ حق کثرت مال اور سلطنت سے مرتبط نہیں ہوتا حق تو عقیدے سے مرتبط ہوتا ہے۔

چنانچہ پہلی مثال مالدار شخص کی بیان کی گئی ہے جو اپنے مال پر اتراتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ فقیر کا حال بھی بیان کیا گیا ہے جو اپنے عقیدہ اور ایمان پر بھروسہ رکھتا ہے۔ یہ مثال اصحاب الجنتین کے قصہ میں بیان کی گئی ہے۔ دوسری مثال دنیوی زندگی اور اس کے ملحقات فنا وزوال کی بیان کی گئی ہے۔ تیسری مثال تکبر وغرور کی بیان کی گئی ہے جس کی منظر کشی ابلیس کے انکار سجدہ کی صورت میں کی گئی ہے، اس ضمن میں اس کے دھتکارے جانے اور حرمان کا بیان بھی ہوا ہے۔ یہ تمام قصص اور امثال عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے بیان کی گئی ہے۔

وجہ تسمیہ: ......سورت کا نام "سورۃ الکہف" اس وجہ سے رکھا گیا ہے چوں کہ اس میں اصحاب کہف کا عجیب وغریب قصہ بیان کیا گیا ہے، اسی قصے کی مناسبت سے سورت کا نام "سورۃ الکہف" رکھا گیا۔

اٰیَاتُهَا ۱۱۰ | (۱۸) سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ (۶۹) | رُكُوْعَاتُهَا ۱۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝١ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ
لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝٢ مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝٣
وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝٤ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ
اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝٥ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ
اَسَفًا ۝٦ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝٧ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا
صَعِيْدًا جُرُزًا ۝٨ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝٩ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ

إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي
الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ﴿١١﴾ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ﴿١٢﴾ نَّحْنُ نَقُصُّ ع
عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾ وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا
فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا ۖ لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾ هَٰؤُلَاءِ
قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً ۖ لَّوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ ۖ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ
كَذِبًا ﴿١٥﴾ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِ
وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقًا ﴿١٦﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا
غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ
وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ ع
وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا
وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ
قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۚ فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ
إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ﴿١٩﴾
إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا ﴿٢٠﴾ وَكَذَٰلِكَ أَعْثَرْنَا
عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ ۖ فَقَالُوا
ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾
سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۖ وَيَقُولُونَ
سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً
ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٢﴾ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ ع
اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ
ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۖ لَهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ
أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ ۚ مَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ﴿٢٦﴾

ترجمہ:.....سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی، ⑴ اس کتاب کو
استقامت والا بنایا تا کہ وہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور مؤمنین کو بشارت دے جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے لیے اچھا اجر
ہے، ⑵ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ⑶ اور تا کہ ان لوگوں کو ڈرائے جنہوں نے کہا کہ اللہ اولاد رکھتا ہے، ⑷ انہیں اس کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں
ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کو بڑا بول ہے جو ان کے مونہوں سے نکل رہا ہے یہ لوگ بس یہ جھوٹ ہی بول رہے ہیں۔ ⑸ سو ایسا تو نہیں کہ آپ ان کے
پیچھے اپنی جان کو غم کی وجہ سے ہلاک کر دینے والے ہیں اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائیں، ⑹ بلاشبہ زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کے لیے
زینت بنایا ہے تا کہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے، ⑺ اور زمین پر جو کچھ ہے بلاشبہ ہم اسے بالکل صاف میدان بنا
دینے والے ہیں۔ ⑻ کیا آپ نے یہ خیال کیا ہے کہ کہف اور رقیم والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب چیز تھے؟ ⑼ جب جوانوں نے غار میں ٹھکانہ
پکڑا تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرما، اور ہمارے لیے ہمارے کام میں اچھی صورت حال مہیا کر دیجیے، ⑽
سو ہم نے ان کے کانوں پر سالہا سال تک پردہ ڈال دیا، ⑾ پھر ہم نے انہیں اٹھایا تا کہ ہم جان لیں کہ دونوں گروہ میں سے کون سا گروہ ان کے
ٹھہرنے کی مدت کو ٹھیک طرح شمار کرنے والا ہے۔ ⑿ ہم آپ سے ان کا واقعہ بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، بلاشبہ یہ چند جوان تھے جو اپنے
رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دے دی، ⒀ اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا جب وہ کھڑے ہوئے سو انہوں نے کہا کہ
ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، ہم اس کے علاوہ کسی کو معبود نہیں بنائیں گے اس صورت میں تو ہم یقینی طور پر بڑی زیادتی کی بات
کرنے والے ہو جائیں گے۔ ⒁ یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا لیے کیوں نہیں لے آتے اس پر کھلی ہوئی دلیل،
سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے، ⒂ اور جب تم ان لوگوں سے اور ان کے معبودوں سے جدا ہو گئے جو اللہ کے سوا ہیں تو غار
کی طرف پناہ لے لو تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے مقصد میں آسانی مہیا فرمائے گا۔ ⒃ اور اے مخاطب! تو دیکھے گا کہ جب
سورج نکلتا ہے تو وہ ان کے غار سے داہنی طرف کو بچ کر گزر جاتا ہے اور جب وہ چھپتا ہے تو ان کی بائیں طرف سے کتراتا ہوا چلا جاتا ہے اور وہ غار کے
ایک فراخ حصے میں تھے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے، اور جس کو وہ گمراہ کرے تو اے مخاطب! تو
اس کے لیے کوئی مددگار راہ بتانے والا نہ پائے گا، ⒄ اور اے مخاطب! تو ان کو دیکھتا تو خیال کرتا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور
ہم انہیں داہنی کروٹ پر اور بائیں کروٹ پر بدل دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے ہاتھ بچھائے ہوئے تھا، اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لیتا تو ان کی
طرف سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا اور ان کی وجہ سے تیرے اندر رعب بھر جاتا۔ ⒅ ور اسی طرح ہم نے انہیں اٹھایا تا کہ وہ آپس میں سوال کریں، ان
میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم لوگ کتنی مدت ٹھہرے ہو گے؟ وہ کہنے لگے کہ ایک دن یا ایک دن سے کم! بعضوں نے کہا کہ تمہارا رب ہی زیادہ
جانتا ہے کہ تم کتنی مدت ٹھہرے سو تم اپنے میں سے کسی کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو، سو وہ دیکھے کہ اس شہر کے کھانوں میں کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ
ہے، سو وہ تمہارے پاس اس میں سے کھانا لے آئے، اور کام کرنے میں خوش تدبیری سے کام لے اور تمہارے بارے میں کسی کو ہرگز خبر نہ دے، ⒆ بے
شک بات یہ ہے کہ اگر انہیں تمہارا پتہ چل جائے تو تمہیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے یا اپنے دین میں لوٹا لیں گے اور تم ہرگز کامیاب نہ ہو گے۔ ⒇ اور
اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کر دیا تا کہ وہ اس بات کو جان لیں کہ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں، جب
کہ وہ لوگ اپنے درمیان ان کے بارے میں جھگڑ رہے تھے سو انہوں نے کہا کہ ان کے اوپر عمارت بنا دو ان کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو لوگ ان
کے معاملے میں غالب ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم ضرور ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔ (۲۱) کچھ لوگ یوں کہیں گے کہ یہ تین آدمی ہیں چوتھا ان کا کتا ہے
اور کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ پانچ آدمی ہیں چھٹا ان کا کتا ہے اٹکل پچو غیب پر حکم لگا رہے ہیں اور کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا
ہے آپ فرما دیجیے میرا رب ان کی تعداد کو خوب جاننے والا ہے، ان کو نہیں جانتے مگر تھوڑے سے لوگ سو آپ ان کے بارے میں سے سرسری بحث
کے علاوہ زیادہ بحث نہ کیجیے اور ان کے بارے میں کسی سے بھی سوال نہ کیجیے۔ (۲۲) ور کسی چیز کے بارے میں آپ ہرگز یوں نہ کہیں کہ میں اسے کل
کروں گا (۲۳) مگر یہ کہ اس کے ساتھ اللہ کی مشیت کا ذکر بھی کر دیں، اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں اور یوں کہہ دیجیے کہ امید ہے مجھے

وہ بات بتادے گا جو ہدایت کے اعتبار سے اس سے قریب تر ہے۔﴿۲۴﴾ اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو برس مزید اوپر گزر گئے۔﴿۲۵﴾ آپ فرمادیجیے کہ اللہ ہی خوب جاننے والا ہے کہ وہ کتنی مدت رہے اسی کو آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے وہ کیا ہی دیکھنے والا ہے اور کیا ہی سننے والا ہے، ان لوگوں کا اس کے سوا کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں فرماتا۔﴿۲۶﴾

لغات: بَاخِعٌ: ......قتل کردینے والا، مہلک، لیث کہتے ہیں: بخع الرجل نفسه یعنی جب کوئی غصے میں خودکشی کرلے اس وقت یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔ اصل میں البخع کا معنی جہد ہے جیسا کہ فراء نے کہا ہے۔جُرُزًا: الجرز وہ زمین جو بنجر ہو اور اس میں سبزہ نہ اگتا ہو۔الْكَهْفِ: پہاڑ میں وسیع سرنگ نما سوراخ کہف کہلاتا ہے۔ اگر سرنگ میں توسع نہ ہو تو وہ غار ہے۔الرَّقِيمِ: وہ تختی جس پر اصحاب کہف کے اسما درج تھے۔شَطَطًا: الشطط: ظلم وجور، غلو اور حد سے تجاوز کرنا۔ فراء کہتے یں۔ محاورہ ہے: اشتط فی الأمر یعنی حد تجاوز کردی۔ شط المنزل: منزل کا دور ہونا۔تَّزٰوَرُ: الازورار سے مضارع ہے معنی ہٹ جانا، مائل ہونا۔ عنترہ کا ایک مصرع ہے۔ وازور من وقع القنا بلبانه یعنی جس کے سینے پر نیزہ پیوست ہوتا ہے وہ ایک طرف جھک جاتا ہے۔الْوَصِيْدِ: غار کا دہانہ مراد ہے۔فَجْوَةٍ: جگہ کی وسعت۔بِوَرِقِكُمْ: الورق: چاندی خواہ سکوں میں ڈھلی ہو یا نہ ڈھلی ہو۔اَعْثَرْنَا: ہم مطلع ہوئے۔مِرَآءً: جھگڑا، لڑائی۔

قرآن مجید ہر کجی سے پاک اور کفار کو ڈرسنانے کے لیے ہے

تفسیر: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ: ......ثنائے کامل جو تعظیم وجلال کے ساتھ اللہ کے لیے ثابت ہے جس نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری مخلوق پر اللہ کا انعام واحسان ہے۔وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا: اور قرآن میں اللہ عزوجل نے کوئی کجی نہیں رکھی، نہ اس کے الفاظ میں کجی ہے اور نہ ہی اس کے مضامین ومعانی میں، قرآن میں عیب وتناقض نہیں۔[1] قَيِّمًا: اس حال میں کہ یہ سیدھی وراست کتاب ہے اس میں اختلاف وتناقض نہیں، طبری کہتے ہیں: آیت کریمہ کا یہ فقرہ مقدم وموخر (یعنی اس میں تقدیم وتاخیر ہے) تقدیم وتاخیر کی رعایت کے اسلوب میں عبارت یوں ہوگی۔ انزل الکتاب قیماً ولم یجعل له عوجًا یعنی اس حال میں کہ یہ کتاب سیدھی وراست ہے، اس میں اختلاف وتفاوت نہیں اور اس میں کجی اور حق سے عدول نہیں۔[2] لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ: تاکہ اس قرآن کے ذریعے کفار کو شدید عذاب سے ڈرائے۔ یہ شدید عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا۔وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ: اور قرآن کی تصدیق کرنے والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں خوشخبری دے۔اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا: انہیں یہ خوشخبری دیں کہ ان کے لیے جنت ہے اور اس کی نعمتیں اور آسائشیں ہیں۔مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا: ہمیشہ نہ ختم ہونے والی ان نعمتوں میں مقیم رہیں گے۔وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا: اور تاکہ ان کفار کو دردناک عذاب سے ڈرائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں۔ بیضاوی کہتے ہیں: کفار کا خصوصیت سے تذکرہ کیا گیا اور انذار (ڈرانے) کا تکرار ہوا یہ اس لیے کہ کفار کے کفر کی سنگینی نمایاں ہوجائے، البتہ یہاں منذر به یعنی وہ چیز جس سے ڈرایا جارہا ہے (عذاب) کا ذکر نہیں ہوا چوں کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا اور اسی پر اکتفا کرلیا گیا ہے۔[3]

کفار کی کذب بیانی

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ: ......ان کے پاس اس نہایت قبیح وشنیع افترا کے متعلق کوئی علم نہیں۔وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ: اور جن پرکھوں کی یہ تقلید کرتے ہیں ان کے پاس بھی اصلاً اس بارے میں کوئی علم نہیں، یہ سب جہالت وضلالت کا شکار ہوئے ہیں۔كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ: یہ بات بہت بڑی شنیع وقبیح بات ہے، اس کی شناعت وقباحت کس قدر بڑھی ہوئی ہے۔ یہ بات ان گناہگاروں کے مونہوں کی بات ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ بطلان میں انتہا کو پہنچی ہوئی بات ہے۔اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا: یہ بات ان کے کذب، زور اور بے وقوفی کا نتیجہ ہے۔

---

[1] تناقض کا معنی ہے کہ ایک جگہ ایک قسم کا دعویٰ ہو اور پھر دوسری جگہ اس کے برعکس ومتضاد دعویٰ ہو۔ [2] الطبری ۱۵/۱۹۰ [3] البیضاوی ۲/۲۰

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ :...... اے محمد! شاید آپ ان کفار کے ایمان قبول نہ کرنے پر حزن وملال کی وجہ سے اپنی جان کو ختم کرنے والے ہو۔ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا: یعنی اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو ان پر حسرت وافسوس کی وجہ سے (اپنی جان گنوا بیٹھیں) سو یہ کفار اس امر کے مستحق نہیں کہ ان پر حزن وملال کیا جائے۔ آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا: زمین پر جو کچھ بھی ہے کشتیاں، سامان معاش، ساز وسامان، سونا چاندی وغیرہ یہ سب کچھ زمین کی زینت ہے جیسے ہم نے آسمان کو ستاروں سے آراستہ رکھتا ہے۔ لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا: تاکہ ہم مخلوق کا امتحان لیں کہ ان میں کون اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ اطاعت کرتا ہے اور آخرت کے لیے کس کے سب سے زیادہ اچھے اعمال ہیں۔ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا: یعنی زمین پر آرائشگی اور عیش کی جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کو ختم کر دیں گے یہاں تک کہ زمین چٹیل میدان رہ جائے گی، اس پر زندگی نہیں رہے گی، سبزہ ختم ہو جائے گا حالاں کہ اس سے پہلے زمین سر سبز وشاداب تھی، قرطبی کہتے ہیں: آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے اور آیت کا معنی ہے: اے محمد! دنیا اور اہل دنیا کے لیے غم نہ کریں، ہم نے دنیا کو اہل دنیا کے لیے امتحان کی جگہ بنایا ہے۔ چنانچہ اہل دنیا میں سے کچھ لوگ تدبر سے کام لیتے ہیں اور دولت ایمان سے سرفراز ہو جاتے ہیں جب کہ کچھ لوگ کفر کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ پھر انہیں روز قیامت کا سامنا کرنا ہوگا، آپ پر ان کا کفر ہرگز گراں بار نہ گزرے ہم انہیں پورا پورا بدلہ دیں گے۔[1]

واقعہ اصحاب کہف

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا:...... یہاں سے اصحاب کہف کے قصے کی ابتدا ہوئی ہے، کہف پہاڑ میں ایسے غار کو کہا جاتا ہے جس میں گنجائش ہو، رقیم سے مراد وہ تختی ہے جس پر اصحاب کہف کے اسما لکھے ہوئے تھے، یہی مشہور تفسیر ہے۔ آیت کا معنی ہے: اے محمد! آپ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ اصحاب کہف کا قصہ غرابت کے اعتبار سے اللہ کی نشانیوں میں عجیب تر ہے، چنانچہ صفحۂ ہستی پر اصحاب کہف کے قصے سے بھی کہیں زیادہ عجائب وغرائب پائے جاتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں، معنی ہے: کیا آپ کا گمان ہے کہ اصحاب کہف ہماری عجیب تر نشانیوں میں ہیں؟ حالاں کہ ہماری نشانیوں میں ان سے بھی زیادہ عجیب امور پائے جاتے ہیں۔[2]

---

[1] القرطبی ۱۰/ ۳۵۴ [2] مفسرین کے بیان کے مطابق اصحاب کہف کا قصہ کچھ یوں ہے کہ دقیانوس ظالم بادشاہ نے روم کے ایک علاقہ "طرسوس" پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اپنی ظالمانہ حکومت قائم کر لی، وہ عوام کو بت پرستی کی دعوت دیتا تھا، جو بھی بت پرستی سے انکار کرتا وہ اسے قتل کر دیتا تھا، یہاں تک کہ اس کا فتنہ اہل ایمان پر گراں گزرنے لگا، جب ان چند نوجوانوں کی خبر بادشاہ کو پہنچی کہ وہ بت پرستی سے انکار کرتے ہیں۔ اس نے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا۔ انہیں سخت دھمکی دی کہ اگر انہوں نے بت پرستی سے انکار کیا اور بتوں کے لیے قربانی کرنے سے انکار کیا تو وہ انہیں قتل کر دے گا، نوجوانوں نے ببانگ دہل بادشاہ کے سامنے ایمان کا اظہار کیا اور کہا: ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم ہرگز اس کے علاوہ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کریں گے۔" بادشاہ نے کہا: تم نوجوان ہو میں تمہارے اوپر ترس کھا کر تمہیں صبح تک مہلت دیتا ہوں، سوچ لو۔ چنانچہ یہ نوجوان رات کو شہر سے بھاگ نکلے اور راستے میں ایک چرواہے کے پاس سے گزرے، اس کا کتا بھی ان کے ساتھ ہولیا، حتیٰ کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے ایک غار میں جا پناہ لی، بادشاہ اور اس کے اہل کاروں نے نوجوانوں کا پیچھا کیا، جب غار کے دہانے پر پہنچے تو دہشت اور خوف کے مارے غار کے اندر نہ جا سکے، بادشاہ نے حکم دیا کہ غار کا دہانہ پاٹ دیا جائے تاکہ بھوکے پیاسے اندر مر جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کو گہری نیند سلا دیا یہاں تک کہ انہیں خبر تک نہیں ہوئی اور وہ تین سو نو سال سوتے رہے۔ پھر جب اتنی طویل مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں نیند سے بیدار کیا تو وہ سمجھے انہیں ایک دن یا آدھا دن گزرا ہے، انہیں بھوک محسوس ہوئی۔ انہوں نے ایک ساتھی کو شہر سے کھانا لانے بھیجا اور اسے تاکید کی کہ لوگوں کی نظروں سے چھپ کے رہنا اور احتیاط کرنا کہیں بادشاہ کے اہلکاروں کو خبر نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب یہ نوجوان شہر پہنچا تو اس کے اثرات ہی بدلے ہوئے دیکھے اور اہل شہر میں سے کسی کو نہ پہچان سکا۔ اس نے دل ہی دل میں کہا: شاید میں شہر کا راستہ بھول گیا ہوں، پھر اس نے جوں توں کر کے کھانا خریدا، جب دوکاندار کو اس نے پیسے دیے تو وہ سکوں کو ہاتھ پر الٹنے پلٹنے لگا اور نوجوان سے پوچھا: یہ پیسے تمہیں کہاں سے ملے؟ اتنے میں لوگ بھی جمع ہو گئے اور وہ بھی سکوں کو دیکھنے لگے اور تعجب کرنے لگے، پھر دوکاندار نے پوچھا: اے نوجوان! تم کون ہو؟ شاید یہ دفینہ تمہارے ہاتھ لگا ہو؟ نوجوان بولا: اللہ کی قسم مجھے دفینہ ہاتھ نہیں لگا یہ تو میرے ساتھیوں کے دراہم ہیں۔ لوگوں نے اسے خبر دی یہ تو بہت پہلے زمانے کے ڈھلے ہوئے دراہم ہیں اور یہ تو دقیانوس بادشاہ کے زمانے کے سکے لگتے ہیں۔ نوجوان نے پوچھا؟ دقیانوس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا اسے تو مرے ہوئے صدیاں بیت گئیں، نوجوان نے کہا: اللہ کی قسم! کوئی شخص میری تصدیق نہیں کرے گا، چنانچہ ہم چند نوجوان تھے (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ)

اصحاب کہف کون تھے اور ان کی نیند کی مدت

اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ:......اس وقت کو یاد کرو جب نو جوانوں نے پہاڑ میں واقع غار میں جا پناہ لی اور اس غار کو اپنا ٹھکانا بنالیا۔فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً: اور اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی رحمت خاصہ سے مغفرت ورزق عطا فرما۔ وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا: اور ہمارے ہر معاملے کو راست فرما دے اور اور ہمیں رشد و ہدایت عطا فرما۔فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا: ہم نے غار ہی میں ان پر نیند مسلط کر دی اور وہ کئی برسوں تک سوتے رہے۔ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا: پھر ہم نے ان کو طویل نیند سے بیدار کیا تا کہ دیکھیں کہ ان کے دو گروہوں میں سے کون سا گروہ ان کے سوئے رہنے کی مدت کا زیادہ صحیح شمار کرتا ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: دو گروہوں سے مراد اصحاب کہف اور وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں دیکھنے کو ان کی طرف بھیجا۔ مجاہد کہتے ہیں: دو گروہوں سے مراد اصحاب کہف ہی کے دو گروہ ہیں، جب وہ بیدار ہوئے تو غار میں سوئے رہنے کی مدت میں اختلاف کرنے لگے، بعض کہنے لگے:

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)...... بادشاہ نے ہمیں بت پرستی پر مجبور کیا ہم کل شام شہر سے بھاگ گئے اور ایک غار میں جا پناہ لی، میرے ساتھیوں نے ابھی مجھے بھیجا تا کہ میں ان کے لیے کھانا لے جاؤں، میرے ساتھ چلو، میں تمہیں غار میں اپنے ساتھی دکھاتا ہوں، لوگوں کو بڑا تعجب ہوا اور سارا معاملہ بادشاہ کے پاس لے گئے، بادشاہ مؤمن صالح تھا، جب بادشاہ نے اس کی خبر سنی لوگوں کو ساتھ لے کر غار تک پہنچا، جب اصحاب کہف نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی تو وہ سمجھے کہ ظالم دقیانوس آ پہنچا ہے اس لیے وہ نماز میں مشغول ہو گئے، بادشاہ نے جب انہیں نماز میں دیکھا تو اسی حالت میں ان سے لپٹ گیا اور پھر انہیں خبر دی کہ وہ تو مؤمن ہے اور دقیانوس کو مرے ہوئے کئی سال گزر چکے ہیں پھر بادشاہ نے ان کا پورا قصہ سنا اور بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ ان کا قصہ خدا تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر نیند مسلط کر دی اور نیند کی حالت میں ان کی روحیں قبض کر لیں۔ یہاں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں ان کا جائزہ لینا ضروری ہے۔(۱) یہ غار کہاں ہے۔(۲) تاریخی حوالے سے ان کا ذکر ملتا ہے یا نہیں۔(۳) اتنی طویل مدت تک زندہ رہنا محال ہے۔ پہلی بات کہ یہ غار کہاں ہے؟ سو اس بارے میں تین مختلف آراء ہیں (اول) یہ کہ یہ غار ترکی سے ایک شہر افسس کے مضافات میں ہے (اس شہر کا اسلامی نام طرسوس تھا)۔ اس رائے کے متعلق یہ تبصرہ کیا جاتا ہے کہ یہ مسیحی روایت ہے۔ دوسری رائے کہ یہ غار یمن میں واقع ہے لیکن یہ رائے کمزور ہے۔ تیسری یہ کہ یہ غار اردن میں ہے اسی رائے کو مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا ابو الکلام آزاد اور مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے راجح قرار دیا ہے، اس رائے کی تائید ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے، لیکن ۱۹۵۳ء میں اردن ایک محقق آثار قدیمہ تیسیر طبیان صاحب کو پتہ چلا کہ عمان کے قریب ایک غار ہے جس میں کچھ قبریں اور مردہ ڈھانچے موجود ہیں اور اس غار پر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ تیسیر صاحب اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ اس غار کی تحقیق میں نکلے اور یہ تاثرات پیش کیے۔ یہ غار دور افتادہ علاقہ میں ایک چٹیل پہاڑ میں واقع ہے، غار تاریک ہے، اندر داخل ہونا دشوار ہے۔ ایک چرواہے نے بتایا کہ غار میں قبریں بھی ہیں، غار کا دروازہ جنوب کی سمت تھا اور دروازے کے کنارے دو ستون ہیں جو چٹان کو کھود کر بنائے گئے ہیں، ان ستونوں پر بزنطینی نقوش دکھائی دیتے ہیں، غار کو ہر طرف سے پتھروں کے ملبے نے چھپا رکھا ہے، یہاں سے سو میٹر کے فاصلہ پر ایک بستی ہے جس کا نام رجیب ہے۔ پھر ۱۹۶۱ء سے اس غار کی کھدائی کا کام شروع کیا گیا اور مختلف شواہد ملتے گئے۔ غار کا دہانہ جنوب کی سمت ہے جو وتری الشمس اذا طلعت...... الآیۃ کے عین مناسب ہے۔ قرآن کریم میں اس غار کے اوپر مسجد کے بنائے جانے کا ذکر ہے اور اس غار پر بھی مسجد ہے جو رومی طرز کے پتھروں سے بنی ہوئی ہے، پھر یہاں انسانی ڈھانچے بھی ملے اور غار کے دروازے کے قریب ایک جانور کا جبڑا اور نوکیلا دانت ملا جس کے بارے میں قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ ڈھانچہ اصحاب کہف کے کتے کا ہے۔ تاہم وثوق سے کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں غار ہی اصحاب کہف کا غار ہے۔

دوسرا سوال کہ تاریخی حوالے سے بھی اصحاب کہف کا تذکرہ ملتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ عصر حاضر کے بیشتر محققین کا کہنا ہے کہ وہ مشرک بادشاہ جس کے ظلم سے تنگ آ کر اصحاب کہف نے غار میں پناہ لی تھی اس کا نام ٹراجان تھا جو ۹۸ء سے ۱۱۷ء تک حکمران رہا اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بت پرستی سے انکار کرنے والوں کو قتل کر دیتا تھا۔ نیز ٹراجان نے ۱۰۶ء میں شرق اردن کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ اور وہ بادشاہ جس کے عہد میں اصحاب کہف بیدار ہوئے محققین اس کا نام تھیوڈوسیس بتاتے ہیں جو پانچویں صدی عیسوی کے آغاز میں گزرا ہے۔ نیز انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مطبوعہ ۱۹۵۰ ص ۸۳۳ ج ۲۰ میں۔ seven sleepers کے عنوان سے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

تیسرا سوال کہ اتنی طویل مدت تک بغیر کھائے پیے کوئی انسان کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ عادۃً یہی ہے کہ بن کھائے پیے انسان مر جاتا ہے تاہم زندگی اور موت کا مالک اللہ ہے، وہ جب چاہتا ہے انسان کو زندہ کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے مار دیتا ہے، آن واحد میں سب کچھ کر دیتا ہے، وہ قادر مطلق ہے جب چاہے کسی کو اسباب کے بغیر بھی زندہ رکھ سکتا ہے اور جب کسی کو موت دینا چاہے ساری دنیا کے اسباب ناکام ہو جاتے ہیں، چنانچہ عرصہ تین سو نو سال تک حالت نیند میں ان کا زندہ رہنا انسانی عقول سے ماوراء ہے، یہی تو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہے، رب تعالیٰ کسی چیز کو وجود دینے میں اسباب کا محتاج نہیں، جب قادر مطلق ہونا اس کی صداقت ہے...... (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ)

ایک دن یا آدھا دن سوتے رہے۔ دوسرے بولے: اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تم لوگ کتنی مدت تک سوتے رہے۔ پہلا قول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ نَبَاَهُمۡ بِالۡحَقِّ: اے محمد! ہم تمہیں ان کی ٹھیک ٹھیک سچی خبر سنائیں جس میں کمی زیادتی نہ ہو۔ اِنَّهُمۡ فِتۡيَةٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّهِمۡ وَزِدۡنٰهُمۡ هُدًى: یہ چند نوجوانوں کی ایک جماعت تھی جو اللہ پر ایمان لے آئے ہم نے انہیں دین پر ثابت قدم رکھا اور ہم نے ان کے یقین میں اضافہ کر دیا۔ وَّرَبَطۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ: ہم نے انہیں پختہ عزم عطا کیا اور ان کے دلوں میں صبر کا جذبہ ڈال دیا یہاں تک کہ ان کے دل ایمان پر مضبوط اور ثابت قدم ہو گئے اور حق پر قائم رہنے سے انہیں اطمینان ملنے لگا اور ایمان ان کے لیے سرمایہ فخر بن گیا۔ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ: جب ظالم و کافر بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوئے بلا جھجک اور لا پرواہ ہو کر کہنے لگے: ہمارا پروردگار تو وہ ذات ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والی ہے، ہمارا معبود وہ مورتیاں اور بت نہیں جن کی عبادت کی تم دعوت دیتے ہو۔ لَنۡ نَّدۡعُوَا۟ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلٰهًا: ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا: اگر ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کریں تو ہم حق کو تجاوز کرنے والے ہو جائیں، راہِ صواب سے ہٹ جائیں گے اور ظلم و گمراہی میں افراط کا شکار ہو جائیں گے۔

هٰۤؤُلَاۤءِ قَوۡمُنَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً:...... ہمارے علاقے کے یہ لوگ بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی یہ تقلید بلا حجت و بلا دلیل ہے۔ لَوۡلَا يَاۡتُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِسُلۡطٰنٍۢ بَيِّنٍ: بتوں کی پوجا پر کھلی دلیل اور حجت کیوں نہیں پیش کرتے۔ "لولا" کی تحضیض سے ان کے عجز کا پردہ چاک کرنا مقصود ہے۔ گویا یوں کہہ رہے ہیں کہ یہ کھلی دلیل پیش کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے فی الواقع اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا: استفہام بمعنی نفی ہے یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ پر جھوٹ بولتا ہے اور شرک کی اس کی طرف نسبت کرتا ہے۔ وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ: یعنی جب تم اپنی قوم اور وہ بت جن کی وہ عبادت کرتے ہیں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ فَاۡوٗۤا اِلَى الۡكَهۡفِ: تو غار میں جا کر پناہ لو۔ يَنۡشُرۡ لَكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ: تمہارا رب تمہارے اوپر اپنی رحمت پھیلا دے گا۔ وَيُهَيِّئۡ لَكُمۡ مِّنۡ اَمۡرِكُمۡ مِّرۡفَقًا: تمہارے لیے اسباب رزق آسان کر دے گا اور اس غار میں صبح و شام تمہارے اوپر مہربان رہے گا۔

غار کی کیفیت

وَتَرَى الشَّمۡسَ اِذَا طَلَعَتۡ تَّزٰوَرُ عَنۡ كَهۡفِهِمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ:...... اے مخاطب! تم سورج کو دیکھو گے کہ جب طلوع ہوتا ہے تو غار کے دائیں طرف سے بچ کر نکل جاتا ہے۔ وَاِذَا غَرَبَتۡ تَّقۡرِضُهُمۡ ذَاتَ الشِّمَالِ: اور جب ڈوبتا ہے تو ان کے بائیں طرف سے کترا جاتا ہے۔ آیت کا مقصد یہ ہے کہ طلوع و غروب کے وقت سورج کی شعاعیں ان پر نہیں پڑتیں جن سے انہیں گرمی لگے اور اذیت کا شکار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اکرام کی یہ بھی ایک صورت بنالی۔ وَهُمۡ فِىۡ فَجۡوَةٍ مِّنۡهُ: اور وہ غار کے کھلے کشادہ حصے میں سوئے ہوئے ہیں، غار کے وسط میں ہیں، نہ صبح کے وقت ان پر دھوپ پڑتی ہے اور نہ شام کے وقت۔ ذٰلِكَ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ: یہ سب کچھ اللہ کی قدرت کاملہ کے دلائل اور نشانیاں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اگر ان پر دھوپ پڑتی تو اس کی تپش سے جل جاتے، اور اگر ان کی کروٹیں نہ بدلی جاتیں تو زمین ان کے اجساد کو بوسیدہ کر دیتی۔[1]

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)...... تو اس سے احتیاج کی بداہۃً نفی ہو جاتی ہے، اسباب کا اعتبار بشری تقاضا ہے ذات باری تعالیٰ اس اعتبار سے منزہ و مبرا ہے۔ سبحانہٗ ما اعظم شانہٗ لا یحد ولا یتصور۔ مجھے میرے ایک دوست نے واقعہ سنایا کہ موسم گرما میں وہ مویشی لے کر ایک پہاڑ پر چلے گئے جیسا کہ گرمیوں میں کشمیریوں کا یہ محبوب رواج ہے، اس کے بقول کہ ہم لوگوں نے روٹی پکانے کے لیے پتھر (سل) کا ایک توا بنا لیا، جب روٹی توے سے اتارتے تو روٹی درمیان سے کچی رہتی بارہا کوشش کے باوجود ایسا ہی ہوتا۔ اس نے کہا کہ ایک دن مجھے غصہ آیا، میں نے وہ سل درمیان سے چیر ڈالی، کیا دیکھتا ہوں کہ توے کے بالکل درمیان ایک کیڑا ہے اور اس کے منہ میں سبز پتا ہے جسے وہ کھا رہا ہے، سبحان اللہ! اندازہ کیجیے جب پتھر پر روٹی تیار کی جاتی رہی اس شدید درجہ حرارت میں کیڑے کا زندہ رہنا اور اس کے منہ میں سبز پتے کا ہونا اعجب العجائب ہے۔ لامحالہ ایسے واقعات تک عقل کی رسائی ناممکن ہے یہاں صرف ایک ہی کلیہ کارفرما ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے اس کی ذات اسباب سے منزہ و مبرا ہے۔ انتہی۔ اصحاب کہف کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے جہان دیدہ سفرنامہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

(حاشیہ صفحہ ہذا)...... [1] الطبری ۱۵/۲۱۱

مَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ:...... اللہ جسے ایمان کی توفیق دیتا ہے اور سعادت کے راستے کی طرف اسے ہدایت دیتا ہے تو وہ حقیقت میں ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرۡشِدًا: اللہ جسے اس کے برے اعمال کی وجہ سے گمراہ کرتا ہے تم ہرگز اس کے لیے ایسے کسی شخص کو نہیں پاؤ گے جو اسے ہدایت دے۔ وَتَحۡسَبُهُمۡ اَیۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡدٌ: اسے دیکھنے والے! اگر تم انہیں دیکھو تم گمان کرو گے کہ وہ جاگ رہے ہیں۔ چوں کہ ان کی آنکھیں کھلی ہیں اور وہ کروٹیں بدلتے ہیں حالاں کہ وہ سو رہے ہیں۔ وَنُقَلِّبُهُمۡ ذَاتَ الۡیَمِیۡنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ: ہم ایک پہلو سے دوسرے پہلو پر ان کی کروٹیں بدلتے ہیں تا کہ ان کے اجساد کو زمین نہ کھا جائے۔ وَكَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَیۡهِ بِالۡوَصِیۡدِ: اور ان کا کتا جو ان کے پیچھے ہو لیا تھا غار کی چوکھٹ پر ہاتھ پھیلائے سویا ہے گویا وہ ان کی چوکیداری کر رہا ہے۔ لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَیۡهِمۡ لَوَلَّیۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَّلَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبًا: اگر تم انہیں سوئے ہوئے اس حالت میں دیکھو تم مرعوب ہو کر خوف کے مارے بھاگ جاؤ، چوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہیبت و رعب کی چادر اوڑھا دی ہے۔ چنانچہ ان سوئے ہوئے نوجوانوں کو یوں دیکھنا گویا وہ بیدار ہیں تو اس کیفیت سے دیکھنے والے پر رعب چھا جائے گا وہ کروٹیں تو بدلتے ہوں گے لیکن بیدار نہیں ہوں گے۔[1]

اصحاب کہف کا نیند سے بیدار ہونا اور گفتگو

وَكَذٰلِكَ بَعَثۡنٰهُمۡ لِیَتَسَآءَلُوۡا بَیۡنَهُمۡ:...... یعنی جس طرح ہم نے انہیں سلایا اسی طرح ہم نے انہیں نیند سے بیدار کیا اور اس طویل نیند جو موت کے مشابہ ہے سے بیدار کیا تا کہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں کہ وہ کتنی مدت تک سوتے رہے اور کتنی مدت تک اس غار میں ٹھہرے ہیں۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا لَبِثۡنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ: ان میں سے ایک بولا: ہمیں اس غار میں ٹھہرے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟ باقی نوجوانوں نے جواب دیا: ہم ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: نوجوانوں نے صبح کے وقت غار میں پناہ لی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دن کے پچھلے پہر بیدار کیا۔ جب وہ بیدار ہوئے تو انہیں خیال ہوا کہ سورج غروب ہو چکا اس لیے کہنے لگے: ہم ایک دن غار میں ٹھہرے ہیں، پھر جب دیکھا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تو کہنے لگے، دن کا کچھ حصہ غار میں ٹھہرے ہیں۔ انہیں تین سو نو سال تک سوئے رہنے کا ادراک نہیں ہوا۔ قَالُوۡا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثۡتُمۡ: اس غار میں ہماری مدت اقامت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اس بارے میں بحث کرنے میں کوئی فائدہ نہیں، اس چیز کے متعلق بات کرو جو ہم اور تمہارے لیے فائدہ مند ہے، فی الحال ہم بھوکے ہیں۔ فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ اِلَی الۡمَدِیۡنَةِ: تم اپنے میں سے ایک آدمی کو چاندی کے یہ سکے دے کر شہر کی طرف بھیجو۔

فَلۡیَنۡظُرۡ اَیُّهَاۤ اَزۡكٰی طَعَامًا فَلۡیَاۡتِكُمۡ بِرِزۡقٍ مِّنۡهُ:...... وہ ہمارے لیے حلال اور پاکیزہ کھانا تلاش کرے اور شہر سے خرید لائے۔ وَلۡیَتَلَطَّفۡ وَلَا یُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ اَحَدًا: شہر میں نہایت چابک دستی سے داخل ہو اور ہوشیاری سے کھانا خریدے تا کہ ہمارے معاملے کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ اِنَّهُمۡ اِنۡ یَّظۡهَرُوۡا عَلَیۡكُمۡ یَرۡجُمُوۡكُمۡ اَوۡ یُعِیۡدُوۡكُمۡ فِیۡ مِلَّتِهِمۡ: اگر وہ تمہیں پکڑنے میں کامیاب ہو گئے تمہیں پتھر مار مار کر قتل کر دیں گے یا تمہیں جبراً اپنے باطل دین کی طرف پھیر دیں گے۔ وَلَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا: یعنی اگر تم ان کے باطل دین کی طرف لوٹ گئے اور تم کفر میں ان کے موافق ہو گئے تو تم کبھی بھی بھلائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو گے۔ ان نوجوانوں نے آپس میں اس طرح کی سرگوشیاں نہایت احتیاط سے کیں تا کہ ظالم بادشاہ ان پر غلبہ پا کر انہیں قتل نہ کر دے یا انہیں بت پرستی کی طرف نہ پھیر دے، اس لیے اپنے ساتھی کو تلقین کی کہ وہ نہایت ہوشیاری اور چابک دستی کے ساتھ شہر میں داخل ہو اور احتیاط کے ساتھ شہر سے باہر نکلے۔

واقعہ اصحاب کہف سے آخرت پر استدلال

وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَیۡهِمۡ لِیَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَیۡبَ فِیۡهَا:...... جس طرح ہم نے ان لوگوں کو طویل مدت کی نیند سے بیدار

[1] ان پر طویل نیند مسلط کرنے کی جہاں اور حکمتیں بھی ہیں ایک حکمت یہ بھی تھی تا کہ انہیں مکمل سکون میسر ہو جائے، خوف کے عالم میں نیند کا آنا مشکل ہے، اللہ نے ان پر نیند مسلط کر دی۔

کیا اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان نوجوانوں پر مطلع کیا تا کہ وہ ان کے واقعہ سے بعث بعد الموت کی صحت پر استدلال کریں اور پختہ یقین رکھیں کہ قیامت آ کر رہے گی، گویا اصحاب کہف کا قصہ واضح حجت اور کھلی دلیل ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا امر ممکن ہے چنانچہ جو ذات اصحاب کہف کو تین سو سال کے بعد دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے لامحالہ وہ ذات مرنے کے بعد بھی دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

غار کی جگہ پر یادگار تعمیر

اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ: ...... جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اصحاب کہف پر آگاہ کیا اور پھر ان کی روحیں قبض کر لیں اس کے بعد لوگ آپس میں جھگڑنے لگے۔ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا: بعض لوگوں نے کہا: غار کے دروازے پر عمارت بناؤ تا کہ یہ عمارت اصحاب کہف پر ایک علامت بن جائے۔ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ: اللہ تعالیٰ ہی ان کی حالت کو خوب جانتا ہے۔ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا: جب کہ دوسری غالب اکثر فریق نے کہا: ہم غار کے دروازے پر مسجد بنائیں گے جس میں ہم نماز پڑھیں گے اور اللہ کی عبادت کریں گے۔

اصحاف کہف کی تعداد

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ: ...... یہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اصحاب کہف کے قصے کے متعلق چھان پھٹک کرتے ہیں اور ان کا تعلق اہل کتاب سے ہے عنقریب کہیں گے: اصحاب کہف تین نوجوان تھے اور ایک ان کے ساتھ ان کا کتا تھا۔ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ: بعض کہیں گے: وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا، یہ محض اٹکل پچو کی باتیں ہیں جن کا تعلق علم یقینی سے نہیں ہے، ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص ایسی جگہ کی طرف تیر چلائے جسے وہ جانتا ہی نہ ہو (گویا بے پر کی اڑا رہے ہیں) وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ: اور بعض کہیں گے: وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ: اللہ تعالیٰ ہی ان کی تعداد کی حقیقت جانتا ہے۔ مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ: ان کی تعداد بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ان تھوڑے لوگوں میں سے ایک میں بھی ہوں، اصحاب کہف سات تھے، چوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعداد سات تک گنی ہے۔[1] مفسرین کہتے ہیں: قول اول اور ثانی کے بعد "رجما بالغیب" کا لفظ لایا گیا ہے لیکن آخری قول کے بعد اس پر رد و قدح نہیں کی گئی گویا آخری قول کا اقرار کیا گیا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو افضل واکمل کے اپنانے کی تاکید کی ہے اور وہ ہے علام الغیوب کی طرف علم کو منسوب کرنا۔ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا: اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں اہل کتاب کے ساتھ نہ جھگڑیے، ہاں البتہ جس شخص کے پاس خبر کی حقیقت ہو۔ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا: آپ اصحاب کہف کے قصے کے بارے میں کسی سے بھی سوال نہ کریں چوں کہ آپ کی طرف جو وحی بھیجی جاتی ہے وہ کافی ہے۔

کلمہ ان شاء اللہ کی اہمیت

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَاْىءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ: ...... آپ جب کسی کام پر پختہ عزم کر لیں تو اس کے بارے میں یہ نہ کہیں کہ میں یہ کام کل کروں گا الا یہ کہ آپ اس کے ساتھ مشیت ایزدی ملا کر ان شاء اللہ کہہ دیں۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سے اصحاب کہف کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں کل جواب دوں گا، چنانچہ پندرہ دن تک وحی میں تاخیر ہوئی۔[2] وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ: جب آپ ان شاء اللہ کہنا بھول جائیں تو یاد آنے پر کہہ لیں تا کہ آپ کے نفس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کا استحضار رہے۔ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا: کہہ دیجیے: امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بہتر واعلیٰ کی توفیق اور ہدایت دے گا، یعنی دین ودنیا کے معاملے کے اعتبار سے بہتری کی طرف لے جائے گا۔

---

[1] زاد المسیر ۵/ ۱۳۶ [2] مختصر ابن کثیر ۲/ ۴۱۵

نیند کی مدت اور اللہ کا علم وقدرت

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا:...... اصحاب کہف غار میں تین سو اور نو سال تک سوئے رہے۔ یہ "سنین عددًا" اجمال کی تفصیل ہے۔ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا: یقینی طور پر غار میں ان کے ٹھہرنے کی مدت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: علم غیب کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ مختص ہے، اللہ تعالیٰ نے جو حکیم اور خبیر ہے آپ کو اصحاب کہف کے بارے میں قطعی خبر دی ہے۔ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ: وہ ہر موجود کو کتنا دیکھنے والا اور ہر سنی جانے والی چیز کو کتنا سننے والا ہے وہ جس طرح ظاہری چیزوں کا ادراک رکھتا ہے اسی طرح خفیہ چیزوں کا بھی ادراک رکھتا ہے۔ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ: اللہ کے علاوہ مخلوق کا کوئی بھی مددگار اور حمایتی نہیں ہے۔ وَلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا: اللہ کا کوئی شریک نہیں، کوئی مثیل نہیں اور کوئی نظیر نہیں۔ وہ اپنے حکم اور فیصلے میں کسی کو قبول نہیں کرتا چوں کہ وہ اپنے غیر سے بے نیاز ہے۔

بلاغت:...... یہ آیات بیان وبدیع کے مختلف پہلوؤں کو متضمن ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ مّٰكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا ۝ وَّیُنْذِرَ، وَیُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلْ، اَیْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ: اور ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ: میں صنعت تضاد ہے۔ فَضَرَبْنَا عَلٰۤی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ: میں تضاد معنوی ہے۔ چوں کہ پہلے جزو کا معنی ہے ہم نے انہیں سلا دیا اور دوسرے کا معنی ہے ہم نے انہیں بیدار کیا۔ قَامُوْا... وقالوا میں تجنیس ناقص ہے۔ لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا، وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا: میں اطناب ہے پہلے عام کا ذکر ہوا ہے پھر خاص کا۔ چوں کہ اللہ کی اولاد ہونے کا دعویٰ شنیع وقبیح ہے۔ اس میں حذف اور عظیم فصاحت ہے چوں کہ پہلے فقرہ میں مفعول اول حذف کر دیا گیا ہے، محذوف عبارت یوں ہے۔ لِّیُنْذِرَ الْكٰفِرِیْنَ بَاْسًا شَدِیْدًا: پھر دوسرے فقرے میں مفعول اول ذکر کر دیا گیا ہے اور مفعول ثانی حذف کر دیا گیا ہے۔ اور وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا: میں عَذَابًا شَدِیْدًا: حذف کر دیا گیا ہے چوں کہ اول فقرہ اس پر دلالت کرتا ہے جب کہ اول فقرے میں منذرین یعنی ان لوگوں کا ذکر نہیں جنہیں عذاب سے ڈرایا جائے چوں کہ دوسرا فقرہ اس پر دلالت کرتا ہے، یہ فصاحت کی لطیف ترین مثال ہے۔ اَسْمِعْ بِهٖ اَبْصِرْ: صیغہ تعجب ہے۔ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ: مشرکین کے ساتھ آپ ﷺ کی حالت کو ایسے شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کے ساتھی اس سے جدا ہو گئے ہوں اور اس کے قتل کے درپے ہوں یا وہ ان پر غم کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دے۔ فَضَرَبْنَا عَلٰۤی اٰذَانِهِمْ: میں استعارہ تبعیہ ہے، چنانچہ گہری نیند کو کانوں پر پردے ڈال دینے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جیسے کسی گھرانے پر خیمہ گاڑ دیا جائے۔ اسی طرح وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ: میں بھی استعارہ ہے چوں کہ "الربط" کا معنی ہے باندھنا جیسے برتن کسی کپڑے کے ساتھ اوپر سے کس کر باندھ دیا جاتا ہے۔

تلاوت وحی کا حکم

وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝۲۷ وَاصْبِرْ
نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ
زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝۲۸ وَقُلِ
الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ

سُرَادِقُهَا ۚ وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ
تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ
وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ ۚ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا ع
رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا
الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِم مِّنْهُ شَيْئًا ۚ وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ
وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن
تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا ﴿٣٦﴾
قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾
لَّٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ﴿٣٨﴾ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا
بِاللَّهِ ۚ إِن تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٣٩﴾ فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّن جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا
حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾ أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ﴿٤١﴾
وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا أَنفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي
لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ﴿٤٢﴾ وَلَمْ تَكُن لَّهُ فِئَةٌ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ
الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ ۚ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ ع
السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ
أَمَلًا ﴿٤٦﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿٤٧﴾ وَعُرِضُوا
عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّن نَّجْعَلَ لَكُم مَّوْعِدًا ﴿٤٨﴾
وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ
صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴿٤٩﴾ وَإِذْ قُلْنَا ع

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ
وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ
الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ
فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع ۱۹

ترجمہ:......اور آپ کے رب کی کتاب جو آپ کی طرف وحی کی گئی اس کی تلاوت کیجیے اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور ہرگز آپ اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے ﴿۲۷﴾ اور جو لوگ صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں ان کے ساتھ اپنے کو مقید رکھیے یہ لوگ اس کی رضا کے طالب ہیں اور آپ ایسا نہ کریں کہ دنیا والی زندگی کی زینت کے ارادہ سے ان سے آپ کی نظریں ہٹ جائیں اور ایسے شخص کی بات نہ مانیے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جو اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا، اور اس کا حال حد سے آگے بڑھ گیا۔﴿۲۸﴾ اور آپ فرما دیجیے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، سو جس کا جی چاہے مؤمن ہو جائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، بلاشبہ ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے انہیں اس کی دیواریں گھیرے ہوئے ہوں گی، اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، وہ مونہوں کو بھون ڈالے گا، وہ پینے کی بری چیز ہے، اور دوزخ آرام کی بری جگہ ہے۔﴿۲۹﴾ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہ بات واقعی ہے کہ ہم اس کا عمل ضائع نہیں کریں گے جو اچھے کام کرے۔﴿۳۰﴾ ان لوگوں کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، انہیں سونے کے کنگنوں کا زیور پہنایا جائے گا، اور یہ لوگ سندس اور استبرق کے کپڑے پہنیں گے جنت میں مسہریوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے وہ بہت اچھا بدلہ ہے اور آرام کی اچھی جگہ ہے۔﴿۳۱﴾ اور آپ ان سے دو شخصوں کا حال بیان کیجیے، ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دئے اور ان کو ہم نے کھجور کے درختوں سے گھیر دیا اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیتی بھی اگا دی تھی۔﴿۳۲﴾ دونوں باغ اپنا پورا پورا پھل دیتے تھے اور پھلوں میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی اور ہم نے ان دونوں کے درمیان نہر جاری کر دی تھی ﴿۳۳﴾ اور اس کے لیے اور بھی پھل تھے، سو اس نے باتیں کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مال والا ہوں اور میرے افراد بھی غلبہ والے ہیں، ﴿۳۴﴾ اور وہ اس حال میں اپنے باغ میں داخل ہوا کہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا اس نے کہا کہ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی ہلاک ہوگا، ﴿۳۵﴾ اور نہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت قائم ہوگی، اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا تو اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ ضرور ضرور پا لوں گا، ﴿۳۶﴾ اس کے ساتھی نے جواب دیتے ہوئے کہا کیا تو نے اس ذات کے ساتھ کفر کیا جس نے تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھے صحیح سالم آدمی بنا دیا ﴿۳۷﴾ لیکن میری بات تو یہ ہے کہ وہ اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ﴿۳۸﴾ اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو نے ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کیوں نہ کہا، اگر تو مجھے اس حال میں دیکھ رہا ہے کہ میں تجھ سے مال اور اولاد کے اعتبار سے کم ہوں ﴿۳۹﴾ تو وقت نزدیک ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرما دے اور تیرے باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس کی وجہ سے تیرا باغ ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے ﴿۴۰﴾ یا اس کا پانی زمین میں اتر جائے پھر تو اسے طلب کرنے کی کوشش نہ کر سکے، ﴿۴۱﴾ اور اس کے پھلوں کو آفت سے گھیر دیا گیا سو وہ اس حال میں ہو گیا کہ جو کچھ اس میں خرچ کیا تھا اس پر کف افسوس ملنے لگا اور حال یہ تھا کہ اس کا باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ ہائے کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ﴿۴۲﴾ اور اس کے لیے ایسا کوئی گروہ نہ تھا جو اللہ کو چھوڑ کر اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود بدلہ لینے والا تھا۔﴿۴۳﴾ ایسے موقع پر اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے جو حق ہے وہ بہتر ہے ثواب کے اعتبار سے اور بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔﴿۴۴﴾ اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان کیجیے، جیسے کہ پانی ہو جو ہم نے

آسمان سے اتارا، پھر اس کے ذریعے زمین سے اگنے والی چیزیں خوب گنجان ہوگئیں، پھر وہ چورا چورا ہو کر رہ گیا، جسے ہوائیں اڑا رہی ہیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے،(۴۵) مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، اور باقی رہنے والے اعمال صالحہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی،(۴۶) اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلا دیں گے اور اے مخاطب! تو زمین کو دیکھے گا کہ وہ کھلا میدان ہے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے سوان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے،(۴۷) اور وہ آپ کے رب پر صفیں بنائے ہوئے پیش کیے جائیں گے۔ بلاشبہ آج تم ہمارے پاس اسی حالت میں آئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ بات یہ ہے کہ تم نے یوں سمجھا کہ ہم تمہارے لیے کوئی وقت موعود مقرر نہ کریں گے۔(۴۸) اور اعمال نامے رکھ دیے جائیں گے تو آپ مجرمین کو دیکھیں گے کہ ان میں سے جو کچھ ہے اس سے ڈر رہے ہیں اور وہ کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری بربادی! یہ کیسی کتاب ہے کہ اس نے کسی چھوٹے یا بڑے کو نہیں چھوڑا جسے لکھ نہ لیا ہو، اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے۔ اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔(۴۹) اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کر لیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنات میں سے تھا سو وہ اپنے رب کی فرمانبرداری سے نکل گیا، کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی ذریت کو دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، یہ ظالموں کے لیے بہت برا بدل ہے۔(۵۰) میں نے انہیں آسمانوں کے اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت نہیں بلایا اور نہ ان کے پیدا کرنے کے وقت اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا نہیں ہوں۔(۵۱) اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ فرمائے گا کہ تم انہیں بلاؤ جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے۔ پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ انہیں جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک آڑ بنا دیں گے۔(۵۲) اور مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں۔ اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔(۵۳)

ربط وتعارف: ......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا قصہ ذکر کیا ہے جو عقیدہ وایمان کی خاطر قربانی اور جوانمردی کی ایک نمایندہ صورت ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو باغات والے کا قصہ ذکر کیا ہے، حقیقت میں یہ قصہ دو بنی اسرائیلی بھائیوں کا قصہ ہے، ان میں سے ایک صاحب ایمان تھا اور دوسرا دو باغات کا مالک تھا، اس قصے کے ضمن میں مختلف مواعظ وعبرتیں ہیں، آیات میں بعض قرآنی توجیہات کا ذکر بھی آئے گا۔

لغات: مُلْتَحَدًا: ......ملجا، ٹھکانا، پناہ گاہ، اصل میں "لحد" سے مشتق ہے بمعنی مائل ہوا مقولہ ہے "لجأت الیہ" یعنی تو اس کی طرف مائل ہوا، اہل لغت نے یہی کہا ہے۔ **فُرُطًا:** حد تجاوز کرنا، عرب کا مقولہ ہے "فرس فرط" وہ گھوڑا جو سب گھوڑوں سے آگے ہو۔ لیث کہتے ہیں: الفرط: ایسا معاملہ جس میں تفریط کی گئی ہو۔ شاعر کہتا ہے:

لقد کلفتنی شططًا　　　وامرًا خائبًا فرطًا

تم نے مجھے نہایت ظالمانہ کام پر مجبور کیا جو کہ نہایت خیانت اور زیادتی والا کام ہے۔

سُرَادِقُهَا: ......السرادق: سرحدیں حدود۔ **اَلْمُهْلِ:** ایسی معدن جو پگھلا دی جائے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: سونا، چاندی، تانبا وغیرہ جو پگھلا دیا جائے وہ اَلْمُهْلِ ہے۔ **سُنْدُسٍ:** باریک ریشم **اِسْتَبْرَقٍ:** دبیز ریشم، دیبا شاعر کہتا ہے:

تراهن یلبسن المشاعر مرةً　　　واسبرق الدیباج طورًا لباسها

تم ان عورتوں کو دیکھو گے کہ بسا اوقات ایسے کپڑے پہن لیتی ہیں جو عبادت وحج کی علامت ہوتے ہیں اور بسا اوقات دبیز ریشم پہن لیتی ہیں۔

الْاَرَآئِكِ: ......اریکۃ کی جمع ہے بمعنی چارپائی، مسہری جو پردوں اور لٹکنوں سے مزین ہو جیسے دلہن کی مسہری۔ **حُسْبَانًا:** حسبانۃ کی جمع ہے بمعنی کڑک **هَشِيْمًا:** چورا کیا ہوا سبزہ **لَمْ نُغَادِرْ:** ہم چھوڑتے ہیں۔

شان نزول: ......روایت ہے کہ اشراف قریش رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہارے اوپر ایمان لائیں تو ان فقرا کو اپنے پاس سے دور کر دو، ان کی مراد بلال رضی اللہ عنہ حبیب اور صہیب رضی اللہ عنہما وغیرہ تھے، کہتے تھے ان فقرا کے ساتھ مل بیٹھنے میں ہماری بے عزتی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے روسائے قریش کی ملاقات کے لیے وقت مقرر کر لیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ ۚ تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

تفسیر: وَاتۡلُ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ مِنۡ كِتَابِ رَبِّكَ: ...... اے محمد! آپ کا پروردگار آپ کی طرف قرآن حکیم کی جو آیات وحی کرتا ہے انہیں پڑھیں اور ان ہی کی تلاوت کریں۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ: کوئی شخص بھی کلام اللہ کو بدلنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ وَلَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مُلۡتَحَدًا: اور تمہیں اللہ کے سوا کہیں اور پناہ نہیں ملے گی۔ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ: اپنے آپ کو ضعفا و فقرا مسلمانوں کے ساتھ پابند کرلیں وہ اپنے پروردگار کی صبح و شام عبادت کرتے ہیں اور اسی کو پکارتے ہیں۔ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ: وہ محض رب تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اسے پکارتے ہیں۔ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ: آپ ان سے اپنی آنکھیں نہ پھیریں اور اغنیا و اشراف کی طرف توجہ نہ دیں۔ مفسرین کہتے ہیں: آپ ﷺ روسا کے ایمان کے خواہش مند تھے، آپ نے دنیا کی خواہش کبھی نہیں کی، چنانچہ آپ کو تاکید کردی گئی کہ اپنی تمام تر توجہ فقرا مؤمنین پر مرکوز کریں اور ان عظما و روسائے قریش سے روگردانی کریں۔ تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا: ان کے ساتھ مل بیٹھنے سے دنیوی شرف اور فخر چاہتے ہو، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی انہیں تجاوز کرکے ان کے بدلے میں مالداروں کو چاہتے ہو۔[1] وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا: آپ ان لوگوں کی بات نہ مانیں جو آپ سے مؤمنین کو دور کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں، ان کے دل اللہ کی یاد سے غافل ہیں۔ وہ دین اور اللہ کی عبادت سے بے نیاز ہیں اور محض دنیا کے خوگر ہیں۔

مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، چنانچہ ایک مرتبہ عیینہ وفد کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، آپ کے پاس فقرا صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی جن میں ایک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے اون کی ایک چادر اوڑھ رکھی تھی جس میں انہیں پسینہ آیا ہوا تھا، عیینہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا: کیا آپ کو ان لوگوں کی بدبو سے اذیت نہیں پہنچتی؟ ہم قبیلہ مضر کے سردار اور اشراف ہیں، اگر ہم نے اسلام قبول کرلیا تو ہمارے ساتھ لوگوں کی بڑی جماعت اسلام میں داخل ہوجائے گی، ہمیں آپ کی اتباع سے صرف ان ہی لوگوں کی مجلس روکتی ہے، انہیں اپنی مجلس سے دور کردیں تاکہ ہم آپ کی اتباع اختیار کریں یا ان کی مجلس الگ منعقد کریں اور ہماری مجلس الگ۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے اس کی بات پر غور کا ارادہ فرمایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ فقرا کو تلاش کرنے باہر تشریف لے گئے جب انہیں دیکھا ان کے ساتھ مل بیٹھے اور فرمایا: تمام تعریفیں اس ذات کی ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے جن کے ساتھ مجھے مل بیٹھنے پر پابند کردیا ہے۔ وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ: وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اللہ کے حکم کو چھوڑتا ہے۔ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا: اس کا معاملہ ہلاکت خیز، تباہی و بربادی ہے۔ وَقُلِ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ: بظاہر یہ امر ہے جب کہ اس کی حقیقت وعید و انذار ہے یعنی اے محمد! ان غافلوں سے کہہ دیجیے: حق ظاہر ہوچکا ہے اللہ تعالیٰ نے حق کھول کھول کر بیان کردیا ہے، اس کے بعد تم چاہو ایمان لاؤ چاہو کفر کرو، جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے: اعملوا ما شئتم یعنی جو چاہو عمل کرو۔

کفار و مشرکین کے لیے دوزخ کی آگ اور کھولتا ہوا پانی

اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِيۡنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمۡ سُرَادِقُهَا: ...... اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرنے والے کفار کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیرے ہوں گی، جیسے کنگن کلائی کو گھیرے ہوتا ہے۔ وَاِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ يَشۡوِى الۡوُجُوۡهَ: گرشدت پیاس کی وجہ سے پانی مانگیں گے تو انہیں سخت کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا یا نہایت کھولتے ہوئے تیل کی تلچھٹ، یہ پانی ان کے مونہوں کو بھون کر رکھ دے گا، چنانچہ حدیث میں ہے: وہ ایسا پانی ہوگا جیسے تیل کی تلچھٹ، جب وہ پانی جہنمی کے قریب کیا جائے گا اس کے چہرے کی کھال کٹ کر پانی میں گر پڑے گی۔[2] اللہ ہمیں دوزخ سے پناہ دے۔

---

[1] المختصر ۲/۴۱۶ [2] اخرجہ احمد والترمذی

بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا:...... پینے کی یہ چیز جو انہیں پینے کو دی جائے بہت بری ہوگی اور جہنم بہت برا ٹھکانا ہے۔ جس میں اہل دوزخ کو رہنا ہوگا۔

اہل ایمان کی جنت میں خوشحالی کا ذکر

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا:...... جب اللہ تعالیٰ نے بدبختوں کا ذکر کیا ہے تو اس کے بعد خوشحالوں کا بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ قرآن کا ترغیب وترہیب کا طریقہ ہے۔ یعنی جو شخص نیک عمل کرتا ہے اور اخلاص سے عمل کرتا ہے ہم اس کا ثواب ضائع نہیں کریں گے بلکہ ہم اسے بڑھائیں گے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ: ان کے رہنے کے لیے بہشتیں ہیں۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ: ان کے بالاخانوں اور محلات کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ: جنت میں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے، مفسرین کہتے ہیں: ہر جنتی نے کلائی میں کنگن پہن رکھا ہوگا، ایک کنگن سونے کا ہوگا، ایک چاندی کا اور ایک لؤلؤ کا۔ چوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ: دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ: حدیث میں ہے۔ مؤمن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک وہ وضو کرتا ہے۔[1]

وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ:...... اور وہ انواع واقسام کے ریشم کے کپڑے پہنے ہوں گے، باریک ریشم بھی پہنیں گے جسے سندس کہتے ہیں اور دبیز ریشم بھی جسے استبرق کہتے ہیں۔ آیت کا معنی ہے: اہل جنت زیورات میں سے سونے کے کنگن پہنیں گے، دیباج یعنی باریک ریشم پہنیں گے اور استبرق یعنی موٹا ریشم بھی پہنیں گے۔ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ: جنت میں سونے کی بنی ہوئی مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، یہ مسہریاں مختلف اقسام کے کپڑوں اور پردوں سے آراستہ ہوں گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اَلْاَرَآىِٕكِ: سونے کی مسہریاں جو یاقوت اور قیمتی موتیوں سے مزین ہوں گی اور یہ اس طرح آراستہ ہوں گی جیسے دلہن کا کمرہ آراستہ کیا جاتا ہے۔ اریکہ (مسہری) کی وسعت اتنی ہوگی جتنا علاقہ صنعا اور ایلہ، عدن اور جابیہ کے درمیان ہے۔[2] نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا: پرہیزگاروں کا یہ بہت اچھا بدلہ ہے۔ اور جنت بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

بنی اسرائیل کے دو بھائیوں کا قصہ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ:...... یہ کفار جو آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان فقرا کو اپنے سے الگ کر دو ان سے یہ مثال بیان کرو، مفسرین کہتے ہیں: یہ دو بھائی تھے جن کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا، ایک مؤمن تھا اور دوسرا کافر، دونوں کو والد کی میراث سے وافر مال ملا، کافر نے اپنے حصے سے دو باغات خرید لیے جب کہ مؤمن نے اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں خرچ کیا یہاں تک کہ اس کا مال ختم ہوگیا اور کافر اسے عار دلانے لگا، اللہ تعالیٰ نے اس کا مال ہلاک کر دیا۔ چنانچہ یہ واقعہ مؤمن کے لیے مثال بن گیا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنا مال خرچ کر دے اور کافر کے لیے بھی مثال بن گیا جو عیش پرستی میں اتراتا ہے۔ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ اَعْنَابٍ: ہم نے ان میں ایک (کافر) کو انگور کے دو باغات عطا کیے جو انواع واقسام کے انگور پیدا کرتے تھے۔ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ: اور ان دونوں باغات کے گرد کھجوروں کے درختوں کی باڑ تھی۔ وَّجَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا: اور ان دونوں باغات کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی، باغات کے درمیان نہر بہتی تھی، قرآن عظیم میں ان باغات کی خوبصورت ودلکش منظر کشی کی ہے، ان میں انواع واقسام کے لذیذ انگور تھے، اردگرد کھجوروں کے درختوں کی باڑ تھی، درمیان میں خوبصورت کھیتی اور بیچوں بیچ نہر جاری تھی۔
كِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَیْـًٔا: دونوں باغات عمدہ واعلیٰ اور پاکیزہ پھل لاتے، پھل میں کچھ کمی نہ ہوتی۔

---

[1] دنیا میں چوں کہ مردوں کے لیے زیور نا جائز ہے اس لیے زیور پہننے کا رواج نہیں، جنت میں جائز ہوگا اور رواج ہوگا اس لیے خوبصورت لگے گا اور خوب سجے گا۔

[2] القرطبی ۱۰/۳۹۸

مال و دولت کا نشہ

وَّفَجَّرۡنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا: ......ان باغوں کے بیچوں بیچ ہم نے نہر جاری کی۔ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ: جو کافر تھا اسے اپنے باغات سے انواع واقسام کے پھل حاصل ہوتے۔ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكۡثَرُ مِنۡكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا: باغات کے مالک نے اپنے مؤمن ساتھی سے کہا اس حال میں کہ وہ اس سے جھگڑ رہا تھا اور اپنے اوپر فخر کر رہا تھا: میں تم سے افضل واعلیٰ اور مالدار ہوں، میرے پاس خدام اور مددگار ہیں۔ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ: اس نے اپنے مؤمن بھائی کا ہاتھ پکڑا اور اپنے باغ میں داخل ہوا، بھائی کو لے کر باغ میں چکر لگانے لگا اور اسے درخت، پھل اور نہریں دکھانے میں مصروف ہو گیا اس حال میں کہ وہ عجب وکفر میں مبتلا ہو کر اپنے اوپر ظلم کر رہا تھا۔ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنۡ تَبِيۡدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا: میرا یہ اعتقاد نہیں کہ کبھی یہ باغ فنا ہوگا۔ وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً: اور میرا یہ اعتقاد بھی نہیں کہ قیامت قائم ہوگی، اس کافر نے اپنے باغ کے فنا ہونے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کیا۔ وَّلَئِنۡ رُّدِدۡتُّ اِلٰى رَبِّىۡ لَاَجِدَنَّ خَيۡرًا مِّنۡهَا: فرض کرو اگر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا عمل ہوا جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو اللہ مجھے اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ مُنۡقَلَبًا: یعنی میرا انجام وعاقبت اچھی ہوگی، جیسے اس دنیا میں مجھے اللہ نے عطا کیا ہے آخرت میں بھی بہتر عطا فرمائے گا چوں کہ دنیا میں اللہ نے مجھے شرف بخشا ہے۔ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ: اس فقیر مؤمن نے اسے جواب دیتے اور جھگڑتے ہوئے کہا۔ اَكَفَرۡتَ بِالَّذِىۡ خَلَقَكَ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ سَوّٰٮكَ رَجُلًا: کیا تم اس اللہ کا انکار کر رہے ہو جس نے تمہاری اصل کو مٹی سے پیدا کیا پھر منی سے پیدا کیا، پھر تمہیں صحیح وسالم انسان بنایا؟ استفہام برائے توبیخ ہے۔ لّٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّىۡ: لیکن میں تو اللہ کے وجود کا اعتراف کرتا ہوں، وہی میرا رب اور میرا خالق ہے۔ وَلَاۤ اُشۡرِكُ بِرَبِّىۡۤ اَحَدًا: میں اللہ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک نہیں ٹھہراؤں گا وہ اکیلا معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

کلمہ ماشاء اللہ اور لاقوۃ الا باللہ کہنے کی تلقین

وَلَوۡلَاۤ اِذۡ دَخَلۡتَ جَنَّتَكَ قُلۡتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ: ...... جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تمہیں باغ کے درخت اور پھل دیکھ کر خوشی ہوئی تم نے کیوں نہیں کہا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہے اور اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، جو اللہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ: اللہ کی اطاعت پر ہمارے پاس طاقت نہیں الا یہ کہ اللہ ہی توفیق بخشے اور ہماری مدد کرے۔ اِنۡ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنۡكَ مَالًا وَّوَلَدًا: مؤمن نے کافر سے کہا: اگر تو مجھے اپنے سے فقیر دیکھتا ہے کہ میرے پاس مال نہیں اور تو مجھ پر مال کی وجہ سے فخر کرتا ہے اور اولاد پر اتراتا ہے۔ فَعَسٰى رَبِّىۡۤ اَنۡ يُّؤۡتِيَنِ خَيۡرًا مِّنۡ جَنَّتِكَ: یہ جواب شرط ہے کہ یعنی میں اللہ کی کاریگری اور اس کے احسان سے توقع کرتا ہوں کہ اللہ میرے فقر کو مالداری سے اور تمہاری مالداری کو محتاجی سے بدل سکتا ہے اور مجھے تمہارے باغ سے بدرجہا افضل واعلیٰ جنت عطا فرمادے چوں کہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور تو کفر کرتا ہے عین ممکن ہے اپنی نعمت تجھ سے چھین لے اور تیرے باغ کو تباہ کردے۔ وَيُرۡسِلَ عَلَيۡهَا حُسۡبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ: یعنی اس پر آفت بھیج دے جو اسے تباہ کردے یا اس پر آسمان سے بجلی گرادے جو اسے بھسم کر ڈالے۔ فَتُصۡبِحَ صَعِيۡدًا زَلَقًا: تمہارا باغ چٹیل میدان میں بدل جائے جس پر قدم بھی نہ جم سکتے ہوں، زمین بنجر ہو جائے سبزے کا نام ونشان تک نہ رہے۔ اَوۡ يُصۡبِحَ مَآؤُهَا غَوۡرًا فَلَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ لَهٗ طَلَبًا: یا زمین میں پانی گہرا اتر جائے اور جو بھی سبزہ، کھیتی اور درخت ہیں سب تلف ہو جائیں، اس وقت تم اس کی طلب کی طاقت ہی نہ رکھو جہ جائے کہ اس کا اعادہ ہو یا وہ واپس لوٹایا جائے، یہاں ان دونوں کا مکالمہ ختم ہو جاتا ہے، چنانچہ کافر کی خوش حالی تباہی کا شکار ہو جاتی ہے اور مؤمن نے نعمتیں زائل ہو جانے کا جو خدشہ ظاہر کیا تھا اس کا تحقق ہو جاتا ہے، یکایک ہم دیکھتے ہیں کہ تمام تر رونقیں اور خوش حالی تباہی وبربادی میں بدل جاتی ہے۔ وَاُحِيۡطَ بِثَمَرِهٖ: یعنی کافر کا باغ کلی طور پر تباہ ہو جاتا ہے، کھیتی پھل اور درختوں پر بربادی چھا جاتی ہے۔ فَاَصۡبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيۡهِ عَلٰى مَاۤ اَنۡفَقَ فِيۡهَا: اپنے مال اور محنت کے ضائع ہونے پر کف افسوس ملتا رہ گیا اور حزن وملال کی وجہ سے کف دست الٹتا پلٹتا رہا۔ قرطبی کہتے ہیں: ندامت کی وجہ سے ایک ہتھیلی دوسری ہتھیلی پر مارتا رہا گیا، چوں کہ جو شخص ندامت کا شکار ہوتا ہے اس سے اسی طرح کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوۡشِهَا: اور وہ باغ اپنی

ٹیوں پر گرا پڑا تھا ہر طرف سے تباہی و بربادی ٹپک رہی تھی۔ وَيَقُولُ يٰلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّيٓ اَحَدًا: اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے پر سخت ندامت ہوئی اور تمنا کرنے لگا کہ کاش! اس نے نعمتوں کی ناشکری نہ کی ہوتی، لیکن اب کے اسے ندامت نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اس کے پاس ایسی جماعت نہیں تھی جو اس کی مدد کرتی اور تباہی و بربادی سے اسے بچاتی۔ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا: اور وہ اپنے تئیں بھی اللہ کے انتقام کو روک نہیں سکتا تھا، وہ جس مال اور اولاد پر فخر کرتا تھا اس کے کچھ کام نہ آیا اور خود بھی اللہ کے عذاب کے آگے دفاع نہ کر سکا۔ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ: اس مقام پر اور ایسے موقع پر مدد کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اس پر کسی کا بس نہیں چلتا، وہ برحق مددگار اور حمایتی ہے وہی اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہے۔ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا: اللہ تعالیٰ پر جو ایمان لاتا ہے وہ دنیا اور آخرت میں اسے اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے۔ اور جو شخص اس پر اعتماد کرتا ہے اس کی عاقبت سنوار دیتا ہے۔

دنیاوی زندگی کی مثال

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ:...... یہ دنیا کی ایک اور مثال ہے، جو تباہی و بربادی میں مذکور بالا مثال کے مشابہ ہے۔ آیت کا معنی ہے: اے محمد! زائل و فنا ہونے کے اعتبار سے اس دنیا کی مثال بیان کرو کہ جیسے آسمان سے پانی نازل ہوتا ہے اس سے وافر مقدار میں سبزہ اگتا ہے جو گنجان ہوتا ہے اور بوجہ کثرت ایک دوسرے میں گھسا ہوتا ہے۔ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ: پھر وہ چورا چورا ہو جائے اور ہوائیں اسے دائیں اور بائیں اڑا رہی ہوں۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا: اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کو فنا کرنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے، زمین و آسمان میں کوئی چیز بھی اسے عاجز نہیں کر سکتی۔

مال و اولاد اور باقی رہنے والی نیکیاں

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا:...... اموال اور اولاد اس فانی دنیا کی زینت ہیں، یہ رہی دنیا کی مثال اور اس کی زینت جب کہ سب کچھ فنا ہونے والا ہے اس دنیا سے صرف احمق ہی دھوکا کھاتا ہے۔ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا: نیکی اور بھلائی کے اعمال کے ثمرات باقی رہتے ہیں ان پر فنا اور بربادی نہیں آتی، یہی وہ چیز ہے جس کی انسان کو امید رکھنی چاہیے، اللہ کے ہاں اسی کا وجود باقی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ: سے مراد پانچ نمازیں ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہر عمل صالح خواہ قول سے اس کا تعلق ہو یا فعل سے باقی رہنے والا ہے اور آخرت میں کام آنے والا ہے۔[1]

حدیث میں ہے۔ سبحان اللہ، والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر یہی باقی رہنے والے اعمال صالحہ ہیں۔ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ: جب اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اس کے مال کا ذکر کیا اب قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ معنی ہے: اس دن کو یاد کرو جب ہم پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیں گے جیسے بادلوں کو ہٹا دیتے ہیں۔ چنانچہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ رہے ہوں گے۔ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً: اور تم زمین کو دیکھو گے کہ وہ ایک کھلا میدان پڑا ہے اس پر پہاڑ، درخت اور عمارتیں نام کو نہیں ہوں گی، زمین کے پہاڑ اکھاڑ دیے جائیں گے، عمارتیں منہدم ہو جائیں گی اور زمین کھلے میدان کی صورت میں دکھائی دے رہی ہوگی۔ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا: ہم اولین و آخرین (اگلے پچھلے سب لوگوں) کو حساب کے لیے جمع کریں گے اور ہم ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا: تمام جہانوں کے پروردگار کے سامنے تمام لوگوں کو صفوں میں پیش کیا جائے گا۔ مقاتل کہتے ہیں: لوگوں کو نماز کی صفوں کی صورت میں صف در صف پیش کیا جائے گا، ہر امت اور ہر گروہ کی ایک ایک صف ہوگی۔[2] حدیث میں ہے: "اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے لوگوں کو صفوں کی حالت میں جمع کرے گا۔" لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ: کفار سے توبیخ کے طور پر کہا جائے گا، یعنی تم ہمارے پاس ننگے پاؤں، ننگے بدن آئے ہو تمہارے ساتھ نہ مال ہے اور نہ ہی اولاد جیسے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا گیا تھا۔

---

[1] طبری نے یہی تفسیر راجح قرار دی ہے اور ان شاء اللہ یہی صحیح ہے۔ [2] القرطبی ۱۰/ ۴۱۷

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا:...... تم نے یہ گمان کیا کہ دوبارہ اٹھائے جانے کا عمل نہیں ہوگا اور جزا وسزا کا کوئی عمل نہیں ہوگا۔

اعمال نامے

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ:...... انسانوں کو ان کے نامہائے اعمال سامنے رکھ کر پیش کر دیے جائیں گے۔ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ: جرائم اور گناہوں کی وجہ سے تم مجرموں کو ڈرے ہوئے دیکھو گے۔ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا: کہیں گے: ہائے ہماری ہلاکت! ہائے ہماری حسرت! ہم نے اپنی دنیوی زندگی میں بہت کوتاہی کی۔ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا: اس نامۂ اعمال کا کیا عالم ہے، اس نے نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی اور نہ ہی بڑی الا یہ کہ ہر بات کو اس میں ضبط تحریر میں لایا گیا ہے اور اس نامہ اعمال نے ہر بات کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا: اور وہ اپنا سب کیا دھرا نامۂ اعمال میں ثبت پائیں گے۔ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا: تمہارا پروردگار بغیر جرم کے کسی انسان کو سزا نہیں دیتا اور نیکوکار کے ثواب سے کمی نہیں کرتا۔

سجدۂ تعظیمی کا حکم

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ:...... اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ تعظیم بجالائیں نہ کہ سجدۂ عبادت۔ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ: یعنی سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ البتہ ابلیس جو جنات میں سے تھا اپنے پروردگار کی اطاعت بجا لانے سے مکر گیا، آیت کریمہ میں صراحت کر دی گئی ہے کہ ابلیس اصلاً جن ہے فرشتوں میں سے نہیں ہے۔ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ: اے بنی آدم! تم شیطان اور شیاطین کی اولاد کو اللہ کے سوا اپنا دوست وحمایتی بناؤ گے، حالاں کہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کا بدل یعنی شیطان کی عبادت ان ظالموں کے لیے بہت برا بدل ہے۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: میرے علاوہ جن شیاطین کی تم عبادت کرتے ہو میں نے انہیں نہ آسمان وزمین کے پیدا کرنے کے وقت بلایا۔ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ: اور نہ ہی خود انہیں پیدا کرنے کے وقت ایک دوسرے کو بلایا، وہ تو بس تمہاری طرح ہیں اور کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے۔ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا: اور میں ایسا نہیں تھا کہ شیاطین کو تخلیق (آسمان وزمین ومخلوقات کی تخلیق) میں اپنا دوست وبازو اور معاون بناتا، پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اطاعت کیسے کرتے ہو؟ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ: اور جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین سے کہے گا: اپنے شرکا کو بلاؤ تا کہ وہ تمہیں میرے عذاب سے بچائیں اور تمہاری سفارش کریں جیسا کہ تمہارا گمان ہے۔ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ: یعنی مشرکین اپنے خداؤں سے فریاد کریں گے پر وہ ان کی فریاد رسی نہیں کر پائیں گے۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا: اور ہم عبادت کرنے والوں (مشرکین) اور ان کے معبودان کے درمیان ہلاکت خیز آڑ کھڑی کر دیں گے، مشرکین اس آڑ کو عبور نہیں کر سکیں گے اور حقیقت میں یہ آڑ آگ ہوگی۔ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا: گناہ گار شعلہ زن آگ کو دیکھیں گے انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں۔ وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا: بوہ اس سے بچنے کی کوئی راہ نہیں پائیں گے، چوں کہ چاروں اطراف سے آگ انہیں گھیر لے گی وہ دوزخ سے بھاگنے کی قدرت نہیں رکھتے ہوں گے۔

بلاغت:...... ان آیات میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں، مختصراً کچھ حسب ذیل ہیں:

اَلْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ: اور فَلْيُؤْمِنْ فَلْيَكْفُرْ: میں طباق ہے۔ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا: اور بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا: میں جنت اور دوزخ کے درمیان مقابلہ بدیعیہ ہے۔ بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ: میں تشبیہ مرسل ومفصل ہے چوں کہ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ مذکور ہے۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ: میں تشبیہ تمثیلی ہے چوں کہ وجہ شبہ متعدد اشیا سے کشید کی گئی ہے اسی طرح وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ: میں بھی تشبیہ تمثیلی ہے۔ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا: میں مبالغہ ہے، مصدر کا اطلاق اسم فاعل پر کیا گیا ہے، یعنی غَوْرًا: بمعنی غائرًا ہے۔ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ: میں حسرت وندامت سے کنایہ ہے چوں کہ حسرت زدہ انسان اپنے ہاتھ ملنا شروع کر دیتا

ہے۔ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ اَوْلِيَآءَ: میں انکار ہے۔

تنبیہ:...... جمہور مفسرین کے نزدیک الباقیات الصالحات سے مراد کلمات ماثورہ ہیں جن میں افضل یہ کلمات ہیں: سبحان اللہ، والحمد للہ ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس کے متعلق حدیث بھی ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا: اے محمد! اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور انہیں خبر کرنا کہ جنت کی نہایت عمدہ اور پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی ہے لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔ (رواہ الترمذی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ
النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ
الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ
لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ
عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ
تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا
لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا
ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ ع ۶
اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا
جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَاۤ اِلَى
الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۫ وَمَاۤ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ
عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَيْنٰهُ
رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ
رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ
سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ
حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ ع ۱۱

اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ
بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ
نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ترجمہ:......اور لوگوں کے لیے ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کے عمدہ مضامین بیان کیے۔ اور انسان جھگڑنے میں بہت زیادہ بڑھ کر ہے ﴿۵۴﴾ اور ہدایت آجانے کے بعد لوگوں کو ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے سے صرف اس بات نے روکا ہے کہ ان کے ساتھ اگلے لوگوں جیسا معاملہ ہوجائے یا ان کے آمنے سامنے عذاب آجائے، ﴿۵۵﴾ اور ہم پیغمبروں کو صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجتے رہے ہیں۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ باطل کے ذریعے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے حق کو ہٹا دیں اور ان لوگوں نے میری آیات کو اور جس چیز سے ان کو ڈرایا گیا مذاق کی چیز بنا رکھا ہے، ﴿۵۶﴾ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا؟ جسے اس کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی گئی سو اس نے ان سے روگردانی کی اور جو کچھ اس نے آگے بھیجا ہے اسے بھول گیا۔ بلاشبہ ہم نے ان کے دلوں پر اس کے سمجھنے سے پردے ڈال دیے ہیں۔ اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے، اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف بلائیں تو ایسی حالت میں ہرگز ہدایت پر نہ آئیں گے، ﴿۵۷﴾ اور آپ کا رب بہت مغفرت کرنے والا ہے رحمت والا ہے، اگر وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے گرفت فرماتا تو ان کے لیے جلد ہی عذاب بھیج دیتا، بلکہ ان کے لیے ایک وقت مقررہ ہے، اس وقت وہ اس سے ورے کوئی پناہ کی جگہ ہرگز نہ پائیں گے، ﴿۵۸﴾ اور ان بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لیے وقت مقرر کر رکھا تھا۔ ﴿۵۹﴾ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے کہا کہ میں برابر چلتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں مجمع البحرین کو پہنچ جاؤں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں۔ ﴿۶۰﴾ سو جب وہ دونوں مجمع البحرین پر پہنچ گئے تو اپنی مچھلی کو بھول گئے سو وہ مچھلی سمندر میں راستہ بنا کر چلی گئی۔ ﴿۶۱﴾ سو جب وہ آگے بڑھ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے کہا کہ ہمارا صبح کا کھانا لاؤ اس میں شک نہیں کہ اس سفر کی وجہ سے ہم کو بڑی تکلیف پہنچ گئی، ﴿۶۲﴾ جوان نے کہا کیا آپ علیہ السلام کو خبر نہیں جب ہم نے پتھر کے پاس ٹھکانہ لیا تھا تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا اور مچھلی کو یاد رکھنا مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا، اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طور پر اپنا راستہ بنا لیا۔ ﴿۶۳﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی وہ موقعہ ہے جس کی ہمیں تلاش تھی۔ سو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر واپس لوٹے۔ ﴿۶۴﴾ سو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی اور ہم نے اپنے پاس سے خاص علم سکھایا تھا۔ ﴿۶۵﴾ موسیٰ علیہ السلام نے اس بندے سے کہا کیا میں اس شرط پر تمہارے ساتھ ہوجاؤں کہ آپ کو جو کچھ علم مفید سکھایا گیا وہ آپ مجھے سکھا دیں۔ ﴿۶۶﴾ اس بندے نے کہا بلاشبہ تم میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر نہیں کر سکتے ﴿۶۷﴾ اور اس چیز پر تم کیسے صبر کروگے جو چیز تمہارے علمی احاطہ میں نہیں ہے؟ ﴿۶۸﴾ موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ علیہ السلام مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ ﴿۶۹﴾ اس بندے نے کہا سو اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو کسی چیز کے بارے میں اس وقت تک مجھ سے کوئی بات مت پوچھنا جب تک میں خود ہی اس کے بارے میں کسی طرح کا ذکر نہ کروں۔ ﴿۷۰﴾ اس کے بعد دونوں چل دیے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوگئے تو اس بندۂ خدا نے کشتی میں شگاف کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم نے اسی لیے شگاف کیا ہے کہ کشتی والوں کو غرق کر دو۔ تم نے تو بڑا بھاری کام کر دیا۔ ﴿۷۱﴾ اس بندے نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ رہتے ہوئے تم صبر نہیں کر سکتے۔ ﴿۷۲﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرے بھول جانے کی وجہ سے میرا مواخذہ نہ کیجیے اور میرے معاملہ میں مجھ پر تنگی نہ ڈالیے۔ ﴿۷۳﴾ پھر دونوں چل دیے یہاں تک کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہوگئی سو اس بندۂ خدا نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک بے گناہ جان کو کسی جان کے بدلے بغیر قتل کر دیا؟ یہ تو آپ نے بہت ہی برا کام کیا۔ ﴿۷۴﴾

ربط و تعارف:......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے دو باغ والے کا قصہ ذکر کیا اور اس مثال کی تطبیق میں دنیوی زندگی اور اس کی ظاہری و عارضی چمک دمک (یعنی مادیت) کی مثال بیان کی اور پھر ان امثال کی غایت و غرض بیان فرمائی یعنی نصیحت و عبرت، پھر اس کے بعد تیسرا قصہ ذکر کیا اور وہ موسیٰ علیہ السلام

وخضر کا قصہ ہے، اس میں عجیب وغریب تکوینی امور بیان فرمائے۔

لغات: قُبُلًا:...... آمنے سامنے۔ مَوْئِلًا: ٹھکانا، جائے پناہ۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: وأل فلانٌ الی کذا یعنی فلاں نے پناہ لی، اعشیٰ کا شعر ہے:

وقد اخالس رب البیت غفلتہ　　　وقد یحاذر منی ثم لا یئل

میں گھر کے مالک کی غفلت کا موقع تلاش کر کے اسے چکما دیتا ہوں، بسا اوقات وہ مجھ سے بچ جاتا ہے پھر اسے نجات نہیں ملتی۔[1]

حُقُبًا:...... حقبۃ کی جمع ہے بمعنی سال اور یہاں حقب سے مراد طویل زمانہ ہے۔ سَرَبًا: زمین کے اندر سرنگ۔ نَصَبًا: تھکاوٹ، مشقت۔ اِمْرًا: امر عظیم۔ نُّكْرًا: قطعی منکر۔

حق کے آگے اپنے آپ کو نہیں جھکانا

تفسیر: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ:...... ہم نے اس قرآن میں امثال بیان کی ہیں، دلائل ومواعظ مکرر لائے ہیں۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا: انسان کی فطرت میں جھگڑا ہے، حق کے آگے اپنے آپ کو نہیں جھکاتا اور ڈانٹ پڑنے پر عبرت نہیں پکڑتا۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰی: جب لوگوں کے پاس اللہ کی طرف سے ہدایت آئی تو انہیں ایمان سے نہیں روکا۔ وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ: اور گناہوں سے استغفار کرنے سے نہیں روکا۔ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ: وہ صرف اس بات کے انتظار میں ہیں کہ پہلے لوگوں کا سا معاملہ ان سے بھی پیش آئے، اس سے مراد ہلاکت ہے۔ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا: یا ان کے سامنے عذاب آ جائے۔ آیت کا معنی ہے کہ مشرکین کو ایمان سے صرف اس بات نے روک رکھا ہے کہ جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے وہ اس کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اسے اپنے سامنے کھلی آنکھوں سے دیکھ لیں جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے: فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ: یعنی ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسادے یا ہمارے اوپر دردناک عذاب لے آ۔[2]

کفار کا باطل باتیں نکال کر جھگڑا کرنا

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ:...... ہم نے پیغمبروں کو خوشخبری دینے اور ڈرسنانے کے لیے بھیجا ہے، ہلاکت اور تباہی و بربادی مسلط کرنے کے لیے نہیں بھیجا، پیغمبر اہل ایمان کو خوشخبری سناتے ہیں اور اہل کفر کو ڈراتے ہیں۔ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ: حق کے واضح ہونے کے باوجود کفار ناحق و باطل باتیں نکال نکال کر جھگڑے کرتے ہیں، تاکہ باطل کے سہارے حق پر غالب آ جائیں، اسی لیے تو وہ خارق عادت امور کا مطالبہ کرتے ہیں اور جلد از جلد عذاب آ جانے کا مطالبہ کرتے ہیں، ایمان لانا ان کا مقصد نہیں بلکہ محض ہنسی و مذاق کرتے ہیں۔ وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا: ان لوگوں نے قرآن اور عذاب جس سے انہیں ڈرایا جاتا ہے کو ہنسی اور مذاق بناتے ہیں۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا: یعنی اس شخص سے بڑا ظالم کوئی نہیں جسے اللہ تعالیٰ کی واضح آیات کی نصیحت کی جائے اور کھلے دلائل اس سے بیان کیے جائیں، وہ ان سے منہ موڑ لے اور بالکل خاطر میں نہ لائے۔ وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ: اس نے جو شنیع جرائم اور قبیح افعال کیے ہیں انہیں بھول جائے اور ان کے انجام کی طرف مطلق دھیان نہ دے۔ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ: ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں جو ان کی قرآن فہمی اور اس کے رموز و اسرار کے ادراک کے آگے حائل ہیں۔ قرآنی مواعظ اور احکام سے نفع نہیں اٹھا سکتے۔ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا: ان کے کانوں میں معنوی ڈاٹ پڑی ہوئی ہے جو انہیں سماع نافع سے روکے ہوئے ہے۔ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا: اگر آپ انہیں ایمان و قرآن کی دعوت دیں تو کبھی بھی آپ کی دعوت قبول نہیں کریں گے۔ چوں کہ وہ نہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی سنتے ہیں۔ ہدایت کے لیے تو ایسے دل ہوتے ہیں جو قبول ایمان کے لیے تیار رہتے ہیں جب کہ یہ لوگ تو چوپایوں کے مانند ہیں۔

---

[1] البحر المحیط ۶/ ۱۳۲ [2] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی معنی بیان کیا ہے، یہی ابن کثیر کا مختار معنی ہے مختصر ابن کثیر ۲/ ۴۲۵

اللہ ظالم کو مہلت تو دیتا ہے لیکن چھوڑتا نہیں

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ:...... اے محمد! آپ کا پروردگار وسیع مغفرت اور عظیم رحمت کا مالک ہے، اپنے بندوں کو بخش دیتا ہے اور ان پر رحم کرتا ہے باوجود یہ کہ وہ گناہ کرتے رہتے ہیں۔ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ: جن گناہوں اور جرائم کا یہ ارتکاب کرتے ہیں ان کی پاداش میں اگر انہیں عذاب دیا جائے تو انہیں دنیا میں جلد از جلد عذاب مل جاتا، لیکن اللہ نے انہیں مہلت دی ہوئی ہے اور ان پر مہربان ہونے کی خاطر عذاب میں تاخیر کر رکھی ہے، سنت اللہ ہے کہ ظالم کو مہلت تو دی جاتی ہے اسے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا جاتا۔ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا: بلکہ ان کے لیے قیامت کے دن ایک اور وقت مقرر ہے جس میں وہ ہولناکیاں دیکھیں گے اور اپنے لیے کوئی ٹھکانا نہیں پائیں گے۔ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا: یہ گزشتہ امتوں اور پہلی قوموں کے واقعات ہیں جیسے قوم ھود، قوم صالح، قوم لوط، قوم شعیب جب انہوں نے ظلم کیا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا: ہم نے ان کی ہلاکت کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ کیا یہ مکذبین و معاندین عبرت حاصل نہیں کرتے؟ آیت میں کفار قریش کے لیے تہدید و وعید ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: معنی ہے: اے مشرکین! اس عذاب سے ڈرو جو پہلے لوگوں پر آیا تم نے تو نبی آخر الزماں اور سید الانبیا کی تکذیب کی ہے، تم پہلے لوگوں سے معزز و محترم نہیں ہو میرے عذاب اور میری پکڑ سے ڈرو۔[1]

مجمع البحرین پر مچھلی کا عجیب واقعہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ:...... یہ اس سورت کا تیسرا قصہ ہے۔ آیت کا معنی ہے۔ اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے نوجوان (شاگرد) یوشع بن نون سے کہا: میں لگاتار محو سفر رہوں گا یہاں تک کہ بحیرۂ فارس اور بحیرۂ روم کے سنگم تک پہنچ جاؤں، چنانچہ یہی جگہ مجمع البحرین ہے۔[2] اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا: یا میں طویل زمانے تک چلتا رہوں گا یہاں تک کہ اس جگہ پہنچ جاؤں۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا: جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کا نوجوان شاگرد مقررہ جگہ مجمع البحرین پہنچے تو یوشع موسیٰ علیہ السلام کو مچھلی کا عجیب واقعہ بتانا بھول گئے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اپنے ساتھ توشہ دان میں مچھلی رکھ لیں جہاں بھی مچھلی کو گم پاؤ وہیں وہ نیک و صالح شخص تمہیں ملے گا۔ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا: چنانچہ مچھلی نے سمندر میں سرنگ نما راستہ بنا لیا (اور مچھلی سمندر میں کود گئی) مفسرین کہتے ہیں: توشہ دان میں بھنی ہوئی مچھلی تھی، مچھلی توشہ دان سے باہر آئی اور سمندر میں داخل ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے داخل ہونے کے راستے کو جوں کا توں سرنگ نما باقی رکھا اور سوراخ کے آس پاس کا پانی جامد کر دیا، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا: جب مجمع البحرین کی مقررہ جگہ طے کر گئے۔ جب کہ ملاقات کی یہی جگہ تھی، موسیٰ علیہ السلام نے نوجوان سے کہا: ناشتہ لاؤ۔ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا: ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ ہو گئی ہے، موسیٰ علیہ السلام چٹان سے آگے ایک رات اور دن کا کچھ حصہ آگے بڑھ گئے تھے۔

بھنی ہوئی مچھلی کا سمندر میں کود جانا

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ:...... جب موسیٰ علیہ السلام نے نوجوان یوشع علیہ السلام سے ناشتے کے لیے مچھلی طلب کی تو انہوں نے جواب دیا: بھلا بتائیں! جس چٹان پر ہم دم لینے بیٹھے تھے اور آپ وہاں سو گئے تھے وہاں عجیب واقعہ رونما ہوا۔ چنانچہ مچھلی توشہ دان سے برآمد ہوئی اور پھر سمندر میں داخل ہوئی، جہاں سے سمندر میں داخل ہوئی وہاں طاقچہ نما سوراخ بن گیا، جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کو بتانا بھول گیا۔ وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ: مجھے شیطان نے بھلا دیا کہ یہ عجیب قصہ آپ کو بتاتا۔ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا: مچھلی نے سمندر میں راستہ بنا لیا، بھنی ہوئی مچھلی کا سمندر میں کود جانا اور پھر اس کے داخل ہونے کا راستہ سوراخ بن جانا عجیب واقعہ ہے، نوجوان اس

[1] مختصر ابن کثیر ۲/ ۴۲۶ [2] طبری نے قتادہ سے یہی نقل کیا ہے ۱۵/ ۲۷۱

واقعہ پر تعجب کرنے لگا۔ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ: موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہی مطلوبہ جگہ ہے چوں کہ ہمارے مقصد پر یہی علامت ہے، نیک وصالح شخص کے ملاقات کرنے کی یہی جگہ ہے۔ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا: جس راستے آئے تھے اسی راستے پر واپس پلٹ گئے تاکہ راستے سے ہٹ نہ جائیں۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ: دونوں نے اسی چٹان کے پاس خضر علیہ السلام کو پایا۔ حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر کو اس حال میں پایا کہ وہ زمین پر چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: السلام علیکم! خضر علیہ السلام نے سر اوپر اٹھایا اور کہا: تمہاری سرزمین میں کہاں کی سلامتی ہے؟[1]

اخلاص وتقویٰ کا صلہ

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا: ......ہم نے خضر کو نعمت عظیمہ اور فضل کبیر عطا کیا، اس سے مراد وہ کرامات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر کیں۔[2] وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا: ہم نے انہیں ایسا علم عطا کیا جو ہمارے ساتھ مخصوص ہے، یہ علم کسی کو ہماری توفیق ہی سے ملتا ہے، یہ غیب کی باتوں کا علم ہے، علما کہتے ہیں: یہ علم ربانی ہے جو اخلاص وتقویٰ کا صلہ ہوتا ہے اسے علم لدنی کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ یہ علم اپنے اس بندے کو عطا کرتا ہے جو خالص اس کی بندگی کرے، علم لدنی کسبی نہیں بلکہ وھبی ہے، اللہ اسی کو عطا فرماتا ہے جسے قرب، ولایت اور کرامت سے نوازے۔

رفاقت کی چند شرائط

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا: ......کیا آپ مجھے اپنی رفاقت اختیار کرنے کی اجازت دیں گے تاکہ میں آپ سے اکتساب علم کروں جو مجھے زندگی میں رشد وہدایت سے سرفراز کرے؟ مفسرین کہتے ہیں: یہ مخاطبہ اور مکالمہ ہے جس میں تواضع وانکساری کا پہلو نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ یہ اللہ کے پیغمبر کا خصوصی وصف ہے، جو شخص طالب علم ہو اسے بھی اس وصف سے متصف ہونا چاہیے۔ اور استاذ سے نرمی اور عاجزی سے پیش آئے۔ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا: خضر نے کہا: آپ میرے ساتھ رہ کر جن امور (عجیبہ) کو دیکھو گے ان پر صبر نہیں کرسکیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی جو کچھ میں کروں گا آپ اس پر ہرگز صبر نہیں کرسکیں گے، چوں کہ مجھے اپنے پروردگار کے غیب کے علم سے دیا گیا ہے۔[3] وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا: بھلا آپ ایسی بات پر کیسے صبر کریں گے جس کا ظاہر منکر اور برائی ہو اور اس کے باطن کو آپ نہ جانتے ہوں؟ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا: ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے، میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔

کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دینا

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا: ......سفر شروع کرنے سے پہلے خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شرائط عائد کردیں: یہ کہ موسیٰ علیہ السلام ان سے کوئی سوال نہیں کریں گے، یہ کہ خضر جو کچھ تصرف کریں اس کی وضاحت طلب نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ خود ہی اس راز کو عیاں کردیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کی شرائط تسلیم کرلیں چوں کہ آداب علم کی رعایت اسی میں ہے۔ آیت کا معنی ہے: میں جو کچھ بھی کروں اس کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھو یہاں تک کہ میں خود اسے بیان کردوں۔ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا: حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام نے ساحل سمندر پر چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک کشتی ان کے پاس سے گزری، سواروں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا چنانچہ بغیر کرائے کے ان دونوں کو کشتی میں سوار کرلیا، جب کشتی سمندر میں لہروں کے دوش پر رواں دواں ہوئی، خضر علیہ السلام نے کلہاڑا لیا اور کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ ڈالا۔

---

[1] حدیث تفصیلاً آرہی ہے۔ [2] صحیح قول یہی ہے کہ خضر علیہ السلام نبی نہیں ہیں بلکہ اللہ کے نیک بندے اور ولی مقرب ہیں، ان کے ہاتھ پر جو کرامات ظاہر کی گئیں ان میں مخلوق کی تعلیم ہے۔ [3] اس سے مراد تکوینیات کا علم ہے جو بالواسطہ ہے جب کہ علم غیب بلاواسطہ ہوتا ہے۔

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا:...... موسیٰ علیہ السلام نے ناواقفی کے عالم میں خضر سے کہا: کیا آپ نے کشتی کا تختہ اس لیے اکھاڑ ڈالا اور کشتی میں سوراخ کر دیا تا کہ اس میں سوار لوگوں کو پانی میں غرق کر دو؟ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا: تم نے بہت سخت برا کام کیا، روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ دیکھا تو اپنی چادر سے سوراخ بند کرنا شروع کر دیا پھر خضر سے کہا: ان لوگوں نے ہم سے کرایہ لیے بغیر کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کا یہ صلہ دیا کہ کشتی میں سوراخ کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کشتی میں سوار لوگ سمندر میں ڈوب جائیں گے، یقیناً آپ نے بہت برا کام کیا۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا: میں نے آپ کو شروع میں نہیں کہا تھا کہ آپ میرے کاموں کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکیں گے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نرمی کے ساتھ مخالفت شرط پر آگاہ کیا۔ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ: شرط کی مخالفت کرنے پر اور معاہدہ کے بھول جانے پر میری دارو گیری نہ کریں۔ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا: مجھے اپنی صحبت میں مشکل میں نہ ڈالیں اور میرے ساتھ آسانی کا معاملہ کریں تنگی اور سختی سے دور رکھیں۔

لڑکے کا سرتن سے جدا کر دینا

فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ:...... یعنی خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عذر قبول کر لیا اور کشتی سے اترنے کے بعد دونوں نے چلنا شروع کر دیا۔ چنانچہ چند لڑکوں کے پاس سے گزرے، وہ آپس میں کھیل رہے تھے، ان میں ایک خوبصورت لڑکا بھی تھا، خضر علیہ السلام نے اسے روک لیا اور پھر ہاتھ سے کھینچ کر اس کا سرتن سے جدا کر کے زمین پر پھینک دیا۔ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیا آپ نے ایسی پاک جان کو قتل کر دیا جس سے کوئی جرم صادر نہیں ہوا، اور نہ اس نے کسی کو قتل کیا کہ اس کے بدلے میں آپ اسے قتل کرتے۔ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا: آپ نے بہت برا کام کیا، اس پر خاموش رہنے کی کوئی تک ہی نہیں بنتی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بار شرط نہیں بھولے تھے اور نہ بے احتیاطی کی، البتہ جب برائی کو دیکھا اس پر قصداً آواز بلند کی، یقیناً غیر شرعی کام بلکہ ظلم کو دیکھ کر اعتراض کرنا بجا ہے چہ جائے کہ شرط کی پاسداری کرتے، اس آیت میں نُّكْرًا کہا یعنی سخت بُرا کام، نہایت فتیح، جب کہ سابقہ آیت میں اَمْرًا ہے۔ نُّكْرًا، اَمْرًا سے زیادہ بلیغ ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا: أقتلت نفسًا زكيةً تو خضر کو غصہ آیا اور مردہ لڑکے کا بائیں کا ندھا بدن سے الگ کیا پھر ہڈی سے گوشت چھیلا، کیا دیکھتے ہیں کہ ہڈی پر لکھا ہے "یہ کافر ہے، اللہ پر کبھی ایمان نہیں لائے گا۔"[1]

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان و بدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں۔

مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ: اور نَسِيْتُ وَاُذْكُرْ: میں طباق ہے۔

تنبیہ:...... علامہ قرطبی کہتے ہیں: انبیا کی کرامات ثابت ہیں ان پر آیات اور احادیث متواترہ دلالت کرتی ہیں۔ ان کا انکار صرف بدعتی، منکر اور فاسق ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے حق میں مختلف نشانیاں ظاہر کی ہیں چنانچہ سردیوں کے پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کے پھل سردیوں میں انہیں عطا کیے، حضرت مریم علیہا السلام نے سوکھی ٹہنی ہلائی، ٹہنی سے پھل گرنے لگا، جب کہ مریم علیہا السلام نبیہ نہیں تھیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ پر بھی کرامات ظاہر کیں جیسے کشتی میں سوراخ کر دینا، لڑکا قتل کر دینا اور دیوار سیدھی کر دینا الخ۔

(القرطبی ۲۸/۱۱)

(پندرہویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک)

---

[1] القرطبی ۳۲/۱۱

پارہ نمبر ۱۶ ...... قَالَ اَلَمۡ

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنۡ سَاَلۡتُكَ عَنۡ شَىۡءٍۢ بَعۡدَهَا فَلَا تُصٰحِبۡنِىۡ ۚ نصف
قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّىۡ عُذۡرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا ٜ حَتّٰٓى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهۡلَ قَرۡيَةِ اِ۟سۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا فَاَبَوۡا اَنۡ يُّضَيِّفُوۡهُمَا
فَوَجَدَا فِيۡهَا جِدَارًا يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّنۡقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ
بَيۡنِىۡ وَبَيۡنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاۡوِيۡلِ مَا لَمۡ تَسۡتَطِعْ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِيۡنَةُ فَكَانَتۡ لِمَسٰكِيۡنَ
يَعۡمَلُوۡنَ فِى الۡبَحۡرِ فَاَرَدْتُّ اَنۡ اَعِيۡبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمۡ مَّلِكٌ يَّاۡخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا ﴿٧٩﴾ وَاَمَّا الۡغُلٰمُ
فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا ۚ ﴿٨٠﴾ فَاَرَدۡنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيۡرًا مِّنۡهُ
زَكٰوةً وَّاَقۡرَبَ رُحۡمًا ﴿٨١﴾ وَاَمَّا الۡجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيۡنِ يَتِيۡمَيۡنِ فِى الۡمَدِيۡنَةِ وَكَانَ تَحۡتَهٗ كَنۡزٌ لَّهُمَا وَكَانَ
اَبُوۡهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنۡ يَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسۡتَخۡرِجَا كَنۡزَهُمَا ۖ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلۡتُهٗ
عَنۡ اَمۡرِىۡ ؕ ذٰلِكَ تَاۡوِيۡلُ مَا لَمۡ تَسۡطِعْ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا ؕ ﴿٨٢﴾ وَيَسۡـئَلُوۡنَكَ عَنۡ ذِى الۡقَرۡنَيۡنِ ؕ قُلۡ سَاَتۡلُوۡا ع ١٠ ١٢ ١
عَلَيۡكُمۡ مِّنۡهُ ذِكۡرًا ؕ ﴿٨٣﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الۡاَرۡضِ وَاٰتَيۡنٰهُ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ سَبَبًا ۙ ﴿٨٤﴾ فَاَتۡبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰٓى
اِذَا بَلَغَ مَغۡرِبَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِىۡ عَيۡنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنۡدَهَا قَوۡمًا ؕ قُلۡنَا يٰذَا الۡقَرۡنَيۡنِ اِمَّاۤ
اَنۡ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنۡ تَتَّخِذَ فِيۡهِمۡ حُسۡنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنۡ ظَلَمَ فَسَوۡفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ
فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكۡرًا ﴿٨٧﴾ وَاَمَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالۡحُسۡنٰى ۚ وَسَنَقُوۡلُ لَهٗ مِنۡ اَمۡرِنَا
يُسۡرًا ؕ ﴿٨٨﴾ ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلٰى قَوۡمٍ لَّمۡ نَجۡعَلْ لَّهُمۡ مِّنۡ
دُوۡنِهَا سِتۡرًا ۙ ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدۡ اَحَطۡنَا بِمَا لَدَيۡهِ خُبۡرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيۡنَ السَّدَّيۡنِ
وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمَا قَوۡمًا ۙ لَّا يَكَادُوۡنَ يَفۡقَهُوۡنَ قَوۡلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوۡا يٰذَا الۡقَرۡنَيۡنِ اِنَّ يَاۡجُوۡجَ وَمَاۡجُوۡجَ
مُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَهَلۡ نَجۡعَلُ لَكَ خَرۡجًا عَلٰٓى اَنۡ تَجۡعَلَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَهُمۡ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىۡ
فِيۡهِ رَبِّىۡ خَيۡرٌ فَاَعِيۡنُوۡنِىۡ بِقُوَّةٍ اَجۡعَلۡ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ رَدۡمًا ۙ ﴿٩٥﴾ اٰتُوۡنِىۡ زُبَرَ الۡحَدِيۡدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى
بَيۡنَ الصَّدَفَيۡنِ قَالَ انْفُخُوۡا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوۡنِىۡۤ اُفۡرِغۡ عَلَيۡهِ قِطۡرًا ؕ ﴿٩٦﴾ فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ
يَّظۡهَرُوۡهُ وَمَا اسۡتَطَاعُوۡا لَهٗ نَقۡبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّىۡ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّىۡ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ

وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾
وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا ع ۱۱
جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ
وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ
كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ ع ۱۲
كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ:......اس بندۂ خدا نے کہا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر نہیں کر سکتے۔﴿۷۵﴾ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق کچھ پوچھوں تو آپ علیہ السلام مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھیے بے شک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں،﴿۷۶﴾ پھر دونوں چل دیے، یہاں تک کہ ایک گاؤں کے رہنے والوں پر گزرے دونوں نے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا سو انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس بستی میں ان دونوں نے ایک دیوار کو پایا جو گرنے ہی کو ہو رہی تھی، اس بندۂ خدا نے اسے سیدھا کر دیا موسیٰ نے کہا: اگر آپ چاہتے تو مزدوری کے طور پر اس عمل پر کچھ لے لیتے،﴿۷۷﴾ اس بندۂ خدا نے کہا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی کا وقت ہے۔ میں تمہیں ان چیزوں کی حقیقت ابھی بتلا دوں گا جن پر تم صبر نہ کر سکے۔﴿۷۸﴾ کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے، سو میں نے کہا کہ اسے عیب والی کر دوں، اور ان لوگوں کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو چھین لیا کرتا تھا،﴿۷۹﴾ اور رہا لڑکے کا معاملہ سو بات یہ ہے کہ اس کے ماں باپ مؤمن تھے تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ ان دونوں کو سرکشی میں اور کفر میں نہ ڈال دے،﴿۸۰﴾ سو ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں اس لڑکے کے بدلے اس سے بہتر ایسی اولاد عطا فرمادے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور رحم کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔﴿۸۱﴾ اور رہی دیوار تو اس کی صورتحال یہ ہے کہ وہ اس شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، سو تیرے رب نے ارادہ فرمایا کہ یہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنے خزانے کو نکال لیں یہ تیرے رب کی مہربانی کی وجہ سے ہے۔ اور یہ کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیے، یہ ہے ان باتوں کی حقیقت جن پر تم صبر نہ کر سکے۔﴿۸۲﴾ اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ میں ابھی تمہارے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں،﴿۸۳﴾ بلاشبہ ہم نے ذوالقرنین کو زمین میں حکومت دی تھی اور اسے ہر چیز کا سامان دیا تھا۔﴿۸۴﴾ پھر وہ ایک راہ پر روانہ ہو گیا﴿۸۵﴾ یہاں تک کہ جب سورج کے چھپنے کی جگہ پر پہنچا تو سورج کو ایک سیاہ چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا اور اس موقع پر اس نے ایک قوم دیکھی، ہم نے کہا اے ذوالقرنین! آپ ان کو سزا دو اور یا ان میں خوبی کا معاملہ اختیار کرو۔﴿۸۶﴾ اس نے کہا جس نے ظلم کیا سو ہم عنقریب اسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا سو وہ اسے برا عذاب دے گا۔﴿۸۷﴾ اور جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے اس کے لیے بدلے میں

بھلائی ہے، اور ہم اس کے بارے میں اپنے کام میں آسانی کی بات کہیں گے۔ ﴿۸۸﴾ پھر وہ ایک راہ پر روانہ ہو گیا۔ ﴿۸۹﴾ یہاں تک کہ جب وہ ایسی جگہ پر پہنچا جو آفتاب طلوع ہونے کی جگہ تھی تو اس نے دیکھا کہ سورج ایسے لوگوں پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لیے ہم نے آفتاب سے ورے کوئی پردہ نہیں رکھا۔ ﴿۹۰﴾ یہ بات یوں ہی ہے اور ہم کو ان سب چیزوں کی خبر ہے جو اس کے پاس تھیں۔ ﴿۹۱﴾ وہ پھر ایک راہ پر چلا ﴿۹۲﴾ یہاں تک کہ ایسی جگہ پر پہنچ گیا جو دو پہاڑوں کے درمیان تھی۔ ان پہاڑوں سے ورے اس نے ایسی قوم کو پایا جو بات سمجھنے کے قریب بھی نہ تھے۔ ﴿۹۳﴾ وہ کہنے لگے کہ اے ذوالقرنین! بلاشبہ یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ سو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کے لیے اس شرط پر کچھ مال جمع کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک آڑ بنا دیں۔ ﴿۹۴﴾ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ میرے رب نے جو کچھ اختیار و اقتدار عطا فرمایا ہے وہ بہتر ہے، سو تم قوت کے ساتھ میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دوں گا۔ ﴿۹۵﴾ میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لے آؤ یہاں تک کہ جب دونوں سروں کے درمیان کو برابر کر دیا تو حکم دیا کہ اس کو دھونکو، یہاں تک کہ جب اس کو آگ بنا دیا تو ان سے کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تا کہ میں اس پر ڈال دوں ﴿۹۶﴾ سو وہ لوگ نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے۔ ﴿۹۷﴾ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے سو جب میرے رب کا وعدہ آ جائے گا تو اس کو چورا چورا کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ حق ہے۔ ﴿۹۸﴾ پھر ہم اس دن ان کو چھوڑ دیں گے بعض بعض میں گھستے رہیں گے اور صور پھونکا جائے گا سو ہم سب ہی کو جمع کر لیں گے۔ ﴿۹۹﴾ اور اس دن ہم کافروں کے سامنے دوزخ پیش کر دیں گے۔ ﴿۱۰۰﴾ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ سن بھی نہ سکتے تھے۔ ﴿۱۰۱﴾ سو کیا پھر بھی کافروں کو یہ خیال ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو کارساز بنا لیں بلاشبہ ہم نے کافروں کے لیے دوزخ کو مہمانی کے طور پر تیار کر رکھا ہے۔ ﴿۱۰۲﴾ آپ فرما دیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگ بتا دیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں، ﴿۱۰۳﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش دنیاوی زندگی میں ضائع ہو گئی اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ ﴿۱۰۴﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا سو ان کے اعمال حبط ہو گئے سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہ کریں گے، ﴿۱۰۵﴾ یہ ان کی سزا ہو گی یعنی دوزخ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں کا اور میرے رسولوں کا مذاق بنا لیا ﴿۱۰۶﴾ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کی مہمانی فردوس کے باغ ہیں ﴿۱۰۷﴾ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے وہاں سے وہ کہیں جانا نہ چاہیں گے۔ ﴿۱۰۸﴾ آپ فرما دیجیے کہ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے روشنائی ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے۔ اگرچہ ہم اس سمندر میں بڑھانے کے لیے اسی جیسا دوسرا سمندر لے آئیں، آپ فرما دیجیے کہ میں تو بشر ہی ہوں تمہارے جیسا میری طرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، سو جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہو سو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ ﴿۱۱۰﴾

ربط و تعارف:...... قبل ازیں خضر علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا اس کے بعد ذی القرنین کا قصہ، شرق و غرب کی طرف سفر اور یاجوج و ماجوج کی بندش کے لیے دیوار تعمیر کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ چوتھا قصہ ہے، یہ چاروں قصص عقیدہ و ایمان کے اعتبار سے باہم مربوط ہیں اور یہی سورت کا اصلی ہدف ہے۔

لغات: ذِی الْقَرْنَیْنِ:...... یہ اسکندر مقدونی ہے جو کہ ایک نیک و صالح بادشاہ تھا اور اسے اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت سے سرفراز کیا تھا، اسے ذوالقرنین اس لیے کہا جاتا ہے چوں کہ اس نے مشرق تا مغرب بادشاہت کی، یہ مسلمان و عادل بادشاہ تھا۔ شاعر کہتا ہے:

قد كان ذوالقرنين قبلی مسلمًا ۔۔۔ ملكًا علا فی الأرض غير مفند

بلغ المشارق والمغارب يبتغی ۔۔۔ أسباب ملك من كريم سيد

مجھ سے پہلے ذوالقرنین بادشاہ بھی گزرا ہے جو مسلمان تھا اور اس نے زمین پر زبردست بادشاہت قائم کی

اسے کہیں بھی ندامت نہیں اٹھانی پڑی، وہ مشرق تا مغرب پہنچا اور اللہ تعالیٰ سے بادشاہت کے اسباب تلاش کرتا رہا۔

حَمِئَةٍ:......سیاہ کیچڑ۔ سَدًّا: اَلسد: رکاوٹ، دو چیزوں کے درمیان حائل رکاوٹ۔ رَدْمًا: دیوار نما بڑی رکاوٹ، ردم سد سے بڑی ہوتی ہے،

اس کے حصے ایک دوسرے میں پیوست ہوتے ہیں۔ الردم الحاجز مضبوط قلعہ۔ زُبَرَ الْحَدِيْدِ: لوہے کے مضبوط پرت، لوہے کی ڈھلی ہوئی موٹی مضبوط چادر۔ الصَّدَفَيْنِ: پہاڑ کی دو اطراف، ابوعبیدہ کہتے ہیں: الصدف: ہر اونچی اور بڑی تعمیر۔ قِطْرًا: پگھلا ہوا تانبا۔ نَقْبًا: سوراخ۔ دَكَّاءَ: مد کوك یعنی کسی چیز کو گرا کر زمین کے ساتھ ہموار کر دیا گیا ہو تو اسے دکاء کہتے ہیں۔ يَمُوْجُ: خلط ہوتا ہے، مضطرب ہوتا ہے۔ الْفِرْدَوْسِ: فراء کہتے ہیں ایسا باغ جس میں انگور ہوں، ثعلب کہتے ہیں: ہر وہ باغ جس کے گرد چار دیواری ہو وہ فردوس ہے۔

شانِ نزول: الف: ......قتادہ کہتے ہیں: یہود نے نبی کریم ﷺ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؀[1]

ب: ......مجاہد کہتے ہیں: ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں صدقہ کرتا ہوں اور صلہ رحمی بھی کرتا ہوں میں یہ عمل صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کرتا ہوں۔ چناں چہ جب لوگوں میں میرا تذکرہ ہوتا ہے اور میری تعریف کی جاتی ہے تو اس سے میرا جی خوش ہوتا ہے اور مجھے مسرت ہوتی ہے، رسول کریم ﷺ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ؁[2]

تفسیر: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا: ......کیا میں نے اس بات کی تعیین کرتے ہوئے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے کاموں کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکیں گے؟ مفسرین کہتے ہیں: خضر علیہ السلام پہلی بار توقیر سے پیش آئے اس لیے "کاف خطاب کا" نہیں لائے اور جب دوسری بار خطاب کیا تو کاف خطابیہ لائے اور کہا: اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ (گویا لہجے میں قدرے سختی لائی) چوں کہ یہاں عذر نہیں رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اب اپنی خاطر جمع کی اور دیکھا کہ انہوں نے شرط کی دوبارہ مخالفت کر دی ہے، اپنا دفاع کیا اور خضر علیہ السلام کے سامنے دوٹوک بات رکھ دی۔ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ: اس کے بعد اگر میں نے آپ کو ٹوکا اور کسی بات پر اعتراض کیا تو میری مصاحبت کو ختم کر دیں۔ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا: یقیناً آپ میری طرف سے حد عذر کو پہنچ گئے ہیں اور آپ کی طرف سے اتمام حجت ہو چکا اور آپ معذور ہوں گے چوں کہ میں تین بار شرط کی مخالفت کر چکا ہوں گا۔

دیوار سیدھا کرنے کا واقعہ

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓي اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا: ......دونوں نے آگے چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک بستی میں جا پہنچے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ انطاکیہ کی بستی تھی، چناں چہ بستی والوں سے کھانا طلب کیا، بستی والے کمینے لوگ تھے بھوکے کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور اپنے ہاں کسی کو مہمان نہیں بناتے تھے چناں چہ انہیں مہمان بنانے سے انکار کر دیا اور نہ انہیں کھانا کھلایا۔ فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ: پھر انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو ایک طرف مائل تھی اور قریب تھا کہ کسی بھی وقت گر جاتی۔ فَاَقَامَهٗ: خضر علیہ السلام نے ہاتھ رکھا اور دیوار سیدھی کھڑی کر دی۔ دوسرا قول ہے کہ پہلے دیوار گرائی پھر اسے تعمیر کیا، دونوں روایتیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا: خضر علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر آپ بستی والوں سے اس کام کی مزدوری لے لیتے پھر ہم اس سے کھانا خریدتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس لیے اعتراض کیا چوں کہ خضر علیہ السلام نے نااہل لوگوں کے ساتھ بھلائی کی۔ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا: ہم نے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا انہوں نے ہمیں کھانا نہیں دیا، ہم نے ان سے مہمانی کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے ہمیں اپنے ہاں مہمان نہیں رکھا پھر آپ ان لوگوں کی دیوار تعمیر کرنے بیٹھ گئے، اگر آپ چاہتے اس کام پر مزدوری لے سکتے تھے۔

---

[1] اسباب النزول ۱۷۲ [2] القرطبی ۱۱/۷۰

مسائل ثلاثہ کی حکمت

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ:...... خضر علیہ السلام نے کہا: یہی میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت ہے، اور آپ نے خود اس کی تعیین بھی کی ہے۔ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا: میں آپ کو ان تین مسائل جن کے متعلق آپ نے مجھ پر اعتراض کیا کی حکمت بتائے دیتا ہوں جب کہ آپ ان مسائل کی حکمت سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، مجھے پسند ہے کہ موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے امور سے آگاہ کرتا، اگر موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے ساتھ رک جاتے عجیب امور دیکھتے۔[1] اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ: یہاں سے ان عجیب امور کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے جن پر موسیٰ علیہ السلام صبر نہ کر سکے تھے، چناں چہ رہی بات کشتی کی جس کا میں نے تختہ اکھاڑ دیا تھا، دراصل وہ کمزور لوگوں کی ملکیت تھی وہ ظالموں کے خلاف مدافعت کی قدرت نہیں رکھتے تھے، یہ لوگ سمندر میں کشتی پر رزق کماتے تھے۔ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا: میں نے اس کا تختہ اکھاڑ کر اسے عیب دار بنا دیا تا کہ ظالم بادشاہ اس کشتی پر غاصبانہ قبضہ نہ کرے اور اسے عیب دار دیکھ کر چھوڑ دے۔ وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ: ان کے آگے ایک ظالم و کافر بادشاہ ان تاک میں لگا بیٹھا ہے۔ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا: جو کشتی بھی صحیح اور بے عیب دیکھتا ہے اسے غصب کر لیتا ہے۔

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ:...... رہی بات اس لڑکے کی جسے میں نے قتل کر دیا تھا وہ کافر تھا جب کہ اس کے والدین مؤمن تھے۔ حدیث میں ہے: وہ لڑکا جسے خضر نے قتل کر دیا تھا وہ نرا کافر تھا، اگر زندہ رہتا والدین کو گمراہ کر کے کافر بنا دیتا۔[2] فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا: ہمیں اندیشہ ہوا کہ اس کی محبت والدین کو کفر و ضلالت پر نہ اکسا دے۔ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا: ہم نے اسے قتل کر کے چاہا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں والدین کو نیک و صالح اولاد عطا فرمائے جو اس کافر سے بدرجہا افضل ہو اور والدین کی زیادہ فرمانبردار ہو۔ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا: رہی وہ دیوار جسے میں نے تعمیر کیا اور تعمیر پر اجرت نہیں لی جو گری جا رہی تھی اس کے نیچے سونا اور چاندی چھپا کر رکھا گیا ہے جو دو یتیم لڑکوں کی ملکیت ہے۔ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا: ان کا والد پرہیزگار اور نیک صالح شخص تھا، چناں چہ اس کی نیکوکاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا خزانہ محفوظ رکھا۔[3] مفسرین کا قول ہے کہ آباؤ اجداد کی نیکوکاری اولاد کے لیے بھی نفع بخش ہے اور آباؤ اجداد کا تقویٰ اولاد کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا: اللہ تعالیٰ نے اس سے چاہا کہ وہ جوانی کی عمر کو پہنچیں اور دیوار کے نیچے سے خزانہ نکال لیں۔ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ: ان کے والد کے نیکوکار ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان یتیموں پر خصوصی رحمت فرمائی۔ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ: آپ نے جو دیکھا کہ میں نے کشتی کا تختہ اکھاڑ ڈالا، ایک لڑکا قتل کیا اور بلا اجرت دیوار تعمیر کی، یہ کام میں نے محض اپنی رائے اور اجتہاد سے نہیں کیے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیے ہیں۔ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا: وہ امور جن پر آپ صبر نہیں کر سکے اور میرے آپ کو خبر دینے سے پہلے آپ نے مجھ پر اعتراض کیا یہ ان کی تفسیر و وضاحت ہے۔

قصہ ذوالقرنین

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ:...... اے محمد! یہود آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا کیا قصہ ہے؟ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا: آپ ان سے کہہ دیجیے: میں تمہیں اس کا قصہ بیان کرتا ہوں اور قرآن وحی کے ذریعے میں تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں۔ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا: ہم نے اس کے لیے بادشاہت، سلطنت، فتوحات اور آبادکاری کے اسباب مہیا کیے اور اسے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے جن اسباب علم و قدرت اور تصرف کی ضرورت تھی وہ سب ہم نے عطا کیے، مفسرین کہتے ہیں: ذوالقرنین ''اسکندر یونانی'' ہے

---

[1] ھذا جزء من حدیث اخرجہ الشیخان [2] رواہ مسلم [3] ایک اور قول کے مطابق خزانہ یتیموں کی ساتویں پشت کی ایک دادا نے گاڑ رکھا تھا، ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کا حقیقی والد تھا اور یہی راجح ہے۔

جس نے مشرق تا مغرب حکومت کی، اسی وجہ سے ذوالقرنین کے نام سے موسوم ہوا، یہ مؤمن بادشاہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر حکومت عطا کی اس نے حکومت میں عدل وانصاف سے کام لیا اور نیکوکاری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اسکندر ذوالقرنین حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان زمانہ فترت میں گزرا ہے۔ روایت ہے کہ پوری زمین پر چار آدمیوں نے بادشاہت کی ہے۔ دو مؤمن ہیں اور دو کافر حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین مؤمن تھے جب کہ نمرود اور بخت نصر کافر تھے۔[1]

ذوالقرنین کا مشرق ومغرب کا سفر

فَاَتْبَعَ سَبَبًا:...... وہ اس راستے پر چلا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے آسان کر دیا تھا اور وہ سوئے مغرب عازم سفر ہوا۔ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ: یہاں تک کہ جب وہ سورج غروب ہونے کی جگہ پہنچا۔ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ: اس نے سورج کو دلدل میں ڈوبتے پایا۔ یہ حسب مشاہدہ ہے حسب حقیقت نہیں ہے۔ چوں کہ سورج بڑی جسامت رکھتا ہے وہ کسی چشمہ میں نہیں ڈوب سکتا۔ امام رازی کہتے ہیں: جب ذوالقرنین انتہائے مغرب تک جا پہنچا اس کے بعد آبادی نہیں تھی، سورج کو یوں ڈوبتے دیکھا گویا سورج دلدل جیسے سیاہ چشمہ میں ڈوب رہا ہے اگرچہ حقیقت میں ایسا نہیں تھا، جیسے کوئی سوار سمندر میں سفر کر رہا ہوتا ہے اور وہ سورج کو سمندر میں ڈوبتے دیکھتا ہے جب کہ ساحل کو نہ دیکھ رہا ہو، حقیقت میں سورج سمندر کے ماوراء ڈوب رہا ہوتا ہے۔[2] وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا: دلدل جیسے اس چشمے کے پاس اس نے ایک قوم پائی۔ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا: ہم نے بذریعہ الہام اس سے کہا: تمہارے پاس دو اختیار ہیں یا تو اس قوم کو قتل کر دو یا پھر وہ اگر رشد وہدایت پہ آئیں اور ایمان لے آئیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو اختیار دیا کہ چاہے انہیں قتل کی سزا دے یا انہیں اسلام کی دعوت دے اور ان کے ساتھ اچھائی کرے۔ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ: جو شخص کفر پر اصرار کرے گا ہم اسے قتل کر دیں گے۔ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا: پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹ جائے گا اور رب تعالیٰ اسے سخت اور رسوا کن عذاب دے گا یعنی اسے عذاب جہنم ہی ہوگا۔ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى: اور جس شخص نے اللہ پر ایمان لایا اور دنیا میں اچھے اعمال کیے تو اس کا بدلہ اور جزا جنت ہے جس میں وہ عیش سے رہے گا۔ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا: ہم دنیا میں اسے آسانی دیں گے اس پر بار گراں نہیں ڈالیں گے، اسے اسی چیز کا مکلف بنائیں گے جو اس کے بس میں ہو اور آسان ہو۔ اس عادل بادشاہ نے قوم کو اسلام کی دعوت دینا اختیار کیا۔ جو ایمان لائے گا اس کے لیے نیکی اچھائی اور جنت ہے۔ اس کے ساتھ اچھا معاملہ ہوگا وہ آسانی میں رہے گا، جو شخص کفر پر مصر رہا اس کے لیے دنیا وآخرت میں عذاب ہے۔ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا: پھر وہ اپنے لشکر کی ہمراہ مشرق کی طرف ایک راستے پر چلا۔

مشرق میں رہنے والی ایک وحشی قوم

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ:...... حتیٰ کہ جب مشرق کی طرف انتہائی مقام پر پہنچا جہاں سے دیکھنے والے کی آنکھ میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا: اس نے سورج ایسے لوگوں پر طلوع ہوتے پایا جن کے پاس لباس اور مکان نام کی کوئی چیز نہیں تھی جو انہیں سورج کی تپش سے بچاتی۔ چناں چہ جب سورج طلوع ہوتا زمین میں بنی سرنگوں میں داخل ہو جاتے اور جب غروب ہوتا رزق کی تلاش میں باہر نکل آتے۔ قتادہ کہتے ہیں: ذوالقرنین شہروں کو فتح کرنے کے ارادے سے چلا تھا، وہ خزانے جمع کرتا اور مؤمنین کے علاوہ باقی مردوں کو قتل کرتا تھا یہاں تک کہ وہ اپنی مہم سر کرتے ہوئے سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچا، وہاں اس نے ایک ایسی قوم پائی جو سرنگوں میں رہتی تھی اور ننگے بدن تھی۔ ان کے پاس معمول کی اشیائے خورد ونوش نہیں تھیں، بس دن کو سورج کی تپش سے جو پھل تیار ہو جاتے یا جانور وغیرہ جو باہر نکل آتے

---

[1] البحر ۶/ ۷، [2] التفسیر الکبیر ۲۱/ ۶۶.

وہی ان کی خوراک تھے۔ جوں ہی سورج ڈھلتا وہ لوگ سرنگوں سے باہر نکل آتے اور رزق تلاش کرتے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس مکان نہیں تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ حبشیوں کی نسل سے تھے۔ [1]

كَذٰلِكَ ۚ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا:...... ہم نے اہل مشرق کے ساتھ بھی یہی کیا، جن لوگوں نے ایمان قبول کیا ذوالقرنین نے ان کی جان بخشی کی اور جن لوگوں نے کفر پر اصرار کیا اسے قتل کر دیا۔ ہم نے اس کے احوال وواقعات کا علمی احاطہ کر رکھا ہے۔ چناں چہ اس کے عظیم معاملہ اور کثرت لشکر کا احاطہ صرف لطیف خبیر ذات کا علم ہی کر سکتا ہے۔ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا: اس کے بعد وہ مشرق ومغرب کے درمیان ایک اور تیسرے راستے پر چل پڑا جو فلک بوس پہاڑوں کی طرف سوئے شمال جاتا تھا۔ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ: یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان روک کے خطہ میں پہنچا، یہ ترکوں کا علاقہ ہے جو آرمینیہ اور آذربیجان کے ساتھ ملتا ہے، طبری کہتے ہیں: السد دو چیزوں کے درمیان کھڑی کی گئی رکاوٹ کو کہا جاتا ہے یہاں اس سے مراد دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ کو بند کرنا ہے۔ چناں چہ ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کی روک تھام کے لیے پہاڑوں کے درمیان دیوار بنائی تا کہ باقی دنیا ان کی شرارتوں اور فساد سے محفوظ رہے۔ [2]

یاجوج ماجوج کی قوم

وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا:...... ذوالقرنین کو ان دو پہاڑوں سے پہلے ایک قوم ملی جو کسی دوسری قوم کی زبان نہیں سمجھتی تھی۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ قوم اس لیے بات نہیں سمجھ پاتی تھی چوں کہ ان کی زبان اجنبی تھی اور وہ دوسری زبان نہیں سمجھ پاتے تھے اور دنیا کی دوسری اقوام کے ساتھ ان کا میل جول نہیں تھا۔ چنانچہ ذوالقرنین نے ترجمان کی وساطت سے ان کی بات سمجھی۔ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ: ان لوگوں نے ذوالقرنین سے کہا: یاجوج وماجوج (بنی آدم کے دو قبیلے ہیں جن کی خلقت بے ڈھنگی تھی، کچھ تو بہت زیادہ لمبے قد والے تھے اور کچھ انتہائی کوتاہ قد والے) نہایت فسادی قوم ہے، ہمارے لوگوں کو قتل کر جاتے ہیں، ہمارے اموال لوٹ لیتے ہیں اور طرح طرح کا فساد مچاتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: یاجوج وماجوج انسانوں کا گوشت کھاتے اور بہار کے موسم میں اپنے ٹھکانوں سے باہر نکلتے ہری فصلیں ہڑپ کر جاتے اور خشک اناج اپنے ساتھ اٹھا کر لے جاتے۔ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا: کیا ہم ٹیکسی وغیرہ کے طور پر کچھ مال آپ کے لیے مقرر کر دیں؟ عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا: جس کے بدلے میں آپ ایک دیوار کھڑی کر دیں جو ہمیں یاجوج وماجوج کے شر وفساد سے بچائے رکھے۔ بحر میں لکھا ہے: اس قوم نے ذوالقرنین سے گزارش کی تھی اور حسن ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے مال کی پیشکش کی۔ [3]

آہنی دیوار کی تیاری

قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ:...... ذوالقرنین نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے جو اقتدار اور بادشاہت دی ہے وہ تمہارے اموال سے بدرجہا افضل ہے۔ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ: مجھے مالی قوت کی کوئی حاجت نہیں۔ البتہ افرادی قوت سے میری مدد کرو۔ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا: میں تمہارے اور ان کے درمیان مضبوط رکاوٹ کھڑی کر دوں گا۔ ذوالقرنین نے سیر چشمی، بلند حوصلگی اور فراخ دلی کا مظاہرہ کیا، ان لوگوں سے مال نہ لیا اور انہیں مضبوط دیوار بنا کر دی اور ان سے صرف افرادی قوت مہیا کر دینے پر اکتفا کیا۔ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ: مجھے لوہے کے ٹکڑے دو اور مہیا کر کے اس جگہ لاؤ۔ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ: یہاں تک کہ جب دیوار دونوں پہاڑوں کے برابر ہوگئی۔ قَالَ انْفُخُوْا: کہا: اب پھونکنیوں سے آگ دہکاؤ۔ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا: جب یہ لوہا آگ کی تپش سے انگارے کی طرح سرخ ہوگیا۔ قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا: کیا مجھے پگھلا ہوا تانبا دو جسے میں اس دیوار پر انڈیلوں۔ راوی کہتے ہیں: جب لوگوں نے اسے لوہے کے ٹکڑے دیتے اس نے ایک دوسرے پر ٹکڑے رکھ کر پہاڑوں کے درمیان کا خلا پاٹ دیا اور دیوار پہاڑوں کے برابر ہوگئی، پھر لوہے کو آگ سے گرم کیا جب لوہا انگارے کی طرح

---

[1] زاد المسیر ۵/ ۱۸۷ [2] الطبری ۱۶/ ۱۴ [3] الطبری ۱۶/ ۱۵ [4] البحر ۶/ ۱۶۴

سرخ ہو گیا تو اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیل دیا، حتیٰ کہ دیوار ٹھوس چٹان کی مانند ہو گئی۔[1] فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ: اس دیوار پر چڑھنا مفسدین کے بس میں نہیں رہا چوں کہ دیوار اونچی بھی ہے اور چکنی بھی ہے۔ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا: اور نہ ہی وہ دیوار میں سوراخ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں چوں کہ دیوار موٹی ہے اور سخت ہے۔ اس مضبوط دیوار سے ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے وہاں سے باہر نکلنے کے راستے کو بند کر دیا۔ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ: ذوالقرنین نے کہا: یہ دیوار اللہ کی نعمت ہے اور بندوں پر اس کی رحمت ہے۔ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ: جب یاجوج ماجوج کے باہر نکلنے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوگا۔ ایسا قیامت کے قریب ہوگا۔ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ: (اس وقت) اللہ تعالیٰ دیوار کو زمین کے ساتھ ہموار کر دے گا اور دیوار منہدم ہو کر رہ جائے گی گویا اس سے پہلے کبھی تھی ہی نہیں۔ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا: سدِ سکندری کے تباہ کرنے اور قیامت کے قائم کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ اس آیت پر ذوالقرنین کا قصہ مکمل ہو گیا اس کے بعد قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں کو بیان کیا جا رہا ہے چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ: قیامت کے دن ہم لوگوں کی یہ حالت کر دیں گے کہ وہ موجوں کی طرح بوجہ ان کی کثرت کے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے اور اضطراب کا شکار ہوں گے۔

کفار کی حالت

وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا: ...... صور میں دوسری بار پھونکا جائے گا اور ہم تمام انسانوں کو حساب اور جزا و سزا کے لیے ایک چٹیل میدان میں جمع کریں گے کوئی فرد بھی پیچھے نہیں رہ پائے گا۔ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا: جس دن ہم مخلوقات کو جمع کریں گے اس دن کفار کے سامنے ہم جہنم کو لے آئیں گے، حتیٰ کہ کفار جہنم کی ہولناکیوں کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر لیں گے اور اسے دیکھ کر ان پر سخت گھبراہٹ طاری ہوگی۔ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ: جو کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کے دلائل سے بے بہرہ اور اندھے بنے ہوئے تھے، اللہ کی قدرت کے متعلق سوچ و بچار نہیں کرتے تھے۔ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا: دلوں کے تاریک ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ ابو سعود کہتے ہیں: دلائل سمعیہ سے اعراض کرنے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے اندھا پن اختیار کرنے کی یہ تمثیل ہے گویا وہ اندھے اور بہرے تھے۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ: ...... استفہام برائے انکار و توبیخ ہے۔ کیا کفار کا یہ خیال ہے کہ وہ میرے بعض بندوں کو معبود بنا لیں جن کی وہ عبادت کرتے رہیں اور میری عبادت چھوڑ دیں۔ مثلاً فرشتوں کو، عزیر علیہ السلام اور مسیح ابن مریم کو چاہتے ہیں معبود بنا لیں۔ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ میرے یہ بندے انہیں نفع پہنچائیں گے یا میرے عذاب کے آگے ان کا دفاع کریں گے؟ قرطبی کہتے ہیں: استفہام کا جواب محذوف ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے: افحسبوا أن ذالك ينفعهم أو لا اعاقبهم[2] اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا: ہم نے کافروں کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جو ان کے لیے ضیافت ہوگی، جیسے کسی مہمان کے لیے ضیافت تیار کی جاتی ہے۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں: آیت میں کفار کا تہکم ہے اور انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ انہیں جہنم کا سامنا کرنا ہوگا۔

اعمال کے اعتبار سے ناکام لوگ

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا: ...... اے محمد! ان کفار سے کہہ دیجیے: اللہ کے نزدیک اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ ناکام ہونے والے لوگ کون ہیں؟ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: یہ وہ لوگ ہیں جن کا عمل اس دنیا میں ضائع ہو گیا چوں کہ کفر کے ہوتے ہوئے طاعت نفع بخش ثابت نہیں ہوتی۔ ضحاک کہتے ہیں: ان سے مراد اہل کتاب کے علما اور رہبان (راہب کی جمع) ہیں، جن کا گمان ہے کہ وہ نیک اعمال کر رہے ہیں جو انہیں نفع پہنچائیں گے۔ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۝

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۱/۱۷۲ [2] القرطبی ۱۱/۶۵

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ :...... ان ہی لوگوں نے تو قرآن اور دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کیا سو ان کے اعمال اکارت ہوئے۔ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا: قیامت کے دن اللہ کے ہاں ان کے اعمال کی کوئی قیمت نہیں ہوگی، کوئی وزن نہیں ہوگا، کوئی قدر و منزلت نہیں ہوگی۔ حدیث میں ہے: قیامت کے دن ایک لمبا شخص لایا جائے گا جو خوب پیٹو اور مشروبات کا خوگر ہوگا لیکن وہ اللہ کے نزدیک مچھر کے پَرے برابر بھی نہیں ہوگا۔[1] ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا: ان کی سزا اور بدلہ دوزخ کی آگ ہے چوں کہ وہ کفر پر مصر رہے اور اللہ کی آیات اور پیغمبروں کا مذاق اڑاتے رہے۔

اہل ایمان کے لیے جنت الفردوس کی بشارت

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ:...... جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور ایسے اعمال کرتے رہے جن سے اللہ راضی رہا۔ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا: ان کے لیے جنت کے اعلیٰ درجات ہیں اور وہ جنت الفردوس ہے جو ان کا ٹھکانا ہوگی۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا: وہ ہمیشہ اس جنت میں رہیں گے، وہ یہاں سے کہیں اور منتقل ہو جانے کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ ابن رواحہ کہتے ہیں: اہل ایمان کو جنت الفردوس سے نکلنے یا وہاں سے کہیں اور منتقل ہونے کا خوف نہیں ہوگا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ: یہ اللہ تعالیٰ کے وسعت علم کی تمثیل ہے اور معنی ہے: اگر دنیا کے سارے سمندر روشنائی بن جائیں اور اس سے اللہ کے کلمات، حکمتیں اور اس کے عجائب لکھے جائیں۔ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ: سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا، باوجود یہ کہ سمندروں کا پانی کثیر المقدار ہے۔ جب کہ اللہ کا کلام اور باتیں ختم نہیں ہوں گی چوں کہ اللہ کا کلام غیر متناہی ہے جیسے اس کا علم غیر متناہی ہے۔ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا: اگر چہ ہم سمندر کے اس پانی جتنا اور پانی اس کے ساتھ ملا دیں اور یہ روشنائی بڑھ جائے، یقیناً اللہ کا کلام ختم نہیں ہوگا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے: میں تو تمہیں جیسا ایک انسان ہوں البتہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ساتھ شرف بخشا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں بتاؤں کہ معبود ایک ہے، یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ: جو شخص اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید رکھتا ہو اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا: وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرے۔ وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا: وہ اپنا عمل دکھلاوے کے لیے نہ کرتا ہو اور اپنے عمل سے غیر اللہ کو راضی کرنا اس کا مقصد نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ، وَاَمَّا الْغُلٰمُ، وَاَمَّا الْجِدَارُ:...... میں لف نشر مرتب ہے۔ چنانچہ اولاً ان تینوں امور کا ذکر ہوا پھر تفسیر و وضاحت میں بھی یہی ترتیب برقرار رکھی گئی۔ كُلَّ سَفِيْنَةٍ: میں حذف ایجاز ہے۔ محذوف عبارت یوں ہے۔ سفينة صالحة اس محذوف پر اَعِيْبَهَا دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح وَاَمَّا الْغُلٰمُ: سے لفظ کافر محذوف ہے چوں کہ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ: اس پر دلالت کرتا ہے۔ اَبَوٰهُ: میں تغلیب ہے چوں کہ اس سے مراد ماں اور باپ دونوں ہیں۔ يُرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ: میں استعارہ ہے چوں کہ ارادہ عقلا کی صفات میں سے ہے اور دیوار کی طرف ارادہ کی نسبت استعارہ لطیفہ ہے اور بلیغ مجاز ہے۔ شاعر کہتا ہے:

يريد الرمح صدر أبي براء ويرغب عن دماء بني عقيل

نیزہ ابو براء کے سینے میں پیوست ہونا چاہتا ہے اور بنی عقیل کو زخمی کرنے سے اعراض کرتا ہے۔

عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ:...... میں تنکیر برائے تفخیم ہے اور اضافت تشریف کی ہے۔ نَصَبًا، سَرَبًا، عَجَبًا: میں سجع ہے۔ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا: میں تعلیم آداب ہے، جب کہ دوسری جگہ فرمایا۔ فَاَرَادَ رَبُّكَ: چنانچہ بظاہر جو بری بات تھی اس کی نسبت اپنی طرف کی اور اچھی بات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی، اس میں بندوں کو آداب کی تعلیم دی گئی ہے۔ مَطْلِعَ مَغْرِبَ: میں طباق ہے۔ جَعَلَهٗ نَارًا: میں تشبیہ بلیغ ہے۔ یعنی یہ دیوار

---

[1] ذکرہ الحافظ فی الفتح ۸/ ۳۲۴

آگ (یا انگارے) کی طرح گرم کی گئی، حرف تشبیہ اور وجہ شبہ محذوف ہے۔ اس لیے یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ یَمُوۡجُ فِیۡ بَعۡضٍ: میں استعارہ ہے، قیامت کے دن لوگوں کی کثرت اور ایک دوسرے میں گتھم گتھا ہو جانے کو سمندر کی تلاطم خیز موج کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اس لیے موج کا لفظ بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ اس ترکیب میں استعارہ تبعیہ ہے۔ کَانَتۡ اَعۡیُنُہُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِکۡرِیۡ: میں بھی استعارہ ہے۔ یعنی کفار آفاق میں پھیلی نشانیوں کو دیکھتے ہیں پر عبرت نہیں حاصل کرتے اور ایمان نہیں لاتے، حقیقت میں مشرکین کی آنکھوں پر پردہ نہیں تھا بلکہ بطور تمثیل یہ ترکیب استعمال کی گئی ہے۔ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّہُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ: میں تجنیس ناقص ہے چوں کہ صیغہ اور بعض حروف میں تغیر ہے۔ اسے تجنیس تصحیف بھی کہتے ہیں۔ اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا: میں استفہام سے مراد توبیخ ہے۔ وَاَمَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَہٗ جَزَآءَ ۨالۡحُسۡنٰی اور اَمَّا مَنۡ ظَلَمَ فَسَوۡفَ نُعَذِّبُہٗ ...... الآیۃ میں لطیف مقابلہ ہے۔

لطیفہ: ...... قرآن عظیم میں اکثر حبط کا لفظ وارد ہوا ہے۔ یہ حبوط سے ماخوذ ہے بمعنی پیٹ کا پھول جانا۔ چنانچہ جب جانور کوئی ایسا چارہ کھا جائے جس سے اس کا پیٹ پھول جائے تو اس کے لیے حبوط کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے اعمال کا وصف بیان کرتے ہیں یہ لفظ زیادہ موزوں ہے، چنانچہ اعمال بڑھتے رہتے ہیں اور جن لوگوں کے اعمال نیک ہوں گے وہ بھی خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے خطاب کیا، دوران خطاب آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا: لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے جواب دیا: میں سب سے بڑا عالم ہوں۔

یہ جواب رب تعالیٰ کی ذات علیم کے شایان شان نہیں تھا چوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کمال علم اللہ تعالیٰ کی طرف نہ لوٹایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی کہ مجمع البحرین کے مقام پر میرا ایک ایسا بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میری اس بندے تک رسائی کیسے ممکن ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم ایک مچھلی بھون کر توشہ دان میں رکھ لو اور جہاں بھی اس مچھلی کو گم پاؤ وہیں میرا بندہ تمہیں ملے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عازم سفر ہوئے اور ان کے ساتھ ان کا نوجوان خادم یوشع بن نون بھی تھا، چنانچہ ایک چٹان کے پاس پہنچے، تھوڑی دیر دم لینے کے ارادے سے چٹان پر لیٹ گئے اور دونوں کی آنکھ لگ گئی، اسی اثنا توشہ دان میں مچھلی پھڑ کنے لگی اور جھٹ توشہ دان سے باہر نکل سمندر میں کود گئی، اور مچھلی جہاں سے سمندر میں داخل ہوئی اس کی گزرگاہ سوراخ نما بن گئی اور اللہ تعالیٰ نے گزرگاہ کا پانی ملنے نہ دیا اور طاقچہ سا بن گیا، جب بیدار ہوئے تو نوجوان کو مچھلی کا قصہ یاد نہ رہا اور آگے سفر پر روانہ ہو گئے چنانچہ پورا دن اور آگے رات بھر چلتے رہے اور جب صبح ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نوجوان سے کہا:

ناشتہ لاؤ سفر کی وجہ سے تھکاوٹ (اور بھوک) بڑھ گئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھوک تب محسوس ہوئی جب مطلوبہ جگہ سے آگے بڑھے۔ چنانچہ نوجوان نے کہا: بھلا جب ہم دم لینے چٹان پر لیٹے تھے (تو مچھلی وہاں گم ہو گئی) میں یہ واقعہ بھول گیا، شیطان ہی نے مجھے بھلایا، چنانچہ عجب طرح سے مچھلی نے سمندر میں راستہ بنایا۔ مچھلی کی گزرگاہ سرنگ بن گئی اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے نوجوان کے لیے سامان تعجب بن گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہی وہ جگہ ہے جس کی طلب میں ہم تھے، دونوں الٹے پاؤں واپس پلٹ آئے۔ پاؤں کے نشانات دیکھتے واپس لوٹے حتیٰ کہ چٹان تک پہنچ آئے، کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ کا وہ صالح بندہ کپڑا اوڑھے لیٹا ہوا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا، خضر علیہ السلام نے جواب دیا: آپ کی سرزمین پر کیسی سلامتی۔ آپ کون ہیں؟ جواب دیا: میں موسیٰ ہوں۔ کہا: بنی اسرائیل کا موسیٰ؟ کہا جی ہاں، میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا ہے وہ مجھے دیں۔ خضر علیہ السلام نے کہا:

آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے، اے موسیٰ! اللہ نے مجھے مخصوص علم عطا کیا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی ایک علم عطا کیا ہے وہ علم میرے پاس نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کے خلاف نہیں کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو کسی چیز کے بارے میں مجھ سے سوال نہیں کرنا یہاں تک کہ میں خود اس کا آپ سے تذکرہ کردوں۔ چنانچہ ساحل سمندر پر دونوں چلنے لگے، کچھ دیر بعد ان کے پاس سے کشتی گزری۔ انہوں نے کشتی بان سے بات کی کہ ہمیں بھی کشتی میں سوار کرلیں، ان لوگوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور انہیں کشتی میں سوار کرلیا اور ان سے کرایہ نہ لیا۔ جب کشتی میں سوار ہوئے خضر علیہ السلام نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ کشتی کا ایک تختہ پاؤں سے اکھاڑ ڈالا، ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان لوگوں نے ہمیں اپنی کشتی میں سوار کیا (ان کا بڑا احسان ہے) اور ہم سے کرایہ بھی نہیں لیا آپ نے ان کی کشتی میں سوراخ کر دیا تاکہ کشتی میں سوار لوگ غرق آب ہو جائیں آپ نے تو بہت برا کام کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پہلی بار موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہوئی اس لیے خضر علیہ السلام سے سوال کر بیٹھے۔ اتنے میں ایک چڑیا کشتی کے کونے پر آ بیٹھی اور سمندر میں ایک ٹھونگ ماری، خضر علیہ السلام نے چڑیا دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں میرا اور آپ کا علم بس اتنا سا ہے جتنا اس چڑیا نے سمندر سے چونچ میں پانی لیا اور جتنا سمندر کے پانی میں کمی آئی۔ پھر دونوں کشتی سے اتر کر پیدل چلنے لگے، ساحل سمندر پر چل رہے تھے یکا یک خضر علیہ السلام نے ایک لڑکا دیکھا جو چند لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا خضر علیہ السلام نے اس کا سر ہاتھ میں پکڑا اور تن سے جدا کر دیا، موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا اور فوراً بول پڑے: آپ نے ایک جان کو بلا وجہ قتل کر دیا، یقیناً آپ نے بہت برا کام کیا۔ خضر علیہ السلام نے جواب دیا:

میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ تو صبر نہیں کر سکیں گے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خضر علیہ السلام نے اس پہلی مرتبہ کے بنسبت سختی کی۔ کہا: اگر اس کے بعد آپ نے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تو آپ کی مصاحبت ختم ہو جائے گی اور آپ میری طرف سے حد عذر کو پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ دونوں آگے چلتے گئے، یہاں تک کہ دونوں ایک بستی میں داخل ہوئے اور بستی والوں سے کھانا طلب کیا، بستی والوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا اور انہیں مہمان نہ بنایا، بستی میں ایک دیوار دیکھی جو گرنا چاہتی تھی، خضر علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارے سے دیوار سیدھی کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نہ رہا گیا اور کہا: ہم ان لوگوں کے پاس آئے، انہوں نے ہمیں کھانا نہیں کھلایا اور نہ ہمیں مہمان بنایا، اگر آپ چاہتے دیوار سیدھی کرنے کی مزدوری لے لیتے۔ خضر علیہ السلام نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت ہے اور جن چیزوں پر آپ صبر نہیں کر سکے میں ان کی تفسیر آپ کو بتائے دیتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے:

مجھے پسند ہے کہ وہ صبر کرتے تاکہ اللہ ان کی مزید خبریں ہمیں بتاتے۔ (اخرجه الشيخان)

الحمد للہ آج اتوار کی رات ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۳ جون ۲۰۱۳ء کو سورۃ کہف کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول عطا فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ امین

سورۂ مریم

تعارف:...... سورۂ مریم مکی ہے۔ اس سورت کی غرض عقیدۂ توحید کا اثبات، ان امور سے اللہ تعالیٰ کی پاکی وتنزیہ بیان کرنا جو اس کی شان کے لائق نہیں، دوبارہ اٹھائے جانے اور جزا وسزا پر ایمان کے عقیدہ کا اثبات ہے۔ اس سورت کا موضوع توحید، وجود باری تعالیٰ اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھنا اور ہدایت یافتہ لوگوں کے راستے اور گمراہیوں کے راستے کو بیان کرنا ہے۔

اس سورۂ کریمہ میں بعض انبیائے کرام کے قصے بھی بیان کیے گئے ہیں، سورت کی ابتدا ہی میں حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کے باوجود انہیں یحییٰ علیہ السلام کی صورت میں اولاد عطا فرمائی، باوجود یہ کہ بظاہر اولاد کی امید نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ مصیبت زدہ اور پریشان حال کی دعا قبول کرتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کی دعا قبول کی اور انہیں لڑکا عطا فرمایا۔

سورت مبارکہ میں دوسرا قصہ جو نہایت عجیب ہے بیان کیا گیا ہے اور یہ کنواری مریم علیہا السلام کا قصہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے بیٹا عطا فرمایا۔ یہ خدائی حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے صرف ماں سے بیٹا پیدا کر دیا، تاکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار اور اس کی عظمت کی نشانیاں واضح ہو جائیں۔

سورۂ کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے والد کا قصہ بھی بیان کیا گیا ہے پھر اس کے بعد اور پیغمبروں کی ثنائے جمیل کی گئی ہے وہ یہ ہیں، اسحاق، یعقوب، موسیٰ، ہارون، اسماعیل، ادریس اور نوح علیہم السلام۔ چنانچہ سورۂ کریمہ کے دو تہائی حصے میں ان پیغمبروں کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا ہدف وحدت رسالت کا اثبات ہے اور یہ کہ تمام پیغمبروں نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور کفر وشرک چھوڑنے کا حکم دیا۔

سورت مبارکہ میں قیامت کے بعض احوال اور اس دن کی بعض ہولناکیاں بھی بیان کی گئی ہیں، چنانچہ اس دن مجرمین کفار کو جہنم کے پاس لایا جائے گا۔ تاکہ انہیں اس میں پھینک دیا جائے، کفار وفود کی صورت میں لائے جائیں گے۔

سورت کے اختتام میں اللہ تعالیٰ کی اولاد، شریک اور نظیر ومثیل سے پاکی بیان کی گئی ہے کہ وہ ذات یکتا ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں اس کا کوئی ہمسر نہیں وہ ان نسبتوں سے منزہ وبالاتر ہے۔ چنانچہ مشرکین کی گمراہیوں کو نہایت قبیحانہ ومدلل انداز میں رد کیا گیا ہے۔

وجہ تسمیہ:...... اس سورۂ مبارکہ کا نام ''سورۂ مریم'' ہے چوں کہ اس میں حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور اس قصے میں عجیب معجزہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم علیہا السلام سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا، اسی طرح پنگھوڑے میں عیسیٰ علیہ السلام کا لوگوں سے بات کرنا اور دوسرے عجیب واقعات کا تعلق بھی میلاد عیسیٰ علیہ السلام سے ہے اور ان سب چیزوں کا معجزہ ہونا لازمی امر ہے اور عیسیٰ علیہ السلام مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے اس لیے سورۂ مبارکہ کا نام ''سورۂ مریم'' ہے۔

رُكُوعَاتُهَا ٦	(١٩) سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ (٤٤)	اٰيَاتُهَا ٩٨

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ
مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ
وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ
رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ
هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ
اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا
بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿١١﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ
وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ
يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ ع
دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۣ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ
اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ
وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ الربع
وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَاۗءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى
جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ
قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ
وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ
الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ
مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ
فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۭ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا
كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾
وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ
الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ
بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ

وقف لازم ۲ ع ۴۵

الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ:...... کٓھٰیٰعٓصٓ (۱) یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر فرمائی (۲) جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پوشیدہ طریقے پر
پکارا۔ (۳) عرض کیا کہ اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور میرے سر میں بڑھاپے کی وجہ سے سفیدی پھیل گئی اور میں آپ سے دعا
مانگنے میں کبھی ناکام نہیں رہا (۴) اور بلاشبہ مجھے اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے اندیشہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک
ولی عطا فرمادیجیے (۵) جو میرا وارث بنے اور یعقوب کی اولاد کا بھی، اور اے رب! آپ اسے پسندیدہ بنادیجیے۔ (۶) اے زکریا! بے شک ہم تمہیں
ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔ (۷) عرض کیا اے میرے رب! میرے لڑکا
کہاں سے ہوگا اور حال یہ ہے کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں (۸) فرمایا یوں ہی ہوگا، تمہارے رب کا فرمان
ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور میں نے تمہیں اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ (۹) عرض کیا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی
مقرر فرمادیجیے۔ فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین رات بات نہ کرسکو گے، حالانکہ تم تندرست رہو گے۔ (۱۰) سو وہ محراب سے اپنی قوم پر
نکلے اور ان کو اشارے سے فرمایا کہ صبح شام اللہ کی تسبیح میں مشغول رہو۔ (۱۱) اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی کے ساتھ لے لو اور ہم نے ان کو بچپن میں حکم
دے دیا (۱۲) اور ان کو اپنے پاس سے رقت قلبی کی صفت اور پاکیزگی عطا فرمائی اور وہ پرہیزگار تھے (۱۳) اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے
والے تھے اور وہ سرکشی کرنے والے نافرمانی کرنے والے نہ تھے (۱۴) اور ان پر اللہ کا سلام ہو جس دن پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور
جس دن زندہ ہو کر اٹھالے جائیں گے۔ (۱۵) اور کتاب میں مریم کو یاد کیجیے جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایسی جگہ چلی گئی جو مشرق
کی جانب تھا (۱۶) پھر اس نے ان لوگوں سے ورے ایک پردہ ڈال لیا سو ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ بھیج دیا جو اس کے سامنے صحیح سالم آدمی
بن کر ظاہر ہوگیا (۱۷) مریم نے کہا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے (۱۸) فرشتے نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا
ہوا ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دے دوں۔ (۱۹) مریم نے کہا کہ میرے لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا بھی نہیں اور نہ میں بدکار
ہوں۔ (۲۰) فرشتے نے کہا یوں ہی ہوگا تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کی لیے نشانی بنادیں اور اپنی
طرف سے رحمت بنادیں، اور یہ ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ (۲۱) سو اس لڑکے سے وہ حاملہ ہوگئی لہٰذا وہ اس حمل کو لیے ہوئے علیحدہ ہو
کر دور چلی گئی (۲۲) سو درد زہ اسے کھجور کے تنے کے پاس لے آیا، وہ کہنے لگی ہائے کاش! میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہو
جاتی۔ (۲۳) سو اسے اس کے نیچے سے آواز دی کہ تو غمگین مت ہو تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر پیدا فرمادی ہے (۲۴) اور تو کھجور کے تنے کو
اپنی جانب حرکت دے جس سے تجھ پر پکی تیار کھجوریں گریں گی (۲۵) سو تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر، سو اگر تو کسی انسان کو دیکھے تو کہہ
دینا کہ میں نے رحمٰن کے لیے روزہ رکھنے کی منت مان لی ہے لہٰذا آج میں کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی۔ (۲۶) سو وہ اس بچہ کو اٹھائے
ہوئے اپنی قوم کے پاس لے کر آئی، ان لوگوں نے کہا کہ اے مریم! یہ تو نے بڑے غضب کا کام کیا۔ (۲۷) اے ہارون کی بہن! نہ تو تمہارا باپ برا
آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں بدکار تھی (۲۸) سو مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کردیا وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس سے کیسے بات کریں جو گہوارہ میں ابھی بچہ ہی
ہے۔ (۲۹) وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی اور اس نے مجھے نبی بنایا (۳۰) اور مجھے برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی
ہوں، اور اس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا جب تک کہ میں زندہ رہوں (۳۱) اور مجھے اپنی والدہ کیساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا،
اور مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا (۳۲) اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مجھے موت آئے گی اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں
گا۔ (۳۳) یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم، ہم نے سچی بات کہی ہے جس میں وہ لوگ شک کر رہے ہیں، (۳۴) یہ اللہ کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی اولاد
بنائے وہ اس سے پاک ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو صرف یوں فرمادیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے، (۳۵) اور بلاشبہ اللہ میرا رب ہے اور

تمہارا رب ہے یہ سیدھا راستہ ہے، (۳۶) پھر جماعتوں نے آپس میں اختلاف کرلیا سو بڑے دن کی حاضری کے موقع پر ان لوگوں کی بڑی خرابی ہے جنھوں نے کفر اختیار کیا، (۳۷) وہ کیا ہی سننے والے اور کیا ہی دیکھنے والے ہوں گے جس دن ہمارے پاس آئیں گے، لیکن ظالم لوگ آج صریح گمراہی میں ہیں (۳۸) اور آپ انہیں حسرت کے دن سے ڈرایئے جبکہ فیصلہ کردیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ (۳۹) بلاشبہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے ہم اس کے وارث ہوں گے اور سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔ (۴۰)

لغات: وَهَنَ:...... ضعف، کمزوری، وھن یھن: ضُعف قوت۔ اشْتَعَلَ: آگ کا شعلہ زن ہونا۔ عَاقِرًا: بانجھ عورت، جو بڑھاپے کی وجہ سے بچے نہ جنے۔ عِتِيًّا: انتہا درجے کا بڑھاپا، مقولہ ہے: عتا الشیخ یعنی فلاں آدمی بہت بوڑھا ہوگیا۔ شاعر کہتا ہے:

انما یعذر الولید ولا یعذر　　　　من کان فی الزمان عتیًّا

بچے کو معذور قرار دیا جاسکتا ہے اور جو شخص بڑھاپے کو پہنچ گیا ہو وہ معذور نہیں ہوتا۔

حَنَانًا:...... الحنان: شفقت، نرمی، محبت، یہ لفظ حنین الناقۃ سے ماخوذ ہے۔ یعنی اونٹنی کا اپنے بچے پر مہربان ہونا۔ طرفہ شاعر کہتا ہے:

أبا منذر أفنیت فاستبق بعضنا　　　　حنا نیک بعض الشر أھون من بعض

اے ابومنذر! تو نے بہت ساروں کو ہلاک کردیا ہے اور ہمارے کچھ لوگوں سے مہربانی کے ساتھ آگے بڑھ جا۔

چنانچہ جنگ کا ایک حصہ دوسرے حصے سے ہلکا بھی ہوتا ہے۔

اِنْتَبَذَتْ:...... اس عورت نے گوشۂ بعید میں اپنے لیے جگہ بنالی۔ سَوِيًّا: درست و بے عیب خلقت و صورت والا۔ الْمَخَاضُ: دردِ زہ۔ سَرِيًّا: السری نہر، چھوٹی سی پانی کی نالی۔ فَرِيًّا: بڑی بات۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی رب کے حضور سرگوشی و دعا

تفسیر: كٓهٰيٰعٓصٓ:...... حروف مقطعہ ہیں جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کے لیے لائے گئے ہیں۔ اور یہ حروف یوں پڑھے جائیں گے۔ کاف، ھا، یا، عین، صاد۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا: یہ آپ کے رب کی اس رحمت کا تذکرہ ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی، اے محمد! ہم آپ کو ان کا قصہ سناتے ہیں۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا: جب انہوں نے اپنے رب کے حضور سرگوشی کی اور اپنے رب کو ایسی آہستہ آواز سے پکارا جو سنی نہیں جاسکتی تھی۔ مفسرین کہتے ہیں: چوں کہ آہستہ دعا کرنے میں خلوص کا عنصر زیادہ پایا جاتا ہے اور اس میں ریاکاری بھی نہیں ہوتی۔ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ: نہایت آہ وزاری سے دعا کی اور کہا: اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوچکی ہیں اور بڑھاپے سے میری قوت جاچکی ہے۔ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا: میرے سر میں بڑھاپا اس طرح پھیل چکا ہے جیسے خشک گھاس کے ڈھیر میں آگ پھیل جاتی ہے۔[1] وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا: تو میری دعا کو کسی وقت بھی رد نہیں کرے گا بلکہ مجھے احسان جمیل کی امید ہے، اب میری دعا قبول فرما جیسے ماضی میں میری دعا قبول کرتا تھا۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت زکریا علیہ السلام نے ماضی کے احسان جمیل کو وسیلہ بنا کر دعا فرمائی اور وہ قبول دعا کے عادی ہوچکے تھے، اسی لیے قبول دعا پر زور دیا اور الحاح کیا، جو شخص الحاح اور آہ وزاری سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مایوس نہیں کرتا۔ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ: مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے چچازاد بھائیوں اور خاندان سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ دین کو ضائع کردیں گے اور میراث علم ونبوت کو گنوادیں گے۔[2] وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا: یعنی میری بیوی بڑھاپے کی وجہ سے بچے جننے کی قابل نہیں رہی یا وہ فطرتاً بانجھ ہے۔ فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا: محض اپنے فضل وکرم سے مجھے نیک وصالح بیٹا عطا فرما جو میرا وارث بنے۔ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ: جو علم ونبوت میں میرا اور اپنے آباؤاجداد کا وارث بنے۔ بیضاوی کہتے ہیں: آیت میں وراثت سے مراد علم وشریعت کی وراثت ہے، چوں کہ انبیاء وراثت میں مال ودولت نہیں چھوڑتے۔[3]

---

[1] یعنی بڑھاپے کی وجہ سے سر کے سارے بال سفید ہوچکے ہیں۔ [2] حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ خدشہ اپنی قوم بنی اسرائیل کے بارے میں ظاہر کیا لیکن افسوس ہم نے بھی یہ میراث گنوادی اقبال مرحوم بھی یہی رونا روتا رہا۔ [3] البیضاوی ۲/ ۱۴

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا: ......اے میرے پروردگار! وہ آپ کے ہاں بھی پسندیدہ ہو۔ امام رازی کہتے ہیں: زکریا علیہ السلام نے طلب اولاد پر تین چیزوں کو مقدم کیا ہے:

اول: ......آپ علیہ السلام نے اپنی ضعف کا ذکر کیا۔ دوم: ......یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا رد نہیں کرے گا۔

سوئم: ......یہ کہ مطلوب دینی منفعت کا سبب ہو۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اولاد کا سوال کیا۔ یہ وہ امور ہیں جن سے دعا کی تاکید میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہے چوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت پر اعتماد کا اظہار ہے اور اسباب ظاہرہ سے بیزاری کا اعلان ہے۔[1]

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت اور حضرت زکریا علیہ السلام کا تعجب

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى: ......ہم آپ کو بواسطہ فرشتہ لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران میں گزر چکا ہے۔ چنانچہ فرشتے نے حضرت زکریا علیہ السلام کو آواز دی۔ آپ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے، فرشتے نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو یحییٰ کی بشارت دی ہے لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا: یحییٰ نام ان سے پہلے نہیں رکھا گیا، یہ نام خود اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اور نام رکھنے کی ذمہ داری والدین پر نہیں چھوڑی۔ مجاہد کہتے ہیں: فضل وکمال میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مشابہ کوئی بھی نہیں۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ: کہا: میری ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا؟ استفہام میں تعجب اور خوشی ہے۔ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا: حالاں کہ میری بیوی بوڑھی ہے، اس نے جوانی میں بچے نہیں جنے بھلا بڑھاپے میں کیسے جنے گی۔ وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا: میں عمر کے انتہائی حصہ یعنی بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہو چکی تھی اور ان کی بیوی کی عمر اٹھانوے (۹۸) سال تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی قدرت پر شک نہیں تھا بلکہ آپ علیہ السلام اطمینان قلب چاہتے تھے اور اس وسیلے کو جاننا چاہتے تھے جو ان کے لڑکے کا سبب بنتا۔ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ: اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام سے کہا: معاملہ یوں ہی ہوگا میں دو بوڑھوں سے بھی اولاد پیدا کر سکتا ہوں۔ اولاد کی خلق وایجاد (اور اس کا پیدا کرنا) مجھ پر آسان ہے۔ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا: جیسے میں نے تمہیں عدم سے پیدا کیا اور تم قابل ذکر چیز نہیں تھے اسی طرح میں تم دونوں سے یحییٰ کو پیدا کرنے پر قادر ہوں۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے لیے تخلیق کا معاملہ آسان ومشکل نہیں، چنانچہ چھوٹے بڑے، حقیر وافضل کے لیے وسیلہ خلق ایک ہی ہے اور وہ کن فیکون ہے۔ تخلیق کا معاملہ انسانوں کے اعتبار سے اللہ کے لیے آسان ہے، چنانچہ جو ذات عدم سے تخلیق پر قادر ہے وہ ذات دو بوڑھوں سے بھی اولاد پیدا کرنے پر قادر ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی زبان بندی

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً: ......اے میرے پروردگار! کوئی ایسی علامت میرے لیے مقرر کر دے جو میری بیوی کے حاملہ ہونے پر دلالت کرے۔ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا: علامت یہ ہے کہ آپ تین دن رات لوگوں سے بات نہیں کر سکوں گے، آپ کسی بیماری یا گونگے پن میں مبتلا نہیں ہوں گے بلکہ آپ کا مزاج درست ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بغیر کسی بیماری کے بات نہیں کریں گے۔ بس ان کا جی بات کرنا نہیں چاہے گا۔ ابن زید کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کی زبان بات کرنے سے روک دی گئی آپ علیہ السلام کسی سے بھی بات نہیں کر سکتے تھے، اس کے باوجود آپ علیہ السلام تسبیح کرتے تورات کی تلاوت کرتے، ابھی تک انجیل کا نزول نہیں ہوا تھا چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے بعد پیدا ہوئے۔ چنانچہ جب آپ علیہ السلام لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ کرتے تو بات نہ کر سکتے۔[2]

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ: ......آپ علیہ السلام چبوترے میں تھے جو آپ علیہ السلام کی عبادت گاہ تھا، وہاں سے نکل کر لوگوں کے سامنے آئے۔ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا: آپ نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ شروع دن اور آخر دن میں اللہ کی تسبیح کرو۔ آپ لوگوں کے ساتھ بات

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۱/۱۸۱ [2] الطبری ۱۶/۵۲

اشاروں سے کرتے تھے، چوں کہ آل عمران کی آیت ہے:

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝

کہا: اے میرے پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کردے، حکم ہوا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دنوں تک لوگوں سے بات نہیں کرسکو گے ہاں البتہ اشاروں سے بات کرو گے۔ (آل عمران ۴۱)

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ:...... کلام میں حذف ہے یعنی جب یحییٰ پیدا ہوئے اور سن بلوغ کو پہنچے تو اللہ نے ان سے فرمایا: اے یحییٰ! تورات کو نہایت عمدگی اور کوشش سے تھام لو۔

بچپن و نبوت و حکمت و دانائی

وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا:...... ہم نے ان کو بچپن ہی میں حکمت اور عقلمندی عطا کی۔ روایت ہے کہ بچے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہتے: ہمارے ساتھ چلو کھیلیں۔ آپ علیہ السلام جواب دیتے: مجھے کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں نبوت عطا کردی گئی تھی۔ تاہم پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ طبری کہتے ہیں: معنی ہے کہ ہم نے ان کو بچپن ہی میں کتاب اللہ کی فہم عطا کی۔[1] وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً: یہ ہم نے ان کے والدین پر رحمت اور مہربانی کرنے کے لیے کیا اور انہیں بری خصلتوں سے پاک کرنے کے لیے کیا۔ وَكَانَ تَقِيًّا: اور آپ علیہ السلام اللہ کے نیک وصالح اور متقی بندے تھے آپ نے کبھی بھی معصیت کا ارادہ تک نہیں کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آپ علیہ السلام پاک باز و پاک نیت تھے، گناہ کے قریب بھی نہیں گئے۔ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا: ہم نے ان کو والدین کا فرمانبردار اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا، آپ متکبر اور اپنے رب کے نافرمان نہیں تھے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ کا سلام

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا:...... ان پر اللہ کی سلامتی ہے، پیدائش سے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک، ولادت کے دن میں بھی ان پر سلامتی ہو، دنیا سے رخصت ہونے کے دن بھی سلامتی ہو اور قبر سے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن بھی۔ ابن عطیہ کہتے ہیں: حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تین جگہوں میں سلامتی کی بشارت دی ان جگہوں میں انسان نہایت کمزور حاجت مند اور رب تعالیٰ کا محتاج ہوتا ہے۔[2]

حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ:...... یہ اس سورت کا دوسرا قصہ ہے اور یہ قصہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش سے زیادہ عجیب ہے چوں کہ یہ قصہ کنواری حضرت مریم علیہا السلام سے بغیر شوہر کے بچہ پیدا ہونے کا قصہ ہے اور یہ قصہ بانجھ عورت جو شوہر والی ہو سے بچہ پیدا ہونے سے زیادہ عجیب ہے۔ آیت کا معنی ہے: اے محمد! مریم کا عجیب وغریب قصہ یاد کرو جو کہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرتا ہے۔ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا: جب وہ بیت المقدس کی مشرقی جانب ایک جگہ اپنے خاندان سے الگ گوشہ نشین ہوگئیں تاکہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا: انہوں نے اپنے اور اپنی قوم کے درمیان پردہ کرلیا۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا: ہم نے ان کی طرف جبرائیل امین بھیجے۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا: جو ان کے سامنے انسان کی مکمل صورت میں حاضر ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: فرشتہ خوبصورت گوری رنگت والے اور گھنگھریالے بالوں والے نوجوان کی مکمل صورت میں آیا تھا۔[3] مفسرین کہتے ہیں: فرشتہ مریم علیہا السلام کے سامنے انسانی شکل میں اس لیے

---

[1] الطبری ۱۶/۵۵ [2] القرطبی ۱۱/۸۸ [3] زاد المسیر ۵/۲۱۷

آیا تھا تا کہ مریم علیہا السلام اس کی باتوں سے مانوس ہو جائیں اور اس سے نفرت نہ کریں۔ اگر فرشتہ اپنی اصلی صورت میں حاضر ہوتا تو مریم اس سے نفرت کرتیں اور اس کی بات نہ سمجھ پاتیں۔ آیت میں حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی اور تقویٰ پر دلیل ہے اسی لیے انہوں نے اس خوبصورت شکل سے اللہ کی پناہ مانگی۔[1] قَالَتْ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا: جب مریم علیہا السلام نے فرشتے کو دیکھا تو اس سے گھبرا گئیں اور اس سے ڈریں کہ یہ کہیں برا ارادہ نہ رکھتا ہو، اسی لیے انہوں نے کہا: میں اللہ کی پناہ اور حفاظت طلب کرتی ہوں۔ جواب شرط محذوف ہے، تقدیری عبارت یوں ہے۔ ان کنت تقیًا فاترکنی یعنی اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو مجھے چھوڑ کر یہاں سے چلے جاؤ اور مجھے اذیت نہ پہنچاؤ۔ قَالَ إِنَّمَآ أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَٰمًا زَكِيًّا: حضرت مریم علیہا السلام کو جو خوف لاحق ہوا اسے زائل کرنے کے لیے کہا: میں تو بس ایک فرشتہ ہوں جو اللہ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں تا کہ میں تمہیں گناہوں سے پاک ایک لڑکا عطا کروں۔ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَٰمٌ: میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے، بھلا مجھ سے یہ لڑکا کس حالت میں ہو سکتا ہے۔ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا: میں خاوند والی نہیں ہوں یہاں تک کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہو اور نہ ہی میں بدکار عورت ہوں۔

قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ:...... اللہ کا حکم ایسے ہی پورا ہو کر رہے گا اور تم سے لڑکا پیدا ہوگا اگرچہ تمہارا خاوند نہیں ہے، یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے۔ وَلِنَجْعَلَهُۥٓ ءَايَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا: تا کہ اس لڑکے کا پیدا ہونا لوگوں کے لیے دلیل ہو جو ہماری قدرت پر دلالت کرتی ہو اور تا کہ یہ لڑکا لوگوں پر ہماری رحمت کا ذریعہ بنے اور لوگ اس کی دعوت وارشاد سے ہدایت پاسکیں۔ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا: اس کام کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے ہو چکا، اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوگا چوں کہ یہ اللہ کے ازلی علم میں ہے۔ فَحَمَلَتْهُ فَٱنتَبَذَتْ بِهِۦ مَكَانًا قَصِيًّا: مریم بتول اور فرشتے کے درمیان مکالمہ ختم ہو گیا۔ مفسرین کہتے ہیں: جبرائیل امین نے کنواری مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری جس کا اثر مریم علیہا السلام کے بطن تک پہنچا جس سے وہ حاملہ ہو گئیں اور وہ (آبادی سے قدرے) دور جگہ میں گوشہ نشین ہو گئیں۔ آیت کا معنی ہے کہ مریم علیہا السلام بچے سے حاملہ ہو گئیں اور اپنے خاندان سے الگ دور ایک جگہ گوشہ نشین ہو گئیں انہیں یہ خوف لاحق ہوا کہ خاندان کے لوگ بغیر خاوند کے بچہ پیدا ہونے پر مجھے عار نہ دلائیں۔

دردِ زہ کی شکایت اور فرشتے کی بشارت

فَأَجَآءَهَا ٱلْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ:...... چناں چہ دردِ زہ اور بچے کی پیدائش کی شدت نے کھجور کے خشک تنے کے پاس پہنچا دیا تا کہ زچگی کے وقت تنے کا سہارا لیں۔ قَالَتْ يَٰلَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا: بولیں: اے کاش! میں اس دن سے پہلے ہی مر چکی ہوتی اور میں کوئی ایسی بھولی بسری چیز ہوتی جس کی کوئی پہچان نہ ہوتی اور جس کا کوئی تذکرہ نہ ہوتا۔[2] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مریم علیہا السلام کو پتہ چل گیا تھا کہ اس نومولود کے ذریعے ان کا امتحان لیا جائے گا اور وہ آزمائش میں پڑیں گی اس لیے انہوں نے موت کی تمنا کی، چوں کہ انہیں معلوم تھا کہ لوگ ان کی بات کی کسی طرح بھی تصدیق نہیں کریں گے حالاں کہ وہ لوگوں کے نزدیک عبادت گزار تھیں اور بعد میں ان پر تہمت لگا دی اسی لیے انہوں نے یہ بات کہی۔ فَنَادَىٰهَا مِن تَحْتِهَآ أَلَّا تَحْزَنِي: فرشتے نے تنے کے نیچے سے آواز دی اور کہا: اس بارے میں حزن وملال نہ کرو۔ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا: اللہ نے تمہارے لیے تمہارے سامنے پانی کی چھوٹی سی نالی جاری کر دی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے زمین پر اپنا پاؤں مارا جس سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ ابل پڑا جو مریم علیہا السلام کے سامنے نالی کی صورت میں بہنے لگا۔ وَهُزِّيٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ: کھجور کے خشک تنے کو حرکت دو یعنی ہلاؤ۔ تُسَٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا: تمہارے اوپر تازہ مزیدار کھجوریں گریں گی۔ مفسرین کہتے ہیں: مریم علیہا السلام کو خشک تنا ہلانے کا حکم ملا تا کہ ایک اور کرامت دیکھ لیں اس سے پہلے ایک نشانی اور کرامت چشمے کی دیکھی۔ یہ اس لیے تا کہ ان کی درد والم میں کمی آئے اور انہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ان کے لیے انعام واکرام ہے۔

---

[1] البحر ۶/ ۱۸۰ [2] یہ قتادہ کا قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں نسیًا منسیًا کا معنی ہے: میں پیدا نہ ہی نہ ہوتی اور کوئی چیز ہی نہ ہوتی۔

فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ:...... یہ مزیدار تازہ کھجوریں کھاؤ اور یہ شیریں پانی نوش کرو۔ وَقَرِّىْ عَيْنًا: اور اس نومولود کو دیکھ کر اپنا جی خوش کرو اور غم نہ کرو۔ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا: اور اگر تم لوگوں میں سے کسی کو دیکھو اور وہ تم سے نومولود کے بارے میں پوچھے۔ فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا: میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے خاموش رہنے کی منت مان رکھی ہے۔ فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا: میں کسی سے بھی ہرگز بات نہیں کروں گی۔ مریم علیہا السلام کو کلام سے رکنے کا حکم اس لیے دیا گیا تا کہ ان کا بچہ ان کے لیے کافی ہو پائے اور کھلی نشانی بن جائے۔ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ: جب مریم علیہا السلام نفاس سے پاک ہوئیں تو اپنے بچے عیسیٰ علیہ السلام کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا: جب قوم کے لوگوں نے مریم علیہا السلام کو بچہ اٹھائے ہوئے دیکھا تو ان کے معاملے کو نہایت گراں سمجھا اور کہنے لگے: تو نے نہایت بری بات کا ارتکاب کیا۔ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ: اے عبادت و بزرگی میں ہارون کے مشابہ عورت! تمہارا باپ فاسق و فاجر شخص نہیں تھا۔ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا: اور تمہاری ماں بھی بدکار عورت نہیں تھی۔ بھلا یہ فعل تم سے کیوں سرزد ہوا حالاں کہ تم پاک گھرانے سے تعلق رکھتی ہو جو عبادت و بزرگی میں مشہور ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: ہارون بنی اسرائیل میں ایک نیک و صالح شخص تھا، اس لیے نیکی اور بزرگی میں مریم کو ہارون کے ساتھ تشبیہ دی۔[1] ہارون سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی نہیں ہیں چوں کہ وہ مریم علیہا السلام سے ایک ہزار سال پہلے گزرے ہیں۔ سہیلی کہتے ہیں: ہارون بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں میں سے ایک نیک آدمی تھے جو عبادت میں بڑا مجاہدہ کرتے، مریم علیہا السلام بھی عبادت گزاری میں اس آدمی کے مشابہ تھیں۔ ہارون سے مراد موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بھائی نہیں چوں کہ مریم علیہا السلام اور ہارون علیہ السلام کے درمیان طویل زمانہ ہے۔[2] فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ: مریم علیہا السلام نے لوگوں کو کوئی جواب نہ دیا بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر دیا کہ لوگ ان سے بات کریں اور ان سے پوچھیں۔

معجزانہ طور پر شیر خوار بچے کا کلام کرنا

قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا:...... لوگوں نے تعجب سے کہا: ہم دودھ پیتے بچے سے کیسے بات کریں جو پنگھوڑے میں صرف اپنی ماں کا دودھ پیتا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دودھ پی رہے تھے، جب لوگوں کی باتیں سنیں تو دودھ پینے کا عمل ترک کر دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے بات کی اور پھر باتیں نہیں کیں یہاں تک کہ طبعاً و عادۃً باتیں کرنے کی عمر کو پہنچ نہ گئے۔ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ: جب عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے کلام کیا تو کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اللہ نے اپنی قدرت سے باپ کے بغیر پیدا کیا ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے عبدیت کا ذکر مقدم کیا تا کہ ان لوگوں کا دعویٰ باطل ہو جائے جو عیسیٰ علیہ السلام کی ربوبیت کے قائل ہیں۔ اٰتٰىنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا: میرے پروردگار نے فیصلہ کیا ہے کہ مجھے انجیل عطا فرمائے اور مجھے نبوت سے سرفراز کرے، لفظ ماضی سے مستقبل کو تعبیر کیا ہے چوں کہ ان امور کا تحقق ہو چکا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ازل سے جس چیز کا فیصلہ کر لیا ہے اس کا وقوع لابدی ہے۔ وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا: جب تک میری زندگی ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے۔ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِىْ: مجھے اللہ نے اپنی والدہ کا فرمانبردار اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے۔ وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا: اللہ نے مجھے میرے عرصہ حیات میں متکبر اور سرکش نہیں بنایا کہ میں کسی پر اپنی بڑائی کا اظہار کرتا رہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام معبود نہیں اور نہ ہی معبود کے بیٹے ہیں

وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا:...... میری ولادت کے دن مجھ پر اللہ کی سلامتی ہو، جس دن میں مروں اس دن بھی اللہ کی مجھ پر سلامتی ہو اور جس دن میں اپنی قبر سے زندہ باہر نکلوں اس دن بھی مجھ پر سلامتی ہو۔ یہ حضرت مسیح علیہ السلام کی باتیں ہیں جو آپ علیہ السلام نے گود میں کیں دراں حالیکہ آپ دودھ پیتے بچے تھے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے لیے اپنی بندگی کا بھی اعلان کیا، لہٰذا آپ علیہ السلام معبود نہیں اور نہ ہی

---

[1] الطبری ۱۶/ ۷۷ [2] مختصر ابن کثیر ۲/ ۴۵۰

معبود کے بیٹے ہیں۔ اور نہ ہی آپ ثالث الثلاثۃ (تین کے تیسرے) ہیں جیسا کہ نصاریٰ کا زعم ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ تمام انسانوں کی کی طرح زندگی گزاری اور مریں گے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا تا کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایک نشانی قرار پائیں۔ اسی طرح بعد میں فرمایا: ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ: یہی حق بات ہے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں، وہ بات حق نہیں جو نصاریٰ کہتے ہیں یعنی عیسیٰ ابن اللہ، اور وہ بات بھی حق نہیں جو یہود کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن زنا ہیں اور وہ ان کے بارے میں شک وشبہ کرتے ہیں۔ مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ: اللہ کے کسی طرح بھی شایان شان نہیں اور اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنا بیٹا بنائے۔ سُبْحٰنَهٗ: اللہ تعالیٰ بیٹے اور شریک سے پاک ومنزہ ہے۔ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهٗ كُنْ فَيَكُونُ: جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور اس کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ کہتا ہے: ہو جا۔ پس وہ چیز ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کو محنت وتھکاوٹ مول نہیں لینا پڑتی، جس ذات کی ایسی شان ہو اس کے متعلق یہ وہم کیسے کیا جا سکتا ہے کہ اس کا بیٹا ہے؟ مفسرین کہتے ہیں: گویا یہ ماقبل کی دلیل ہے گویا یوں کہا: اولاد تو محتاج، کمزور اور عاجز کی ضرورت ہوتی ہے جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، رہی وہ ذات جو قادر اور بے نیاز ہے جو کُنْ کہنے سے چیز کو وجود بخش دیتا ہے وہ اولاد کا محتاج نہیں، جس کو وہ لفظ کن سے وجود دے وہ اس کا بیٹا نہیں بلکہ اس کا بندہ ہے۔ آیت میں زبردست استدلال پیش کیا گیا ہے۔

توحید خالص کی تعلیم

وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ: ...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گود میں جس چیز کا حکم دیا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اور یہی سیدھا دین ہے جس میں کجی نہیں۔ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ: تاہم اہل کتاب کے فرقوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کر دیا اور وہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے، ان میں سے بعض کا گمان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹے ہیں اور ان میں سے بعض کا گمان ہے کہ آپ علیہ السلام ابن زنا ہیں۔ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ: چنانچہ جس دن یہ لوگ ایک زبردست دن کا مشاہدہ کریں گے اس دن کے لیے بڑی تباہی اور ہلاکت ہوگی اور حساب وجزا کی بڑی بڑی ہولناکیوں کا سامنا کریں گے۔ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَأْتُونَنَا: جس دن یہ ہمارے پاس آئیں گے اس دن یہ کتنے سننے والے ہوں گے اور کتنے دیکھنے والے ہوں گے۔ لٰكِنِ الظّٰلِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلٰلٍ مُبِينٍ: لیکن یہ ظالم اس دنیا میں واضح اور شفاف حق سے دور اور غفلت میں ہیں۔ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ: یعنی مخلوقات کو روز قیامت سے ڈراؤ اور انہیں خوف دلاؤ جس دن گنہگار کے ساتھ جب اچھائی نہیں ہوگی اور وہ حسرت میں پڑ جائے گا۔ اور کوتاہی کرنے والا جب دیکھے گا کہ بھلائی میں اضافہ نہیں ہو رہا وہ بھی حسرت کا شکار ہو جائے گا۔ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ: جب لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکم نافذ ہو چکے گا۔ ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں۔ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ: حال یہ ہے کہ یہ لوگ آج غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ: اور وہ دوبارہ زندہ اٹھائے جانے کی تصدیق نہیں کرتے۔ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا: زمین اور اس پر پائے جانے والے خزانوں اور انسانوں کے وارث ہم ہی ہوں گے۔ وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ: تمام مخلوق نے حساب اور جزا کے لیے ہماری ہی طرف لوٹنا ہے۔

بلاغت: ...... ان آیات میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي: جسمانی قوت کے ختم ہونے اور ضعف جسم سے کنایہ ہے۔ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا: بڑھاپے کے آ جانے کو لکڑیوں میں آگ کے شعلہ زن ہو جانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، بڑھاپے کے انتشار کے لیے اشتعال کا استعارہ ہے۔ اِشْتَعَلَ، انتشر کے معنی میں ہے، اس میں استعارہ تبعیہ ہے۔ وُلِدَ يَمُوتُ: میں صنعت طباق ہے۔ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاءً: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ: جماع سے کنایہ ہے۔ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ: صیغہ تعجب ہے۔ سَرِيًّا، بَغِيًّا، صَبِيًّا، نَبِيًّا: میں سجع جو محسنات بدلعیہ میں سے ہے۔

تنبیہ: ...... قیامت کے دن ہر طرف حسرت اور افسوس پھیلا ہوگا۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث ہے جو کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل دوزخ، دوزخ میں پہنچ جائیں گے، تو اس دن ایک

مینڈھے کی شکل میں موت لائی جائے گی اور اسے جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا۔ اعلان کیا جائے کہ اے اہل جنت! کیا تم اسے جانتے ہو؟ اہل جنت سر اوپر اٹھا کر دیکھیں گے اور کہیں گے: جی ہاں یہ تو موت ہے۔ پھر اعلان کیا جائے گا: اے اہل دوزخ! کیا تم اسے جانتے ہو؟ دوزخی سر اٹھا کر دیکھیں گے اور کہیں گے: جی ہاں: یہ موت ہے۔ چنانچہ حکم دیا جائے گا اور موت کو ذبح کر دیا جائے گا پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں رہو گے موت نہیں آئے گی۔ اے اہل دوزخ! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہو گے۔ اور اب موت کا وجود نہیں رہا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِىَ الۡاَمۡرُ‌ۘ وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۹﴾

قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ
وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡكَ شَيۡــًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ قَدۡ جَآءَنِىۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ يَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِىۡۤ اَهۡدِكَ
صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّيۡطٰنَ‌ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اَنۡ
يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَكُوۡنَ لِلشَّيۡطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنۡتَ عَنۡ اٰلِهَتِىۡ يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ‌ ۚ
لَـئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ لَاَرۡجُمَنَّكَ‌ وَاهۡجُرۡنِىۡ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيۡكَ‌ ۚ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّىۡ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِىۡ
حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَاَدۡعُوۡا رَبِّىۡ ‌ۖ عَسٰٓى اَلَّاۤ اَكُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّىۡ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾
فَلَمَّا اعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ‌ ؕ وَكُلًّا جَعَلۡنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾
ربع وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مُوۡسٰٓى ۚ اِنَّهٗ كَانَ
مُخۡلَصًا وَّكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيۡنٰهُ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنِ وَقَرَّبۡنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبۡنَا لَهٗ مِنۡ
رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُوۡلًا
نَّبِيًّا‌ ۚ ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاۡمُرُ اَهۡلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنۡدَ رَبِّهٖ مَرۡضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ
اِدۡرِيۡسَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا ‌ۙ ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ
النَّبِيّٖنَ مِنۡ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ وَّمِنۡ ذُرِّيَّةِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡرَآءِيۡلَ وَمِمَّنۡ هَدَيۡنَا
السجدۃ وَاجۡتَبَيۡنَا‌ ؕ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۩ ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ
اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ‌ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ۙ ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا
فَاُولٰٓـئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَـنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ شَيۡــًٔا ۙ ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدۡنِ اۨلَّتِىۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَهٗ بِالۡغَيۡبِ‌ ؕ اِنَّهٗ

كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ
الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۖ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا
خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ
وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ ع ۱۵

ترجمہ:......اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجیے۔ بے شک وہ صدیق تھے نبی تھے ﴿۴۱﴾ جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ! تم ایسی چیز کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے۔ ﴿۴۲﴾ اے میرے باپ! میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا، سوتم میرا اتباع کرو میں تمہیں سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ ﴿۴۳﴾ اے میرے باپ! تم شیطان کی پرستش نہ کرو، بلاشبہ شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ ﴿۴۴﴾ اے میرے باپ! بلاشبہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہیں رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب پکڑ لے۔ پھر تم شیطان کے دوست ہو جاؤ۔ ﴿۴۵﴾ ان کے باپ نے جواب دیا کہ اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے ہٹنے والا ہے۔ اگر تو باز نہ آیا تو میں ضرور ضرور تجھے سنگسار کردوں گا اور تو مجھے ہمیشہ کی لیے چھوڑ دے۔ ﴿۴۶﴾ ابراہیم نے کہا کہ میرا سلام لے لو میں تمہارے لیے عنقریب اپنے رب سے استغفار کروں گا۔ بلاشبہ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے ﴿۴۷﴾ اور میں تم لوگوں سے اور ان چیزوں سے کنارہ کرتا ہوں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں امید ہے کہ میں اپنے رب کے پکارنے سے محروم نہ رہوں گا۔ ﴿۴۸﴾ پھر جب ان لوگوں سے اور ان چیزوں سے علیحدگی اختیار کر لی جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا فرما دیے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنا دیا ﴿۴۹﴾ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت کا حصہ دے دیا اور ہم نے ان کے لیے سچائی کی زبان کو بلند کر دیا۔ ﴿۵۰﴾ اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کیجیے بلاشبہ وہ خاص کیے ہوئے تھے اور وہ رسول تھے اور نبی تھے۔ ﴿۵۱﴾ اور ہم نے انہیں طور کی داہنی جانب سے پکارا اور انہیں سرگوشی کرنے والا اپنا مقرب بنایا، ﴿۵۲﴾ اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ان کا بھائی ہارون کو نبی بنا کر عطا کیا۔ ﴿۵۳﴾ اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجیے بلاشبہ وہ وعدہ کے سچے تھے اور رسول تھے نبی تھے ﴿۵۴﴾ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے، اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے ﴿۵۵﴾ اور کتاب میں ادریس کو یاد کیجیے بلاشبہ وہ صدیق تھے نبی تھے۔ ﴿۵۶﴾ اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ پر اٹھا لیا۔ ﴿۵۷﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی ان میں انبیائے کرام ہیں جو آدم کی نسل سے ہیں اور ان لوگوں کی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی نسل سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور جنہیں ہم نے چن لیا جب ان پر رحمٰن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو سجدہ کرتے ہیں اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔ ﴿۵۸﴾ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آگئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشوں کے پیچھے لگ گئے سو یہ وہ لوگ عنقریب خرابی دیکھیں گے ﴿۵۹﴾ سوائے اس شخص کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے سو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا سا ظلم نہ کیا جائے گا۔ ﴿۶۰﴾ یہ جنت ہمیشہ رہنے کے باغوں کو شامل ہوگی جس کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے بلاشبہ اس وعدہ کا وقت ضرور آنے والا ہے ﴿۶۱﴾ وہ اس میں سلام کے علاوہ کوئی لغوبات نہیں سنیں گے اور ان کا رزق انہیں جنت میں صبح شام ملا کرے گا۔ ﴿۶۲﴾ یہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اسے وارث بنائیں گے جو ڈرنے والا ہو۔ ﴿۶۳﴾ اور ہم نہیں نازل ہوتے مگر آپ کے رب کے حکم سے۔ اسی کے لیے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے، اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ ﴿۶۴﴾ وہ رب ہے آسمان کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سو آپ اس کی عبادت کیجیے اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہیے کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں؟ ﴿۶۵﴾

ربط وتعارف: قبل ازیں مریم علیہا السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ کا اختلاف ذکر کیا گیا یہاں تک کہ نصاریٰ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرنے لگے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا جا رہا ہے کہ آپ علیہ السلام نے بتوں کو دھتکار

دیا۔ چنانچہ جو لوگ انسان کی عبادت کرتے ہیں اور جو لوگ بتوں کی عبادت کرتے ہیں دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ نصاریٰ مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور مشرکین بتوں کو پوجتے تھے۔

لغات: صِدِّيقًا:...... صیغہ مبالغہ ہے اور یہ وزن بھی مبالغہ کے لیے مستعمل ہے اس کا معنی ہے زیادہ سچا۔ مَلِيًّا: طویل عرصہ عرب کا قول ہے۔ امليت لفلان فى الامر میں نے فلاں کو اس کام میں مہلت دی۔ شاعر کہتا ہے:

فتصدعت شم الجبال لموته وبكت عليه المرملات مليًّا

ممدوح کی موت پر پہاڑوں کی چوٹیاں بھی لرز اٹھیں اور بے سہارا عورتیں عرصہ دراز تک اس پر روتی رہیں۔

حَفِيًّا:...... الحفى نہایت مہربان اور رحم دل۔ خَلْفٌ: لام کے سکون کے ساتھ معنی ہوتا ہے برائی کے جانشین اور لام کے فتحہ کے ساتھ معنی ہوتا ہے اچھائی کے جانشین۔ عرب کا دعائیہ مقولہ ہے: جعلك الله خير خلف لخير سلف اللہ تعالیٰ تمہیں اچھے اسلاف کا اچھائی میں جانشین بنائے۔ شاعر کہتا ہے:

ذهب الذين يعاش فى اكنافهم وبقيت فى خلف كجلد الأجرب

وہ لوگ رخصت ہو چکے جو ان کے سایہ عاطفت میں زندہ رہتے تھے ایک میں برا جانشین باقی رہ گیا ہوں جیسے خارش زدہ کی کھال ہوتی ہے۔

غَيًّا:...... شر، برائی، گمراہی۔ اہل لغت کا قول ہے کہ عرب کے نزدیک ہر شر غیٌ ہے اور ہر بھلائی رشاد ہے۔

شان نزول:...... ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل امین سے فرمایا: اے جبرئیل! آپ ہماری ملاقات زیادہ کیوں نہیں کرتے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝

یعنی جب ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملتا ہے ہم زمین پر اترتے ہیں۔[1]

حضرت ابراہیم خلیل اللہ سچے نبی تھے

تفسیر: وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِيۡمَ:...... اے محمد! کتاب عزیز میں ابراہیم خلیل اللہ کا حال پڑھو۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا: انہوں نے اپنے اوپر سچائی لازمی کر لی تھی اور وہ اس خوبی میں مبالغہ کرتے تھے، اس حال میں کہ آپ صدیقیت اور نبوت کے جامع تھے۔ آیت کی غرض اہل عرب کو تنبیہ کرنا ہے چوں کہ اہل عرب اپنا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاتے تھے اور اس کے باوجود بتوں کو پوجتے تھے، حالاں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حنفا (خالص اللہ کے لیے عبادت کرنے والوں) کے پیشوا ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام خالص توحید کا پیغام لے کر آئے جس کی دعوت خاتم المرسلین نے بھی دی۔

والد کو تبلیغ اور توحید کی دعوت

اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡكَ شَيۡـًٔا:...... آپ علیہ السلام نے نہایت نرمی اور لطف سے اور والد کو ہدایت کی طرف رغبت دلاتے ہوئے کہا: اے ابا جان! آپ بتوں کو کیوں پوجتے ہیں جو پتھر کے بنے ہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ ہی دیکھ سکتے ہیں۔ جو آپ کو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی آپ سے تنگی تکلیف دور کر سکتے ہیں؟ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ قَدۡ جَآءَنِىۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ يَاۡتِكَ: نہایت مہر و لطف سے دوبارہ نصیحت کی، والد کو جہالت سے موصوف نہیں کیا حالاں کہ وہ بتوں کی عبادت کرتا تھا بلکہ نہایت نرمی سے کہا: میرے پاس اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات قدسیہ کا علم آتا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ فَاتَّبِعۡنِىۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا: آپ میری نصیحت قبول فرمائیں اور میری بات مان لیں، میں سیدھے راستے کی طرف آپ کی راہنمائی کر رہا ہوں، تمام خطرات سے نجات اسی راستے میں ہے اور یہ راستہ اللہ تعالیٰ کے دین کا راستہ ہے جس میں

---

[1] اخرجہ البخاری

کوئی کجی نہیں ہے۔ يَٰٓأَبَتِ لَا تَعۡبُدِ ٱلشَّيۡطَٰنَ: آپ کفر میں شیطان کی بات نہ مانیں اور بتوں کی پوجا نہ کریں۔ إِنَّ ٱلشَّيۡطَٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمَٰنِ عَصِيّٗا: شیطان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا ہے، اپنے پروردگار کی عبادت سے منہ موڑنے والا اور متکبر ہے سو جو شخص بھی شیطان کے پیچھے چلتا ہے شیطان اسے گمراہ کر دیتا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت میں عبادت کو طاعت سے تعبیر کیا گیا ہے چوں کہ معصیت میں جو شخص کسی کی اطاعت کرتا ہے گویا وہ اس کی عبادت کرتا ہے۔[1] يَٰٓأَبَتِ إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٞ مِّنَ ٱلرَّحۡمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيۡطَٰنِ وَلِيّٗا: ابراہیم علیہ السلام نے والد کو برے انجام سے ڈرایا۔ آیت کا معنی ہے مجھے خوف ہے کہ آپ کہیں کفر پر نہ مر جائیں پھر آپ پر اللہ کا سخت عذاب نازل ہوگا اور آپ شیطان کے حمایتی اور مددگار بن جائیں گے، ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں چلے جائیں گے۔

امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہر بار يَٰٓأَبَتِ: کا لفظ شدت محبت پر دلالت کرتا ہے، اس سے عذاب سے بچنے کی رغبت دلائی جا رہی ہے اور سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کی جا رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی گفتگو میں حسن ترکیب کو ملحوظ رکھا ہے چوں کہ اولاً باپ کو بتوں کی عبادت کے باطل ہونے پر متنبہ کیا، پھر استدلال میں اپنی اتباع کا حکم دیا اور اندھی تقلید چھوڑنے کو کہا۔ پھر فرمایا کہ شیطان کی طاعت عقل میں بھی جائز نہیں پھر وعید پر اپنی بات ختم کی اور اس میں مہر و ولا کا پہلو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ إِنِّيٓ أَخَافُ: کے جملہ میں نہایت گہرے قلبی تعلق پر دلیل ہے اور اس میں حق والدیت کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔[2] قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنۡ ءَالِهَتِي يَٰٓإِبۡرَٰهِيمُ: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے والد آزر نے کہا: اے ابراہیم! کیا تو میری معبودان کی عبادت ترک کر رہا ہے؟ استفہام برائے تعجب وانکار ہے چوں کہ ابراہیم علیہ السلام بتوں کی عبادت سے اعراض برتتے ہوئے تھے، گویا آزر کے نزدیک بتوں کی عبادت سے روگردانی کرنا عقل مندی کے خلاف ہے۔

بیضاوی کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام نے دعوت وارشاد میں نہایت نرمی ولطف کا مظاہرہ کیا اس کے مقابلے میں آزر نے نہایت سختی، سنگدلی اور عناد سے جواب دیا، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو يَٰٓأَبَتِ کے جواب میں یا بنیّ کہنے کے بجائے نام سے مخاطب کیا۔ آزر نے رَاغِبٌ خبر کو أَنتَ مبتدا پر مقدم کیا اور صدر کلام میں ہمزہ استفہامیہ لایا ایسا نفس رغبت کی انکار کے لیے کیا ہے گویا بت ایسی چیزیں ہیں جن سے کوئی عقل مند اعراض نہیں کرتا۔[3] اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دھمکی دی اور کہا: لَئِن لَّمۡ تَنتَهِ لَأَرۡجُمَنَّكَ: اگر تم نے میرے معبودان کو برا بھلا کہنا نہ چھوڑا تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔ وَٱهۡجُرۡنِي مَلِيّٗا: مجھے طویل عرصے تک چھوڑ دو۔ سدی کہتے ہیں: یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دو۔ دعوت ہدایت کا جواب آزر نے نہایت جہالت سے دیا، تہذیب وشائستگی کا جواب سنگدلی سے دیا، کفر کا ایمان کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔ ایمان کے تربیت یافتہ دل کی حالت کچھ اور ہوتی ہے اور کفر وعصیان کے خوگر دل کی کیفیت جدا ہوتی ہے۔

قَالَ سَلَٰمٌ عَلَيۡكَۖ سَأَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّيٓ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے جواب میں فرمایا: آپ کو میری طرف سے کسی قسم کی اذیت اور دکھ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، اس کے بعد میں ایسی کوئی بات نہیں کروں گا جو آپ کے لیے تکلیف دہ ہو، میں آپ کے حق کا احترام کرتا ہوں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو ہدایت دے اور آپ کے گناہ بخش دے۔ إِنَّهُۥ كَانَ بِي حَفِيّٗا: یعنی اللہ تعالیٰ میرے ساتھ بہت زیادہ لطف وکرم اور مہربانی والا معاملہ کرتا ہے اور مجھے درخور اعتنا رکھتا ہے۔ وَأَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ: میں تمہیں اور جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو سب کو چھوڑتا ہوں اور تمہارے ملک سے ہجرت کرتا ہوں۔ وَأَدۡعُواْ رَبِّي: میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اس حال میں کہ میری عبادت خالص اسی کے لیے ہے۔ عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّي شَقِيّٗا: اپنی خالص عبادت کے طفیل مجھے اپنے رب تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ مجھے نامراد نہیں کرے گا، آیت میں کفار پر تعریض ہے کہ وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں اس لیے شقاوت ونامرادی ان کا مقدر بن چکی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد، قوم، خاندان، وطن اور بت سب کو چھوڑ دیا اور ان سب سے الگ ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو تنہا نہیں چھوڑا بلکہ اولاد عطا فرمائی۔

---

[1] القرطبی ۱۱/۱۱۱ [2] التفسیر الکبیر ۲۱/۲۲۶ [3] البیضاوی ۲/۱۷

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شام کی جانب ہجرت

فَلَمَّا اعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ:...... مفسرین کہتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سرزمین شام کی طرف ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے باپ، قوم اور وطن کو چھوڑا اللہ تعالیٰ نے ان سب کا نعم البدل عطا فرمایا اور آپ کو حضرت اسحاق وحضرت یعقوب علیہما السلام جیسے انبیاء اولاد میں عطا فرمائے۔ قوم ووطن کی دوری سے آپ علیہ السلام کو جو وحشت لاحق ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مانوس کرنے کے لیے اولاد عطا فرمائی، یعقوب بن اسحاق علیہما السلام دونوں باپ بیٹا انبیا ہیں اور ان کی نسل سے بنی اسرائیل کے انبیا پیدا ہوئے، ابن کثیر لکھتے ہیں: ہم نے ان کی نسل چلائی اور ان کے بعد انبیا پیدا کیے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی زندگی میں بشارت دے دی کہ ان کی اولاد میں انبیا آئیں گے۔[1] وَكُلًّا جَعَلۡنَا نَبِيًّا: ہم نے ان میں سے ہر ایک کو پیغمبر بنایا۔ وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا: ہم نے تمام (یعنی ابراہیم، اسحاق ویعقوب علیہم السلام) کو ہر طرح کی دینی ودنیوی بھلائی عطا فرمائی انہیں مال، اولاد، علم وعمل کی دولت عطا فرمائی۔ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا: ہم نے لوگوں میں ان کا ذکر جمیل جاری کر دیا، چوں کہ تمام ادیان کے پیروکاران حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی ثنائے جمیل کرتے ہیں اور تا قیامت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود وسلام بھیجتے رہیں گے۔ طبری کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: ہم نے انہیں اچھی ثنا عطا فرمائی اور لوگوں میں ان کا ذکر جمیل جاری کر دیا۔[2]

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ

وَاذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ مُوۡسٰٓى:...... اے محمد! اپنی قوم سے قرآن عظیم میں موسیٰ علیہ السلام کا بھی تذکرہ کرو اور قوم سے ان کی خبر بیان کرو۔ اِنَّهٗ كَانَ مُخۡلَصًا: اللہ نے موسیٰ کو اپنے لیے خالص کر لیا تھا اور مخلوق کے درمیان میں سے اپنے کلام کے لیے موسیٰ ہی کو منتخب فرمایا۔ وَّكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا یعنی کبار رسولوں اور انبیائے اطہار میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دو وصف جمع فرمائے، کان کا لفظ مکرر لایا گیا ہے موسیٰ علیہ السلام کی عظمت شان واضح کرنے کے لیے۔ وَنَادَيۡنٰهُ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنِ: ہم نے موسیٰ کو طور پہاڑ کی طرف سے دائیں طرف پکارا جب ہم نے موسیٰ سے بلاواسطہ کلام کیا۔ وَقَرَّبۡنٰهُ نَجِيًّا: جب ہم نے ان سے کلام کیا انہیں اپنا راز دار بنا کر اپنے قرب سے نوازا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملکوت کے قریب کیا گیا تھا۔ اور تمام پردے اٹھا دیے گئے تھے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام نے قلم چلنے کی آواز سن لی تھی۔[3] علامہ زمخشری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جسے کوئی بادشاہ یا سلطان سرگوشی کے لیے قریب کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی بلاواسطہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا۔ وَوَهَبۡنَا لَهٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ نَبِيًّا: ہم نے موسیٰ پر جو انعام ورحمت کی اس کی بدولت ان کو ان کا بھائی ہارون نبی بنا کر عطا کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ وَاجۡعَلۡ لِّيۡ وَزِيۡرًا مِّنۡ اَهۡلِيۡ هٰرُوۡنَ اَخِي یعنی میرے گھرانے میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے۔ چنانچہ ہم نے ہارون کو موسیٰ کا دست راست، معاون ومددگار بنا دیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ

وَاذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ:...... اے محمد! قرآن عظیم میں اپنے جد امجد اسماعیل ذبیح بن ابراہیم کا تذکرہ کرو، حضرت اسماعیل علیہ السلام ابو العرب کہلاتے ہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ: اسماعیل علیہ السلام وعدے میں سچے تھے۔ آپ علیہ السلام نے جو وعدہ بھی کیا اسے ضرور پورا کیا مفسرین کہتے ہیں: آیت میں وعدہ وفائی کی صفت کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے حالاں کہ یہ خوبی تو دوسرے انبیا میں بھی پائی جاتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ خوبی دوسرے انبیا میں پائی جاتی ہے بلکہ تمام انبیا میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے لیکن آیت کریمہ میں اسماعیل علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کا اظہار مقصود ہے نیز آپ علیہ السلام وعدہ وفائی میں اتنے پکے تھے اور وعدہ وفائی کا اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ دوسرے انبیا میں اس قدر کا اہتمام نہیں تھا۔

---

[1] المختصر ۲/ ۴۵۴ [2] الطبری ۱۶/ ۹۳ [3] البحر ۶/ ۱۹۹

چنانچہ آپ علیہ السلام کے وعدوں میں سے صبر کرنا، ذبح کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دینا وغیرہ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف اور ثنائے جمیل کی ہے۔ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا: اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کے لیے رسالت و نبوت جمع کی ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ اسماعیل علیہ السلام اپنے بھائی اسحاق علیہ السلام پر شرف و فضیلت رکھتے ہیں۔ چوں کہ اسحاق علیہ السلام کے حق میں صرف وصف نبوت بیان کیا گیا ہے جب کہ اسماعیل علیہ السلام کے حق میں رسالت و نبوت دو وصف بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کی اولاد میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہیں۔ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ: اپنے اہل خانہ کو اللہ کی طاعت پر ابھارتے تھے۔ بالخصوص نماز جو دین کا ستون ہے اور زکوٰۃ جس سے معاشرے کی سعادت وابستہ ہے کی ادائیگی پر ابھارتے تھے۔ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا: اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے تھے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ انتہا درجے کی مدح ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو پسندیدہ ہو وہ ہر طرح کی طاعات میں کامیاب ہوتا ہے اور اعلیٰ درجات حاصل کرتا ہے۔[1]

حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا:...... کتاب جلیل میں ادریس کا بھی تذکرہ کرو، وہ اپنے تمام احوال میں صدق و سچائی کو اپنے اوپر لازمی کیے ہوئے تھے۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے اور آدم علیہ السلام کے بعد پہلے پیغمبر ہیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے سب سے پہلے قلم سے لکھا۔ آپ علیہ السلام نے سلا ہوا کپڑا سب سے پہلے پہنا، آپ سے پہلے انسان جانوروں کی کھال پہنتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف تیس صحیفے نازل کیے۔ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا: ہم نے ان کا ذکر بلند کیا اور ان کی قدر و منزلت بڑھائی، نبوت سے انہیں مشرف کیا اور اللہ کے ہاں ان کا قرب ہے۔ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ: جن ہستیوں کا اوپر ذکر ہوا ہے یہ اللہ کے انبیا اور رسول ہیں۔ جن کا اس سورت میں ذکر ہوا ہے یہ دس ہیں، اول زکریا علیہ السلام اور آخری ادریس علیہ السلام یہ وہ حضرات انبیائے کرام ہیں جن پر اللہ نے خصوصی انعام کیا اور انہیں شرف نبوت سے نوازا۔ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ: یعنی آدم کی نسل سے جیسے ادریس۔ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ: جیسے ابراہیم علیہ السلام چنانچہ آپ علیہ السلام سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرٰهِيمَ: جیسے اسماعیل، اسحاق اور یعقوب۔ وَإِسْرَآءِيلَ: یعنی اسرائیل کی اولاد میں سے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام ہے اور ان کی اولاد میں سے جیسے موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام۔ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا: اور جن لوگوں کو ہم نے ایمان کی ہدایت دی اور انہیں رسالت و پیغمبری کے لیے چنا اور ان کی طرف وحی بھیجی۔

تلاوت قرآن کا ادب اور نماز چھوڑنے والوں کی سزا

إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا: جب اللہ کا کلام سنتے ہیں سجدے میں گر جاتے ہیں اور رب تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے رو پڑتے ہیں باوجود یہ کہ اللہ کے ہاں ان کا بڑا مرتبہ ہوتا ہے اور اللہ کے ہاں قربت والے ہوتے ہیں۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ آیات کریمہ دلوں میں اثر کرتی ہیں۔[2] فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ:...... ان اتقیا و صلحا کے بعد اشقیا و برے لوگ آ گئے۔ جنہوں نے نماز چھوڑ دی اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے لگے۔ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا: یہ لوگ عنقریب ہر قسم کی برائی، خسارہ اور تباہی کو پالیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: غی جہنم میں ایک وادی ہے جس کی تپش سے جہنم کی دوسری وادیاں بھی پناہ مانگتی ہیں۔ إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا: ہاں البتہ جس شخص نے ایمان قبول کیا اور نیک عمل کیا۔ فَأُولٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا: یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور سعادت مندی ان کا مقدر بنے گی، ان کے اعمال سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ: یہ اقامت کی بہشتیں ہیں جن کا وعدہ اللہ نے کر رکھا ہے اور اس کے بندوں نے بن دیکھے اس پر ایمان لایا ہے اور اس کے وعدے کی تصدیق کی ہے۔

---

[1] الفخر الرازی ۲۱/ ۲۳۲ [2] القرطبی ۱۱/ ۱۲۰

اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا:...... اللہ تعالیٰ نے جنت کا جو وعدہ کر رکھا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا، اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا: جنت میں کوئی فضول بات نہیں سنیں گے البتہ فرشتوں کو سلام کرتے سنو گے جو جنتیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ہوگا۔ اِلَّا سَلٰمًا میں استثنا منقطع ہے۔ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا: اہل جنت، جنت میں جو چاہیں گے انہیں ملے گا۔ انواع و اقسام کے کھانے، پینے کی مشروبات، بغیر کسی رد و قدح اور روک ٹوک کے ملیں گے اور یہ نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

جنت متقین کی میراث ہے

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا:...... یہ جنت جس میں رہنے والوں کے احوال ہم نے اوپر بیان کیے ہیں اس جنت کا وارث ہم اپنے نیک و پرہیزگار بندوں کو بنائیں گے۔ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ: یہ جبرئیل کا کلام ہے جو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ جب نزول وحی میں وقفہ ہو گیا۔ استفسار پر جبرئیل نے جواب دیا۔ ہم دنیا پر اللہ کے حکم اور اس کی اجازت سے نازل ہوتے ہیں۔ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ: تمام امر اللہ عزوجل کے لیے ہے دنیا کا اور آخرت کا، ہر چیز اللہ تعالیٰ کے احاطہ میں ہے۔ کوئی چیز بھی اس پر مخفی نہیں۔ ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز اس سے اوجھل نہیں ہو سکتی۔ بھلا ہم کسی چیز کا اقدام اللہ کی اجازت کے بغیر کیسے کر سکتے ہیں؟ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا: اللہ اپنے بندوں کے اعمال میں سے کسی چیز کو بھی نہیں بھولتا۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ: اللہ تعالیٰ تمام جہانوں، جہان بالا جہان اسفل تمام کا پروردگار ہے، صرف اسی کی عبادت کرو۔ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ: عبادت کی تکالیف پر صبر کرو۔ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا: کیا تمہیں اس کی کوئی شبیہ یا نظیر معلوم ہے؟

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بدیع و بیان کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔

وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا:...... میں کنایہ لطیفہ ہے ذکر حسن اور ثنائے جمیل سے کنایہ ہے۔ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا: میں استعارہ ہے، بلند رتبے کو اونچی جگہ کے ساتھ بطور استعارہ تشبیہ دی گئی ہے۔ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا: بصیغہ مبالغہ ہے یعنی صدق میں خوب مبالغہ کرنے والا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ: میں بعید کا اشارہ بلند رتبے کے اظہار کے لیے لایا گیا ہے۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ: تجنیس ناقص ہے چوں کہ حرکات و شکل بدلی گئی ہے۔ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا: اور بُكْرَةً وَّعَشِيًّا: میں صنعت طباق ہے۔ عَلِيًّا، حَفِيًّا، نَبِيًّا: میں خوبصورت سجع بندی ہے۔

فائدہ:...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یا أبت کہا اس میں لطف و نرمی مہر و ولا کا پہلو نمایاں ہے۔ اس میں "ت" یائے اضافت کے عوض میں ہے چوں کہ اصل میں تھا۔ یا أبی اسی لیے تا اور "ی" جمع نہیں ہوتے۔

تنبیہ:...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پچھتر ۱۷۵ سال ہوئی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار سال کا عرصہ گزرا ہے، ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ ہوا ہے، حضرت نوح علیہ السلام سے انبیائے کرام کا شجرہ پھوٹا ہے۔

بعث بعد الموت کا انکار و تکذیب کرنے والوں کے شہادت کا رد

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ
يَكُ شَيْـًٔا ﴿۶۷﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۸﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ
مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ
فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ
خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ
فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ
فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ
الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا
وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ
الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَّنَرِثُهُ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾
ع كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى
الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ
الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ
مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ
وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾
وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾
فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ
ع قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

وقف لازم وقف لازم

ترجمہ:.....اور انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا یہ ضروری بات ہے کہ میں عنقریب زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ ﴿٦٦﴾ کیا انسان اس بات کو
نہیں سوچتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا اور وہ کچھ بھی نہ تھا۔ ﴿٦٧﴾ تیرے رب کی قسم ہے ہم ان لوگوں کو ضرور ضرور جمع کریں گے اور
شیاطین کو بھی، پھر ہم ان کو دوزخ کے قریب اس حال میں حاضر کر دیں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔ ﴿٦٨﴾ پھر ہم ہر جماعت میں
سے ان کو علیحدہ کر دیں گے (جنہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی) جو رحمٰن کے مقابلے میں بہت سخت سرکشی اختیار کیے ہوئے تھے۔ ﴿٦٩﴾
پھر ہم ہی ان لوگوں کو خوب جاننے والے ہیں جو دوزخ میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں۔ ﴿٧٠﴾ اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس پر وارد نہ
ہو۔ آپ کے رب کا یہ حکم لازمی ہے جس کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ ﴿٧١﴾ پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جو ڈرتے تھے اور ظالموں کو اس میں ایسی

حالت میں چھوڑ دیں گے کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔۔ ﴿۷۲﴾ اور جب ان پر ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریق میں سے مقام کے اعتبار سے کون بہتر ہے اور مجلس کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟ ﴿۷۳﴾ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کردیں جو ساز و سامان اور نظروں میں بھانے کے اعتبار سے اچھے تھے۔ ﴿۷۴﴾ آپ فرمادیجیے کہ جو شخص گمراہی میں ہوگا تو رحمٰن اسے مہلت دے گا یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو یا عذاب ہوگا یا قیامت ہوگی۔ سو عنقریب جان لیں گے کہ وہ کون ہے جو بری جگہ والا ہے اور لشکر کے اعتبار سے کمزور تر ہے۔۔ ﴿۷۵﴾ اور جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ ان کی ہدایت کو اور بڑھادے گا اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے پاس ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ ﴿۷۶﴾ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہنے لگا کہ مجھے ضرور ضرور مال اور اولاد دیے جائیں گے۔ ﴿۷۷﴾ کیا اسے غیب کا پتہ چل گیا یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لیا ہے۔ ﴿۷۸﴾ ہرگز نہیں، ہم عنقریب اس کی بات لکھ لیں گے اور اس کے لیے عذاب بڑھاتے رہیں گے۔ ﴿۷۹﴾ اور اس کی کہی ہوئی چیزوں کے ہم مالک رہ جائیں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔ ﴿۸۰﴾ اور ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنالیے، تا کہ وہ ان کی لیے عزت کی چیز بن جائے۔ ﴿۸۱﴾ خبردار ایسا ہرگز نہیں ہے، وہ عنقریب ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور ان کے مخالف بن جائیں گے۔ ﴿۸۲﴾ اے مخاطب! کیا تونے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے جو انہیں خوب ابھارتے ہیں۔ ﴿۸۳﴾ سو آپ ان کے بارے میں جلدی نہ کیجیے ہم ان کی باتوں کو خوب شمار کررہے ہیں۔ ﴿۸۴﴾ ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے۔ ﴿۸۵﴾ اور مجرموں کو دوزخ کی طرف اس حال میں چلائیں گے کہ وہ پیاسے ہوں گے۔ ﴿۸۶﴾ کوئی شخص سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر جس نے رحمٰن کے پاس سے اجازت لی۔ ﴿۸۷﴾ اور ان لوگوں نے کہا کہ رحمٰن نے اولاد اختیار کرلی ہے۔ ﴿۸۸﴾ البتہ تم نے بہت ہی سخت بات کہی۔ ﴿۸۹﴾ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ ﴿۹۰﴾ اس بات سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد تجویز کی۔ ﴿۹۱﴾ اور رحمٰن کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے۔ ﴿۹۲﴾ جو بھی آسمان اور زمین میں ہیں وہ سب رحمٰن کے پاس بندگی اختیار کیے ہوئے حاضر ہوں گے۔ ﴿۹۳﴾ اللہ نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کیا ہے اور ان سب کو اچھی طرح گن رکھا ہے۔ ﴿۹۴﴾ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس تنہا آئے گا۔ ﴿۹۵﴾ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے رحمٰن اس کے لیے محبت پیدا فرمادے گا۔ ﴿۹۶﴾ سو ہم نے قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کردیا تا کہ آپ اس کے ذریعے متقین لوگوں کو بشارت دیں اور جھگڑالو قوم کو ڈرائیں۔ ﴿۹۷﴾ اور ہم نے اس سے پہلے کتنے ہی گروہوں کو ہلاک کردیا، کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان میں سے کسی کی کوئی آہٹ سنتے ہیں۔ ﴿۹۸﴾

ربط وتعارف:..... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے عبرت حاصل کرنے کے لیے انبیائے کرام کے قصے ذکر کیے اور سورت کی اساسی غرض زندہ کرنے اور فنا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اثبات اور روز قیامت کا اثبات ہے، اب ان آیات میں بعث بعد الموت کا انکار و تکذیب کرنے والوں کے کچھ شبہات اور ان پر مدلل رد کا ذکر کیا جارہا ہے اور پھر سورت کا اختتام خوشحالوں اور بدحالوں کے انجام پر کیا گیا ہے۔

لغات: جِثِيًّا:..... جاثٍ کی جمع ہے۔ جثا شدید ہولناکی کی وجہ سے گھٹنوں کے بل کوئی بیٹھا ہو تو کہا جاتا ہے۔ خوفزدہ انسان کا بیٹھنا۔ کمیت شاعر کہتا ہے:

هموا تركوا سراتهم جثيًّا　　　وهم دون السراة مصر نينًا

ان لوگوں نے اپنے سرداروں کو گھٹنوں کے بل ذلیل چھوڑا ہے اور وہ اپنے سرداروں کے بغیر ہی بیڑیوں میں قید کرلیے گئے ہیں۔

عِتِيًّا:..... نافرمانی، حق سے پہلوتہی اور سرکشی۔ نَدِيًّا: الندی والنادی مجلس جس میں لوگ گفتگو اور مشورہ کے لیے بیٹھیں، جوہری کہتے ہیں: الندی لوگوں کی مجلس، اسی طرح الندوة والنادی بھی مجلس کو کہا جاتا ہے، اگر لوگ متفرق ہوجائیں تو پھر ندی (مجلس) نہیں رہتی۔ اَثَاثًا: گھریلو ساز و سامان۔ رِءْيًا: خوبصورت منظر۔ تَؤُزُّهُمْ: الأزّ اکسانا، ابھارنا: اہل لغت کے ہاں الأز، الهز اور الاستفزاز قریب المعنی الفاظ ہیں۔ ابھارنے اور اکسانے کے معنی میں آتے ہیں۔ اسی سے ہے أزيز المرجل ہنڈی کا ابال۔ وَفْدًا: وافد کی جمع ہے، وہ آدمی جو ایک معزز کے طور پر

آ ئے۔ وِرْدًا: پیدل چلنے والے، پیاسے۔ امام رازی کہتے ہیں: الورد پیاسے کو کہا جاتا ہے کیوں کہ پانی کے پاس وہی شخص وارد ہوتا ہے جو پیاسا ہو۔ اِدًّا: عظیم منکر بات، غلط بات۔ جوہری کہتے ہیں: گھناؤنی بات، نہایت قطیع بات۔ اَلرِّكْزًا: دھیمی آواز۔ پست آواز۔

شانِ نزول:......حضرت خبیب بن ارت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں پیشے کے اعتبار سے لوہار کا کام کرتا تھا، عاص بن وائل کے ذمے میرا کچھ قرضہ تھا، میں نے ایک دن اس کے پاس آ کر قرض کا مطالبہ کیا، اس نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! میں تیرا قرض ادا نہیں کروں گا یہاں تک کہ تم محمد کی شان میں کفریہ کلمات نہ کہہ دو۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کفریہ کلمات نہیں کہوں گا یہاں تک کہ تو میرے سامنے مر جائے اور پھر زندہ بھی ہو جائے۔ (یہ مقولہ محالات میں سے ہے) عاص بن وائل نے اس پر کہا: جب میں مر جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اگر اس وقت میرے پاس مال ہوا تو تم آ جانا میں تمہیں قرض ادا کر دوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝[1]

بعث بعد الموت کے شبہات کا جواب

تفسیر: وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا:......وہ انسان جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی تصدیق نہیں کرتا بطور انکار کہتا ہے: جب میں مر جاؤں گا اور مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاؤں گا تو کیا قبر سے زندہ اٹھایا جاؤں گا؟ ابن کثیر کہتے ہیں: یعنی وہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو مستبعد اور عجیب سمجھتا ہے۔[2] لَسَوْفَ میں لام انکار میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ جب کہ پہلی دفعہ جب انسان کو زندگی عطا کی گئی تھی اس میں غفلت برتنے کی وجہ سے انکار پیدا ہوا اور کہتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوا؟ حالاں کہ وہ اگر تھوڑی سی سوچ بچار سے کام لیتا تو معاملہ کی تہہ تک پہنچ سکتا تھا۔ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا: کیا یہ انسان اپنے پہلی مرتبہ پیدا ہونے کو یاد نہیں کرتا اور پھر اس سے دوبارہ زندہ کیے جانے پر استدلال نہیں کرتا؟ اور اسے اتنی بات معلوم نہیں کہ وہ ذات جو عدم سے انسان کو وجود بخشتی ہے وہ فنا ہو جانے اور اجزا کے بکھر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ بعض علما کا قول ہے کہ اگر ساری مخلوقات دوبارہ اٹھائے جانے کے انکار پر اجتماعی دلیل پیش کرے تو بھی ان کے بس کی بات نہیں چوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی چیز کا دوبارہ بنانا اس کی ایجاد سے آسان ہوتا ہے۔[3] اس کی نظیر اس آیت میں موجود ہے۔ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ یعنی کہہ دیجیے اسے وہی ذات زندہ کرے گی جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا۔ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ: اے محمد! تمہارے رب کی قسم! ہم ضرور ان مکذبین کو شیاطین کے ساتھ اٹھائیں گے۔

دوزخ پر ہر انسان کا گزر ہو گا

مفسرین کہتے ہیں: ہر کافر ایک شیطان کے ساتھ زنجیر میں جکڑا ہوا اٹھایا جائے گا۔ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا: ہم ان مجرموں کو جہنم کے گرد حاضر کریں گے اس حال میں کہ یہ گھبراہٹ اور ہولناکی کی شدت کی وجہ سے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے، ٹانگوں پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھیں گے۔ چوں کہ قیامت کی شدت کی وجہ سے لرزہ براندام ہوں گے۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ: پھر ہم ہر فرقہ و جماعت جو کسی مذہب سے منسلک تھی سے نکال باہر کریں گے۔ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا: جو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرکشی کرنے میں زیادہ سخت تھا۔ آیت سے مراد ہے کہ مجرمین میں درجہ بدرجہ سرکشوں کو پکڑ کر واصل جہنم کیا جائے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجرمین کے اکابر سے ابتدا کی جائے گی۔ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا: ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں داخلے کے مستحق ہیں اور جو دوزخ کی آگ میں جلنے کے مستحق ہیں اور جو دوگنے عذاب کے مستحق ہیں، چنانچہ ہم ان ہی سے ابتدا کریں گے۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا: تم میں سے جو بھی نیک و فاجر ہوا سے دوزخ پر آنا پڑے گا، تاہم مؤمن تو دوزخ کو عبور کرتا ہوا آگے بڑھ جائے گا جب کہ فاجر و کافر دوزخ میں پڑ جائے گا۔

---

[1] البخاری ومسلم وانظر سبب النزول ص ۱۷۳ [2] المختصر لابن کثیر ۲/۴۲۰ [3] الفخر الرازی ۲۱/۲۴۱

كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا:...... یوں دوزخ پر آنے کا فیصلہ حتمی اور لازمی ہے اس کے خلاف ممکن نہیں۔ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا: پھر دوزخ پر سے گزرنے کے بعد ہم پرہیزگاروں کو دوزخ سے نجات دیں گے۔ وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا: ظالموں کو ہم دوزخ میں گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے چھوڑ دیں گے، بیضاوی کہتے ہیں: آیت میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ دوزخ پر وارد ہونے سے مراد دوزخ کے ارد گرد گھٹنوں کے بل بیٹھنا ہے اور یہ کہ مؤمنین کو جب نجات ملے گی تو وہ کفار سے الگ ہو کر جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخ میں کفار و فجار جائیں گے اور وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہونے کی حالت میں دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔[1] وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ: جب مشرکین کو قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جو واضح اعجاز اور واضح معانی والی ہیں۔

کفار کا سوال: افضل گروہ کون سا ہے؟

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا:...... خوشحالی پر اترانے والے کفار نے فقرا مؤمنین سے کہا: دونوں گروہوں میں سے کون سا گروہ افضل ہے، رہنے سہنے، زندگی گزارنے اور مجلس کے اعتبار سے کون افضل ہے ہم یا تم لوگ؟ بیضاوی کہتے ہیں: جب کفار واضح آیات سنتے اور ان کے معارضہ سے عاجز آ جاتے تو مسلمانوں پر اپنی برتری جتلانے لگتے اور دنیا کی عیش و عشرت مالداری سے اپنی فوقیت پر استدلال کرتے۔[2] اللہ تعالیٰ نے ان پر یوں رد کیا: وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا: ہماری آیات کو جھٹلانے والی بہت ساری امتوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور وہ ان مشرکین سے ساز و سامان میں کہیں زیادہ تھے، وہ ان سے زیادہ خوبصورت تھے، جیسے ہم نے سابقین کو ہلاک کیا اسی طرح لاحقین کو بھی ہلاک کر دیں گے، یہ مشرکین اپنی عیش و عشرت اور کثرت ساز و سامان سے دھوکا نہ کھائیں۔ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا: اے محمد! ان مشرکین (جو اپنی زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ وہ حق پر ہیں) سے کہہ دو: ہم میں سے جو اور تم میں سے جو بھی گمراہی میں پڑا ہے خدائے رحمٰن اسے ڈھیل اور مہلت دیتا رہے اور اسے (سرکشی میں رہنے دے، یہاں تک کہ وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کر لے اور اس کی مدت پوری ہو جائے۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ انتہا درجے کی وعید و تہدید ہے۔[3] حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ: حتیٰ کہ جب دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ان پر عذاب آ چکا ہے۔ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ: یا تو دنیا کا عذاب جو قتل یا قید وغیرہ کی صورت میں ہو سکتا ہے یا آخرت کا عذاب جس میں قیامت کے شدائد اور ہولناکیاں ہوں گی۔ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا: جب حقائق سے پردہ اٹھے گا تب انہیں معلوم ہوگا کہ اللہ کے ہاں کس کا مقام کم تر ہے اور کس کی جماعت و مددگار تعداد میں تھوڑے ہیں کیا وہ کفار ہوں گے یا مؤمنین؟ یہ آیت کفار کے اس قول کے مقابلہ میں لائی گئی ہے۔ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا۔

اعمال صالحہ جو انسان کے لیے باقی بچ رہتے ہیں

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى:...... اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ مؤمنین کی بصیرت، ایمان اور ہدایت میں اضافہ کرتا ہے۔ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا: اعمال صالحہ جو انسان کے لیے باقی بچ رہتے ہیں اور آخرت میں ذخیرہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل چیز ہوتے ہیں اور اہل ارض اجر و ثواب کے اعتبار سے جو کچھ کرتے ہیں اس سب سے بہتر ہوتے ہیں۔ وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا: انجام و عاقبت کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ چنانچہ دنیا کی نعمتیں ختم ہو جانے والی ہیں جب کہ آخرت کی نعمتیں باقی رہنے والی ہیں۔ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا: یہ آیت عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی، استفہام برائے تعجب ہے۔ یعنی اے محمد! اس کافر کے قصے پر تعجب کرو جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور اس کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے مال اور اولاد عطا فرمائے گا۔ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ: کیا اسے غیب پر آگاہی ہوئی ہے جو صرف علام الغیوب ذات کے ساتھ خاص ہے۔ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا: یا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا وعدہ کر رکھا ہے اور وہ اب اسی وعدے کے بھروسے پر بات کر رہا ہے۔

---

[1] البیضاوی ۲/ ۱۹ [2] البیضاوی ۲/ ۲۰ [3] القرطبی ۱۱/ ۱۴۴

كَلَّا ۔ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ: اس کے باطل خیال کو رد کر دیا گیا ہے اور لفظ كَلَّا: برائے ردع اور زجر ہے یعنی یہ کافر اس بری بات اور شنیع قول سے باز آ جائے وہ جو کچھ کہتا ہے ہم اس کے خلاف لکھ رہے ہیں۔ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا: ہم اس کا عذاب بڑھا دیں گے اور عذاب کو طویل کر دیں گے یہ اس کی سرکشی اور استہزا کا بدلہ ہے، چنانچہ مال اور اولاد کی جگہ ہم اس کے عذاب میں چند در چند اضافہ کریں گے۔ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُولُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا: جو کچھ اس نے مال اور اولاد اپنے پیچھے چھوڑی ہم ہی اس کے وارث ہوں گے اس کے ہلاک ہونے کے بعد، وہ ہمارے پاس اکیلا اور تنہا آئے گا نہ اس کے پاس مال ہوگا اور نہ اولاد ہوگی، نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی کوئی سہارا۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا: مشرکین نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنالیا ہے اور ان کی عبادت کرتے ہیں ان کے ذریعے عزت وشرف حاصل کریں۔ كَلَّا ۔ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا: معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ ان کا گمان ہے، جن بتوں کی یہ عبادت کرتے ہیں عنقریب ان کی عبادت سے وہ بیزاری کا اعلان کریں گے اور قیامت کے دن ان کے دشمن ہوں گے۔

شیطان کا کفار کو اکسانا

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا:...... اے محمد! کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم نے شیاطین کو کافروں پر مسلط کر دیا ہے جو انہیں برائی پر اُکساتے رہتے ہیں حتیٰ کہ کفار معاصی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ امام رازی کہتے ہیں: یعنی شیاطین انہیں معاصی پر ابھارتے ہیں اور انہیں طرح طرح کے وسوسوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۔ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا: اے محمد! ان کی ہلاکت میں جلدی نہ کرو، ان کے دن اور سانسیں گنی چنی باقی رہ گئی ہیں پھر انہوں نے شدید عذاب کی طرف کوچ کرنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہم دنیا میں ان کی سانسیں گن رہے ہیں جیسے ہم ان کے سال گن رہے ہیں۔[1] يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا: جس دن ہم پرہیزگاروں کو ان کے رب تعالیٰ کے پاس عزت واکرام کے ساتھ اونٹوں پر سوار لائیں گے جیسے وفود بادشاہوں کے پاس آتے ہیں اور وہ شاہی عزت وانعام کے انتظار میں ہوتے ہیں۔

کفار پیاسے ہانکے جائیں گے

وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا:...... ہم مجرمین کو کھینچ کر لے جائیں گے جیسے بھوکے پیاسے چوپایے پانی کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے: لوگوں کو قیامت کے دن تین طریقوں پر جمع کیا جائے گا، کچھ لوگ رغبت والے ہوں گے اور ڈرے ہوئے سہمے ہوئے ہوں گے۔ ایک اونٹ پر دو دو ہوں گے ایک پر تین تین، کسی اونٹ پر چار اور کسی پر دس سوار ہوں گے، باقی لوگوں کو آگ کھینچے گی، جہاں وہ لوگ دم لیں گے آگ بھی ان کے ساتھ رک جائے گی، جہاں رات گزاریں گے آگ بھی ان کے ساتھ رات گزارے گی۔[2] لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ: یعنی نہ وہ کسی کی سفارش کریں گے اور نہ ہی ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا: استثنا منقطع ہے یعنی البتہ جس شخص نے اپنے آپ کو ایمان اور عمل صالح سے آراستہ کیا اسے شفاعت کا اختیار حاصل ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آیت میں "عہد" سے مراد لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا: یعنی یہود ونصاریٰ اور وہ لوگ جن کا خیال ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا: اے مشرکین! تم نے بہت بری بات کا ارتکاب کیا ہے جو قباحت وشناعت میں انتہا درجے کی ہے۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ: قریب ہے کہ آسمان اس بری بات کی ہولناکی سے پھٹ پڑے۔ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا: یعنی اسی طرح زمین بھی پھٹ جائے اور اس بری بات کی وجہ سے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں اور گر پڑیں۔ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۔ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا: اولاد کا ہونا رب تعالیٰ کی شایان شان نہیں۔ چوں کہ اولاد اتحاد جنس کا تقاضا کرتی ہے۔ اور اولاد حاجت کی بنا پر حاصل ہوتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ شبیہ اور نظیر سے مبرا ومنزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مددگار اور معاون سے بے نیاز ہے۔ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا: عالم بالا اور عالم زیریں میں جتنی

[1] التفسیر الکبیر ۲۱/ ۲۵۲ [2] اخرجا الشیخان

مخلوق بھی ہے لأیہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حضور اس کا بندہ اور حقیر و ذلیل بن کر آئے گی، خدا تعالیٰ کے حضور منقاد ہو کر اور جھک کر آئے گی جیسے غلام آقا کے سامنے جھک کر آتے ہیں۔ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا: اللہ تعالیٰ کو ان کی تعداد کا علم ہے اور انہیں اپنے احاطہ علم میں رکھا ہے، اس پر ان کے معاملات میں سے کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے۔ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا: قیامت کے دن ہر فرد اکیلا اکیلا آئے گا، اس کے پاس نہ مال ہوگا نہ کوئی مددگار نہ کوئی معاون اور نہ کوئی حمایتی۔

نیک لوگوں کے احوال

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا:..... اس سے پہلے گناہگاروں کے احوال ذکر کیے اور اب نیکوکاروں کے احوال ذکر کیے جا رہے ہیں۔ آیت کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ مؤمنین کے دلوں میں محبت و مودت پیدا کر دے گا۔ ربیع کہتے ہیں: اللہ ان سے محبت کرے گا اور انہیں لوگوں کے ہاں محبوب بنا دے گا۔ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا: اے محمد! ہم نے یہ قرآن آپ کی عربی زبان میں آسان کر دیا ہے، آپ اسے آسانی سے پڑھ لیتے ہیں، جو شخص اس میں تدبر اور غور و خوض کرتا ہے اس کے لیے بھی یہ قرآن سہل کر دیا ہے، تاکہ اس قرآن کے ذریعے آپ مؤمنین کو خوشخبری سنائیں معاندین اور جھگڑا کرنے والوں کو ڈرائیں۔ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ: پہلی امتوں میں سے کتنے لوگوں کو ہم نے ان کی تکذیب اور کفر کے بسبب ہلاک کیا۔ آیت میں کَمْ برائے تکثیر ہے۔ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ: کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھ سکتے ہیں۔ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا: یا آپ ان کی دھیمی سی آواز بھی سن پاتے ہیں۔ معنی یہ ہے کہ وہ گزر گئے اور ہلاک ہو گئے، ان کے گھر اور در و دیوار ان سے خالی پڑے ہیں، ان کے ٹھکانوں سے وحشت ٹپک رہی ہے سو جس طرح ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا ان کو بھی ہلاک کر دیں گے۔

بلاغت:..... ان آیات کریمہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ:..... ذکر عام ہے اور ارادہ خاص ہے، مراد اس سے کافر ہے۔ مِتُّ حَيًّا: میں طباق ہے۔ لِتُبَشِّرَ وَتُنْذِرَ: میں بھی طباق ہے۔ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ: میں استفہام برائے انکار ہے۔ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ میں متقین و مجرمین اور ابرار و اشرار کے درمیان لطیف مقابلہ ہے۔ وَفْدًا ۝ وِرْدًا ۝ میں تجنیس غیر تام ہے چوں کہ حرف ثانی میں تغیر ہے۔ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا: میں لف نشر مرتب ہے چوں کہ اول لفظ خَيْرٌ مَّقَامًا: کی طرف راجع ہے اور ثانی وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا: کی طرف۔ جیسے خَيْرٌ وَشَرٌّ میں طباق ہے۔ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ: میں مجاز عقلی ہے چوں کہ اس میں شے کی اسناد اس کے سبب کی طرف ہے گویا معنی ہے: ہم فرشتوں کو کتابت کا حکم دیتے ہیں۔ عبدًا، عدًّا، فردًا، وُدًّا میں سجع بندی ہے جو محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

فائدہ:..... امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے جبرائیل امین کو بلا کر کہتا ہے: میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر چنانچہ جبرائیل امین اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبرائیل آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے اے اہل آسمان! تم بھی اس سے محبت کرو۔ یہ حدیث آیت کریمہ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا کا مصداق ہے۔

لطیفہ:..... روایت ہے کہ مامون الرشید نے یہ آیت تلاوت کی۔ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا: اس کے پاس فقہا کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی جن میں ابن سماک بھی بیٹھے ہوئے تھے، مامون نے ان طرف اشارہ کیا کہ وہ کچھ وعظ فرمائیں۔ ابن سماک بولے: جب سانس بھی گنے جا رہے ہوں اور ان کی درازی کی بھی کوئی توقع نہ ہو بھلا وہ کتنے جلدی ختم ہو جائیں گے۔ شاعر کہتا ہے:

حياتك أنفاس تعد فكلما مضى نفس منك انتقصت به جزءا

تیری زندگی کا دار و مدار سانسوں پر ہے جو لگاتار گنے جا رہے ہیں، جب بھی کوئی سانس نکلتا ہے زندگی کا ایک حصہ ختم ہو جاتا ہے۔

الحمد للہ آج بروز اتوار ۴ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۴ جولائی ۲۰۱۳ء بعد نماز ظہر سورۂ مریم کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔

سورۂ طٰہٰ

تعارف:......سورۂ طٰہٰ مکی ہے۔اس سورت میں بھی ان ہی چیزوں سے بحث کی گئی ہے جو مکی سورتوں کا اہداف ہوتی ہیں، اس سورت کی غرض اصول دین توحید، نبوت، بعث ونشور کا اثبات وپختگی ہے۔اس سورۂ کریمہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت ظاہر ہوتی ہے۔آپ کی بلند حوصلگی، جرأت اور روحانی وایمانی تقویت کا اظہار ہوا ہے حتیٰ کہ آپ کے خلاف جتنی تدابیر کفار نے کیں مکروفریب کیا، آپ کا مذاق اڑایا، تکذیب کی سب کچھ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچھ اثر نہ ہوا، آپ کی اساسی ذمہ داری دعوت وتبلیغ، انذار وتبشیر کی طرف راہنمائی کی گئی آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ لوگوں کو ایمان پر مجبور کریں۔

سورۂ مبارکہ میں انبیائے کرام کے قصے ذکر کیے گئے ہیں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے کا سامان موجود ہے۔چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیلاً ذکر کیا گیا، فرعون کی سرکشی کا ذکر ہے، کوہِ طور پر موسیٰ علیہ السلام کی رب تعالیٰ سے مناجات، موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کی ذمہ داری سونپنا، فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان جدال، موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے درمیان مبارزت ومقابلہ، ان تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کی موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت ونگرانی کرنا اور مجرم کفار کو ہلاک کرنا ان تمام امور کا اس صورت میں ذکر ہے۔

سورۂ مبارکہ میں آدم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے، ان سے خطا سرزد ہونے کے اور اللہ کی ان پر جو رحمت ہوئی اس کا تذکرہ ہے ان کی اولاد میں پیغمبر پیدا کیے جو انسانیت کو خوشخبری سناتے اور دوزخ سے ڈراتے پھر ان کی اولاد کے لیے خیر وشر کا اختیار دیا۔

سورۂ مبارکہ میں قیامت کے بعض احوال بھی بیان کیے گئے ہیں ان احوال کو سن کر دل پر بڑا سخت اثر ہوتا ہے، بس ہو کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا: سورۂ مبارکہ میں حشر اکبر کے دن کا ذکر بھی ہوا ہے، یہ وہ دن ہے جب حساب تمام ہوجائے گا اور طاعت شعار لوگ جنت میں چلے جائیں گے اور معصیت شعار لوگ دوزخ میں، اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو ثواب دینے اور مجرمین کو عذاب دینے کا جو وعدہ کر رکھا ہے اس کی تصدیق ہوجائے گی۔

سورت کے اختتام میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی راہ میں صبر کرنے اور اذیت وتکلیف برداشت کرنے کی تاکید کی گئی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے۔

تسمیہ:......سورۂ مبارکہ کا نام "سورۃ طٰہٰ" ہے طٰہٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی میں سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی اور حوصلہ افزائی کے لیے سورۂ مبارکہ کا نام طٰہٰ رکھ دیا گیا، اسی ملاطفت کے لیے سورت کی ابتدا اسے ہوئی۔طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ②

آیاتُها ۱۳۵ | (۲۰) سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ (۴۵) | رُكُوْعَاتُهَا ۸

طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ② اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ③ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ
وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ④ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ⑤ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ⑥ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ⑦ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ
الْحُسْنٰى ⑧ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑨ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ
اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ⑩ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ⑪ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ
نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ⑫ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ⑬ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ

إِلَّآ أَنَا۠ فَاعْبُدْنِىْ ۙ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ﴿۱۴﴾ إِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا
تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾
قَالَ هِىَ عَصَاىَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىْ وَلِىَ فِيْهَا مَاٰرِبُ أُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ أَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾
فَأَلْقٰىهَا فَإِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ٚ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْأُوْلٰى ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ
إِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً أُخْرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ إِذْهَبْ إِلٰى
ع ۱۴ فِرْعَوْنَ إِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِىْٓ أَمْرِىْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِىْ ﴿۲۷﴾
يَفْقَهُوْا قَوْلِىْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّىْ وَزِيْرًا مِّنْ أَهْلِىْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ أَخِى ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ أَزْرِىْ ﴿۳۱﴾ وَأَشْرِكْهُ فِىْٓ أَمْرِىْ ﴿۳۲﴾
كَىْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ أُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ
يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾ إِذْ أَوْحَيْنَآ إِلٰٓى أُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ أَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ
فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۥ
وقف لازم وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ ﴿۳۹﴾ إِذْ تَمْشِىْٓ أُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۭ فَرَجَعْنٰكَ إِلٰٓى أُمِّكَ كَىْ
تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۬ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِىْٓ أَهْلِ
مَدْيَنَ ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾

ترجمہ:......طٰہٰ (۱) ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف اٹھائیں (۲) بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لیے جو ڈرتا ہو۔ (۳) یہ اس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ (۴) وہ بڑی رحمت والا ہے عرش پر مستوی ہوا۔ (۵) اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو ان کے درمیان ہے اور جو تحت الثریٰ ہے (۶) اور اگر آپ زور سے بات کریں تو بلاشبہ وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو جانتا ہے اور اس بات کو بھی جو اس سے زیادہ خفی ہو۔ (۷) اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے لیے اسمائے حسنیٰ ہیں۔ (۸) اور کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر آئی ہے (۹) جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے آگ دیکھی ہے ہو سکتا ہے کہ اس میں سے تمہارے لیے ایک شعلہ لے آؤں یا آگ پر راستہ بتانے والا کوئی شخص مل جائے۔ (۱۰) سو جب اس کے پاس آئے تو انہیں ندا دی گئی کہ اے موسیٰ (۱۱) بے شک میں تمہارا رب ہوں سو اپنی جوتیاں اتار دو بے شک تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو۔ (۱۲) اور میں نے تمہیں منتخب کرلیا ہے سو جو کچھ تمہاری طرف وحی کی جارہی ہے اسے سن لو۔ (۱۳) بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔ (۱۴) بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھوں گا تا کہ ہر جان کو اس کے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ دے دیا جائے۔ (۱۵) سو جو شخص اس پر ایمان نہ لائے اور اپنی خواہشوں کا اتباع کرے وہ تمہیں اس سے نہ روک دے ورنہ تم تباہ ہو جاؤ گے، (۱۶) اور اے موسیٰ! وہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے (۱۷) عرض کیا وہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں

پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام ہیں۔ ⑱ فرمایا اے موسیٰ! اس کو ڈال دو ⑲ سو انہوں نے اس کو ڈال دیا۔ سو وہ اچانک دوڑتا ہوا سانپ ہے۔ ⑳ فرمایا اس کو پکڑلو اور ڈرو مت۔ ہم اسے پہلی حالت پر لوٹا دیں گے ㉑ اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں لے لو وہ بغیر کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا۔ یہ دوسری نشانی ہے۔ ㉒ تا کہ ہم تم کو بڑی نشانیوں میں بعض نشانیاں دکھلائیں۔ ㉓ تم فرعون کی طرف چلے جاؤ، بلاشبہ وہ سرکشی اختیار کیے ہوئے ہے۔ ㉔ موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میرا سینہ کھول دیجیے ㉕ اور میرے لیے کام کو آسان فرمایئے، ㉖ اور میری زبان کی گرہ کھول دیجیے ㉗ تا کہ وہ لوگ میری بات کو سمجھیں، ㉘ اور میرے لیے میرے خاندان میں سے ایک وزیر بنا دیجیے ㉙ یعنی میرے بھائی ہارون کو۔ ㉚ ان کے ذریعے میری قوت کو مضبوط کر دیجیے ㉛ اور انہیں میرے کام میں شریک کر دیجیے ㉜ تا کہ ہم کثرت سے آپ کی پاکی بیان کریں ㉝ اور کثرت سے آپ کا ذکر کریں۔ ㉞ بلاشبہ آپ ہمیں دیکھنے والے ہیں۔ ㉟ فرمایا اے موسیٰ! تمہاری درخواست منظور کر لی گئی۔ ㊱ اور اے موسیٰ! ہم نے تم پر ایک مرتبہ اور بھی احسان کیا، ㊲ جبکہ ہم نے تمہاری والدہ کے دل میں وہ بات ڈالی جو انہیں بتائی جا رہی تھی۔ ㊳ وہ یہ کہ تم اسے ایک صندوق میں رکھ دو، پھر اس صندوق کو سمندر میں ڈال دو، پھر سمندر اسے کنارے پر ڈال دے گا۔ اس وقت اسے وہ شخص پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی، اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔ ㊴ جب تمہاری بہن چلتی ہوئی آئی پھر وہ کہنے لگی کیا میں تمہیں ایسا خاندان نہ بتادوں جو اس کی پرورش کا ذمہ دار ہو جائے، پھر ہم نے تمہیں والدہ کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو۔ اور تم نے ایک جان کو قتل کر دیا تھا پھر ہم نے تمہیں غم سے نجات دی اور ہم نے تمہیں محنتوں میں ڈالا پھر تم اہل مدین میں کئی سال رہے پھر تم اے موسیٰ! ایک خاص وقت پر چلے آئے۔ ㊵

لغات:...... بِقَبَسٍ: القبس، آگ کا ایک شعلہ الْمُقَدَّسِ: پاک، مبارک۔ طُوًى: وادی کا نام ہے۔ فَتَرْدٰى: تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ الردیٰ: ہلاکت۔ اَهُشُّ: عصا سے درخت ہلانا تا کہ پتے گریں۔ مَاٰرِبُ: مأربة کی جمع ہے بمعنی حاجت۔ جَنَاحِكَ: الجناح: پہلو، انسان کے بازو، جو کہ دو پروں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اَزْرِيْ: الأزر: قوت، اٰزَرَهٗ: اسے قوت دی اسی سے ہے فازرہ فاستغلظ شاعر کہتا ہے:

ألیس أبونا هاشم شد أزره واوصى بنيه بالطعان وبالضرب

کیا ہمارا باپ ہاشم نہیں جو سخت قوت و طاقت والا تھا، اس نے اپنے بیٹوں کو نیزے مارنے اور تلواروں سے ضربیں لگانے کی وصیت کی ہے۔

اَلْيَمُّ:...... سمندر۔ تَقَرَّ عَيْنُهَا: تمہارے ملاقات سے خوش ہوں۔

تفسیر: طٰهٰ ۚ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى:...... حروف مقطعہ اعجاز قرآن پر آگاہ کر رہے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، ان کا معنی: یا رجل: یعنی اے آدمی! آیت کا معنی ہے: اے محمد! ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ اس کی وجہ سے مشقت میں پڑیں، ہم نے یہ قرآن رحمت و سعادت کے لیے نازل کیا ہے۔ روایت ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے نماز میں طویل قیام کیا، قریش نے کہا: اللہ نے محمد پر یہ قرآن اس لیے نازل کیا تا کہ وہ مشقت میں پڑے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔[1] اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى: ہم نے یہ قرآن اس شخص کے لیے نصیحت کے طور پر نازل کیا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو اور اس کے عذاب سے خائف رہتا ہو، اور وہ مؤمن ہے جو نور قرآن سے اپنے آپ کو آراستہ کرے۔ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى: اسے زمین کے خالق اور کائنات کے پیدا کرنے والے نے نازل کیا ہے جو وسیع و اونچے آسمانوں کو بلند کرنے والا ہے۔ آیت میں رب تعالیٰ کی عظمت و جلال کی خبر دی جا رہی ہے۔ آسمانوں کی صفت بلند و بالا لائی گئی ہے جو ان کے موجد اور بنانے والے کی عظمت قدرت پر دلالت کرتی ہے چوں کہ ایسی بلندی کو وجود بخشنا غیر اللہ سے ناممکن ہے۔[2] اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى: (بڑی رحمت والا) ہے جس نے عرش پر استوا فرمایا ہے۔ جس طرح بھی استواء اس کی شان کے لائق ہے بغیر جسم کے، بغیر تشبیہ کی، بغیر تعطیل کے اور بغیر تمثیل کے جیسا کہ اسلاف کا مذہب ہے۔[3]

---

[1] یہ ضحاک کا قول ہے دیکھیے زاد المسیر ۵/ ۲۶۸ [2] البحر ۶/ ۲۲۶ [3] سورۃ الاعراف اور سورۃ الرعد میں اقوال گزر چکے ہیں۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى:..... جو کچھ وجود میں ہے سب اسی کا ہے، ساتوں آسمان، زمین، جو کچھ ان کے درمیان ہے، مٹی کے نیچے معدنیات اور چھپے خزانے سب اس کی ملکیت ہے، اس کے تصرف اس کے قہر اور سلطنت میں ہے۔ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى: اے محمد! اگر تم کوئی بات بلند آواز سے کرو یا اسے دل میں چھپا کر رکھو سب تمہارے رب کے نزدیک برابر ہے، حقیقت میں اللہ تعالیٰ پوشیدہ بات کو جانتا ہے بلکہ وہ تو پوشیدہ سے بھی زیادہ چھپی باتوں کو جانتا ہے جیسے وسوسہ، یا جس خاطر وغیرہ۔ آیت کی غرض آپ ﷺ کو تسلی دینا ہے کہ آپ کا رب آپ کی ہر بات کو سنتا ہے، اس نے آپ کو تنہا نہیں چھوڑے رکھا کہ آپ اکیلے مشرکین کا سامنا کریں بلکہ رب تعالیٰ کا مضبوط سہارا ہر وقت آپ کو حاصل ہے۔ چنانچہ جب اسے باآواز بلند پکاریں، بلاشبہ وہ پوشیدہ بات کو بھی جانتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ چھپی بات کو بھی جانتا ہے اور جب دل رب تعالیٰ کے قرب کو محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی بات کا علم رکھتا ہے تو دل اس قرب سے خوش ہوتا ہے اور مطمئن ہوتا ہے۔

اللہ کے اسمائے حسنیٰ

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى:..... تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جو اکیلا یکتائی کی صفت کے ساتھ متصف ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اچھے اچھے ناموں والا ہے، اس کے ناموں میں انتہا درجے کا حسن وخوبی پائی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس نے ان ناموں کو شمار کیا جنت میں داخل ہوگا۔[1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى:..... استفہام برائے تقریر ہے۔[2] اس سے غرض: جو چیز بتائی جا رہی ہے اس کا شوق دلانا ہے یعنی: اے محمد! کیا موسیٰ کی خبر اور ان کا عجیب وغریب قصہ آپ کو پہنچا ہے؟ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ دیکھی اپنی بیوی سے کہا: تم اسی جگہ ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے شعیب علیہ السلام کے پاس مقررہ مدت پوری کر لی اور بیوی کو لے کر مدین سے مصر کی طرف روانہ ہوئے، راستہ بھول گئے جب کہ نہایت تاریک رات تھی اور جاڑا بھی شدید تھا، آپ علیہ السلام چقماق سے آگ نکالتے لیکن چنگاری نہ نکلتی، اسی اثنا میں دور سے راستے کی بائیں طرف آگ دیکھی، جب کہ حقیقت میں یہ آگ نہیں تھی نور خدائی تھا۔

لَعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ:..... شاید میں وہاں سے آگ کا شعلہ لے کر تمہارے پاس آؤں اور تم اس سے گرمائش حاصل کر سکو۔ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى: یا وہاں مجھے کوئی راہبر مل جائے جو راستے کی رہنمائی کر دے۔ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ: جب موسیٰ علیہ السلام آگ والی جگہ پہنچے تو وہاں سبز درخت سے سفید آگ نکلتی دیکھی اور رب تعالیٰ نے پکارا: اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں جو تمہارے ساتھ بات کر رہا ہوں، اپنے قدموں سے جوتے اتار لو، چوں کہ اس میں ادب کی رعایت ہے اور متوجہ ہو جاؤ۔ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى: آپ بابرکت اور پاک وادی میں ہیں جس کا نام طویٰ ہے۔ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى: میں نے تمہیں نبوت کے لیے منتخب کیا ہے، میں جو وحی تمہاری طرف بھیجوں اسے غور سے سنو۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں انتہا درجے کی ہیبت اور جلالت ہے۔ گویا یوں کہا: تمہارے پاس امر عظیم آیا چاہتا ہے اس کے لیے تیار رہو، اپنے دل ودماغ کو پوری طرح اس کی طرف متوجہ رکھو۔[3] اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ: میں ہی اللہ ہوں جو عبادت کا مستحق ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، مجھے عبادت اور توحید کے ساتھ متفرد رکھو۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ:..... نماز قائم کرو تا کہ اس میں مجھے یاد کرو۔ مجاہد کہتے ہیں: جب نماز پڑھیں اپنے رب کا ذکر کریں چوں کہ نماز اذکار پر مشتمل ہے۔[4]

---

[1] اخرجہ الترمذی [2] تقریر کا معنی اقرار ہے یعنی فی الواقع موسیٰ علیہ السلام کی خبر آپ کو ہے [3] الرازی ۲۲/ ۱۹ [4] الرازی ۲۲/ ۱۹

صاوی کہتے ہیں: اگرچہ نماز جملہ عبادات میں داخل ہے، خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کی گئی چوں کہ عبادات میں نماز کی شان عظیم تر ہے اور نماز ذکر پر مشتمل ہے، نماز میں دل، زبان اور سب اعضا مشغول عمل ہوتے ہیں اس لیے نماز توحید کے بعد افضل رکن ہے۔ [1]

موت و قیامت پوشیدہ رکھنے کی حکمت

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا:...... لامحالہ قیامت آنے والی ہے اور وہ قائم ہو کر رہے گی، میں نے خود اسے چھپا رکھا ہے بھلا میں اس پر تمہیں کیسے مطلع کر سکتا ہوں؟ مبرد کہتے ہیں: آیت کا اسلوب محاورۂ عرب کے مطابق ہے چنانچہ عرب جب کسی چیز کو چھپانے میں مبالغہ کرتے ہیں تو اسی طرح کہتے ہیں یعنی: میں نے یہ چیز چھپا رکھی ہے یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی یعنی اس پر میں کسی کو مطلع نہیں کروں گا۔ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى: تا کہ ہر شخص کو اس کے کیے عمل خواہ خیر ہو یا شر ہو کا بدلہ مل سکے۔ مفسرین کہتے ہیں: قیامت اور موت کے وقت کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دوٹوک فیصلہ ہے کہ قیام قیامت کے وقت اور موت حاضر ہو جانے کے وقت توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اگر لوگوں کو قیامت اور موت کے وقت کا علم ہو جاتا تو ساری عمر معصیت میں مشغول رہتے اور پھر مرنے سے پہلے یا قیامت سے پہلے توبہ کر لیتے اور عذاب سے جان بچا لیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے قیامت اور موت کو معمّٰی بنا دیا ہے تا کہ لوگ ہمیشہ ہوشیار رہیں اور قیامت و موت کی تیاری ہو گئے رہیں، اور اچانک قیامت یا موت انہیں آن لے۔ [2] فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا: اے موسیٰ! آپ کو قیامت کی تیاری اور اس کی تصدیق سے وہ شخص نہیں پھیر سکتا جو قیامت کا یقین نہیں رکھتا۔ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ: جو شخص خواہشات اور لذات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور آخرت کے لیے اپنا محاسبہ نہیں کرتا۔ فَتَرْدٰى: ورنہ تم ہلاکت میں پڑ جاؤ گے چوں کہ آخرت کے بارے میں غفلت برتنا ہلاکت کو مستلزم ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور اس کے منافع

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى:...... اے موسیٰ! جو چیز آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے یہ کیا ہے؟ کیا یہ عصا نہیں ہے؟ استفہام سے غرض آگاہ کرنا اور تنبیہ کرنا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے عجائب خشک لکڑی سے ظاہر کرے گا اسے سانپ میں تبدیل کرے گا تا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے قدرت باہرہ اور معجزۂ قاہرہ ظاہر ہو۔ عنقریب دیکھ لینا کہ ہم اس عصا کے ساتھ کیا کریں گے۔ [3] قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا: چلتے وقت میں اس کا سہارا لیتا ہوں۔ وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ: میں اس سے درختوں کی شاخیں ہلاتا ہوں اور پتے گراتا ہوں تا کہ بکریاں کھائیں۔ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى: اس میں میرے لیے بہت سارے مصالح، منافع اور ضروریات ہیں جو اوپر مذکور کے علاوہ ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: صرف اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ یہ "میرا عصا ہے۔" بسط و تفصیل سے جواب دیا چوں کہ یہ مقام بسط و تفصیل کا متقاضی ہے کیوں کہ عاشق محبوب سے بات کر رہا ہے اور وہ تفصیل سے اس لیے جواب دے رہا ہے چوں کہ جواب میں اسے لذت محسوس ہو رہی ہے اور محبوب کی بات سے دل کو راحت ملتی ہے اور تھکاوٹ دور ہوتی ہے۔ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى: اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں یہ جو عصا ہے اسے پھینکو۔ اور اس کی اگلی صورت حال دیکھو۔

فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى:...... جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا زمین پر پھینکا تو وہ اسی وقت ایک بڑا سانپ بن گیا جو تیزی کے ساتھ اِدھر اُدھر منڈلانے لگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عصا نر اژدھا بن گیا جو کنکر اور درخت نگلنے لگا، جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ سانپ ہر چیز نگل رہا ہے تو اس سے خائف ہو کر دور بھاگے۔ [4] مفسرین کہتے ہیں: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ عجیب و ہولناک معاملہ دیکھا تو وہ بھی بشری تقاضے کے تحت خوفزدہ ہوئے، اس مخصوص مناجات کے وقت یہ معجزہ اس لیے دکھایا تا کہ موسیٰ علیہ السلام مانوس ہو جائیں اور جب فرعون کے پاس دکھائیں تو وہاں گھبرائیں نہیں چوں کہ اس سے پہلے اس کی مشق و تجربہ کر چکے ہوں گے۔ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ: موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! اسے پکڑ لو اور اس سے ڈرو نہیں۔ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى: ہم اسے پہلی حالت میں لوٹائیں گے جیسے کہ پہلے عصا تھا۔ سانپ نہیں رہے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سانپ پکڑ لیا اور عصا بن گیا۔

---

[1] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/ ۵۰ [2] یہ ابن عباس اور مجاہد کا قول ہے جو کہ راجح ہے۔ [3] المختصر ۲/ ۴۷۲ [4] القرطبی ۱۱/ ۱۹۰

ید بیضا

وَاضۡمُمۡ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ:...... یعنی اپنا ہاتھ بغل کے نیچے لے جاؤ پھر اسے باہر نکالو، سورج اور چاند کی طرح روشن چمکدار نکلے گا، کسی عیب کی وجہ سے اس میں سفیدی نہیں ہوگی، برص کی بیماری کی وجہ سے سفید نہیں ہوگا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام گریبان میں ہاتھ ڈالتے اور جب باہر نکالتے تو ایسا روشن ہوتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو، برص یا کسی اور عیب کی وجہ سے چمکدار نہیں تھا۔[1] اٰيَةً اُخۡرٰى: عصا کے معجزے کے علاوہ یہ دوسرا معجزہ ہے۔ لِنُرِيَكَ مِنۡ اٰيٰتِنَا الۡكُبۡرٰى: اس طرح تا کہ ہم آپ کو اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو معجزے عطا کیے، لاٹھی کے سانپ بن جانے کا معجزہ اور ید بیضا کا معجزہ۔ حقیقت میں یہ بڑے معجزات تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تائید کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو عطا کیے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون جو کفر وطغیان کا سرغنہ تھا کے پاس دعوت حق کے لیے جانے کا حکم دیا۔ اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى: ان معجزات کے ساتھ مسلح ہو کر فرعون کے پاس جاؤ، وہ تکبر کرتا ہے اور اس کا سر پر از غرور ہے، اس نے حد تجاوز کر دی ہے یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کی قبولیت

قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِىۡ صَدۡرِىۡ:...... یعنی میرے سینے کو وسعت عطا فرما اور اسے ایمان ونبوت کے نور سے منور کر دے۔ وَيَسِّرۡ لِىۡۤ اَمۡرِىۡ: تو نے مجھ پر رسالت ودعوت کی جو ذمہ داری مجھ پر ڈالی ہے اس کا معاملہ مجھ پر آسان کر دے۔ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِىۡ ۝ يَفۡقَهُوۡا قَوۡلِىۡ: میری زبان میں جو گرہ ہے اسے کھول دے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

مفسرین کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر میں ہوئی، ایک دن فرعون نے آپ علیہ السلام کو گود میں اٹھا لیا دراں حالیکہ آپ چھوٹے بچے تھے، آپ نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر کھینچ لی، فرعون کو غصہ آیا اور آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، فرعون کی بیوی آسیہ نے کہا! یہ تو انجان بچہ ہے ابھی تمہارے سامنے اس کی حقیقت وا کر دیتی ہوں، چنانچہ اس نے دو دہکتے ہوئے انگارے اور دو موتی بچے کے سامنے رکھ دیے اور فرعون سے کہا اگر بچے نے موتی اٹھا لیا تو سمجھ لو کہ بچہ سمجھدار ہے اور اگر اس نے انگارا اٹھا لیا تو سمجھ لو کہ بچہ انجان ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انگارا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا جس کی وجہ سے زبان جل گئی اور اس میں لکنت آ گئی۔[2]

وَاجۡعَلۡ لِّىۡ وَزِيۡرًا مِّنۡ اَهۡلِىۡ ۝ هٰرُوۡنَ اَخِى:...... میرا ایک معاون ومددگار بنا دے جو میری معاونت کرتا رہے جو کہ میرے گھرانے میں سے ہو اور وہ میرا بھائی ہارون ہے۔ اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِىۡ: اے میرے پروردگار! اس سے میری کمر مضبوط کر دیں۔ وَاَشۡرِكۡهُ فِىۡۤ اَمۡرِىۡ: اور اسے نبوت اور تبلیغ رسالت میں میرا شریک بنا دے۔ كَىۡ نُسَبِّحَكَ كَثِيۡرًا ۝ وَّنَذۡكُرَكَ كَثِيۡرًا: تا کہ ہم تیری پاکی بیان کرنے میں ایک دوسرے کا تعاون کریں اور دعا وثنا میں تیرا زیادہ سے زیادہ ذکر کریں۔ اِنَّكَ كُنۡتَ بِنَا بَصِيۡرًا: تو ہمارے احوال سے بخوبی واقف ہے تجھ پر ہمارے افعال میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے مطالبہ کیا کہ بھائی کے ذریعے اس کی کمر مضبوط کر دی جائے چوں کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھائی کا فصیح اللسان ہونا معلوم تھا۔ اور بھائی میں ثابت قدمی کا وصف جانچ لیا تھا۔ اور یہ مطالبہ کیا کہ اہم کام میں انہیں شریک بنا دے چوں کہ آپ علیہ السلام کو فرعون کی سرکشی تکبر اور ظلم کا علم تھا۔[3] قَالَ قَدۡ اُوۡتِيۡتَ سُؤۡلَكَ يٰمُوۡسٰى: جو تم نے سوال کیا اور طلب کیا وہ تمہیں عطا کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر کچھ احسانات کا ذکر کیا ہے۔

---

[1] المختصر ۲/۴۷۳ [2] الطبری ۱۶/۱۵۹۔ دوسرے قول کے مطابق لکنت پیدائشی تھی۔ واللہ اعلم لکنت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیا تو عیوب سے پاک ہوتے ہیں جواب یہ ہے کہ یہ لکنت عیب نہیں بلکہ عارضہ ہے جو اللہ نے دور کر دیا۔ [3] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ مردم شناس اور دور رس تھی اسی لیے بھائی کے اندر چھپا جوہر پہچان لیا اور رب تعالیٰ سے مطالبہ کر کے انہیں نبوت دلائی۔ علما کہتے ہیں کہ تا قیامت کوئی شخص اپنے بھائی کے ساتھ ایسا بھائی چارہ نہیں قائم کر سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا قصہ

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ:...... اے موسیٰ! اس احسان کے علاوہ ہم نے تمہارے اوپر ایک اور احسان کیا۔ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ: ہم نے اسے الہام کیا جو تمہاری نجات کا سبب بنا۔ أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ: ہم نے اسے یہ بات الہام کی کہ اس بچے کو صندوق میں رکھو اور پھر سے دریائے نیل میں ڈال دو۔ پھر کیا ہوگا؟ اور اسے کون اٹھائے گا؟ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ: دریا صندوق کو کنارے پر لا ڈالے گا اور وہاں سے میرا اور اس کا دشمن فرعون اسے اٹھالے گا۔ بحر میں لکھا ہے: فَلْيُلْقِهِ: امر ہے اور اس کا معنی خبر ہے، مبالغہ کے لیے صیغۂ امر لایا گیا ہے، اور امر فعل کو واجب کر دیتا ہے۔[1] وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي: میں دلوں میں تیری محبت کا بیج بو ڈالوں گا بایں طور کہ جو شخص بھی تمہیں دیکھے گا وہ تمہارے بغیر صبر نہیں کر سکے گا یہاں تک کہ فرعون بھی تم سے محبت کرے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے محبت کی اور انہیں مخلوق کے لیے محبوب بنا دیا۔ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي: اور تاکہ میری حفاظت و نگرانی میں تمہاری تربیت و پرورش کی جائے۔ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ: جب تمہاری بہن گھر سے چلتی جا رہی تھی اور تمہارا پیچھا کر رہی تھی، اس نے فرعون کے کارندوں سے کہا جب وہ دائی کی تلاش میں تھے جو موسیٰ کو دودھ پلاتی: کیا میں تمہیں ایسی عورت نہ بتاؤں جو اس بچے کی تربیت و پرورش کی ضمانت دے؟ مفسرین کہتے ہیں: جب فرعون کے کارندوں نے موسیٰ علیہ السلام کو صندوق سے نکالا اور عورتوں کو بلا کر آپ علیہ السلام کو دودھ پلانا چاہا آپ کسی عورت کا دودھ نہ پیتے چوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر دوسری عورتوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ والدہ نے جب آپ کو دریا میں ڈالا نہایت غمزدہ ہوئیں اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو کہا کہ صندوق کا پیچھا کرے، جب فرعون کے گھر پہنچی اور موسیٰ علیہ السلام کی کیفیت دیکھی تو کہا: کیا میں آپ لوگوں کو ایک ایسی عورت نہ بتاؤں جو امانت دار بھی ہے اور اس بچے کی اچھی طرح نگہداشت بھی کرے گی اور اسے دودھ بھی پلائے گی؟ کارندوں نے کہا: اس عورت کو حاضر کرو چنانچہ آپ علیہ السلام کی بہن نے والدہ کو حاضر کیا، جب پستان اس نے بچے کے منہ میں دیا بچے نے فوراً چسکی لگائی یہ حالت دیکھ کر فرعون کی بیوی بہت خوش ہوئی اور بولی: میرے ساتھ محل میں ٹھہر جاؤ۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جواب دیا: میں اپنے گھر اور بچوں کو نہیں چھوڑ سکتی لیکن میں اس بچے کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور گاہے گاہے آپ کے پاس لے آؤں گی۔ فرعون کی بیوی نے کہا: بہت اچھا۔ اس بچے کی اچھے طرح سے پرورش کرنا یہی مضمون اگلی آیت میں بیان ہوا۔ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ: ہم نے تمہیں تمہاری ماں کے پاس واپس لوٹا دیا تاکہ وہ تمہاری ملاقات سے مسرور ہو جائے اور تمہاری سلامتی اور نجات سے مطمئن رہے۔ اور تمہاری جدائی سے غمزدہ نہ ہو۔ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ: جب تم جوان ہو چکے تم نے ایک قبطی کو قتل کر دیا، ہم نے تمہیں قتل کے غم سے نجات دی اور ہم نے فرعون اور اس کے کارندوں کے شر سے تمہیں محفوظ رکھا۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قتل قتل خطا تھا۔ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا: اور ہم نے تمہیں بڑی بڑی آزمائشوں میں مبتلا کیا۔ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ: آپ سرزمین مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس چند سال ٹھہرے رہے۔ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ: پھر آپ وہاں سے ایسے وقت پر آئے جو رسالت و نبوت کے لیے مقرر تھا۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں مختصراً کچھ حسب ذیل ہیں:

وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ:...... میں بات سننے کا شوق دلایا جا رہا ہے اور سننے پر اکسایا جا رہا ہے۔ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي: میں اطناب ہے اتنا کہہ دینا کافی تھا۔ هِيَ عَصَايَ: لیکن مخاطبت میں تلذذ کی بنا پر طویل کلام کیا۔ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ: میں استعارہ تصریحیہ ہے، جناح کا معنی پر ہے جو پرندے کا ہوتا ہے، استعارۃً انسان کے پہلو کے لیے مستعمل ہے چوں کہ پہلو پرندے کے پروں کی جگہ ہوتا ہے چنانچہ دونوں طرفوں کو استعارہ کے طور پر ''جناحین'' کہا جاتا ہے۔ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ: میں احتراس ہے: علمائے بیان کے

---

[1] البحر المحیط ۲۴۱/۶

نزدیک احتراس کا معنی یہ ہے کہ مراد کے بعد ایسا لفظ لایا جائے جو غیر مراد کے وہم کو ختم کر دے۔ جیسے بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ: میں ہے، اگر صرف بَيْضَآءَ: پہ اکتفا کر لیا جاتا تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ ہاتھ کی سفیدی ممکن ہے برص یا کسی اور عیب کی وجہ سے ہو۔ یہ وہم مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ: کی ترکیب سے دور کر دیا گیا۔ یہی احتراس ہے۔ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے: سخت نگرانی اور کڑی حفاظت کے لیے یہ تمثیل ہے، چوں کہ جو شخص کسی چیز کا محافظ ہو وہ اس چیز پر کڑی نظر رکھتا ہے۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخت نگرانی مقصود ہے۔ فتشقی، یخشی، أخفی، تسعی الخ: میں خوبصورت سجع بندی ہے۔

فائدہ:...... علما بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے اپنے بھائی کو اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا نفع حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو پہنچایا ہے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے درخواست کی کہ ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر بنا دے اور پیغمبری عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت عطا فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیے گئے چند احسانات

تنبیہ:...... اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر بعض کیے گئے احسانات کا ذکر کیا ہے۔

اول احسان:...... موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام کرنا کہ انہیں صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے۔ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰىٓ ﴿۳۸﴾

دوم احسان:...... موسیٰ علیہ السلام کو سراپا محبت بنا دینا کہ انہیں جو بھی دیکھتا ان پر واری جاتا، چنانچہ ارشاد ہوا۔ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ

سوئم احسان:...... اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی حفاظت ونگرانی میں لے لیا۔ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾

چہارم احسان:...... انعام واکرام کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واپس ماں کی گود میں لا ڈالا۔ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا

پنجم احسان:...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو قتل کر دیا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو نجات دی۔ فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ

ششم احسان:...... جب آپ علیہ السلام سرزمین مدین سے واپس لوٹ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم کلامی کا شرف بخشا اور پیغمبری عطا فرمائی۔ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾

حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام کا فرعون کے پاس دعوت کے لیے جانا

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ
اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ
اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ
اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى
كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ
رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي

النُّهٰى ﴿٥٤﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا
فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ
فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ
وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا
تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا
النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ
الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ
اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ
سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ
مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ
السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ
لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ
جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ
وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا
خَطٰيٰنَا وَمَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿٧٣﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ
لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾
جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾

ترجمہ:......اور میں نے تمہیں اپنے لیے منتخب کر لیا۔ ﴿۴۱﴾ تم اور تمہارا بھائی میری نشانیاں لے کر جاؤ اور دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ ﴿۴۲﴾ تم دونوں فرعون کی طرف چلے جاؤ، بے شک وہ سرکشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ﴿۴۳﴾ پھر تم دونوں اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا، ہوسکتا ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔ ﴿۴۴﴾ دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! بلاشبہ ہمیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا سرکشی کرنے پر اتر آئے۔ ﴿۴۵﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں مت ڈرو بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ ﴿۴۶﴾ سو تم اس کے پاس پہنچ جاؤ اور اس سے کہو کہ بلاشبہ ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں سو تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور تو انہیں تکلیفیں نہ دے۔ ہم تیرے پاس تیرے

رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ ﴿۴۷﴾ بلاشبہ ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ اس پر عذاب
ہے جو جھٹلائے اور روگردانی کرے۔ ﴿۴۸﴾ فرعون نے کہا تو تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ؟ ﴿۴۹﴾ موسیٰ نے کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جس نے ہر
چیز کو اس کی پیدائش عطا فرمائی پھر راہ بتائی۔ ﴿۵۰﴾ فرعون نے کہا تو پرانی جماعتوں کا کیا حال ہے؟ ﴿۵۱﴾ موسیٰ نے جواب دیا ان کا علم میرے رب
کے پاس کتاب میں ہے۔ میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے ﴿۵۲﴾ جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنا دیا اور اس میں تمہارے لیے راستے
بنا دیے اور اس نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعے مختلف قسم کے نباتات پیدا کیے۔ ﴿۵۳﴾ کھاؤ اور مویشیوں کو چراؤ بلاشبہ اس میں
عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ ﴿۵۴﴾ اس سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اس میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوسری بار نکالیں گے۔ ﴿۵۵﴾
اور البتہ ہم نے فرعون کو اپنی تمام نشانیاں دکھائیں سو اس نے جھٹلایا اور انکار کیا۔ ﴿۵۶﴾ وہ کہنے لگا کہ اے موسیٰ! کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا
ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعے ہماری سرزمین سے نکال دے۔ ﴿۵۷﴾ سو ہم بھی تیرے مقابلے میں اسی جیسا جادو لے آئیں گے، سو تو ہمارے
اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر دے نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ تُو۔ اس غرض کی لیے ایک ہموار میدان مقرر کر دے۔ ﴿۵۸﴾
موسیٰ نے کہا کہ تم سے زینت کے دن کا وعدہ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ لوگ ایسے وقت میں جمع ہوں جب دن چڑھ جائے۔ ﴿۵۹﴾ اس کے بعد
فرعون واپس ہوا پھر اس نے اپنے مکر کا سامان جمع کیا پھر وہ آ گیا۔ ﴿۶۰﴾ موسیٰ نے ان سے کہا ہلاکت ہے تمہارے لیے اللہ پر جھوٹ، افترامت
کرو ورنہ وہ تمہیں ایسا عذاب دے گا کہ تمہیں بالکل ہی ختم کر دے گا اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام ہی رہتا ہے ﴿۶۱﴾ پھر انہوں نے اپنی اپنی
رائے میں اختلاف کیا اور چپکے چپکے مشورہ کرتے رہے ﴿۶۲﴾ کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ دونوں جادوگر ہیں۔ دونوں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے ذریعے
تم لوگوں کو تمہاری سرزمین سے نکال دیں اور تمہارے عمدہ طریقے کو ختم کر دیں۔ ﴿۶۳﴾ لہٰذا اب تم سب اپنی تدبیر کا انتظام کرو پھر صف بنا کر آ جاؤ
اور جو غالب ہو آج وہی کامیاب ہوگا۔ ﴿۶۴﴾ کہنے لگے کہ اے موسیٰ! یا تم پہلے ڈالو اور یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں۔ ﴿۶۵﴾ موسیٰ نے کہا بلکہ تم پہلے ڈالو
پس یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کی وجہ سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسا کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ ﴿۶۶﴾ سو موسیٰ نے
اپنے دل میں تھوڑا سا خوف محسوس کیا۔ ﴿۶۷﴾ ہم نے کہا کہ تم مت ڈرو بلاشبہ تم ہی بلند رہو گے ﴿۶۸﴾ اور ڈال دو جو تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے وہ اس
سب کو چٹ کر دے گا جو کچھ انہوں نے بنایا ہے، انہوں نے صرف جادوگروں والا مکر کیا ہے اور جادوگر جہاں کہیں بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا ﴿۶۹﴾ سو
جادوگر سجدہ میں گرا دیے گئے کہنے لگے کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔ ﴿۷۰﴾ فرعون نے کہا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم
موسیٰ پر ایمان لے آئے، بلاشبہ وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، سو میں ضرور بالضرور اس طرح سے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا
کہ ایک طرف کا ہاتھ ہوگا اور دوسری طرف کا پاؤں ہوگا اور ضرور بالضرور میں تمہیں کھجور کی ٹہنیوں میں لٹکا دوں گا۔ جیسے صلیب پر لٹکا دیا جاتا ہے اور
تم ضرور جان لو گے کہ ہم میں کون سب سے زیادہ سخت عذاب والا ہے اور کس کا عذاب زیادہ دیرپا ہے۔ ﴿۷۱﴾ جادوگر کہنے لگے کہ ہمارے پاس جو
کھلے ہوئے دلائل آئے ہیں ان کے مقابلے میں اور اس ذات کے مقابلے میں جس نے ہمیں پیدا فرمایا ہے، ہم تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے سو تو جو
کچھ فیصلہ کرنے والا ہے وہ کر ڈال، تو صرف اسی دنیا والی زندگی میں فیصلہ کرے گا۔ ﴿۷۲﴾ بلاشبہ ہم اپنے رب پر ایمان لائے تاکہ وہ ہماری خطاؤں کو
بخش دے اور تو نے جو ہم سے زبردستی جادو کرایا اس کو بھی معاف فرما دے، اور اللہ بہتر ہے اور ہمیشہ ہی باقی ہے۔ ﴿۷۳﴾ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جو شخص
اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا سو اس کے لیے جہنم ہے نہ اس میں مرے گا اور نہ جیے گا ﴿۷۴﴾ اور اس کے پاس جو شخص مؤمن ہو کر آئے گا جس
نے نیک عمل کیے ہوں گے سو ان لوگوں کے لیے بلند درجات ہیں ﴿۷۵﴾ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں
ہمیشہ رہیں گے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔ ﴿۷۶﴾

ربط و تعارف:.....قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر کیے گئے احسانات کا ذکر کیا، قبول دعا اور جو سوال کیا اس کے عطا کرنے کا ذکر کیا، اب
یہاں ان امور کا ذکر کیا ہے جن کی بنا پر موسیٰ علیہ السلام کو منتخب کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے لیے فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا،

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے ساتھ ہونے والے مکالمہ کا ذکر ہے، جادوگروں کا ذکر ہے اور ان کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے۔

لغات: اِصْطَنَعْتُكَ:...... میں نے تمہیں چن لیا۔ منتخب کرلیا۔ الاصطناع کا لغوی معنی ہے خیر و بھلائی جو تم کسی انسان تک پہنچادو۔ تَنِيَا: الونی: ضُعف، کمزوری، فتور، عجاج شاعر کہتا ہے:

فماونى محمد مذ أن غفر　　　له الاله ما مضى وما غبر

جب سے خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے تب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعف کو ختم کردیا۔[1]

يَّفْرُطَ:...... ہماری سزا کی طرف جلد پیشرفت کرتا ہے یا کرے گا، اسی سے "الفارط" ہے جو قوم کو لے کر پانی پر جائے۔ فَيُسْحِتَكُمْ تمہارا استیصال کرتا ہے اور خاتمہ کرتا ہے، فرزدق شاعر کہتا ہے:

وعض زمان یاابن مروان لم یدع　　　من المال الا مسحت أو مجلف

اے ابن مروان! جب زمانہ تمہیں ڈسے گا تو تمہارے لیے اتنا ہی مال باقی رہے گا جتنا تباہی و بربادی اور قحط سالی سے بچ پڑتا ہے۔
پھر اس کا استعمال ہلاک کرنے اور تباہ کرنے میں ہونے لگا ہے اور السحت مال حرام چوں کہ مال حرام انسان کو تباہ و برباد کردیتا ہے۔
النَّجْوٰى: سرگوشی، کسی سے رازدارانہ انداز میں بات کرنا۔ اَوْجَسَ: دل میں خوف محسوس کرنا۔

فرعون کو نرمی سے دعوت توحید

تفسیر: وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ:...... میں نے تمہیں رسالت اور وحی کے لیے چنا ہے۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ: ہارون کو ساتھ لے کر اور میرے دلائل، حجتوں براہین اور معجزات کے ساتھ مسلح ہوکر جاؤ۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت کریمہ میں آیات (نشانیوں) سے مراد لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ید بیضا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی تائید کی۔ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ: اللہ کے ذکر و تسبیح میں کوتاہی اور سستی مت کرنا۔ ابن کثیر کہتے ہیں: مراد ہے کہ اللہ کے ذکر میں سستی نہ کرنا بلکہ فرعون کا سامنا کرنے کے موقع پر بھی اللہ کا ذکر کرتے رہو، تاکہ اللہ کا ذکر ان کے لیے سامان مدد بنے اور ان کے لیے قوت ہو۔[2] اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى یعنی فرعون نے سرکشی کی ہے، تکبر کر رہا ہے، سرکشی اور طغیان میں انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا دونوں جا کر فرعون سے نرمی اور لطف سے بات کرو۔ لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى: تاکہ اللہ کی عظمت اس کے دل میں آجائے یا اللہ کے عذاب سے ڈرے اور سرکشی سے باز آجائے۔ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى: موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے کہا: اگر ہم اسے ایمان کی دعوت دیں گے ہمیں خوف ہے اے ہمارے پروردگار! کہ وہ ہمارے اوپر ظلم و زیادتی نہ کرے یا ہمیں سزا دینے میں حد سے تجاوز نہ کرجائے۔ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى: فرعون کی سطوت سے نہ ڈرنا میں تمہارے ساتھ ہوں، میری مدد تمہارے شامل حال رہے گی، وہ تمہیں جو بھی جواب دے گا میں اسے سنتا ہوں اور جو کچھ تمہارے ساتھ کرے گا اسے دیکھتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ:...... ہم دونوں تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں اور اس نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے۔ رَبِّكَ: مرکب اضافی خصوصیت کے ساتھ لایا گیا ہے، چوں کہ اس میں اعلان کرنا مقصود ہے کہ فرعون بندہ ہے خدا نہیں اللہ کا مملوک ہے، جب کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ یعنی بنی اسرائیل کو آزاد کردے اور ان کی جان چھوڑ دے اور مشقت طلب کام ان پر ڈال کر انہیں تکلیف میں مبتلا نہ کر۔ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ: ہم تمہارے پاس معجزہ لے کر آئے ہیں جو ہماری سچائی پر دلالت کرتا ہے۔

---

[1] اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دینا، محاورہ ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے گناہ تھے، والعیاذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم عن الخطا تھے، شعر میں ضعف سے مراد کمزوری اور فتور نہیں بلکہ مراد ہے ذمہ داری کا بہت زیادہ احساس کرنا۔ [2] المختصر ۲ / ۴۸۲

وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی:......اللہ کے عذاب سے سلامتی اس شخص کے لیے ہے جو ہدایت قبول کرے اور اللہ پر ایمان لائے۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ سلام، سلام تحیہ نہیں ہے چوں کہ یہ ابتدائے خطاب میں نہیں ہے، بلکہ اس سے اللہ کے عذاب اور غضب سے سلامی کا قصد کرنا مقصود ہے۔ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی: اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف وحی بھیج کر ہمیں باخبر کیا ہے کہ جو شخص انبیائے کرام کی تکذیب کرتا ہے اور ایمان سے اعراض کرتا ہے اسے دردناک عذاب ہوگا۔ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰی: فرعون نے کہا: اے موسیٰ تمہارا یہ رب کون ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو؟ میں تو اسے نہیں جانتا۔ فرعون نے سرکشی اور طغیان کی وجہ سے فَمَنْ رَبِّیْ نہیں کہا بلکہ فَمَنْ رَّبُّكَ کہا۔ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی: ہمارا پروردگار وہ ذات ہے جس نے ہر چیز کو بغیر نمونہ کے پیدا کیا اور پھر اس کے منافع و مصالح کی طرف راہنمائی کی، یہ جواب بلاغت و بیان کے اعلیٰ درجے کا ہے اور انتہائی مختصر بھی ہے، تمام موجودات پر اس کی دلالت ہو رہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنکھ کو ایسی ہیئت بخشی ہے جو دیکھنے کے عمل کے عین مطابق ہے، کان کو ایسی شکل دی ہے جو سننے کے موافق ہے، اسی طرح ہاتھ، پاؤں، زبان، ناک وغیرہ کو بھی موزوں و مناسب شکل دی ہے۔

علامہ زمخشری کہتے ہیں: اس خوبصورت جواب کی تمام تر خوبی اللہ ہی کے لیے ہے، حاضر باشی سے دیا گیا جواب ہے جس میں بہت سارے امور جمع کر دیے گئے اور نہایت صاف و دلکش اور عام فہم جواب ہے جو شخص بھی انصاف سے معمولی سا غور کرے گا صاف صاف سمجھ جائے گا۔ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی: یعنی ان لوگوں کا کیا حال ہے جو زمانہ گزشتہ میں وفات پا چکے، انہیں دوبارہ کیوں نہیں اٹھایا گیا اور ان کا حساب کیوں نہیں لیا گیا، اگر تمہاری بات حق و سچ ہے تو ایسا کیوں نہیں ہوا؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی کہ ان کے رب نے انہیں بھیجا ہے اور وہی تخلیق و رزق کا مالک ہے، ہدایت اسی کے قبضے میں ہے۔ اس کے بعد فرعون نے پہلے لوگوں کی بات کر کے اپنی حجت پیش کی۔ گویا یوں کہا: اگر بات یہی ہے تو پھر پہلے لوگوں نے تمہارے رب کی عبادت کیوں نہیں کی بلکہ غیر کی عبادت کی؟[1] قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ: موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان کے احوال و اعمال کا علم میرے پروردگار کے پاس لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی: ہمارے پروردگار کے علم سے کوئی چیز نہ چوکتی ہے اور نہ غائب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل اور قدرت کی نشانیاں

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل بیان کیے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان کیں۔ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا: جس نے زمین بچھونے کی طرح بنائی ہے، تم اس سے کام لیتے ہو اور اس پر بستے ہو اور ٹھہرتے ہو، یہ محض رب تعالیٰ کی تمہارے اوپر رحمت ہے۔ وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا: تمہارے لیے راستے بنائے جن پر تم اپنے مصالح انجام دینے کے لیے چلتے ہو۔ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: اور اس نے تمہارے لیے بادلوں سے بارش نازل کی جس کا پانی میٹھا اور خوشگوار ہوتا ہے۔ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی: اور اس پانی سے انواع و اقسام کے سبزہ جات اور نباتات اگائے جن کے رنگ، ذائقے اور شکلیں مختلف ہوتی ہیں، ہر صنف کا جوڑا جوڑا ہے۔ آیت کریمہ میں غیبت سے تکلم کی طرف التفات ہے۔ اس سے عظمت خدائی پر تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ: ان نباتات اور پھلوں کو کھاؤ اور سبزہ جات جانوروں کو چراؤ، امر اباحت کے لیے ہے جس سے نعمتیں یاد دلانا مقصود ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی: اور جو مذکور ہے یہ عقل سلیم رکھنے والوں کے لیے علامت ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ: یعنی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اے لوگو! اور مرنے کے بعد اسی زمین میں لوٹ جاؤ گے اور مٹی بن جاؤ گے۔ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی: زمین سے ہم تمہیں دوسری بار حساب کے لیے نکالیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعون کی سرکشی اور ظلم و زیادتی کی خبر دی ہے۔

---

[1] المختصر لابن کثیر ۲ / ۴۸۳

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا:..... یعنی اللہ کی قسم ہم نے فرعون کو بہت سارے معجزات دکھائے جو موسیٰ کی نبوت پر دلالت کرتے تھے جن میں لاٹھی کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا روشن چمکدار ہو جانا، طوفان، ٹڈیوں کا لشکر اور دیگر معجزات۔ فَكَذَّبَ وَاَبٰى: فرعون نے ان معجزات کی تکذیب کی حالاں کہ یہ معجزات حق ووا ضح تھے۔ اس کا خیال تھا کہ یہ سب جادو ہے۔ اس نے معاندانہ اور متکبرانہ رویہ اختیار کیا اور ایمان سے انکار کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقابلے کی دعوت اور مقابلے کی تاریخ

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى:..... فرعون نے کہا: اے موسیٰ! تو یہ جادو لے کر آیا ہے تا کہ ہمیں سرزمین مصر سے نکال باہر کرے؟ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ: ہم جادو ہی کے زور سے تمہارا مقابلہ کریں گے جیسے تو نے جادو کا مظاہرہ کیا ہے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تو جادوگر ہے رسول نہیں ہے۔ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا: ایک جگہ اکٹھے ہونے کا وقت متعین کر دو۔ لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى: اس وعدے کی خلاف ورزی نہ ہماری طرف سے ہوگی اور نہ تمہاری طرف سے، جگہ اور وقت متعین ہوگا۔[1] قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہمارے اکٹھے ہونے کا مقررہ دن جشن کا دن ہوگا۔ ان کے جشن کے دنوں میں سے ایک دن تھا۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جشن کا دن مقابلے کے لیے اس لیے متعین کیا تا کہ حق غالب ہو جائے اور باطل مغلوب ہو جائے اور حق کا غلبہ سر عام ہو اور چاروں اطراف آپ علیہ السلام کے معجزے کی دھوم مچ جائے۔ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى: فرعون واپس لوٹ گیا اور بہت سارے جادوگروں کو جمع کیا اور مقررہ وقت پر جادوگروں کے ساتھ بمعہ جادو کی اشیا کے حاضر ہو گیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بہتر (۷۲) جادوگر تھے ہر جادوگر کے پاس لاٹھی یا رسی وغیرہ کوئی نہ کوئی جادو کی چیز تھی۔[2] قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ: موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے کہا جب فرعون انہیں لے کر مقررہ جگہ حاضر ہوا: تمہارے لیے ہلاکت ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں سخت عذاب سے ہلاک و تباہ کر دے گا۔ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى: جو شخص اللہ پر جھوٹ بولتا ہے وہ حقیقت میں خسارہ اور ہلاکت میں پڑا ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مقابلہ شروع ہونے سے پہلے جادوگروں کو نصیحت کی تا کہ ہدایت پر آ جائیں، جب جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتیں سنیں آپ علیہ السلام کی باتوں نے جادوگروں کے ضمیر کو جھنجھوڑا اور ان کے دلوں میں آپ علیہ السلام کی ہیبت پیشگی بیٹھ گئی اسی لیے آگے ان کے تنازع کا ذکر ہے۔ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى: یعنی موسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں جادوگروں میں اختلاف ہو گیا، بعض کہنے لگے: یہ کسی جادوگر کی بات نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے اپنے دل کی بات لوگوں سے مخفی رکھی اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔

جادوگروں کے باہمی مشورے اور مقابلے کا آغاز

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا:..... غور وخوض اور آپس میں مشاورت کے بعد کہنے لگے: یہ دو جادوگر ہیں جو سرزمین مصر پر بالادستی چاہتے ہیں اور اپنے جادو کے زور سے تمہیں یہاں سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں۔ وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى: ان دونوں کی غرض تمہارے دین میں بگاڑ ڈالنا ہے، جب کہ تم برسوں سے اس دین پر قائم ہو اور یہ دین تمام ادیان سے افضل دین ہے۔ زمخشری کہتے ہیں: بظاہر جادوگروں نے پوشیدہ طور پر مشاورت کی اور موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کا جائزہ لیتے رہے پھر انہوں نے کہا: "یہ دونوں جادوگر ہیں۔" گویا ان کی آپس کی پوشیدہ سرگوشی موسیٰ علیہ السلام کے کلام کے نتیجہ میں تھی کہ یہ دونوں ان پر غالب نہ آ جائیں، گویا انہیں خوف لاحق ہو گیا تھا وہ لوگوں کی حوصلہ شکنی کرنا چاہتے تھے کہ ان کی اتباع نہ اختیار کر لیں۔[3] فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا: اپنی تدابیر جمع کر کے فیصلہ کر لو اور پھر اس پر پختہ عزم ہو جاؤ اور آپس میں جھگڑو نہیں اور ایک ہی کمان سے تیر چلاؤ۔ پھر سب صفیں باندھ کر میدان میں آئے تا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی ہیبت بیٹھ جائے۔ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى: یعنی آج کامیابی اسی کے مقدر میں ہے جسے بالادستی حاصل ہوئی اور وہ غالب رہا۔ مفسرین کہتے ہیں:

---

[1] یہ ابن کثیر کی مختار تفسیر ہے، جب کہ طبری نے مكانا سوى کی مراد بیان کی ہے کہ ایسی جگہ متعین کرو جس کی مسافت فریقین کے لیے برابر ہو۔ [2] قرطبی ۱۱/ ۲۱۴ [3] الکشاف ۳

جادوگروں نے فرعون کے اعلان کردہ انعامات وتحائف اور گراں قدر عطیات کے حصول کی طمع کی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ (سورۃ الشعراء ۴۱-۴۲)
جادوگروں نے فرعون سے کہا: اگر ہم غالب آ گئے تو ہمارے لیے انعام ہوگا؟ فرعون نے کہا: جی ہاں تم میرے خاص الخاص لوگوں میں سے ہو گے۔
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى:...... جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ! یا تو تم اپنی لاٹھی ڈالنے میں پہل کرو یا ہم پہل کریں؟ جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو اس لیے اختیار دیا کہ انہیں اپنے اوپر اعتماد تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر غالب رہیں گے، چوں کہ انہیں یقین تھا کہ اس میدان میں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا: جادوگروں سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا: بلکہ تم ڈالو اور تم ابتدا کرو۔ ابو سعود کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات حسن ادب کی رعایت کرتے ہوئے کہی اور ادب کے مقابلے میں کہی چنانچہ آپ علیہ السلام نے دوٹوک بات کر دی کہ پہلے آپ لوگ اپنی لاٹھیاں وغیرہ ڈال لو، آپ علیہ السلام گویا ان کے جادو کو خاطر میں نہیں لا رہے تھے اور لا پرواہی کا رویہ اختیار کر رہے تھے تا کہ وہ اپنا سارا زور دکھالیں اور اپنی پوری کوشش صرف کر لیں پھر اللہ تعالیٰ کا حق ظاہر ہو جو باطل کو چکنا چور کر دے۔[1]

عصا کا سانپ بن جانا اور جادوگروں کا سجدے میں گر جانا

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى:...... کلام میں حذف ہے جس پر آیت کا معنی دلالت کرتا ہے یعنی جادوگروں نے رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈالیں۔ جادوگروں کے جادو کے بسبب موسیٰ علیہ السلام رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ سمجھے جو ادھر اُدھر منڈلا رہے تھے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام بھی گھبرا گئے۔ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى: بشری طبیعت کے تقاضے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خوف محسوس کیا، چوں کہ آپ علیہ السلام نے خوفناک چیز دیکھی تھی۔ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى: ہم نے موسیٰ سے کہا: تمہیں جو خیال ہوا ہے اس سے نہ ڈرو، یقیناً تم ہی غالب اور فتح مند ہو گے۔ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا: یعنی جو عصا آپ کے ہاتھ میں ہے اسے زمین پر ڈال دو (وہ سانپ بن جائے گا اور پھر) منہ سے جادوگروں کے سانپوں کو نگل جائے گا۔ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ: جادوگروں نے اپنی جادوگری سے جو کچھ پیش کیا وہ نری شعبدہ بازی اور جادو تھا۔ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى: جادوگر جہاں بھی ہو کامیابی اس کا مقدر نہیں بنتی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا چوں کہ وہ جھوٹا اور گمراہ ہوتا ہے۔ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى: یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ بہت بڑا اژدہا بن گئی، اس کی ٹانگیں، گردن، سر اور لمبے لمبے دانت بھی تھے وہ جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگلنے لگا حتیٰ کہ ان میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ لوگ دن دھاڑے کھڑے یہ نظارہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے، جب جادوگروں نے معجزے کا مشاہدہ کر لیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ جادو یا شعبدہ بازی نہیں بلکہ حق و سچ معجزہ ہے، جادوگر فوراً سجدے میں گر گئے، معجزہ کی دھاک بیٹھ گئی اور برہان حق وحجت ثبت ہو گئی۔ حق غالب رہا باطل چور چور ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: شروع دن میں یہ لوگ جادوگر تھے جب کہ دن کے آخری پہر میں نیکو کار شہداء تھے۔[2]

جادوگروں کو فرعون کی دھمکی

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ:...... فرعون نے جادوگروں سے کہا: تم موسیٰ پر ایمان لے آئے اور اس کی لائی ہوئی تعلیمات کی تصدیق کر دی قبل ازیں کہ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا اور تم مجھ سے اجازت لیتے؟ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ: یہ تمہارا رئیس ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، تم نے اس کے ساتھ اتفاق کر لیا ہے تا کہ تم مجھ سے میرا ملک چھین لو، قرطبی کہتے ہیں: فرعون نے یہ بات اس لیے کہی تا کہ لوگوں کو ورغلا دے اور وہ جادوگروں کی دیکھا دیکھی ایمان نہ لے آئیں۔[3] پھر فرعون نے جادوگروں کو قتل کی دھمکی دی اور سخت سزا دینے کا اعلان کیا۔ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ: اللہ کی قسم! میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مختلف اطراف سے کاٹ کے رہوں گا یعنی

---

[1] الکشاف ۳/ [2] المختصر ۲/ ۴۸۶ [3] القرطبی ۱۱/ ۲۲۴

دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں یا اس کے برعکس۔ وَلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوْعِ النَّخْلِ: اور میں تمہیں کھجور کے تنوں پر لٹکاؤں گا، تمہیں بہت بری طرح سے قتل کروں گا۔ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى: اے جادوگرو! تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی سزا زیادہ سخت اور تادیر رہنے والی ہے، کیا میری سزا یا رب موسیٰ کی سزا جس کی تم نے تصدیق کی ہے اس پر ایمان لائے ہو؟ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ: جادوگروں نے کہا: ''ہم تیرا انتخاب ہرگز نہیں کریں گے اور تمہیں ایمان و ہدایت پر ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اللہ نے ہمیں یہ ہدایت عطا فرمائی ہے اگرچہ اس میں ہماری ہلاکت ہی کیوں نہ ہو۔ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا: ہم اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ: جو کچھ تجھے کرنا ہے کر گزر۔ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا: تیرا حکم اس دنیا کی زندگی میں نافذ ہوگا اور دنیا فانی ہے، جب کہ ہماری رغبت ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں کے لیے ہے، عکرمہ کہتے ہیں: جب جادوگروں نے سجدہ کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں سجدے میں جنت میں ٹھکانے دکھا دیے۔ اسی لیے انہوں نے اوپر مذکورہ خیالات کا اظہار کیا۔ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں تاکہ وہ ہمارے گناہ بخش دے جو ہم سے سرزد ہوئے ہیں، ہم سے جو کفر و معصیت ہوئی وہ بخش دے۔ وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ: اور ہم نے جو جادو کیا ہے وہ بھی ہمیں بخش دے۔ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى: اللہ تجھ سے بہتر ثواب دینے والا ہے اور اس کا عذاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے، یہ فرعون کے اس قول کا جواب ہے۔ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ:...... یہ جادوگروں کے کلام کا تتمہ ہے جو فرعون کو نصیحت کرنے میں ہے۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ اس نے معاصی کا ارتکاب کیا ہو اور کفر پر اس کی موت واقع ہوئی ہو تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى: نہ تو جہنم میں اسے موت آئے گی کہ اس کا عذاب ختم ہو جائے اور نہ ہی اچھی زندگی اسے میسر آئے گی۔[۱]

اہل ایمان کے لیے انعامات

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ:...... جس شخص نے اپنے رب سے ملاقات کی اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو، موحد ہو، نیک اعمال کیے ہوں اور جن باتوں سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے باز رہا ہو۔ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى پس یہی مؤمن جنہوں نے نیک اعمال کیے ہوں گے ان کے لیے اللہ کے ہاں بڑے اونچے درجات ہیں۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ: اَلدَّرَجٰتُ الْعُلٰى کا بیان ہے۔ یعنی وہ بلند و بالا درجے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں اور امن و راحت والے بالاخانوں اور تختوں کے نیچے سے شراب، شہد، دودھ اور پانی کی نہریں جاری ہوں گی۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا: جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اس سے باہر نہیں نکلیں گے۔ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى: یہ اس شخص کا بدلہ ہے جو کفر و معصیت کی گندگی سے اپنے آپ کو پاک رکھے۔ حدیث میں ہے: جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں، فردوس سب سے اوپر والا درجہ ہے لہٰذا جب بھی تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو۔[۲]

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان و بدیع کی مختلف پہلو نمایاں ہیں۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ:...... میں استعارہ ہے، چنانچہ قربت و انتخاب کو ایسے شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جسے بادشاہ انعام و اکرام کے لائق سمجھتا ہو اور اس کے عمدہ خصائل کی وجہ سے بادشاہ اسے قریب کا درجہ دیتا ہو، اسے اپنی خالص دوستی کے لے منتخب کرتا ہو۔ اس کے لیے بطور استعارہ لفظ ''اصطنع'' لایا گیا ہے اور اس مین استعارہ تبعیہ ہے۔

---

[۱] ابن انباری نے کیا خوب شعر کیا ہے:

الا من لنفس لا تموت فینقضی　　　سقاھا ولا تحیا حیاۃ لھا

کس کی جان ہے کہ جو نہ مرے نہ اس کی معصیت ختم ہو اور نہ اچھی زندگی میسر ہو۔

[۲] رواہ احمد

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ:...... میں لطیف مقابلہ ہے۔ چنانچہ مِنْهَا اور فِيْهَا خلق اور اعادہ میں لطیف مقابلہ ہے اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ: میں ایجاز حذف ہے یعنی فَاَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ: چوں کہ معنی اس پر دلالت کرتا ہے اسی طرح فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا: جوکہ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ: کے بعد ہے میں بھی ایجاز حذف ہے۔ اس سے کلام طویل حذف ہے، یعنی موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ڈالی اور وہ جادوگروں کی جادوگری کو نگل گئی پھر فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا حذف پر معنی دلالت کرتا ہے اور اسے ایجاز حذف کا نام دیا گیا ہے۔ يَمُوْتُ يَحْيٰى: اور نُعید...... ونخرج: میں طباق ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا اور وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ: میں مقابلہ ہے۔ مقابلہ یہ ہوتا ہے کہ اور ادو یا دو سے زائد معانی لائے جاتے ہیں پھر اس کے مقابل کے معانی لائے جاتے ہیں۔ سوی، ضحی، افتری، یحیا، تزکی: میں حسن سجع ہے۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى: میں تاکیدات ہیں۔ اِنَّ کی ایک تاکید نت ضمیر کا تکرار پھر "الاعلیٰ خبر کا معرفہ ہونا، الاعلیٰ علو سے ہے جو غلبہ پر دلالت کرتا ہے نیز یہ صیغہ تفضیل بھی ہے۔ کلام پاک کے فصیح وبلیغ ہونے کی تمام خوبی اللہ ہی کے لیے ہے۔

تنبیہ:...... فرعون نے جادوگروں کو مسلمان ہونے پر دھمکی دی، آیا اس نے دھمکی کا نفاذ بھی کیا یا نہیں؟ تاہم آیات کریمہ میں اس کا بیان نہیں، البتہ مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون نے مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹے اور انہیں سولی پر لٹکا دیا، ان سب کی موت ایمان پر ہوئی اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "صبح کے وقت مردود جادوگر تھے اور شام کو نیکوکار شہدا تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم پر اللہ کی مہربانیاں اور دشمن کی ہلاکت کا ذکر

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا
وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ
وَمَا هَدٰى ﴿٧٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا
عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ
وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾
وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا
قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ
يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ
الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ
اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ ع ۱۲
وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا

أَمْرِي ﴿۹۰﴾ قَالُوا لَن نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِينَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ ﴿۹۱﴾ قَالَ يَا هَارُونُ مَا مَنَعَكَ إِذْ
رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا ﴿۹۲﴾ أَلَّا تَتَّبِعَنِ ۖ أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۖ إِنِّي
خَشِيتُ أَن تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ﴿۹۴﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ
بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ﴿۹۶﴾
قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَن تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّن تُخْلَفَهُ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ
إِلَٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۖ لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ إِنَّمَا إِلَٰهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي
لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

ترجمہ:.......اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چلے جاؤ پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بنا دینا
نہ کسی کے تعاقب کا اندیشہ کرو گے اور نہ تمہیں کسی قسم کا خوف ہوگا۔ ﴿۷۷﴾ سو فرعون نے ان کے پیچھے اپنے لشکروں کو چلا دیا پھر دریا سے انہیں اس چیز
نے ڈھانپ دیا جس چیز نے بھی ڈھانپا ﴿۷۸﴾ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور ہدایت کی راہ نہ بتائی۔ ﴿۷۹﴾ اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہیں تمہارے
دشمن سے نجات دی اور تم سے ہم نے کوہ طور کی داہنی جانب کا وعدہ کیا اور ہم نے تم پر من اور سلویٰ نازل کیا۔ ﴿۸۰﴾ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں
سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اس میں حد سے آگے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غصہ نازل ہوگا، اور جس پر میرا غصہ نازل ہوا سو وہ گر گیا۔ ﴿۸۱﴾ اور بلاشبہ میں
اسے بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے پھر ہدایت پر قائم رہا۔ ﴿۸۲﴾ اور اے موسیٰ! آپ کو کس چیز نے جلدی میں ڈالا کہ
آپ اپنی قوم سے آگے بڑھ گئے۔ ﴿۸۳﴾ انہوں نے عرض کیا وہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں اور اے رب! میں آپ کی طرف جلدی آ گیا تا کہ آپ
راضی ہوں۔ ﴿۸۴﴾ فرمایا سو بلاشبہ ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو فتنے میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا۔ ﴿۸۵﴾ پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف
غصے میں بھرے ہوئے رنجیدہ حالت میں واپس ہوئے انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں فرمایا؟ کیا تم
پر زیادہ زمانہ گزر گیا یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غصہ نازل ہو جائے، سو تم نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی۔ ﴿۸۶﴾ وہ کہنے
لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی اپنے اختیار سے نہیں کی لیکن بات یہ ہے کہ ہم پر قوم کے زیوروں کے بوجھ لدے ہوئے
تھے سو ہم نے ان کو ڈال دیا۔ پھر سامری نے اسی طرح ڈال دیا ﴿۸۷﴾ پھر اس نے لوگوں کے لیے ایک بچھڑا نکالا جو ایک جسم تھا اس میں سے گائے کی
آواز آ رہی تھی۔ سو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا بھی معبود ہے سو وہ بھول گئے۔ ﴿۸۸﴾ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب
نہیں دیتا اور وہ ان کے لیے کسی ضرر اور نفع کی قدرت نہیں رکھتا، ﴿۸۹﴾ اور بلاشبہ اس سے پہلے ہارون نے ان سے کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم! اس کی
وجہ سے تم فتنہ ہی میں ڈالے گئے ہو، بلاشبہ تمہارا رب رحمان ہے سو تم میرا اتباع کرو اور میرے حکم کو مانو، ﴿۹۰﴾ وہ کہنے لگے کہ ہم ضرور ضرور اسی پر جمے
رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ واپس نہ آئے۔ ﴿۹۱﴾ موسیٰ نے کہا کہ اے ہارون! جب تم نے انہیں دیکھا کہ گمراہ ہو گئے ﴿۹۲﴾ تو کس چیز نے
تمہیں اس بات سے روکا کہ تم میرے پاس چلے آئے۔ سو کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا۔ ﴿۹۳﴾ ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے! تم
میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑو بلاشبہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ آپ یوں کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفریق ڈال دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔ ﴿۹۴﴾
موسیٰ نے کہا اے سامری تیرا کیا حال ہے۔ ﴿۹۵﴾ اس نے کہا کہ میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی، سو میں نے فرستادہ کے نقش
سے ایک مٹھی اٹھالی میں نے اس مٹھی کو ڈال دیا اور میرے نفس نے مجھے یہی بات اچھی کر کے دکھائی۔ ﴿۹۶﴾ موسیٰ نے کہا بس تو چلا جا سو تیرے

لیے زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یوں کہتا پھرے گا کہ مجھے کوئی نہ چھوئے، اور بلاشبہ تیرے لیے ایک وعدہ ہے جو ٹلنے والا نہیں ہے اور تو اپنے معبود کو دیکھ لے جس پر تو جما ہوا تھا ہم ضرور ضرور اسے جلا دیں گے پھر اسے دریا میں اچھی طرح بکھیر دیں گے۔ ﴿۹۷﴾ تمہارا معبود اللہ ہی ہے جس کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت کی جائے۔ وہ اپنے علم سے تمام چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ﴿۹۸﴾

ربط وتعارف:...... ان آیات کریمہ میں برابر موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا جارہا ہے، ان آیات میں موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم پر اللہ کی مہربانی وعنایت کا ذکر ہے اور ان کے دشمن کی ہلاکت کا ذکر ہے، بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کا ذکر ہے اور احسانات کا ذکر ہے۔ بنی اسرائیل کو نعمتوں کا شکر بجالانے کی تاکید کی گئی اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے انہیں ڈرایا گیا، پھر بنی اسرائیل کا گوسالے کی عبادت کرنے کا ذکر ہے، ان آیات میں دوسری آیات کا خلاصہ ہے۔

لغات: دَرَكًا:...... ادرکہٗ کا مصدر ہے بمعنی اس کے ساتھ لاحق ہوا، اسے پکڑ لیا۔ تَطْغَوْا: طغیان سے ہے حد تجاوز کر جانا۔ هَوٰى: ھوی یھوی سے ہے، دوزخ کی گہرائی ہاویہ تک جانا، لفظی معنی بلندی سے پستی میں گرنا۔ بِمَلْكِنَا: میم کے فتحہ اور لام کے سکون کے ساتھ: طاقت وقدرت، معنی ہے ایسا معاملہ جس کے ہم مالک ہیں۔ اَوْزَارًا: بوجھ، گناہ کو وزر کہا جاتا ہے چوں کہ گناہ انسان کو بوجھل کر دیتا ہے۔ خُوَارٌ: بیل کی آواز۔ یا ابن ام: ای یا ابن امی یہ الفاظ لطف ومہربانی کی استدعا پر دلالت کرتے ہیں۔ سَوَّلَتْ: اچھا ہے۔ آراستہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہجرت کا حکم

تفسیر: وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ:...... فرعون کے حد سے گزر جانے کے بعد ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ سرزمین مصر سے راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل جاؤ۔ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا: سمندر میں لاٹھی مارو اس سے سمندر میں راستہ بن جائے گا اور بنی اسرائیل سلامتی سے سمندر سے گزر جائیں گے۔ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى: فرعون اور اس کے لشکر کے آ ملنے کا خوف مت کرو اور سمندر میں ڈوب جانے کا خوف بھی مت کرو۔ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ: فرعون اور اس کے لشکر نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا تاکہ انہیں قتل کر دے، سمندر کی جس مصیبت میں فرعونیوں نے پھنسنا تھا وہ پھنسے اور سمندر کی جس ہولناکی نے انہیں ڈھانپا اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے، آیت کا اسلوب بیان فرعونیوں کے غرق ہونے کی ہولناکیوں کی خبر دیتا ہے۔ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى: فرعون نے اپنی قوم کو رشد وہدایت سے پھیر دیا انہیں خیر ونجات کی طرف نہیں لے جاسکا، آیت میں فرعون کے اس قول پر تہکم ہے۔ وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ (سورہ غافر، آیت ۲۹)

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ:...... سمندر سے بنی اسرائیل کے سلامت باہر نکل جانے اور فرعون اور اس کے لشکر کے غرق ہونے کے بعد یہ بنی اسرائیل سے خطاب ہے، یعنی اے بنی اسرائیل! میری اس بڑی نعمت کو یاد کرو جب میں نے تمہیں فرعون اور اس کی قوم جو تمہیں بہت بری سزا دیتی تھی سے نجات دی۔

موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات

وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ:...... ہم نے موسیٰ سے طور سینا کی دائیں جانب ملاقات کا وعدہ کیا۔ وعدے کی نسبت بنی اسرائیل کی طرف کی گئی ہے چوں کہ اس کا فائدہ انہی کو ہونا تھا۔ چوں کہ تورات کے نزول میں انہی کے دین ودنیا کی اصلاح تھی۔

من وسلویٰ کا نزول

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى:...... ہم نے میدان تیہ میں تمہیں "من" عطا فرمایا۔ من کھانے کے ایک چیز تھی جو شہد کے مشابہ تھی، اور سلویٰ بھی

عطا کیا۔ سلویٰ عمدہ گوشت والا ایک پرندہ تھا، یہ نعمتیں ہمارے خصوصی انعام کی وجہ سے تمہیں مل پائی تھیں۔ آیت میں حسن ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے اولاً نعمت نجات اور آزادی کا ذکر ہوا، دوسرے نمبر پر دینی نعمت کا ذکر ہوا اور تیسرے نمبر پر دنیوی نعمت کا ذکر ہوا۔ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ: ہم نے کہا: حلال ولذیذ چیزیں جو ہم نے تمہارے اوپر انعام کی ہیں میں سے کھاؤ۔ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ: معاشی فارغ البالی اور عافیت تمہیں میری حکم عدولی اور معصیت پر نہ اکسانے پائے ورنہ تمہارے اوپر میرا عذاب نازل ہو جائے گا۔ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى: جس پر میرا عذاب نازل ہوتا ہے اور میرا غضب نازل ہوتا ہے حقیقت میں وہ ہلاک اور تباہ ہو جاتا ہے۔ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى: میں عظیم مغفرت والا ہوں اور میری مغفرت عظیمہ اس شخص کے لیے ہے جو شرک سے توبہ کرے، اچھی طرح سے ایمان لائے اور نیک اعمال کرتا رہے اور پھر ہدایت وایمان پر استقامت رکھے۔ آیت میں مرتکب معصیت کو مایوسی اور قنوطیت کی خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

کوہِ طور پر موسیٰ علیہ السلام کی عجلت

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى: ...... اپنی قوم سے کس چیز نے آپ کو اے موسیٰ! جلد بازی میں ڈال دیا؟ علامہ زمخشری کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے منتخب لوگوں کو لے کر طور پر رب تعالیٰ کے ساتھ ہم کلامی کے لیے گئے تھے، پھر آپ علیہ السلام ان آدمیوں سے فرط شوق کی وجہ سے رب تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے کے لیے آگے بڑھ گئے۔[1] قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ: میری قوم میرے قریب ہے۔ وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ میں صرف ایک چیز کی وجہ سے آگے بڑھ آیا ہوں۔ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى: اے میرے پروردگار! جس جگہ تو نے مجھے حاضر ہونے کا حکم دیا تھا میں جلد بازی میں اس لیے یہاں حاضر ہوا ہوں تا کہ مجھ سے تیری رضامندی میں اضافہ ہو اولاً موسیٰ علیہ السلام نے عذر پیش کیا اور پھر قوم سے پہلے حاضر ہو جانے کا سبب بیان کیا اور وہ سب فرط شوق ہے۔ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ: جب آپ اپنی قوم سے چل دیے تو آپ کے بعد ہم نے انہیں فتنے میں مبتلا کر دیا ہے۔ یعنی بچھڑے کی عبادت میں مبتلا کر دیا ہے۔

سامری کا قوم کو بہکانا اور سونے کا بچھڑا تیار کرنا

وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ: ...... سامری نے انہیں گمراہی میں مبتلا کر دیا ہے، سامری جادوگر منافق شخص تھا، گائے کی عبادت کرنے والی قوم میں سے تھا۔ مفسرین کہتے ہیں: جب موسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ سے ملاقات کے لیے آئے تو بنی اسرائیل پر نائب اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو مقرر کیا، اور انہیں تاکید کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں سامری نے زیورات جمع کیے اور ان سے بچھڑا بنایا لوگوں کو اس کی عبادت کی دعوت دی لوگوں نے اسے پوجنا شروع کر دیا، یہی وہ فتنہ تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد بیس دنوں میں بنی اسرائیل میں پیدا ہو گیا تھا۔

فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا: ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے چالیس دن پورے کرنے اور تورات لینے کے بعد واپس آئے اس حال میں کہ آپ علیہ السلام کو سخت غصہ اور شدید حزن وملال لاحق تھا، چوں کہ آپ کے بعد قوم نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا: کیا تمہارے پروردگار نے تمہارے ساتھ تورات کے نزول کا وعدہ نہیں کیا تھا جس میں ہدایت ونور ہے؟ استفہام برائے توبیخ ہے۔ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ: کیا طویل زمانہ گزر گیا تھا کہ تم وعدہ بھول گئے یا تم اپنے اس عمل سے یہ چاہتے ہو کہ تمہارے اوپر اللہ کا غضب وعذاب نازل ہو تبھی تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی؟ ابوحیان کہتے ہیں: بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ اللہ کے دین پر قائم رہیں گے اور موسیٰ علیہ السلام کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں گے۔ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا: ہم نے آپ کے وعدے کی مخالفت اپنی قدرت، اختیار اور ارادے سے نہیں کی، بلکہ ہم اس میں مجبور تھے۔

---

[1] الکشاف ۳/۸۹

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا:...... ہم نے فرعونیوں کے زیورات کے بوجھ اٹھا رکھے تھے وہ ہم نے سامری کے حکم پر آگ میں ڈال دیے، مجاہد کہتے ہیں: اوزارًا: اثقالًا یعنی بوجھ کے معنی میں ہے اور اس سے مراد وہ زیورات ہیں جو بنی اسرائیل نے فرعونیوں سے عاریۃً لے لیے تھے۔ فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ: سامری نے بھی اسی طرح کیا اس کے پاس قوم کے جس قدر زیورات تھے آگ میں ڈال دیتے۔ مفسرین کہتے ہیں: بنی اسرائیل نے قبطیوں سے زیورات عاریۃً لیے اور پھر وہاں سے کوچ کیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر رب تعالیٰ سے ہم کلامی کے لیے چلے گئے واپسی میں دیر ہوگئی تو سامری نے بنی اسرائیل سے کہا: موسیٰ اس لیے تمہارے پاس آنے سے روک دیے گئے ہیں چوں کہ تمہارے پاس زیورات ہیں، چنانچہ لوگوں نے زیورات جمع کیے اور سامری کو دے دیے۔ سامری نے زیورات آگ میں ڈالے اور ان سے بچھڑا بنا ڈالا پھر بچھڑے کے منہ جبرئیل امین کے گھوڑے کے پاؤں تلے کی خاک ڈالی جس کی وجہ سے بچھڑے سے آواز نکلنے لگی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ: یعنی سامری نے ان پگھلے ہوئے زیورات سے بلا روح کے بچھڑا بنا ڈالا اور اس سے آواز نکلتی تھی۔ یہ آواز بچھڑے کی سی آواز تھی۔[1]

بچھڑے کو معبود سمجھنا

فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ:...... یہ بچھڑا تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے، موسیٰ یہاں اپنے خدا کو بھول گیا اور اسے تلاش کرنے طور پر چلا گیا۔ قتادہ کہتے ہیں: جب سامری نے کہا: موسیٰ خدا کو تمہارے پاس بھول گیا ہے تو بنی اسرائیل نے اس کی عبادت شروع کردی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر یوں رد کیا۔ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا: کیا انہیں معلوم نہیں کہ وہ بچھڑا جسے وہ اپنا خدا سمجھ بیٹھے ہیں ان کی باتوں کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ ہی ان کے نفع ونقصان کا مالک ہے، بھلا یہ ان کا خدا کیسے بن گیا۔؟ استفہام برائے توبیخ ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام سے باز پُرس

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ:...... موسیٰ علیہ السلام کے واپس لوٹنے سے پہلے ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: تم لوگ اس بچھڑے کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو گئے ہو اور گمراہ ہو چکے ہو۔ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ: تمہارا پروردگار جو عبادت کا مستحق ہے وہ اللہ رحمٰن ہے، یہ بچھڑا نہیں۔ میری اقتداء کرو میں تمہیں اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور بچھڑے کی عبادت چھوڑنے میں میری بات مانو۔ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى: ہم بچھڑے کی عبادت پر برابر قائم رہیں گے یہاں تک کہ موسیٰ واپس لوٹ آئے پھر ہم اس معاملے پر غور کریں گے۔ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ: کلام میں حذف ہے یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹے اور قوم کو بچھڑے کی عبادت کرتے دیکھا غصے سے بھر گئے اور بھائی ہارون علیہ السلام کا سر پکڑا اور اپنی طرف کھینچا اور ان سے کہا: جب تم نے ان لوگوں کو کفر کرتے دیکھا تمہیں کس چیز نے روکا کہ اللہ کے غضب میں تم میری بات پر چلتے، ان کے کفر وضلالت کا انکار کرتے اور اس گمراہی سے انہیں ڈانتے؟ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ: کیا تم نے میری مخالفت کی میرے حکم اور میری وصیت کو چھوڑا؟ مفسرین کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو جو حکم دیا تھا اور جو وصیت کی تھی وہ اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر کی ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ (سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۲)

موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: میری قوم پر تم میرے نائب ہو، ان کے احوال درست رکھنا اور فساد پھیلانے والوں کے پیچھے مت چلنا۔

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ:...... حضرت ہارون علیہ السلام نے بھائی کی عظمت اور مہر وولا کے جذبہ کو کام میں لاتے ہوئے کہا: اے ماں جائے اے میرے بھائی! مجھے داڑھی اور سر کے بالوں سے نہ پکڑیں۔

---

[1] امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ بچھڑا زندہ ہو گیا تھا اور بھاگتا تھا آواز نکالتا تھا، ایک اور قول کے مطابق بچھڑے میں زندگی نہیں تھی البتہ سامری نے اس میں سوراخ رکھ لیے تھے جن سے ہوا داخل ہوتی اور آواز پیدا ہوتی تھی جو بچھڑے کی آواز کے مشابہ تھی۔ الرازی ۲۲/ ۱۰۲

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دائیں ہاتھ سے سر کے بال پکڑے اور بائیں ہاتھ سے داڑھی، آپ نے ایسا شدید غصے اور دینی غیرت کی وجہ سے کیا۔ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ: مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے قوت استعمال کر کے قوم کو گمراہی سے روکا تو ان کے درمیان لڑائی چھڑ جائے گی اور آپ مجھے اس پر ملامت کرتے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ تم نے فتنہ بھڑکایا۔ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ: اور تم نے میرے حکم کی پاسداری نہیں کی، اس وجہ سے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ میں آپ کے واپس آنے تک کچھ نہ کروں اور آپ خود واپس آ کر معاملے کا تدارک کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے مطیع تھے اور ان سے ڈرتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کی سامری سے باز پُرس

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ یٰسَامِرِیُّ:...... اے سامری! جو کچھ تو نے کیا اس کی کیا وجہ ہے اور اس پر کس چیز نے تمہیں اکسایا؟ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ: سامری نے جواب دیا: جو کچھ میں نے دیکھ رکھا ہے وہ ان لوگوں نے نہیں دیکھا ہوا۔ وہ یہ کہ میں نے جبرائیل امین کو آپ کے پاس گھوڑے پر آتے دیکھا میرے دل میں بات آئی میں نے اس کے کھروں تلے کی خاک اٹھا کر رکھ لی تھی، میں یہ خاک جس چیز میں بھی ڈالتا ہوں اس میں زندگی کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا: میں نے جبرائیل کے گھوڑے کے پاؤں تلے کی خاک اٹھائی تھی میں نے وہی خاک گوسالے میں ڈالی اور اس میں آواز پیدا ہوگئی۔ وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ: میرے دل نے یہ بات کچھ اسی طرح میرے لیے سجھادی۔

سامری کی دنیا میں سزا

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ:...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا: دنیا میں تمہاری یہ سزا ہے کہ تو کسی کو نہیں چھو پائے گا اور نہ کوئی تمہیں چھو پائے گا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے سامری کو یہ سزا دی کہ وہ دنیا میں لوگوں کو چھو نہیں پائے گا اور نہ لوگ اسے چھو پائیں گے، گویا اللہ تعالیٰ نے اس پر سخت آزمائش ڈال دی۔ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ: اور آخرت میں تمہارے لیے عذاب مقرر ہے جو تم سے نہیں ٹل پائے گا۔ وَانْظُرْ اِلٰٓی اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا: اس بچھڑے کو دیکھو جس کی تو جم کر عبادت کرتا تھا۔ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا: ہم اسے ضرور آگ میں جلا ڈالیں گے اور پھر اس کی راکھ سمندر میں اڑا دیں گے اور اس کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا: تمہارا معبود جو عبادت کا مستحق ہے وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی پروردگار نہیں۔ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا: اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، آسمان و زمین میں کوئی چیز اس پر پوشیدہ نہیں۔

بلاغت:...... آیات کریمہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ:...... میں ہولناکی کا بیان ہے۔ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰی: میں طباق (تضاد) ہے۔ فَقَدْ هَوٰی: میں لفظ هَوٰی کا استعارہ ہے، اس کا معنی ہے بلندی سے کھائی میں گر کر ہلاک ہو جانا۔ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ: صیغہ مبالغہ ہے بمعنی گناہوں کو بہت زیادہ بخشنے والا۔ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا: میں صنعت طباق ہے۔ ایجاز حذف کے بہت سارے مواقع ہیں جو ہم نے دوران تفسیر بیان کیے ہیں۔ أمری، قولی، نفسی اور نفعًا. علمًا. نفسًا: میں خوبصورت سجع بندی ہے۔

تنبیہ:...... بنی اسرائیل نے سامری کے فتنے کے سبب بچھڑے کی عبادت کی جب کہ بت پرستی کے بیج بنی اسرائیل کے دلوں میں رچے بسے تھے اسی لیے جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دی تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ان کے لیے ایک بت بنایا جائے جس کی وہ عبادت کریں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ (سورۃ الاعراف، آیت ۱۳۸)

لہٰذا یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ بنی اسرائیل نے ایک بچھڑے کی عبادت شروع کردی ہو جو سونے کا بنا تھا اور جس میں آواز بھی تھی۔

سابقہ انبیا کے قصص و واقعات بیان کرنے کی حکمت

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ
يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ
وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا
يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا ع ۱۵ ۵ ۱۴
رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ
لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ
اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾
وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ
اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ
وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا ع ۱۱ ۲ ۱۵
لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا
يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا
تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا
مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۡ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾
ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ڏ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ
مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ

كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ
بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ
يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا ع ۱۴/۱۶
وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ
وَمِنْ اٰنَاۗئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ
اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ڏ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ
بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔـلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا
يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ
قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ
مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع ۷/۱۷

ترجمہ:......اسی طرح ہم آپ سے گزشتہ واقعات کی خبریں بیان کرتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے، (۹۹) جس شخص نے اس سے اعراض کیا سو بلا شبہ وہ قیامت کے دن بھاری بوجھ لادے گا۔ (۱۰۰) ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے برابر ہوگا (۱۰۱) جس روز صور پھونکا جائے گا اور اس دن ہم مجرمین کو اس حالت میں جمع کریں گے (۱۰۲) ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی، وہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں گے کہ تم لوگ صرف دس دن رہے ہو، (۱۰۳) ہم خوب جانتے ہیں جس چیز کے بارے میں وہ بات کریں گے جبکہ ان میں سب سے زیادہ صحیح رائے رکھنے والا یوں کہے گا کہ تم تو بس ایک ہی دن ٹھہرے ہو۔ (۱۰۴) اور وہ لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب انکو بالکل اڑا دے گا، (۱۰۵) پھر زمین کو ایک ہموار میدان بنا دے گا۔ (۱۰۶) اے مخاطب تو اس میں کوئی ناہمواری اور کوئی بلندی نہیں دیکھے گا۔ (۱۰۷) جس روز بلانے والے کا اتباع کریں گے اس کے سامنے کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہو گا اور رحمٰن کے لیے آوازیں پست ہو جائیں گے سوائے مخاطب تو پاؤں کی آہٹ کے سوا کچھ نہ سنے گا۔ (۱۰۸) جس دن شفاعت نفع نہ دے گی مگر اسی کو جس کے لیے رحمٰن نے اجازت دی اور جس کے لیے بولنا پسند فرمایا۔ (۱۰۹) وہ جانتا ہے جو ان کے پہلے احوال تھے، اور ان لوگوں کا علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ (۱۱۰) اور تمام چہرے حی القیوم کے لیے جھک جائیں گے اور جو شخص ظلم اٹھا کر لے گیا ہو وہ ناکام ہوگا۔ (۱۱۱) اور جس شخص نے مؤمن ہونے کی حالت میں اچھے عمل کے سواے کسی طرح کے ظلم کا اور کسی کمی کا اندیشہ نہ ہوگا۔ (۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تاکہ وہ لوگ ڈر جائیں یا یہ قرآن ان کے لیے کسی قدر سمجھ پیدا کر دے۔ (۱۱۳) سو اللہ برتر ہے، بادشاہ ہے، حق ہے۔ اور آپ قرآن میں اس سے پہلے جلدی نہ کیجئے کہ اس کی وحی پوری کر دی جائے اور آپ دعا کیجیے کہ اے میرے رب میرا علم اور بڑھا دے۔ (۱۱۴) اور اس سے پہلے ہم نے آدم کو حکم دیا سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی (۱۱۵) اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے لیے سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا اس نے انکار کر دیا۔ (۱۱۶) سو ہم نے کہا اے آدم بلا شبہ یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے سو یہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے سو تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے (۱۱۷) بلا شبہ تمہارے لیے یہاں یہ بات ہے کہ تم اس میں نہ بھوکے رہو گے

اور نہ ننگے رہو گے ﴿۱۱۸﴾ اور نہ یہاں تم پیاسے ہو گے اور نہ تمہیں دھوپ لگے گی۔﴿۱۱۹﴾ شیطان نے ان کی طرف وسوسہ ڈالا وہ کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تمہیں ہمیشگی والا درخت اور ایسی بادشاہی نہ بتا دوں جس میں کبھی ضعف نہ آئے۔﴿۱۲۰﴾ سو ان دونوں نے اس میں سے کھا لیا سو ان کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے، اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو وہ غلطی میں پڑ گئے۔﴿۱۲۱﴾ پھر ان کے رب نے انہیں چن لیا سو ان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں ہدایت پر قائم رکھا۔﴿۱۲۲﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ تم میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے سو اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو سو جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا وہ نہ گمراہ ہو گا اور نہ شقی ہو گا۔﴿۱۲۳﴾ اور جس شخص نے میری نصیحت سے اعراض کیا سو اس کے لیے تنگی کا جینا ہو گا اور ہم اسے قیامت کے دن اس حالت میں اٹھائیں گے کہ وہ اندھا ہو گا۔﴿۱۲۴﴾ وہ کہے گا کہ اے میرے رب مجھے آپ نے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا،﴿۱۲۵﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات پہنچی تھیں سو تو انہیں بھول گیا اور آج تو بھلا دیا جائے گا،﴿۱۲۶﴾ اور ہم اسی طرح اسے سزا دیں گے جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لائے، اور یہ واقعی بات ہے کہ آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور بڑا دیرپا ہے،﴿۱۲۷﴾ کیا انہیں اس چیز نے ہدایت نہیں سدی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو ہلاک کر دیا یہ لوگ ان کے رہنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں بلاشبہ اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے ایک بات فرمائی ہوئی نہ ہوتی۔ اور اجل مقرر نہ ہوتی تو لازمی طور پر عذاب آ جاتا۔﴿۱۲۹﴾ سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجیے اور سورج کے نکلنے اور سورج چھپنے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح میں مشغول رہیے اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح پڑھیے اور ان کے اطراف میں بھی تاکہ آپ خوش ہو جائیں۔﴿۱۳۰﴾ اور آپ ہرگز ان چیزوں کی طرف اپنی آنکھیں نہ بڑھائیں جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے جو ان کی بیویاں ہیں اور دنیاوی زندگی کی رونق ہے، اور آپ کے رب کا رزق بہتر ہے اور بہت دیرپا ہے۔﴿۱۳۱﴾ اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجیے اور خود بھی اس کی پابندی کیجیے ہم آپ سے رزق نہیں چاہتے ہم آپ کو رزق دیں گے اور بہتر انجام پرہیزگاری کا ہے۔﴿۱۳۲﴾ اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ شخص ہمارے پاس اپنے رب کی نشانی کیوں نہیں لاتا، کیا ان کے پاس پرانی کتابوں کا مضمون نہیں پہنچا۔﴿۱۳۳﴾ اور اگر ہم اس سے پہلے انہیں عذاب کے ذریعہ ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا جس کا ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے اتباع کر لیتے۔﴿۱۳۴﴾ آپ فرما دیجیے سب انتظار کرنے والے ہیں سو تم بھی انتظار کرو۔ سو عنقریب جان لو گے سیدھے راستے والا اور ہدایت یافتہ کون ہے۔﴿۱۳۵﴾

ربط و تعارف:...... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے تفصیلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا اس کے بعد اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ قصص اللہ کی طرف سے وحی ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عجیب واقعات و قصص کی خبر نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آگاہ کیا، صدق رسالت پر یہ بڑی زبردست دلیل و برہان ہے۔

لغات: قَاعًا:...... القاع چٹیل زمین جس میں کوئی سبزہ نہ اگتا ہو۔ صَفْصَفًا: سیدھی ہموار و بیاباں زمین۔ اَمْتًا: بلند زمین، ٹیلہ، ڈھیری۔ هَمْسًا: دھیمی آواز۔ عَنَتِ: صیغہ واحد مونث غائب وہ جھک جاتی ہے امیہ کا مصرع ہے: لعزته تعنو الوجوه وتسجد. اس کی سطوت کے آگے سر جھک جاتے ہیں۔ جوہری کہتا ہے۔ عنا یعنو: جھک جانا۔ اسی سے ہے۔ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ هَضْمًا: نقص، کمی، مقولہ ہے۔ هـمضه حقه حق میں کمی کر دی۔ ظلم اور ھضم کے درمیان فرق یہ ہے کہ پورے حق سے منع کرنا ظلم ہے اور بعض حق سے منع کرنا ھضم ہے۔ تَضْحٰى: چاشت کا وقت جب سورج کی تپش معلوم ہونے لگے ابن ابی ربیعہ کہتا ہے:

رأت رجلاً أيما اذا الشمس عارضت ۔۔۔ فيضحى وأما بالعشي فيخصر

اس نے کسی ایک مرد کو دیکھا جب سورج بلند ہوا اور وہ تپش دیتا ہے جب کہ رات کے وقت ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔

ضَنْكًا:...... تنگی، شدت، مقولہ ہے: منزل ضنك، عيش ضنك: تنگ گھر اور تنگ زندگی۔

سابقہ انبیاء علیہم السلام کے قصص وواقعات معجزات میں سے ہیں

تفسیر: كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ: ...... اے محمد! جس طرح ہم نے آپ کو موسیٰ اور فرعون کا قصہ اور اس کی عجیب وغریب خبریں سنائیں اسی طرح ہم نے آپ کو پہلی امتوں کی خبریں بھی سنائی ہیں۔ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا: ہم نے اپنے پاس سے تمہیں قرآن عطا کیا ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور جو کھلے معجزات پر مشتمل ہے۔ بحر میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ پر احسان جتلایا ہے کہ ہم نے تمہیں قرآن عطا کیا جو قصص اور اخبار پر مشتمل ہے اور یہ معجزات پر دلالت کرتا ہے۔[1] مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا: جس شخص نے اس قرآن سے اعراض کیا اس پر ایمان نہ لایا اور اس کی تعلیمات پر عمل نہ کیا وہ قیامت کے دن گناہوں کا بڑا بھاری بوجھ اٹھائے گا جو اسے جہنم میں جا پہنچائے گا۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا: گناہوں کے بوجھوں کے ساتھ اس عذاب میں پڑے رہیں گے، یہ بوجھ بہت برا بوجھ ہوگا، گناہوں کو گراں ہونے کی وجہ سے بوجھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا: جس دن اسرائیل صور میں دوسری بار پھونک مارے گا ہم گناہگاروں کو محشر میں اکٹھے کریں گے اس حال میں کہ ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی اور چہرے سیاہ ہوں گے۔ قرطبی کہتے ہیں: نیلگوں ہونے سے ان کی صورتیں نہایت مکروہ اور بری ہو جائیں گی اور چہرے سیاہ ہوں گے۔[2] يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا: آپس میں چپکے چپکے باتیں کریں گے اور کہیں گے: تم دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر دس دن، ابوسعود کہتے ہیں: شدائد وہولناکیوں کو دیکھ کر دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کو نہایت قلیل سمجھیں گے۔[3] نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا: ہم ان کی سرگوشیوں سے بخوبی آگاہ ہیں جب کہ ان میں سے جو زیادہ عقلمند اور سمجھداری کی بات کرنے والا ہوگا وہ کہے گا: تم تو صرف ایک دن ٹھہرے ہو۔

پہاڑوں سے متعلق سوال کا جواب

وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا: ...... لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا کیا ہوگا؟ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میرا رب انہیں ریت کی طرح زرہ زرہ کر کے ہوا میں اڑا دے گا۔ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا: اور زمین کو ایسا ہموار چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا جس میں کوئی سبزہ نہیں ہوگا۔ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا: اس میں تم نشیب وفراز نہیں دیکھو گے۔ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ: اس سخت دن میں لوگ اللہ تعالیٰ کے منادی جو لوگوں کو محشر کی طرف بلائے گا کے پیچھے چلیں گے اور اس سے دائیں بائیں نہیں ہو پائیں گے۔

رحمٰن کے ڈر سے آوازیں بھی پست ہوں گی اور متکبرین کے سر جھک جائیں گے

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ: ...... مخلوقات کی آوازیں ہیبت کے مارے رب رحمٰن کے آگے دبی ہوں گی۔ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا: اور تم ہلکی دھیمی آواز کے سوا کچھ نہیں سن پاؤ گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میدان محشر کی طرف جاتے ہوئے قدموں کے چلنے کی سرسراہٹ کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے گی۔[4] يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا: اس خوف وہراس والے دن کسی کو سفارش نفع نہیں پہنچائے گی مگر صرف اسی شخص کو جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے گا کہ اس کی سفارش کی جائے اور سفارش کرنے والے کی سفارش سے اللہ راضی بھی ہو، سفارش اسی کی قبول کی جائے گی جو دنیا میں کلمہ توحید کا اقرار کر چکا ہو۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ: اللہ تعالیٰ مخلوقات کے احوال جانتا ہے دنیا وآخرت کے امور میں سے کوئی چیز اس پر پوشیدہ نہیں۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا: لوگوں کے علوم رب تعالیٰ کی معلومات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ: مخلوقات کے چہرے حی وقیوم ذات کے آگے جھکے ہوں گے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے مرے گا نہیں۔ زمخشری کہتے ہیں: چہروں سے گناہگاروں کے چہرے مراد ہیں چنانچہ جب وہ قیامت کے دن اپنی بدبختی، ذلت وخواری دیکھیں گے تو ان کے چہرے ذلیل وخوار ہو جائیں گے جیسے قیدیوں کے چہرے ماند پڑے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] البحر المحیط ۶/ ۲۷۸ [2] القرطبی ۱۱/ ۲۴۴ [3] ابوالسعود ۳/ ۲۴ [4] الطبری ۱۶/ ۲۱۴

سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (سورۃ الملک، آیت ۲۷) کافروں کے چہرے بہت برے ہو جائیں گے۔[1]

وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا:...... جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ خسارے میں رہا اور اسے اپنے مطلوب میں کامیابی نہ ہوئی۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ: جس نے ایمان کی شرط کے ساتھ نیک اعمال کیے۔ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا: اسے ظلم کا خوف نہیں ہوگا کہ اس کی برائیوں میں اضافہ کر دیا جائے اور کمی و نقصان کا خوف بھی نہیں ہوگا کہ اس کی نیکیوں میں کمی کر دی جائے۔

قرآن کا عربی زبان میں نزول اور قرآن پڑھنے میں جلد بازی کی ممانعت

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا:...... ان آیات کی طرح جو عجیب و غریب قصص پر مشتمل ہیں ہم نے یہ کتاب اے محمد! تمہارے اوپر نازل کی ہے جو عربی زبان میں ہے تا کہ اہل عرب اسے سمجھیں اس کی فصاحت و بلاغت سے آشنا ہوں اور انہیں یقین ہو کہ یہ کتاب بشری طاقت سے باہر ہے۔ وَصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ: ہم نے اس میں انذار (ڈرانا) اور وعید میں تکرار لایا ہے۔ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا: تا کہ کفر و معاصی سے بچیں یا ان کے دل میں نصیحت قبول کرنے کا داعیہ پیدا ہو اور وہ اوامر بجالائیں اور نواہی سے بچتے رہیں۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ: اللہ عظمت و پاکی والا ہے وہی بادشاہ برحق ہے، ہر جبار پر اس کی سلطنت ہے اور مشرکین کے بیان کردہ خداؤں پر بھی اس کی حکومت ہے۔ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰٓى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ: جب جبرائیل آپ کو قرآن پڑھا رہے ہوں تو آپ قرآن پڑھنے میں جلد بازی نہ کریں بلکہ آپ غور سے سنتے رہیں اور صبر کریں، حتیٰ کہ وہ تلاوت سے فارغ ہو جائیں اس وقت آپ پڑھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب جبرائیل قرآن لے کر آتے اور آپ کو پڑھاتے آپ یاد رکھنے کے لیے جلدی جلدی پڑھتے اور جبرائیل فارغ نہ ہو پاتے آپ پڑھنا شروع کر دیتے آپ جلد یاد کرنے کی کوشش کرتے کہ بعد میں بھول نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا۔ قرطبی کہتے ہیں یہ آیت سورۃ القیامہ کی اس آیت کے مضمون میں ہے۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾[2] وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا: اور اللہ تعالیٰ سے علم نافع میں اضافہ کا سوال کرو۔ طبری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ فوائد علم کا سوال کرتے رہیں جو آپ کو معلوم نہیں۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ: ہم نے آدم کو وصیت کی کہ اس مقررہ درخت کا پھل نہ کھائیں۔ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا: اور وہ ہمارا حکم بھول گئے اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا اور جس چیز سے ہم نے انہیں منع کیا تھا اس پر صبر نہ کر سکے۔

تعظیمی سجدے کا حکم

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى:...... اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کا ذکر کیا ہے یعنی اے محمد! یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو تحیہ و تعظیم کا سجدہ کرو۔ چنانچہ فرشتوں نے حکم بجالایا، صرف ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے رب تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی۔ صاوی کہتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کا یہ قصہ قرآن عظیم کی سات سورتوں میں بیان کیا اور اس تکرار کا مقصد یہ ہے کہ بندوں کو رب تعالیٰ کے اوامر کی بجا آوری کی تعلیم دی جائے اور نواہی سے اجتناب کی تعلیم دی جائے۔ نیز انسانوں کو یہ نصیحت کرنا مقصود ہے کہ ابلیس تمہارا ازلی دشمن ہے۔

شیطان کی عداوت اور وسوسہ اندازی

فَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ:...... اور ہم نے آدم کو متنبہ کیا اور کہا: ابلیس سخت دشمنی رکھتا ہے اسے تمہارے ساتھ اور حوا کے ساتھ سخت عداوت ہے۔ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى: اس کی بات نہ ماننا ورنہ جنت سے تمہارے اخراج کا وہ سبب بن جائے گا اور تمہیں ذلت و رسوائی اٹھانی پڑے گی۔ فاصلہ کی رعایت کے لیے فَتَشْقٰى: صیغہ واحد مذکر مخاطب پہ اکتفا کیا ہے اور اس میں گویا آدم کے ساتھ حوا بھی شامل ہے، نیز آدم

---

[1] الکشاف ۳/۹۲ [2] القرطبی ۱۱/۲۵۰

کی شقاوت حوا کی شقاوت کو مستلزم ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی ہے کہ اپنے آپ کو جنت سے نکالنے میں سعی نہ کرو ورنہ رزق کی تلاش میں تھک جاؤ گے، تم یہاں جنت میں عیش و عشرت کی زندگی میں ہو تمہیں کوئی کلفت و مشقت نہیں ہے۔[1]

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى: ...... اے آدم! جنت میں تمہیں یہ فائدہ ہے کہ تم نہ بھوکے ہو گے اور نہ ننگے۔ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى: اور یہاں تمہیں یہ بھی فائدہ ہے کہ تمہیں پیاس نہیں لگے گی اور سورج کی تپش بھی نہیں ہے چوں کہ جنت دار السرور ہے۔ اس میں تھکاوٹ اور مشقت نہیں، گرمی اور پیاس نہیں بخلاف دنیا کے فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ: پھر شیطان نے خفیہ طور پر ان کے دل میں ایک بات پیدا کی۔ قَالَ يٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى: آدم سے ابلیس لعین نے کہا: اے آدم! کیا میں تمہیں ایک ایسے درخت کا پتہ نہ دوں جس کا پھل تم کھاؤ گے تو ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہو گے، جنت کے مالک بن جاؤ گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ تمہیں دائمی بادشاہت حاصل ہو جائے گی۔ ابلیس کی طرف سے یہ ایک چال تھی بظاہر خیر خواہی اور نصیحت تھی باطناً مکر و فریب تھا، ورنہ وہ ملعون کہاں کا ناصح؟ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا: یعنی آدم و حوا نے شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھا لیا، جس کے نتیجہ میں ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا پر نور کا پردہ کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے دونوں سے ہٹا دیا۔ حتیٰ کہ شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں۔[2] وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ: دونوں جنت کے درختوں کے پتوں سے شرم گاہیں ڈھانپنے لگے تاکہ پتوں سے ستر کا کام لیں۔ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى: اس درخت میں سے کچھ کھا کر آدم علیہ السلام سے اپنے رب کے حکم کے بارے میں لغزش واقع ہوئی اور جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا ان کا جو مطلوب تھا اس کی راہ نہ پائی چوں کہ ابلیس دشمن کے قول سے دھوکا کھا گئے۔ ابو سعود کہتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش کو اس لیے عظیم بیان کیا گیا ہے تاکہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے اس طرح کی لغزش نہ سرزد ہونے پائے۔[3] ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى: پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کو چن لیا اور انہیں اپنی قربت سے سرفراز کیا، آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور توبہ پر ثابت قدم رہنے کی ہدایت کی اور اسباب طاعت کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کا حکم دیا۔

جنت سے نکلنے کا حکم

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ: ...... اللہ نے آدم و حوا سے کہا: تم دونوں جنت سے زمین پر اتر جاؤ تمہاری اولاد ایک دوسرے کی دشمن ہو گی۔ دشمنی کا سبب کسب و معاش اور طبائع کا اختلاف ہو گا۔ زمخشری کہتے ہیں: جب آدم و حوا اصل البشر ہیں تو انہیں بشر جو ان کی اولاد ہے کے درجے پر اتار کر ان سے خطاب کیا گیا ہے۔ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى: اگر میری طرف سے تمہاری ہدایت کے لیے کتابیں اور پیغمبر آئیں۔ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى: جس نے میری شریعت کو پکڑے رکھا اور میرے پیغمبروں کی اتباع کی وہ دنیا میں گمراہ نہیں ہو گا اور آخرت میں اسے رسوائی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جو شخص قرآن پڑھے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ نے اسے ضمانت دے دی ہے کہ وہ دنیا میں گمراہ نہیں ہو گا اور آخرت میں اسے رسوائی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی۔[4] وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا: جس شخص نے میرے حکم سے منہ موڑا اور میں نے اپنے پیغمبروں پر جو شریعت اور احکام نازل کیے ہیں ان سے اعراض کیا اس کی معیشت دنیا میں تنگ ہو گی، اگرچہ وہ بظاہر عیش و عشرت میں ہو۔

روز محشر اندھا اٹھایا جانا

وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى: ...... اور آخرت میں ہم اسے آنکھوں سے اندھا اٹھائیں گے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جس شخص نے میرے حکم سے اعراض کیا اور میری نازل کردہ تعلیمات سے روگردانی کی اس کی دنیا میں زندگی تنگ ہو گی، اسے اطمینان نہیں حاصل ہو گا اور دنیا میں اسے شرح صدر حاصل نہیں ہو گا، بلکہ اس کی گمراہی کی وجہ سے وہ تنگدل ہو گا اگرچہ بظاہر وہ عیش و عشرت میں ہو، عمدہ لباس میں ہو، عمدہ کھانے کھاتا ہو، اور عمدہ

---

[1] المختصر ۲/۴۹۶ [2] ابو السعود ۳/۳۲۷ [3] سابقہ مرجع [4] القرطبی ۱۱/۲۵۸

رہائش میں سکونت رکھتا ہو، اس کا دل قلق، حیرت اور شک میں رہتا ہے۔ ایک اور قول کے مطابق: اس کی قبر اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔[1] قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا: یعنی کافر کہے گا: اے میرے رب! تو نے کس گناہ کے جرم میں مجھے اندھا کر دیا ہے، حالاں کہ میں دنیا میں صاحب بصارت تھا۔ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى: اس سے اللہ تعالیٰ کہے گا: تمہارے پاس ہمارے آیات آئیں جو بالکل واضح تھیں تو نے ان سے روگردانی کی اور اندھے پن کو اختیار کیا اسی لیے تو بھی آج عذاب میں پڑا چھوڑ دیا جائے گا اور یہی تیری روگردانی کا بدلہ ہے۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ: اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب وخیانت کے موافق بدلہ یہی ہے، جو شخص شہوات میں منہمک ہو جائے اسے ہم یہی سزا دیتے ہیں۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى: دوزخ کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے چوں کہ آخرت کا عذاب ہمیشہ رہنے والا ہے اور کبھی ختم نہیں ہوگا۔

تاریخ سے عبرت

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ:...... کیا کفار مکہ جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں کے لیے یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دیں جو اپنے پیغمبروں کی تکذیب کرتی تھیں۔ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ: عاد وثمود وغیرہ کے رہنے کی جگہیں دیکھتے ہیں اور ان کی ہلاکت کے نشانات بھی دیکھتے ہیں پھر بھی عبرت اور نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى: ان گزشتہ امتوں کے آثار ونشانات میں عقل سلیم رکھنے والوں کے لیے عبرت اور دلائل ہیں۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى: اگر تاخیر عذاب کے متعلق اللہ کا فیصلہ اور ان کی ہلاکت کا مقررہ وقت نہ ہوتا تو ان پر حقیقتاً عذاب واقع ہو جاتا۔ فراء کہتے ہیں: آیت میں تقدیم وتاخیر ہے اور معنی یوں ہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى لَكَانَ لِزَامًا: یعنی عذاب انہیں لازم ہو چکا ہوتا۔ آیات کے اختتام میں فاصلہ برقرار رکھنے کے لیے (یعنی سجع بندی کے لیے) اَجَلٌ مُّسَمًّى میں تاخیر کی گئی ہے۔

صبر کی تلقین اور فجر وعصر کی نماز کا وقت

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ:...... اے محمد! یہ مکذبین جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کرو۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا: نماز پڑھو اس حال میں کہ طلوع آفتاب سے پہلے صلوٰۃ فجر میں تم اپنے رب کی حمد وثنا کرتے ہو اور غروب آفتاب سے پہلے یعنی نماز عصر۔ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ: اور رات کی گھڑیوں میں اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور دن کے اول حصے میں بھی اور آخری حصے میں بھی لَعَلَّكَ تَرْضٰى: تاکہ تمہیں وہ کچھ عطا کر دیا جائے جس سے تم خوش ہو۔

قرطبی کہتے ہیں: اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ اس آیت کریمہ میں پانچ نمازوں کی طرف اشارہ ہے۔ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ: سے نماز فجر کی طرف اشارہ ہے۔ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا: سے نماز عصر کی طرف وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ: سے مراد نماز عشا ہے۔ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ: سے نماز مغرب اور ظہر مراد ہے۔ چوں کہ ظہر نہار اول کا آخری حصہ ہے اور غروب آفتاب دن کا آخری حصہ ہے۔[2] وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ: ہم نے کفار کو جو دنیا کی عیش وعشرت اور انواع واقسام کی عیاشیاں دے رکھی ہیں ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی مت دیکھو۔ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: یہ تو محض دنیوی زندگانی کی زینت ہے۔ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ: ہم ان نعمتوں میں انہیں ڈال کر ان کا امتحان لیں گے پھر وہ اپنے کفر کے سبب عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى: ان فانی نعمتوں اور عیاشیوں سے اللہ کا دیا ہوا اجر وثواب بدر جہا افضل ہے۔ اور وہ دائمی ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت میں رسول کریم ﷺ سے خطاب ہے اور اس سے مراد آپ ﷺ کی امت ہے، چوں کہ آپ ﷺ دنیا میں سب سے زیادہ زاہد اور دنیا سے کنارہ کشی کرنے والے تھے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کی طرف سب سے زیادہ رغبت کرنے والے تھے۔

---

[1] المختصر ۲/۴۹۷ [2] القرطبی ۱۱/۲۶۱

اہل خانہ کو نماز کا حکم

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا: ......اے محمد! اپنے گھر والوں کو اور اپنی امت کو نماز کا حکم دو اور آپ بھی نماز کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے خشوع وخضوع سے اس پر ثابت قدم رہو۔ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ: اے محمد! ہم آپ پر رزق کی ذمہ داری نہیں ڈالتے بلکہ ہم تمہارے اور تمہارے اہل خانہ کے کفیل ہیں، ہم ہی رزق عطا کرتے ہیں۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى: اچھا انجام تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی حسن عاقبت بہتر انجام جنت ہے اور وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ سے ڈریں اور پرہیزگاری اختیار کریں۔ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ: مشرکین کہتے ہیں: کوئی ایسا معجزہ کیوں نہیں پیش کرتے جو ان کی صداقت پر دلالت کرے۔ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى: کیا یہ قرآن جو عظیم معجزہ ہے پر اکتفا نہیں کرتے؟ یہ گزشتہ امتوں کے حالات و واقعات بھی بیان کرتا ہے۔ استفہام برائے توبیخ ہے۔ بحر میں لکھا ہے: مشرکین نے اپنی روش کے مطابق معجزہ کا مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن عظیم جس کی خوشخبری پہلی کتابوں میں دی جاتی رہی ہے یہ عظیم معجزہ ہے جو تا قیامت باقی رہنے والا ہے۔[1] وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ: اگر ہم نزول قرآن اور بعثت محمد سے پہلے کفار مکہ کو ہلاک کر دیتے۔ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا: تو کہتے: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہیں بھیجا حتیٰ کہ ہم اس پر ایمان لاتے اور اس کی اتباع کرتے۔ فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى: ہم تیری آیات پر عمل کرتے اور انہیں مضبوطی سے پکڑے رکھتے قبل اس کے کہ ہمارے اوپر عذاب نازل ہوتا اور سر عام ہم رسوا ہوتے۔ مفسرین کہتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ نزول کتب سماویہ اور پیغمبروں کی بعثت کے بعد کسی کے پاس کوئی عذر نہیں رہا اتمام حجت ہو چکا۔ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ: اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے کہ ہم اور تم میں سے ہر ایک حوادث زمانہ کا منتظر ہے کہ فتح کسے نصیب ہوگی۔ فَتَرَبَّصُوْا: امر برائے تہدید ہے، یعنی انجام ونتیجہ کا انتظار کرو۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ: عنقریب تم جان لوگے کہ سیدھی راہ پر چلنے والے کون ہیں ہم یا تم۔ وَمَنِ اهْتَدٰى: اور کون حق وہدایت پر چلنے والا ہے اور گمراہی اور ضلالت پر باقی رہنے والا کون ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ دعید، تہدید اور تخویف کی ایک قسم ہے جس پر آیت کریمہ کا اختتام ہوا ہے۔[2]

بلاغت: ......ان آیات کریمہ میں فصاحت، بیان اور بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ: ......میں تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا: میں استعارہ ہے، گناہوں کو بوجھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو بطریق استعارہ ہے۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ: میں دنیا و آخرت کے معاملہ سے کنایہ ہے۔ اَعْمٰى بَصِيْرًا: میں طباق ہے۔ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: میں تشبیہ تمثیلی ہے۔ دنیا کی نعمتوں کو پھول کی کلی سے تشبیہ دی گئی ہے چوں کہ کلی دیکھنے میں بہت خوشنما لگتی ہے پھر اس کی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے اور پنکھڑیاں گر کر خاک میں مل جاتی ہیں اسی طرح دنیا کی رونقیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ فَتَرَبَّصُوْا: میں وعید و تہدید ہے۔ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ ظُلْمًا، هَضْمًا، عِلْمًا، تَشْقٰى، تَعْرٰى، تَرْضٰى الخ میں بلا تکلف خوبصورت سجع ہے۔

لطیفہ: ......ناصر نے کہا ہے کہ آیت کریمہ میں بلاغت کا عجیب راز ہے اور اسے "قطع النظیر عن النظیر" کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ پیاس کو بھوک سے قطع کیا ہے اور ضحو (چاشت کی تپش) کو کسوہ (لباس) سے قطع کیا ہے۔ حالاں کہ ان دونوں میں مناسبت ہے، اس سے غرض نعمتوں کی تعداد متحقق کرنا ہے اگر ان سب کو مقرون کر لیا جاتا تو وہ نعمت واحدہ سمجھی جاتیں۔ حالاں کہ آیت کریمہ میں ایک اور مخفی نکتہ بھی ہے وہ یہ کہ فواصل کی رعایت کرنا بھی مقصد ہے۔ اگر "پیاس کو بھوک کی ساتھ جوڑ دیا جاتا تو آیت کی آخری الفاظ میں تناسب نہ رہتا۔"[3]

فائدہ: ......شہاب کہتے ہیں: قائل کے قول "عشرًا" او "یومًا" "أو ساعة" میں ٹھہرنے کی مدت میں لوگوں کے اختلاف کی حقیقت بیان کرنا مقصود نہیں۔ اس کی تعیین میں شک بیان کر بھی مقصود نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ سرعت زوال کو قلت سے تعبیر کیا ہے، بیان حکایت میں تفنن سے کام لیا ہے گویا ہر مقام کے مناسب چیز لائی گئی ہے۔

الحمد للہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ مطابق ۳۰ جولائی ۲۰۱۳ء بروز منگل بعد نماز ظہر سورۂ طٰہٰ کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔

---

[1] البحر المحیط ۶/ ۲۹۲ [2] القرطبی ۱۱/ ۲۶۵ [3] حاشیۃ الکشاف ۳/ ۹۴

پارہ نمبر ۱۷......اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ

سورۃ الانبیا

تعارف:......یہ سورت مکی ہے اور اس کا موضوع اسلام کے بنیادی عقائد رسالت، وحدانیت، بعث بعد الموت اور جزا وسزا ہیں۔ سورۂ مبارکہ میں قیامت اور اس کی ہولناکیاں اور انبیائے کرام کے قصص بھی بیان کیے گئے ہیں۔

سورت کی ابتدا ہی میں لوگوں کی غفلت کا ذکر ہے کہ لوگ آخرت، حساب وجزا سے غافل ہیں جب کہ قیامت آیا چاہتی ہے اور لوگوں کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

پھر سورۂ مبارکہ میں مکذبین کے بارے میں بات ہوئی ہے کہ وہ سابقہ امتوں کے تباہ شدہ ٹھکانے دیکھتے ہیں لیکن عبرت اور نصیحت حاصل نہیں کرتے، حتیٰ کہ جب عذاب ان کی دہلیز پر پہنچ جائے گا اور آہ وبکا کرتے ہوئے آوازیں بلند کریں گے لیکن معاملہ ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔

سورۂ مبارکہ میں دلائل انفسی اور دلائل آفاقی بیان کیے گئے ہیں تاکہ مدبر وحکیم ذات کی عظمت وقدرت پر آگاہی ہو، اس میں کائنات اور معبود باری تعالیٰ میں ربط کے استوار ہونے پر بھی دلیل ہے۔

رب تعالیٰ نے وحدانیت پر دلائل وبراہین قائم کرنے کے بعد سورۂ مبارکہ میں مشرکین کے حالات پر بات کی گئی ہے، چنانچہ مشرکین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے، آپ کی تکذیب کرتے، سورۂ مبارکہ میں مشرکین کا تعاقب کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ سرکشوں اور مجرموں کو ہلاک کرتا ہے۔

اس کے بعد سورۂ مبارکہ میں بعض پیغمبروں کے قصص بیان کیے گئے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ تفصیلاً بیان کیا گیا ہے، یہ قصہ خوبصورت و دلنشین پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حجت وبرہان کے زور سے مدمقابل کو زیر کر لیا اور اسے شکست فاش دی، قصے میں بہت ساری عبرتیں ہیں۔

سورۂ مبارکہ میں دوسرے انبیائے کرام اسحاق، یعقوب، لوط، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، اسماعیل، ادریس، ذوالکفل، ذوالنون، زکریا اور عیسیٰ علیہم السلام کے متعلق بھی مختصراً بات ہوئی ہے ان کی ساتھ ساتھ انہیں درپیش سخت حالات کا بھی تذکرہ ہوا ہے، سورت کا اختتام سید المرسلین محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر ہوا ہے۔

تسمیہ:......سورۃ مبارکہ کا نام "سورۃ الانبیاء" ہے، چوں کہ سورۂ مبارکہ میں بہت سارے انبیائے کرام کا ذکر جمیل ہوا ہے، بعض کا طویل اور بعض کا مختصر، ان کے مجاہدہ، صبر اور قربانی کا ذکر ہوا ہے۔ اس مناسبت سے سورۂ مبارکہ کا نام "سورۃ الانبیا" ہے۔

اٰیَاتُهَا ۱۱۲ | (۲۱) سُوْرَةُ الْاَنْبِیَآءِ مَكِّیَّةٌ (۷۳) | رُكُوْعَاتُهَا ۷

الجزء ۱۷
اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ﴿۱﴾ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا
اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ ۙ﴿۲﴾ لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۳﴾ قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۫ وَهُوَ
السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۴﴾ بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۖۚ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ
الْاَوَّلُوْنَ ﴿۵﴾ مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا

نُوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧﴾ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ
وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿٨﴾ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَاۗءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٩﴾ لَقَدْ
ع اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠﴾ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا
بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿١١﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿١٢﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ
اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿١٣﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ
حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿١٥﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿١٦﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ
نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ڰ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٧﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ
زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ
عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ
هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا
يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ
مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ:……لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں اعراض کیے ہوئے ہیں (۱) ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں (۲) اس حال میں کہ ان کے دل غفلت میں ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہوں نے چپکے چپکے سرگوشی کی کہ یہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارا جیسا انسان ہے۔ کیا تم دیکھتے ہوئے جادو کو مانتے ہو۔ (۳) اس نے کہا: میرا رب بات کو جانتا ہے آسمان میں اور زمین میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (۴) بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ تو خوابوں کی گٹھریاں ہیں۔ بلکہ یوں کہا کہ اس شخص نے جھوٹ بنا لیا ہے بلکہ وہ شاعر ہے سو چاہیے کہ ہمارے پاس نشانی لے کر آئے جیسا کہ اس سے پہلے لوگ نشانیاں دے کر بھیجے گئے۔ (۵) ان سے پہلے کسی بستی والے ایمان نہیں لائے جسے ہم نے ہلاک کیا سو کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے۔ (۶) اور ہم نے آپ سے پہلے جن کو رسول بنا کر بھیجا وہ مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ سو تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ (۷) پھر ہم نے ان کو کوئی ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔ (۸) پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دکھایا سو ہم نے انہیں اور جس جس کو چاہا نجات دے دی اور ہم نے حد سے نکلنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ (۹) یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے جس میں تمہاری نصیحت ہے کیا تم نہیں سمجھتے؟ (۱۰) اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو توڑ دیا جو ظلم کرنے والی تھیں، اور ہم نے ان کے بعد دوسرے لوگوں کو پیدا فرما دیا۔ (۱۱) سو جب انہوں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنے لگے (۱۲) مت بھاگو اور ان چیزوں کی طرف جن میں تم عیش میں پڑے ہوئے تھے اور اپنے گھروں کی طرف واپس آ جاؤ تاکہ تم سے سوال کیا جائے۔ (۱۳) وہ کہنے لگے ہائے! ہمارے خرابی بے شک ہم ظلم کرنے والے تھے۔ (۱۴) سو برابر ان کا یہی کہنا رہا یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بجھی ہوئی حالت میں کر دیا۔ (۱۵) اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر نہیں

بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں۔ (۱۶) اگر ہم چاہتے کہ کوئی کھلونا بناتے تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے اگر ہم کرنے والے ہوتے۔ (۱۷) بلکہ ہم حق
کو باطل پر پھینک مارتے ہیں سو وہ اس کا سر پھوڑ دیتا ہے، پھر وہ چلا جاتا ہے۔ اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے خرابی
ہے، (۱۸) اور اللہ ہی کے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، اور جو بندے اللہ کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے، (۱۹)
اور نہ وہ تھکتے ہیں۔ رات دن اللہ کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں، ان میں سستی نہیں آتی۔ (۲۰) کیا ان لوگوں نے زمین کی چیزوں میں سے معبود بنا لیے
ہیں جو زندہ کرتے ہیں؟ (۲۱) اگر آسمان میں اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ان دونوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا، سو اللہ جو عرش والا ہے اس
چیز سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ (۲۲) وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جاتا (۲۳) اور ان لوگوں سے باز پرس ہوتی
ہے کیا ان لوگوں نے اس کے سوا معبود بنا لیے ہیں آپ فرما دیجیے اپنی دلیل لاؤ، یہ ذکر ہے ان لوگوں کا جو میرے ساتھ ہیں اور جو مجھ سے پہلے تھے،
بلکہ ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے سو وہ اس سے اعراض کیے ہوئے ہیں۔ (۲۴)

لغات: اَضْغَاثُ: ...... ضغث کی جمع ہے بمعنی اخلاط، گڑبڑ خواب جن کی کوئی تعبیر نہ دی جا سکے۔ قَصَمْنَا: **القصم:** سخت چیز کو توڑنا، مقولہ ہے: **قصمت ظهره:** میں نے اس کی کمر توڑ دی۔ **انقصمت سنه:** اس کا دانت ٹوٹ گیا۔ يَرْكُضُوْنَ: **الركض:** تیزی سے دوڑنا۔ سواری کو لات مارنا تاکہ تیز دوڑنے پر اسے اکسائے۔ خٰمِدِيْنَ: **خمدت النار:** آگ بجھ گئی۔ **الخمود** سے مراد موت بھی ہوتی ہے، موت کو آگ کے بجھنے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ فَيَدْمَغُهٗ: دماغ کو زخم پہنچانا، دل و دماغ کو زخمی کرنا۔ يَسْتَحْسِرُوْنَ: **الحسير** سے ماخوذ ہے مراد وہ اونٹ جو تھکاوٹ کی وجہ سے پیچھے رہ جائے۔

یوم حساب سے غفلت

تفسیر: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ: ...... لوگوں کے اعمال کے حساب کا وقت قریب ہو چکا۔ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ: اس حال میں وہ شہوات ولذات میں منہمک ہوں گے اور اس ہولناک والے دن سے غافل ہوں گے، یہ لوگ آخرت کے لیے عمل نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے لیے تیاری کرتے ہیں جیسے کسی کا قول ہے کہ لوگ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں کہ اتنے میں موت کی چکی گھوم جاتی ہے۔[1] آخرت کو قریب ہونے کے ساتھ اس لیے موصوف کیا گیا ہے چوں کہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ: جب بھی اللہ تعالیٰ کے پاس سے قرآن و وحی کی صورت میں کوئی نئی چیز آتی ہے جس میں عبرت و نصیحت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ: الا یہ کہ قرآن سنتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہوئے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب بھی ان کے پاس نصیحت کی کوئی نئی بات آتی ہے ان کی جہالت اور شقاوت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔[2] لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ: ان کے دل کلام اللہ سے نابلد ہیں اور اس کے معنی میں تدبر اور غور و فکر کرنے سے غافل ہیں۔

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا[3]: ...... مشرکین آپس میں نہایت رازدارانہ طور پر سرگوشیاں کرتے ہیں۔ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ: آپس میں خفیہ طور پر کہتے ہیں: یہ محمد جس نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے یہ تو بس تم ہی جیسا آدمی ہے کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔ اَفَتَأْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ: کیا تم اس جادوگری کو قبول کر لو گے جب کہ تم جانتے بھی ہو کہ یہ جادو ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: مشرکین کہتے تھے کہ محمد کی لائی ہوئی تعلیمات جادو سے تعلق رکھتی ہیں، ان کے اس خیال کے پیچھے ان کا یہ غلط عقیدہ تھا کہ رسول تو کوئی فرشتہ ہوتا ہے، انسان سے ہٹ کر کسی اور جنس سے ہوتا ہے۔ اس لیے محمد نے جتنے معجزات پیش کیے ہیں وہ سب از قسم جادو ہیں اور وہ قرآن کو جادو کہتے تھے۔ قُلْ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ: محمد ﷺ نے کہا: میرے رب تعالیٰ پر کوئی چیز چھپی نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ: یعنی تمہاری باتوں کو سنتا ہے، تمہارے احوال کو جانتا ہے، اس میں مشرکین کے لیے تہدید (دھمکی) اور وعید ہے۔ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ: بل اضراب کے لیے

---

[1] شعر ابو عتاہیہ کا ہے۔ الناس في غفلاتهم: ورحى المنية تطحن: ابن کثیر ۲/ ۵۰۱ [2] القرطبی ۱۱/ ۲۶۸ [3] الذین ظلموا یا تو مبتدا موخر ہے یا اسرو کے واؤ سے بدل ہے یا اکلونی البراغیث کے قبیل سے ہے۔

ہے، یعنی کلام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقال ہے۔ گویا مشرکین پہلے کہتے تھے کہ یہ قرآن جادو ہے اب زیادہ شنیع وقبیح قول کا ذکر ہے، بلکہ مشرکین تو یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن گڑبڑ خوابوں کا پلندہ ہے جن کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ بَلِ افْتَرٰىهُ: بلکہ محمد نے یہ قرآن اپنی طرف سے وضع کرلیا ہے۔ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ: بلکہ محمد تو شاعر ہے اور اس کا لایا ہوا کلام شاعری ہے، جس سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے اور لوگ اس کے کلام۔ تسہیل میں لکھا ہے: مشرکین کے یہ بہت سارے اقوال حکایت کیے گئے ہیں تاکہ ان کا اضطراب اور ان کے اقوال کا بطلان ظاہر ہوجائے، حالاں کہ وہ حیرت کا شکار ہیں اور کسی ایک نکتہ پر ٹکنے والے نہیں ہیں۔ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ: محمد کو چاہیے کہ ہمارے پاس معجزہ لائے جو اس کے سچے ہونے پر دلالت کرے۔ جیسے موسیٰ کو ید بیضا اور عصا کا معجزہ دیا گیا اور صالح کو اونٹنی کا معجزہ دے کر بھیجا گیا۔

سابقہ قوموں کے حالات سے عبرت

مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ:...... مشرکین مکہ سے پہلے بستیوں میں رہنے والے لوگوں نے بھی تصدیق نہیں کی وہ بھی اپنے انبیا سے معجزات کا مطالبہ کرتے تھے، انہوں نے انبیا کی تکذیب کی اور اللہ نے انہیں ہلاک کردیا۔ کیا یہ لوگ اگر معجزات دیکھ لیں ان کی تصدیق کردیں گے؟ ہرگز نہیں۔ ابوحیان کہتے ہیں: یہ استبعاد اور انکار ہے یعنی یہ لوگ ان لوگوں سے زیادہ سرکش ہیں جنہوں نے اپنے انبیا سے معجزات کا مطالبہ کیا تھا، اگر ہم انہیں ان کے تجویز کردہ معجزات دے دیں تو یہ مشرکین ان لوگوں سے زیادہ گمراہ ہوجائیں گے اور پھر یہ عذاب استیصال کے مستحق ہوجائیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو باقی رکھنے کا فیصلہ کیا ہے، چوں کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے ان مشرکین میں سے مؤمنین بھی نکلیں گے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ: اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے انسانوں ہی میں سے پیغمبر بھیجے ہیں، فرشتوں کو پیغمبری دے کر نہیں بھیجا۔ یہ مشرکین آپ کی رسالت کا انکار کیوں کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو ہمارے جیسا انسان ہے۔[1] فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ: اے اہل مکہ! تورات وانجیل کے علما سے پوچھو کہ کیا جو پیغمبر آئے ہیں وہ انسان تھے یا فرشتے۔ اگر تمہیں علم نہیں تو ان سے پوچھ لو۔ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ: ہم نے انبیا کے جسم کے ایسے ڈھانچے نہیں بنائے جو کھائیں پئیں نہیں، جیسے فرشتے کھاتے پیتے نہیں۔ بلکہ وہ تمام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں سوتے بھی ہیں اور انہیں موت بھی آتی ہے۔ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ: اور وہ دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے کو آتے بھی نہیں کہ انہیں کبھی موت ہی نہ آئے۔

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَاۗءُ:...... پھر ہم نے انبیائے کرام سے جو وعدہ کیا تھا انہیں سچ کر دکھایا یعنی ہم نے ان کی مدد کی اور مکذبین کو ہلاک کیا، ان کو اور ان کے متبعین کو نجات دی۔ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ: اور ہم نے پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کیا جو حد سے تجاوز کرنے والے تھے اور کفر وضلالت میں حد سے گزر گئے تھے۔ آیت میں اہل مکہ کو ڈرایا جارہا ہے۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ: اے جماعت عرب! ہم نے تمہاری طرف عظیم بزرگی والی کتاب نازل کی ہے جس کی مماثل کوئی اور کتاب نہیں، اس میں تمہاری عزت اور وقار ہے، چوں کہ یہ کتاب تمہاری زبان میں ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: کیا تم اس نعمت کو نہیں سمجھتے کہ پھر محمد ﷺ جو تعلیمات لائے ہیں ان پر ایمان لاؤ۔ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً: بہت ساری بستیوں والے جنہوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا اور اس کے پیغمبروں کو جھٹلایا ہم نے انہیں ہلاک اور تباہ کردیا۔ وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ: ہم نے ان کے بعد ایک اور امت کو پیدا کردیا۔ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ: جب انہوں نے آنکھوں سے ہمارا عذاب دیکھ لیا اور انہیں عذاب کے آجانے کا یقین ہوگیا تو وہ یکا یک بھاگنے لگے۔ ابوحیان کہتے ہیں: جب انہوں نے عذاب کے ابتدائی مراحل کو دیکھا سواریوں پر سوار ہوئے اور انہیں پاؤں سے مار مار کر تیز بھگانے لگے تاکہ دم دبا کر سہمے ہوئے یہاں سے بھاگیں۔[2] لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ: فرشتے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہیں گے: عذاب کے نازل ہونے سے ڈر کر نہ

---

[1] اس وقت کے مشرکین نبی کریم ﷺ کی بشریت کا اقرار کرتے تھے نبوت کا انکار کرتے تھے آج کے مشرکین بشریت کا انکار کرتے ہیں نبوت کا اقرار کرتے ہیں دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ [2] البحر ۳۰۲/۲

بھاگو اور جس عیش وعشرت، نعمتوں اور سرور میں تم تھے اس میں واپس جاؤ۔ وَمَسٰكِنِكُمْ: اور اپنے اچھے اچھے ٹھکانوں کی طرف لوٹ جاؤ۔ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ: جو کچھ تمہارے اوپر گزرا شاید تم سے اس کے بارے سوال کیا جائے، یہ سب بطور طنز واستہزا کہا جا رہا ہے۔ جس میں توبیخ کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ: کہیں گے: ہائے ہماری ہلاکت! ہائے ہماری تباہی! ہم شرک کا ارتکاب کر کے اور پیغمبروں کی تکذیب کر کے ظالم رہے، اعتراف کریں گے اور ندامت بھی کریں گے، لیکن اب ندامت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ: مشرکین یہ کلمات برابر کہتے رہیں گے اور بار بار کہیں گے۔ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ: یہاں تک کہ ہم نے عذاب میں انہیں تباہ کر دیا، ہم نے انہیں درانتیوں سے کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ بنا کر رکھ دیا۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ: ہم نے آسمان وزمین کو عبث وفضول نہیں پیدا کیا۔ ہم نے آسمان وزمین کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ ہماری قدرت پر دلالت کریں اور ہماری وحدانیت پر دلالت کریں اور لوگ ان سے خالق ومدبر وحکیم ذات کے وجود پر استدلال کریں۔ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آیت میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہتے ہیں اللہ کا بیٹا ہے۔ آیت کا معنی ہے۔ اگر ہم بیوی یا اولاد کے ساتھ کھیل کود کا ارادہ رکھتے۔ لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ: ہم اپنے پاس سے حورعین یا فرشتے کو بنا لیتے۔

اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ: ...... اگر ہم ایسا کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے ایسا کر لیتے لیکن یہ حکمت کے منافی ہے اور ہم ایسا نہیں کریں گے۔[1] بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ: بلکہ ہم واضح حق کو بھاگ جانے والے باطل پر دے مارتے ہیں اور وہ باطل کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ: یکا یک وہ ملیا میٹ ہو جاتا ہے اور تلف ہو جاتا ہے۔ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ: اے کفار کی جماعت! تمہارے لیے ہلاکت ہے تباہی وبربادی ہے اس وجہ سے کہ تم جو اللہ کے لیے بیوی اور اولاد کا قول کرتے ہو۔ وَلَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اسی کے تصرف میں ہے۔ بھلا مخلوق کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا کیسے جائز ہے؟ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ: اللہ کے علاوہ جن فرشتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ اپنے مالک کی عبادت سے روگردانی نہیں کرتے، نہ وہ تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں اور وہ تکبر بھی نہیں کرتے۔ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ: وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں اور دن رات اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، دن رات نماز پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، وہ اکتاتے نہیں اور تھکاوٹ ان کے قریب نہیں آتی۔

مشرکین کی توبیخ ومذمت

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ: ...... اس سے قبل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل ذکر کیے گئے اور یہ کہ آسمان وزمین سب رب تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور فرشتے اللہ کی مقرب مخلوق ہیں جو ہر وقت اس کی طاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ اب دوبارہ مشرکین کی توبیخ ومذمت کی جا رہی ہے۔ اَمِ: منقطعہ ہے، بمعنی بل ہے۔ اور اس میں ہمزہ استفہام کی ہے جو تعجب وانکار کا معنی دے رہی ہے۔ آیت کا معنی ہے: کیا ان مشرکین نے ایسے معبودان بنا رکھے ہیں جو مردوں کو زندہ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں؟ ہرگز ایسا نہیں، بلکہ انہوں نے جمادات کو معبود بنا رکھا ہے جو کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے، حقیقت میں یہ معبود نہیں ہیں چوں کہ معبود کی لازمی صفت یہ ہے کہ وہ زندہ کرنے اور مارنے پر قدرت رکھتا ہو۔ حالاں کہ ان معبودان کا تعلق زمین کے جمادات سے ہے۔

اگر دو خدا ہوتے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا: ...... یہ رب تعالیٰ کی وحدانیت پر برہان پیش کی جا رہی ہے۔ یعنی اگر وجود میں اللہ کے علاوہ کوئی اور معبودان ہوتے تو ساری کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا چوں کہ ایک سے زیادہ معبودان کے درمیان تنازع اور اختلاف کھڑا ہو جاتا۔ چنانچہ خلق وتدبیر اور

---

[1] آیت کی یہ مرجوح تفسیر ہے راجح تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین کو فضول اور کھیل کود کے طور پر نہیں بنایا۔ گویا اس آیت میں دوسری تفسیر کے مطابق اولاد کی بات نہیں ہو رہی۔ خلق کائنات کی بات ہو رہی ہے۔

ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے میں باہمی اختلاف ہوجاتا۔ اے مخاطب! کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک ہی شہر میں دو بادشاہ نہیں ہوسکتے اور ایک ہی دائرہ اختیار میں دو سربراہ بھی نہیں ہوسکتے۔[1] فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ: پاک ہے وہ اللہ جو یکتا ہے اور عرش عظیم کا خالق ہے، جہلا اس کی شان میں جو شریک ہونے، بیوی اور اولاد ہونے کی باتیں کرتے ہیں اس سے پاک ومنزہ ہے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ: جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا، چوں کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے اور جو کسی چیز کا مالک ہوتا ہے وہ جیسے چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کے افعال حکمت پر مبنی ہیں۔ انسانوں سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال کیا جائے گا چوں کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً: شرک کے جرم عظیم ہونے کی وجہ سے یہ مضمون دوہرایا گیا ہے، نیز توبیخ میں مبالغہ مقصود ہے۔ کیا مشرکین نے اللہ کے علاوہ اور معبودان بنا رکھے ہیں جو عبادت وتعظیم کی صلاحیت رکھتے ہیں؟ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ: اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے: جو کچھ تم کہتے ہو اس پر دلیل پیش کرو۔ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ: یہ کتاب جو میرے پاس موجود ہے اور مجھ سے پہلے جو کتابیں نازل کی گئیں جیسے تورات انجیل ان میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں جو اشراک باللہ کی مقتضی ہو، بھلا کون سی کتاب میں یہ حکم نازل ہوا ہے؟ قرآن میں یا باقی آسمانی کتابوں میں؟ لہٰذا تم لوگوں نے جن معبودان کے وجود کا خیال تراش رکھا ہے اس پر عقلاً ونقلاً کسی طرح بھی کوئی دلیل وحجت موجود نہیں۔ بلکہ سابقہ کتابیں تو رب تعالیٰ کے شرکا سے پاک ہونے پر دال ہیں۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ: بلکہ اکثر مشرکین توحید کو جانتے ہی نہیں اور وہ ایمان کے دلائل میں غور وفکر کرنے سے روگردانی کیے ہوئے ہیں۔

بلاغت: ...... ان آیات مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف صورتیں موجود ہیں۔ مختصراً ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں۔

وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ: ...... میں غَفْلَةٍ نکرہ ہے، جو تعظیم وتفخیم کے لیے ہے۔ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ: صیغہ مبالغہ ہے۔ بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ: میں اضراب ترقی ہے۔ وصف قرآن میں مشرکین کا یہ اضطراب حق سے پہلوتہی اور برگشتگی پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ قول ثانی اول کی بنسبت زیادہ فاسد وباطل ہے اور قول ثالث ثانی کی بنسبت زیادہ باطل ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: میں انکار توبیخی ہے۔ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ: میں تشبیہ بلیغ ہے یعنی ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کی طرح بنا دیا۔ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے، حق کو سخت ٹھوس چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور باطل کو کسی نرم چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ "القذف" اور "الدمغ" کا لفظ حق کے باطل پر غالب ہونے کے لیے مستعار ہیں۔ گویا کسی سخت ٹھوس چیز کو باطل کے دماغ پر مارا گیا ہے۔ باطل کے نیست ونابود کرنے میں یہ تعبیر مبالغہ بدیعیہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ: میں طباق سلب ہے۔ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ: میں مدمقابل کے منہ میں پتھر ڈالے جا رہے ہیں۔

فائدہ: ...... کعب احبار سے پوچھا گیا کہ فرشتے رات دن کیسے تسبیح کرتے ہیں اور ان کی تسبیح میں وقفہ بھی نہیں آتا۔ کیا انہیں کوئی اور کام اور حاجت پیش نہیں آتی؟ کعب رحمۃ اللہ علیہ نے سائل کو جواب دیا: اے بھتیجے! تم جس طرح سانس لیتے ہو اسی طرح فرشتے تسبیح کرتے ہیں، تم کھاتے پیتے ہو، اٹھتے بیٹھتے ہو، چلتے پھرتے ہو اور سانس بھی لیتے رہتے ہو اسی طرح فرشتے تسبیح کرتے رہتے ہیں۔[2]

تمام پیغمبر توحید کی دعوت دیا کرتے تھے

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا

[1] یہ دلیل تمانع ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ فرض کریں دو معبودان ہوں اور دونوں کا حکم نافذ ہو یہ محال ہے ایک کا حکم نافذ ہو اور دوسرے کا حکم نافذ نہ ہو لامحالہ پہلا معبود ہے دوسرا نہیں چوں کہ دوسرا عاجز ہے۔ [2] زاد المسیر ۵/ ۳۴۵

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ
يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ع
اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾
وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا
السَّمَاۗءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ښ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾
كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَھٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾
خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ
يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ
اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ ع
بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۭ
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى طَالَ
عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ
اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ښ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاۗءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ
رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ
شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى
وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاۗءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ ۙ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ
مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۭ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ۧ ع

ترجمہ: ...... اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم نے اس کی طرف یہ وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو تم میری عبادت

کرو، ۲۵ اوران لوگوں نے کہا کہ رحمٰن نے بیٹا بنالیا ہے وہ پاک ہے بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں ۲۶ وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ ۲۷ وہ جانتا ہے جو ان کے اگلے پچھلے احوال ہیں۔ اور وہ کسی کے لیے سفارش نہیں کریں گے بجز ایسے شخص کے جس کی سفارش کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔ ۲۸ اوران میں سے جو شخص یوں کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں سو ہم اسے دوزخ کی سزا دیں گے۔ ہم اسی طرح ظالموں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ ۲۹ کیا کافروں کو یہ معلوم نہیں کہ آسمان اور زمین بند تھے پھر ہم نے ان دونوں کو کھول دیا، اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا کیا وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے ؟ ۳۰ اور ہم نے زمین میں جمنے والی چیزیں بنادیں تا کہ وہ ان کو لے کر نہ ہلے اور ہم نے اس میں کشادہ راستے بنادیے تا کہ وہ راہ پالیں، ۳۱ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنادیا اور وہ ہماری نشانیوں سے اعراض کیے ہوئے ہیں۔ ۳۲ اور وہ ایسا ہے جس نے رات کو اور دن کو اور چاند کو اور سورج کو بنایا سب ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔ ۳۳ اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا، اگر آپ کی وفات ہو جائے تو یہ لوگ کیا ہمیشہ رہیں گے؟ ۳۴ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے، اور ہم تمہیں بری اور بھلی حالتوں کے ذریعے اچھی طرح آزماتے ہیں، اور تم ہماری ہی طرف واپس کر دیے جاؤ گے، ۳۵ اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کو ہنسی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں کیا یہی ہے وہ جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے، اور وہ رحمٰن کے ذکر کا انکار کرتے ہیں، ۳۶ انسان جلدی سے پیدا کیا گیا ہے میں عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھا دوں گا، سو تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ۔ ۳۷ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟ ۳۸ اگر کافر لوگ اس وقت کو جان لیتے جب اپنے چہروں سے آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی، ۳۹ بلکہ وہ آگ اچانک ان کے پاس آجائے گی، سو وہ انہیں بدحواس کر دے گی، سو وہ اسے نہ ہٹا سکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی، ۴۰ اور یہ واقعی بات ہے کہ آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ تمسخر کیا گیا سو جن لوگوں نے ان کا تمسخر کیا انہیں وہ چیز پہنچ گئی جس کا وہ استہزاء کیا کرتے تھے۔ ۴۱ آپ فرما دیجیے وہ کون ہے جو رات میں اور دن میں رحمٰن سے تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ بلکہ وہ لوگ اپنے رب کی توحید سے اعراض کیے ہوئے ہیں۔ ۴۲ کیا ہمارے سوا ان کی لیے ایسے معبود ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہوں؟ وہ اپنی جانوں کی حفاظت نہیں کر سکتے اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی شخص ان کا ساتھ دے سکتا ہے! ۴۳ بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر ایک عرصہ دراز گزر گیا۔ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹا رہے ہیں کیا وہ غالب آنے والے ہیں؟ ۴۴ آپ فرما دیجیے بات یہی ہے کہ میں تمہیں وحی کے ذریعے ڈراتا ہوں اور گونگے لوگ پکار کو نہیں سنتے جبکہ وہ ڈرائے جاتے ہیں۔ ۴۵ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے انہیں عذاب کا ایک جھونکا لگ جائے تو ضرور یوں کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی واقعی ہم ظالم تھے۔ ۴۶ اور قیامت کے دن ہم عدل والی میزان قائم کر دیں گے۔ سو کسی پر ذرا سا ظلم بھی نہ ہوگا اور اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے حاضر کر دیں اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔ ۴۷ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ والی چیز اور روشنی اور نصیحت کی چیز عطا کی جو متقیوں کے لیے نصیحت تھی ۴۸ جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے خوفزدہ ہیں، ۴۹ اور یہ ایک نصیحت ہے مبارک ہے جو ہم نے نازل کی ہے سو کیا تم پھر بھی اس کے منکر ہو۔ ۵۰

ربط و تعارف: ......قبل ازیں مشرکین کے احوال بیان کیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل و براہین قائم کیے گئے اور متعدد معبودان ہونے کے زعم کو باطل قرار دیا گیا۔ اب ان آیات میں یہ بات ذکر کی جارہی ہے کہ تمام پیغمبروں کی دعوت توحید تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلائل قائم کیے گئے ہیں۔

لغات: رَتْقًا: ......الرتق ضم، ملا ہوا ہونا، فتق کی ضد ہے۔ اسی سے "الرتقاء" ہے، وہ عورت جس کی شرم گاہ ملی ہوئی ہو۔ تَمِيدَ: ہلتی ہے، حرکت کرتی ہے۔ فِجَاجًا: فج کی جمع ہے، راستہ، کھلا راستہ۔ يَسْبَحُونَ: تیز دوڑتے ہیں، جیسے پانی میں تیرنے والا۔ فَتَبْهَتُهُمْ: اچانک کسی کو حیران کر دینا۔ جوہری کہتے ہیں: بهته بهتاً۔ اچانک کسی کو پکڑ لینا۔ فراء کہتے ہیں۔ بھتہ کسی چیز کا سامنا کرنا کہ وہ حیران ہو جائے۔ يَكْلَؤُكُمْ: تمہاری چوکیداری کرتا ہے اور تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ الکلاءۃ چوکیداری، پاسبانی۔

شانِ نزول:......ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان اور ابوجہل کے پاس سے گزرے وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل نے دیکھا ہنسنے لگا اور ابوسفیان سے کہا: یہ بنی عبد مناف کا نبی ہے۔ ابوسفیان اس پر غصہ ہوگیا اور کہا: تجھے کیا ہے کہ بنی عبد مناف کا کوئی نبی ہو؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل کی طرف لوٹے اور اس سے کہا: میں تجھے حد سے گزرتا نہ دیکھوں، حتیٰ کہ تو بھی اسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے جس میں تیرا چچا ولید بن مغیرہ ہوا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِذَا رَاَوْكَ إِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ (سورۃ الفرقان، آیت ۴۱)

اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ومنزہ ہے

تفسیر: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ:......اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے جو پیغمبر بھی بھیجے۔ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا: مگر یہ کہ ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اللہ کے سوا کوئی پروردگار اور کوئی معبود برحق نہیں۔ فَاعْبُدُوْنِ: یعنی صرف میری ہی عبادت کرو، عبادت کو میرے ساتھ مخصوص کرلو اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا: مشرکین کہتے ہیں: فرشتے اللہ کی اولاد ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: بنوخزاعہ کی ایک شاخ تھی جو کہتی تھی کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ: یہ ظالمین جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس سے پاک ومنزہ ہے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ: بلکہ فرشتے اللہ کے بندے ہیں جنہیں عزت دی گئی ہے، اللہ نے انہیں چن لیا ہے اور اللہ کے ہاں ان کے درجات ہیں اور بلند مقامات ہیں۔ وہ طاعت وفرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں اور رب تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ: وہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ نہ کر دے، ان کی حالت، باادب غلاموں کی سی ہے، وہ ہمہ وقت رب تعالیٰ کی طاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اس کے اوامر کو بجالاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی بھی مخالفت نہیں کرتے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ:......اللہ تعالیٰ کے علم نے فرشتوں کو احاطہ میں لے رکھا ہے، اللہ تعالیٰ پر فرشتوں کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى: اور وہ قیامت کے دن کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر اسی کی جو اہل ایمان میں سے ہو اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: وہ وہی لوگ ہوں گے جو لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہوں۔ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ: اور وہ اللہ سے خوفزدہ رہتے ہیں، ڈرتے رہتے ہیں چوں کہ وہ اللہ کی عظمت سے واقف ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فرشتے خوف خدا سے کپکپاتے ہیں۔ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ: فرشتوں میں سے جس نے کہا کہ میں اللہ کے ساتھ شریک معبود ہوں۔ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ: اس کی سزا جہنم ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت کا مضمون تہدید ہے اور علیٰ سبیل فرض ہے، چوں کہ یہ شرط ہے اور شرط کا وقوع لازمی نہیں ہوتا جبکہ فرشتے معصوم ہیں۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ: ایسے سخت بدلے کی طرح ہم اس شخص کو بدلہ دیں گے جو ظلم کرے گا اور حد سے تجاوز کرے گا۔

آسمان وزمین کا نظام اور قدرت خداوندی

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا:......استفہام برائے توبیخ ہے۔ جو لوگ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ان کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی اس آیت میں توبیخ وڈانٹ ہے اور بت پرستوں پر رد کیا جا رہا ہے یعنی کیا ان منکرین کو علم نہیں کہ آسمان وزمین شے واحد تھے اور بند تھے پھر اللہ نے انہیں الگ الگ کر دیا۔ اور آسمان کو اوپر اٹھا کر وہاں رکھ دیا جہاں وہ ہے اور زمین کو اس کے اپنے موزوں مقام پر لگا دیا۔ حسن اور قتادہ کہتے ہیں: آسمان اور زمین جڑے ہوئے تھے ہوا کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کر دیا۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آسمان بند تھا یعنی اس سے بارش نہیں برستی تھی اور زمین یوں بند تھی کہ اس سے سبزہ نہیں اگتا تھا۔ آسمان کھل گیا یعنی بارش برسانے لگا اور زمین سبزہ اگانے میں کھل گئی۔[2]

---

[1] القرطبی ۱۱/ ۲۸۳ [2] زاد المسیر ۵/ ۳۴۸

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ:...... پانی کو ہم نے تمام زندہ اشیاء کی اصل بنایا ہے اور اسے زندگی کا سبب بنایا ہے۔ پانی کے بغیر انسان، حیوان اور نباتات زندہ نہیں رہ سکتے۔ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ: کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تصدیق نہیں کرتے۔ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ: ہم نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے تاکہ زمین دھنسنے اور ڈگمگانے نہ پائے، ورنہ انسانوں کا زمین پر ٹکنا دشوار ہو جاتا۔ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ: ہم نے ان پہاڑوں میں گزرگاہیں اور کھلے راستے بنا دیے تاکہ انسان اپنے سفر میں مقاصد تک بآسانی رسائی حاصل کر سکے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پہاڑوں میں سرحدیں بنادی گئی ہیں اور گزرگاہوں کے ذریعے لوگ پہاڑوں کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچ جاتے ہیں، ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک پہنچ جاتے ہیں۔ زمین میں ہی مشاہدہ میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ مختلف ملکوں کے درمیان حائل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں راستے بنا دیے ہیں تاکہ لوگ یہاں سے وہاں آ جا سکیں۔[1]

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا:...... ہم نے آسمان کو زمین کے لیے چھت کی مانند بنا دیا ہے جو گرنے سے محفوظ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جسے ستاروں کے ذریعے شیاطین سے محفوظ بنا دیا گیا ہے۔ وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ: وہ نشانیاں جو وجود صانع اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں جیسے سورج، چاند، ستارے اور دیگر دلائل سے کفار روگردانی کرتے ہیں۔ اور وہ رب تعالیٰ کی تخلیق عجیب اور منفرد انتظام جو اس کی حکمت بالغہ اور قدرت قاہرہ پر دلالت کرتا ہے میں غور و فکر نہیں کرتے۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ مشرکین آسمان اور اس کی نشانیوں دن، رات، سورج، چاند، ستارے، افلاک اور ہواؤں میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اگر ان نشانیوں میں غور و فکر کریں انہیں یقین ہو جائے کہ اس کائنات کا صانع موجود ہے اور قادر ذات ہے چنانچہ اس کا شریک ہونا محال ہے۔[2]

زندگی کی مختلف اقسام

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ:...... اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے زندگی کی مختلف اقسام بیان کی ہیں، چنانچہ زندگی میں رات بھی بنائی۔ دن بھی بنایا، رات میں تاریکی اور سکون رکھا، دن میں روشنی اور انس و تعلق بنایا۔ کبھی رات طویل ہو جاتی ہے اور کبھی دن، سورج اور چاند دو بڑی بڑی نشانیاں بنائیں جو رب تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ: سب سورج، چاند، ستارے، دن اور رات اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں جیسے پانی میں کوئی تیرنے والا تیرتا رہتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ: اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ نہیں رکھا۔ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ: اے محمد! جب آپ انتقال فرما جائیں تو کیا آپ کے بعد یہ لوگ دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ ہرگز ایسا نہیں ہوگا بلکہ سب دنیا سے جانا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: مشرکین کہا کرتے تھے۔

شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ۝ (سورۃ الطور، آیت ۳۰) یہ شاعر ہے ہم اس کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کیا کہ آپ سے پہلے جتنے انبیا آئے وہ دنیا سے انتقال فرما گئے، اللہ تعالیٰ خود اپنے دین کی حفاظت کرتا رہا ہے، اسی طرح ہم آپ کے دین اور شریعت کی حفاظت کریں گے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ: ہر مخلوق نے فنا ہونا ہے دوام صرف اللہ کی ذات کو حاصل ہے وہی زندہ و جاوید رہنے والا ہے۔ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً: ہم مصائب اور نعمتوں میں تمہیں ڈال کر تمہارا امتحان لیں گے تاکہ ہم دیکھیں کہ کون شکر کرنے والا ہے اور کون ناشکری کرتا ہے اور کون صبر کرتا ہے اور کون بے صبری کرتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی ہم سختی و آسودگی، صحت و بیماری، مالداری و محتاجی، حلال و حرام، طاعت و معصیت اور ہدایت و گمراہی میں تمہیں ڈال کر تمہارا امتحان لیں گے۔[3] ابن زید کہتے ہیں: ہم ان امور میں تمہیں ڈال کر تمہارا امتحان لیں گے جنہیں تم پسند کرتے ہو تاکہ ہم دیکھیں تم ہمارا کتنا شکر ادا کرتے ہو۔ اور ناپسندیدہ چیزوں میں تمہیں ڈال کر تمہارا امتحان لیں گے تاکہ ہم دیکھیں تم کتنا صبر کرتے ہو۔[4]

---

[1] المختصر ۲/۵۰۷ [2] القرطبی ۱۱/۲۸۵ [3] المختصر ۲/۵۰۸ [4] ابن الجوزی ۵/۳۵۰

وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ: ...... ہماری ہی طرف تم نے لوٹ کر آنا ہے۔ پس ہم تمہارے اعمال کا تمہیں پورا پورا بدلہ دیں گے۔ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا: جب آپ کو کفار قریش، جیسے ابوجہل اور اس جیسے دوسرے کفار دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ: استفہام میں انکار ہے اور تعجب ہے۔ یعنی کیا یہ شخص تمہارے معبودان کو برا بھلا کہتا ہے اور تمہاری عقلیں خراب کرتا ہے؟ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ: حقیقت میں یہی لوگ کفر کے مرتکب ہیں اور اللہ کا انکار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول کا مذاق اڑاتے ہیں۔ قرطبی کہتے ہیں: مشرکین بتوں کی خدائی کے انکار کو معیوب سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خدائی کے منکر تھے یہ ان کی انتہائی جہالت کا نتیجہ ہے۔[1]

انسان کی فطرت میں جلد بازی

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ: ......انسان جلد بازی کا پتلا ہے چنانچہ اسے جلد باز پیدا کیا گیا ہے، بہت ساری چیزوں میں جلد بازی کر جاتا ہے اگرچہ وہ اس کے حق میں مضر ہی کیوں نہ ہوں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: انسان کے عجلت باز ہونے کے ذکر میں یہ حکمت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزا کرنے والوں کا ذکر کیا گیا تو دل میں ان سے انتقام لینے کی آگ فوراً سلگ اٹھی اسی لیے عجلت کا بیان ہوا۔[2] اسی لیے آگے ارشاد ہوا: سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ: میں عنقریب تمہیں اپنا انتقام دکھاؤں گا اور تمہیں دکھاؤں گا کہ میری نافرمانی کرنے والوں پر مجھے کیسا زبردست اقتدار حاصل ہے لہٰذا وقت سے پہلے جلد بازی مت کرو۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: مشرکین مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں: محمد جس عذاب کا ہمارے ساتھ وعدہ کرتا ہے اس کا وقوع کب ہوگا؟ اے مؤمنین کی جماعت! اگر تم سچے ہو تو ہمیں بتلاؤ۔

کفار جہنم کی آگ کی حقیقت سے بے خبر ہیں

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ: ......اگر کفار عذاب کی بھیانکی اور ہولناکی کو جان لیتے جس وقت وہ اپنے چہروں اور اپنی پیٹھوں سے عذاب کو دور کرنے کی طاقت نہ رکھتے چوں کہ عذاب ہر طرف سے انہیں گھیرے ہوگا تو وہ مطالبہ وعید میں جلد بازی نہ کرتے، بحر میں لکھا ہے لَوْ کا جواب محذوف ہے چوں کہ حذف جواب وعید میں ابلغ ہوتا ہے۔ علامہ زمخشری نے یوں تقدیری عبارت نکالی ہے۔ تو وہ کفر، استہزا اور جلدی عذاب پیش آجانے کے مطالبے کی صفت پر نہ ہوتے لیکن ان کی جہالت ان پر غالب رہی۔[3] وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ: اللہ کے عذاب سے بچانے میں ان کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ: یہ ان پر قیامت کا وقوع اچانک ہوگا جو انہیں ورطۂ حیرت میں ڈال دے گی۔ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ: وہ قیامت کو اپنے اوپر سے ہٹا دینے کی قدرت نہیں رکھیں گے، انہیں مہلت بھی نہیں دی جائے گی اور توبہ کے لیے انہیں مؤخر بھی نہیں کیا جائے گا۔

انبیا سے استہزا کا انجام

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ: ......مشرکین کے استہزا پر آپ ﷺ کو اس آیت میں تسلی دی جا رہی ہے۔ اللہ کی قسم! اے محمد! آپ سے پہلے عظمت و شان والے بہت سارے پیغمبروں کا استہزا کیا گیا اور ان کا مذاق اڑایا گیا۔ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: پیغمبروں کا مذاق اڑانے والوں پر وہ عذاب نازل ہوا جسے وہ مذاق سمجھتے تھے، ابوحیان کہتے ہیں: رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تسلی دی ہے کہ پہلے پیغمبروں کی امتیں بھی ان کا مذاق اڑاتی رہی ہیں اور ان کے مذاق کا انجام ہلاکت اور دنیا و آخرت میں عذاب رہا ہے، ان لوگوں کا بھی یہی انجام ہوگا۔[4]

---

[1] القرطبی ۱۱/ ۲۸۸ [2] البحر ۶/ ۳۱۴ [3] البحر ۶/ ۳۱۳ [4] البحر ۶/ ۳۱۴

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ:...... اے محمد! ان مذاق اڑانے والوں سے کہہ دیجیے کہ تمہارے اوقات میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کرے گا؟ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر عذاب نازل کرنا چاہے اور انتقام لینا چاہے تو تمہارا دفاع کون کرے گا؟ اس سوال کے ذریعے کفار کو جھنجھوڑا جا رہا ہے اور انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اللہ کی نعمتوں میں پڑ کر دھوکے میں نہ آ جانا۔ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ: بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کے کلام سے اعراض کرتے ہیں اور غور و فکر نہیں کرتے۔

عذاب سے بچنے کی قدرت نہیں رکھتے

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا:...... کیا ان کے ہمارے علاوہ معبودان ہیں جو انہیں عذاب سے بچائیں گے؟ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ: وہ آپ اپنی مدد کرنے پر قدرت نہیں رکھتے بھلا اپنے عبادت گزاروں کی کیسے مدد کریں گے؟ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ: یہ معبودان اپنے تئیں عذاب سے بچنے کی قدرت بھی نہیں رکھتے، چوں کہ ان میں انتہا درجے کا عجز اور ضعف پایا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: يُصْحَبُوْنَ: کا معنی ہے: انہیں پناہ نہیں دی جائے گی یعنی ہماری طرف سے انہیں کوئی بھی پناہ نہیں دے گا چوں کہ پناہ دینے والا طالب پناہ کا دوست ہوتا ہے۔[1]

بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ: ...... یعنی بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے ان مشرکین کو اور ان کے آباؤ اجداد کو دنیا کا ساز و سامان عطا کیا یہاں تک کہ آسودگی میں ان کی عمریں طویل ہوتی گئیں اور وہ دنیوی عیش کو دائمی سمجھتے رہے اور یوں وہ دھوکے میں رہے۔ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا: کیا وہ دیکھ کر عبرت نہیں پکڑتے کہ ہم اپنے پیغمبر کو فتوحات سے نواز کر ان کی سرزمین میں چاروں طرف سے کمی کرتے چلے آ رہے ہیں؟ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ: استفہام برائے تقریع و انکار ہے۔ حقیقت میں حالت یہ ہے تو کیا وہ غالب رہیں گے یا مغلوب رہیں گے۔؟ بلکہ وہی مغلوب رہیں گے اور خسارہ ان کا مقدر بن چکا ہے۔ قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ: اے محمد! ان کفار سے کہہ دیجیے کہ میں تو تمہیں صرف اللہ کی طرف سے بھیجی گئی وحی کے ذریعے ڈراتا دھمکاتا ہوں۔ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا، ہمیں تو اللہ کی طرف سے حکم ملتا ہے پھر اس کے مطابق ہم تمہیں ڈراتے ہیں۔ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ: لیکن اے مشرکین! تم اپنی شدید جہالت و عناد کی وجہ سے ان بہرے لوگوں کی طرح ہو جنہیں جب ڈرایا دھمکایا جائے تو وہ بات ہی نہیں سن پاتے اور وہ نصیحت قبول نہیں کر پاتے۔

رائی کے دانے کی مثال نہایت چھوٹا پن بیان کرنے کے لیے لائی جاتی ہے

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ:...... اللہ کے جس عذاب سے انہیں ڈرایا جاتا ہے اگر اس کا معمولی سا جھونکا بھی انہیں چھو جائے۔ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ: یقیناً وہ اپنے جرم کا ضرور اعتراف کر لیتے اور کہتے: ہائے ہماری ہلاکت! ہم تو اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور پیغمبروں کو جھٹلا کر اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ: اور ہم قیامت کے دن سراپا عدل و انصاف ترازوئیں قائم کریں گے۔ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا: نیکوکار کی نیکی میں کمی نہیں کی جائے گی اور گناہگار کی برائی میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا: جو عمل تم نے کیا ہے وہ اگر رائی کے ایک دانے کے برابر بھی ہو ہم اسے بھی لا حاضر کریں گے۔ ابو سعود کہتے ہیں: یعنی اگر کوئی عمل نہایت قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ رائی کے دانے کی مثال نہایت چھوٹا پن بیان کرنے کے لیے لائی جاتی ہے۔[2] وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ: تمہارا رب بندوں کے اعمال کے حساب و شمار کے لیے کافی ہے اور وہ ان کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ خازن لکھتے ہیں: آیت کا مقصد ہوشیار کرنا ہے، چنانچہ جب حساب کنندہ کا علم اتنا وسیع ہو کہ اس کے دائرۂ حساب سے معمولی چیز بھی خارج نہ ہو سکتی ہو تو ممکن نہیں کہ اس پر کسی چیز کا اشتباہ ہو جائے۔ اور وہ حساب کنندہ ایسی قدرت کا مالک ہو کہ کوئی چیز بھی اسے عاجز نہ کر سکتی ہو لہٰذا عقل مند کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی ذات سے خائف رہے۔[3]

---

[1] زاد المسیر ۵/ ۳۵۳ [2] ابو السعود ۳/ ۴۴ [3] حاشیۃ الجمل ۳/ ۱۳۱

حق و باطل میں فرق کرنے والی

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِیَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ:......ہم نے موسیٰ وہارون کو تورات عطا کی جو حق و باطل میں فرق کرنے والی تھی، ہدایت وضلالت میں فرق کرنے والی تھی، جو نور تھی اور متقین مؤمنین کے لیے سامان نصیحت تھی۔ اَلَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں حالاں کہ انہوں نے اللہ کو نہیں دیکھا، چوں کہ انہوں نے نظر واستدلال سے اپنے پروردگار کو پہچان رکھا ہے اور انہوں نے یقین کرلیا ہے کہ وہی قادر ذات ہے جو اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اس لیے وہ رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اگر چہ آنکھوں سے انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ: اور وہ قیامت کی ہولناکیوں اور شدائد سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ: یہ قرآن عظیم کتاب عظیم ہے۔ اس میں اس شخص کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرتا ہو، یہ کتاب بھلائیوں سے بھری ہوئی ہے ہم نے اسے تمہاری زبان میں تمہارے اوپر نازل کیا ہے۔ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ: اے جماعت عرب! کیا تم اس عظیم الشان کتاب کا انکار کرتے ہو حالاں کہ اس کا حق ہونا واضح ہے؟ امام کرخی کہتے ہیں: استفہام برائے توبیخ ہے اور آیت میں اہل مکہ سے خطاب ہے، چنانچہ اہل مکہ اہل لسان تھے وہ کلام کے اسالیب، مزایا اور لطائف ونکات سے بخوبی آگاہ تھے جس طرح وہ قرآن کی فصاحت وبلاغت کا ادراک کرسکتے تھے اور لوگوں کو اس طرح کی آگاہی میسر نہیں ہوسکتی تھی، اس میں ان کی عزت وو قار تھا اگر ان کے علاوہ دوسرے لوگ قرآن کا انکار کرتے تو یہ ان کا منصب وعداوت ہوتی۔

بلاغت: ......ان آیات کریمہ میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

اَرْسَلْنَا رَّسُوْلٍ: ......میں تجنیس اشتقاق ہے۔ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا: میں استفہام ہے جس میں تعجب وانکار کا معنی پایا جاتا ہے۔ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا: میں الرتق اور الفتق میں صنعت طباق ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ، وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ: میں تنکیر برائے عموم ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اور وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ: میں غائب سے متکلم کی طرف التفات ہے۔ اس التفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نعمتہائے جلیلہ کی اہمیت واضح کرنا ہے۔ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ: میں شر وخیر میں طباق ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ: میں مبالغہ ہے۔ انسان کی جلد بازی کے پیش نظر یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے، گویا جلد بازی سے انسان کی خلقت ہوئی ہے۔ جیسے عرب کھیل کود کے دلدادہ کے متعلق کہتے ہیں۔ ھو من لعب فلاں کھیل کود کا دلدادہ ہے۔ وَلَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ: میں استعارہ ہے الصم کا استعارہ ہے کفار کے لیے۔ چوں کہ کفار چوپایوں کی مانند ہیں جو پکار کو سنتے ہی نہیں۔ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ: عمل سے کنایہ ہے اگر چہ قلیل وحقیر ہی کیوں نہ ہو۔ یھتدون، یسبحون، ینصرون: میں لطیف سجع بندی ہے۔

تنبیہ: ......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ آیا رات کا وجود پہلے ہوا یا دن کا؟ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے بتاؤ جب آسمان وزمین بند تھے اور باہم ملے ہوئے تھے ان کے درمیان صرف تاریکی ہی تھی، اس سے سمجھ جاؤ کہ رات دن سے پہلے وجود میں آئی ہے۔[1]

لطیفہ: ......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اس نے آپ رضی اللہ عنہما سے آسمان وزمین کے بند ہونے اور کھل جانے کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس بوڑھے کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو اور مجھے بھی بتاؤ۔ ان کی مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ وہ شخص ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آسمانوں کے بند ہونے کا معنی ہے کہ آسمان سے بارش نہیں برستی تھی اور زمین کے بند ہونے کا معنی ہے کہ زمین سے سبزہ نہیں اگتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر بسنے والے پیدا کیے تو آسمانوں کو بارش برسانے سے کھول دیا اور زمین کو سبزہ سے کھول دیا۔ یہ شخص جواب سن کر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور انہیں بھی بتایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہوتے ہوئے مجھے جرأت نہیں ہوتی کہ میں تفسیر قرآن کے بارے میں کچھ کہوں۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن عباس کو قرآن کا عظیم علم عطا کیا گیا ہے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۲/ ۵۰

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رشد و ہدایت

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ﴿٥١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ
الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ
فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٦﴾ وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُم بَعْدَ أَن
تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ﴿٥٨﴾ قَالُوا مَن فَعَلَ هَٰذَا
بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٩﴾ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا فَأْتُوا بِهِ
عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ﴿٦١﴾ قَالُوا أَأَنتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ
فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنتُمُ
الظَّالِمُونَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَٰؤُلَاءِ يَنطِقُونَ ﴿٦٥﴾ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ
مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا
تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا
عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ﴿٧٠﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا
فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ﴿٧٢﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً
يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ﴿٧٣﴾
وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَت تَّعْمَلُ الْخَبَائِثَ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ
سَوْءٍ فَاسِقِينَ ﴿٧٤﴾ وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٧٥﴾ وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِن قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا ع ۲۵ ۵
لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾ وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا
قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٧٧﴾ وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ
الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا وَسَخَّرْنَا مَعَ
دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن

بَأْسِكُمْ ۚ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ ﴿٨٠﴾ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا
فِيهَا ۚ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِينَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ الشَّيَاطِينِ مَن يَغُوصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ
ذَٰلِكَ ۖ وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ:......اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس سے پہلے صحیح راہ عطا کی اور ہم ان کو جانتے تھے، ﴿۵۱﴾ جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم
سے کہا کہ یہ مورتیاں کیا ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو؟ ﴿۵۲﴾ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے دادوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ ﴿۵۳﴾ ابراہیم نے
کہا کہ بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں ہیں۔ ﴿۵۴﴾ وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس کوئی حق بات لے کر آئے ہو یا دل لگی کرنے
والوں میں سے ہو۔ ﴿۵۵﴾ ابراہیم نے کہا بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور میں اس پر گواہی دینے
والوں میں سے ہوں۔ ﴿۵۶﴾ اور اللہ کی قسم میں اس کے بعد ضرور ضرور تمہارے بتوں کے بارے میں کوئی تدبیر کروں گا جب تم پشت پھیر کر چلے جاؤ
گے۔ ﴿۵۷﴾ سو انہوں نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا سوائے ان کے ایک بڑے بت کے، شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ ﴿۵۸﴾ وہ لوگ کہنے
لگے کہ ہمارے معبودوں کیساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ بے شک ایسا کرنیوالا ظالموں میں سے ہے۔ ﴿۵۹﴾ کہنے لگے کہ ہم نے ایک نوجوان کو سنا تھا جو ان
کا ذکر کر رہا تھا اس جوان کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔ ﴿۶۰﴾ کہنے لگے اس جوان کو لوگوں کے سامنے لاؤ تا کہ وہ گواہ ہو جائیں۔ ﴿۶۱﴾ کہنے لگے: اے ابراہیم!
کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ ﴿۶۲﴾ سو ابراہیم نے کہا بلکہ یہ حرکت ان کے اس بڑے نے کی ہے سو تم ان سے پوچھ لو اگر وہ
بولتے ہیں۔ ﴿۶۳﴾ پھر وہ اپنے نفسوں کی طرف رجوع ہوئے پھر کہنے لگے کہ بلاشبہ تم ہی ظلم کرنے والے ہو۔ ﴿۶۴﴾ پھر انہوں نے اپنے سروں کو جھکا یا
بے شک اے ابراہیم! تم کو معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ﴿۶۵﴾ ابراہیم نے کہا کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ کچھ نفع
دے سکے نہ نقصان پہنچا سکے۔ ﴿۶۶﴾ تف ہے تم پر اور ان پر جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو۔ کیا تم سمجھ نہیں رکھتے ہو؟ ﴿۶۷﴾ کہنے لگے اس کو جلا دو اور اپنے
معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہے، ﴿۶۸﴾ ہم نے حکم دیا کہ اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا، ﴿۶۹﴾ اور ان لوگوں نے ابراہیم کے
ساتھ برا برتاؤ کرنا چاہا، سو ہم نے انہیں ان میں سے کر دیا جو بہت ہی زیادہ ناکام ہوتے ہیں۔ ﴿۷۰﴾ اور ہم نے ابراہیم کو اور لوط کو اس سرزمین کی طرف
نجات دے دی جس میں ہم نے دنیا جہاں والوں کے لیے برکت رکھ دی ہے۔ ﴿۷۱﴾ اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب پوتا عطا کیا، اور ہم نے ان
سب کو صالحین بنا دیا ﴿۷۲﴾ اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نماز کی
پابندی کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔ ﴿۷۳﴾ اور ہم نے لوط کو حکم اور علم عطا کیا اور ہم نے انہیں اس بستی
سے نجات دی جس کے رہنے والے برے کام کیا کرتے تھے بلاشبہ وہ لوگ بدذات تھے، بدکار تھے ﴿۷۴﴾ اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر دیا
بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے۔ ﴿۷۵﴾ اور نوح کو یاد کیجیے جب اس نے اس سے پہلے پکارا، سو ہم ان کی دعا قبول کی، پھر ہم نے انہیں اور ان کے گھر
والوں کو بڑی بے چینی سے نجات دی۔ ﴿۷۶﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان سے نجات دینے کے لیے ہم نے نوح کی مدد کی، بلاشبہ وہ
برے لوگ تھے سو ہم ان سب کو ڈبو دیا۔ ﴿۷۷﴾ اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جبکہ وہ کھیتی کے بارے میں فیصلہ دے رہے تھے جبکہ اس کو قوم کی بکریاں
روند گئی تھیں، اور ہم ان کے فیصلے کو دیکھ رہے تھے۔ ﴿۷۸﴾ سو ہم نے یہ فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا فرمایا، اور ہم نے داؤد
کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور پرندوں کو جو تسبیح میں مشغول رہتے تھے اور ہم کرنیوالے تھے، ﴿۷۹﴾ اور ہم نے داؤد کو زرہ بنانے کی صنعت سکھائی،
تا کہ وہ تمہیں جنگ میں محفوظ رکھے۔ سو کیا تم شکر کرنے والے ہو ﴿۸۰﴾ اور سلیمان کے لیے تیزی سے چلنے والی ہوا مسخر کر دی جو ان کے حکم سے اس
زمین کی طرف لے جاتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں، ﴿۸۱﴾ اور بعض شیاطین ایسے تھے جو ان کے لیے غوطہ لگا

تے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے تھے۔ اور ہم حفاظت کرنے والے تھے۔(۸۲)

ربط وتعارف: ...... اللہ تعالیٰ نے توحید، نبوت اور معاد کے دلائل ذکر کیے، اس کی بعد انبیا کے قصص ذکر کیے اور انہیں پیش آنے والے مصائب ومشکلات کا ذکر کیا۔ تاکہ رسول کریم ﷺ کو تسلی ہو اور آپ کے لیے نمونہ بنے، نیز نفس کو مشرکین خدا کے دشمنوں کے مقابلے میں مطمئن رکھنا ہے۔

لغات: رُشْدَهٗ: ...... نیکی کی راہ دکھائی۔ التَّمَاثِيْلُ: تمثال کی جمع ہے، صورت کو کسی بھی مخلوق کی ہو۔ مورت۔ چنانچہ مقولہ ہے: مثلت الشیٔ بالشیٔ: میں نے ایک چیز کو دوسری چیز جیسا بنایا، اس کی شبیہ بنائی اس مثل کا نام تمثال ہے۔ جُذٰذًا: ٹکڑے ٹکڑے، جدا جدا۔ شاعر کہتا ہے:

بنو المهلب جذ الله دابرهم امسوار ماداً فلا اصل ولا طرف

اللہ تعالیٰ بنی مہلب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ان کی جڑ کاٹ دے اور وہ راکھ بن جائیں اور ان کے بڑے چھوٹے سب ختم ہو جائیں۔

نُكِسُوْا: ...... النکس: کسی چیز کا الٹ پلٹ جانا جس کا اوپر والا حصہ نیچے ہو جائے۔ نَافِلَةً: زائد چیز اسی سے نفل ہے۔ چوں کہ نفلی نماز یا کوئی بھی عبادت فرض عبادت سے زائد ہوتی ہے، پوتے کو نفل کہا جاتا ہے چوں کہ وہ بیٹے سے زائد ہوتا ہے۔ الْكَرْبِ: شدید غم نَفَشَتْ: بغیر چرواہے کے بکریوں کا چرنا: نفشت باللیل وھملت بالنہار بولا جاتا ہے جب بکریاں چرواہے کے بغیر چریں۔

آباؤ اجداد کی اندھی تقلید

تفسیر: وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ: ...... اللہ کی قسم! ہم نے ابراہیم کو ہدایت دی اور انہیں دین ودنیا میں بھلائی کی راہیں دکھائیں۔ مِنْ قَبْلُ: یعنی بچپن میں۔ چنانچہ انہوں نے رب تعالیٰ کی وحدانیت پر نظر واستدلال کی ہم نے توفیق عطا کی۔ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ: ہم انہیں جانتے تھے کہ وہ ہمارے عطا کردہ فضل ونبوت کے اہل ہیں۔ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ: بچپن میں ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو رشد وہدایت عطا کی تھی یہ اس کا بیان ہے۔ یعنی جب انہوں نے اپنے والد آزر اور اپنی مشرک قوم سے کہا: یہ کیسے بت ہیں جن کی عبادت پر تم قائم ہو؟ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ: میں اشارہ برائے تحقیر ہے: آپ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ قوم ان بتوں کی تعظیم کرتی ہے گویا آپ نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ: قوم نے کہا: ہم اپنے اسلاف کی تقلید کرتے ہوئے ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: ان کے پاس آباؤ اجداد کی گمراہی کے عمل کے سوا کوئی اور حجت نہیں تھی۔[1] قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: تم اور تمہارے اسلاف جو ان بتوں کی عبادت کرتے رہے واضح غلطی پر تھے۔ چوں کہ یہ بت جمادات ہیں جو نفع ونقصان کے مالک نہیں اور نہ کچھ سنتے ہیں۔ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ: جو کچھ تم نے کہا سنجیدگی سے کہہ رہے ہو یا محض کھیل کود ہنسی مذاق کے طور پر کہہ رہے ہو؟ کیا تم حقیقت میں تہہ دل سے بات کر رہے ہو یا مذاق کر رہے ہو؟ قوم نے ابراہیم علیہ السلام کے انکار کو عظیم تر سمجھا اور اپنی رسم وراہ کو گمراہی ہونے سے بعید تر سمجھا۔ اس لیے وہ سمجھے کہ شاید ابراہیم علیہ السلام مذاق کر رہے ہوں۔ آپ علیہ السلام نے دوٹوک فیصلہ سنا دیا کہ وہ مذاق نہیں کر رہے چنانچہ آپ علیہ السلام نے قوم کی بات سے اعراض کرتے ہوئے کہا کہ وہ بات کرنے میں سنجیدہ ہیں، مذاق نہیں کر رہے۔

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ: ...... یعنی تمہارا جو حقیقت میں پروردگار ہے وہی عبادت کا حق دار ہے اور وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے بغیر نمونہ کے انہیں پیدا کیا یہ مزعومہ بت تمہارے پروردگار نہیں ہیں۔ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ: اور میں واضح دلائل اور براہین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر گواہ ہوں، اس گواہ کی طرح جس کے پاس قطعی شواہد ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا اور مشرکین کا غیظ وغضب

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ: ...... جب تم ان بتوں کے پاس سے واپس اپنے جشن کی طرف جاؤ گے اللہ کی قسم میں ضرور

[1] المختصر لابن کثیر ۲/ ۵۱۱

ان بتوں کے متعلق کوئی تدبیر کروں گا۔ مفسرین کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام کی قوم سالانہ ایک میلہ منایا کرتی تھی اس میں سب لوگ جمع ہونے جاتے تھے۔ آزر نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا: اگر تم بھی ہمارے ساتھ ہمارے میلے میں شریک ہو جاؤ یقیناً تمہیں ہمارا دین اچھا لگے گا، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام قوم کے ساتھ نکلے جب آدھا راستہ طے ہو گیا آپ علیہ السلام نے اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور کہا: میں بیمار ہوں میرے پاؤں میں درد ہے چنانچہ لوگ چل پڑے اور ابراہیم علیہ السلام نے پیچھے سے انہیں آواز دی اور کہا۔وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ: ان کی یہ بات ایک شخص نے سن لی۔[1] فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا: ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ ڈالا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ: ہاں البتہ بڑے بت کو انہوں نے نہ توڑا۔ مجاہد کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑا بت چھوڑ دیا اور کلہاڑا جس کے ساتھ آپ نے بتوں کو پاش پاش کیا تھا اس کی گردن میں لٹکا دیا تاکہ اس کے ذریعے لوگوں پر حجت قائم کر سکیں۔[2] لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ: تاکہ وہ بت کی طرف جب لوٹیں تو اس سے سوال کریں کہ کس نے بتوں کو توڑا ہے اور پھر ان کی عاجزی ان کے سامنے آ جائے اور ان پر حجت قائم ہو جائے۔قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ: کلام میں حذف ہے۔ محذوف عبارت کی تقدیر کا ماحصل یوں ہے: جب قوم جشن سے واپس لوٹی اور انہوں نے اپنے معبودان کا حال دیکھا تو تحقیق وانکار اور توبیخ کے طور پر کہا: جس نے بھی یہ کام کیا ہے اس نے سخت ظلم کیا اور بڑے جرم کا ارتکاب کیا چوں کہ اس نے معبودان پر جرأت کی ہے جو تعظیم کے مستحق ہیں۔قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ: ......یعنی جس آدمی نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ کہتے سنا۔وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ: اس نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ وہ ہمارے خداؤں کی مذمت کر رہا تھا اور انہیں برا بھلا کہہ رہا تھا، اس کا نام ابراہیم ہے، شاید اسی نے ہمارے معبودان کو توڑا ہو؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے باز پرس اور مشرکین کی شرمندگی

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ: ......نمرود اور قوم کے بڑے لوگوں نے کہا: ابراہیم کو لوگوں کے روبرو لاؤ تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں۔ ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کے سامنے محاکمہ ہو جائے اور اس کی سزا سب لوگوں کے لیے سامان عبرت بن جائے۔لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ: تاکہ لوگ اس کی سزا کو دیکھیں اور اس کے ساتھ جو کچھ ہوا سے دیکھیں۔قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ: اے ابراہیم! کیا تو ہی وہ ہے جس نے ان خداؤں کو توڑا ہے؟قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا: ابراہیم علیہ السلام نے کہا: بڑے بت نے ان بتوں کو توڑا ہے چوں کہ یہ اس وجہ سے غصہ تھا کہ اس کے ساتھ تم چھوٹے بتوں کی عبادت کرتے ہو۔ اس سے غرض قوم کو خاموش کرنا اور ان پر حجت قائم کرنا ہے۔ اسی لیے کہاقَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ: یعنی ان بتوں سے پوچھو کہ انہیں کس نے توڑا ہے؟ اگر وہ بولنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ قرطبی کہتے ہیں: کلام تعریض کے مقام میں ہے۔ چنانچہ وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے کہالِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا: چنانچہ اس مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہابَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا: تاکہ وہ کہیں: یہ باتیں نہیں کر سکتے، نفع اور نقصان نہیں دے سکتے اور ابراہیم علیہ السلام ان سے کہیں پھر تم ان کی کیوں عبادت کرتے ہو؟ تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے جیسے مد مقابل پر حجت قائم کرنے کے لیے باطل کا فرض کرنا جائز ہوتا ہے تاکہ وہ حق کی طرف رجوع کرے اس طرح حجت قائم ہو جاتی ہے اور شبہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔[3]

اپنے خداؤں کے عاجز ہونے کا اقرار

فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ: ......اس پر ان لوگوں نے اپنی عقلوں کی طرف رجوع کیا اور اپنے دلوں میں کچھ سوچنے لگے۔فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ: جو بت بولتے نہیں ان کی عبادت کر کے تم نے بڑا ظلم کیا ہے۔ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ: ان کے دلوں میں گمراہی اور سرکشی رچی بسی تھی، سوچ بچار کے بعد سرکشی کی طرف لوٹ آئے۔لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ: عناد میں آ کر بولے: اے ابراہیم! تم جانتے ہو کہ یہ بت

---

[1] تفسیر الخازن ۳/۲۴۱ [2] القرطبی ۱۱/۲۹۸ [3] القرطبی ۱۱/۳۰۰

باتیں نہیں کر سکتے اور جواب نہیں دے سکتے۔ بھلا تم ہمیں ان سے سوال کرنے کا حکم کیسے دیتے ہو؟ ان لوگوں نے اپنے خداؤں کے عاجز ہونے کا اقرار کر لیا۔ اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم پر حجت قائم کر دی اور انہیں ڈانٹنے لگے: قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ: کیا تم جمادات کی عبادت کرتے ہو جو نفع ونقصان کے مالک نہیں؟ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: برا ہو تمہارا اور تمہارے ان بتوں کا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: کیا تمہیں اپنے اس عمل کی قباحت سمجھ نہیں آتی؟ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ: جب قوم پر حجت قائم ہوگئی اور وہ جواب دینے سے عاجز آگئے تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو سزا دینے کی طرف عدول کر لیا اور کہنے لگے: ابراہیم کو آگ میں جلا دو اور اپنے خداؤں کا بدلہ لو اور ان کی مدد کرو۔ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ: اگر تم حقیقت میں اپنے خداؤں کی مدد کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلانے کا فیصلہ

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ:...... ٹھنڈک اور سلامتی والی ہو جا، اس اسلوب میں عبارت مبالغہ کے لیے لائی گئی ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: قوم نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانا چاہا تو ایک ماہ تک لکڑیاں جمع کرتے رہے، یہاں تک کہ جب کوئی عورت بیمار ہو جاتی وہ نذر مانتی کہ اگر اسے صحت مل گئی تو وہ ابراہیم کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرے گی، چنانچہ ایک بڑے گڑھے میں لکڑیاں ڈال کر آگ جلائی گئیں اور آگ خوب شعلہ زن ہوئی، یہاں تک کہ اگر کوئی پرندہ آگ کے اوپر سے گزرتا تو تپش کی شدت اور شعلوں کی تمازت سے جل جاتا تھا، پھر ظالموں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں باندھ کر آگ میں پھینک دیا، آپ علیہ السلام کے پاس جبرائیل امین آئے اور پوچھا: کیا تمہیں کسی چیز کی حاجت ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: آپ سے مجھے کوئی حاجت نہیں، جبرائیل امین نے کہا: اپنے پروردگار سے سوال کیجیے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میرے حال کے بارے میں اللہ کا علم میرے سوال کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا آگ کو حکم ہوا کہ اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا۔ آگ نے صرف ان رسیوں کو جلایا جن سے ابراہیم علیہ السلام کو باندھا گیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ نے وَّسَلٰمًا نہ کہا ہوتا تو آگ کی ٹھنڈک ابراہیم علیہ السلام کو گزند پہنچاتی۔[1] وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا: لوگوں نے آپ علیہ السلام کو آگ میں جلانا چاہا۔ فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ: ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار بنا دیا چوں کہ انہوں نے اللہ کے پیغمبر کے ساتھ مکر و فریب کیا اللہ نے ان کے مکر و فریب کو انہی پر دے مارا۔

شام کی جانب ہجرت

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ:...... ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام کو نجات بخشی، چنانچہ ان دونوں نے عراق سے سرزمین شام کی طرف ہجرت کی، جسے ہم نے سرسبز و شاداب بنا کر کثرت سے انبیا بھیج کر اور دریا جاری کر کے بابرکت بنایا، ابن جوزی کہتے ہیں: سرزمین شام کی برکت کثرت انبیا شادابی اور دریاؤں کی روانی سے ہے۔[2]

آلِ ابراہیم علیہ السلام کے مناقب

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً:...... ابراہیم کے اپنے رب تعالیٰ سے اولاد مانگنے کے بعد ہم نے انہیں بن مانگے زائد تحفہ کے طور پر یعقوب عطا کیے۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے اولاد مانگی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسحاق علیہ السلام اولاد میں عطا فرمائے اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام زائد اولاد کے طور پر عطا کیے۔ چنانچہ اولاد کی اولاد، اولاد ہوتی ہے۔ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ: ہم نے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام سب کو نیک اور اہل خیر بنایا۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا: ہم نے ان سب کو پیشوا اور دوسروں کے لیے سردار بنایا جو لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف راہنمائی کرتے تھے۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ: اور ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ نیکیاں کرتے رہو اور اپنے اندر علم

---

[1] المختصر ۲/ ۵۱۴ [2] زاد المسیر ۵/ ۳۶۸

عمل جمع کرتے رہو۔ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ عبادات میں صرف نماز وزکوٰۃ کا ذکر کیا چوں کہ بدنی عبادات میں نماز سب سے افضل ہے اور مالی عبادات میں زکوٰۃ افضل ہے۔ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ: موحدین تھے اور خلوص کے ساتھ عبادت کرتے تھے۔

قوم لوط علیہ السلام کی بستی

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا:...... ہم نے لوط کو نبوت، علم اور سمجھداری عطا کی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے، ان کی اتباع کی اور ان کے ساتھ ہجرت بھی کی، چنانچہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ: یعنی ابراہیم پر لوط ایمان لے آئے اور کہا: میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو حکمت وعلم عطا کیا، ان کی طرف وحی بھیجی اور انہیں نبی بنایا اور سدوم بستی کی طرف انہیں مبعوث کیا۔ چنانچہ اہل سدوم نے انہیں جھٹلا دیا، جس کی سزا میں اللہ نے انہیں تباہ وبرباد کر دیا جیسا کہ قرآن عظیم میں دوسری جگہوں میں ان کا قصہ آیا ہے۔[1] وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ: ہم نے انہیں سدوم بستی میں رہنے والوں سے خلاصی دی، وہ لوگ نہایت گندے کاموں میں مبتلا تھے جیسے بدفعلی اور ڈکیتی وغیرہ۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ: یہ لوگ بدکردار اور اشرار تھے اور اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکلے ہوئے تھے۔ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ: ہم نے ان کو اپنے ان نیکوکار بندوں میں داخل کیا جو ہماری رحمت کے مستحق تھے۔

نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کے لیے بد دعا

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ:...... نوح علیہ السلام کا قصہ یاد کرو جب انھوں نے مذکورہ انبیاء سے پہلے اپنی قوم کو بددعا دی، چوں کہ قوم نے ان کی تکذیب کی تھی۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے یوں بددعا دی: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ (سورہ نوح، آیت ۲۶) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ: ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی چنانچہ انہیں کشتی میں سوار کر کے طوفان میں غرق ہونے سے انہیں بچا لیا، حقیقت میں یہ طوفان شدید تر تھا جس سے بچنا مشکل تھا۔ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا: ہم نے انہیں قوم کے شر وفساد سے بچا لیا اور قوم کو ہلاک کر دیا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ: وہ لوگ شر وفساد میں منہمک تھے ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہیں چھوڑا۔ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ: داؤد اور سلیمان کا قصہ یاد کرو جب وہ ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے۔ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ: جب رات کے وقت ایک قوم کی بکریاں کھیتی میں جا گھسی تھیں اور اسے اجاڑ کے رکھ دیا تھا۔ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ: ہمیں ان دونوں کے فیصلوں پر آگاہی تھی اور ہم اسے جانتے بھی تھے۔

در بار داؤد علیہ السلام میں مقدمہ سلیمان علیہ السلام کا حکیمانہ فیصلہ

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ:...... جھگڑے کا فیصلہ ہم نے سلیمان کو الہام کر دیا اور انہیں سمجھا دیا۔ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا: ہم نے داؤد وسلیمان میں سے ہر ایک کو حکمت اور علم نبوت ساتھ عطا کیے۔ مفسرین کہتے ہیں: رات کو ایک آدمی کی بکریاں دوسرے شخص کی کھیتی میں گھس گئی تھیں اور وہ اپنا تنازع حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے کر آئے، حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ کھیتی کا مالک بکریاں لے لے، چوں کہ بکریوں نے کھیتی کو اجاڑ دیا تھا۔ دونوں فیصلے کے بعد جب باہر نکلے تو دروازے پر انہیں حضرت سلیمان علیہ السلام ملے اور انہیں خبر دی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا ہے، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کی نبی! اگر آپ اس جھگڑے کا دوسرا فیصلہ کر دیتے تو وہ فریقین کے لیے

[1] المختصر لابن کثیر ۲/ ۵۱۵

زیادہ مناسب تھا؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: بکریوں کا مالک کھیتی لے لے اور اس میں فصل کاشت کرے یہاں تک کہ کھیتی اپنی حالت پر آ جائے اور کھیتی کا مالک بکریاں لے لے ان کا دودھ پیے، اون اور کھالوں سے فائدہ اٹھائے۔ اور جب کھیتی اپنی حالت پر آ جائے تو وہ مالک کو واپس کر دی جائے اور بکریاں ان کا مالک واپس لے لے۔ یہ فیصلہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اے بیٹے میں اس فیصلے کی موافقت کرتا ہوں، چنانچہ دونوں کے درمیان یہی فیصلہ کر دیا گیا۔ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ: میں اسی فیصلہ کی بات ہو رہی ہے۔

لحن داؤدی کی معجزانہ تاثیر

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ: ......جب داؤد اللہ کی تسبیح کرتے تو ہم پہاڑوں اور پرندوں کو بھی ان کے ساتھ تسبیح کرنے میں لگا دیتے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایسا اس لیے ہوتا تھا چوں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورت آواز عطا کی تھی اور جب خوش الحانی کے ساتھ زبور کی تلاوت کرتے تو پرندے ہوا میں رک جاتے اور پہاڑ ان کی آواز کے ساتھ پڑھتے۔ آیت میں پرندوں پر پہاڑوں کا ذکر مقدم کیا گیا ہے چوں کہ پہاڑ جمادات ہیں اور ان کا مسخر ہو جانا اور تسبیح کرنا زیادہ تعجب کی بات ہے اور بڑا معجزہ ہے۔ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ: اور ہم ایسا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ: اور ہم نے داؤد کو جنگی لباس یعنی زرہیں بنانے کا ہنر سکھا دیا، چنانچہ ہم نے داؤد کے ہاتھوں میں لوہا پگھلا دیا تھا۔ قتادہ کہتے ہیں: سب سے پہلے زرہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بنائی ہے، چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوہے سے زرہ کے حلقے بنائے اور پھر زرہ تیار کی۔[1] لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ: تاکہ جنگ میں وہ تمہیں دشمنوں کی زد سے بچائے۔ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ: استفہام سے مراد امر ہے یعنی ہم نے تمہارے اوپر جو انعامات کیے ہیں ان پر اللہ کا شکر ادا کرو۔ آیت کریمہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہوا اور اب ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے۔

ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا گیا

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً: ......اور ہم نے تیز چلنے والی ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا: حضرت سلیمان علیہ السلام کی چاہت و ارادے کے مطابق سرزمین شام جو درختوں، دریاؤں اور پھلوں کی کثرت سے بابرکت تھی، کی طرف چلتی تھی، سرزمین شام حضرت سلیمان علیہ السلام کی جائے سکونت اور ان کی حکومت کی جگہ تھی۔ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ: ہم تمام امور کو بخوبی جانتے ہیں۔ ہم نے سلیمان کو جو مرتبہ اور مقام عطا کیا وہ ہماری حکمت کے عین مطابق تھا۔ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ: ہم نے بعض شیاطین کو سلیمان کے تابع بنا دیا تھا جو پانی میں غوطے لگاتے اور سمندروں میں انتہائی گہرائی تک چلے جاتے اور آپ علیہ السلام کے لیے جواہر اور موتی نکال لاتے۔ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ: پانی میں گھسنے کے علاوہ شیاطین اور بھی کام کرتے جیسے شہروں اور بلند و بالا عمارات کی تعمیر اور وہ کام جن سے عموماً انسان عاجز ہوتا ہے۔ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ: ہم کج روی اختیار کرنے سے ان کی حفاظت کرتے تھے یا سلیمان علیہ السلام کی طاعت سے نکل جانے سے ان کی حفاظت کرتے تھے۔

بلاغت: ......ان آیات کریمہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ: ......مشرکین کے حق سے باطل کی طرف رجوع کرنے کو کسی شخص کے انقلاب کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کا نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے ہو گیا ہو۔ اور ایسا بطور استعارہ کیا گیا ہے۔ يَنْفَعُكُمْ يَضُرُّكُمْ: میں صنعت طباق ہے۔ كُوْنِيْ بَرْدًا: میں مبالغہ ہے، مصدر بول کر اسم فاعل مراد لیا گیا ہے بردًا بمعنی باردۃ؟ یا ذات برد ًا ہے۔ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ: میں خاص کا عام پر عطف کیا گیا ہے، چوں کہ نماز "خیرات" (اچھائیوں) میں داخل ہے۔ مستقلاً ذکر اس لیے کی گئی چوں کہ تمام مہتم بالشان چیز ہے۔ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا: میں احتراس ہے، داؤد علیہ السلام کے مقام میں سوء ظن کا وہم ہو سکتا تھا اس لیے اس کا دفعیہ کیا گیا۔ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا: میں مجاز

---

[1] القرطبی ۱۱/ ۳۲۰

مرسل ہے یعنی "فی الجنة" چنانچہ محل رحمت مراد ہے۔ اور علاقہ محلیت کا ہے۔ العابدین، الصابرین، الصالحین... الخ میں سجع بندی ہے۔
تنبیہ: ...... اس مقام میں اللہ تعالیٰ نے ہوا کی صفت "عَاصِفَةً" لائی ہے اور دوسرے مقام پر۔ "رخاء" لائی ہے "العاصفة" کا معنی شدید ہوا ہے اور "الرخاء" کا معنی ہلکی ہوا ہے، دونوں صفات میں تعارض نہیں چوں کہ ہوا خوشگوار اور بے ضرر ہوتی ہے ہاں البتہ چلتی تیزی سے تھی۔

حضرات انبیا علیہم السلام کی آزمائش کا تذکرہ

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ
ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ
وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ ۚ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِىْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ
ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ وَزَكَرِيَّاۤ اِذْ نَادٰى
رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۫ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ
زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَالَّتِىْۤ
اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ
وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾ ۧ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ ع ۱۸
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾
حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ
شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾ اِنَّكُمْ وَمَا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿٩٨﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَاۤءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى ۙ
اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾ ۙ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِىْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾ ۚ لَا
يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ يَوْمَ نَطْوِى
السَّمَآءَ كَطَىِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾
وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِى الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ فِىْ هٰذَا لَبَلٰغًا

لِّقَوۡمٍ عٰبِدِيۡنَ ﴿١٠٦﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿١٠٧﴾ قُلۡ اِنَّمَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ‌ ۚ
فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿١٠٨﴾ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ اٰذَنۡتُكُمۡ عَلٰى سَوَآءٍ‌ ؕ وَاِنۡ اَدۡرِىۡۤ اَقَرِيۡبٌ اَمۡ بَعِيۡدٌ مَّا
تُوۡعَدُوۡنَ ﴿١٠٩﴾ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَـهۡرَ مِنَ الۡقَوۡلِ وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡتُمُوۡنَ ﴿١١٠﴾ وَاِنۡ اَدۡرِىۡ لَعَلَّهٗ فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ وَمَتَاعٌ
اِلٰى حِيۡنٍ ﴿١١١﴾ قٰلَ رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَـقِّ‌ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ ﴿١١٢﴾ ع ١٩ النصف

ترجمہ:……اور ایوب کو یاد کیجیے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے آپ ارحم الراحمین ہیں ﴿٨٣﴾ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی جو تکلیف تھی وہ دور کردی ہم نے ان کا کنبہ عطا فرمادیا اور ان کیساتھ ان کے برابر اور بھی دیا اپنی رحمت خاصہ کی وجہ سے، عبادت کرنے والوں کے لیے یادگار رہنے کے سبب سے۔ ﴿٨٤﴾ اور اسماعیل کو اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کرو، یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے، ﴿٨٥﴾ اور ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کرلیا بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے۔ ﴿٨٦﴾ اور مچھلی والے کو یاد کرو جبکہ وہ غصہ ہو کر چل دیے سو انہوں نے گمان کیا کہ ہم ان کے ساتھ تنگی والا معاملہ نہ کریں گے، سو انہوں نے اندھیروں میں یوں پکار لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿٨٧﴾ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں غم سے نجات دے دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔ ﴿٨٨﴾ اور زکریا کا تذکرہ کیجیے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے تنہا نہ چھوڑیے اور آپ سب وارثوں سے بہتر وارث ہیں، ﴿٨٩﴾ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں یحیٰ عطا کر دیا اور ان کی بیوی کو اولاد کے قابل بنادیا بلاشبہ یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے پکارا کرتے تھے اور ہمارے سامنے خشوع سے رہتے تھے۔ ﴿٩٠﴾ اور اس عورت کو یاد کیجیے جس نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا سو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہاں والوں کے لیے نشانی بنادیا۔ ﴿٩١﴾ بلاشبہ یہ تمہارا دین ہے جو ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری عبادت کرو ﴿٩٢﴾ اور اپنے دین میں اختلاف کرکے لوگ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے۔ ﴿٩٣﴾ اور جو شخص نیک عمل کرے اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو سو اس کی محنت کی ناقدری نہیں اور بلاشبہ ہم اسے لکھ لیتے ہیں۔ مؤمن کے اعمال صالحہ کی ناقدری نہیں ہے ﴿٩٤﴾ اور یہ بات ضروری ہے کہ ہم نے جس بستی کو ہلاک کیا وہ رجوع نہیں کریں گے۔ ﴿٩٥﴾ یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر اونچی جگہ سے جلدی جلدی چلے آئیں گے۔ ﴿٩٦﴾ اور سچا وعدہ قریب آجائے گا تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کی آنکھیں اوپر کو اٹھی ہوئی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی! ہم اس کی طرف سے بے خبر تھے بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے۔ ﴿٩٧﴾ بلاشبہ تم اور جن کی اللہ کے سوا تم عبادت کرتے تھے سب دوزخ کا ایندھن ہو تم اس میں داخل ہوگے۔ ﴿٩٨﴾ اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو اس میں کیوں داخل ہوتے اور سب کو اس میں ہمیشہ رہنا ہوگا ﴿٩٩﴾ دوزخ میں ان کی چیخ و پکار ہوگی اور وہ اس میں نہ سنیں گے۔ ﴿١٠٠﴾ بلاشبہ جن کے لیے پہلے ہی ہماری طرف سے بھلائی کا فیصلہ مقرر ہوچکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے ﴿١٠١﴾ وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے ﴿١٠٢﴾ ان کو بڑی گھبراہٹ رنجیدہ نہ کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے، یہ تمہارا وہ دن ہے جن کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ﴿١٠٣﴾ وہ دن یاد رکھنے کے قابل ہے جس روز ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمونوں کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے۔ ہم نے جس طرح پہلی بار مخلوق کی پیدائش کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اسے لوٹادیں گے ہمارے ذمہ وعدہ ہے بلاشبہ ہم کرنے والے ہیں۔ ﴿١٠٤﴾ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ بلاشبہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ ﴿١٠٥﴾ بلاشبہ اس میں عبادت گزاروں کے لیے کافی مضمون ہے۔ ﴿١٠٦﴾ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ ﴿١٠٧﴾ آپ فرمادیجیے کہ میری طرف یہی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو کیا تم بات ماننے والے ہو۔ ﴿١٠٨﴾ سو اگر وہ روگرانی کریں تو آپ فرمادیجیے کہ میں تمہیں خوب صاف طریقے پر اطلاع دے چکا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ ہوا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے۔ ﴿١٠٩﴾ بلاشبہ بات ہے کہ اللہ زور کی کہی ہوئی بات کو جانتا ہے، اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہے ﴿١١٠﴾

اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارے لیے امتحان ہو اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانا ہو۔(۱۱۱) رسول نے کہا اے میرے رب حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیجیے اور ہمارا رب رحمٰن ہے جس سے ان باتوں کے مقابلے میں مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔(۱۱۲)

ربط و تعارف: ......اس سے قبل ابراہیم، نوح، لوط، داؤد، اور سلیمان علیہم السلام کا ذکر ہوا اور انہیں جو آزمائشیں پیش آئیں ان کا ذکر ہوا، اب ان آیات میں ایوب علیہ السلام اور ان کی آزمائش کا ذکر ہو رہا ہے، ان کے بعد یونس، زکریا اور عیسیٰ علیہم السلام کی آزمائشوں کا ذکر ہے، اس سے غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے۔

لغات: وَذَا النُّوْنِ: ......النون: مچھلی اور ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ہے چوں کہ آپ علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تھا۔ اَحْصَنَتْ: الاحصان: عفت، پاکدامنی، مقولہ ہے: رجل محصن وامرأۃ محصنۃ یعنی پاکدامن مرد، پاکدامن عورت۔ رَغَبًا وَّرَهَبًا: الرغب: امید، رجاء، الرھب، خوف۔ كُفْرَانَ: کفر اور کفران کا معنی جحود اور انکار ہے، لغوی معنی چھپانا ہے چوں کہ کافر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو چھپاتا ہے اور اس کا انکار کرتا ہے۔ حَدَبٍ: الحدب: زمین کا وہ حصہ جو اوپر ابھرا ہوا ہو، ٹیلا، عنترۃ کا شعر ہے۔

فما رعشت یدای ولا ازدهانی تواترهم الی من الحراب

میرے ہاتھوں میں کپکپی اور خوف کی لہر پیدا نہیں ہوئی حالاں کہ وہ بار بار مجھ پر ٹیلوں سے حملے کرتے تھے۔[1]

يَنْسِلُوْنَ: ......وہ جلدی کریں گے۔ مقولہ ہے نسل الذئب نسلانا یعنی بھیڑیا تیزی سے نکلا۔ حَصَبُ: الحصب: ایندھن جس سے آگ جلائی جائے جیسے لکڑی وغیرہ۔ زَفِيْرٌ: لمبی سانس۔ حَسِيْسَهَا: الحسیس: آواز، حرکت، اجرام کی حرکت جو محسوس کی جائے۔ السِّجِلِّ: صحیفہ چوں کہ مطلوبہ چیز اس پر درج ہوتی ہے۔

شانِ نزول: ......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ: نازل ہوئی تو کفار قریش پر نہایت گراں گزری اور کہنے لگے: محمد نے ہمارے خداؤں کو گالیاں دی ہیں اور پھر وہ لوگ ابن زبعری کے پاس آئے اور اسے خبر کی اس نے کہا اگر میں اس کے پاس موجود ہوتا اسے جواب دیتا۔ قریش نے پوچھا تو کیا جواب دیتا؟ بولا: میں کہتا: نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم کی عبادت کرتے ہیں اور یہود عزیر کی عبادت کرتے ہیں، کیا عیسیٰ اور عزیر بھی جہنم کا ایندھن ہیں؟ قریش کو ابن زبعری کا جواب پسند آیا اور اپنے تئیں سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس جواب سے زچ ہو جائیں گے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ(۱۰۱)[2]

حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش اور دعا

تفسیر: وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ: ......اللہ کے پیغمبر ایوب کا قصہ یاد کرو جب انہوں نے نہایت آہ و زاری سے اپنے رب تعالیٰ کو پکارا۔ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ: میں آزمائش، مصیبت اور شدت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام رومیوں کے پیغمبر تھے، ان کی اولاد تھی اور مال و دولت بھی تھی، آپ علیہ السلام کا مال ضائع ہو گیا اور اولاد مر گئی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو جسمانی مرض میں مبتلا کر دیا، قوم کے کچھ لوگ آپ کے پاس سے گزرے اور بولے: ایوب کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے اس مصیبت میں مبتلا ہوا ہے، اس موقع پر حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے نہایت عاجزی سے دعا کی۔ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ: اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا میں مدعا کی تصریح نہیں کی بلکہ اپنی عاجزی، انکساری اور مسکنت ظاہر کی اور رب تعالیٰ کی عظمت و رحمت بیان کی تا کہ ان پر اللہ کی رحمت ہو، اس اسلوب بیان میں حسن تلطف ہے جو تصریح میں نہیں پایا جاتا۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ: ہم نے ان کی عاجزی اور دعا قبول کر لی۔ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ: وہ جس آزمائش اور رنج میں مبتلا تھے وہ ہم نے دور کر دیا۔ وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام کے سات بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں وہ سب کے سب مر گئے، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو عافیت عطا فرمائی تو وہ اللہ نے زندہ کر دیے اور ان کی بیوی نے سات بیٹے اور سات بیٹیاں جنم

---

[1] القرطبی ۱۱/۳۴۱ [2] القرطبی ۱۱/۳۴۷

دیں۔ آیت کا معنی ہے کہ ہم نے ایوب کو دنیا میں اس کا گھرانہ عطا کیا اور انہیں بیوی سے ایسی اولاد دی جیسی تھی۔ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا: یہ سب کچھ ہم نے ان کو محض اپنی رحمت سے عطا کیا۔ وَذِكۡرٰى لِلۡعٰبِدِيۡنَ: اور دوسرے عبادت گزاروں کی نصیحت کے لیے یہ سب کچھ انہیں عطا کیا تا کہ وہ بھی ان کی طرح صبر کریں۔ قرطبی کہتے ہیں: بندوں کی نصیحت کے لیے تا کہ جب وہ کسی مشقت میں پڑیں تو صبر کریں اور حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کو یاد رکھیں۔ اور صبر وہمت سے دنیا کے شدائد کا مقابلہ کریں۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے۔ روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال تک آزمائش میں رہے۔ ایک دن آپ علیہ السلام کی بیوی نے کہا: اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں وہ آپ کی آزمائش ختم کر دے، ایوب علیہ السلام نے پوچھا: ہم فراخی وآسودگی میں کتنا عرصہ رہے ہیں؟ جواب دیا: اسی سال۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میری آزمائش اس مدت کو نہیں پہنچی جو فراخی میں گزاری۔[1] وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِدۡرِيۡسَ وَذَا الۡكِفۡلِ: اور اپنی قوم سے اسماعیل بن ابراہیم، ادریس بن شیث اور ذوالکفل کا قصہ بیان کرو۔ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيۡنَ: یہ تمام انبیا اہل احسان واہل صبر تھے، اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرتے رہے اور انہیں جو اذیتیں پہنچتی رہیں ان پر صبر کرتے رہے۔ وَاَدۡخَلۡنٰهُمۡ فِىۡ رَحۡمَتِنَا: ہم نے ان کو صبر ونیکی کی وجہ سے جنت ''جو نعمتوں اور رحمتوں کا ٹھکانا ہے'' میں داخل کیا۔ اِنَّهُمۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ: چوں کہ وہ اہل فضل ہیں اور نیکوکار ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش اور تسبیح

وَذَا النُّوۡنِ:...... یونس کا قصہ اپنی قوم سے ذکر کرو جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا۔ النون مچھلی کو کہا جاتا ہے چوں کہ مچھلی نے آپ علیہ السلام کو نگل لیا تھا اس لیے مچھلی کی طرف منسوب ہیں۔ اِذۡ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا: جب وہ اپنی قوم پر غصہ ہوجانے کی وجہ سے شہر سے چل پڑے تھے چوں کہ آپ علیہ السلام نے قوم کو دعوت ایمان دی، قوم کفر پر مصر رہی اور آپ علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخی کی۔ اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَكُنۡ كَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ: یہ کہنا غلط ہے کہ اپنے رب سے ناراض ہو کر چل دیے۔ ابوحیان کہتے ہیں: یہ قول کسی طرح درست نہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنے رب سے ناراض ہو گئے تھے چوں کہ رب تعالیٰ سے ناراضی منصب نبوت کے شایان شان نہیں ہے۔[2]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: رب تعالیٰ سے ناراض ہونا جائز نہیں چوں کہ یہ اس شخص کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کے مالک ومختار ہونے سے جاہل ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی صفات سے جاہل ہو وہ مؤمن نہیں ہو سکتا، چہ جائے کہ کسی پیغمبر کے متعلق یہ رائے قائم کی جائے، قوم سے ناراض ہونا محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تھا، جو دینی غیرت کا نتیجہ اور کفر واہل کفر سے بغض کا ماحصل ہے۔ فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ: یونس علیہ السلام سمجھے ہم عقوبت میں ان پر تنگی نہیں کریں گے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ: جس کا رزق تنگ کر دیا گیا۔ لَنۡ نَّقۡدِرَ: قدر سے ہے قدرت سے نہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جس نے یہ سمجھا کہ اللہ عاجز ہے وہ کافر ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ناراضی کی نسبت کسی بھی مؤمن کی طرف کرنا جائز نہیں بھلا انبیا کی طرف کیسے جائز ہو سکتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رات کو مجھے قرآن عظیم کی لہروں نے زبردست جھنجوڑے دیے اور میں ان لہروں میں ڈوب کر رہ گیا اور مجھے خلاصی کا کوئی راستہ نہ مل سکا، الا یہ کہ صرف آپ مجھے اس گرداب سے نکال سکتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا بھلا وہ کیا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یونس علیہ السلام سمجھے کہ ان پر قدرت نہیں رکھتا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ: القدر سے ہے ''القدرۃ'' سے نہیں ہے۔ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ: یونس علیہ السلام نے رات کی تاریکی میں اپنے رب کو پکارا اس حال میں کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے۔ ظلمات جمع کا صیغہ اس لیے لایا گیا چوں کہ ایک رات کی تاریکی تھی، دوسری مچھلی کے پیٹ کی اور تیسری سمندر کی۔ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ: آواز یہ لگائی اے میرے رب! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ: اے میرے پروردگار! تو نقص اور ظلم سے پاک ہے، میں ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والا تھا اور اب مجھے ندامت ہوئی ہے اور میں توبہ کرتا ہوں۔ یہ آزمائش

[1] النسفی ۳/۸۷ [2] البحر ۶/۳۳۵

مجھ سے دور کر دے، حدیث میں ہے: کوئی بھی مصیبت میں گرفتار انسان یہ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔[1] فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ: ان کی عاجزی اور فریاد کا ہم نے جواب دیا اور انہیں تنگی اور مصیبت سے نجات دی۔ وَكَذٰلِكَ نُـْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ: جس طرح ہم نے یونس کو آزمائش سے نجات دی اسی طرح ہم مؤمنین کو شدائد اور مشکلات سے نجات دیتے ہیں جب وہ ہم سے فریاد کرتے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ: ......اے محمد! ہمارے پیغمبر زکریا کی خبر یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو نہایت لجاجت، عاجزی اور اخلاص سے پکارا اور رب تعالیٰ کے حضور عرض کیا: اے میرے پروردگار! مجھے اولاد دوارث کے بغیر تنہا نہ چھوڑنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو (۱۰۰) سال تھی جب کہ بیوی کی عمر ننانوے (۹۹) سال تھی۔[2] فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ: یعنی ہم نے زکریا کی دعا قبول کی۔ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى: ہم نے زکریا کو بیٹا عطا کیا درحالیکہ زکریا بوڑھے ہو چکے تھے اور اس کا نام یحییٰ ہے۔ وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ: ہم نے ان کی بیوی کو اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت عطا کی، حالاں کہ وہ بانجھ عورت تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بدخلق اور زبان دراز عورت تھی اللہ تعالیٰ نے اسے حسن خلق سے نوازا۔[3] اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ: اوپر مذکور انبیا کی دعائیں ہم نے اس لیے قبول کیں، چوں کہ وہ سب نیک صالح تھے وہ سراپا طاعت خداوندی تھے، طاعت و نیکی کے کاموں میں وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا: ہماری رحمت کی امید رکھ کر اور ہمارے عذاب سے ڈر کر۔ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ: اور وہ اللہ کے آگے جھکے ہوئے تھے اور ظاہر و پوشیدہ اللہ سے ڈرتے تھے۔

حضرت مریم اور ان کے بیٹے کا تذکرہ

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا: ......یعنی مریم بتول کو یاد کرو جنہوں نے اپنے آپ کو بے حیائی سے پاک رکھا جو نکاح حلال اور زنا سے پاک رہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا﴿۲۰﴾ یعنی مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بے حیا ہوں۔ (سورہ مریم۔ آیت ۲۰)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام کے قصے کے ساتھ مربوط ذکر کیا گیا ہے، دونوں قصوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کو بوڑھے والدین سے پیدا کیا جب کہ جوانی میں ان کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر صرف ماں سے پیدا کیا، اسی لیے زکریا علیہ السلام کے بعد مریم علیہا السلام کے قصے کو ذکر کیا۔[4] فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ: یعنی ہم نے جبرائیل کو حکم دیا اور انہوں نے مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری جوان کے پیٹ تک پہنچی اور وہ اس کی برکت اور اثر سے حاملہ ہوگئیں، آیت میں مِنْ رُّوْحِنَا میں روح کی اضافت اللہ کی طرف کی گئی ہے یہ اضافت تشریف کی ہے۔

امت و وحدت دین واحد

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً: ......اے لوگو! جس دین اور جس ملت پر تمہارا کاربند رہنا تمہارے اوپر واجب ہے وہ ایک ہی ملت ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں اور وہ ملت اسلام ہے اور تمام انبیا پیغام توحید لے کر آئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ تمہارا دین، دین واحد ہے۔ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ: میں ہی تمہارا معبود ہوں، صرف میری عبادت کرو اور عبادت تنہا میرا حق ہے۔ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ: انہوں نے دین میں اختلاف کیا اور مختلف جماعتوں اور گروہوں میں بٹ گئے، کوئی موحد ہوئے، کوئی یہودی کہلائے، کوئی مجوسی اور کوئی نصرانی۔

---

[1] اصل الحدیث فی سنن ابی داؤد [2] الرازی ۲۲/۲۱۷ [3] پہلا قول قتادہ سعید بن جبیر اور اکثر مفسرین کا ہے کذا فی القرطبی ۱۱/۳۳۶ [4] المختصر لابن کثیر ۲/۵۲۰

كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ: ......انہوں نے ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور ان کا حساب ہمارے ذمہ ہے۔ امام رازی کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ انہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا جیسے کوئی جماعت کسی چیز کو اپنے درمیان تقسیم کر لیتی ہے، آیت میں تمثیل ہے، ان کے باہمی اختلاف کرنے کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بیان کیا گیا ہے اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔

مؤمن کی نیکی ضائع نہیں جاتی

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ: ......جو شخص طاعت بجالاتا ہے اور نیکی اور خیر وبھلائی کے اعمال کرتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ مؤمن ہو۔ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ: یعنی اس کا عمل باطل نہیں ہوگا اور اس کے اجر وثواب میں سے کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوگی۔ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ: ہم اس کے اعمال اس کے نامۂ اعمال میں لکھتے ہیں، آیت سے مراد یہ ہے کہ فرشتے مخلوق کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جس بستی کے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان پر دنیا میں واپس لوٹنا ممتنع اور حرام ہے، وہ دنیا میں دوسری بار نہیں آئیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ وہ توبہ نہیں کرتے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: پہلی تفسیر زیادہ ظاہر ہے۔ بحر میں لکھا ہے وہ بستی جس پر اس کے کفر کی وجہ سے ہم نے انہیں ہلاک کرنا مقرر کر دیا دنیا میں ایمان کی طرف ان کا لوٹنا ممتنع ہے (محال ہے) یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے چنانچہ وہ اس وقت لوٹیں گے۔[1]

یاجوج ماجوج کا خروج

حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ: ...... یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کے آگے بطور رکاوٹ کھڑی کی گئی دیوار کھول دی جائے گی۔ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ: یعنی یاجوج وماجوج اپنی کثرت کی وجہ سے ہر ٹیلے، اونچی جگہ اور ہر کونے کھدرے میں تیزی کے ساتھ اتریں گے، آیت سے مراد ہے کہ یاجوج وماجوج اپنی کثرت کی وجہ سے زمین پر فساد پھیلانے کے لیے ہر راستے سے نکلیں گے۔ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ: قیامت کا وقت قریب ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یاجوج وماجوج کے باہر نکلنے کو قربِ قیامت کی نشانی قرار دیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یاجوج وماجوج کے بعد قیامت کا اچانک واقع ہو جانا ایسا ہی ہے جیسے کسی حاملہ عورت کی مدت حمل پوری ہو چکی ہو اور وہ کسی بھی وقت دن کو یا رات کو بچہ جنم دے دے۔[2]

فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: ......هِیَ: ضمیر شان ہے یعنی شان یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی گویا قیامت کی ہولناکی سے وہ چکرا رہے ہوں گے۔ گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے آنکھیں بند نہیں ہو پائیں گی۔ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا: یعنی کہیں گے: ہائے ہماری ہلاکت! ہائے ہماری حسرت! ہم دنیا میں اس برے انجام اور اس کڑے دن کے متعلق غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ: سابق قول سے اعراض کیا ہے اور نہایت دردناک حقیقت کے بارے میں خبر دیں گے۔ آیت کا معنی ہے کہ: ہم غفلت میں نہیں تھے چوں کہ ہمیں پیغمبر نصیحت کرتے رہے تھے اور آیات ہمیں آگاہ کرتی رہی تھیں بلکہ تکذیب کر کے اور ایمان نہ لا کر ہم ہی نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔

دوزخ کا ایندھن

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: ......اے مشرکین! تم اور تمہارے خدا جن کی تم عبادت کرتے ہو بت اور مورتیاں حَصَبُ جَهَنَّمَ: یہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ ابوحیان کہتے ہیں: الحصب وہ چیز جو جہنم کی آگ میں ڈالی جائے گی، جہنم میں ڈالے جانے سے پہلے اس پر حصب کا اطلاق از روئے مجاز ہے۔[3] اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ: تم بتوں کے ساتھ دوزخ کی آگ میں داخل ہو گے، اللہ تعالیٰ کفار کو جہنم میں ان کے معبودان

---

[1] البحر ۶/ ۳۳۸ [2] زاد المسیر ۵/ ۳۸۹ [3] البحر ۶/ ۳۴۰

کے ساتھ اس لیے جمع کرے گا تا کہ کفار کے رنج وغم اور الم میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوتا رہے۔لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا: اگر یہ بت جن کی تم عبادت کرتے رہے خدا ہوتے، جہنم میں نہ جاتے۔وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ: عبادت کرنے والے اور عبادت کروانے والے سب دوزخ میں جائیں گے۔لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ: دوزخ کی آگ میں ان کفار کی بھیانک چیخ و پکار ہوگی۔ زفیر سانس کی ایسی آواز جو غمزدہ دل سے نکل رہی ہو۔ یہ آواز غمزدہ اور زخمی کی آہوں سے ملتی جلتی ہے۔وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ: اور وہ جہنم میں کوئی چیز نہیں سن پائیں گے چوں کہ انہیں بہرہ کر کے جمع کیا جائے گا۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا: یعنی ہم کفار کو قیامت کے روز چہروں کے بل جمع کریں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے قرطبی کہتے ہیں: اشیا کے سننے میں ایک طرح کا انس اور لگاؤ ہوتا ہے جب کہ کفار دوزخ میں اس سہولت سے محروم ہوں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جو لوگ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باقی رہ جائیں گے انہیں آگ کے بنے ہوئے تابوتوں میں بند کر دیا جائے گا جس میں آگ کی میخیں لگی ہوں گی اس لیے وہ کچھ بھی نہیں سن پائیں گے۔ اور کوئی شخص بھی دیکھ نہیں پائے گا کہ دوزخ میں اس کے علاوہ بھی کسی اور کو عذاب ہو رہا ہے۔[۱] اس کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہی مذکورہ بالا آیت تلاوت کی۔

اہل جنت کا دوزخ سے بُعد

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى:......جن لوگوں کے لیے سعادت و خوشحالی کا فیصلہ ہو چکا۔اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ: یعنی یہی وہ لوگ ہوں گے جو دوزخ سے دور رہیں گے انہیں نہ دوزخ کی تپش پہنچے گی اور نہ ہی اس کا عذاب چکھیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کے اولیا کی شان ہے جو پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے جب کہ کفار باقی رہ جائیں گے اور وہ گھٹنوں کے بل مجبور ہو کر رہ جائیں گے۔[۲] لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا: وہ آگ کی سرسراہٹ اور اس کے شعلوں کی جنبش تک نہیں سنیں گے۔وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ: وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے جنت میں وہ جس چیز کی خواہش کریں گے انہیں ملے گی اور آنکھیں جس چیز سے لذت حاصل کریں گی وہ انہیں ضرور ملے گی۔لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ: قیامت کے دن اور دوبارہ اٹھائے جانے کی ہولناکیاں انہیں بے چین نہیں کریں گی وہ قیامت کی دہشت سے امن میں رہیں گے۔وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ: جنت کے دروازوں پر فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور انہیں مبارکباد دیں گے اور کہہ رہے ہوں گے۔هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ: یہ شرف و کرامت کا دن ہے اور کامیابی کا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا لہٰذا تم لوگ خوش ہو جاؤ اب تمہارے لیے خوشحالی ہے۔يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ: اس دن کو یاد کرو جب ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے صحیفہ تحریروں پر لپیٹ دیا جاتا ہے۔ لام بمعنی علیٰ ہے۔

جس طرح پہلی بار پیدا کیا اُسی طرح دوبارہ پیدا کر دیا جائے گا

كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ:......یعنی ہم انہیں اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ سب ننگے پاؤں، ننگے بدن، اور غیر مختون ہوں گے جیسے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ حدیث میں ہے: تم سب اللہ کے پاس جمع کیے جاؤ گے اس حال میں کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون ہوں گے، جیسے ہم نے پہلی بار پیدا کیا اسی طرح ہم دوبارہ پیدا کر دیں گے، یہ ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنے کا ہم نے وعدہ کیا ہوا ہے۔'' سن لو! قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے الحدیث۔وَعْدًا عَلَيْنَا: پکا وعدہ ہے جس کے خلاف نہیں ہوگا اور اس میں رد و بدل نہیں ہوگا اسے پورا کرنا ہمارے ذمہ ہے۔اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ: ہم جو چاہتے ہیں اس پر قدرت رکھتے ہیں، یہ جملہ بعث بعد الموت کی تاکید ہے۔وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ: زبور جو داؤد پر نازل کی گئی اس میں ہم نے لکھ دیا ہے۔مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ: ازل میں لوح محفوظ میں لکھ دینے کے بعد۔اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ: یہ کہ جنت کے وارث مؤمنین صالحین ہوں گے۔

---

[۱] القرطبی ۱۱/ ۳۴۵ [۲] مختصر ابن کثیر ۲/ ۵۲۳

زمین کا وارث

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تورات، زبور میں اور آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے پہلے اس کے علم میں ہے کہ وہ امت محمد ﷺ کو زمین کا وارث بنائے گا اور انہیں جنت میں داخل کرے گا اس حال میں کہ وہ نیک صالح ہوں گے۔ قرطبی کہتے ہیں: سب سے اچھا قول یہ ہے کہ آیت میں الْاَرْضَ: سے مراد ارض جنت ہے، چوں کہ دنیا کی زمین کے وارث صالحین وفاجرین سب ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اس کی تائید سورۂ زمر کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ: کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا۔ اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ آیت میں عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ: سے مراد امت محمد ﷺ ہے۔ مجاہد کہتے ہیں۔ الزَّبُوْرِ: سے مراد نازل کی گئیں کتب ہیں اور الذِّكْرِ: سے مراد ام الکتاب یعنی لوح محفوظ ہے۔ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ: اس سورت میں جو اخبار، واقعات، وعدہ، وعید اور نصیحت آموز باتیں لکھی گئی ہیں یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جو اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں اور شیطان کی طاعت پر اللہ تعالیٰ کی طاعت کو ترجیح دیتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ:...... اے محمد! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام مخلوق کے لیے رحمت بنا کر حدیث میں ہے: میں اللہ کی طرف سے تمہیں ہدیہ میں دی گئی رحمت ہوں۔[1] سو جس شخص نے یہ رحمت قبول کی اور اس کا شکر ادا کیا وہ دنیا وآخرت میں سعادت مند ہوگا۔ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے: میرے پروردگار نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ تمہارا معبود جو عبادت کا مستحق ہے وہ صرف ایک ہی معبود ہے جو یکتا وبے نیاز ہے۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ: استفہام بمعنی امر ہے: یعنی أسلموا اسلام لے آؤ اور اس کے حکم کے آگے جھک جاؤ۔

متعین زمانے تک عارضی فائدہ اٹھالو پھر اللہ تعالیٰ کا دردناک عذاب پکڑے گا

فَاِنْ تَوَلَّوْا:...... اگر وہ اسلام سے منہ پھیریں۔ فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ: ان سے کہہ دیں کہ میں نے تمہیں حق بات سے علی الاعلان آگاہ کر دیا ہے، میں نے کسی ایک کو مخصوص نہیں کیا۔ وَاِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ: میں نہیں جانتا یہ عذاب کب ہوگا؟ اور یہ بھی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ لامحالہ قیامت واقع ہو کر رہے گی، لیکن قیامت کے قریب وبعید ہونے کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، ظاہری چیزوں کو بھی جانتا ہے اور پوشیدہ چیزوں کو بھی، وہ اپنے علم کے مطابق سب کو بدلہ دے گا۔ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ: مجھے نہیں معلوم، شاید یہ ڈھیل اور تمہاری سزا کی تاخیر تمہارے لیے آزمائش ہو سکتی ہے تاکہ تمہارے رویہ کو دیکھا جائے۔ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ: شاید یہ تاخیر اس لیے ہو کہ تم متعین زمانے تک عارضی فائدہ اٹھالو پھر اللہ تعالیٰ کا دردناک عذاب تمہیں پکڑے گا۔ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ: یعنی میرے اور ان جھٹلانے والوں کے درمیان فیصلہ کر دے اور ہمارے درمیان حق پر مبنی فیصلہ کر۔ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ: تم لوگ جو کفر اور تکذیب کرتے ہو اس پر صبر کرنے پر میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ سورۂ کریمہ کا اختتام اس امر پر ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اپنے معاملات اللہ کے سپرد کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور فراخی کی توقع اللہ ہی سے کی جا سکتی ہے وہ بہترین مددگار اور معاون ہے۔

بلاغت: وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ:...... میں نہایت خاکساری سے رحمت طلب کی گئی ہے، جب کہ ارحمنی نہیں کہا۔ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔

الصّٰبِرِيْنَ۝ الصّٰلِحِيْنَ:...... میں تجنیس ناقص ہے۔ رَغَبًا وَّرَهَبًا: میں طباق ہے۔ اسی طرح بَدَاْنَاۤ نُعِيْدُهٗ: میں اور اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ: میں بھی

---

[1] اخرجہ الحافظ ابن عساکر

طباق ہے۔ فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا: میں ''روح'' کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے یہ اضافت برائے تشریف ہے۔ جیسے ناقۃ اللہ میں اضافت تشریف ہے۔ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ اختلاف دین اور ان کے مختلف جماعتوں میں بٹ جانے کو ایک ایسی جماعت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو کسی چیز کو تقسیم کر رہی ہو اور ہر فرد کا حصہ الگ الگ تقسیم کرے یہ استعارہ لطیفہ ہے۔ يٰوَيْلَنَا: میں ایجاز حذف ہے، تقدیری عبارت یوں ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَنَا:...... اسی طرح اس آیت میں بھی ایجاز حذف ہے۔ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ، هٰذَا يَوْمُكُمُ یعنی تقول لهم. نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ: میں تشبیہ مرسل مفصل ہے۔ یعنی ایسے لپیٹنا جیسے صحیفہ تحریروں پر لپیٹ دیا جاتا ہے۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ:...... میں استفہام بمعنی امر ہے۔ فَاعْبُدُوْنِ، راجعون، کاتبون: میں خوبصورت سجع بندی ہے۔ اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورۂ انبیاء کی تفسیر کا ترجمہ آج جمعرات وجمعہ کی درمیانی شب بعد از نماز عشا بتاریخ ۴ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۰/ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو مکمل ہوا، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے۔ اور بقیہ ترجمہ کی توفیق عطا فرمائے آمین

سورۂ حج

تعارف:...... سورۂ حج مدنی ہے، یہ سورت تشریعی امور کو شامل ہے جیسے دیگر مدنی سورتوں کا حال ہے، گو سورۂ حج مدنی ہے لیکن اس پر مکی سورتوں کی فضا چھائی ہوئی ہے، چنانچہ ایمان و توحید کا موضوع، ڈرانا، خوف دلانا، بعث بعد الموت، قیامت کا منظر اور اس کی ہولناکیاں نمایاں موضوعات ہیں۔ حتیٰ کہ قاری کو خیال گزرتا ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ جب کہ سورۂ مبارکہ میں قتال کی اجازت، احکام حج و ہدی، جہاد فی سبیل اللہ کا حکم وغیرہ موضوعات بھی زیر بحث آئے ہیں اور یہ موضوعات مدنی سورتوں کے خصائص میں سے ہیں، انہی دو طرفہ موضوعات کے پیش نظر بعض علما نے اس سورت کو مکی و مدنی ہونے میں مشترکہ شمار کیا ہے۔

سورۂ کریمہ کی ابتدا نہایت خوفناک مطلع سے کی گئی ہے، جس سے دل دہل جاتے ہیں اور عقول کانپ اٹھتی ہیں، یہ قیامت کے قبل زلزلہ کی ہولناکی ہے، انسانی ذہن پر اس ہولناکی کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس زلزلے کی ہولناکی سے نہ صرف در و دیوار متاثر ہوں گے بلکہ دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔ لوگ ایسے حواس باختہ ہوں گے گویا شراب سے دھت پڑے ہیں، حالاں کہ ان پر شراب کا نشہ نہیں ہوگا لیکن قیامت کی ہولناکی شدید ہوگی جو دلوں کو بھی ہلا کر رکھ دے گی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① (سورۃ الحج، آیت ۱)

قیامت کی ہولناکیاں بیان کرنے کے بعد کلام بعث بعد الموت کی طرف منتقل ہوا ہے تاکہ بعث بعد الموت پر ٹھوس دلائل قائم ہو جائیں۔ پھر دار الجزا کی طرف انتقال ہوا ہے، چوں کہ انسان کو اپنے اعمال کا بدلہ ملنا ہے اگر اعمال اچھے ہوئے تو ان کی جزا بھی اچھی ہوگی اگر اعمال برے ہوئے تو ان کی جزا بھی بری ہوگی۔

سورۂ کریمہ میں قیامت کے بعض مناظر بیان کیے گئے ہیں، چنانچہ نیکوکاروں کا ٹھکانا جنت ہے اور بدکاروں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

پھر کلام کفار کے ساتھ جہاد کرنے کی حکمت کی طرف منتقل ہوا ہے، سورۂ مبارکہ میں تباہ شدہ بستیوں پر بھی کلام کیا گیا ہے چوں کہ جو لوگ ظلم و سرکشی کے مرتکب ہوتے ہیں ان کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں اور یہی سنت اللہ ہے۔ نیز اس میں مسلمانوں کو اطمینان و تسلی دینا بھی ہے۔

سورہ کے اختتام میں مشرکین کی عبادت کی ایک مثال بیان کی گئی ہے، سورۂ مبارکہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ معبودان نہایت عاجز اور حقیر تر ہیں وہ تو ایک مکھی بھی تخلیق نہیں کر سکتے، چہ جائے کہ دیکھتے سنتے انسان کی تخلیق کر سکیں۔ سورۂ کریمہ میں ملت ابراہیم خلیل اللہ کی اتباع کی دعوت دی گئی ہے جب کہ توحید و ایمان ملت ابراہیم کے اہم ارکان ہیں۔

وجہ تسمیہ:...... سورۂ مبارکہ کا نام "سورۂ حج" اس لیے رکھا گیا ہے چوں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں میں حج بیت اللہ کے لیے اعلان کیا، چنانچہ پہاڑوں کی رکاوٹیں دور ہو گئیں اور آپ علیہ السلام کی آواز زمین کے کونے کونے تک پہنچی اور آپ علیہ السلام کی پکار صلب و مادر رحم میں پڑے نطفوں اور حملوں نے سن لی اور جواب میں لبیک اللھم لبیک کہا۔

اٰيَاتُهَا ۷۸ | (۲۲) سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۳) | رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ② وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ③ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ

مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ
فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ
لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ
وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى
الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ
اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٦﴾ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ
يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ﴿٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ ﴿٨﴾ ثَانِيَ
عِطْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٩﴾ ذَٰلِكَ بِمَا
قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿١٠﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ ع۸
أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ
هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١١﴾ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ﴿١٢﴾
يَدْعُو لَمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ ۚ لَبِئْسَ الْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ ﴿١٣﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ
يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ
مَا يَغِيظُ ﴿١٥﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ﴿١٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ
هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ
إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ السجدۃ
وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ ﴿١٨﴾

ترجمہ:.....اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے۔ ① جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اسے بھول جائے گی جسے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی، اور اے مخاطب! تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ نشے کی حالت میں ہیں حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب سخت چیز ہے۔ ② اور بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان

کا اتباع کرتے ہیں، (۳) جس کے بارے میں یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو بھی کوئی شخص اس سے دوستی کرے گا تو وہ اسے گمراہ کر دے گا اور اسے دہکتی ہوئی آگ کے راستہ پر ڈال دے گا۔ (۴) اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کی طرف سے شک میں ہو تو بلاشبہ ہم نے مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی بنی ہوئی صورت سے اور جو صورت ابھی نہ بنی ہو اس سے تمہیں پیدا کیا تاکہ ہم تمہیں بتائیں، اور ہم اپنی مشیت کے موافق مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر تمہیں اس حال میں نکالتے ہیں کہ تم بچے کی صورت میں ہوتے ہو، پھر تاکہ تم اپنی قوتوں کو پہنچ جاؤ، اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو اٹھا لیے جاتے ہیں اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو نکمی عمر کو پہنچ جاتے ہیں۔ تاکہ علم کے بعد کچھ بھی نہ جانیں اور اے مخاطب! تو زمین کو بھی سوکھی پڑی ہوئی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور وہ بڑھ جاتی ہے اور ہر طرح کے خوشنما جوڑے اگا دیتی ہے۔ (۵) یہ اس وجہ سے کہ اللہ حق ہے اور وہ مردوں کو زندہ فرماتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۶) اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، اور بلاشبہ اللہ ان کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔ (۷) اور بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی ایسی کتاب کے جو روشنی دکھانے والی ہو۔ اللہ کی ذات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ (۸) یہ ایسا شخص ہے جو گردن کو موڑ کر چلا جاتا ہے تاکہ اللہ کے راستے سے ہٹا کر لوگوں کو گمراہ کرے، اس کی لیے دنیا میں ذلت ہے اور ہم اسے قیامت کے دن جلنے کا عذاب چکھائیں گے۔ (۹) یہ اس وجہ سے ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا، اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ (۱۰) اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی عبادت اس طرح کرتے ہیں جیسے کوئی شخص کنارے پر ہو پھر اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچ گئی تو اس کی وجہ سے مطمئن ہو گیا اور اگر کچھ آزمائش آ گئی تو اپنے چہرے کے بل پلٹ گیا وہ دنیا اور آخرت کے اعتبار سے تباہ ہو گیا۔ یہ کھلی ہوئی تباہی ہے (۱۱) یہ شخص اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتا ہے جو اسے نہ ضرر دے اور نہ نفع دے۔ یہ دور والی گمراہی ہے۔ (۱۲) وہ اسے پکارتا ہے جس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے واقعی وہ برا دوست ہے اور برا رفیق ہے۔ (۱۳) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ انہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، (۱۴) جو شخص یہ خیال کرتا ہو کہ اللہ دنیا میں اور آخرت میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرے گا تو اسے چاہیے کہ آسمان تک ایک رسی تان لے پھر کاٹ دے پھر دیکھ لے آیا اس کی تدبیر اس کے غیظ کی چیز کو ختم کر سکتی ہے (۱۵) اور ہم نے اسی طرح کھلی ہوئی آیات نازل کیں اور بلاشبہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ (۱۶) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہیں اور جو فرقہ صابئین ہے اور نصاریٰ ہیں اور جو مجوس ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا بلاشبہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (۱۷) اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جن پر عذاب کا استحقاق ہو چکا ہے، اور اللہ جسے ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں، بلاشبہ اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ (۱۸)

لغات: **زَلْزَلَةَ:**......شدید حرکت، بھونچال، لغوی معنی، کسی چیز کا حرکت کر کے اپنی جگہ سے ہل جانا۔ مقولہ ہے: **وزلزل الله قدمه** یعنی اللہ نے اس کے قدم ہلا دیے، یہ لفظ کسی چیز کی ہولناکی بیان کرنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ **تَذْهَلُ**: **ذهل عن الشئی** غم وحزن کی وجہ سے کسی چیز سے غافل ہونا۔ **مُضْغَةٍ**: گوشت کا چھوٹا سا لوتھڑا جتنا منہ میں چبایا جاتا ہے۔ **مُخَلَّقَةٍ**: تام الخلقت، جس کی تخلیق مکمل ہو چکی ہو۔ **بَهِيجٍ**: خوبصورتی جو دیکھنے والے کو مسرور کر دے۔ **عِطْفِهٖ**: **العطف**: پہلو۔ مقولہ ہے: **فلان ینظر فی اعطافه**۔ فلاں شخص اپنے اردگرد دیکھتا ہے، چادر کو **العطاف** اور **المعطف** کہا جاتا ہے چوں کہ چادر دونوں پہلوؤں پر لٹکالی جاتی ہے۔ **الْعَشِيْرُ**: دوست، رفیق۔

تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب

تفسیر: **يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ**:......تمام انسانوں سے خطاب ہے یعنی اللہ کے عذاب سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کی طاعت بجالاؤ، اس کے احکام پورے کرو اور نواہی سے اجتناب کرو۔ تقویٰ کا معنی اکثر علما نے یہ بیان کیا ہے کہ اطاعت خداوندی اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب، اسی

لیے بعض علما نے کہا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو اس جگہ نہ دیکھو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے اور جہاں کا حکم دیا ہے وہاں تم اپنے آپ کو گم نہ پاؤ۔

زلزلہ قیامت کی ہولناکی

اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ: ......تقویٰ کا جو حکم دیا گیا ہے یہ اس کی تعلیل ہے، یعنی قیامت سے پہلے جو زلزلہ ہونا ہے وہ عظیم چیز ہے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا: اس سخت ترین دن اس عظیم زلزلہ کو دیکھو گے اور اس کی ہولناکی دیکھو گے۔ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى: تم لوگوں کو دیکھو گے گویا ان پر نشے طاری ہے اور ایسے چکرا رہے ہوں گے جیسے نشے میں دھت انسان ہوتا ہے اور اس پر خوف بھی طاری ہو۔ وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰى: اور وہ حقیقت میں شراب کے نشے سے دھت نہیں ہوں گے۔ وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیۡدٌ: جس آفت میں لوگ گرفتار ہوں گے یہ اس کا استدراک ہے یعنی لوگ حقیقت میں نشہ میں دھت نہیں ہوں گے لیکن قیامت کی ہولناکیاں اور شدائد لوگوں کی عقول پر طاری ہوں گی، ان کی فکر و سوچ سلب ہوجائے گی، حواس مفقود ہوں گے اور اللہ کے عذاب کی وجہ سے سہمے ہوئے ہوں گے۔

اللہ کی باتوں سے جھگڑنے والے

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ: ......بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی صفات کے متعلق بلا دلیل جھگڑتے ہیں اور ایسی باطل باتیں کہتے ہیں جن میں کوئی بھلائی نہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی، اور یہ جھگڑتا تھا، کہتا تھا: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور قرآن پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہے، اور بعث بعد الموت کی کوئی حقیقت نہیں۔ ابو مسعود کہتے ہیں آیت عام سرکشوں کے لیے ہے۔[1]

وَّیَتَّبِعُ كُلَّ شَیۡطٰنٍ مَّرِیۡدٍ: ......اور وہ ہر سرکش کے پیچھے چلتا ہے جیسا کہ کفر کے سرغنوں کی عادت ہے جو راہِ حق سے روکنے والے ہوتے ہیں۔ كُتِبَ عَلَیۡهِ اَنَّهٗ مَنۡ تَوَلَّاهُ: اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کردیا ہے کہ جو شخص شیطان سے دوستی کرتا ہے۔ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَیَهۡدِیۡهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیۡرِ: شیطان تو اسے گمراہ کرتا ہے اور بھڑکتی ہوئی دوزخ کی آگ کی طرف اسے لے جائے گا۔ وَیَهۡدِیۡهِ: کے لفظ سے تعبیر بطور تہکم ہے۔ اوپر اللہ تعالیٰ کی قدرت میں جھگڑنے والوں کا ذکر کیا اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والوں کا ذکر کیا، اب آگے بعث بعد الموت پر دو واضح دلیلوں کا ذکر کیا ہے، ایک دلیل انسان کے متعلق ہے اور دوسری نباتات کے بارے میں۔

تخلیق انسانی کے درجات اور مختلف احوال

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ: ......تمہارے مرنے کے بعد تمہیں زندہ کرنے پر ہماری قدرت کے متعلق اگر تمہیں شک ہو تو اپنی اصل تخلیق کے بارے میں غور کرو تاکہ تمہارا شک جاتا رہے، چنانچہ تمہارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، جو ذات تمہیں پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ تمہیں دوسری بار پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اور جو ذات زمین سے سبزہ نکالنے پر قادر ہے وہ ذات تمہیں مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ: پھر ہم نے تمہاری نسل نطفے سے چلائی جو مرد کی صلب سے منی کی صورت میں خارج ہوتا ہے، قرطبی کہتے ہیں: نطفے کا معنی قطرہ ہے، قلیل ہونے کی وجہ سے اسے نطفہ کہتے ہیں۔[2]

ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ: ......علقہ وہ جامد خون جو حوض اور پانی میں پائی جانے والی جھلی کے لوتھڑے کے مشابہ ہوتا ہے۔ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ: یعنی پھر گوشت

---

[1] ارشاد العقل السلیم ۴/ ۴۳ [2] القرطبی ۱۲/ ۶

کے ٹکڑے سے جو چبائی جانے والی بوٹی کے مشابہ ہوتا ہے۔ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ: جو کبھی پورا اور مکمل بھی ہوتا ہے اور کبھی پورا اور مکمل نہیں ہوتا۔ ابن زید کہتے ہیں: المخلقة سے مراد جس کے جملہ اعضا سر، ٹانگیں اور ہاتھ اللہ تعالیٰ بنا دے اور غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ: جس میں کسی عضو کی کمی ہو۔ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ: ہم نے تمہیں اس انوکھے نمونے پر پیدا کیا ہے تاکہ تم ہمارے اسرار ہائے قدرت وحکمت سمجھ سکو۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔ یعنی تاکہ تم ہماری قدرت کی درجہ بندی سمجھ سکو، اور یہ کہ جو ذات پہلی بار انسان کو مٹی سے پیدا کرنے پر قادر ہے پھر دوسری بار نطفے سے پیدا کرنے پر قادر ہے جب کہ مٹی اور پانی میں مناسبت نہیں وہ ذات نطفے کو جمے ہوئے خون کا لوتھڑا بنانے پر قادر ہے جب کہ ان دونوں میں تباین اور عدم مناسبت ہے۔ پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا بنانا اور پھر اسے ہڈیوں میں تبدیل کرنا، لامحالہ یہ کام قدرت والی ذات کا ہے اور وہ ذات دوبارہ زندہ کرنے اور دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے بلکہ وہ ذات تو ایسا کرنے پر زیادہ قدرت رکھتی ہے اور از روئے قیاس ایسا کرنا تو زیادہ آسان ہے۔[1] وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ: ماؤں کے رحم میں ہم جسے چاہتے ہیں ٹھہرائے رکھتے ہیں تاکہ اس کی خلقت تام و مکمل ہو جائے۔ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى: مقررہ وقت تک اور مقررہ وقت وضع حمل کا وقت ہے۔ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا: پھر ہم اس جنین کو کمزور سے بچے کی صورت میں نکال لیتے ہیں، اس بدن میں ضعف ہوتا ہے نہ وہ سن سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے حواس کام کر سکتے ہیں، پھر ہم اسے آہستہ آہستہ قوت دیتے ہیں۔ ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ: پھر تم اپنی کامل قوت وعقلمندی کو پہنچ جاتے ہو۔ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ: اور تم میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو عنفوان شباب ہی میں مرجاتے ہیں۔ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ: اور تم میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو بڑھاپے کی عمر تک پہنچتے ہیں اور انہیں بڑھاپے میں کمزوری اور ضعف عقل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا: تاکہ وہ ان حالات کی طرف لوٹ جائے جن کا اس نے بچپن میں سامنا کیا تھا اور وہ اعضا کی کمزوری، سٹھیا جانا، قلت فہم وغیرہ ہیں۔ چنانچہ اس عمر میں پہنچ کر اسے جن چیزوں کا علم ہوتا ہے انہیں بھول جاتا ہے اور جن چیزوں کو وہ پہچانتا تھا ان کا انکار کرنے لگتا ہے اور اسے جن امور پر قدرت تھی ان سے عاجز ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۖ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾ یعنی جسے ہم عمر طویل دیتے ہیں اسے ہم اوندھا کر دیتے ہیں۔ (سورہ یٰس، آیت ۶۸)

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً...... یہ بعثت بعد الموت پر دوسری دلیل ہے، یعنی اے مخاطب! اے جھگڑنے والے! تم زمین کو خشک و مردہ دیکھتے ہو اس کی سطح پر سبزہ نہیں ہوتا۔ فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ: اور جب ہم زمین پر بارش برساتے ہیں تو زمین لہلہاتے سبزہ کے لیے متحرک ہو جاتی ہے چنانچہ مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ وَأَنبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ: اور ہر عجیب صنف سے ایسا سبزہ نکلتا ہے جو دیکھنے والے کو خوش کر دیتا ہے اور اس کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ: اوپر جو کچھ مذکور ہوا یعنی انسان کی تخلیق اور زمین سے سبزہ نکالنا یہ سب اس لیے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ ہی خالق ہے اور وہی مخلوقات کی تخلیق کی تدبیر کرنے والا ہے، اور یہ کہ کائنات میں ایسے آثار پائے جاتے ہیں جو اللہ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور اس امر پر شاہد ہیں کہ اللہ معبود برحق ہے۔ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ: اور یہ کہ اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے جیسے کہ وہ مردہ زمین کو سبزے سے زندہ کر دیتا ہے۔ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ: اور یہ کہ وہ اپنے ارادے کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا: اور اس لیے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے اور وقوع قیامت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ: اور یہ کہ اللہ مردوں کو زندہ کرے گا اور انہیں مٹی ہو جانے کے بعد پھر لوٹائے گا اور انہیں حساب کے لیے محشر میں جمع کرے گا۔

بغیر علم کے اللہ کی شان کے متعلق جھگڑنا

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ...... یعنی بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو بغیر کسی علم کے اللہ تعالیٰ کی شان کے متعلق جھگڑتے ہیں، جب کہ ان کے پاس ایسا علم نہیں جو انہیں معرفت تک رسائی حاصل کرنے میں معاون ہو اور نہ ہی ان کے پاس کوئی روشن

---

[1] الکشاف ۳/ ۱۴۲

کتاب ہے بلکہ محض رائے اور انکل سے باتیں بنارہے ہیں۔ ابن عطیہ کہتے ہیں: کلام میں توبیخ کے لیے تکرار لایا گیا ہے، گویا یوں کہا جارہا ہے کہ یہ امثال بالکل واضح ہیں جب کہ لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو بلا دلیل اللہ کی شان کے متعلق جھگڑتے ہیں۔[1] ثَانِيَ عِطْفِهٖ: اس حال میں کہ وہ حق سے منہ موڑے ہوئے ہے اور کفر کے مارے اپنی گردن پھیرے رکھتا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی جب اسے حق کی طرف بلایا جاتا ہے تو متکبرانہ انداز میں انکار کردیتا ہے۔ زمخشری کہتے ہیں: ''ثانی عطفه'' تکبر سے عبارت ہے، جیسے کوئی شخص اپنا رخسار دوسری طرف موڑ لیتا ہے۔[2] لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: وہ ایسا اس لیے کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے دین اور اس کی شریعت سے روکے۔ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ: دنیا کی زندگانی میں ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن چکی ہے۔ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ: ہم اسے آخرت میں جلادینے والی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ: یہ رسوائی اور عذاب اسے اس وجہ سے ہوگا جو اس نے کفر وگمراہی کا ارتکاب کیا۔

منافقین کی حالت

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ:...... جب کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ: یعنی لوگوں میں ایک شخص وہ بھی ہے جو دین سے الگ ایک طرف رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے، آیت میں ان لوگوں کی تمثیل ہے جو تذبذب میں پڑے ہوئے ہیں اور پختگی ویقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ وہ قلق واضطراب میں پڑے ہیں۔ جیسے کوئی شخص لشکر کے ایک کنارے پہ پڑا ہوتا ہے، چنانچہ اگر اسے کامیابی یا غنیمت کا احساس دل میں ابھرے تو میدان جنگ میں جم جاتا ہے ورنہ بھاگ جاتا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ صفت منافق کی ہے جو صرف زبان سے اللہ کی عبادت کرتا ہے، دل سے اللہ کی عبادت نہیں کرتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ایک شخص مدینہ آیا کرتا تھا اگر اس کی بیوی لڑکا جنم دیتی اور گھوڑیاں بچے دیتیں تو کہتا یہ اچھا دین ہے اور اگر اس کی بیوی لڑکا جنم نہ دیتی اور گھوڑیاں بچے نہ دیتیں تو کہتا یہ برا دین ہے۔[3]

فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ:...... اگر اسے اپنی زندگی میں اچھائی نصیب ہوتی یعنی وہ صحت مند رہتا ہے اور مالی لحاظ سے فراخی میں رہتا ہے تو دین پر قائم رہتا ہے۔ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ: اور اگر وہ مصیبت میں پڑ جائے اور اسے برے حالات کا سامنا کرنا پڑے تو وہ کفر کی طرف لوٹ آتا ہے اور مرتد ہوجاتا ہے۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ: اس نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو ضائع کردیا اور ابدی بدبختی اس کا مقدر بن چکی۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ: یہ بالکل خسارہ ہے جس کے مثل کوئی خسارہ نہیں۔ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ: وہ بت کی عبادت کرتا ہے جو نفع ونقصان کا مالک نہیں۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ: یہ انتہادرجے کی گمراہی ہے جس کے بعد گمراہی کا کوئی درجہ نہیں رہتا۔ کفار کی حالت کو اس شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو بے آب وگیاہ صحرا میں راستہ بھول گیا ہو۔ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ: وہ بتوں کی عبادت کرتا ہے جو اسے رسوا کن نقصان پہنچاتے ہیں، اس کی رسوائی نفع سے کہیں زیادہ ہے جب کہ اسے موہوم نفع یعنی سفارش کی محض بھونڈی توقع ہے جس کا وجود کالعدم ہے۔ آیت کریمہ کی تفسیر کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ آیت علی الفرض والتقدیر ہے۔ یعنی اگر اس کا نفع یا نقصان بالفرض تسلیم کرلیا جائے تو اس کا نقصان نفع سے کہیں زیادہ ہے، چنانچہ آیت کریمہ کا سیاق وسباق اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ جہالت وسفاہت کا شکار ہے۔ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ: ایسا مددگار بہت برا ہے اور ایسا قریبی اور ساتھی بھی بہت برا ہے۔

آخرت میں مؤمنین کی حالت

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ:...... قبل ازیں مشرکین اور منافقین کا حال ذکر ہوا اور اب مؤمنین کا آخرت میں حال ذکر کیا جارہا ہے۔ آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ سچے مؤمنین کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے محلات کے نیچے سے دودھ،

---

[1] البحر ۶/ ۳۵۴ [2] الکشاف ۳/ ۱۴۴ [3] القرطبی ۱۲/ ۱۷

شراب اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہوں گی اور مؤمنین باغات میں خوش وخرم ہوں گے۔اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ثواب عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ اس سے کوئی بھی باز پرس کرنے والا نہیں ہے۔ اللہ کے فضل سے مؤمنین کے لیے جنت ہے اور کفار کے لیے دوزخ ہے، اسی فیصلے میں اس کا عدل وانصاف ہے۔

حاسد دین کا غصہ اللہ کی نصرت کو نہیں روک سکتا

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ: ...... جس شخص کا گمان ہو کہ اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں کرے گا۔فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ: اسے چاہیے کہ چھت کے ساتھ رسی باندھ کر اپنا گلا گھونٹ لے۔فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ: وہ دیکھے آیا کہ اس سے اس کے سینے کا غیظ وغضب ٹھنڈا ہو جائے گا اور اس کے دل کی بھڑاس نکل جائے گی؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، معنی کے اعتبار سے یہ قول زیادہ ظاہر ہے اور تہکم میں زیادہ بلیغ ہے۔ آیت کا معنی ہے: جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ محمد کا حامی وناصر نہیں اور اس کی کتاب ودین کا حامی نہیں اسے چاہیے کہ وہ خودکشی کر لے، سو اگر یہ آدمی غیظ رکھنے والا ہے تو سن لے اللہ محمد کا حامی وناصر ہے۔وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ: اسی طرح حکم بالغ پر مشتمل نزول کی طرح ہم نے قرآن عظیم نازل کیا ہے جس کی واضح آیات معانی پر دلالت کرتی ہیں۔وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ: یہ کہ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے اور اس کے علاوہ کوئی ہدایت دینے والا نہیں، وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے سیدھی راہ کی طرف۔

مؤمنین اور گمراہ فرقوں کے درمیان اللہ کا فیصلہ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: ...... جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی یہ وہ لوگ ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متبعین ہیں۔وَالَّذِيْنَ هَادُوْا: یعنی یہود یہ وہ لوگ ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔وَالصّٰبِـِٕيْنَ: وہ لوگ جو ستاروں کو پوجتے ہیں۔وَالنَّصٰرٰى: یہ وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کی ملت کی طرف منسوب ہیں۔وَالْمَجُوْسَ: یہ آگ کے پجاری ہیں۔وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا: یہ عرب کے مشرکین ہیں جو بتوں کو پوجتے تھے۔اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مؤمنین اور پانچ گمراہ فرقوں کے درمیان فیصلہ کرے گا، چنانچہ مؤمنین کو جنت میں داخل کرے گا اور کفار کو دوزخ میں۔اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ: اللہ تعالیٰ مخلوق کے اعمال کو دیکھتا ہے اور وہ حاضر وناظر ہے، وہ جو اعمال بھی کرتے ہیں ان کا اسے علم ہے۔

تمام مخلوقات کا اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ: ...... اللہ کی عظمت کے آگے ہر چیز سجدہ ریز ہے خواہ خوشدلی سے یا بددلی سے، فرشتے آسمانوں میں اور دوسری مخلوقات پوری زمین میں۔وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ: یہ تمام اجرام فلکی، پہاڑوں، درختوں اور حیوانات کے ساتھ رب تعالیٰ کی عظمت کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور ان چیزوں کا سجدہ، سجدۂ انقیاد ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں سورج، چاند اور ستاروں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے چوں کہ ان اجرام کی عبادت کی جاتی ہے، جبکہ آیت کریمہ میں بتا دیا گیا ہے کہ یہ اجرام تو اللہ کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ نے مسخر کر دیے ہیں۔[1] آیت کی غرض اللہ تعالیٰ کی بڑائی، خدائی اور ربوبیت میں اس کی انفرادیت اور تمام مخلوقات کا اس کے آگے جھکنے کو بیان کرنا ہے۔وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ: اور بہت سارے لوگ اللہ تعالیٰ کے آگے طاعت وعبادت کا سجدہ کرتے ہیں۔وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ: اور بہت سارے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب واجب ہو چکا ہے۔ اور ایسا ان کے کفر

---

[1] مختصر ابن کثیر ۲/ ۵۳۴

کی وجہ سے ہوا ہے۔وَمَنۡ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّكۡرِمٍ: اللہ تعالیٰ جسے کفر و بدبختی کے ساتھ ذلیل و رسوا کرے تو کوئی نہیں جو اس کی رسوائی کو دور کر سکے۔اِنَّ اللّٰهَ یَفۡعَلُ مَا یَشَآءُ: اللہ تعالیٰ عذاب بھی دیتا ہے اور رحم بھی کرتا ہے، عزت بھی دیتا ہے اور ذلت بھی دیتا ہے، دولت بھی دیتا ہے اور فقر بھی، کسی کو اللہ تعالیٰ پر اعتراض کا حق حاصل نہیں۔

بلاغت:......ان آیات مبارکہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰی:......أَيْ كَسُكَارَىٰ: حرف تشبیہ محذوف ہے، یعنی لوگوں کو تم دیکھو گے کہ وہ نشے میں دھت انسانوں کی طرح ہوں گے۔

شَیۡطٰنٍ مَّرِیۡدٍ: میں استعارہ ہے، شیطان کا لفظ ہر اس شخص کے لیے بطور استعارہ لایا گیا ہے جو اللہ کے حکم کے خلاف چلے اور سرکشی اختیار کرے۔ یُضِلُّهٗ وَیَهۡدِیۡهِ: میں صنعت طباق ہے۔وَیَهۡدِیۡهِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیۡرِ: میں تہکم ہے۔مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیۡرِ مُخَلَّقَةٍ: میں طباق سلب ہے۔فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡهَا الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ: زمین کو ایک سوئے ہوئے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس میں حرکت نہ ہو پھر وہ حرکت کرنے لگے اور اس میں زندگی آ جائے، آیت میں استعارہ تبعیہ ہے۔ثَانِیَ عِطۡفِهٖ: فخر و تکبر سے کنایہ ہے۔بِمَا قَدَّمَتۡ یَدٰكَ: میں مجاز مرسل ہے اور اس میں علاقہ سببیت کا ہے چوں کہ خیر و شر کے امور ہاتھ سے صادر ہوتے ہیں۔مَنۡ یَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰی حَرۡفٍ: منافقین اور ان کی حالت قلق و اضطراب کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو دوزخ کے کنارے کھڑا ہو اور عبادت و نماز پڑھنا چاہتا ہو، یہ کمال درجے کی تمثیل ہے۔فَاِنۡ اَصَابَهٗ خَیۡرُ ۟اطۡمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنۡ اَصَابَتۡهُ فِتۡنَةُ ۟انۡقَلَبَ عَلٰی وَجۡهِهٖ: میں مقابلہ ہے۔یَضُرُّهٗ یَنۡفَعُهٗ: اور یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّكۡرِمٍ: میں طباق ہے۔مختلف آیات میں خوبصورت سجع بندی کا اہتمام ہے۔

فائدہ:......المرضع: بچے کو دودھ پلانے والی عورت المرضعة: جو بالفعل بچے کو دودھ پلا رہی ہو جس نے بچے کے منہ میں پستان دے رکھا ہو۔ تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ: آیت میں موضع نہیں کہا گیا چوں کہ اس عورت کا بھی ذھول شدت خوف کی وجہ سے انتہا کو پہنچا ہوگا جبکہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب اسے بچہ ہوتا ہے۔

تنبیہ:......ابن ابی حاتم نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہاں ایک شخص ہے جو رب تعالیٰ کی مشیت کے بارے میں واہی تباہی باتیں کرتا رہتا ہے، آپ اسے اپنے پاس بلا کر اسے تنبیہ کریں، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس بلوایا اور اس سے پوچھا: اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ نے جیسے چاہا تمہیں پیدا کیا یا جیسے تم نے چاہا؟ جواب دیا جیسے اللہ نے چاہا مجھے پیدا کر دیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ جب چاہے تمہیں بیماری میں مبتلا کر دے یا جب تم چاہو بیمار ہو جاؤ؟ جواب دیا: جب اللہ چاہتا ہے مجھے بیمار کر دیتا ہے۔فرمایا: جب اللہ چاہتا ہے تمہیں شفا عطا کرتا ہے یا جب تم چاہتے ہو تمہیں شفا ملتی ہے؟ کہا: جب اللہ چاہتا ہے مجھے شفا عطا کرتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا تمہیں داخل کرے گا یا جہاں تم چاہو گے؟ جواب دیا: جہاں اللہ چاہے گا۔اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم اس کے علاوہ تم نے کوئی اور بات کی میں تمہاری گردن اتار دوں گا۔[1]

آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّهِمۡ ۫ فَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِیَابٌ مِّنۡ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِیۡمُ ﴿۱۹﴾ یُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَالۡجُلُوۡدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِیۡدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا
ع ۱۲ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا مِنۡ غَمٍّ اُعِیۡدُوۡا فِیۡهَا ۗ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ یُدۡخِلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّلُؤۡلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمۡ

[1] مختصر ابن کثیر ۲/۵۳۵

فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوٓا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۖ وَهُدُوٓا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَآءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ
فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي ع ۳ ۲ ۱۰
شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا
وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ
مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ
لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ
فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۗ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ۖ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ
وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿٣٠﴾ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ
فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿٣١﴾ ذَٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ
تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ ع ۴ ۸ ۱۱
جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ
أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ
وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا
خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ
كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾ لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ
مِنْكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾

ترجمہ:...... یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا سو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے قطع کیے جائیں گے، ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا۔ ﴿۱۹﴾ جس کی وجہ سے وہ سب گل جائے جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور کھالیں بھی گل جائیں گی ﴿۲۰﴾ ان کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے ﴿۲۱﴾ جب کبھی گھٹن کی وجہ سے دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اس میں وہ واپس کردیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو۔ ﴿۲۲﴾ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے انہیں اللہ ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ انہیں اس میں ایسے کنگنوں کا زیور پہنایا جائے گا جو سونے اور موتیوں کے ہوں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم کا ہوگا ﴿۲۳﴾ اور ان کو کلمہ طیبہ کی ہدایت دی گئی اور ان کو اس ذات کے راستے کی ہدایت دی گئی جو لائق حمد ہے۔ ﴿۲۴﴾ بلاشبہ جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے اور

مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا ہے، اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا سب برابر ہیں، اور جو کوئی شخص اس میں ظلم کے ساتھ کوئی بے دینی کا کام کرنے کا ارادہ کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب چکھا دیں گے۔ (۲۵) اور جب ہم نے ابراہیم کو بیت کی جگہ بتا دی کہ تم میرے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا، (۲۶) اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو، وہ تمہارے پاس پیدل چل کر اور دبلی اونٹنیوں پر آئیں گے، یہ اونٹنیاں دور دراز راستوں سے آئیں گی (۲۷) تاکہ لوگ اپنے منافع کے لیے حاضر ہوں، اور ایام مقررہ میں ان چوپایوں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہوں، تم ان میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ (۲۸) پھر اپنے میل وکچیل کو دور کریں اور اپنی نذروں کو پوری کریں اور البیت العتیق کا طواف کریں۔ (۲۹) یہ بات ہو چکی اور جو شخص اللہ کی حرمات کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے رب کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے اور تمہارے لیے چوپائے حلال گئے گئے سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنا دیے گئے ہیں، سو تم گندگی سے یعنی بتوں سے بچو، اور جھوٹی بات سے بچو۔ (۳۰) اس طرح سے کہ اللہ کی طرف جھکے ہوئے ہو اس کے ساتھ شرک کرنے والے نہ ہو، اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اسے ہوا نے اڑا کر کسی اور جگہ جا کر پٹخ دے۔ (۳۱) یہ بات ہو چکی، اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے سو یہ دلوں کے تقویٰ کی بات ہے۔ (۳۲) تمہارے لیے ان میں ایک مقررہ وقت تک منافع ہیں پھر ان کا پہنچنا ہے بیت عتیق تک۔ (۳۳) اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کرنا مقرر کر دیا تاکہ وہ ان جانوروں پر جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں اللہ کا نام ذکر کریں، سو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اسی کے فرمانبردار بنو، اور جو لوگ عاجزی کرنے والے ہیں ان کو خوشخبری سنا دو (۳۴) جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور وہ مصیبتوں پر صبر کرنے والے ہیں اور نمازیں قائم کرنے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (۳۵) اور قربانی کے اونٹ اور گائیں جن کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کے شعائر میں سے بنایا ہے تمہارے لیے ان میں خیر ہے سو تم ان پر اللہ کا نام لو جب قطار کھڑے ہوں، سو وہ جب اپنی کروٹوں پر گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور جو صبر کیے ہوئے ہوا سے اور جو سوالی بن کر آجائے اس کو کھلاؤ، اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔ (۳۶) اللہ کو ہرگز نہیں پہنچتے ان کے گوشت اور ان کے خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، اسی طرح اس نے ان کو تمہارے لیے مسخر کیا تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور اچھے کام کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔ (۳۷)

ربط وتعارف: ......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے خوش حالوں اور بدحالوں کا ذکر کیا ہے، اب یہاں ان دونوں فریقوں کے درمیان ان کے دین وعبادت میں جو جھگڑے ہوتے ہیں ان کا تذکرہ ہے، پھر بیت اللہ کی حرمت اور تعمیر کا ذکر کیا ہے اور مشرکین جو لوگوں کو اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے روکتے ہیں ان کے کفر ومعصیت کا ذکر کیا ہے۔

لغات: يُصْهَرُ:...... الصهر: کسی چیز کو پگھلانا۔ مَّقَامِعُ: المقامع: کوڑے، آنکس ہتھوڑے۔ کوڑوں کو مقامع اس لیے کہا جاتا ہے چوں کہ کوڑے فاجر کا قلع قمع کر دیتے ہیں۔ الْعَاكِفُ: مقیم، ساتھ چمٹے رہنے والا۔ الْبَادِ: جو شخص دیہات کا رہنے والا ہو اور شہر میں آئے۔ بَوَّأْنَا: ہم نے اتارا، ہم نے تیار کیا۔ رِجَالًا: راجل کی جمع ہے۔ پیدل چلنے والا۔ ضَامِرٍ: وہ اونٹ جو سفر سے تھکا ماندہ ہو۔ تَفَثَهُمْ: التفث: میل، گند۔ شاعر کہتا ہے۔[1]

حفوا رؤوسهم لم يحلقوا تفثًا ولم يسلوا لهم قملًا وصئبانًا

ان کے سروں کا احاطہ کر لیا اور میل کچیل نہیں کریدی اور نہ ہی ان کے سروں میں پڑی جوئیں بھگائیں۔

ثعلبی کہتے ہیں: لغت میں التفث میل کچیل کو کہا جاتا ہے، چنانچہ عرب جس شخص سے گھن محسوس کریں اس کے متعلق کہتے ہیں: ما اوسخك

[1] امیہ بن ابی صلت کا شعر ہے القرطبی ۱۲/ ۵۰

واقذرك یعنی تو کتنا گندہ ہے۔ اَلْمُخْبِتِیْنَ "المخبت" متواضع، منکسر المزاج۔

تفسیر: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ:...... یعنی یہ دو فریق جھگڑ رہے ہیں، ایک فریق مؤمنین متقین کا ہے اور دوسرا فریق کفار مجرمین کا۔ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ: یہ دونوں فریق اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں: اختلاف کرنے والے مؤمنین اور کفار ہیں۔ چنانچہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت و فتح چاہتے ہیں اور کفار اللہ تعالیٰ کے نور کو مٹانا چاہتے ہیں۔

جہنم میں کفار کی حالت

فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ:...... جب کفار واصل جہنم ہو جائیں گے ان کے لیے آگ کے بنے کپڑے تراشے جائیں گے جو ان کی اجساد کے بقدر ہوں گے، قرطبی کہتے ہیں: آگ کو کپڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، چوں کہ لباس کی طرح آگ کفار کا لباس ہوگی۔ قُطِّعَتْ: کا معنی کپڑے سیے جائیں گے۔ مستقبل کی تعبیر صیغۂ ماضی سے کی گئی ہے گویا اس امر کا وقوع ہو چکا۔[1] یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ: دوزخ کی آگ سے کھولتا ہوا تیز گرم پانی ان کے سروں پر بہایا جائے گا۔ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ: ان کے پیٹ میں جو انتڑیاں ہوں گی کھال کے ساتھ وہ بھی پگھل کر بہہ جائیں گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اگر اس پانی کا ایک قطرہ بھی دنیا کے پہاڑوں پر بہہ پڑے تو وہ پہاڑوں کو بھی پگھلا کر رکھ دے۔ حدیث میں ہے: کھولتا ہوا پانی کفار کے سروں پر بہایا جائے گا، سر کی کھال ادھڑ کر پیٹ تک جا پہنچے گی اور پیٹ میں جو کچھ بھی ہوگا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر قدموں سے جا نکلے گا، یہ پگھلا دینے والا پانی ہوگا، پھر اس کافر کو پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا۔[2]

دوزخ کی سزائیں لوہے اور ہتوڑے

امام فخر کہتے ہیں: آیت سے غرض یہ ہے کہ پانی کا اثر جس طرح ظاہر پر ہوگا ایسے ہی باطن پر بھی ہوگا، چنانچہ یہ کھولتا ہوا پانی انتڑیوں کو پگھلا کر رکھ دے گا جیسے کھال کو پگھلا دے گا۔ یہ آیت ایک اور آیت: وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ سے زیادہ بلیغ ہے۔[3] وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ: اور ان کے لیے لوہے کے ہتھوڑے اور کوڑے ہوں گے جن کے ساتھ کفار کو مارا جائے گا۔ حدیث میں ہے: اگر زمین پر دوزخ کے ہتھوڑوں میں سے ایک ہتھوڑا بھی لا کر رکھ دیا جائے اور اسے اٹھانے کے لیے جن وانس جمع ہو جائیں اسے نہیں اٹھا سکیں گے۔[4] كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا: کفار شدت غم سے نجات حاصل کرنے کے لیے جب بھی دوزخ سے باہر نکلنا چاہیں گے انہیں پھر دوزخ میں مقررہ جگہوں پر لوٹا دیا جائے گا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آگ کے شعلے دوزخ میں پڑے کفار کو پٹکے گی، چنانچہ اوپر تک اٹھائے گی اور اوپر سے ان پر ہتھوڑے پڑیں گے اور ستر سال کی مسافت تک کے فاصلے میں دوزخ کی گہرائیوں میں جا گریں گے۔[5] وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ: ان کفار سے کہا جائے گا آتش دوزخ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ قبل ازیں کفار کی تباہی و بربادی کا ذکر ہوا، اور اب مؤمنین کی عیش و عشرت اور خوشحالی کا ذکر ہو رہا ہے۔

جنت میں مؤمنین کی عیش و عشرت

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ:...... اللہ تعالیٰ مؤمنین صالحین کو آخرت میں ایسی بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے درختوں کے تلے (زمین کی سطح پر) اور محلات کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی جو قسم قسم کی ہوں گی۔ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ: انہیں فرشتے جنت میں سونے کے کڑے پہنائیں گے۔ یہ زیور ہوگا جس سے زینت کا کام لیا جائے گا۔ وَلُؤْلُؤًا: اسی طرح مؤمنین کو موتیوں سے سجایا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا یہ اکرام ہوگا۔ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ: مؤمنین کا لباس جنت میں ریشم ہوگا، وہ ریشم دنیا کے ریشم سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوگا۔

---

[1] القرطبی ۱۲ / ۲۶ [2] اخرجہ الترمذی وقال حسن صحیح غریب [3] تفسیر الرازی ۲۳ / ۲۲ [4] اخرجہ احمد [5] تفسیر الرازی ۲۳ / ۲۲

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ:..... پاکیزہ اور عمدہ کلام کی انہیں رہنمائی کی جائے گی اور وہ منہ سے صرف نفع بخش بات ہی نکالیں گے۔ چنانچہ جنت میں بیہودہ لغو کلام اور جھوٹ نہیں بولا جائے گا۔ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ: اور وہ اللہ کے راستے کی طرف پہنچا دیے گئے، اللہ کا راستہ جنت ہے جو متقین کا ٹھکانا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بعض جرائم بیان کیے ہیں۔

مشرکین کے بعض جرائم

چنانچہ ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: محمد ﷺ جو تعلیمات لے کر آئے کفار ان کا انکار کرتے تھے اور مؤمنین کو مسجد حرام میں مناسک ادا کرنے سے روکتے تھے۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت کریمہ میں واقعہ حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے جب مشرکین مکہ نے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ادائے عمرہ سے روک دیا تھا۔[1] يَصُدُّوْنَ: ماضی کو مضارع کے صیغہ سے استمرار کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ معنی یوں ہے: اللہ کی راہ سے روکنا کفار کی عادت ہے۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ. الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ: جسے ہم نے حج کے مناسک اور عبادت کی جگہ بنایا ہے اور یہ سب لوگوں کے لیے ہے، اس میں یہاں کا باشندہ اور باہر سے آنے والا سب برابر ہیں۔ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ: جو شخص اس میں برائی کا ارادہ کرے یا سیدھی راہ سے منہ موڑ دے یا معصیت کا ارادہ کرے۔ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ: ہم اسے سخت دردناک عذاب کا مزا چکھائیں گے۔ ابن مسعود کہتے ہیں: اگر کوئی شخص عدن میں ارادہ رکھتا ہو کہ وہ بیت اللہ کے پاس معصیت کا ارتکاب کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ مجاہد کہتے ہیں: حرم پاک میں جس طرح نیکیاں دوگنا ہو جاتی ہیں اس طرح برائیاں بھی دوگنا ہوتی ہیں۔[2] وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ: اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو بیت اللہ کی جگہ بتادی اور اس جگہ کا انہیں الہام کر دیا۔ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا: یعنی ہم نے ابراہیم کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا کہ خالص اللہ کے لیے اسے تعمیر کرو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی بیت اللہ کو صرف میرے نام پر تعمیر کرو۔[3] وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ: یعنی میرے گھر کو بتوں کی گندگی سے پاک کرو اس شخص کے لیے جو اس کا طواف کرے یا اس میں نماز پڑھے۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت میں الْقَآئِمِيْنَ: سے مراد نمازی ہیں۔ آیت میں نماز کے بڑے بڑے ارکان قیام، رکوع اور سجدے کا ذکر ہوا ہے ان کی عظمت کے پیش نظر۔[4]

حج کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی پکار

وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ:..... لوگوں میں بیت اللہ کے حج کا اعلان کرو اور انہیں اس کی دعوت دو۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! میری آواز لوگوں تک کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم اعلان کرو آواز پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ابو قبیس پہاڑ پر چڑھے اور اونچی آواز سے پکارا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس گھر کے حج کا حکم دیا ہے تاکہ تمہیں اس کی جزا میں جنت عطا فرمائے۔ اور تمہیں دوزخ کی آگ سے نجات دے، چنانچہ لوگوں نے بیت اللہ کا حج کرنا شروع کر دیا۔ آپ علیہ السلام کی آواز پر لبیك اللهم لبیك مردوں کی صلب اور عورتوں کے رحم سے اولاد آدم نے کہا۔ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ تمہارے پاس پیدل چل کر اور ہر تھکے ماندے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے۔ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ: دور دراز راستوں سے سفر کرنے کی وجہ سے دبلے ہو جانے والے اونٹ آئیں گے۔ قرطبی کہتے ہیں: يَّاْتِيْنَ: کی ضمیر جو ذوی العقول کے لیے مستعمل ہوتی ہے اونٹوں کے لیے بطور تعظیم استعمال کی گئی ہے، چوں کہ یہ اونٹ لوگوں کو حج کے لیے بیت اللہ لاتے ہیں۔ جیسے وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا: میں جمع سالم کا صیغہ لایا گیا ہے، اس آیت میں بھی جہاد میں شریک گھوڑوں کی تعریف کی جارہی ہے۔[5]

---

[1] القرطبی ۱۲/ ۳۱ [2] تفسیر الرازی ۲۳/ ۲۵ [3] المختصر لابن کثیر ۲/ ۵۳۹ [4] القرطبی ۱۲/ ۳۷ [5] القرطبی ۱۲/ ۳۹

منافع حج

لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ :...... تاکہ وہ دینی و دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لیے حاضر ہو سکیں۔ امام فخر الرازی کہتے ہیں۔ مَنَافِعَ کا لفظ آیت کریمہ میں نکرہ اس لیے لایا گیا ہے چوں کہ صرف اسی عبادت کے ساتھ دینی و دنیوی منافع مخصوص ہیں جو کہیں اور نہیں پائے جاتے۔[1] وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ : ہدی اور قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لو، قربانی کے دنوں میں، تا کہ تم اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرو اس نے تمہیں چوپائے، اونٹ، بیل، گائے اور بھیڑ بکریاں عطا کی ہیں۔ امام رازی کہتے ہیں: آیت میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت دراصل غرض اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہے اور مشرکین کی مخالفت کرنا ہے، چوں کہ مشرکین بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔[2]

قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت

فَكُلُوا مِنْهَا :...... قربانی دیے گئے جانوروں کا گوشت کھاؤ۔ وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ : اور ان کا گوشت تنگدست کو کھلاؤ جس کے چہرے سے تنگدستی کے آثار نمایاں ہوتے ہوں۔ اور محتاج کو بھی کھلاؤ جسے معاشی احتیاج نے زچ کر دیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اَلْبَائِس : وہ تنگدست ہوتا ہے جس کی تنگدستی چہرے اور اس کے کپڑوں سے نمایاں دکھائی دیتی ہو اور فقیر وہ ہوتا ہے جس کی حالت ایسی نہ ہو اس کے کپڑے اور چہرہ مالداروں جیسا ہو لیکن سفید پوش ہو۔ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ : پھر تا کہ جانور ذبح کرنے کے بعد احرام باندھنے کی وجہ سے ان کے جسموں پر جو میل کچیل چڑھ گیا ہے اسے دور کر سکیں۔ بال منڈھا کر، پراگندہ حالت کا ازالہ کر کے مونچھیں اور ناخن کاٹ کر میل دور کر سکتے ہیں۔ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ : اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے انہوں نے اپنے اوپر جو نذریں مان رکھی ہیں تا کہ انہیں پوری کریں۔ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ : اور اس بیت اللہ کا طواف کریں۔ آیت میں طواف سے طواف زیارت مراد ہے۔ اس طواف سے حاجی حلال ہو جاتا ہے۔ اَلْعَتِيق سے مراد پرانا، قدیم ہے۔ چوں کہ بیت اللہ زمین پر پہلا گھر ہے جو بنایا گیا۔ ذَٰلِكَ : اوپر مذکور تمام باتیں یاد رکھو اور عمل میں لاؤ۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں: جیسے کوئی مصنف بعض معانی میں پیہرہ لکھتا ہے اور پھر فوراً کسی دوسرے معنی میں غور و خوض کرنے لگتا ہے تو کہہ دیتا ہے۔ "ھذا" وقد کان کذا۔[3]

وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ :...... جو شخص اللہ کے احکام و شرائع کی تعظیم کرتا ہے اور معاصی و محارم سے اجتناب کرتا ہے۔ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ : یہ تعظیم اس کے لیے ازروئے ثواب بہتر ہے۔ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ : ہم نے تمہارے لیے تمام چوپایے حلال کیے ہیں، ہاں البتہ وہ چوپائے جو قرآن عظیم میں بیان کیے گئے ہیں، جیسے مردار، گلا گھونٹ کے جو جانور مر جائے اور جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے وغیرہ۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ : گندگی سے بچو اور وہ گندگی بت ہیں جنہیں تم پوجتے ہو ان سے ایسے بچو جیسے نجس چیزوں سے بچتے ہو۔ یہ اسلوب نہی میں انتہائی درجے کا مبالغہ پیدا کرنے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔

جھوٹی بات سے بچنے کا حکم

وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ :...... اور جھوٹی گواہی سے بچو۔ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ : حق کی طرف مائل ہوتے ہوئے مسلمان بن کر اس حال میں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے۔ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ : شرک کی گمراہی و ہلاکت کے لیے تمثیل ہے۔ یعنی جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا گویا وہ آسمان سے نیچے گرا اور اسے پرندوں نے اچک لیا اور اسے نوچ نوچ کر ختم کر دیا۔ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ : یا ہوا اسے دور دراز کے ہلاکت خیز مقام پر لا پھینکے۔ ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ : اللہ تعالیٰ نے ان احکام اور

---

[1] تفسیر الرازی ۲۳ / ۲۹ [2] الرازی ۲۳ / ۲۹ [3] الکشاف ۳

امثال، واقعات کی تمہارے لیے وضاحت کردی ہے، جو شخص دینی کاموں کی تعظیم کرتا ہے، ان کاموں میں اعمال حج اور قربانی کے جانور بھی شامل ہیں۔ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ: امور دین کی تعظیم کرنا پرہیز گاروں کے افعال میں سے ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: تقویٰ کی نسبت قلوب کی طرف کی گئی ہے چوں کہ تقویٰ کا مقام دل ہے، چنانچہ حدیث میں ہے: تقویٰ یہاں پایا جاتا ہے: آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے دل کی طرف اشارہ کیا۔

جانور میں انسان کے منافع

لَكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى: ...... قربانی کے جانوروں سے (معین وقت تک) منافع حاصل کرنے کا تمہیں حق حاصل ہے، دودھ، نسل اور سواری کے منافع حاصل کرسکتے ہو۔ ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ: پھر ان جانوروں کے ذبح کرنے کی جگہ مکہ مکرمہ میں حرم پاک ہے یا منیٰ ہے۔ آیت کریمہ میں بیت اللہ کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے چوں کہ حرم میں افضل ترین مقام بیت اللہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هَدۡيًاۢ بٰلِغَ الۡكَعۡبَةِ: قربانی کا جانور جو کعبہ تک پہنچنے والا ہو۔

ہر امت میں قربانی فرض تھی

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَكًا: ...... ہم نے ابراہیم کے عہد سے ہر امت کے لیے جانور ذبح کرنے کے لیے ایک جگہ متعین کی ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرسکیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں خبر دی ہے کہ تمام ملتوں میں اللہ کے نام پر جانور ذبح کیے جاتے رہے ہیں۔ لِّيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ: ہم نے ان کو حکم دیا ہے جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیں اور یہ کہ صرف اللہ کے لیے جانور ذبح کریں۔ عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ: اللہ تعالیٰ نے جو چوپایہ اونٹ، بیل اور بھیڑ بکریاں انہیں عطا کی ہیں اس پر شکر ادا کرنے کے لیے۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جانور ذبح کرنا واجب ہے اور یہ کہ جانور صرف اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، چوں کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور وہی رازق ہے ایسا نہیں جیسا کہ مشرکین بتوں کے لیے جانور ذبح کرتے ہیں۔ فَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: اے لوگو! تمہارا پروردگار اور معبود صرف ایک ذات ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا: یعنی صرف اللہ کے لیے عبادت خالص رکھو اور اللہ کے حکم کے آگے جھک جاؤ اور اس کی طاعت بجالاؤ۔ وَبَشِّرِ الۡمُخۡبِتِيۡنَ: اور ان لوگوں کو خوشخبری سنادو جو طاعت بجالانے والے ہیں، رب تعالیٰ کے حضور جھکنے والے ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے الۡمُخۡبِتِيۡنَ: کی چار صفات بیان فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والوں کی چار صفات

چنانچہ ارشاد فرمایا: الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دلوں پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے، چوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کی شعاعیں دلوں پر اثر انداز ہوتی ہیں گویا یہ لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور کھلی آنکھوں سے اس کی عظمت وجلال کا مشاہدہ کررہے ہوتے ہیں۔ وَالصّٰبِرِيۡنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمۡ: بیماریوں، مصائب، مشکلات، آزمائشوں اور روز مرہ پیش آنیوالی ناگواریوں پر وہ صبر کرتے ہیں۔ وَالۡمُقِيۡمِى الصَّلٰوةِ: جو نمازیں وقت پر پورے خشوع وخضوع کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ: اور ہم نے انہیں اپنا جو کچھ رزق دیا ہوا ہے اس میں سے خیر وبھلائی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

وَالۡبُدۡنَ جَعَلۡنٰهَا لَكُمۡ مِّنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ: ...... اور موٹے تازے اونٹ، جنہیں ہم نے شریعت کی علامات بنا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے بندوں کے لیے مسخر کیا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اونٹ اس لیے دینی شعار ہیں چوں کہ حرم پاک میں قربانی کے لیے لائے جاتے ہیں۔ حرم میں قربانی کے لیے لائے جانے والے جانوروں میں سب سے افضل اونٹ ہے۔ اونٹ کو الۡبُدۡنَ: کا نام اس لیے دیا جاتا ہے چوں کہ اونٹ کا بدن

وجسامت بڑی ہوتی ہے۔ [1] لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: دنیا میں منافع ہیں اور آخرت میں اجر و ثواب ہے۔ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ: انہیں ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا عظمت وجلال والا نام لو اس حال میں کہ وہ قطار اندر قطار کھڑے ہوں اور ان کے ہاتھ پاؤں ملتے نہ پاتے ہوں۔ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا: جب یہ اونٹ نحر کرنے کے بعد زمین پر گر جائیں۔ زمین پر گر جانا موت سے کنایہ ہے۔ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ: تو ان قربانی کے جانوروں کا گوشت خود بھی کھاؤ اور ان لوگوں کو بھی کھلاؤ جو ضرورت کے باوجود ہاتھ پھیلانے سے گریز کرتے ہوں اور جو محتاج ہوں ان کو بھی۔ [2] یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زیادہ قریب الفہم معنی یہ ہے کہ الْقَانِعَ: وہ شخص ہے جسے بن مانگے کچھ دے دیا جائے اور وہ اس پر راضی ہو جائے اور الْمُعْتَرَّ: وہ ہے جو کچھ لینے کے لیے مطالبہ کرے اور اس پر تنگدستی کی حالت طاری ہو۔

انسان کے لیے جانوروں کی تسخیر

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ: ...... یہ انوکھی تسخیر ہے، چنانچہ اونٹ بڑی بھاری جسامت کے باوجود ہم نے تمہارے لیے مسخر کر دیے ہیں تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام پر اس کا شکر ادا کرو۔ لَنْ يَّنَالَ اللهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا: اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانوروں کے گوشت اور خون ضرورت نہیں۔ وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ: لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے پر اور اس کی رضامندی طلب کرنے پر اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ: تاکید کے لیے تکرار لایا گیا ہے۔ یعنی: یوں اس طرح یہ جانور ہم نے تمہارے تابع بنا دیے ہیں اور تمہارے آگے زیر کر دیے ہیں تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی تکبیر بلند کرو کہ اس نے تمہیں احکام دین کی ہدایت دی۔ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ: نیکوکاروں کو ان کے نیک اعمال پر خوشحالی اور دائمی کامیابی کی خوشخبری دو۔

بلاغت: ...... آیات کریمہ میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔

اِخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ: ...... میں ایجاز ہے تقدیری عبارت یوں ہے: اِخْتَصَمُوْا فِيْ دِيْنِ رَبِّهِمْ: مضاف حذف ہے۔ قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ: میں استعارہ ہے۔ چوں کہ دوزخ میں آگ جہنمیوں کا چاروں طرف سے احاطہ کیے ہوگی جیسے لباس بدن کا احاطہ کیے ہوتا ہے۔ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ: میں صنعت طباق ہے۔ چوں کہ الْعَاكِفُ: سے مراد مدینہ کا مقیم اور الْبَادِ: سے مراد باہر سے آنے والا ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ: میں اطناب ہے، چوں کہ اِجْتَنِبُوْا کا تکرار ہے اس میں مذکورہ چیزوں سے بچنے کی اہمیت کو واضح کرنا مقصود ہے۔ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ: میں تشبیہ تمثیلی ہے، چوں کہ وجہ شبہ متعدد اشیا سے کشید کردہ ہے۔ وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا: میں تجنیس ناقص ہے۔ الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ: میں طباق ہے، چوں کہ قانع صبرناک تنگدست کو کہا جاتا ہے اور معتر جو ہاتھ پھیلاتا ہو۔ عَمِيْقٍ، سَحِيْقٍ، الْعَتِيْقِ اور الْمُحْسِنِيْنَ، الْمُخْبِتِيْنَ: میں سجع بندی ہے۔

تنبیہ: ...... اللہ تعالیٰ نے محض معصیت کے ارادے پر مخلوق میں سے کسی کو نہ پکڑا الا یہ کہ کوئی مسجد حرام میں معصیت کا ارادہ کرے تو اس کا ضرور مواخذہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ: چوں کہ حرم پاک مقدس جگہ ہے، جس میں ضروری ہے کہ انسان اپنے دل کو پاکیزہ رکھے اور ہر قسم کی آلودگی سے نفس کو پاک وصاف رکھے۔ چنانچہ جو شخص بادشاہ کی حرمت پامال کرنے کا ارادہ کرے وہ سخت سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

ع ۵ اِنَّ اللهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ
ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا

[1] المختصر ۲/ ۵۴۴ [2] یہ قتادہ، نخعی، مجاہد اور بہت سارے اسلاف کا قول ہے۔

اللّٰهُ ؕ وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذۡكَرُ
فِيۡهَا اسۡمُ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ؕ وَلَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ﴿٤٠﴾ اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ
فِى الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ
الۡاُمُوۡرِ ﴿٤١﴾ وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوۡدُ ﴿٤٢﴾ وَقَوۡمُ اِبۡرٰهِيۡمَ وَقَوۡمُ
لُوۡطٍ ﴿٤٣﴾ وَّاَصۡحٰبُ مَدۡيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوۡسٰى فَاَمۡلَيۡتُ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ ۚ فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿٤٤﴾
فَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَهۡلَكۡنٰهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ فَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوۡشِهَا وَبِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ ﴿٤٥﴾
اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى
الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ﴿٤٦﴾ وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ وَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ
وَعۡدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّكَ كَاَلۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ﴿٤٧﴾ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَمۡلَيۡتُ لَهَا وَهِىَ
ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذۡتُهَا ۚ وَاِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ ﴿٤٨﴾ قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ع ٦ ١٠ ١٢
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡا فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ
الۡجَحِيۡمِ ﴿٥١﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ ۚ
فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجۡعَلَ مَا يُلۡقِى
الشَّيۡطٰنُ فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡقَاسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَفِىۡ شِقَاقٍۢ بَعِيۡدٍ ﴿٥٣﴾
وَّلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اَنَّهُ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَيُؤۡمِنُوۡا بِهٖ فَتُخۡبِتَ لَهٗ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿٥٤﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡهُ حَتّٰى تَاۡتِيَهُمُ السَّاعَةُ
بَغۡتَةً اَوۡ يَاۡتِيَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمٍ عَقِيۡمٍ ﴿٥٥﴾ اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ ؕ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ فِىۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ﴿٥٦﴾ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿٥٧﴾ ع ٧ ٩ ١٣
وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوۡۤا اَوۡ مَاتُوۡا لَيَرۡزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيۡرُ
الرّٰزِقِيۡنَ ﴿٥٨﴾ لَيُدۡخِلَنَّهُمۡ مُّدۡخَلًا يَّرۡضَوۡنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ ﴿٥٩﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنۡ عَاقَبَ بِمِثۡلِ مَا
عُوۡقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِىَ عَلَيۡهِ لَيَنۡصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ ﴿٦٠﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ

وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾

ترجمہ:...... بلاشبہ اللہ ایمان والوں سے رفع فرمادے گا بلاشبہ اللہ کسی بھی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔﴿۳۸﴾ ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا، اور بلاشبہ اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔﴿۳۹﴾ یہ لوگ اپنے گھروں سے ناحق صرف یہ کہنے کی وجہ سے نکالے گئے کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے دفع فرماتا ہے تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے گرادیے جاتے، اور یہ بات ضروری ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے، بلاشبہ اللہ قوی ہے غلبہ والا ہے۔﴿۴۰﴾ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین اقتدار دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔﴿۴۱﴾ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم، اور عاد، اور ثمود،﴿۴۲﴾ اور ابراہیم کی قوم، اور لوط کی قوم،﴿۴۳﴾ اور مدین والے جھٹلا چکے ہیں، اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا سو میں نے کافروں کو مہلت دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا، سو کیسا تھا میرا عذاب۔﴿۴۴﴾ سو کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کیا جو ظلم کرنے والی تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں ہیں جو بے کار ہیں، اور کتنے ہی محل ہیں جو مضبوط بنائے ہوئے تھے۔﴿۴۵﴾ کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تاکہ ان کے ایسے دل ہوتے جن کے ذریعے سمجھتے اور ایسے کان ہوتے جن کے ذریعے سنتے سو بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں لیکن دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں،﴿۴۶﴾ اور وہ آپ سے جلد عذاب لانے کا تقاضا کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہ فرمائے گا، اور بلاشبہ آپ کے رب کے نزدیک ایک ایسا دن ہے جو تم لوگوں کے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہوگا،﴿۴۷﴾ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو میں نے مہلت دی اس حال میں کہ ظلم کرنے والے تھے پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔﴿۴۸﴾ آپ فرمادیجیے کہ اے لوگو! میں تمہارے لیے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں،﴿۴۹﴾ سو جن لوگوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور عزت والا رزق ہے،﴿۵۰﴾ اور جن لوگوں نے عاجز کرنے کے لیے ہماری آیات کے بارے میں کوشش کی یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔﴿۵۱﴾ اور آپ سے پہلے ہم نے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو جب اس نے پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں شبہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ختم کردیتا ہے پھر اپنی آیات کو محکم کردیتا ہے، اور اللہ علیم ہے، حکیم ہے،﴿۵۲﴾ تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنادے جنکے دلوں میں مرض ہے اور جنکے دل سخت ہیں، اور بلاشبہ ظلم کرنے والے دور کی مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں،﴿۵۳﴾ اور تاکہ وہ لوگ زیادہ یقین کرلیں جنہیں علم دیا گیا ہے کہ بے شک وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، پھر ایمان پر زیادہ قائم ہوجائیں پھر ان کے دل اس کی طرف اور بھی جھک جائیں، اور بلاشبہ اللہ ایمان والوں کو صراط مستقیم کی ہدایت فرماتا ہے۔﴿۵۴﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ برابر اس کی طرف سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کے پاس اچانک قیامت آجائے یا ان کے پاس کسی ایسے دن کا عذاب آجائے جس میں کوئی خیر نہ ہو،﴿۵۵﴾ اس روز بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہوگی وہ ان کے درمیان فیصلے فرمائے گا سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔﴿۵۶﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا سو ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔﴿۵۷﴾ اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کیے گئے یا طبعی موت سے وفات پاگئے اللہ انہیں ضرور ضرور اچھا رزق عطا فرمائے گا اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ خیر الرازقین ہے،﴿۵۸﴾ وہ انہیں ضرور ضرور ایسی جگہ میں داخل فرمائے گا جس میں وہ خوش ہوں گے اور بلاشبہ اللہ خوب جاننے والا ہے، بہت حلم والا ہے۔﴿۵۹﴾ یہ بات یوں ہی ہوگی اور جو شخص اس قدر بدلہ لے، جس قدر اسے تکلیف پہنچائی گئی پھر اس پر زیادتی کی جائے اللہ تعالیٰ ضرور ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔﴿۶۰﴾ یہ اس وجہ سے ہے کہ بلاشبہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور بلاشبہ اللہ دیکھنے والا اور سننے والا ہے،﴿۶۱﴾ یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ حق ہے اور اس کے علاوہ جو دوسروں کو

پکارتے ہیں وہ باطل ہیں، اور اللہ برتر ہے بڑا ہے۔ (۶۲)

تعارف:...... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے مناسک حج اور ان کے دینی و دنیوی منافع بیان کیے ہیں اور ذکر کیا ہے کہ کفار مؤمنین کو اللہ کے دین اور مکہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ اب ان آیات میں یہ بات بیان کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کا دفاع کرے گا نیز ان آیات میں جہاد و قتال کی مشروعیت کی حکمت ذکر کی ہے، اس کی ایک حکمت مقامات مقدسہ کا دفاع اور کمزور لوگوں کی مدد کرنا بھی ہے اور ایک حکمت یہ ہے کہ تاکہ مؤمنین دلجمعی سے اللہ کی عبادت کریں۔

لغات: صَوَامِعُ ...... صومعۃ کی جمع ہے بمعنی بلند و بالا عمارت، راہب کی عبادت گاہ، صومعہ راہبوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ وَبِيَعٌ بیعۃ کی جمع ہے نصاریٰ کا کنیسہ۔ وَّصَلَوٰتٌ: یہودیوں کے کنیسے۔ زجاج کہتے ہیں عبرانی زبان میں یہودیوں کی عبادت گاہ کو صلوت کہا جاتا ہے۔ نَكِيْرِ بمصدر ہے جو بمعنی انکار ہے۔ جوہری کہتے ہیں: النکیر اور الانکار منکر کی تغییر کو کہا جاتا ہے۔ مُّعَطَّلَةٍ: متروکہ۔ کسی چیز کے منافع ختم کر دینا تعطیل ہے۔ مَّشِيْدٍ: بلند و بالا عمارات۔

تفسیر: اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...... یعنی اللہ تعالیٰ مؤمنین کی مدد کرے گا اور مشرکین کی جنگ میں مؤمنین کا دفاع کرے گا، اس میں مؤمنین کو بشارت دی جارہی ہے کہ مؤمنین کو کفار پر سربلندی حاصل ہوگی اور ان کے مکروفریب کو اللہ دور کرے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ یعنی اللہ تعالیٰ امانت میں خیانت کرنے والے کو پسند نہیں کرتا جو اللہ کی نعمتوں کی ناشکری اور انکار کرتا ہو۔

کفار سے قتال

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ...... آیت میں حذف ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہے۔ أذن لهم فی القتال یعنی مؤمنین کو قتال کی اجازت دی گئی ہے چوں کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جہاد کی اجازت میں نازل ہونے والی یہ پہلی آیت ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشرکین مکہ اذیت پہنچاتے تھے، صحابہ زخمی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور شکایت کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبر کی تلقین کرتے اور فرماتے مجھے ابھی قتال کی اجازت نہیں دی گئی۔ جب کہ قبل ازیں ستر کے قریب قریب آیات میں مسلمانوں کو قتال سے منع کیا گیا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ: اللہ تعالیٰ بغیر قتل و قتال کے مؤمنین کی مدد پر قادر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مؤمنین اس کی اطاعت میں خوب کوشش اور جدوجہد کریں تاکہ شہدا کا اجر و ثواب حاصل کریں۔ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ جنہیں نشانہ ظلم بنا کر انہیں وطن سے نکالا گیا حالاں کہ ان سے کوئی ایسا سبب سرزد نہیں ہوا جو اخراج کا موجب بنتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: محمد اور ان کے صحابہ وطن سے نکالے گئے یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف نکالے گئے۔ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ یعنی ان کی کوئی برائی اور گناہ نہیں تھا، ہاں البتہ وہ صرف اللہ کی توحید کا اقرار کرتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔

جہاد کے مشروعیت کی حکمت

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ...... اگر اللہ تعالیٰ جہاد و قتال کو مشروع نہ کرتا تو دشمنان اسلام اور مشرکین اہل حق پر غالب آجاتے اور تمام شعائر معطل ہو جاتے، لیکن اللہ نے کفار کے شر کو دور کیا اور مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا۔ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ: راہبوں کے عبادت خانے اور نصرانیوں کے کلیسے ڈھادیے جاتے۔ وَّصَلَوٰتٌ: اور یہودیوں کے گرجے بھی۔ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا: اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں وہ عبادت کرتے ہیں اور جن میں اللہ کا زیادہ سے زیادہ ذکر کیا جاتا ہے بھی ڈھادی جاتیں۔ آیت کا معنی ہے، اگر اللہ تعالیٰ مشرکین کو مسلمانوں کے ذریعے نہ دور کرتا اور مسلمانوں کو جہاد کی اجازت نہ دیتا تو مشرکین مختلف اہل ملل پر غلبہ حاصل کر لیتے اور ان کی عبادت گاہیں گرادی جاتیں۔ نصرانیوں کا کوئی کلیسا باقی نہ رہتا اور نہ ہی یہودیوں کا کوئی گرجا باقی رہتا۔ اور راہبوں کا کوئی صومعہ باقی نہ رہتا۔ مسلمانوں کی مساجد باقی نہ رہتیں اور

مشرکین اہل ادیان پر غالب آ جاتے۔ مساجد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ چنانچہ مساجد کے اوصاف میں فرمایا۔ یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا: اس سے مساجد کی تعظیم بیان کرنا مقصود ہے، چوں کہ مساجد عبادت کی جگہیں ہوتی ہیں۔ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ: یہ قسم ہے، یعنی، بخدا! اللہ تعالیٰ اس شخص کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ: یعنی اللہ تعالیٰ سب کچھ کرنے پر قادر ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، وہ غالب ہے اور سے کوئی چیز زیر نہیں کر سکتی۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں اپنی دو صفات بیان فرمائی ہیں قوت و عزت۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت سے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور وہ زبردست عزت والا ہے کہ اسے کوئی مقہور و مغلوب نہیں کر سکتا۔ [1]

مہاجرین کی فضیلت اور ان کے اقتدار کی پیش گوئی

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ:...... ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آیت میں مراد مہاجرین، انصار اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی اتباع کرتے ہیں اور معنی ہے: یہ لوگ اللہ کی نصرت کے مستحق ہیں، اگر ہم ان لوگوں کو دنیا میں تمکین و سلطنت دے دیں اور غلبہ دے دیں تو یہ اللہ کی عبادت کریں گے اور اہتمام کے ساتھ نماز ادا کریں گے اور زکوۃ دیں گے۔ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ: یعنی خیر و بھلائی کی دعوت دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ: تمام باتوں کا مرجع اللہ کا حکم اس کی تقدیر ہے۔ وَاِنْ یُّکَذِّبُوْكَ فَقَدْ کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ: آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے۔ اور اس میں مشرکین کے لیے وعید بھی ہے، یعنی اگر اہل مکہ نے آپ کی تکذیب کی ہے تو آپ پہلے رسول نہیں جن کی تکذیب کی گئی، بلکہ آپ سے پہلے انبیا کی بھی تکذیب کی گئی ہے۔ تاہم انہوں نے صبر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ آپ بھی ان انبیائے کرام کے نقش قدم پر چلیں۔ وَقَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْیَنَ: اسی طرح قوم ابراہیم نے، قوم لوط نے اور قوم شعیب نے بھی تکذیب کی۔ وَکُذِّبَ مُوْسٰی: اسی طرح موسیٰ کی بھی تکذیب کی گئی، حالاں کہ جو معجزات ان کو دیے گئے تھی وہ بالکل نمایاں طور پر حق پر دلالت کرتے تھے۔ فَاَمْلَیْتُ لِلْکٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ: چنانچہ میں نے انہیں مہلت دی اور پھر انہیں پکڑ میں لیا اور سخت سزا دی۔

سابقہ حالات سے کفار کو تنبیہ

فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ:...... استفہام تقریری ہے۔ یعنی بھلا انہیں عذاب دینے سے میرا انکار کیسے ہو سکتا ہے، کیا میرا عذاب دردناک نہیں ہوگا؟ کیا میں نے نعمت کو نقمت سے بدل نہیں دیا، اور کثرت کو قلت سے نہیں بدلا، اور آبادیوں کو کھنڈرات میں نہیں بدلا؟ چنانچہ میں اہل مکہ کے تکذیب کرنے والوں سے یہی کچھ کروں گا۔ فَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَکْنٰهَا: کتنی ایسی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے عذاب میں ہلاک کیا۔ وَهِیَ ظَالِمَةٌ: اس حال میں کہ وہ بستیاں مشرک اور کافر تھیں۔ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا: ان کی چھتیں زمین بوس ہو گئیں، پھر ان کی دیواریں منہدم ہوئیں جو چھتوں پر گر پڑیں اور یوں بستیاں تباہ ہو کر ویران ہو گئیں۔ وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ: کتنے ہی کنویں ہیں جو متروک ہو گئے اور ان سے پانی نکالنے کا کام ختم ہو گیا، چوں کہ ان سے پانی پینے والے ہی ہلاک ہو گئے۔ وَّقَصْرٍ مَّشِیْدٍ: کتنے ہی بلند و بالا محلات تھے جو رہائشی کے بغیر خالی ہو کر رہ گئے، کیا اس انجام میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے سامان عبرت نہیں؟

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَکُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَآ:...... کیا اہل مکہ سفر نہیں کرتے کہ کفار کی ہلاکت والی جگہوں کا مشاہدہ کریں اور ان کی تباہی و بربادی سے عبرت حاصل کریں۔ بھلا یہ لوگ ایمان و توحید کو سمجھتے کیوں نہیں۔ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا: یا انہیں ایسے کان حاصل نہ ہوئے جن سے وہ سن سکتے، مواعظ اور ڈانٹ سے آشنا ہوتے۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ: حقیقت میں آنکھوں کی

---

[1] المختصر ۲/ ۵۴۸

بینائی سے محروم ہونا اندھا پن نہیں بلکہ حقیقت میں بصیرت سے محروم ہونا اندھا پن ہے، چنانچہ جو شخص دل کا اندھا ہو عبرت اور نصیحت نہیں حاصل کرتا، آیت میں "الصدور" کا ذکر تاکید کے لیے اور توہم مجاز کی نفی کے لیے ہے۔ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ: اے محمد! یہ مشرکین آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جلد از جلد عذاب لے آؤ، ان کا یہ مطالبہ محض مذاق اڑانے کے لیے ہے۔ حالاں کہ عذاب کا وقوع لامحالہ ہو کر رہے گا۔ البتہ وقوع عذاب کی مدت مقرر ہے، عذاب مدت مقررہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا چوں کہ اللہ تعالیٰ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

آخرت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ:...... یعنی اللہ تعالیٰ بردبار ہے اسے کسی قسم کی جلد بازی نہیں، چنانچہ مخلوق کے نزدیک ہزار سال اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن کے برابر ہے اور یہ تناسب اللہ تعالیٰ کی بردباری کے پیش نظر ہے پھر مشرکین عذاب کو مستبعد کیوں سمجھتے ہیں حتیٰ کہ جلد از جلد اس کے وقوع کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

اللہ کی ڈھیل پر بے فکر نہ ہوں

اسی لیے بعد میں فرمایا: وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ: بہت ساری بستیوں کے ہلاک کرنے کو ہم نے مؤخر کر دیا ہے، باوجود یہ کہ وہ ظلم پر قائم رہے ہم نے انہیں مہلت دی لیکن وہ اس مہلت سے دھوکا کھا گئے۔ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ: طویل مہلت کے بعد میں نے ان کی پکڑ کی اور انہیں عذاب دیا، جب کہ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ بحر میں لکھا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے قریش کو مہلت دی حتیٰ کہ وہ عذاب کا مطالبہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بطور تنبیہ آیت میں ذکر کیا کہ پہلے لوگوں کو بھی مہلت دی گئی تھی اور پھر انہیں ہلاک کیا گیا، سو قریش کو اگر اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہے تو اب انہیں عذاب دینا ضروری ہو گیا ہے لہٰذا وہ عذاب کی تاخیر سے خوش نہ ہوں۔[1] قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ: اے محمد! یہ لوگ جو عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ میں تو بس تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں اور میرا ڈرانا عیاں ہے اس میں عذاب کے جلد ہونے یا اس کی تاخیر ہونے میں مجھے کوئی دخل نہیں۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ:...... وہ سچے مؤمنین جو ایمان اور عمل صالح کو جمع کر کے رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بخشش اور عزت کی روزی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت ہے۔ امام رازی کہتے ہیں: جو شخص ایمان اور عمل صالح کو جمع کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے بخشش اور عزت کی روزی جمع کر لیتا ہے۔[2] قرطبی کہتے ہیں: جب تم اللہ تعالیٰ کو وَرِزْقٌ كَرِيمٌ: فرماتے سنو تو سمجھ جاؤ کہ اس سے مراد جنت ہے۔[3] وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ: جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور انہیں باطل قرار دینے میں تگ و دو کی اور وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ: یہی لوگ ہیں جو جہنم کی نہایت تیز گرم و دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے، جس کا عذاب نہایت شدید ہوگا، ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کی وجہ سے جہنمیوں کو أَصْحَابُ الْجَحِيمِ: کہا ہے چوں کہ صاحب ہمیشہ ساتھ لازم رہتا ہے اس لیے جہنمیوں کو صاحب کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً مؤمنین کو بشارت دی اور ثانیاً کفار کو اس آیت میں ڈرایا تو قیاس کا تقاضا ہے کہ اوپر والی آیت میں الفاظ یوں ہوتے۔ انما انا لکم بَشِيرًا وَّنَذِيرًا: اس کا جواب یہ ہے کہ کلام کا سیاق مشرکین کا انجام بیان کرنا ہے اور وہ عذاب کا مطالبہ کر رہے تھے جب کہ أَيُّهَا النَّاسُ: مشرکین کے لیے ندا ہے۔ مؤمنین کا ذکر ساتھ اس لیے کیا گیا ہے تاکہ مشرکین کو زیادہ غصہ آئے اور ان کی اذیت بڑھے۔[4]

---

[1] البحر ۶/ ۳۷۹ [2] الرازی ۲۳/ ۴۷ [3] المختصر ۲/ ۵۵۰ [4] الرازی ۲۳/ ۴۷

آیات وحی میں شیطانی شبہات

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ:.....اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول یا نبی بھیجا۔ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى :مگر یہ کہ جب اس نے کسی چیز کو چاہا اور اس نے کسی چیز کی خواہش کی۔ اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ:شیطان اس رسول یا نبی کی چاہی ہوئی چیز میں وسوسے ڈال دیتا ہے جو دنیوی شغل کے موجب بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''میرے دل میں کچھ کھٹکا پیدا ہوتا ہے اس لیے میں دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔'' فراء کہتے ہیں: تمنی کا معنی ہے جب وہ بات کرتا ہے، آیت کا معنی ہوگا: جب وہ بات کرتا ہے شیطان اس کی بات میں وسوسہ ڈال دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو باطل کر دیتا ہے اور اپنی آیات کو باقی اور محکم رکھتا ہے۔ امنیہ کا معنی قرأت کرنا، پڑھنا بھی ہے۔ نحاس کہتے ہیں: آیت کا یہ معنی زیادہ موزوں ہے، اور معنی یوں ہوگا۔ ''ہم نے جو رسول اور نبی بھیجا اور وہ کسی چیز کو بیان کرنا چاہتا ہے اور اپنی امت کو ہدایت و ایمان کی راہ دکھاتا ہے تو شیطان وسوسے ڈال دیتا ہے وہ اس طرح کہ قوم کے دلوں میں کفر آراستہ کر دیتا ہے اور ان کے دلوں میں پیغمبر کی مخالفت ڈال دیتا ہے۔ آیت کریمہ میں رسول کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے گویا یوں کہا جا رہا ہے۔ اے محمد! اپنی قوم کی عداوت و عناد پر غمگین نہ ہو یہ تو پیغمبروں کی سنت ہے۔[1]

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ:.....شیطان جو وسوسے اور اوہام ڈالتا ہے اللہ انہیں باطل کر دیتا ہے۔ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ :اور پھر اپنے رسول کے دل میں ان آیات کو محکم و باقی رکھتا ہے جو توحید و رسالت پر دلالت کر رہی ہوتی ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ :اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے وہ اشیا کو ٹھیک انہی کی جگہ پر رکھتا ہے۔ ابو سعود کہتے ہیں: آیت میں اس امر پر دلالت ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے سہو ہو سکتا ہے اور ان کے دل میں وسوسہ آ سکتا ہے۔[2] لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہ اور وسوسہ کو بنا دے۔ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ :ان منافقین کے لیے فتنہ (بنا دے) جن کے دلوں میں شک و شبہ ہے۔ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ :اور فتنہ بنا دے ان کفار کے لیے جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نرم نہیں ہوتے ان سے مراد خواص کفار ہیں جیسے ابو جہل، نضر بن حارث اور عتبہ وغیرہ۔ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ :یہ مذکور منافقین و مشرکین حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے سخت دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں۔ شِقَاقٍ کی صفت ''بعید'' لائی گئی ہے، چوں کہ یہ الفاظ انتہا درجے کی ضلالت و گمراہی کے لیے مستعمل ہوئے ہیں اور خیر و بھلائی سے نہایت دوری بیان کرنا مقصود ہے۔

وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ: اور تاکہ اہل علم جان لیں کہ قرآن عظیم ہی حق ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہے۔ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ :اور وہ اس قرآن پر ایمان لے آئیں۔ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ اور ان کے دل اللہ کے آگے جھک جائیں اور اس سے لو لگا کر سکون حاصل کریں۔ بخلاف اس شخص کے جس کے دل میں مرض ہو۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ :حقیقت میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کو سیدھی راہ کی طرف لاتا ہے اور انہیں گمراہی اور سرکشی سے دور رکھتا ہے۔

منکرین قیامت تک دھوکے میں رہیں گے

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ :.....یہ مشرکین برابر اس قرآن کے متعلق شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً: یہاں تک کہ اچانک ان پر قیامت آ جائے اور انہیں اس کا شعور تک نہ ہو، قتادہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی قوم کو اپنی گرفت میں نہیں لیا مگر اس وقت کہ جب وہ مدہوشی میں پلے پڑے ہوتے اور عیش و عشرت نے انہیں دھوکے میں رکھا ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی قوم دھوکا نہیں کھاتی مگر وہی قوم جو فاسق و فاجر ہو۔ اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ :یا انہیں قیامت کے دن کا عذاب آن دبوچے۔ قیامت کے دن کو یوم عقیم سے تعبیر کیا گیا ہے چوں کہ اس دن کے بعد کوئی اور دن نہیں ہوگا۔ ابو سعود کہتے ہیں: گویا ہر دن آنے والے دن کو جنم دیتا ہے چنانچہ جس دن کے بعد

---

[1] اکثر مفسرین کی یہ تفسیر مختار ہے، جب کہ غرانیق والا قصہ جو سورۃ نجم کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے وہ محض باطل اور مردود ہے۔ [2] ابوالسعود ۴/ ۱۸

کوئی دن نہیں ہوگا وہ دن عقیم کہلاتا ہے اور عقیم کا معنی بانجھ ہے۔ اور اس سے مراد یوم قیامت ہے۔ گویا معنی یوں ہوا: یا ان پر روز قیامت کا عذاب آ جائے۔ اسم ظاہر ضمیر کی جگہ اس لیے لایا گیا ہے تاکہ قیامت کی ہولنا کی اور زیادہ نمایاں ہو جائے۔[1]

اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ:...... قیامت کے دن بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی اس دن بادشاہت کا کوئی اور دعویدار نہیں ہوگا۔ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان عدل وانصاف سے فیصلہ کرے گا چنانچہ مؤمنین کو جنت میں داخل کرے گا اور کفار کو دوزخ میں۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی اور نیک اعمال کیے وہ دائمی نعمتوں والے باغات میں ہوں گے اس سے مراد خلد بریں ہے۔

اللہ کے لیے ہجرت کرنے والوں کے انعامات

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ:...... اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے اور جہنم میں ان کی نہایت تحقیر ہوگی۔ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے وطن اور گھروں کو چھوڑا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کیا۔ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا: جہاد میں مقتول ہوئے یا فراش پر انہیں طبعی موت آئی۔ لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا: اللہ تعالیٰ انہیں دائمی نعمتیں جو کبھی ختم نہیں ہوں گی عطا فرمائے گا اس سے مراد جنت نعیم ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے اور وہ بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ:...... اللہ تعالیٰ انہیں دل پسند ٹھکانے میں داخل کرے گا، اس سے مراد جنت ہے جس میں ایسی نعمتوں ہوں گی جنہیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں وہ کھٹکیں۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ عمل کرنے والوں کے درجات سے واقف ہے اور انہیں فی الحال عذاب دینے کے معاملے میں بردباری سے کام لے رہا ہے۔ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ: یہ اس لیے ہوگا کہ ظالم کو اس کے ظلم کے برابر بدلہ دیا جائے۔ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ: اس کے بعد ظالم نے پھر اس پر زیادتی کی تو اللہ تعالیٰ اس مظلوم کی ضرور مدد کرے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ: اللہ تعالیٰ بہت زیادہ درگزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ آیت میں عفو ودرگزر پر ابھارا جا رہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ باوجود قدرت انتقام کے معاف کر دیتا ہے اور بخشش کرتا ہے۔ انسانوں کو بطریق اولیٰ عفو ودرگزر پر عمل کرنا چاہیے۔

اللہ کی قدرت کاملہ

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ:...... یہ مدد بسبب اس کے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قادر مطلق ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے یعنی دن ورات میں سے ہر ایک کو دوسرے میں داخل کرتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو کم کر کے دن میں اضافہ کر دیتا ہے اور اس کے برعکس بھی کرتا ہے۔ چنانچہ موسم گرما وسرما میں بخوبی اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ: یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال سنتا ہے اور ان کے احوال کو دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ: اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے۔

وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ:...... مشرکین جن دیوتاؤں اور بتوں کو پوجتے اور پکارتے ہیں وہ باطل محض ہیں جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ: اللہ تعالیٰ اونچی شان والا ہے عظمت وکبریائی والا ہے اس سے اونچی شان اور بڑے مرتبے والا کوئی نہیں۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ: صیغہائے مبالغہ ہیں، چوں کہ فعال اور فعول دونوں اوزان مبالغہ میں سے ہیں۔ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ: سیاق وسباق کی دلالت کی وجہ سے اس میں حذف ہے یعنی أذن بالقتال للذين يقاتلون۔

---

[1] ابوالسعود ۳/۹۱

اِلَّآ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ: ...... میں الفاظ مشابہ ذم کے ساتھ تاکید مدح کی گئی ہے، یعنی ان کا کوئی گناہ نہیں صرف یہی ہے۔ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡا فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ: میں لطیف مقابلہ ہے۔ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا رَسُوۡلٍ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ يَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ: میں طباق ہے۔ اَوۡ يَاۡتِيَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمٍ عَقِيۡمٍ: میں استعارہ بدیعیہ ہے اور خوبصورت استعارہ ہے، چوں کہ عقیم بانجھ عورت کو کہا جاتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے روز قیامت کا یہ وصف بیان کیا ہے چوں کہ اس دن کے بعد نہ رات ہوگی اور نہ ہی کوئی دن ہوگا چوں کہ زمانہ گزر چکا ہوگا، اور عمل کرنے کی ذمہ داری ختم ہو چکی ہوگی، گویا آیت میں ایام کو راتوں کی اولاد قرار دیا گیا ہے۔ روز قیامت کو بطور استعارہ عقیم قرار دیا گیا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصۡبِحُ الۡاَرۡضُ مُخۡضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِى
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ ع ۱۵
وَالۡفُلۡكَ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِهٖ ؕ وَيُمۡسِكُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَى الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ
لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَحۡيَاكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَكَفُوۡرٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ
اُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَكًا هُمۡ نَاسِكُوۡهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الۡاَمۡرِ وَادۡعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى
مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنۡ جٰدَلُوۡكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا
كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ﴿۷۰﴾ وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّمَا لَيۡسَ لَهُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ
وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا
الۡمُنۡكَرَ ؕ يَكَادُوۡنَ يَسۡطُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ؕ قُلۡ اَفَاُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكُمۡ ؕ اَلنَّارُ ؕ
وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۷۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ ع ۱۶
تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَنۡ يَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ ؕ وَاِنۡ يَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَيۡـًٔا لَّا يَسۡتَنۡقِذُوۡهُ
مِنۡهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوۡبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصۡطَفِىۡ
مِنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ بَصِيۡرٌ ﴿۷۵﴾ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ ؕ
وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۷۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ارۡكَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّكُمۡ وَافۡعَلُوا الۡخَيۡرَ
لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوۡا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجۡتَبٰىكُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ السجدۃ عند الشافعی
حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَفِىۡ هٰذَا لِيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ

شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ ۭ
هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٧٨﴾ ع

ترجمہ:......اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر زمین ہری بھری ہوگئی، بلاشبہ اللہ بہت مہربان ہے خبر رکھنے والا ہے، ﴿۶۳﴾ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب اس کا ہے اور بلاشبہ اللہ غنی ہے تعریف کا مستحق ہے، ﴿۶۴﴾ اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے وہ سب کچھ مسخر فرمادیا جو زمین میں ہے، اور کشتی کو مسخر فرمادیا وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے، مگر یہ کہ اسی کا حکم ہو جائے۔ بلاشبہ اللہ لوگوں پر بہت مہربان ہے نہایت رحم فرمانے والا ہے، ﴿۶۵﴾ اور اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ فرمائے گا، بلاشبہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔ ﴿۶۶﴾ ہم نے ہر امت کے لیے عبادت کے طریقے مقرر کیے ہیں جنکے مطابق وہ عبادت کرتے تھے، سو اس امر میں وہ آپ سے جھگڑا نہ کریں، اور آپ ان کو اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں بلاشبہ آپ ہدایت پر ہیں جو سیدھا راستہ ہے۔ ﴿۶۷﴾ اور اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ فرمادیجیے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے، ﴿۶۸﴾ اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان چیزوں میں فیصلے فرمادے گا جن میں اختلاف کیا کرتے تھے۔ ﴿۶۹﴾ اے مخاطب! کیا تجھے معلوم نہیں جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے بلاشبہ یہ اللہ اس سب کو جانتا ہے سب کچھ کتاب میں لکھا ہے، بلاشبہ یہ اللہ پر آسان ہے۔ ﴿۷۰﴾ اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، اور نہ ان کے پاس ان کی کوئی دلیل ہے، اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں، ﴿۷۱﴾ اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو خوب واضح ہیں تو اے مخاطب تو کافروں کے چہروں میں ناگواری کو پہچان لے گا، قریب ہے کہ ان لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتے ہیں۔ آپ فرمادیجیے کیا میں اس سے زیادہ ناگوار چیز نہ بتادوں؟ وہ دوزخ ہے! جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ فرمایا ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ ﴿۷۲﴾ اے لوگو! ایک مثل بیان کی گئی ہے سو تم اسے دھیان سے سن لو، بلاشبہ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں وہ ہرگز مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اس کے لیے وہ سب اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو اسے چھڑا نہیں سکتے، طالب بھی کمزور اور مطلوب بھی کمزور۔ ﴿۷۳﴾ لوگوں نے اللہ کی ایسی تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کی تعظیم کا حق ہے بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا ہے زبردست ہے۔ ﴿۷۴﴾ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو چن لیتا ہے اور آدمیوں میں سے بھی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ ﴿۷۵﴾ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔ ﴿۷۶﴾ اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور خیر کے کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ﴿۷۷﴾ اور اللہ کے بارے میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تمہیں چن لیا اور اس نے دین میں تنگی نہیں رکھی، اپنے باپ ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو، اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا اس سے پہلے اور اس قرآن میں، تاکہ رسول تمہارے بارے میں گواہ بن جائے اور تم لوگوں کے مقابلے میں گواہ بن جاؤ، سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو وہ تمہارا مولیٰ ہے سو وہ خوب مولیٰ ہے اور خوب مددگار ہے۔ ﴿۷۸﴾

ربط وتعارف:......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ذکر کیا کہ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں۔ اور ساتھ ساتھ اپنی نعمتوں پر تنبیہ بھی کی، اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وحکمت پر مزید دلائل ذکر کیے ہیں اور بعث بعد الموت کے اثبات کے لیے یہ آیات بطور مقدمہ کے ہیں۔ سورت کے اختتام میں مؤمنین کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی گئی ہے۔

لغات: سُلْطٰنًا:...... حجت و برہان، دلیل۔ يَسْطُوْنَ: سطوۃ سے فعل مضارع ہے، بمعنی غلبہ، زور آوری، دار و گیری۔ گرفت۔ يَسْلُبْهُمْ: جلدی سے کسی چیز کو اچک لینا۔ قَدَرُوا: انہوں نے قدر و تعظیم کی۔ يَصْطَفِيْ: وہ پسند کرتا ہے۔ حَرَجٍ: تنگی مِلَّةَ: دین۔

اللہ کی تدبیر اور تصرف

تفسیر: اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً:...... استفہام تقریری ہے، اے مخاطب! کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بادلوں سے پانی نازل کیا؟ فَتُصۡبِحُ الۡاَرۡضُ مُخۡضَرَّةً: (اس پانی سے) زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے، حالاں کہ چٹیل خشک ہو چکی ہوتی ہے۔ تعبیر بیان کے لیے مضارع کا صیغہ لایا گیا ہے تا کہ صورت مستحضر رہے اور اس سے افادہ بقا بھی ہے، اسی طرح زمانے کی ایک مدت بھی بیان کرنا مقصود ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رزق دینے میں بڑا ہی مہربان ہے اور ان کے دلوں میں جو مایوسی اور قنوطیت ہے اس سے بخوبی واقف ہے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلیل قائم کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ بعث بعد الموت پر قادر ہے، جو ذات اس امر پر قادر ہے وہ موت کے بعد زندگی عطا کرنے پر بطریق اولیٰ قادر ہے اسی لیے فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَحۡيَاكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ. لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ: کائنات میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ سب اس کی مخلوق ہے، سب کچھ اس کے تصرف میں ہے اور اس کی ملکیت ہے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے انتظام و تدبیر کا محتاج ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ: اللہ تعالیٰ تمام اشیا سے بے نیاز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اور وہ ہر حال میں قابل حمد و ستائش ہے۔

بحر و بر کی تسخیر

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ:...... ایک اور نعمت یاد کروائی جا رہی ہے، یعنی اے عقل مند انسان! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ انسانوں کو جن اشیا کی ضرورت پڑی وہ تمام اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مسخر کر دیں چنانچہ حیوانات، درخت، دریا اور کانیں انسان کے لیے مسخر کر دی ہے۔ وَالۡفُلۡكَ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِهٖ: اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے بحری بیڑے انسان کے لیے مسخر کیے ہیں جو مسافروں اور ساز و سامان کے بوجھ تلے دبے ہوتے ہیں لیکن ڈوبنے نہیں پاتے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور مشیت سے تمہارے مصالح کے لیے کیا ہے۔ وَيُمۡسِكُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَى الۡاَرۡضِ: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آسمان کو تھام رکھا ہے تا کہ زمین پر نہ گرنے پائے اور زمین پر پائے جانے والی مخلوق محفوظ رہے۔ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ: ہاں البتہ جب اللہ چاہے گا اور ایسا روز قیامت کو ہوگا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ: ایسا اللہ تعالیٰ کے تمہارے اوپر لطف و کرم کی وجہ سے ہے، چنانچہ اس نے تمہارے لیے معیشت کے اسباب مہیا کر دیے ہیں، لہٰذا اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَحۡيَاكُمۡ: تم معرض عدم میں تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندگی بخشی۔ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ: جب تمہاری عمریں پوری ہو جائیں گی تمہیں موت سے ہم کنار کرے گا۔ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ: موت کے بعد پھر تمہیں حساب و کتاب اور ثواب و سزا کے لیے زندہ کرے گا۔ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَكَفُوۡرٌ: انسان انکار میں حد سے بڑھ جاتا ہے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کر دیتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آیت میں انسان سے مراد کافر ہے۔ آیات سے غرض مشرکین کی توبیخ اور ڈانٹ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ یوں فرما رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکا کیسے ٹھہراتے ہو اور اس کے ساتھ غیروں کی عبادت کیسے کرتے ہو حالاں کہ وہ تنہا رزق دینے والا، تصرف کرنے والا اور مخلوق کا انتظام کرنے والا ہے۔ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَكًا: ہم نے ہر نبی اور ہر امت کے لیے ایک شریعت، عبادت کا طریقہ اور راستہ مقرر کیا ہے۔[1] چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا (سورۃ المائدہ، آیت ۴۸) هُمۡ نَاسِكُوۡهُ: اور وہ لوگ اس شریعت پر عمل پیرا ہوتے رہے۔ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الۡاَمۡرِ: مشرکین میں سے کوئی بھی آپ کے ساتھ میری نازل کردہ شریعت کے معاملہ میں نہ جھگڑے چوں کہ ہر زمانے میں شرائع کا وجود ہوتا رہا ہے۔ آیت میں نہی بمعنی نفی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جھگڑا کسی طرح مناسب نہیں چوں کہ حق آ چکا ہے اور حق کے ساتھ جھگڑنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ وَادۡعُ اِلٰى رَبِّكَ: یعنی لوگوں کو اپنے رب کی عبادت کی طرف بلاؤ اور شریعت مطہرہ کی طرف دعوت دو۔ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسۡتَقِيۡمٍ: آپ واضح سیدھے راستے پر ہیں جو جنت تک پہنچانے والا ہے۔

---

[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آیت میں منسک سے مراد شریعت و منہاج ہے۔ امام رازی کہتے ہیں: یہی معنی یہاں اقرب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی اور دعوت کا حکم

وَاِنۡ جٰدَلُوۡكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ:...... ظہور حق کے بعد اگر مشرکین آپ کے ساتھ جھگڑتے ہیں تو ان سے کہہ دیجیے: اللہ تعالیٰ تمہارے قبیح اعمال سے بخوبی واقف ہے اور ان اعمال پر تم جس بدلے کے مستحق ہو اللہ تعالیٰ اسے بھی خوب جانتا ہے۔ آیت میں وعید ہے۔ اَللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ: اللہ تعالیٰ آخرت میں مؤمنین اور کفار کے درمیان دین کی ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، رب کے حق و باطل کو اچھی طرح سے پہچان لیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا علم محیط

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ:...... آیت میں استفہام تقریری ہے یعنی اے محمد! آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو اپنے احاطہ علم میں لے رکھا ہے، اللہ تعالیٰ پر مشرکین کے اعمال مخفی نہیں ہیں۔ اِنَّ ذٰلِكَ فِىۡ كِتٰبٍ: یہ سب لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ: مخلوقات کا حساب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کا احاطہ اللہ پر آسان ہے۔ اس بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کے اقدام کا ذکر کیا ہے باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں سے محظوظ بھی ہوتے ہیں اور دلائل بھی بالکل واضح ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ: یعنی کفار قریش غیر اللہ یعنی بتوں کو پوجتے ہیں۔ جو نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا: اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق کوئی برہان و حجت اور دلیل نازل نہیں کی یعنی وحی و شریعت کی ذریعے اللہ تعالیٰ نے بتوں کے پوجنے کا حکم نہیں دیا۔ وَّمَا لَيۡسَ لَهُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ: اور اس شرک کے متعلق ان کے پاس از روئے عقل بھی کوئی علم نہیں یہ تو محض آباواجداد کی اندھی تقلید ہے۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ: ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو اللہ کے عذاب کو ان سے دور کر سکے۔

آیات قرآن پر کفار کا غیظ وغضب

وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ:...... جب ان مشرکین پر قرآن عظیم کی واضح اور روشن آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور قرآن میں بیان کیے گئے دلائل جو اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں ان پر تلاوت کیے جاتے ہیں۔ تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا الۡمُنۡكَرَ: تم کفار کے چہروں پر انکار کی ترشی و ناگواری ملاحظہ کرتے ہو۔ يَكَادُوۡنَ يَسۡطُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا: قریب ہوتا ہے کہ یہ لوگ مؤمنین پر حملہ کر دیں گے جو انہیں قرآن کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔ قُلۡ اَفَاُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكُمۡ ؕ اَلنَّارُ: آپ ان سے کہہ دیجیے: کیا میں تمہیں مسلمانوں کو ڈرانے دھمکانے سے زیادہ بری اور شنیع چیز کی خبر دوں؟ سو وہ دوزخ کی آگ اور اس کا عذاب ہے۔ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا: وہ کفار جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان سے آگ کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ: یہ بہت برا ٹھکانا ہے جس کی طرف کفار نے لوٹ کر جانا ہے۔

شرک کی مثال

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ:...... اے مشرکین کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے تمہارے معبودان یعنی بتوں کی مثال بیان کی ہے اس مثال پر اچھی طرح سے غور و فکر کر لو اور سمجھ لو کہ تم سے کیا کہا جا رہا ہے۔ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَنۡ يَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ: یقین رکھو یہ بت جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو وہ مکھی تک نہیں پیدا کر سکتے باوجود یہ کہ مکھی نہایت کمزور و حقیر چیز ہے، اگرچہ سبھی اس کام کے لیے جمع ہو جائیں تب بھی ایسا نہیں کر سکتے۔ بھلا کسی عقلمند کے لیے کیسے روا ہے کہ وہ ان بتوں کو اپنا خدا بنا لے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرے۔

۱؎ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آیت میں المنسك سے مراد شریعت و منہاج ہے۔ امام رازی کہتے ہیں یہی معنی یہاں اقرب ہے۔

قرطبی کہتے ہیں: مثال میں مکھی کا انتخاب چار وجوہ کی بنا پر کیا گیا ہے: مکھی حقیر چیز ہے، نہایت کمزور ہے، اس سے گھن اور نفرت کی جاتی ہے اور مکھیاں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ مکھی جو نہایت حقیر و کمزور چیز ہے اور جن بتوں کی یہ عبادت کرتے ہیں وہ مکھی جیسی حقیر چیز کو بھی نہیں تخلیق کر سکتے اور اپنے سے اذیت کو دور نہیں کر سکتے بھلا وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ نہایت قوی حجت اور زیادہ قوی برہان ہے۔[1] وَاِنۡ يَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَيۡـًٔـا لَّا يَسۡتَـنۡقِذُوۡهُ مِنۡهُ: مشرکین بتوں پر جو خوشبو اور عطر چھڑکتے ہیں اس کا معمولی سا جزا گر مکھی لے اڑے تو ان بتوں میں اتنی قدرت نہیں اس جزء کو مکھی سے واپس لے سکیں، حالاں کہ مکھی نہایت کمزور حقیر چیز ہے۔ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوۡبُ: چنانچہ عبادت کرنے والا جو خیر کا طلب گار ہوتا ہے اور مطلوب جس کی عبادت کی جاتی ہے یعنی بت دونوں نہایت کمزور اور ضعیف ہیں۔[2] مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ: انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح تعظیم و تکریم نہیں کی جس طرح کہ اس کی تعظیم کا حق ہے چوں کہ مشرکین نے بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غالب و قوی ہے۔ اسی لیے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ غالب ہے اسے کوئی بھی مغلوب نہیں کر سکتا، بھلا مشرکین ایک غالب و زبردست ذات اور حقیر و عاجز کے درمیان یکسانیت کا دعویٰ کیونکر کرتے ہیں۔

فرشتوں اور انسانوں میں سے اللہ کے پیغمبر

اَللّٰهُ يَصۡطَفِىۡ مِنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ: ...... اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی پیغمبر منتخب کرتا ہے تاکہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام تک وحی پہنچانے کا واسطہ بنیں اور انسانوں میں سے بھی پیغمبر منتخب کرتا ہے تاکہ وہ بندوں تک دین و شرائع کی تبلیغ کریں۔ آیت میں ان لوگوں پر رد ہے جن کا دعویٰ ہے کہ پیغمبر انسانوں میں سے نہیں ہوتے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌۢ بَصِيۡرٌ: اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو خوب سنتا ہے اور ان کے افعال و اعمال کو دیکھتا ہے۔ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ: انسان اپنے جو اعمال و افعال آگے اور پیچھے کرتے ہیں اور جو باتیں بھی کرتے ہیں اللہ انہیں خوب جانتا ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ: بندوں کے تمام امور و معاملات کا دارومدار اللہ تعالیٰ پر ہے، وہ تمام امور پر بدلہ دے گا۔

مؤمنین کی عبادت کا حکم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ارۡكَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا: ...... یعنی اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لیے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھو۔ رکوع و سجدہ کے الفاظ سے نماز کو تعبیر کیا ہے چوں کہ رکوع و سجدہ نماز کے اعلیٰ ترین ارکان میں سے ہیں۔ وَاعۡبُدُوۡا رَبَّكُمۡ: یعنی صرف اور صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ وَافۡعَلُوا الۡخَيۡرَ: نیکی و بھلائی کے مختلف اعمال بجالاتے رہو جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب تر کر دیں جیسے صلہ رحمی، خیر خواہی، رات کے وقت نماز تہجد پڑھنا وغیرہ۔ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ: تاکہ تم اخروی نعمتوں سے بہرہ مند اور کامیاب ہو۔

مؤمنین کو مجاہدے کا حکم

وَجَاهِدُوۡا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ: ...... اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنے اموال و جان سے جہاد کرو اپنی جان و طاقت صرف کر کے جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ هُوَ اجۡتَبٰٮكُمۡ: اللہ تعالیٰ نے ساری امتوں کے درمیان سے تمہیں دین کی نصرت کے لیے منتخب کیا ہے اور تمہیں کو کامل شریعت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص کیا۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ: اور اس دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی اور مشقت نہیں ڈالی، اور تمہارے اوپر ایسی ذمہ داری نہیں ڈالی جسے نبھانے کی تم سکت نہ رکھتے ہو، بلکہ یہ دین حنیف ہے اور ملت بیضا ہے۔ مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ: تمہارا دین جس میں کوئی حرج نہیں وہ دین ابراہیم ہے اسے اپنے اوپر لازم کر لو چوں کہ یہی دین قیم اور دین فطرت ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ دِيۡنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا (سورۃ الانعام، آیت ۱۶۱)

---

[1] القرطبی ۱۲ / ۹۷ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: طالب سے مراد بت ہے اور مطلوب سے مراد مکھی ہے۔ سدی کہتے ہیں: طالب سے مراد عبادت کرنے والا اور مطلوب سے مراد بت ہے یہی راجح تفسیر ہے۔

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا:......اللہ تعالیٰ نے پہلی کتابوں میں تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس قرآن عظیم میں بھی، اور تمہارے لیے بطور دین اسلام پسند کیا۔ امام فخر الدین الرازی کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ قرآن سے پہلے تمام کتابوں میں تمہیں "مسلمان" کے نام سے مسمّٰی کیا ہے اور اس قرآن میں بھی تمہیں ساری امتوں پر فضیلت دی اور تمہیں اس مکرم ومحترم نام سے موسوم کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں شرف ومرتبہ سے سربلندی عطا کی ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی عائد کردہ جملہ ذمہ داریوں کو نبھاؤ۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ:......تا کہ یہ رسول تمہارے اوپر گواہ بنیں اور یہ گواہی دیں کہ انہوں نے رسالت کی تبلیغ کی ہے اور دین تم تک پہنچایا ہے۔ اور تم مخلوق پر گواہی دو کہ ان کے رسولوں نے ان تک ٹھیک ٹھیک دین پہنچایا ہے۔ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ: جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس عظیم مرتبہ سے نوازا ہے تو اس کا شکر ادا کرو، اس کا شکر ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ: اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اسی پر بھروسہ رکھو اور تمام کاموں میں صرف اسی سے مدد مانگو۔ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ: اللہ تعالیٰ کتنا اچھا حامی اور کتنا اچھا مددگار ہے۔

بلاغت:......ان آیت میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف بلاغت کلام کا حصہ ہیں۔
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ:......میں مختلف نعمتوں کو ذکر کر کے احسان جتلایا گیا ہے۔ اسی طرح استفہام برائے تقریر ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ: میں كَفُوْرٌ صیغۂ مبالغہ ہے۔ یعنی انکار میں بڑھا ہوا۔ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ: میں نہی سے مراد شی کی نفی ہے یعنی: ان لوگوں کے لیے کسی طرح روا نہیں کہ وہ آپ سے جھگڑا کریں چوں کہ حق واضح ہو چکا ہے۔ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ: تم ان کے چہروں سے اس ان کی ناگواری اور فعل قبیح کے ارادہ پر استدلال کر سکتے ہو۔ جیسے عرب کا قول ہے: عرفت فی وجه فلان الشر یعنی تم فلاں کے چہرے پر شر وفتنہ بھانپ سکتے ہو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا: میں بڑی شاندار تمثیل ہے۔ یعنی غیر اللہ کی عبادت کرنے میں کفار کی مثال بتوں کی سی ہے جو ایک مکھی بھی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں: عمدہ قصے کو مثال کا نام دیا گیا ہے چوں کہ اس سے مقصد بعض امثال کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔ اِرْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا: میں مجازِ مرسل ہے، جزو کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے۔ چوں کہ رکوع وسجدے سے مراد نماز ہے، رکوع وسجدہ، نماز کا جزو ہیں۔ اِرْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ: میں خاص کے بعد عام کا ذکر ہے اور اس میں مطمع نظر افادۂ عموم ہے، اہتمام خاص کے ساتھ۔ آیت میں خاص سے ابتدا کی گئی پھر عام کا ذکر ہوا اور پھر اعم۔

الحمدللہ، اللہ کے فضل وکرم اور محض اس کی توفیق سے آج بروز جمعہ ۱۵ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۲۰۱۳ء
کو بعد نماز عشاء سورۂ حج کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے شرف قبولیت عطا فرمائے
اور بقیہ سورتوں کی تفسیر کا ترجمہ بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین[2]

---

[1] آیت میں مسلمانوں کو پیغام خودی دیا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے عظیم مرتبہ عطا فرمایا ہے اس مرتبے کو مسلمان پہچانیں اور وہ امور جو ان کی خودی کے لیے نقصان دہ ہوں ان کو ترک کریں۔ [2] یہاں ایک اتفاق جو میرے لیے باعث مسرت ہے کو ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے بھی سورۂ حج کا ترجمہ وحواشی ۱۵ صفر کو مکمل کیے اور آج الحمد للہ میں نے بھی اسی تاریخ کو سورۂ حج کی تفسیر مکمل کی۔

پارہ نمبر ۱۸...... قَدْ اَفْلَحَ

سورۃ المؤمنون

ربط وتعارف: ......سورۂ المؤمنون ان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں توحید، رسالت اور بعث بعد الموت جیسے اصول دین بیان کیے گئے ہیں۔ المؤمنون کے شاندار نام سے اس سورۂ کریمہ کو موسوم کیا گیا ہے، چوں کہ مؤمنین ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور وہ اسی عظیم الشان اکرام کے مستحق ہیں۔

سورۂ کریمہ میں قدرت وحدانیت کے دلائل جو کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں بیان کیے گئے ہیں، یہ دلائل انسان، حیوان اور نباتات میں بھی ہیں پھر آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں بھی پائے جاتے ہیں، اسی طرح آفاقی دلائل جو کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں اور دکھائی دینے والے جہاں میں ان کا وجود نمایاں دکھائی دیتا ہے جیسے انواع واقسام کے درخت، انگور، زیتون، انار، مختلف قسم کے دیگر پھل، بحری بیڑے جو سمندروں کے سینے کو چیرتے چلے جاتے ہیں اور ان کے علاوہ مختلف آفاقی دلائل جو وجود باری تعالیٰ پر دلالت کرتے ہیں اس سورۂ کریمہ میں بیان کیے گئے ہیں۔

سورۂ کریمہ میں بعض انبیا کے قصے بھی بیان کیے گئے ہیں جن کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے، چوں کہ مشرکین کی طرف سے آپ کو سخت اذیتیں پہنچائی گئیں، چنانچہ اولاً حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا پھر حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا، پھر مریم بتول علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا، پھر سورۂ کریمہ میں کفار مکہ کا عناد، حق سے انکار کا ذکر ہوا جب کہ نورِ حق کا سورج طلوع ہو چکا تھا، سورۂ کریمہ میں بعث بعد الموت پر دلائل قائم کیے گئے ہیں۔ اور یہی نکتہ اس سورت کا محور ہے۔ اور اسی نکتہ کے متعلق باطل پرستوں سے مجادلہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ واضح دلائل کے ساتھ باطل کی کمر توڑی گئی ہے۔

سورۂ کریمہ میں کفار کو بوقت موت پیش آنے والی سختیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے، ایسے موقع پر کفار تمنا کرتے ہیں کہ وہ ایک بار پھر دنیا کی طرف لوٹ جائیں تا کہ نیک اعمال کر کے مافات کا ازالہ کر سکیں لیکن وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے۔ تمام امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے اور آرزوئیں کٹ کے رہ جاتی ہیں۔ سورۂ کے اختتام میں روز قیامت کا ذکر ہوا ہے چنانچہ قیامت کے دن لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے۔ کچھ لوگ خوشحال ہوں گے اور کچھ بدحال، اس وقت حسب نسب کا انقطاع ہو جائے گا انسان کو ایمان وعمل صالح کے علاوہ کوئی چیز نفع نہیں پہنچائے گی جب کہ اللہ تعالیٰ اور اہل دوزخ کے درمیان گفتگو ہوگی تاہم وہ پانی طلب کریں گے لیکن انہیں پانی نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی انہیں جواب دیا جائے گا۔

اٰیَاتُهَا ۱۱۸ | (۲۳) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۷۴) | رُكُوْعَاتُهَا ۶

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ ① الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ ② وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ ③ الجزء ۱۸ع ۱
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ ④ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ ⑤ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ ⑥ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ ⑦ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ
وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ ⑧ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ ⑨ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ ⑩ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ وقف لازم
الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ ⑫ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً
فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠ ⑬ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا

الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾
ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَاۗىِٕقَ ڰ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ڰ وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ
بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ
سَيْنَاۗءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا
وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَي الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ:...... تحقیق ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ ① جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ ② اور جو لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔ ③ اور جو ادائیگی زکوٰۃ کا کام کرنے والے ہیں۔ ④ اور جو اپنی شرم کی جگہوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ ⑤ سوائے اپنی بیویوں کے یا ان باندیوں کے جن کے وہ مالک ہوں سو بلاشبہ وہ ان میں اپنی شرم کی جگہوں کو استعمال کرنے پر ملامت کیے ہوئے نہیں ہے۔ ⑥ سو جس نے اس کے علاوہ کچھ تلاش کیا تو وہ لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں۔ ⑦ اور جو لوگ اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت کرنے والے ہیں۔ ⑧ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ⑨ یہ وہ لوگ ہیں جو میراث پانے والے ہیں۔ ⑩ جو فردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ⑪ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ ⑫ پھر ہم نے اسے ٹھہرنے کی جگہ میں نطفے کی صورت میں رکھا۔ ⑬ پھر ہم نے اس نطفے کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر ہم نے اس لوتھڑے کو بوٹی بنادیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنادیا، پھر ہم نے اس کو دوسری مخلوق بنادیا، سو بابرکت ہے اللہ کی ذات جو سب صناعوں سے بہتر ہے۔ ⑭ پھر بلاشبہ تم اس کے بعد ضرور ہی مرجانے والے ہو۔ ⑮ پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ ⑯ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر سات طرائق پیدا کیے ہیں اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں ہیں۔ ⑰ اور ہم نے آسمان سے خاص مقدار کے مطابق پانی اتارا پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس کے معدوم کرنے پر قادر ہیں۔ ⑱ پھر ہم نے اس کے ذریعے تمہارے لیے کھجور اور انگور کے باغ پیدا کیے ان میں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔ ⑲ اور ہم نے ایک درخت پیدا کیا جو طور سینا سے تیل لیے ہوئے اگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔ ⑳ اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپایوں میں عبرت ہے ہم تمہیں ان میں سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے، اور تمہارے لیے ان میں بہت منافع ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔ ㉑ اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر اٹھائے جاتے ہو۔ ㉒

لغات: سُلٰلَةٍ: ...... السلالۃ: خلاصہ، اَلسل سے مشتق ہے۔ بمعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے نکالنا۔ مقولہ ہے: سللت الشعر من العجین یعنی میں نے آٹے سے بال نکالا و سللت السیف من الغمد: تلوار نیام سے نکالی۔ امیہ کا شعر ہے:

خلق البریۃ من سلالۃ منتن   والی السلالۃ کلھا ستعود

مخلوق کو بدبودار خلاصہ سے پیدا کیا اور ساری مخلوق نے خلاصے ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اسی طرح مقولہ۔ الولد سلالۃ ابیہ: اولاد باپ کا خلاصہ ہوتی ہے۔ چوں کہ اولاد باپ کی صلب سے نکلتی ہے۔ مَّكِيْنٍ: ثابت و راسخ۔ پختہ۔ مقولہ ہے: ھذا شئی مکین یہ چیز راسخ اور مضبوط ہے۔ طَرَاۗىِٕقَ: طریقہ کی جمع ہے، طرائق سے مراد سات آسمان ہیں، چوں کہ آسمان ایک دوسرے کے اوپر تلے واقع ہیں اس لیے انہیں طرائق کہا جاتا ہے۔ اور اسی سے ہے طارق النعل اس وقت بولا جاتا ہے جب ایک جوتی دوسری پر رکھی ہو۔ صِبْغٍ: الصبغ: سالن، اس کی اصل

الصباغ ہے بمعنی کپڑے کو کیا جانے والا رنگ۔ ہروی کہتے ہیں: ہر وہ چیز جس سے سالن کا کام لیا جائے وہ صِبۡغ ہے۔ الۡاَنۡعَامِ: وہ چوپایہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جیسے گائے اونٹ بھیڑ، بکری۔

مؤمنین کی صفات

تفسیر: قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ: ...... اپنے مقصود و مطلوب کو حاصل کرنے میں وہ مؤمنین کامیاب ہو گئے جو ان صفات سے موصوف ہوں۔ قَدۡ تاکید و تحقیق کے لیے ہے۔ گویا معنی یوں ہے۔ ''مؤمنین کی کامیابی و سعادت متحقق ہو چکی، ایمان و عمل صالح کے بسبب۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے اوصاف و مناقب بیان کیے ہیں۔ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں خٰشِعُوۡنَ: سے مراد خائفون ہے یعنی وہ نماز میں خوف خدا اور عاجزی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا دل میں استحضار کرتے ہیں، چوں کہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت دلوں پر چھائی ہوتی ہے۔ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ: یعنی جھوٹ، گالی گلوچ اور بیہودہ گوئی سے دور رہتے ہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اللغو سے مراد۔ باطل ہے اور یہ شرک و معصیت کو بھی شامل ہے۔ اسی طرح وہ اقوال و افعال جن کا کوئی فائدہ نہ ہو۔[1]

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوۡنَ: فقرا و مساکین کو اپنے اموال سے زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اپنے نفوس کو پاک کرتے ہیں اور وہ زکوٰۃ رب تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے دیتے ہیں۔ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ: مؤمنین کا یہ چوتھا وصف ہے یعنی وہ حرام سے دور رہتے ہیں اور اپنے آپ کو پاک دامن رکھتے ہیں، زنا، لواطت اور اعضائے ستر کو ننگا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ: یعنی وہ ہر حال میں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، وہ اپنا جنسی تعلق صرف اپنی بیویوں اور مملوکہ باندیوں سے رکھتے ہیں۔ فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ: یعنی حلال پر محدود رہنے میں ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ: سو جس شخص نے اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ جنسی ربط کا کوئی راستہ تلاش کیا۔

فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ: ...... وہ حد سے آگے تجاوز کرنے والے ہیں، چوں کہ وہ زنا اور فساد کی طرف جا رہے ہیں۔ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَعَہۡدِہِمۡ رٰعُوۡنَ: اور جو لوگ امانتوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتے ہیں اور ان کی اصلاح و درستی کرتے ہیں، جب ان کے پاس امانت رکھی جاتی ہے وہ اس میں خیانت نہیں کرتے اور جب ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو وہ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ ابوحیان کہتے ہیں: آیت میں امانت میں عموم ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی امانت یعنی قول و فعل، عمل، عقیدہ بھی ہے اور انسانوں کی ایک دوسرے کے پاس رکھی ہوئی امانتیں بھی ہیں۔[2]

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَلٰی صَلَوٰتِہِمۡ یُحَافِظُوۡنَ: یہ مؤمنین کا چھٹا وصف ہے یعنی جو پانچ نمازوں پر پابندی کرتے ہیں اور وقت پر نماز ادا کرتے ہیں، تسہیل میں لکھا ہے: اگر یہ سوال کیا جائے کہ مؤمنین کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے ان کے شروع اور آخر میں نمازوں کا ذکر کیوں کیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ آیات میں تکرار نہیں بلکہ افادۂ مزید پیش نظر ہے چنانچہ شروع میں خشوع و عاجزی کا ذکر مقصود ہے اور آخر میں نمازوں کی پابندی اور مواظبت کا ذکر ہے۔ اس لیے تکرار نہیں ہے۔[3]

اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اندر یہ عظیم اور جلیل القدر صفات جمع کر رکھی ہیں اور یہی لوگ جنت کی وراثت کے حق دار ہیں۔ الَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ: جو عالیشان جنت الفردوس کے وارث ہوں گے جس سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔ حدیث میں ہے: جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو، چوں کہ یہ جنت کا وسط اور جنت کا عالیشان حصہ ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔[4] ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ: یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ اس جنت میں رہیں گے اس سے نہیں نکلیں گے۔

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ: لام جواب قسم کا ہے یعنی اللہ کی قسم ہم نے جنس انسان کو مٹی سے ماخوذ خلاصے سے پیدا کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں جنہیں مٹی سے پیدا کیا گیا۔

---

[1] ابن کثیر المختصر ۲/۵۵۹ [2] البحر ۶/۳۹۷ [3] التسہیل ۳/۴۹ [4] اخرجہ مسلم

انسانی تخلیق کے مراحل

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً:۔ پھر ہم نے اولاد آدم کو بوند سے بنایا جو مردوں کی صلب سے ٹپکتی ہے۔فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ: اور اسے محفوظ جگہ میں رکھا اور وہ جگہ رحم مادر ہے۔ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً: پھر ہم نے اس ٹپکی ہوئی بوند کو جامد خون کی شکل دے دی جو جمے ہوئے خون کے مشابہ ہوتا ہے۔

فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً: پھر اس جامد خون کو گوشت کے لوتھڑے کی شکل دے دی جس میں انسانی شکل وصورت کے نقوش نمایاں نہیں ہوتے۔

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا: پھر ہم نے اس گوشت کے لوتھڑے کو ہڈیوں میں تبدیل کر دیا جو بدن کے ڈھانچے کو مضبوطی دیتی ہیں۔

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا: ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت سے بھر دیا جو ہڈیوں کے لیے لباس بن گیا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ: پھر ہم نے ان مرحلوں کے بعد اس میں روح پھونک دی، یوں وہ خوبصورت نمونے میں ایک اور مخلوق بن گیا۔امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم نے اسے پہلی مخلوق سے جدا الگ مخلوق بنا دیا۔چنانچہ وہ انسان بن گیا حالاں کہ وہ جماد تھا۔بولنے والا بن گیا جب کہ وہ بول نہیں سکتا تھا، اب وہ سننے والا ہو گیا حالاں کہ قبل ازیں وہ بہرہ تھا، اب وہ آنکھوں سے دیکھنے لگا جب کہ وہ دیکھ نہیں سکتا تھا، اس کے ہر عضو کو فطرت کے عجائب سے ہمکنار کر دیا۔اور اس میں ایسے غرائب ودیعت کر دیے جنھیں کوئی بیان کنندہ بیان نہیں کر سکتا۔

وجود انسانی کی بقا و فنا

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ:۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وحکمت میں عالیشان ہے اور اس کی حکمت شاندار ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ: اے لوگو! اس زندگی کے بعد پھر تم موت کی طرف چلے جاؤ گے۔ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ: تمھیں حساب اور اعمال کا بدلہ لینے کے لیے قبروں سے اٹھایا جائے گا۔اوپر اللہ تعالیٰ نے انسان کے پیدا ہونے کے مختلف مراحل کا ذکر کیا اور اب آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر کیا جا رہا ہے۔یہ سب اللہ تعالیٰ کے وجود پر واضح دلائل ہیں۔وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ: اللہ کی قسم ہم نے تمھارے اوپر سات آسمان پیدا کیے ہیں، آسمانوں کو طَرَآئِقَ: کہا گیا ہے چوں کہ آسمان ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِیْنَ: ہم نے مخلوق کو فضول نہیں پیدا کیا بلکہ ہم مخلوق کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے امور کی تدبیر بھی کرتے ہیں۔

پانی کے ذخائر

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ:۔ اور ہم نے بادلوں سے بحسب حاجت بارش نازل کی، نہ اتنی زیادہ جو زمین پر تباہی کا باعث بن جائے اور نہ اتنی قلیل جو فصلوں اور پھلوں کی کفایت ہی نہ کر سکے۔

فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ: ہم نے اس پانی کو زمین میں جاگزیں کر دیا تاکہ بوقت ضرورت تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ:۔ آیت میں وعید و تہدید ہے، یعنی ہم پانی کو زمین کی عمیق گہرائیوں میں چھپا دینے پر قدرت رکھتے ہیں پھر تم پیاس کے مارے ہلاک ہو جاؤ اور تمھارے مویشی پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی جب ہم آسمان سے پانی نازل کرتے ہیں اگر چاہیں تو زمین میں اتنی گہرائی تک اسے لے جائیں جہاں سے تم پانی سے نفع ہی نہ اٹھا سکو، سو ہم ایسا کر سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بادلوں سے ہمیں میٹھا پانی عطا فرماتا ہے پھر اسے زمین میں ٹھہرا دیتا ہے اور پھر اسی سے سطح زمین پر چشمے جاری کر دیتا ہے جس سے فصلیں اور پھل سیراب ہوتے ہیں، اسی سے انسان اور چوپایے پیتے ہیں اور سیراب ہوتے ہیں۔[1]

---

[1] مختصر ابن کثیر ۲/ ۵۶۳

پھل اور باغات

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ:...... ہم اس پانی سے باغات اُگاتے ہیں جن میں کھجوروں اور انگوروں کے درخت ہوتے ہیں۔ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ: ان باغات میں تمہارے لیے انواع واقسام کے پھل ہوتے ہیں جنہیں تم مزے لے لے کر کھاتے ہو۔ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ: تم بہار وخزاں میں ان باغات سے پھل کھاتے ہو جیسے تازہ کھجوریں، انگور، چھوہارے، کشمش وغیرہ۔ آیت میں صرف کھجور اور انگور کا ذکر ہوا ہے، چوں کہ ان کے فوائد کثیر ہیں۔ چوں کہ یہ دو پھل طعام کے قائم مقام بھی ہیں، سالن کا کام بھی ان سے لیا جاتا ہے اور عرب میں یہ دو پھل وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ:...... پانی سے جو چیزیں ہم نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں ان میں سے ایک زیتون کا درخت بھی ہے جو کوہ طور کے ارد گرد اگا ہوا ہے، طور سینا وہی پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ: یعنی جو تیل لے کر اگتا ہے جس میں بہت سارے منافع ہیں۔ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ: اور کھانے والوں کے لیے سالن ہے۔ زیتون کے تیل کو صبغ سے بیان کیا ہے چوں کہ زیتون کے تیل میں جب روٹی بگھوئی جاتی ہے تو روٹی رنگدار ہو جاتی ہے۔ زیتون کا تیل سالن اور تیل کا نفع دیتا ہے۔ حدیث میں ہے۔ ''زیتون کا تیل کھاؤ اور اس تیل کو لگاؤ چوں کہ یہ تیل برکت والے درخت سے حاصل ہوتا ہے۔''[1]

وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً:...... اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو چوپائے پیدا کیے ہیں یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، ان میں تمہارے لیے زبردست عبرت ونصیحت کا سامان ہے۔

چوپایوں کی تخلیق میں انسان کے فوائد

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا:...... ہم تمہیں ان کا دودھ پلاتے ہیں جو گوبر اور خون کے ملاپ سے حاصل ہوتا ہے اور پینے والوں کے لیے خالص اور مزیدار ہوتا ہے۔ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ: تمہارے لیے ان چوپایوں میں بے شمار منافع ہیں۔ تم ان کا دودھ پیتے ہو، ان کی اون سے کپڑے بنا کر پہنتے ہو، ان پر سواری کرتے ہو اور دور دراز علاقوں میں ان پر سامان لاد کر لے جاتے ہو۔ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ: اور تم ان کا گوشت بھی کھاتے ہو۔ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ: اور تم اونٹوں پر خشکی میں سواری کرتے ہو جیسے سمندر میں کشتیوں پر سواری کرتے ہو، چنانچہ اونٹ خشکی کے جہاز ہیں جیسے کشتیاں سمندر کی جہاز ہوتی ہیں۔

بلاغت:...... ان آیات میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں مختصراً حسب ذیل ہیں:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ: میں صیغہ ماضی سے خبر دی جارہی ہے چوں کہ اس میں ثبوت وتحقق کا افادہ ہے جیسے قَدْ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔ الَّذِيْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ: میں تفصیل بعد از اجمال ہے۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ: میں غیر منکر کو منکر کی جگہ پر لایا گیا ہے۔ چنانچہ لوگ موت کا انکار نہیں کرتے لیکن موت سے اکثر غافل رہتے ہیں اور نیک اعمال کر کے موت کے لیے تیاری نہیں کرتے، یہ چیزیں انکار کی علامات میں سے ہیں، اسی لیے منکرین کے قائم مقام ٹھہرائے گئے ہیں، نیز خبر کو دو تاکیدوں ''ان اور لام'' کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہے۔ سَبْعَ طَرَآئِقَ: میں استعارہ لطیفہ ہے، سات آسمانوں کو اوپر نیچے رکھے ہوئے جوتوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو بطریق استعارہ ہے۔ وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ: میں تہدید ہے۔

خاشعون، حافظون، عادون: میں بلا تکلف سجع بندی ہے۔ اسی طرح طین، مکین، الخالقین: میں بھی سجع بندی ہے۔

---

[1] اخرجہ احمد

تنبیہ:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً
فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾
ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ
فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا
تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا
وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَیْهَا وَعَلَی الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ (سورۃ المؤمنون، آیت ۱۲ تا ۲۲)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے چار دلائل بیان کیے گئے ہیں۔

(اول)......انسان کو مختلف مراحل سے گزارنا اور یہ نو مراحل ہیں آخری مرحلہ بعث بعد الموت کا ہے۔

(دوم)......اللہ نے سات آسمان پیدا کیے۔

(سوم)......آسمان سے پانی نازل کرنا (چہارم) جانوروں کے منافع۔ ان منافع کے چار انواع ذکر کیے ہیں دودھ سے نفع اٹھانا، اون کا نفع، گوشت کا نفع اور سواری کا نفع۔

فائدہ:......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے پاس شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سنائی دیتی ہے، چنانچہ ایک دن وحی نازل ہوئی ہم تھوڑی دیر کے لیے آپ کے پاس ٹھہر گئے آپ قبلہ رو ہوئے اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے پھر فرمایا:

اے اللہ ہمیں زیادہ سے زیادہ عطا فرما اور اپنے عطیات میں کمی نہ فرما۔ ہمیں عزت عطا فرما اور ذلت ورسوائی سے دور رکھ، ہمیں عطا فرما اور ہمیں محروم نہ کر۔ ہمیں دوسروں پر ترجیح دے اور ہمارے اوپر کسی کو ترجیح نہ دے۔ ہمیں راضی رکھ اور ہم سے راضی ہو جا۔" پھر فرمایا: مجھ پر دس آیات نازل ہوئی ہیں جو ان پر عمل کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ: سے دس آیات کی تلاوت فرمائی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾
فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ ؕ وَلَوْ
شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ
حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا
فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ
مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَی الْفُلْكِ
فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ
الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۳۱﴾

ع ۲ ۱۰ ۲ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ
مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ
يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾
اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾
اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ
قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ
اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾
ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا
قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ
الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ
ع ۳ ۱۸ ۳ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: ......اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔(۲۳) سو ان کی قوم کے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ یہ شخص تمہارے ہی جیسا آدمی ہے، یہ چاہتا ہے کہ تم پر فضیلت والا بن کر رہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتوں کو نازل فرما دیتا ہم نے تو یہ بات اپنے باپ دادوں میں نہیں سنی جو ہم سے پہلے تھے۔(۲۴) اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے کہ اس کو جنون ہو گیا ہے سو تم کچھ وقت تک اس کا انتظار کر لو۔(۲۵) نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! اس سبب سے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا میری مدد فرمایئے۔(۲۶) سو ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی بنا لو پھر جب ہمارا حکم پہنچے اور تنور سے پانی پھوٹ نکلے تو ہر جوڑے سے دو عدد یعنی ایک ایک نر ایک ایک مادہ کشتی میں داخل کر دینا اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے اس کے جس پر ان میں سے پہلے بات طے ہو چکی ہے اور ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے خطاب نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا، بلاشبہ وہ غرق کیے جانے والے ہیں۔(۲۷) سو جب تم اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں ٹھیک طرح کشتی میں بیٹھ جائیں تو یوں کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی۔(۲۸) اور تم یوں دعا کرنا کہ اے میرے رب! مجھے برکت کا اتارنا اتاریو اور آپ اتارنے والوں میں سب سے بہتر ہیں۔(۲۹) بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں اور بلاشبہ ہم ضرور آزمانے والے ہیں۔(۳۰) پھر ہم نے ان

کے بعد دوسرا گروہ پیدا کیا۔ ۳۱ پھر ہم نے ان میں سے رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ ۳۲ اس رسول کو قوم کے چودھری جنہوں نے کفر اختیار کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا میں عیش کی زندگی دی تھی انہوں نے کہا یہ تو تمہارے جیسا ہی آدمی ہے اسی میں سے یہ کھاتا ہے جس سے تم کھاتے ہو اور اسی میں پیتا ہے جس سے تم پیتے ہو۔ ۳۳ اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی بات مان لی تو بلاشبہ تم ضرور ہی نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ ۳۴ کیا یہ شخص تمہیں یہ بتاتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم نکالے جاؤ گے۔ ۳۵ دور ہے دور ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ ۳۶ یہ تو بس دنیا والی ہی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ ۳۷ یہ کچھ نہیں بس یہ ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ۳۸ اس پیغمبر علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! اس سبب سے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا میری مدد فرمایئے۔ ۳۹ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عنقریب یہ لوگ پشیمان ہوں گے۔ ۴۰ سو ان کو سچے وعدہ کے موافق سخت چیخ نے پکڑ لیا، پھر ہم نے انہیں خس و خاشاک کر دیا سو دوری ہے ظالم قوم کے لیے۔ ۴۱ پھر ہم نے ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کیا۔ ۴۲ کوئی امت اپنی اجل سے نہ آگے بڑھ سکتی تھی اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ ۴۳ پھر ہم نے یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجا جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا سو ہم بعض کو بعض کے پیچھے وجود میں لاتے رہے اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا، سو اس قوم کے لیے دوری ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ ۴۴ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنی آیات اور کھلی ہوئی دلیل کے ساتھ۔ ۴۵ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ اونچے تھے۔ ۴۶ سو ان لوگوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لائیں اور حال یہ ہے کہ ان کی قوم ہمارے زیر حکم ہے۔ ۴۷ سو ان دونوں کو انہوں نے جھٹلایا لہٰذا وہ ہلاک کیے جانے والے لوگوں میں شامل کر دیے گئے۔ ۴۸ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تاکہ وہ لوگ ہدایت پائیں۔ ۴۹ اور ہم نے ابنِ مریم علیہ السلام اور ان کی والدہ کو ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسے ٹیلے پر ٹھکانہ دیا جو ٹھہرنے کی اور پانی جاری ہونے کی جگہ تھی۔ ۵۰ اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو بلاشبہ میں ان کاموں کو جانتا ہوں جنہیں تم کرتے ہو۔ ۵۱ اور بلاشبہ یہ تمہارا طریقہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرو۔ ۵۲

ربط و تعارف: ......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے انسان، حیوان، نباتات، آسمان و زمین کی تخلیق سے توحید کے دلائل بیان فرمائے۔ بندوں پر کی گئی نعمتیں بیان فرمائیں۔ اب ان آیات میں کفار مکہ کے سامنے سابقہ امتوں کے مکذبین کی مثالیں بیان کی جا رہی ہیں۔ چنانچہ اولاً قصہ نوح بیان کیا گیا پھر ہود علیہ السلام کا قصہ پھر موسیٰ و فرعون کا قصہ اور پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا۔ ان تمام قصص میں مکذبین کے لیے سامان عبرت ہے۔

لغات: ......جِنَّةٌ: جیم کی کسرہ کے ساتھ بمعنی جنون۔ فَتَرَبَّصُوْا: تم انتظار کرو۔ التربص انتظار۔ مُبْتَلِيْنَ: آزمائش و امتحان میں ڈالنے والے۔ هَيْهَاتَ: اسم فعل ماضی ہے بمعنی "بعد" یعنی وہ دور ہوا۔ شاعر کہتا ہے:

تذكرت ايا ما مضين من الصبا　　　وهيهات وهيهاتًا اليك رجوعها

عشق و محبت کے گزرے ایام مجھے یاد آئے افسوس وہ دور ہو چکے کاش! وہ لوٹ آتے۔[1]

غُثَآءً: ......الغثاء: سوکھی گھاس، غثاء السيل: سیلابی ریلے کے اوپر بہنے والے تنکے وغیرہ۔ بُعْدًا: ہلاکت۔ امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعدًا، سحقًا ودمارًا ایسے مصادر ہیں جنہیں ان کے افعال کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے، امام سیبویہ کہتے ہیں: یہ مصادر منصوب ہوتے ہیں اور ناصب انہی کے افعال ہوتے ہیں جن کا اظہار مستعمل نہیں ہے۔ اور بُعْدًا: کا معنی ہے وہ ہلاک ہوئے۔[2] قُرُوْنًا: امتیں۔ تَتْرَا: وہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ اَحَادِيْثَ: احدوثة کی جمع ہے جیسے اعجوبة۔ عجیب بات۔ مَعِيْنٍ: چشموں کا جاری پانی۔ رَبْوَةٍ: زمین پر اوپر اٹھی ہوئی اور ابھری ہوئی جگہ ٹیلا۔

---

[1] القرطبی ۱۲/۱۲۲ [2] التفسیر الکبیر ۲۳/۹۹

تفسیر:...... وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ: ہم نے اپنے پیغمبر نوح کو اس کی اپنی قوم کی طرف بھیجا تا کہ انہیں اللہ کی طرف بلائیں۔ اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے تا کہ آپ صبر میں نوح علیہ السلام کی نقش قدم پر چلیں اور تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ان سے پہلے پیغمبروں کی تکذیب کی گئی ہے۔ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ: یعنی صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ: زجر و وعید ہے یعنی کیا تم غیر کی عبادت کر کے اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے؟

حضرت نوح علیہ السلام پر کفار کے اعتراضات

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ: یعنی نوح علیہ السلام کی قوم کے اشراف اور رؤسا جو کفر وضلالت میں منہمک تھے نے کہا۔ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ: یہ شخص جو اپنے رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یہ تو بس تمہاری طرح کا بشر اور آدمی ہے اور یہ سرداری کا طلب گار ہے تمہارے اوپر اپنی ریاست دکھانا چاہتا ہے۔ تا کہ تم اس کے تابع ہو جاؤ۔ ان لوگوں کی گمراہی پر تعجب ہے کہ انسان کے لیے نبوت بعید سمجھتے تھے جب کہ پتھر کو خدا بنا لیتے تھے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً: یعنی اگر اللہ تعالیٰ کسی کو رسول بنا کر بھیجنا چاہتا تو کسی فرشتے کو بھیجتا۔ بشر رسول نہیں ہو سکتا۔ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ: ہم نے گزرے لوگوں میں ایسی بات نہیں سنی۔ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ: بس اس شخص کو جنون ہے۔ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ: ایک مدت تک کے لیے اس کا انتظار کرو یہاں تک کہ اسے موت آ جائے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی فریاد

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ: نوح علیہ السلام جب اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہوئے تو کہا: یا اللہ! ان لوگوں کے خلاف میری مدد فرما اور ان کی تکذیب کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دے۔ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا: اس موقع پر ہم نے نوح کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے اور ہماری نگرانی وحفاظت میں کشتی بناؤ۔ وَوَحْيِنَا: یعنی ہمارے حکم اور ہماری تعلیم کے مطابق۔ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا: چنانچہ جب عذاب کے نازل ہونے کے متعلق ہمارا حکم آ چکا۔ وَفَارَ التَّنُّوْرُ: اور تنور جس میں روٹیاں پکائی جاتی ہیں سے پانی ابل پڑا۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے قوم پر عذاب آنے کی یہ علامت ٹھہرائی تھی۔ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ: کشتی میں جانوروں کی ہر صنف کا جوڑا جوڑا (نر و مادہ) سوار کر لو تا کہ کسی جانور کی نسل ختم نہ ہو جائے۔ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ: اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لو سوائے ان لوگوں کے جن کی ہلاکت کا حکم ہو چکا ہے اور یہ لوگ وہ ہیں جو آپ پر ایمان نہیں لائے اور آپ کی بیوی اور بیٹا۔

ظالموں کی سفارش نہ کرو

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ: جب تم ان کی ہلاکت کا سماں دیکھو تو مجھ سے ظالموں کے متعلق سفارش نہ کرنا، چوں کہ میں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ طوفان میں غرق ہوں گے۔ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ: جب آپ اور آپ کے ساتھ مؤمنین کشتی میں بیٹھ جائیں۔ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ: طوفان میں ڈوب جانے سے خلاصی ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرو۔ فَقُلِ: صیغہ واحد کا لایا گیا ہے قولوا جمع کا صیغہ نہیں لایا گیا، چوں کہ خطاب حضرت نوح علیہ السلام سے ہے اور آپ علیہ السلام پیغمبر ہیں قوم کے امام تھے، ان سے خطاب گویا کشتی میں سوار سبھی لوگوں سے خطاب تھا۔ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا: مجھے ایسا اترنا نصیب فرما جو ہر قسم کے شر اور برائی سے مجھے محفوظ رکھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ خطاب اس وقت ہوا جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے باہر نکلنا چاہتے تھے۔ وَاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ: اور تو اپنے دوستوں کو بہترین اتارنے والا ہے اور اپنے بندوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ: نوح علیہ السلام کی امت پر جو کچھ گزری اس میں بصیرت والوں کے لیے عبرت ہے جس سے وہ استدلال کر سکتے ہیں۔ وَاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ: حال اور شان یہ ہے کہ ہم پیغمبروں کو بھیج کر بندوں کا امتحان لیتے ہیں۔

ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِيۡنَ: ......ہم نے قوم نوح کے بعد ایک اور قوم پیدا کی جوان کی جانشین بنی۔ اور وہ قوم عاد تھی۔ فَاَرۡسَلۡنَا فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ: اور ہم نے انہی کی قبیلے سے ان کی طرف رسول بھیجا اور وہ رسول حضرت ہود علیہ السلام تھے۔ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ: یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، چوں کہ اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ: تم کفر کرتے ہو بھلا اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے انتقام سے کیوں نہیں ڈرتے؟ وَقَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ الۡاٰخِرَةِ: ہود علیہ السلام کی قوم کے اشراف اور رؤسا جو آخرت کی تکذیب کرتے تھے نے کہا۔ وَاَتۡرَفۡنٰهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا: اور ہم نے دنیا میں انہیں خوشحالی اور آسودگی دے رکھی تھی یہاں تک وہ اترانے لگے۔ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ: اپنے متبعین سے کہنے لگے: یہ شخص جس کا دعویٰ ہے کہ وہ پیغمبر ہے یہ تو بس تمہارے جیسا انسان ہے۔ يَاۡكُلُ مِمَّا تَاۡكُلُوۡنَ مِنۡهُ وَيَشۡرَبُ مِمَّا تَشۡرَبُوۡنَ: تمہاری طرح کھاتا پیتا ہے اسے تمہارے اوپر کوئی فضیلت حاصل نہیں چوں کہ یہ کھانے پینے کا محتاج ہے۔ وَلَئِنۡ اَطَعۡتُمۡ بَشَرًا مِّثۡلَكُمۡ ۙ اِنَّكُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ: اگر تم نے اس کی اطاعت کی اور اس کی تصدیق کی تو تم خسارے میں جا پڑو گے، چوں کہ تم اپنے آپ کو ذلت میں ڈالو گے۔ ابو مسعود کہتے ہیں: ذرا دیکھو۔ ان کم بختوں نے اتباع رسول جو دائمی سعادت تک پہنچانے والی ہے کو خسارہ قرار دیا، جب کہ خود بتوں کو پوجتے تھے، کیا ان میں خسارہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے کدھر بھٹکے جا رہے ہیں؟[1] اَيَعِدُكُمۡ اَنَّكُمۡ اِذَا مِتُّمۡ وَكُنۡتُمۡ تُرَابًا وَّعِظَامًا: استفہام برائے استہزا ہے، یعنی کیا وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہے۔ حالاں کہ تم بوسیدہ ہڈیاں ہو جاؤ گے؟ اَنَّكُمۡ مُّخۡرَجُوۡنَ: تمہیں زندہ حالت میں قبروں سے باہر نکالا جائے گا۔ اَنَّكُمۡ: تاکید ہے چوں کہ جب کلام طویل ہو گیا تو تکرار میں حسن جھلک پڑا۔ هَيۡهَاتَ هَيۡهَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ: جس چیز سے تمہیں ڈرایا جا رہا ہے یعنی قبروں سے زندہ باہر نکلنے سے وہ تو بہت دور ہے۔ اس اسلوب کلام سے ان کی نفی قیامت کی کلی طور پر نفی کرنا ہے یعنی قیامت کبھی بھی نہیں آئے گی۔

کفار کا عقیدہ

اِنۡ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا: یعنی زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی زندگی ہے۔ نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا: یعنی ہمارے بعض لوگ مرجاتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہیں یہاں تک کہ زمانہ گزر جائے۔ وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ: دوبارہ اٹھائے جانے کی کوئی حقیقت نہیں۔

رسول کے دعوے کی تکذیب

اِنۡ هُوَ اِلَّا رَجُلُ اۨفۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا: ......یعنی یہ تو محض جھوٹا آدمی ہے جو اللہ پر جھوٹ بول رہا ہے کہ یہ رسول بن کر آیا ہے اور تمہیں مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جائے گا۔ وَمَا نَحۡنُ لَهٗ بِمُؤۡمِنِيۡنَ: ہم اس کی باتوں کی ہرگز تصدیق نہیں کرتے۔ قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ: جب حضرت ہود علیہ السلام قوم سے مایوس ہو گئے اور دیکھا کہ یہ لوگ برابر کفر پر مصر ہیں انہیں ہلاکت کی بددعا دی، آیت کا معنی ہے کہ اے میرے پروردگار! ان کی تکذیب کی وجہ سے ان کے خلاف میری مدد فرما۔ قَالَ عَمَّا قَلِيۡلٍ لَّيُصۡبِحُنَّ نٰدِمِيۡنَ: عنقریب ہی اپنے کفر پر نادم ہو جائیں گے۔ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ بِالۡحَـقِّ: چنانچہ تباہ کر دینے والے زبردست عذاب کی چنگھاڑ نے انہیں آن دبوچا، یہی اللہ کی طرف سے انصاف تھا، اس میں ظلم نہیں۔ فَجَعَلۡنٰهُمۡ غُثَآءً: ہم نے انہیں ہلاکت زدہ بنا دیا جیسے کوڑا کرکٹ ہوتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: جبرئیل امین علیہ السلام نے زوردار چیخ ماری جس سے ان کفار کے قدموں تلے زمین کپکپا اٹھی۔ چنانچہ بھونچال کی شدت سے سیل رواں پر بہتے خس وخاشاک کی مانند ہو کر رہ گئے۔ غثاء فضول کوڑا کرکٹ جس میں کوئی نفع نہیں ہوتا۔ فَبُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ: ان کے کفر وظلم کے بسبب ان کے لیے تباہی اور ہلاکت ہے، یہ دعائیہ جملہ ہے۔ گویا یوں فرمایا جا رہا ہے: اللہ کی رحمت سے ان کے لیے دوری ہے، ہلاکت اور تباہی ہے۔ ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قُرُوۡنًا اٰخَرِيۡنَ: ان کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے اور امتوں کو پیدا کر دیا جیسے قوم صالح، قوم ابراہیم، قوم لوط، قوم شعیب علیہم السلام وغیرہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس سے مراد بنی اسرائیل

[1] ارشاد العقل السلیم ۴/ ۳۱

ہیں۔ کلام میں حذف ہے تقدیری عبارت کا ماحاصل یہ ہے: ان اقوام نے اپنے انبیا کی تکذیب کی اور ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اس پر بعد والا جملہ دلالت کرتا ہے جو یہ ہے۔ مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ: ہلاکت زدہ امتوں میں سے کوئی امت بھی اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں جاسکتی اور نہ ہی اس کے بعد ٹھہر سکتی ہے۔ ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا: ہم نے ایک دوسرے کے بعد پے در پے رسول بھیجے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی ہم نے ایک دوسرے کے بعد رسول بھیجے۔

كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوۡلُهَا كَذَّبُوۡهُ:...... آیت میں یہاں ان کی نہایت درجے کی گمراہی کی قباحت بیان کی جا رہی ہے۔ یعنی یہ کفار انبیا علیہم السلام کی تکذیب کرنے میں اپنے پیش رووں کے راستے پر چلے۔ اسی لیے آگے فرمایا: فَاَتۡبَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ بَعۡضًا: چنانچہ ہم نے بھی ایک کے بعد دوسرے کو ہلاک و برباد کر دیا۔ وَّجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ: ہم نے انہیں افسانے اور کہانیاں بنا دیا جنہیں لوگ اپنی مجلسوں میں تعجب سے بیان کرتے ہیں۔ فَبُعۡدًا لِّقَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ: اس قوم کے لیے ہلاکت اور تباہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق نہیں کرتی۔ ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوۡنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا: ہم نے ان دونوں پیغمبروں کو روشن معجزات دے کر بھیجا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ نو معجزات تھے، لاٹھی، ہاتھ کا روشن ہونا، ٹڈی دل۔ وغیرہ۔ وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ: اور ہم نے انہیں واضح حجت دے کر بھیجا، جو مدمقابل پر لازم کر دی جاتی۔ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ: یعنی ان دونوں پیغمبروں کو ہم نے سرکش فرعون اور اس کی قوم کے متکبر اشراف ورؤسا کی طرف بھیجا۔ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا: انہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے سے انکار اور تکبر کیا۔ وَكَانُوۡا قَوۡمًا عَالِيۡنَ: یہ لوگ سرکش اور متکبرین تھے اور ظلماً دوسروں کو دبا لیتے تھے۔ فَقَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَيۡنِ مِثۡلِنَا: کیا ہم ایسے دو آدمیوں کی تصدیق کر دیں جو ہمیں جیسے ہیں؟ وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ: اور حال یہ ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی قوم ہمارے ماتحت ہے، ہماری خدمت گار اور غلام ہے۔ فَكَذَّبُوۡهُمَا فَكَانُوۡا مِنَ الۡمُهۡلَكِيۡنَ: انہوں نے ہمارے دونوں رسولوں کی تکذیب کی آخر کار یہ سب سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ: ہم نے فرعون اور اس کے کارندوں کے ہلاک ہونے کے بعد موسیٰ کو تورات دی تاکہ اس سے بنی اسرائیل راہ ہدایت حاصل کر سکیں۔

وَجَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡيَمَ وَاُمَّهٗۤ: اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ کے قصے کو عظیم معجزہ بنا دیا جو ہماری قدرت کاملہ پر دلالت کرتا ہے۔ اٰيَةً وَّاٰوَيۡنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبۡوَةٍ: اور ہم نے ان کا ٹھکانا بیت المقدس کی بلند جگہ کو بنا دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اَلرَّبْوَة: زمین پر اونچی جگہ، یہ وہ جگہ ہوتی ہے جہاں سبزہ نہایت خوبصورت لگ رہا ہوتا ہے۔ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيۡنٍ: جو ہموار تھی جس پر سکون حاصل کیا جاتا ہے۔ اور جہاں چشموں سے پانی جاری تھا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: القرار سے مراد ٹھہرنے کی جگہ جو کشادہ اور ہموار ہو۔ المعین: سطح زمین پر بہنے والا پانی۔ قتادہ سے مروی ہے: یعنی پھلوں اور پانی والی زمین۔ یعنی پھلوں اور پانی کی وجہ سے لوگ اس زمین کو جائے پناہ بنا لیتے ہیں۔[1]

انبیا کو اکل حلال اور عمل صالح کا حکم

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوۡا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا:...... یعنی ہم نے کہا: اے اللہ کے پیغمبرو! حلال رزق کھاؤ اور اعمال صالحہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے رہو۔ ہر پیغمبر کو اس کے زمانے میں مخاطب کیا گیا اور مناسب حال انہیں اپنی اپنی امت کو سیدھی راہ دکھانے کی ہدایت کی گئی جیسے تاجر برادری سے کہا جائے: اے تاجرو! سود سے بچو۔ اِنِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ: آیت میں وعید ہے اور دھمکایا جا رہا ہے یعنی تم جو بھی اعمال کرتے ہو میں انہیں خوب جانتا ہوں۔ تمہارے معاملے کی کوئی چیز مجھ پر مخفی نہیں ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: ہر انسان وعید میں شامل ہے۔ جب انبیا کو یہ خطاب کیا گیا تو عام لوگوں کا کیا خیال ہو سکتا ہے۔[2] وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اے پیغمبروں کی جماعت! تم سب کا دین ایک ہی ہے اور تمہاری ملت واحد ہے اور وہ دین اسلام ہے۔ وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ: میں تمہارا رب ہوں، میرا کوئی شریک نہیں، میرے عذاب سے ڈرو۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۳/ ۱۰۳ [2] القرطبی ۱۲/ ۱۲۸

بلاغت:......ان آیات کریمہ میں بیان وبدیع کے مختلف پہلونمایاں ہیں۔
اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا: حفاظت میں نگرانی میں مبالغہ پیدا کرنے کوان الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے، چوں کہ جو شخص کسی چیز کی کڑی نگرانی کرتا ہے وہ اس چیز کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتا ہے اسی لیے حفاظت کی جگہ اعین کا لفظ آیا ہے جو بطور استعارہ مستعمل ہوا ہے۔
وَفَارَ التَّنُّوْرُ: شدت سے کنایہ ہے جیسے اہل عرب کا قول ہے: حمی الوطیس بعض علما نے تنور کا اطلاق سطح زمین پر کیا ہے اور یہ بطور مجاز ہے۔
اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا: اور تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ نَمُوْتُ وَنَحْيَا: اور مَا تَسْبِقُ يَسْتَاْخِرُوْنَ: میں صنعت طباق ہے۔
اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا: میں تجنیس ناقص ہے۔ چوں کہ بعض حروف کی شکل کے ساتھ تبدیلی کی گئی ہے۔ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً: ای کالغثاء: خس وخاشاک کی مانند۔ سرعت زوال اور حقارت میں تشبیہ دی گئی ہے۔ وجہ شبہ اور حروف تشبیہ حذف کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: میں اسلوب اطناب ہے۔ یہ اسلوب کفار کی مذمت کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔
تتقون، تشربون، مخرجون: اور عالین، المهلكين، معين: میں خوبصورت سجع بندی ہے۔
فائدہ:......لفظ بشر کا اطلاق مفرد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے۔ واحد پر اطلاق کی مثال فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا. اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا: جمع پر اطلاق کی مثال فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا. وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ: یہ فائدہ صاحب کشاف نے نقل کیا ہے۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾
اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ
بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ
يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾
حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــَٔــرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْــَٔــرُوا الْيَوْمَ ۣ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾
قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ڰ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾
اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَاۗءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَاۗءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ
مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَاۗءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاۗءَهُمْ
لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾
اَمْ تَسْــَٔــلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ڰ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ:......سو ان لوگوں نے الگ الگ طریقہ اختیار کر کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہر جماعت کے لوگ اس سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔ ﴿۵۳﴾ سو آپ انہیں ایک وقت تک ان کی جہالت میں چھوڑ دیں۔ ﴿۵۴﴾ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم جو ان کو مال اور بیٹے دیے جاتے ہیں۔ ﴿۵۵﴾ ان کو فائدہ پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ شعور نہیں رکھتے۔ ﴿۵۶﴾ بلاشبہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔ ﴿۵۷﴾ اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ﴿۵۸﴾ اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ ﴿۵۹﴾ اور جو لوگ کچھ دیتے ہیں تو اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل اس بات سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس لوٹنے والے ہیں۔ ﴿۶۰﴾ یہ وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور ان کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ ﴿۶۱﴾ ہم کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتے اور ہمارے پاس کتاب ہے جو حق کے ساتھ ہے بیان کر دیگی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔ ﴿۶۲﴾ بلکہ ان کے دل اس دین کی طرف سے جہالت میں ہیں علاوہ اور بھی ان کے اعمال ہیں جنہیں وہ کرتے ہیں۔ ﴿۶۳﴾ یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب کے ساتھ پکڑ لیں گے تو وہ چلائیں گے۔ ﴿۶۴﴾ آج مت چلاؤ، بلاشبہ آج ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ ﴿۶۵﴾ تم پر میری آیات تلاوت کی جاتی تھیں۔ ﴿۶۶﴾ سو تم تکبر کرتے ہوئے قرآن کو مشغلہ بناتے ہوئے بے ہودہ باتیں کرتے ہوئے الٹے پاؤں بھاگ جاتے تھے۔ ﴿۶۷﴾ کیا ان لوگوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو ان سے پہلے ان کے بڑوں کے پاس نہیں آئی۔ ﴿۶۸﴾ یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا سو وہ اس کے منکر ہو رہے ہیں۔ ﴿۶۹﴾ یا وہ یوں کہتے ہیں کہ اس کو دیوانگی ہے بلکہ یہ رسول ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور ان میں اکثر وہ ہیں جو حق کو مکروہ جانتے ہیں۔ ﴿۷۰﴾ اور اگر حق ان کی خواہشوں کے تابع ہو جائے تو آسمان اور زمین اور جو ان کے اندر ہیں سب تباہ ہو جائے بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت بھیجی ہے سو وہ اپنی نصیحت سے روگردانی کر رہے ہیں۔ ﴿۷۱﴾ کیا آپ ان سے کچھ آمدنی کا سوال کرتے ہیں سو آپ کے رب کی آمدنی بہتر ہے اور وہ سب دینے والوں سے بہتر ہے۔ ﴿۷۲﴾ اور بلاشبہ آپ انہیں صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔ ﴿۷۳﴾ اور بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، وہ راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ ﴿۷۴﴾

ربط و تعارف:......قبل ازیں انبیاء و مرسلین کا ذکر ہوا، اس کے بعد ان کی اقوام کے کفار و سرکش لوگوں کا ذکر ہوا ہے ان کے اختلاف کرنے اور مختلف فرقوں میں بٹ جانے کا بھی ذکر ہوا تا کہ انسان گمراہوں کے راستے سے بچ رہے۔

لغات:......زُبُرًا: زبور کی جمع ہے چاندی یا لوہے کا ٹکڑا۔ غَمْرَتِهِمْ: حیرت، گمراہی۔ اصل میں الغمرۃ کا لغوی معنی پانی کی گہرائی ہے۔ یَجْئَرُوْنَ: وہ فریاد کریں گے۔ الجؤار باآواز بلند آہ و بکا کرنا۔ تَنْكِصُوْنَ: النکوص: پیچھے لوٹنا۔ لَنٰكِبُوْنَ: نکب عن الطریق فلاں راستے سے مڑ گیا۔

تفسیر: فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا:......وہ اقوام مختلف فرقوں میں بٹ گئیں اور انہوں نے اپنے اپنے ادیان وضع کر لیے یہ یہودی ہے، یہ مجوسی ہے اور یہ نصرانی ہے۔ حالاں کہ انہیں مجتمع رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ: ہر گروہ اپنے گھڑے ہوئے دین پر رشک کرتا ہے اور اسی میں مگن ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور وہی کامیاب ہے اور اس کے علاوہ دوسرا باطل پرست اور خسارے میں ہے۔

کفار کو ڈھیل دی گئی

فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ:......آیت میں رسول کریم ﷺ سے خطاب ہے اور ضمیر کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ یعنی اے محمد! ان مشرکین کو ان کی غفلت میں چھوڑ دو اور انہیں جہالت اور گمراہی میں رہنے دو۔ حَتّٰى حِيْنٍ: یہاں تک کہ انہیں موت آ جائے، آیت میں رسول ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے اور اس میں مشرکین کے لیے وعید بھی ہے۔

کفار کے مال و اولاد کی حقیقت

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ:......کیا کفار کا گمان ہے کہ ہم نے انہیں دنیا میں جو مال اور اولاد دے رکھی ہے۔

نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ: تو ہم ان پر احسان کرنے میں جلدی کر رہے ہیں؟ ہرگز ایسا نہیں جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں بلکہ یہ تو استدراج ہے اور عارضی مہلت ہے اور اس سے وہ اور زیادہ گناہوں کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ اسی لیے آگے فرمایا:

بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ: یعنی بلکہ وہ تو چوپایوں کی مانند ہیں، انہیں سمجھ اور شعور تک نہیں کہ کچھ غور و فکر کریں، آیا کہ یہ استدراج ہے یا انہیں پیشگی بھلائی حاصل ہو رہی ہے۔ آیت میں کفار مکہ کے زعم باطل کی تردید ہے وہ سمجھتے تھے کہ ان کا مال اولاد اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل ہے۔ جیسے کہ ان کے زعم باطل کی اللہ نے حکایت کی ہے۔ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴿۳۵﴾ (سورہ سبا، آیت ۳۵)

حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ دنیا اپنے محبوب آدمی کو بھی عطا کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جسے وہ پسند نہیں کرتا، لیکن اللہ تعالیٰ دین کی دولت سے اسی کو سرفراز کرتا ہے جو اس کا محبوب بندہ ہو۔ قبل ازیں مشرکین کی مذمت کی گئی ہے اور انہیں وعیدیں سنائی گئی ہیں اس کے بعد مؤمنین کی مدح سرائی کی گئی ہے اور ان کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

مؤمنین کی خشیت

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ: ...... یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا خوف رکھتے ہیں اور اللہ کے عذاب کا خوف دلوں میں بٹھائے رکھتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ: اور جو اللہ تعالیٰ کی قرآنی آیات کی تصدیق کرتے ہیں، کائنات میں پائے جانے والے دلائل و براہین کی بھی تصدیق کرتے ہیں۔ جو دلائل کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔

وفي كل شيءٍ له آية تدل على أنه واحد

ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر نشانی ہے جو اس کے یکتا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ: ...... اور وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہیں کرتے بلکہ وہ اللہ کی توحید کا اقرار کرتے ہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرتے ہیں۔ امام فخر الرازی کہتے ہیں: آیت سے توحید پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کے شریک کی نفی مراد نہیں چوں کہ یہ مضمون پہلی آیت میں گزر چکا ہے، بلکہ آیت سے مراد شرک خفی کی نفی ہے، شرک خفی کی نفی یہ ہے کہ عمل خالصۃً للہ ہو صرف اس کی رضا کے لیے ہو۔[1] وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ: یہ مؤمنین کی چوتھی صفت ہے۔ یعنی وہ زکوٰۃ و صدقہ کی مد میں اپنا مال دیتے ہیں، خیر و بھلائی کے اعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال کی عدم قبولیت کا خوف بھی رکھتے ہیں، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مؤمن نیکی و بھلائی کے ساتھ خوف خدا بھی رکھتا ہے جب کہ منافق برائی کے ساتھ بے خوفی کو جمع کر کے رکھتا ہے۔ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ: انہیں اعمال صالحہ کے ساتھ خوف خدا بھی دامن گیر رہتا ہے کہ انہوں نے اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے، انہیں یہ خوف رہتا ہے کہ مبادا اعمال و طاعات کی شرائط میں ان سے کسی قسم کی کوتاہی سرزد نہ ہو گئی ہو۔ اور انہیں اللہ کے پاس حساب کا خوف بھی دامن گیر رہتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ: کے بارے میں سوال کیا کہ آیا زانی، چور اور شرابی بھی اللہ کا خوف رکھتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! ایسا نہیں۔ لیکن نمازی، روزہ دار اور صدقات کرنے والا ان اعمال کے ساتھ ساتھ دل میں خوف خدا بھی رکھتا ہوتا ہے۔[2] اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ: یہی لوگ جو مذکورہ صفات سے مزین ہوں وہ خیر و بھلائی کے اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں تاکہ اعلیٰ درجات حاصل کریں۔ یہ مجرم کفار نہیں۔ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ: اور وہی نیک اعمال کے حق دار ہیں اور ان کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں۔ امام فخر الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اوپر مؤمنین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں حسن ترتیب میں کمال کا درجہ رکھتی ہیں پہلی صفت خوف شدید کے حصول پر دلالت کرتی ہے، جو برائیوں سے دور رکھنے کا باعث ہے۔ دوسری صفت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔ تیسری صفت نمود و نمائش اور ریاکاری کے ترک پر دلالت کرتی ہے۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۳/۱۰۷ [2] الحدیث اخرجہ الامام احمد

چوتھی صفت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص ان صفات کا جامع ہوگا وہ نیک اعمال اور طاعت خوف خدا کے ساتھ بجالائے گا۔ یہ صدیقین کا مقام ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس اعلیٰ مقام سے سرفراز فرمائے آمین۔[1]

شریعت کا کوئی حکم انسانی طاقت سے باہر نہیں

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا: ......ہم نے کسی انسان کو بھی ایسی چیز کا مکلف نہیں بنایا جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو، انسان پر یہ ہمارا فضل و کرم ہے۔ مؤمنین کے اوصاف بیان کرنے کے بعد یہ آیت لائی گئی ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان مخلصین کو ایسی چیز کا مکلف نہیں بنایا گیا جس کی وہ طاقت نہ رکھتے ہوں اور یہ کہ تمام تکالیف انسان کی طاقت میں ہیں۔ وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ: ہمارے پاس انسانوں کے نامہائے اعمال موجود ہیں جن میں ان کے اعمال لکھے جاتی ہیں، ہم آخرت میں انہیں اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔ اسے لیے فرمایا: وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ: ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی اعمال کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی یا جس برائی پر جتنی سزا اور عذاب مقرر ہوگا اس سے زائد عذاب نہیں ہوگا۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت میں تہدید ہے اور ظلم وزیادتی سے بے خوفی کا مژدہ سنایا گیا ہے۔[2]

آخرت سے غفلت

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا: ...... بلکہ کفار کے دل اس قرآن عظیم سے غافل ہیں اور ان پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ: کفر وشرک کے علاوہ بھی ان کے بے شمار گھناؤنے برے اعمال ہیں۔ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ: یعنی عنقریب مستقبل میں وہ یہ برے اعمال کریں گے چوں کہ ان پر بدبختی محقق ہو چکی ہے، چنانچہ انہوں نے کفر اور بداعمالی کو اپنے اندر جمع کر رکھا ہے لہٰذا ان پر عذاب کا فیصلہ محقق ہو چکا ہے۔ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ: یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے مالداروں، عیش پرستوں اور روسا کو دنیوی زندگانی میں عذاب کی گرفت میں لیا یعنی انہیں بھوک، قتل وقید وبند کے عذاب سے دوچار کیا۔ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ: تو وہ یکا یک فریاد کرنے لگے اور چیخ اٹھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس سے مراد وہ قحط ہے جس کے عذاب میں وہ سات سال مبتلا رہے۔ لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ: یعنی آج کے دن عذاب کی فریادیں نہ کرو۔ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ: تم سے عذاب دور نہیں کیا جائے گا، تمہاری چیخ وپکار اور فریاد تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ: تم قرآن کی آیات سنتے رہے ہو جو تمہیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں۔ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ: تم ان آیات سے دور بھاگتے تھے جیسے کوئی الٹے پاؤں سرپٹ بھاگتا ہے، آیت میں کفار کے حق سے اعراض کرنے کی تمثیل بیان کی گئی ہے اور ایسے شخص کی مثال لائی گئی ہے جو پیچھے بھاگ رہا ہو۔

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ: ......قرآن پر ایمان لانے کے بسبب وہ تکبر کرتے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بِہٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع قرآن ہے۔ کفار رات کو اپنی قصہ گوئی میں قرآن عظیم کی توہین کرتے اور اسے جادو قرار دیتے اور شعر سے تشبیہ دیتے۔ اس کے علاوہ قرآن کو قصے کہانیاں کہتے۔[3]

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ضمیر مجرور کا مرجع بیت اللہ ہے۔ اور یہ شہرت کی وجہ سے غیر مذکور سے کنایہ ہے اور آیت کا معنی ہے: تم لوگ بیت اللہ پر فخر کرتے تھے کہ تم اس کے پاس امن وامان سے رہتے ہو باوجود یہ کہ باہر کی دنیا کو تمہاری طرح کا امن وامان نصیب نہیں اور تم کہتے ہو ہم اہل بیت اللہ ہیں اور اللہ کے دوست ہیں، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول تفسیر ہے۔ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ: تم رات کی محفلوں میں قرآن عظیم کی شان میں بیہودہ گوئی کرتے تھے۔ یعنی قرآن عظیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے اور بیہودہ باتیں کرتے۔

قرآن میں غور وفکر کی اہمیت

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ: ......کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے تاکہ انہیں اعجاز قرآن سے واقفیت ہو اور پھر وہ تصدیق کریں کہ یہ اللہ کا کلام ہے؟

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۳/۱۰۷ [2] القرطبی ۱۱/۱۴۳ [3] مختصر ابن کثیر ۲/۱۶۹

اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ: ...... یا پھر اللہ ان کے پاس کوئی نئی چیز لے آیا ہے جس کی مثال ان کے آباؤاجداد میں نہیں ملتی؟ ابو سعود کہتے ہیں: پیغمبروں پر کتابوں کا نازل ہونا قدیم طریقہ ہے جس سے انکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔ چنانچہ قرآن بھی انہی سماوی کتب میں سے ہے بھلا یہ اس کا کیوں انکار کر رہے ہیں؟ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ: کفار کو ایک اور ڈانٹ سنائی جارہی ہے۔ یعنی کیا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو امانت، صداقت اور حسن اخلاق سے نہیں جانتے؟ کفار کی اولاً قرآن سے نفع نہ اٹھانے پر توبیخ کی گئی ہے۔ دوم: یہ کہ ان کے پاس بھی ایسی ہی آسمانی کتاب آئی ہے جیسے ان کے آباؤاجداد کے پاس کتب آئی ہیں۔ سوم: یہ کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو از روئے نسب، صدق اور امانت سے پہچانتے ہیں۔ چہارم: کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنون کی تہمت لگائی حالاں کہ انہیں اچھی طرح سے معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل سب سے راجح اور آپ کا ذہن سب سے اعلیٰ ہے، اسی لیے بعد میں فرمایا اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ: یا ان کا کہنا ہے کہ محمد مجنون ہے، یہ ایک اور توبیخ ہے۔ بغض وعناد میں ان کے تفنن پر تعجب ہے اور ان کا رنگ برنگا انکار عجیب تر ہے۔ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ: بَلْ اضراب کے لیے ہے، یعنی معاملہ ایسا نہیں جیسے وہ گمان کرتے ہیں، بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس واضح حق لے کر آئے ہیں جس میں باطل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن لے کر آئے ہیں جو توحید اور اسلام کے شرائع پر مشتمل ہے۔

وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ: ...... واضح دعوت کے باوجود اکثر مشرکین پر حق ناگوار گزرتا ہے، چوں کہ ان کے دلوں میں کجی ہے اور انحراف ہے۔ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ: جس چیز کو وہ ناپسند کرتے ہیں یعنی توحید، رسالت، عدل اگر وہ ان کی فاسد خواہشات کے موافق ہو جائے اور ان کی کجروی کے تابع ہو جائے۔ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ: تو کائنات کا علوی وسفلی نظام تباہ ہو کر رہ جائے اور اس کائنات میں جو مخلوقات ہو وہ اہوا و اختلاف کی وجہ سے تباہ ہو جائے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اس تمام مضمون میں بندوں کے عجز کو واضح کرنا اور ان کی آرا اہوا کے اختلاف کو واضح کرنا مقصود ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ جمیع صفات، افعال اور تدبیر نظام میں کامل ہے۔[1] بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ: بلکہ ہم ان کے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں ان کا فخر اور شرف وعزت ہے اور وہ یہ قرآن عظیم ہے جسے نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو شرف بخشا ہے۔ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ: جب کہ وہ اس قرآن سے منہ موڑے ہوئے ہیں حالاں کہ انہیں چاہیے تھا کہ قرآن کے آگے جھک جاتے اور سر تسلیم خم کر دیتے اس کی تعظیم بجالاتے چوں کہ قرآن ان کا شرف اور عزت ہے، لفظ الذکر کا تکرار قرآن کی تعظیم کے لیے لایا گیا ہے۔

نبی کی دعوت بے لوث ہے

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا: ...... یا وہ قرآن کے اس لیے منکر ہے کہ آپ ان سے تبلیغ رسالت پر اجر وثواب کا مطالبہ کرتے ہیں اس لیے وہ ایمان نہیں لاتے۔ آیت میں کفار کو ایمان نہ لانے پر عار دلائی جارہی ہے۔ چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت پر اجرت کا مطالبہ نہیں کیا، بھلا پھر انہوں نے تکذیب وانکار کیوں کیا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ: اللہ کا رزق اور اس کی عطا اے محمد! تمہارے لیے بدرجہا افضل ہے۔ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ: اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے چوں کہ بلا حاجت کے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے، جب کہ مخلوق اپنی کسی حاجت کے پیش نظر عطا کرتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت صراط مستقیم کی طرف ہے

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: اے محمد! بلاشبہ آپ سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہیں، اور وہ راستہ اسلام ہے جو جنت تک پہنچانے والا ہے۔ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ: حقیقت میں جو لوگ بعث بعد الموت کی تصدیق نہیں کرتے اور ثواب وعذاب کا یقین نہیں رکھتے وہ سیدھی راہ سے انحراف کیے ہوئے ہیں۔

بلاغت: ...... ان آیات کریمہ میں بلاغت، بیان اور بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

---

[1] مختصر ابن کثیر ۲/ ۵۷۰

فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ: غمرۃ کا معنی گہرا پانی جس میں انسان ڈوب جائے یا جو انسانی قد کے بقدر گہرا ہو، چنانچہ قد آدم کے برابر گہرے پانی کے ساتھ کفار کی گمراہی اور جہالت کو تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تشبیہ بطور استعارہ ہے۔ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ: میں استفہام انکاری ہے۔ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ: میں رابطہ حذف ہے اور وہ بِہٖ ہے اصل عبارت یوں ہوگی۔ نُسَارِعُ لَهُمْ بِهٖ فِي الْخَيْرٰتِ: حذف کی وجہ سے کلام میں حسن وخوبی پیدا ہوئی ہے اور التباس کا خوف بھی جاتا رہا۔ يُؤْمِنُوْنَ: میں صنعت طباق ہے۔ وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ: نطق منہ سے تکلم کی ہوئی بات کو کہا جاتا ہے جب کہ کتاب کی زبان نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب کی صفت نطق بیان فرمائی ہے اور یہ بطور مبالغہ ہے اور زبان ناطق کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، یہ تشبیہ بطور استعارہ ہے۔ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا، اَعْمَالُهُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ فَكُنْتُمْ عَلٰٓي اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ: میں استعارہ ہے، کفار کا حق سے اعراض کرنے کو الٹے پاؤں پیچھے پلٹنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ استعارہ تمثیلیہ ہے۔ مشفقون، یؤمنون، یشرکون، سابقون...... الخ میں خوبصورت سجع بندی ہے۔

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ
فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ
مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ ﴿٨٠﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿٨١﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا
لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨٣﴾ قُلْ لِّمَنِ
الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ
السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ
مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى
تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ
اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٩١﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٩٢﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ
بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾
حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ

هُوَ قَآئِلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ
يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا
كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا
شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا
وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ
الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ
الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا
يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿١١٣﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٣﴾
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ
رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿١١٦﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ
اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١١٨﴾

ترجمہ:......اور اگر ہم ان پر مہربانی کریں اور وہ جس تکلیف میں ہیں اسے دور کر دیں تو وہ اپنی سرکشی میں بھٹکے ہوئے اصرار کرتے رہیں گے۔ ﴿۷۵﴾ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کیا سو وہ اپنے رب کے سامنے نہ جھکے اور نہ عاجزی اختیار کی۔ ﴿۷۶﴾ یہاں تک کہ جب ہم نے اس پر سخت عذاب والا دروازہ کھول دیں گے، تو اچانک وہ اس میں حیرت زدہ ہو کر رہ جائیں گے۔ ﴿۷۷﴾ اور اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تم کم شکر ادا کرتے ہو۔ ﴿۷۸﴾ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔ ﴿۷۹﴾ اور وہی ہے زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے، اور اسی کے اختیار میں ہے رات دن کا یکے بعد دیگرے آنا جانا، سو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔ ﴿۸۰﴾ بلکہ انہوں نے وہ بات کہی جو ان سے پہلے لوگوں نے کہی۔ ﴿۸۱﴾ انہوں نے کہا کیا ہم جب مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے، کیا ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ ﴿۸۲﴾ اس بات کا ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادوں سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے یہ بات پرانے لوگوں سے نقل ہوتی آئی ہے۔ ﴿۸۳﴾ آپ فرما دیجیے: کس کے لیے ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔ ﴿۸۴﴾ اس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ اللہ ہی کے لیے، آپ فرمایے پھر کیوں غور نہیں کرتے۔ ﴿۸۵﴾ آپ فرما دیجیے کہ ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا رب کون ہے۔ ﴿۸۶﴾ وہ جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کے لیے ہے آپ فرما دیجیے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ ﴿۸۷﴾ آپ فرمایے کہ وہ کون ہے جس کے قبضے میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو؟ ﴿۸۸﴾ وہ جواب دیں گے کہ یہ صفات اللہ ہی کی ہیں۔ آپ فرما دیجیے کہ پھر تم کہاں ہو جادو کیے ہوئے؟ ﴿۸۹﴾ بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے پاس حق بھیجا ہے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔ ﴿۹۰﴾ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا قرار نہیں دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا

اور ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کر لیتا، اللہ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ (۹۱) پوشیدہ اور آشکارا ہر چیز کا جاننے والا ہے سو وہ ان لوگوں کے شرک سے بالاتر ہے۔ (۹۲) آپ یوں دعا کیجیے کہ اے میرے رب! جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ اگر وہ آپ مجھے دکھا دیں (۹۳) تو اے میرے رب! مجھے ان ظالموں میں شامل نہ فرمایئے۔ (۹۴) اور بلاشبہ ان سے ہم جو وعدہ کر رہے ہیں ہمیں اس پر قدرت ہے کہ اسے آپ کو دکھا دیں۔ (۹۵) آپ اس طریقے پر ان کی بدمعاملگی کو دفع کیجیے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہے، ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ (۹۶) اور آپ یوں دعا کیجیے کہ اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے آپ کی پناہ لیتا ہوں۔ (۹۷) اور اس بات سے آپ کی پناہ لیتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔ (۹۸) یہاں تک کہ جب اس کے پاس موت آ پہنچے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے واپس کیجیے۔ (۹۹) تاکہ میں جس کو چھوڑ کر آیا ہوں اس میں نیک عمل کروں، ہرگز نہیں، بلاشبہ یہ بات ہے جس کا وہ کہنے والا ہے اور ان کے آگے اٹھائے جانے کے دن تک برزخ ہے۔ (۱۰۰) سو جب صور پھونکا جائے گا تو اس روز ان میں باہمی رشتے نہ رہیں گے اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ (۱۰۱) سو جن کے وزن بھاری ہونگے تو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونگے۔ (۱۰۲) اور جن کے وزن ہلکے ہونگے تو یہ وہ لوگ ہونگے جنہوں نے اپنی جانوں کا نقصان کر لیا ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ (۱۰۳) ان کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہونگے۔ (۱۰۴) کیا تمہارے پاس میری آیتیں نہیں آئیں جو تمہارے اوپر تلاوت کی جاتی تھیں پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ (۱۰۵) وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ (۱۰۶) اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال دیجیے پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے۔ (۱۰۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ تم اسی میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ (۱۰۸) بلاشبہ بات یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے ایک جماعت تھی، جو یوں دعا کرتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے سو آپ ہمیں بخش دیجیے اور ہم پر رحم فرمایئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں۔ (۱۰۹) سو تم نے ان کو مذاق بنا لیا یہاں تک کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنستے تھے۔ (۱۱۰) بلاشبہ آج میں نے انہیں ان کے صبر کرنے کی وجہ سے یہ بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (۱۱۱) اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کہ تم برسوں کی گنتی کے اعتبار سے زمین میں کتنے دن رہے۔ (۱۱۲) وہ کہیں گے کہ ایک یا ایک دن سے بھی کم رہے ہے سو آپ گننے والوں سے سوال فرمالیجیے۔ (۱۱۳) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ تم تھوڑی ہی مدت رہے اگر تم جانتے ہو۔ (۱۱۴) کیا تم نے یہ خیال کیا کہ ہم نے تمہیں بطور عبث پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے۔ (۱۱۵) سو برتر ہے اللہ جو بادشاہ ہے حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے۔ (۱۱۶) اور جو کوئی شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، بلاشبہ بات یہ ہے کہ کافر لوگ کامیاب نہیں ہونگے۔ (۱۱۷) اور آپ یوں دعا کیجیے کہ اے میرے رب! بخش دیجیے اور رحم فرمایئے بلاشبہ آپ رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر رحم فرمانے والے ہیں۔ (۱۱۸)

ربط وتعارف: ......قبل ازیں مشرکین کے دعوت ایمان سے اعراض کا ذکر ہوا، اب ان آیات میں اعراض کا سبب بیان کیا جا رہا ہے، اور وہ سب بغض وعناد اور سرکشی ہے۔ پھر اس کے بعد توحید پر دلائل قائم کیے گئے ہیں، پھر آخرت کے احوال بیان کیے گئے ہیں کہ آخرت میں لوگ دو قسم کے فریقوں میں منقسم ہوں گے خوش حال اور بدحال۔ پھر سورت کا اختتام لوگوں کو حشر کے لیے جمع کرنے کی حکمت پر ہوا ہے اور یہ کہ اگر قیامت کا وقوع نہ ہو تو مطیع وعاصی اور مؤمن وفاجر کے درمیان امتیاز نہ ہو سکتا۔

لغات: **مُبْلِسُوْنَ**:...... مایوس ومتحیر اور حیران۔ الابلاس: ہر طرح کی بھلائی سے مایوسی۔ **يُجِيْرُ**: وہ منع کرتا ہے، فریادی کی حمایت کرتا ہے۔ مقولہ ہے۔ أجرت فلا نًا علی فلان یعنی میں نے فلاں کو فلاں شخص کے خلاف پناہ دی، اس کی حمایت کی۔ **هَمَزٰتِ**: دفاع، تحریک شدید همزات الشيطان شیطان کا مکر وفریب اور اس کا وسوسے ڈالنا۔ **بَرْزَخٌ**: رکاوٹ، مانع۔ جوہری کہتے ہیں: دو چیزوں کے درمیان حائل رکاوٹ کو برزخ کہا جاتا ہے۔[1] **كٰلِحُوْنَ**: الکلوح: اوپر کے ہونٹ کا اوپر ہو جانا اور نیچے کے ہونٹ کا نیچے اٹک جانا اس طرح کے دانتوں سے جدا ہو جائیں۔

---

[1] القرطبی ۱۲ / ۱۵۰

یہ انسانی چہرے کی نہایت قبیح حالت ہے۔
تفسیر: ......وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ: اگر ہم ان مشرکین جنھوں نے آپ کی تکذیب کی، آپ سے معاندانہ سلوک روا رکھا اور ہم نے ان کو قحط جیسی مصیبت سے نجات دی، پر رحم کریں۔لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ: تب بھی یہ گمراہی میں برابر پڑے رہیں گے اور حد سے آگے بڑھتے رہیں گے، حیرانی و ضبط میں بھٹکتے رہیں گے۔وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ: ہم نے انہیں مصائب، شدائد اور قحط و بھوک میں مبتلا کیا۔
فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ: یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے نہیں جھکے اور رب تعالیٰ کی عظمت و جلال کے آگے عاجزی نہیں دکھائی۔
وَمَا یَتَضَرَّعُوْنَ: انہوں نے پروردگار سے فریاد نہیں کی تا کہ وہ ان کی مصیبت دور کر دے بلکہ وہ سرکشی اور تکبر ہی پر اڑے رہے۔

کفار پر آفت

حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیْدٍ: ...... یہاں تک کہ جب آخرت کی ہولناکیاں ان کے سامنے آ گئیں اور اللہ کے سخت عذاب نے ان کو گھیر لیا انہیں اس کا گمان بھی نہیں تھا۔اِذَا هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ: یکا یک وہ ہر طرح کی بھلائی سے مایوس ہو گئے۔ابو مسعود کہتے ہیں: آیت میں عذاب سے مراد آخرت کا عذاب ہے، چوں کہ آیت میں جس عذاب کی ہولناکی اور شدت بیان کی گئی ہے وہ آخرت کا عذاب ہے۔اور معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کو ہر طرح کی آزمائش سے دوچار کیا وہ قتل کیے گئے، قید کیے گئے اور بھوک میں مبتلا کیے گئے، چنانچہ ان میں نرمی کی رمق تک پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے آخرت کا عذاب دیکھ لیا، چنانچہ کفار اس موقع پر مایوس ہو جائیں گے اور ان کی گردنیں جھک جائیں گی۔[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور اپنی یکتائی کے دلائل بیان کیے ہیں۔

انسانوں کی ناشکری

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ: ......اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حواس عطا کیے ہیں تا کہ تم ان کے ذریعے سن سکو، دیکھ سکو اور بات سمجھ سکو، آیت میں مشرکین کی توبیخ کی جا رہی ہے، چوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو ان کے مصارف میں صرف نہیں کرتے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کان دیے ہیں تا کہ وہ بات سنی جائے جو اللہ کی طرف راہنمائی کرنے والی ہے اور ان نشانیوں کو دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمال پر دلالت کرتی ہیں، اور عقل اس لیے دی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی کائنات میں غور و فکر کیا جائے اور اس کی قدرت کا مشاہدہ کیا جائے، چنانچہ جو شخص ان نعمتوں کو ان کے مصارف میں صرف نہیں کرتا وہ اسی شخص کی مانند ہے جو ان نعمتوں سے محروم ہو۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ: یعنی ان کے کانوں، ان کی آنکھوں اور دلوں نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔خصوصیت کے ساتھ ان تین حواس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے چوں کہ ان کے منافع زیادہ ہیں۔قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ: تم اپنے رب کا بہت تھوڑا شکر ادا کرتے ہو۔"مَا" قلت کی تاکید کے لیے ہے، یعنی تم اللہ تعالیٰ کا کتنا کم شکر ادا کرتے ہو باوجود یہ کہ اس کا فضل و کرم اور انعام و احسان تمہارے اوپر کتنا زیادہ ہے۔وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ: یعنی وہی تو اللہ کی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور زمین میں تمہیں آباد کیا اور تمہاری نسل چلائی۔وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ: تم صرف اسی کے پاس جزا و سزا اور حساب کے لیے جمع ہو گے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ

وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ: ......وہی بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا اور مخلوقات کو وہی موت دیتا ہے۔وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ: رات و دن میں کمی بیشی کا اختلاف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا کہ وہ اپنے وجود و قدرت پر دلیل قائم کر دے۔اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: کیا تمہارے پاس عقلیں نہیں جن سے تم

[1] ابوالسعود ۴/۴۰

قدرت باری تعالیٰ کے دلائل کا ادراک کرسکو اور اس کے غالب ہونے کی نشانیوں کو ملاحظہ کرسکو اور پھر تمہیں اس امر کا یقین ہوجائے کہ جو ذات ابتداءً ایسا کرنے پر قدرت رکھتی ہے وہ فنا کے بعد مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتی ہے۔

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ: آیت کریمہ میں "بل" اضراب[1] کے لیے ہے، یعنی ان آیات اور عبرت کی باتوں میں غور وفکر کرنے کے لیے ان کے پاس عقل نہیں بلکہ یہ مشرکین کفار مکہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں جیسے ان کے متقدمین کرتے تھے۔

قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ: یعنی جب ہم بوسیدہ ہوجائیں گے اور مٹی کے ذرات میں شامل ہوجائیں گے اور بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ ایسا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔

مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر کفار کے احمقانہ شکوک

لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ: ...... یہ وعدہ ہم سے بھی کیا گیا اور ہم سے پہلے لوگوں کے ساتھ بھی کیا گیا ہمیں اس کی حقیقت دکھائی نہیں دی۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ: یہ تو محض پہلے لوگوں کی بے سروپا اور غیر یقینی باتیں ہیں۔ کفار نے بعث بعد الموت کا انکار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دندان شکن اور باطل کی کمر توڑ دینے والی زبردست دلیل بیان کرنے کا حکم دیا۔

اللہ کی حاکمیت کا بیان

چنانچہ ارشاد ہوا۔ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ: اے محمد! آپ ان کے جواب میں کہہ دیجیے کہ زمین اور اس میں پائی جانے والی مخلوق کا مالک کون ہے؟ ان میں تصرف کرنے والا کون ہے انہیں پیدا کرنے والا اور فنا کرنے والا کون؟ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: اگر تمہارے پاس علم ہے تو مجھے بتاؤ، آیت میں کفار کی تحقیر کی جارہی ہے اور ان کی جہالت کو واشگاف کیا جارہا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں اپنی ربوبیت اور وحدانیت کی خبر دی ہے۔ اپنی لازوال ملکیت کی خبر دی ہے اور اپنی قدرت پر آگاہ کیا ہے۔ آیت میں کفار کے ساتھ جنگ وجدل کرنے اور ان پر حجت قائم کرنے پر دلیل موجود ہے۔ چنانچہ اس امر پر متنبہ کیا گیا ہے کہ جو ذات کائنات کو پیدا کرنے والی ہے وہی خدائی اور عبادت کی مستحق ہے۔[2]

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ: چنانچہ وہ کہیں گے اللہ ہی کائنات کا خالق وموجد ہے، اس اعتراف کے سوا ان کے پاس کوئی اور چارہ کار نہیں۔ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ: بھلا تم عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ اور اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے کہ جس ذات نے کائنات کو ابتداءً پیدا کیا وہ اس کے اعادہ پر بھی قادر ہے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ: ......کون ہے اوپر نیچے جس نے آسمان پیدا کیے ان میں سورج، چاند اور ستارے پیدا کیے، عرش عظیم کا خالق کون ہے؟ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ: یعنی وہ کہیں گے اللہ ہی عرش عظیم کا خالق ہے اور وہ اسی کی ملک ہے۔ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ: بھلا تم اللہ کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے کہ پھر تم اس کی توحید کے قائل ہوجاؤ اور بتوں کی عبادت چھوڑ دو۔ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ: اَلْمَلَكُوْتُ صفت مبالغہ ہے یعنی وسیع وتمام ملک کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی خزانے ہیں؟ اور اس کائنات میں تصرف کرنے والا کون ہے؟ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ: جو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے وہ اسے پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: اگر تم جانتے ہو تو مجھے اس بارے میں خبر دو۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ: وہ کہیں گے: سارے کا سارا اختیار اللہ کے پاس ہے اور تدبیر وانتظام کا اختیار بھی اللہ ہی کو حاصل ہے۔ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ: پھر تم کیوں دھوکا کھاجاتے ہو اور اللہ کی اطاعت اور توحید سے منہ کیوں موڑ لیتے ہو، حالاں کہ اس کا تمہیں اعتراف ہے اور اس کا تمہیں علم بھی ہے کہ اللہ ہی متصرف اور مالک ہے؟ ابوحیان کہتے ہیں: السحر آیت میں بطور استعارہ ہے، اس میں کفار کے دلوں میں پائے جانے والی خلط کے ساتھ تشبیہ ہے اور سحر زدہ کے نامعقول افعال واقوال کے ساتھ تشبیہ ہے۔[3] تدریجاً تین توبیخات کو مرتب کیا گیا ہے، اولاً فرمایا: اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ: پھر فرمایا: اَفَلَا تَتَّقُوْنَ: اور ثالثاً فرمایا: فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ: تیسری توبیخ میں زیادہ شدت ہے دوسری میں

---

[1] اضراب کا معنی ہے: ایک چیز سے کسی دوسری چیز کی طرف عدول کرنا۔ [2] القرطبی ۱۲ / ۱۴۵ [3] البحر المحیط ۶ / ۴۱۸

اس سے قدرے کم اور پہلی میں اس سے بھی کم۔[1] بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِالْحَقِّ: بلکہ ہم نے انہیں حق و سچ بات پہنچائی ہے جو توحید، بعث بعد الموت اور جزا وسزا کی بات ہے۔ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ: وہ اللہ کی طرف شرکا اور اولاد کی نسبت کرنے میں جھوٹے ہیں۔ اوپر آیات میں کفار پر زبردست انداز سے حجت قائم کی گئی ہے۔ پھر ان کے بعد وعید و تہدید لائی گئی اس کے بعد شریک اور اولاد کے بطلان پر واضح دلیل قائم کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

توحید کے مشاہداتی دلائل

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ: اللہ تعالیٰ کی مطلقاً کوئی اولاد نہیں نہ فرشتوں میں سے اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی انسانوں میں سے۔

وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ: الوہیت اور ربوبیت میں اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ: اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتا جیسا کہ بتوں کے پجاریوں کا خیال ہے تو ہر معبود اپنی مخلوق کے ساتھ منفرد نمایاں ہوتا اور ہر معبود کی ملکیت و اختیار میں دوسرے سے ممتاز ہوتا۔ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ: اور وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح ایک دوسرے پر غالب ہو جاتے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے اگر معبودان متعدد ہوتے تو ان میں سے ہر معبود اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کے ساتھ انفرادی طور پر نمایاں ہوتا اور پھر ہر ایک دوسرے پر غلبے کا خواہاں ہوتا اور ان میں سے بعض غالب ہو جاتے اور کائنات کا نظام حسن تدبیر کے ساتھ نہ چلتا، حالاں کہ مشاہدہ یہ ہے کہ کائنات کا نظام نہایت خوبصورتی کے ساتھ چل رہا ہے جو اس امر پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ شریک اور اولاد سے پاک ہے۔[2]

اسی لیے ارشاد فرمایا: سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ: ظالم کفار اللہ تعالیٰ کی شان میں جو باتیں کرتے ہیں وہ ان سے پاک اور منزہ ہے۔

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: اللہ تعالیٰ نظروں سے غائب چیزوں کو جانتا ہے اور نظریں جن چیزوں کا ادراک کرتی ہیں انہیں بھی جانتا ہے۔ مخلوقات کے امور و معاملات میں سے کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ: اللہ تعالیٰ شریک اور اولاد سے پاک و منزہ ہے۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ: آپ کہہ دیجیے: اے میرے پروردگار! جس عذاب کا ان کفار سے وعدہ کیا گیا ہے اگر اسے آنکھوں کے سامنے لے آنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

مؤمنین کو ایک دعا کی ہدایت

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ: ...... یہ "اِمَّا" شرط کا جواب ہے اور "رَبِّ" کا تکرار دعا و تضرع میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ یعنی اے میرے پروردگار! مجھے ظالموں میں شامل نہ کرنا کہ میں ان کے ساتھ ہلاک ہو جاؤں۔ ابوحیان کہتے ہیں: یہ امر متعین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور ظالموں کے ظلم سے پاک و منزہ ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں دعا کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا تا کہ عبدیت کا اظہار کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور تواضع کریں۔[3] وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ: بلاشبہ جس عذاب کا ہم نے کفار سے وعدہ کر رکھا ہے اسے دکھلا دینے پر قادر ہیں لیکن ہم اس عذاب کو حکمت کے تحت مؤخر کیے ہوئے ہیں۔

برائی کا جواب بھلائی سے

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ: ...... آپ درگزر کر کے ان کی برائی کا دفیعہ کرتے رہیں اور حسن اخلاق کے ساتھ آپ برتاؤ کرتے رہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے اختلاط پر ملنے والی اذیت کا زبردست تریاق تعلیم کیا ہے۔ اور وہ برائی کرنے والے کے ساتھ اچھائی کرنا ہے تا کہ آپ مطمئن رہیں اور آپ کی خاطر جمع رہے، نتیجۃً آپ کی عداوت دوستی میں بدل جائے اور بغض محبت میں بدل جائے۔[4] نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ: یعنی ہم ان کی حالت سے بخوبی واقف ہیں اور ان کی تکذیب و استہزا سے بھی واقف ہیں۔ ہم انہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔

---

[1] تفسیر التسہیل ۳/ ۵۵ [2] مختصر ابن کثیر ۲/ ۵۷۳ [3] البحر ۶/ ۴۲۰ [4] ابن کثیر المختصر ۲/ ۵۷۴

شیطان سے استعاذہ

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ: یعنی اے میرے پروردگار! میں شیطان کے وسوسوں پر تیری پناہ مانگتا ہوں چوں کہ شیطانی وسوسے باطل اور معصیت پر ابھارتے ہیں۔ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ: اے میرے پروردگار! میں اس بات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ کفار مجھے کسی برائی میں مبتلا کر سکیں یا وہ میرے معاملات میں دخل دیں، مبالغہ کی خاطر اس مضمون میں تکرار لایا گیا ہے اور استعاذہ کے اہتمام کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دلانا مقصود ہے۔

نزع کے وقت کفار کا پچھتانا

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ...... اب مضمون مشرکین کی طرف سے عود کر رہا ہے۔ یعنی جب کسی کافر کو موت آئے گی اور وہ موت کے شدائد کو سامنے دیکھ رہا ہوگا۔ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ: تو نہایت حسرت سے کہے گا: اے میرے پروردگار! مجھے دوبارہ دنیا میں واپس بھیج دے۔ ارْجِعُوْنِ جمع کا صیغہ برائے تعظیم لایا گیا ہے۔ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ: تاکہ میں نے اپنی جو عمر ضائع کر دی ہے اس کا جبیرہ کر سکوں اور نیک اعمال کروں۔ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا: كَلَّا: کلمہ زجر ہے۔ یعنی دنیا کی طرف لوٹنا نہیں ہوگا وہ اس خیال سے باز رہے۔ دنیا کی طرف واپس آنے کی بات ایسی ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ بے پر کی اڑائی ہوئی بات ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ: اور ان کے سامنے (عالم برزخ کی) رکاوٹ ہے جو دنیا کی طرف لوٹنے کے مانع ہے۔ عالم برزخ ایسی آڑ ہے جو ان کے درمیان اور دنیا کے درمیان آڑ ہوگی اور وہ تا قیامت عالم برزخ میں ٹھہرے رہیں گے۔ مجاہد کہتے ہیں: برزخ۔ دنیا و آخرت کے درمیان حائل آڑ کو کہا جاتا ہے۔

قیامت میں ایک دوسرے سے بیزاری

فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ...... اور جب صور میں دوسری بار پھونکا جائے گا، مخلوق کو دوبارہ اٹھائے جانے کے لیے صور پھونکا جائے گا۔ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان کسی قسم کی رشتہ داری اور قرابت داری کا پاس نہیں ہوگا چوں کہ قیامت کی ہولناکی اور دہشت کی وجہ سے ہمدردی اور غمخواری ختم ہو جائے گی حتیٰ کہ آدمی اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بچوں سے بھی دور بھاگ رہا ہوگا۔ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ: کوئی شخص بھی کسی دوسرے کی حالت کے بارے میں سوال نہیں کرے گا چوں کہ ہر شخص کو اپنی ذات کی فکر لاحق ہوگی، جب کہ سورۃ الصافات میں ہے۔ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴿۵۰﴾ ''یعنی قیامت کے دن لوگ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔'' آیات میں تعارض نہیں ہے چوں کہ قیامت کا دن طویل ہوگا اور اس میں مختلف مواقع کا لوگوں کو سامنا کرنا پڑے گا، چنانچہ کسی موقع پر لوگ ایک دوسرے سے بات کریں گے اور کسی موقع پر بات نہیں بھی کریں گے۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ: سو جس کی نیکیاں برائیوں پر بھاری رہیں اگرچہ ایک نیکی ہی بھاری کیوں نہ ہو۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ: یہی کامیاب لوگ ہوں گے جنہیں دوزخ سے نجات ملے گی اور جنت میں داخل ہوں گے۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ: اور جس کی برائیاں نیکیوں پر بھاری رہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ: یہی لوگ بدبخت ہوں گے جو ابدی سعادت کو گنوا بیٹھیں گے چوں کہ دنیا میں انہوں نے کفر و معاصی کا ارتکاب کیا اور اپنے آپ کو خسارے میں رکھا۔ فِىْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ: وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس سے باہر نہیں نکل پائیں گے۔

دوزخ کی ہولناک سزا

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ...... شدت آگ ان کے چہروں کو جلا ڈالے گی۔ آیت کریمہ میں اعضائے جسمانی میں سے صرف چہروں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے چوں کہ اعضائے جسمانی میں چہروں کو زیادہ شرف حاصل ہوتا ہے۔ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ: جہنم میں ان کی صورتیں بگڑ جائیں گی اور نہایت کریہ المنظر ہو جائیں گی۔ ابن مسعود کہتے ہیں: جہنم میں ان کے دانت ظاہر ہو جائیں گے اور ہونٹ اپنی طبعی حالت سے اوپر اور

نیچے ہٹ جائیں گے جیسے کسی جانور کی سری کو آگ پر تپایا جاتا ہے اور اس کا اوپر کا ہونٹ اوپر جاتا ہے اور نیچے کا ہونٹ نیچے لٹک جاتا ہے اور دانت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے آگ جہنمیوں کو اس طرح جھلسا دے گی کہ اوپر کا ہونٹ آدھے سر تک پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک پہنچ جائے گا۔[1] اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ: جن لوگوں کی نیکیاں برائیوں کے مقابلہ میں کم ہوں گی اور انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا ان سے کہا جائے گا: کیا دنیا میں قرآن عظیم کی روشن آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ: باوجود ان آیات کے واضح ہونے کے تم ان کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا: جواب دیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہمارے اوپر ہماری بد بختی کا غلبہ رہا۔ وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ: اور ہم سیدھی راہ سے ہٹے ہوئے تھے، چوں کہ ہم عارضی لذات اور خواہشات نفس کے پیچھے چلتے تھے۔

کفار کا اعتراف گناہ اور پچھتاوا

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا: ہمیں دوزخ سے باہر نکال دے اور ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے۔ فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ: اگر ہم کفر اور معاصی کی طرف لوٹے اس کے بعد تو پھر ہم ظلم و زیادتی میں حد سے آگے بڑھ جانے والے ہوں گے۔ جہنمی اولاً اقرار جرم کریں گے پھر اپنی رغبت و بے بسی ظاہر کرنے کے لیے دوبارہ اقرار جرم کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مایوسی اور ڈانٹ بھرا جواب ملے گا۔ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ: دوزخ میں ذلیل ہو کر پڑے رہو اور انہیں اس طرح جھڑک ملے گی جیسے کتوں کو جھڑکا جاتا ہے۔ اور عذاب دور کرنے کے متعلق مجھ سے بات مت کرو۔ تسہیل میں لکھا ہے۔ اخْسَئُوْا: یہ کلمہ کتے کو ڈانٹ پلانے اور دور کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں ذلت و رسوائی کا معنی پایا جاتا ہے۔[2] اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ: مجاہد کہتے ہیں: آیت میں اللہ کے بندوں سے مراد ضعفا مسلمین جیسے بلال، خباب، صہیب رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی ان کا مذاق اڑاتے اور انہیں سخت اذیتیں پہنچاتے تھے۔[3] فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا: تم ان کا تمسخر کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ: یہاں تک کہ تم ان کے تمسخر اڑانے میں مشغول ہوئے اور سراسر میری طاعت و عبادت سے غافل رہے۔ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ: اور دنیا میں تم ان پر ہنستے تھے۔

صبر کرنے والوں کا اجر

اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا:...... یعنی انہیں صبر کے سبب میں نے بدلہ دیا ہے، چنانچہ تم انہیں اذیتیں پہنچاتے تھے جن پر وہ صبر کرتے تھے، آج اس صبر کا پھل انہیں ملا ہے۔ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ: دائمی نعمتوں کے ساتھ وہی کامیاب ہیں۔ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ: اللہ تعالیٰ دوزخیوں سے توبیخ اور ڈانٹ کے طور پر کہے گا: تم دنیا میں گنتی کے کتنے سال ٹھہرے تھے؟ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ: وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا اس سے بھی کم مدت دنیا میں ٹھہرے۔ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ: لہٰذا جن لوگوں نے وقت کی گنتی اور حساب کیا ہو ان سے پوچھ لو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عذاب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے انہیں دنیا کی مدت قیام بھول جائے گی۔ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا: واقعی! تم دنیا میں بہت کم مدت ٹھہرے ہو۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: گویا جہنمیوں سے کہا جائے گا: تم نے سچ کہا، تم دنیا میں بہت کم مدت ٹھہرے ہو وہ قلیل مدت گزر چکی، اس سے غرض جہنمیوں کو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی قلیل المدتی سے آگاہ کرنا ہے۔[4]

دوسری زندگی کے بغیر حیات دنیا بے مقصد ہے

لَوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ:...... اگر تمہارے پاس فہم و دانش ہوتی تو دنیا کی حقارت اور اس کے متاع رذیل کو پہچان لیتے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا: اے لوگو! کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کر دیا ہے کہ تمہاری زندگی پر ثواب و عذاب مرتب نہ ہو جیسے چوپایوں کو پیدا کر دیا گیا ہے۔ وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ: اور یہ کہ جزا کے لیے تم نے ہماری طرف نہیں لوٹنا۔ بات ایسی نہیں جیسے تم خیال کرتے ہو بلکہ ہم نے

---

[1] اخرجہ الترمذی وقال حسن غریب [2] التسہیل ۳/ ۵۷ [3] القرطبی ۱۲/ ۱۵۴ [4] التفسیر الکبیر ۲۳/ ۱۲۷

تمہیں تکلیف (شرعی ذمہ داری) اور عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور پھر تم نے دار الجزا کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور شان والا ہے اسی کے لیے بڑائی اور عظمت ہے۔ الْمَلِكُ الْحَقُّ: جو کہ بادشاہت وسلطنت والا ہے، وہ ہی صاحب تصرف ہے وہی پیدا کرنے والا ہے، وہی مارنے والا ہے، وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دینے والا ہے، وہ نقائص سے پاک ہے اور وہ کسی چیز کو بھی فضول پیدا نہیں کرتا چوں کہ وہ حکمت والا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ: جو کہ عرش عظیم کا خالق و مالک ہے، عرش کی صفت الْكَرِيْمِ لائی گئی ہے چوں کہ رحمت، خیر اور برکت عرش ہی سے نازل ہوتی ہے۔ نیز عرش کی نسبت اکرم الاکرمین کی طرف ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اور اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کی۔ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ: جب کہ اس کی اس کے پاس کوئی حجت ودلیل نہیں۔ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ: اس کی جزا اور سزا کا حساب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ: حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ کامیاب نہیں ہوں گے جو حق کا انکار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ سورۂ مبارکہ کی ابتدا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ: سے ہوئی اور اختتام اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ: سے ہوئی ہے۔ تاکہ دونوں فریقوں کے درمیان تفاوت ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ ابتدائی مضمون اور آخری مضمون میں بہت بڑا فرق ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ: اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام: کو استغفار کرنے اور رحم کرنے کا حکم دیا، حقیقت میں امت کو تعلیم کرنا مقصود ہے۔

اللهم اغفرلنا وارحمنا برحمتك التي وسعت كل شيءٍ يا أرحم الراحمين اللهم آمين۔

بلاغت:......ان آیات کریمہ میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں مختصراً ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ: میں امتنان ہے۔ یعنی احسان بتلایا جا رہا ہے۔ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ: السَّمْعَ: مفرد ہے اور اَلْاَبْصَارَ جمع کا صیغہ ہے۔ اور یہ اسلوب از قبیل تفنن ہے۔ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ: میں تنکیر برائے تقلیل ہے۔ اور ما تاکید قلت کے لیے ہے جو تنکیر سے مستفاد ہے۔ اور معنی ہے نہایت قلیل شکر اور یہ محاورہ عدم شکر سے کنایہ ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ. اَفَلَا تَتَّقُوْنَ: میں استفہام ہے جس سے غرض انکار وتوبیخ ہے۔ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ: میں طباق ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: جواب شرط حذف ہے چوں کہ شرط کے الفاظ جواب شرط پر دلالت کرتے ہیں تقدیری عبارت اس طرح ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ذالك فاخبروني. وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ میں طباق سلب ہے۔ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ: میں مِنْ حرف جر زائد ہے اس سے مقصد کلام میں تاکید پیدا کرنا ہے، عبارت اس معنی میں ہے۔ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ: اسی طرح وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ: میں حرف جر زائد ہے۔ دونوں جملوں میں حرف جر برائے تاکید ہے اور استحکام نفی کے لیے ہے۔[1] عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: میں طباق ہے۔ وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ: ان اور لام سے کلام میں تاکید لائی گئی ہے چوں کہ مخاطبین اس کا انکار کرتے تھے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ: یہ اس معنی میں ہے۔ اِدْفَعْ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ: گویا یہ معنی کے اعتبار سے طباق ہے، لفظ کے اعتبار سے نہیں۔ رَبِّ ارْجِعُوْنِ: میں واؤ جمع تعظیم کے لیے ہے۔ ارجعنی نہیں کہا چوں کہ کلام میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم مقصود ہے۔ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا: میں مجاز مرسل ہے۔ کلمہ کا اطلاق جملہ پر کیا گیا ہے، جز کا اطلاق کیا گیا ہے اور مراد کل ہے۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ: اور وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ: میں لطیف مقابلہ ہے۔ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ: میں قصر ہے۔ فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ: میں جناس اشتقاق ہے۔ مختلف آیات میں بلا تکلف موزوں خوبصورت سجع بندی ہے اور یہ صفت کثیر ومشہور ہے۔

الحمد للہ سورہ المومنون کی تفسیر کا ترجمہ آج صبح مطابق ۱۶ مارچ ۲۰۱۴ء کو مکمل ہوا۔[2]

اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے آخرت میں ذریعۂ نجات بنائے اور بقیہ ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

[1] از روئے ترکیب زائد ہے معنی کے اعتبار سے حرف جر تاکید اور نفی میں استحکام کے لیے لایا گیا ہے۔ [2] ۱۶ مارچ ہی کو میرے استاذ مکرم دام ظلہم نے آسان ترجمہ قرآن میں سورۃ المومنون کا ترجمہ وحواشی مکمل کیے اتفاقاً ۱۶ مارچ ہی کو سورہ المومنون کا ترجمہ مکمل ہوا۔ وللہ الحمد

سورۃ النور

تعارف:......سورۃ نور ان مدنی سورتوں میں سے ہے جن میں شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں۔ سورت میں امور شریعت، توحید اور اخلاق کے بیان کا اہتمام کیا گیا ہے، اسی طرح مسائل عامہ وخاصہ جن کی بنیاد پر مسلمانوں کی انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی تربیت کرنا ضروری ہے بھی اس سورۂ مبارکہ کا اہم موضوع ہیں سورت بڑے بڑے احکام، ارشادات، اصلاحات اور ہدایات جو عائلی زندگی اور خاندان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور معاشرے کی اصلاح اور تعمیر میں جڑ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بیان کی گئی ہیں۔

سورۂ کریمہ میں اجتماعی آداب پر روشنی ڈالی گئی ہے جنہیں اختیار کرنا مسلمانوں پر واجب ہے جیسے گھر میں داخلے کے وقت اجازت لینا، نظریں نیچی رکھنا، شرم گاہوں کی حفاظت کرنا، مردوں کا اجنبی عورتوں کے ساتھ اختلاط نہ رکھنا۔

سورت میں وہ احکام وآداب بھی بیان کیے گئے ہیں جن کا اپنانا مسلمان خاندان وگھرانے کے لیے ضروری ہے جیسے پاکدامنی، پردہ، پاکیزگی، اخلاق کی طہارت، اللہ کی شریعت پر استقامت، شریعت کی حفاظت، ایسے داخلی عوامل سے اجتناب جو شریعت کے معارض ہوں، اخلاقی انحطاط جو قوموں کے معیار کو ختم کر دیتا ہے۔

سورۂ کریمہ میں بعض شرعی حدود کا ذکر بھی ہو رہا ہے جیسے حدزنا، حد قذف، اور حد لعان۔ اللہ تعالیٰ نے ان حدود کو اس لیے مشروع کیا ہے تاکہ معاشرہ پاکی وصفائی کا آئینہ دار بن جائے اور معاشرے سے فتنہ وفساد اور انتشار ختم ہو جائے، لوگوں کے نسب محفوظ رہیں، اخلاق کا معیار بلند رہے، امت ان گھٹیا عوامل سے محفوظ رہے جو آزاد خیالی وفساد کو جنم دیتے ہیں اور نسب کے ضیاع کا سبب بنتے ہیں جن سے عزت وشرافت پر حرف آتا ہو۔

المختصر! اس سورۂ کریمہ میں اجتماعی معاشرے کے نہایت ہی نازک پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے اور وہ عائلی مسئلہ (خاندانی مسئلہ) اور اس کو درپیش خطرات ہیں، پھر اس مسئلہ پر مرتب ہونے والی مشکلات ہیں جو فتنہ وفساد پر منتج ہوتی ہیں، اس کے علاوہ سورۂ کریمہ میں عالیشان آداب، احکام اور ہدایات بھی ہیں جو بے غبار زندگی کی راہ دکھاتے ہیں، اسی لیے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو خط لکھا جس میں ہدایت کی کہ اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔

وجہ تسمیہ:......اس سورۂ کریمہ کا نام "سورۃ النور" ہے، چوں کہ اس میں ربانی نور کی شعاعوں کا تذکرہ ہے، اور وہ نور احکام اور اعلیٰ آداب کی صورت میں ہے، یقیناً خدائی احکام اور عمدہ آداب اللہ تعالیٰ کے نور سے مستفاد ہیں اور اس کی رحمت کا فیض ہیں۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: یا اللہ! کتاب مبین کے نور سے ہمارے دلوں کو منور فرما دے۔

آیاتُہا ۶۴ (۲۴) سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۲) رُکُوعَاتُہَا ۹

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝١ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫
وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٣ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ
ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْفٰسِقُوْنَ ۙ۝۴ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ
اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۷ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ
تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ۝۸ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ۝۹ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ ع ۱۰
عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ
الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۱ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۲ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ
يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰۗىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۳ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۴ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ
مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ڰ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝۱۵ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا
يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ڰ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝۱۶ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۷ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۸ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ
الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۱۹
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۰ ع ۱۰ النصف

ترجمہ:...... یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے اور ہم نے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار بنایا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تا کہ تم سمجھو۔ (۱) زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ان میں سے ہر ایک کو سو درے مارو اور اللہ کے دین میں ان دونوں کے بارے میں تمہیں رحمت نہ پکڑے اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور ان کی سزا کے وقت مؤمنین کی ایک جماعت حاضر رہے۔ (۲) زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے اور یہ مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے۔ (۳) اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی درے مارو، اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہ لوگ فاسق ہیں۔ (۴) مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ (۵) اور جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور ان کے پاس ان کو اپنی جانوں کے علاوہ گواہ نہ ہوں تو یہ تہمت لگانے والا اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ یوں کہے کہ بلاشبہ وہ سچوں میں سے ہے۔ (۶) اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں۔ (۷) اور عورت کی سزا اس طرح ٹل جائے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یوں کہے کہ بلاشبہ یہ جھوٹوں میں سے ہے۔ (۸) اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ سچوں میں سے ہو۔ (۹) اور اگر

تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے حکمت والا ہے تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے۔ ⑩
بلاشبہ جو لوگ تہمت لے کر آئے یہ تم میں سے ایک جماعت ہے، تم اسے اپنے لیے شر نہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص کے
لیے گناہ کا وہ حصہ ہے جو اس نے کمایا، اور ان میں سے جس شخص نے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ ⑪ جب تم نے اس کو سنا تو مؤمن
مردوں اور مؤمن عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ اچھا گمان کیوں نہ کیا اور یوں کیوں نہ کہا کہ یہ صریح تہمت ہے۔ ⑫ وہ اس پر چار گواہ
کیوں نہ لائے، سو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ ⑬ اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو
جس بات میں تم لگے رہے اس کی وجہ سے تم پر بڑا عذاب واقع ہو جاتا۔ ⑭ جب تم اس بات کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے
مونہوں سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہیں ہے، اور تم اسے ہلکی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات
ہے۔ ⑮ اور جب تم نے اس کو سنا تو یوں کیوں نہ کہا کہ یہ بات اس لائق نہیں ہے کہ ہم اسے اپنے منہ سے نکالیں سبحان اللہ یہ بڑا بہتان ہے۔ ⑯
اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر کبھی بھی تم ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مؤمن ہو۔ ⑰ اور اللہ تمہارے لیے احکام بیان فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت
والا ہے۔ ⑱ بلاشبہ جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا ہو ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک
عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ⑲ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بات کہ اللہ بڑا مہربان بڑی رحمت والا ہے تو
تم بھی نہ بچتے۔ ⑳

لغات: **سُوْرَۃٌ**:.....لغت میں سورت عالیشان جگہ اور بلند مقام کو کہا جاتا ہے۔ نابغہ کہتا ہے:

ألم تر أن اللہ أعطاك سورۃ ۔ تری کل ملك دونها يتذبذب

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عالیشان مقام دیا ہے، تم ہر بادشاہ کو اس مرتبے کے آگے مرعوب دیکھتے ہو۔

آیات کا ایسا مجموعہ جس کی باقاعدہ ابتدا اور انتہا ہو اسے سورت کہا جاتا ہے آیات کے شرف و عظمت کے پیش نظر اس مجموعہ کو سورت کہا جاتا ہے،
جیسے اونچی دیوار کو سور کہا جاتا ہے۔ **الزَّانِيْ**: حرام وطی (جماع)، فاحش وطی کو نہایت قبیح فعل ہونے کی وجہ سے زنا کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ الف مقصورہ کے
ساتھ بھی مستعمل ہے اور الف ممدودہ کے ساتھ بھی۔ چنانچہ فرزدق شاعر کہتا ہے۔

أبا طاهر من يزن يعرف زناؤہ ۔ ومن يشرب الخرطوم يصبح مسكرا

اے ابو طاہر! جو شخص زنا کرتا ہے اس کا زنا پہچان لیا جاتا ہے، چنانچہ جو شخص انگور کا تازہ رس پیتا ہے اسے نشہ چڑھ جاتا ہے۔

رَاْفَۃٌ:.....شفقت، نرمی۔ اسی سے رؤوف بھی ماخوذ ہے۔ مہربان، نرم دل۔ **الْمُحْصَنٰتِ**: پاکدامن عورتیں، الاحصان سے مشتق ہے احصان بمعنی
روکنا۔ چوں کہ پاکدامن عورت بھی اپنے نفس کو آلودگی سے روکے رکھتی ہے۔ اسی سے حصن بھی ماخوذ ہے قلعے کو کہا جاتا ہے چوں کہ قلعہ دشمن کو اندر
آنے سے روکے رکھتا ہے۔ **يَدْرَؤُا** وہ دور کرتا ہے۔ **تَشِيْعَ**: شاع الأمر شيوعًا کسی بات کا پھیل جانا، افشا ہو جانا۔ **عُصْبَۃٌ**: مضبوط جماعت۔

شان نزول: **الف**:.....روایت ہے کہ ایک طائفہ عورت تھی جسے ام مہزول کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، اکثر اس کا مردوں کے ساتھ میل جول
رہتا۔ ایک مسلمان نے اس کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل
فرمائی۔ اَلزَّانِيَۃُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③ [1]

ب:.....ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہلال بن امیہ نے نبی کریم ﷺ کے پاس اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ تہمت لگائی۔ نبی
کریم ﷺ نے فرمایا: گواہ لاؤ، ورنہ تمہارے اوپر حد جاری کی جائے گی، ہلال نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی
مرد کو دیکھے تو کیا وہ گواہوں کی تلاش میں نکل پڑے گا؟ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ہے، میں سچا ہوں، بخدا! اللہ تعالیٰ ضرور کوئی
ایسا حکم نازل فرمائے گا جو مجھے حد سے بری الذمہ کردے گا۔

---

[1] رواہ احمد والنسائی

چنانچہ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ [1]

تفسیر: سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا:...... یہ سورت قرآن کی عظیم الشان جامع سورتوں میں سے ایک ہے جسے ہم نے اے محمد! آپ کی طرف وحی کیا ہے۔ وَفَرَضْنٰهَا: اس سورت میں موجود احکام ہم نے قطعی طور پر واجب کردیے ہیں۔ وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ: ہم نے اس سورت میں تشریعی آیات نازل کی ہیں جن کی احکام پر دلالت صاف واضح ہے۔ اے مؤمنین! تاکہ یہ تمہارے لیے آئینہ دار ہوں۔ اَنْزَلْنَا: کا لفظ مکرر لایا گیا ہے جو کمال توجہ پر دلالت کرتا ہے، گویا اللہ تعالیٰ یوں فرمارہا ہے کہ یہ آیات ہم نے محض تلاوت کے لیے نازل نہیں کیں بلکہ ان پر عمل اور ان کی تنفیذ بھی ضروری ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ: تاکہ تم عبرت حاصل کرو اور ان احکام سے نصیحت حاصل کرو اور ان کے موجب پر عمل کرو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے احکام بیان کیے ہیں اور حدزنا سے ابتدا کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

زانی کی سزا

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ:...... جو احکام تمہارے اوپر فرض کیے گئے ہیں (ان میں سے ایک) یہ کہ تم زنا کرنے والی عورت اور مرد دونوں کو سو کوڑے مارو۔ اس حال میں کہ وہ غیر محصن ہوں۔ یہ سزا انہیں نہایت سنگین جرم پر دی جائے۔ وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ: ان دونوں پر تمہیں نرمی اور رحم لی نہ آنے پائے کہ اس کے نتیجے میں تم کوڑے مارنے سے تخفیف کر بیٹھو یا کوڑوں کی تعداد میں کمی کر بیٹھو بلکہ انہیں پورے پورے کوڑے مارو۔ مجاہد کہتے ہیں یعنی: اللہ تعالیٰ کی حدود کو معطل مت کرو اور شفقت و مہربانی کی وجہ سے حدود کو مت چھوڑ بیٹھو۔ [2] اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ: یہ جملہ تہییج [3] والہاب کے قبیل سے ہے یعنی اگر تم سچے مؤمنین ہو اللہ تعالیٰ اور آخرت کی تصدیق کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو معطل مت کرو اور تمہیں زانیوں پر شفقت نہ آئے چوں کہ جرم زنا رحم کے قابل نہیں ہے بلکہ یہ نہایت سنگین جرم ہے۔

منظر عام پر سزا دینے کا حکم

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ:...... زانیوں کو جب سزا دی جارہی ہو اس وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے تاکہ اچھی طرح سے ان کی ڈانٹ ڈپٹ ہو اور وہ اس جرم سے باز آجائیں، نیز لوگوں کی جماعت کے سامنے جب مجرم کو سزا دی جائے تو وہ نادم ہوجاتا ہے اور اس کی رسوائی ہوتی ہے بسا اوقات سزا کی بنسبت رسوائی جرم سے باز رکھنے کا زیادہ موجب بنتی ہے۔ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً: زانی کو کسی طرح روا نہیں کہ وہ پاکدامن وشریف عورت سے نکاح کرے وہ تو بس اپنی جیسی زانیہ، فاسقہ یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے۔ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ: اور زانیہ عورت کے بھی کسی طرح لائق نہیں کہ پاک دامن مؤمن مرد اس سے نکاح کرے اس سے نکاح تو بس زانی یا مشرک مرد ہی کرتا ہے، چنانچہ پاک وطاہر نفوس فاجر و فاسق عورتوں سے نفرت کرتے ہیں۔ امام فخر الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت کریمہ کی سب سے اچھی تفسیر یوں کی گئی ہے: فاسق خبیث شخص جو زنا کا مرتکب ہوتا ہو وہ پاک دامن عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتا وہ تو اپنے جیسی فاسقہ وخبیثہ یا مشرکہ میں رغبت رکھتا ہے اور فاسقہ فاجرہ عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں نیک وصالح پاک دامن مرد رغبت نہیں رکھتے بلکہ اس سے نفرت کرتے ہیں، ایسی عورت میں وہی مرد رغبت رکھتے ہیں جو اسی جیسے فاسق و مشرک ہوں۔ چنانچہ خارج میں اس کا وقوع عام ہے جیسے بولا جاتا ہے کہ "خیر وبھلائی" کا کام صرف پرہیزگار شخص ہی کرتا ہے۔ گو بسا اوقات خیر وبھلائی کا کام ایسا شخص بھی کردیتا ہے جو پرہیزگار نہ ہو۔ [4]

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۳/ ۱۴۸ [2] رواہ البخاری [3] بلاغت کی اصطلاح ہے ایسا جملہ جس کے ذریعے کسی کو کام پر برانگیختہ کیا جائے۔ [4] التفسیر الکبیر للرازی ۲۳/ ۱۵۰

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ: مؤمنین پر زنا حرام کر دیا گیا ہے، چوں کہ یہ نہایت شنیع اور سنگین جرم ہے۔ دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ زانیہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا مؤمنین پر حرام کر دیا گیا ہے، چوں کہ اس میں جسمانی خطرات ہیں۔[1]

حدِ قذف کا بیان

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ:...... جو لوگ پاک دامن و پاکباز عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ: پھر وہ اپنے دعویٰ پر چار عادل گواہ نہ پیش کر سکے جو ان عورتوں پر لگائی گئی تہمت زنا کی گواہی دیتے۔ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً: تہمت لگانے والوں میں سے ہر ایک کو اسی، اسی کوڑے مارو، چوں کہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں حالاں کہ وہ عورتیں اس تہمت سے بری الذمہ ہیں، جب کہ تہمت لگانے والے عوام الناس کی عزتوں سے کھیلنا چاہتے ہیں۔ وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا: یعنی ان کی سزا میں اضافہ کر دو کہ ان کی انسانی شرافت و کرامت کو کالعدم قرار دے دو جس کی صورت یہ ہے کہ ان میں سے کسی کی بھی گواہی قبول نہ کرو جب تک وہ جھوٹ اور بہتان سازی پر ڈٹا رہے۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ: یہ لوگ گناہ کبیرہ اور سنگین جرم کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کی طاعت سے خارج ہو چکے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر تہمت باز اپنے بیان کی صحت پر گواہ نہ پیش کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر تین احکام لاگو کیے ہیں۔ ''اول'' یہ کہ اسی اسی کوکوڑے مارے جائیں ''دوم'' یہ کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی گواہی رد کر دی جائے۔ ''سوم'' یہ کہ وہ فاسق ہو چکا۔ وہ نہ اللہ کے ہاں عادل ہوگا اور نہ عوام الناس کے ہاں۔[2]

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ:...... ہاں البتہ وہ لوگ جو اس کبیرہ گناہ کے بعد توبہ کر لیں اور اپنے کیے پر نادم ہو جائیں۔ وَاَصْلَحُوْا: اپنے اعمال کی اصلاح کر لیں اور آئندہ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے گریز کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی سچے دل سے توبہ کر لیں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: یعنی انہیں معاف اور درگزر کر دو اور قبول شہادت کا مرتبہ جو انہوں نے گنوا دیا تھا وہ انہیں واپس لوٹا دو، حقیقت میں اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے، جب اس کا کوئی بندہ توبہ کرتا ہے اور اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔[3] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی بیوی پر تہمت لگانے والے کا حکم ذکر کیا ہے اور فقہی اصطلاح میں اسے لعان کہتے ہیں۔

بیویوں پر تہمت

چنانچہ ارشاد فرمایا: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ: جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ: اور ان کے پاس گواہ نہ ہوں جو ان کی لگائی گئی تہمت زنا پر گواہی دیں، صرف شوہر کی گواہی ہو۔ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ: ان میں سے ایک کی گواہی جو اس سے حد قذف کو زائل کر دے وہ یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم اٹھائے، یہ چار قسمیں چار گواہوں کے قائم مقام ہوں گی۔ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ: یعنی اس نے اپنی بیوی پر جو تہمت لگائی ہے وہ اس میں سچا ہے۔ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ: یعنی پانچویں بار قسم کھائے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ: یعنی اگر وہ بیوی پر تہمت زنا لگانے میں جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ: خاوند کی گواہی سے تہمت زدہ بیوی پر جو حد ثابت ہو چکی اسے دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ: تہمت زدہ عورت چار مرتبہ قسم اٹھائے کہ اس نے جو مجھ پر تہمت لگائی ہے وہ اس میں جھوٹا ہے۔ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ: پانچویں مرتبہ یوں قسم اٹھائے کہ اگر اس کا خاوند سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔

---

[1] چنانچہ ایڈز جیسے موذی کا سبب یہی ہے بازاری عورتوں کے ساتھ جو لوگ نکاح کر لیتے ہیں جنسی اتصال کی وجہ سے وہ بھی اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ [2] المختصر ۲ / ۵۸۳

[3] الا الذین تابو الایۃ۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "الفاسقون" سے استثنا ہے اس لیے امام صاحب کے نزدیک قاذف اگرچہ توبہ کر بھی لے پھر بھی وہ شہادت کا اہل نہیں رہتا ہاں البتہ اس کا فسق ختم ہو جائے گا جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ "ولا تقبلوا الھم" میں ھم ضمیر مجرور سے مانتے ہیں اس لیے ان کے نزدیک توبہ کے بعد قاذف کی گواہی قبول کی جائے گی۔ قواعد نحو و بلاغت سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہوتی ہے اور انتظامی بہتری بھی اسی میں ہے۔ جرائم کی روک تھام تبھی ممکن ہو سکتی ہے جب مجرم کو کڑی سزا دی جائے۔ واللہ اعلم

وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ:...... اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت تمہارے اوپر نہ ہوتی (کہ اس نے تمہارا پردہ رکھ دیا) لولا کا جواب محذوف ہے، چوں کہ جس چیز کی ہولناکی کو عظیم قرار دینا مقصود ہو بسا اوقات اسے حذف کر دیا جاتا ہے۔ بلاغت کا قانون بھی ہے کہ بسا اوقات شے مسکوت مذکور سے زیادہ ابلغ ہوتی ہے اور پوری عبارت یوں ہوگی۔ اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تم ہلاک ہوجاتے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيۡمٌ: اللہ تعالیٰ خوب توبہ قبول کرنے والا ہے اور اس نے جو احکام مشروع کیے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر مبنی ہیں۔ من جملہ ان احکام میں سے ایک حکم لعان کا بھی ہے۔ ابو سعود کہتے ہیں: لولا کا جواب ہولناکی کی وجہ سے محذوف ہے گویا یوں کہا جارہا ہے اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور تمہارے اوپر اس کی رحمت نہ ہوتی تو ناگفتہ بہ صورت حال کا تمہیں سامنا کرنا پڑتا۔ یعنی اگر لعان کا حکم مشروع نہ ہوتا خاوند پر حد قذف واجب ہوتی گو ظاہری حالت اس کی تصدیق کرتی۔ اگر خاوند کی قسموں کو عورت پر حد زنا جاری کرنے کی موجب قرار دیا جاتا تو عورت کی رعایت نہ ہوتی اور اگر عورت کی قسموں کو خاوند پر حد جاری کرنے کی موجب قرار دیا جاتا تو خاوند کی رعایت نہ ہوتی، شریعت مطہرہ نے دونوں کی رعایت رکھی۔ پاک ہے وہ ذات جس کی شان عظمت والی ہے، جس کی رحمت نہایت وسیع ہے جس کی حکمت سمجھ سے بالاتر ہے۔[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے واقعہ افک بیان فرمایا ہے جس میں عفیفہ صدیقہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹ اور بہتان باندھا گیا تھا۔

واقعہ افک

اِنَّ الَّذِيۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ:...... یعنی جو لوگ نہایت بڑا جھوٹ اور سنگین بہتان لے کر آئے، اس سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت ہے۔ امام رازی کہتے ہیں: الافک: ایسی بے بنیاد و بے سروپا بات جو جھوٹ اور افترا پردازی سے بڑھی ہوئی ہو۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی جھوٹی تہمت ہے۔[2] عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ: وہ تمہی میں سے ایک جماعت ہے۔ اس کا سرغنہ رأس المنافقین عبد اللہ بن ابی ابن سلول ہے۔ لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّكُمۡ: اے آل ابوبکر! اس بہتان اور تہمت کو اپنے لیے برا نہ سمجھو۔ بَلۡ هُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ: اس میں شرف عظیم ہے چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے متعلق وحی نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکی و صفائی آسمانوں سے بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی صفائی دے یقیناً یہ نہایت درجے کا شرف ہے۔

مفسرین کہتے ہیں اس کے خیر ہونے کی پانچ وجوہ ہیں۔

(۱)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت۔ (۲)...... ان کی شان میں وحی کا نازل ہونا۔

(۳)...... ان پر تہمت لگانے میں ان کے صبر پر اللہ تعالیٰ کا ثواب عظیم عطا کرنا۔ (۴)...... اس میں مسلمانوں کے لیے سامان نصیحت ہے۔

(۵)...... اور افترا پردازوں سے انتقام۔[3]

لِكُلِّ امۡرِیءٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ:...... اس جھوٹے ٹولے میں سے ہر شخص کے گناہ کے بقدر بدلہ ہے، اس جھوٹ میں جس نے جس قدر حصہ لیا اس کے بقدر گناہ اور اس کا بدلہ ہے۔ وَالَّذِیۡ تَوَلّٰى كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ: اور جو شخص اس جھوٹے واقعہ کا سرغنہ ہے اور جس نے اس بہتان کو پھیلایا ہے (وہ رأس المنافقین ابن سلول ہے) لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ: آخرت میں اس کے لیے دوزخ کا شدید عذاب ہوگا۔ لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ: اے جماعت مؤمنین! جب تم نے یہ محض افترا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کو سنا۔ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا: تو مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں نے خیر و بھلائی کا گمان کیوں نہ کیا اور جس ہستی کی پاکدامنی اور پاکیزگی سے واقف ہیں اس پر تہمت لگانے میں جلد بازی کیوں کی۔ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ مؤمن اپنی بھائی پر لگائی گئی تہمت کی تصدیق نہ کرے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں ان مؤمنین کو تنبیہ کی گئی ہے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی واقعہ کے متعلق غلط سرگوشیاں شروع کر دی تھیں۔ ان لوگون نے بہتان کو اپنے اوپر قیاس کیوں نہیں کیا، اگر یہ جھوٹ انہیں اپنے شایان شان نہیں لگتا تو بطریق اولی ام المؤمنین کی شان کے منافی ہے اور وہ اس جھوٹ اور بہتان سے بری الذمہ ہونے کے

---

[1] ارشاد العقل السلیم ۴/۶۰ [2] تفصیلی قصہ ملاحظہ ہو روائع البیان ۲/۱۱۷ [3] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/۶۱

زیادہ لائق ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا لوگ عائشہ کے بارے میں کیا باتیں کر رہے ہیں؟ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے سن رکھا ہے، لیکن یہ محض جھوٹ ہے۔ اے ام ایوب! کیا تم ایسی حرکت کر سکتی ہو؟ بولی! اللہ کی قسم میں ہرگز ایسی حرکت نہیں کر سکتی۔ فرمایا: اللہ کی قسم! عائشہ تم سے بدرجہا افضل ہے۔[1]

وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ: ...... جب انہوں نے یہ واقعہ سنا اس وقت انہوں نے کیوں نہیں کہا کہ یہ واضح جھوٹ ہے۔ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ: ان افترا پردازوں نے جھوٹ پر چار گواہ کیوں نہیں پیش کیے۔ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ: اگر وہ اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرنے سے عاجز آ گئے۔ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ: یہی لوگ اللہ کی شریعت اور حکم میں مفسدین اور جھوٹے ہیں۔ آیت میں ان لوگوں کا سختی سے نوٹس لیا گیا ہے جنہوں نے واقعہ افک سنتے ہی اول وہلہ میں اس کا انکار نہیں کیا اور اس کی تردید نہیں کی۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ: اے عائشہ کی شان میں گستاخی کرنے والو! اگر اللہ تعالیٰ کا تمہارے اوپر فضل نہ ہوتا اور دنیا و آخرت میں اس کی رحمت نہ ہوتی کہ اس نے تمہیں مہلت دی اور سزا دینے میں جلد بازی نہیں کی۔ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ: واقعۂ افک کی وجہ سے تمہیں پہنچتا۔ عَذَابٌ عَظِيْمٌ: شدید عذاب، جس کے مقابلہ میں ذلت و رسوائی اور کوڑوں کی سزا کچھ بھی نہیں۔ قرطبی کہتے ہیں: واقعۂ افک میں حصہ لینے والوں کے لیے یہ عتاب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے بسبب دنیا میں تمہارے اوپر پردہ کر دیا اور جو توبہ کرے گا آخرت میں اس پر بھی رحم فرمائے گا۔[2] اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ: جب تم اس واقعہ کو اپنی زبانوں پر لاتے تھے اور اس کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں: یعنی جب تم ایک دوسرے سے اس واقعہ کو روایت کرتے تھے، کوئی کہتا کہ میں نے یہ واقعہ فلاں سے سنا ہے اور وہ یوں کہتا تھا۔[3]

وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ: ...... اور تم ایسی باتیں کرتے جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہ ہوتا۔ حقیقت میں یہ محض جھوٹ اور بہتان ہے۔ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا: اور تم اسے نہایت معمولی صغیرہ گناہ سمجھتے تھے کہ جس کے کسی بڑے انجام کا سامنا تمہیں نہیں کرنا پڑے گا۔ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ: حالاں کہ یہ واقعہ اللہ کی نزدیک نہایت ہلاکت خیز اور سنگین جرم ہے چوں کہ یہ مسلمانوں کی ہتک عزت ہے۔ تسہیل میں ہے: تہمت لگانے والوں اور اس بہتان میں حصہ لینے والوں سے تین گناہ سرزد ہوئے جن پر عتاب آیا۔

اول: ...... اس واقعہ کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کرنا۔ دوم: ...... اسے موضوع گفتگو بنانا۔

سوم: ...... اس بہتان کو نہایت ہلکا اور کمتر سمجھنا۔

آیت میں بألسنتکم اور بأفواهکم کے الفاظ کا یہ فائدہ ہے یہ بہتان محض زبانی کلامی موضوع گفتگو بنا رہا دلوں سے اس کو تسلیم نہیں کیا چوں کہ وہ دلوں سے اس کی حقیقت نہیں جانتے تھے۔[4]

بے ثبوت بہتان کی تصدیق

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا: ...... یہ تمام مسلمانوں کے لیے عتاب ہے یعنی: تمہارے اوپر لازم تھا کہ سنتے ہی اول وہلہ میں اس بہتان کی تردید کرتے اور یوں کہتے: ہمارے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ اس موضوع پر گفتگو کریں اور ہم اس کا کسی سے تذکرہ نہیں کریں گے۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ: سبحان اللہ! کسی طرح روا نہیں کہ رسول اللہ کی زوجہ مطہرہ پر اس طرح کی بات کی جائے وہ تو اس سے پاک اور بری ہیں۔ یہ تو محض افترا اور جھوٹ ہے، جرم عظیم ہے۔ زمخشری کہتے ہیں: آیت بمعنی تعجب ہے جو کسی امر عظیم پر لاحق ہوتا ہے، اس میں اصل یہ ہے کہ عجائب کے دیکھنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی جائے۔[5]

---

[1] مختصر ابن کثیر ۲/۵۹۱ [2] القرطبی ۱۲/۲۰۳ [3] المختصر لابن کثیر ۲/۱۹۱ [4] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/۶۲ [5] الکشاف ۳/۲۲۵

آئندہ ایسا نہ کرنے کی نصیحت

یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا :......اللہ تعالیٰ تمہیں شفا بخش مواعظ کے ذریعے نصیحت کرتا ہے تاکہ تم اس جیسے عمل کی طرف پھر نہ لوٹ پاؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ: اگر تم سچے مؤمن ہو۔ بلاشبہ ایمان ایسے بہتان کے آگے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ آیت میں مؤمنین کو نصیحت پذیری پر برانگیختہ کیا جارہا ہے۔ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ: اللہ تعالیٰ آیات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے جو شرائع اور عمدہ آداب پر دلالت کرتی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور آداب سیکھو۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مصالح سے واقف ہے اور ان کے امور کی تدبیر کرنے میں حکیم ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ: جو لوگ نہایت قبیح فعل کو پھیلانا چاہتے ہیں جیسے زنا اور دیگر منکرات کا پھیلانا۔ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: پاکباز مؤمنین میں۔ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ: ان کے لیے دنیا میں دردناک سزا ہے جو حد کی صورت میں ان پر جاری کی جائے گی اور آخرت میں ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہوگا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس وعید اور لعنت کے مستحق منافقین ہیں جو منکرات کو پھیلانا چاہتے تھے، منافقین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کے درپے تھے۔ بلاشبہ یہ عمل کفر ہے اور اس کا مرتکب ملعون ہے۔[1] وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ: یعنی اللہ تعالیٰ نہایت مخفی باتوں اور اسرار کو بھی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ امام فخر الرازی کہتے ہیں: اس جملے کا یہ خوبصورت موقع ہے، چوں کہ کسی بھی چیز کی چاہت و محبت دل میں پوشیدہ ہوتی ہے اور اس کا ہمیں علم صرف نشانیوں اور علامات سے ہی ہوسکتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں وہ دلوں کے راز بھی جانتا ہے، گویا اس مقام پر نہایت سخت ڈانٹ پلائی جارہی ہے۔ چوں کہ جو شخص نہایت خفیہ طریقے سے ہی کیوں نہ برائی کو پھیلانے کا ارادہ رکھتا ہو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے اور اس پر ملنے والی سزا کا بھی اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے۔[2] وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ: آیت میں "لولا" کا جواب محذوف ہے، اس کی ہولنا کی کے پیش نظر اسے محذوف رکھا گیا ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل وکرم نہ ہوتا تو انہیں ہلاک کردیتا اور انہیں سخت عذاب دیتا اور انہیں ایسے سنگین حالات کا سامنا کرنا پڑتا جو ان کے وہم و تصور سے بھی بالاتر ہوئے۔

بلاغت:......ان آیات کریمہ میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا:......میں تنکیر برائے تفخیم ہے۔ یعنی یہ سورت عظیم الشان ہے اور جلیل القدر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ: لفظ وَاَنْزَلْنَا مکرر لایا گیا ہے اس میں اطناب کا پہلو نمایاں ہے اور اس سے مقصد کمال عنایت واہتمام ہے۔ یہ ذکر الخاص بعد العام کے باب سے ہے۔ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ: میں استعارہ ہے "رمی یرمی" کا اصل میں معنی پتھر یا کوئی ٹھوس چیز پھینکنا ہے۔ پھر اس لفظ کو استعارہ کے طور پر زبان سے تہمت لگانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے، چوں کہ یہ حسی اذیت کے مشابہ ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ بِاللّٰهِ: میں تہییج (کسی کام پر ابھارنا) ہے جیسے مقولہ ہے ان کنت رجلًا فاقدم یعنی اگر تو مرد ہے تو آگے بڑھ۔ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، تَوَّابٌ حَكِيْمٌ: صیغہائے مبالغہ ہیں چنانچہ فعول وفعال اور فعیل اوزان مبالغہ میں سے ہیں۔ الصّٰدِقِيْنَ، الْكٰذِبِيْنَ: میں طباق ہے۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ: میں لَوْلَا کا جواب محذوف ہے اور اسے بیان تحویل کے لیے حذف کیا گیا ہے۔ تاکہ وہم تلاش میں لگ جائے اور نتیجتاً اسے کمال زجر حاصل ہو۔ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ. وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ڰ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ: میں طباق ہے شر وخیر اور هین وعظیم میں طباق ہے۔ وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظن المؤمنون: میں التفات ہے اور یہ خطاب سے غیبوبت کی طرف ہے، اصل میں "ظننتم" ہونا تھا اس سے عدول کیا گیا توبیخ میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے۔ اور اس امر کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ ایمان مؤمنین کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کا مقتضی ہے۔ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ: میں تحضیض ہے اور اس سے مقصد توبیخ، ملامت اور زجر ہے۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ: میں تعجب ہے۔ سُبْحٰنَكَ اصل میں رب تعالیٰ کی عجیب کاریگری کے دیکھنے پر بولا جاتا ہے پھر ہر طرح کے عجیب امر میں مستعمل ہونے لگا۔[3]

---

[1] البحر الحیط ۶/ ۴۳۹ [2] التفسیر الکبیر ۲۳/ ۱۸۰ [3] حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۴۱۹

فائدہ:......زنا کے بیان میں عورت کا ذکر پہلے ہوا اور چوری کے بیان میں مرد کا ذکر پہلے ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی طرف سے زنا کی سرزدگی نہایت قبیح ہے اور مرد کا جرم زیادہ شنیع ہے اس لیے زنا کے باب میں عورت سے ابتدا کی۔ نیز زنا کی طرف عورت کا میلان نہایت قبیح ہے۔ جب کہ چوری کے فعل پر عورت کی بنسبت مرد زیادہ جرأت کرتا ہے اور مرد عورت کی بنسبت زیادہ قدرت رکھتا ہے اسی لیے مرد کا ذکر پہلے کیا۔ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَیْدِیَهُمَا

تنبیہ: وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ:......میں نہایت دقیق اشارہ کیا جا رہا ہے۔ وہ یہ کہ پاک دامن مرد یا عورت پر تہمت لگانا حد قذف کا موجب ہے، البتہ اگر کوئی شخص پہلے سے تہمت زدہ ہو یا وہ لوگوں میں فاحش مشہور ہو اور اس پر کسی نے تہمت لگا دی تو تہمت لگانے والے پر حد قذف نہیں ہوگی، چوں کہ فاسق و فاجر شخص کا اکرام و احترام نہیں کیا جاتا اسے کرامت و شرافت حاصل نہیں ہوتی۔

لطیف نکتہ:......اللہ تعالیٰ نے تَوَّابٌ الرَّحِیْمٌ سے تَوَّابٌ حَکِیْمٌ کی طرف کیوں عدول کیا حالاں کہ رحمت توبہ کے مناسب ہے؟ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لعان کو مشروع اور قانون بنا کر اپنے بندوں پر پردہ کرنا چاہتا ہے۔ اگر لعان مشروع نہ ہوتا خاوند پر حد قذف واجب ہوتی باوجود یہ کہ ظاہر اً وہ سچا ہوتا، اگر صرف خاوند کے قول پر اکتفا کر لیا جاتا تو بیوی پر حد زنا واجب ہوتی، لہٰذا جانبین کی رعایت رکھی گئی ہے اور لعان کا حکم لاگو کیا گیا ہے، تا کہ لعان کی قسموں سے سنگین سزا ختم ہو جائے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی رحمت وسیع جس کی حکمت جلیل ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ
بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ
یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى
وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۪
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾ یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾
یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ
وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا
یَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى ع
تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ
اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۸﴾ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ
فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ
اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ
مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ
مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى
مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ
الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ
اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ
يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا
مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع

ترجمہ: ......اے ایمان والو شیطان کے قدموں کا اتباع نہ کرو، اور جو شخص شیطان کے قدموں کے پیچھے چلتا ہے سو وہ بے حیائی کے کاموں کا اور برائیوں کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کبھی بھی کوئی شخص پاک نہ ہوتا، لیکن اللہ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔﴿۲۱﴾ اور جو لوگ تم میں سے بڑے درجے والے اور وسعت والے ہیں وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو مال نہ دینے کی قسم نہ کھائیں اور معاف کریں اور درگذر کریں، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔﴿۲۲﴾ بلاشبہ جو لوگ بے خبر مؤمن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کردی گئی اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔﴿۲۳﴾ جس روز ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو یہ لوگ کیا کرتے تھے۔﴿۲۴﴾ اس دن اللہ ان کی پوری سزا دے دیگا جو ان کی واقعی سزا ہوگی اور وہ لوگ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ حق ہے اور ظاہر فرمانے والا ہے۔﴿۲۵﴾ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لائق ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لائق ہیں، یہ لوگ اس سے بری ہیں جو تہمت لگانے والے کہتے ہیں ان کے لیے مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔﴿۲۶﴾ اے ایمان والو اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک انسیت حاصل نہ کرلو اور ان گھروں کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرلو۔﴿۲۷﴾ سو اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو اس وقت تک ان میں داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے سو اگر تم سے کہا جائے کہ واپس ہو جاؤ تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لیے خوب زیادہ پاکیزگی کی چیز ہے، جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ جاننے والا ہے۔﴿۲۸﴾ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جن میں کوئی رہتا نہیں ان میں تمہارے استعمال کرنے کی کوئی چیز ہو۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم

ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔۲۹ آپ مؤمنین سے فرما دیجیے کہ اپنی آنکھوں کو پست رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہونے کی بات ہے، بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔۳۰ اور مؤمن عورتوں سے فرما دیجیے کہ اپنی آنکھوں کو پست رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے، اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپوں پر یا اپنے شوہروں کے باپوں پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی مملوکہ باندیوں پر یا ایسے مردوں پر جو طفیلی بن کر رہ رہے ہیں جنہیں کوئی حاجت نہیں، یا ایسے لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے، اور مؤمن عورتیں زور سے اپنے پاؤں نہ ماریں تاکہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے، اور اے مؤمنو! تم سب اللہ کے حضور میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔۳۱ اور تم میں سے جو بے نکاح ہو اور تمہارے غلام اور باندیوں میں سے جو نیک ہو ان کا نکاح کر دیا کرو، اگر وہ تنگدست ہوں تو اللہ انہیں اپنے اپنے فضل سے غنی فرما دیگا، اور اللہ وسعت والا ہے جاننے والا ہے۔۳۲ اور جو لوگ نکاح کی قدرت نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ وہ اپنے جذبات پر قابو رکھے یہاں تک کے اللہ انہیں اپنے فضل سے مال دار کر دے اور تمہاری ملکیت میں جو لوگ ہیں ان میں سے جو مکاتب ہونے کی خواہش رکھتے ہوں انہیں مکاتب بنا دو اگر تم ان میں بہتری پاؤ۔ اور تم انہیں اللہ کے مال میں سے دیدو جو اس نے تمہیں دیا ہے، اور اپنی باندیوں کو زنا کرنے پر مجبور نہ کرو جبکہ پاکدامن رہنا چاہیں تاکہ تم کو دنیاوی زندگی کا کوئی مال مل جائے۔ اور جو شخص ان پر زبردستی کرے تو اللہ انہیں مجبور کرنے کے بعد بخشنے والا ہے مہربان ہے۔۳۳ اور ہم نے تمہاری طرف کھلے کھلے احکام نازل کیے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے تھے ان کی بعض حکایات اور متقیوں کے لیے نصیحت نازل کی ہیں۔۳۴

ربط وتعارف: ......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے واقعہ افک ذکر کیا جن لوگوں نے اس بہتان میں حصہ لیا وہ دراصل شیطان کی راہ پر چلے، شیطان ہر وقت گھات لگائے رہتا ہے کہ کسی طرح انسان کو برائی میں مبتلا کر دے، اب ان آیات میں شیطانی راستے پر چلنے سے مسلمانوں کو ڈرایا جا رہا ہے۔ اس کے بعد گھر میں داخل ہونے اور ملاقات کے آداب بیان کیے گئے ہیں، چوں کہ واقعۂ افک میں جن لوگوں نے حصہ لیا انہوں نے سرگوشیوں کے ذریعے اسے پھیلایا اور سرگوشیوں کے لیے خلوت درکار ہوتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دے دیا کہ جب بھی کوئی کسی کے گھر میں داخل ہو پہلے سلام کرے اور اجازت لے پھر اندر داخل ہو۔ اس کے بعد نظریں نیچی رکھنے کا حکم ذکر کیا گیا ہے، چوں کہ بدنظری ہی سے زنا کی ابتدا ہوتی ہے۔

لغات: یَأْتَلِ: ......الالیۃ: قسم۔ اسی سے ہے۔ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ: یعنی وہ حلف اٹھاتے ہیں۔ اَلْمُحْصَنٰتِ: شریف و پاک دامن عورتیں۔ مُبَرَّءُوْنَ: بری ہو جانے والے۔ النزاھۃ انسان پر لگائی گئی تہمت سے پاک ہونا۔ تَسْتَاْنِسُوْا: تم اجازت لیتے ہو، لغت میں: کسی چیز سے مانوسیت حاصل کرنا اس کا معنی ہے۔ شعر:

عوی الذئب فاستأنست للذئب اذ ‌‌ ‌ ‌ عوی وصوت انسان فکدت اطیر

بھیڑیا چیخا اس کی چیخ سے میں مانوس ہو گیا اور جب کسی انسان کی آواز بلند ہوئی قریب تھا کہ میں اڑ کر اس کے پاس جا پہنچتا۔

یَغُضُّوْا: ......غَضَّ بَصَرَهٗ اس نے نظریں جھکا لیں، الغض کا لغوی معنی پلکوں کو بند کر لینا ہے۔ جریر کہتا ہے شعر:

فغض الطرف إنك من نمير ‌ ‌ ‌ ‌ فلا كعبًا بلغت ولا كلابا

نظریں جھکا دے بلاشبہ تو نمیر سے ہے تو کعب و کلاب تک نہیں پہنچ سکتا۔

خُمُرِهِنَّ: ......خمار کی جمع ہے۔ دوپٹہ، اوڑھنی، مقولہ ہے۔ خمزوا الآنیۃ یعنی برتن ڈھانپ دو۔ جُيُوْبِهِنَّ: جیب کی جمع ہے بمعنی سینہ۔ الْاِرْبَةِ: عورتوں سے متعلق حاجت۔

شانِ نزول: الف:..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسطح بن اثاثہ پر مال خرچ کرتے تھے، چوں کہ مسطح تنگ دست تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار بھی تھے، چنانچہ واقعہ افک میں مسطح رضی اللہ عنہ نے بھی حصہ لیا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھالی کہ وہ مسطح پر خرچ نہیں کریں گے اور اسے کبھی بھی کوئی چیز نہیں دیں گے، اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ مسطح پر جو مال خرچ کرتے تھے دوبارہ خرچ کرنا شروع کر دیا اور فرمایا: اللہ کی قسم میں اس کا خرچ کبھی بھی بند نہیں کروں گا۔ [1]

ب:..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص مدینہ کے کسی راستے پر چلا جا رہا تھا، اتنے میں ایک عورت پر اس کی نظر پڑی وہ عورت کو دیکھنے لگا اور عورت اسے دیکھنے لگی، ان کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ جہاں تک ممکن ہو وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہیں، مرد اسی دھن میں چلے جا رہا تھا کہ یکا یک دیوار سے جا ٹکرایا اور اس کی ناک ٹوٹ گئی، کہنے لگا: اللہ کی قسم میں اس وقت تک خون صاف نہیں کروں گا جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر آگاہ نہ کردوں، چنانچہ وہ شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے گناہ کی سزا ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ [2]

تفسیر: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ:..... اے اللہ اور رسول کی تصدیق کرنے والو! شیطان کے پیچھے مت چلو، اور ایسے راستے پر مت چلو جو برائی کے پھیلانے کا موجب بنا ہو اور واقعہ افک پر کان نہ دھرو اور اس پر گفتگو نہ کرو۔ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ: جو شخص شیطان کے پیچھے چلتا ہے اور اس کا طریقہ اپناتا ہے۔

شیطان بے حیائی کی تعلیم

فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ:..... حقیقت میں شیطان انسان کو گمراہ کرتا ہے اور اسے زنا اور برائی کا حکم دیتا ہے، حالاں کہ زنا کی قباحت انتہا درجے کی ہے، منکر سے مراد ہر وہ برائی جس سے شریعت منع کرتی ہو اور عقل سلیم اس سے نفرت کرتی ہو۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ: اے مؤمنین! اگر اللہ تعالیٰ کا تمہارے اوپر فضل وکرم نہ ہوتا کہ وہ تمہیں گناہوں کو مٹانے والی توبہ کی توفیق نہ دیتا اور خطاؤں کو مٹانے والی حدود کو مشروع نہ کرتا۔ مَا زَكَىٰ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا: تم میں سے کوئی بھی تا قیامت گناہوں سے پاک نہ ہوتا۔ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ: لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے اسے سچی توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے اور اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمہیں پاک کرنا اور تمہیں ہدایت دینا محض اس کے فضل وکرم سے ہے۔ تمہارے اعمال کی بدولت نہیں۔ [3] وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ: اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال کو سنتا ہے اور تمہاری نیتوں اور تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ: دین میں قدر ومنزلت والے اور اصحاب ثروت و مالدار لوگ قسم نہ اٹھائیں۔ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ: کہ وہ فقرا و مہاجرین میں سے اپنے قریبی رشتہ داروں کو مال نہیں دیں گے جسے قبل ازیں وہ دیتے تھے، اس وجہ سے کہ انہوں نے ایک گناہ کیا یعنی واقعہ افک میں حصہ لیا۔ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا: ان سے جو جرم سرزد ہوا اسے معاف کردیں اور ان سے جو برائی ہوئی اسے درگزر کردیں، ان فقرا پر جو احسان کرتے تھے اسے دوبارہ شروع کردیں۔ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ: اے مؤمنین! کیا تمہیں پسند نہیں کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ برائی کی انہیں معاف و درگزر کرنے اور ان پر احسان کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے؟

---

[1] القرطبی ۱۲/۲۰۷، [2] ، [3] الدر المنثور للسیوطی ۵/۴۰

روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو کہا: کیوں نہیں، مجھے پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچہ دینا شروع کر دیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ اور کہا: اللہ کی قسم میں یہ خرچہ کبھی بھی بند نہیں کروں گا، مفسرین کہتے ہیں: آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ: میں آپ رضی اللہ عنہ کی مدح کی گئی ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل پر یہی آیت کافی ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: اللہ تعالیٰ خوب مغفرت کرنے والا ہے اور کامل رحمت والا ہے، باوجود یہ کہ وہ عذاب دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کو ڈرایا ہے اور انہیں وعید سنائی ہے۔

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا

چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ: یعنی جو لوگ پاکدامن، سلیم الصدر اور نقی القلب عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں جب کہ ان کے دل ہر طرح کی برائی سے پاک ہوتے ہیں۔ الْمُؤْمِنٰتِ: جو دل کی پاکی کے ساتھ ساتھ ایمان کے ساتھ متصف ہوتی ہیں۔ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ: وہ (تہمت لگانے والے) دنیا و آخرت میں دھتکارے ہوئے اور اللہ کی رحمت سے دور کیے ہوئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ لعنت اس شخص کے حق میں ہے جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر تہمت لگائے، چوں کہ اس کے لیے توبہ کی گنجائش نہیں رہتی، جبکہ مؤمن عورت پر جو تہمت لگائے اس کے لیے توبہ ہے۔[1] ابوحمزہ کہتے ہیں: یہ آیت مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، چوں کہ مکہ سے اگر کوئی عورت ہجرت کر کے مدینہ آجاتی تو وہ اس پر تہمت لگاتے کہ یہ زانیہ ہوگئی ہے۔[2] وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ: لعنت کے ساتھ ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا، چوں کہ انہوں نے جس گناہ اور سنگین جرم کا ارتکاب کیا وہ قابل بیان نہیں۔

حشر میں ہاتھ، پاؤں اور زبان کی گواہی

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ:...... یہ سخت عذاب قیامت کے دن ہوگا جب انسان کے خلاف اس کے اعضا گواہی دیں گے چنانچہ زبان، ہاتھ، پاؤں (سبھی اعضاء) انسان کے برے اعمال کی گواہی دیں گے۔ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ: قیامت کے دن وہ اپنے اعمال کا پورا پورا حساب پائیں گے اور ان پر مرتب ہونے والی عادلانہ جزا و سزا کا سامنا کریں گے جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ: اس وقت انہیں یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ عادل ذات ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کی شریعت اور احکام میں اس کا عدل ظاہر ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قطعی دلیل اور روشن برہان کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت و پاکی اور صفائی واضح کی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول پاک و طاہر صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، جب کہ سنت اللہ ہے کہ جنس اپنی جنس کے ساتھ مل جاتی ہے (یعنی جس مذاق کا انسان ہو وہ خود ہی اپنے مذاق کے دوسرے انسان کے ساتھ مل جاتا ہے) اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاک و طاہر نہ ہوتیں تو وہ طیب و طاہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ نہ ہوتیں اسی لیے ارشاد خداوندی ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ:...... یعنی گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں۔ اسی طرح پاک باز عورتیں پاک باز مردوں کے لیے ہیں اور پاک باز مرد پاک باز عورتوں کے لیے ہیں۔[3] یہ آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت و پاک دامنی پر دلیل کی مانند ہے (بلکہ عین دلیل ہے) چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اشرف الخلائق سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، اگر آپ رضی اللہ عنہا پاک دامن اور طاہرہ نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے محبوب ترین بندے کی بیوی نہ بناتا۔ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ: یہ فضیلت والے اہل افک کے لگائے گئے جھوٹ اور بہتان سے پاک صاف اور مبرا ہیں۔

---

[1] حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۴۳۰۔ یہ وعید ابن سلول کے لیے ہے چوں کہ واقعہ افک کا وہی سرغنہ تھا۔ [2] البحر ۶/ ۴۴۰ [3] یہ ابن زید کا قول ہے جب کہ مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد بات کا اچھا اور برا ہونا ہے یعنی اچھا کلام اچھے لوگوں کے لائق ہے اور برا کلام برے لوگوں کے لائق ہے۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ :...... انہوں نے جس اذیت کو برداشت کیا اس کے بدلے میں ان کے گناہوں کی بخشش ہے اور نعمتوں والی بہشتوں میں عزت کی روزی ہے۔

گھر میں داخل ہونے کے آداب

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ :...... اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے ڈرایا ہے اور اس گناہ پر سخت سزا اور وعید سنائی ہے، اس تہمت کا دروازہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے کھلتا ہے اور خلوت کے اوقات میں عورتوں کے پاس جانا بھی اس کا سبب ہے اس لیے اب یہاں اللہ تعالیٰ نے گھروں میں داخل ہونے کے آداب اپنانے کی ہدایت کی ہے۔ چنانچہ داخل ہونے سے قبل اجازت لینے اور سلام کرنے کا حکم دیا۔ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا: دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو، یہاں تک کہ اجازت لے لو اور گھر والوں کو سلام کرلو۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ: اجازت لینا اور سلام کرنا، اچانک گھر میں داخل ہونے سے تمہارے لیے بدرجہا افضل ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ: تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور ان عمدہ آداب کے موجب پر عمل کرو۔ قرطبی کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ اجازت لینا اور سلام کرنا تمہارے لیے بلا اجازت داخل ہونے سے، لوگوں کے پاس اچانک آدھمکنے سے اور جاہلیت کے تحیہ (سلام) سے بہتر ہے۔ چنانچہ جاہلیت میں جب کوئی کسی گھر میں داخل ہوتا تو یوں کہتا: حییتم صباحًا وحییتم مساء، بسا اوقات کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہوتا گھر کا مالک لحاف میں اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: کیا میں اپنی ماں سے بھی اجازت لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ عرض کیا: میرے سوا میری والدہ کا کوئی اور خدمت گار نہیں، کیا میں جب بھی والدہ کے پاس جاؤں اس سے اجازت لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم اپنی والدہ کو ننگے بدن دیکھو؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: پھر اجازت لے کر اس کے پاس جاؤ۔[1]

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا:...... اگر تم گھروں میں کسی کو نہ پاؤ جو تمہیں داخلے کی اجازت دے۔ فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ: صبر کرو، گھروں میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں داخلے کی اجازت دے دی جائے، چوں کہ گھروں کی حرمت کا خیال رکھنا ضروری ہے، اس لیے اجازت کے بغیر داخل ہونا حلال نہیں۔ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا: اگر تمہیں اجازت نہ ملے اور تم سے واپس چلے جانے کا مطالبہ کیا جا رہا ہو تو واپس لوٹ جاؤ اور اندر داخل ہونے کے لیے اصرار نہ کرو۔ هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ: واپس لوٹ جانا تمہارے لیے پاکی اور عزت کا باعث ہے اور واپس لوٹ جانا دروازوں پر بیٹھے رہنے، انتظار کرنے اور اصرار کرنے سے بہتر ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رازوں اور تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے وہ ان کا تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔

غیر آباد گھروں میں داخل ہونے کے آداب

قرطبی کہتے ہیں: آیت میں ان لوگوں کے لیے سخت دھمکی ہے جو گھروں میں تاک جھانک کرتے ہیں اور جاسوسی کے درپے رہتے ہیں۔ قبل ازیں آباد گھروں میں داخلے کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ اب غیر آباد گھروں میں داخلے کا حکم بیان کیا جا رہا ہے۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ: تمہارے اوپر کوئی گناہ اور حرج نہیں۔ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ: کہ تم بغیر اجازت کے ایسے گھروں میں داخل ہو جو کسی کی سکونت کے لیے مخصوص نہیں، جیسے عوامی جگہیں، ہوٹل، دکانیں وغیرہ۔ مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد مسافر خانے اور ہوٹل ہیں جو سڑکوں پر بنے ہوتے ہیں جن میں ہر مسافر آ جا سکتا ہے۔[2] فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ: ان میں تمہاری کوئی منفعت ہو یا کوئی حاجت ہو جیسے گرمی میں دم لے لینا اور ساز و سامان وغیرہ رکھنا۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ: اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم اپنے دلوں میں چھپائے رکھتے ہو، اس پر اللہ تعالیٰ تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا، ابو سعود کہتے ہیں: یہ اس شخص کے لیے وعید ہے جو فساد کے لیے کسی جگہ داخل ہو یا وہ پردہ دری کی درپے ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کچھ مزید آداب کی ہدایت کی ہے جیسے نظریں نیچی رکھنا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنا وغیرہ۔

---

[1] البیضاوی ۲/۵۷ [2] القرطبی ۱۲/۲۲۱

نظریں نیچی رکھنا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنا

چنانچہ ارشاد فرمایا: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ: اے محمد! اپنے متبعین مؤمنین سے کہہ دیجیے کہ غیر محرم اجنبی عورتوں کی طرف نظر اٹھانے سے گریز کریں چوں کہ نظر دل میں شہوت پیدا کرتی ہے اور بسا اوقات شہوت طویل حزن کا باعث بن جاتی ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

کم نظرۃ فتکت فی قلب صاحبها ۔۔۔ فتك السهام بلا قوس ولا وتر

بعض نظریں دل پر زبردست حملہ کر دیتی ہیں جیسے کمان اور تانت کے بغیر کوئی تیر پیوست ہو جاتا ہے۔[1]

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ:...... اور اپنی شرم گاہوں کو زنا اور کھولنے سے محفوظ رکھیں۔ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ: نظریں نیچی رکھنا اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنا دلوں کی طہارت، دین کی پاکی، تقویٰ اور فسق و فجور میں پڑنے سے محفوظ رہنے کا باعث ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ: اللہ تعالیٰ انسانوں سے باخبر ہے اور ان کے اعمال پر آگاہی رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ پر کوئی بات مخفی نہیں۔ انسانوں پر لازم ہے کہ ظاہر و باطن میں تقویٰ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ امام فخر کہتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ نظریں نیچی رکھنے کا حکم، شرم گاہوں کی حفاظت کے حکم سے مقدم کیوں کیا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ نظر زنا کا ایلچی اور قاصد ہوتی ہے اور مقدمہ زنا ہے، بدنظری میں فتنے کا بہت زیادہ اندیشہ ہے، بدنظری شیطان کا تیر ہے بدنظری کا خوگر فتنے سے بچ نہیں سکتا۔[2] وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ: اسی طرح مؤمن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ جن چیزوں کی طرف ان کے لیے دیکھنا حلال نہیں ان سے اپنی نظروں کو بچا کے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کو زنا سے محفوظ رکھیں اور شرم گاہوں کا ستر کھولنے سے گریز کریں۔ مفسرین کہتے ہیں: مؤمن عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کے حکم میں زیادہ تاکید کی گئی ہے، مزید برآں کہ مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو بناؤ سنگھار سے منع کیا گیا ہے، ہاں البتہ وہ اپنے محارم اور اقربا کے سامنے زیب و زینت کر سکتی ہیں۔

بناؤ سنگھار کا حکم

چنانچہ ارشاد ہوا: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا: اجنبی مردوں کے سامنے زیب و زینت نہ دکھائیں ہاں البتہ بلا قصد و ارادہ جو زینت ظاہر ہو جائے وہ مستثنیٰ ہے۔ ابن مسعود کہتے ہیں: زینت کی دو قسمیں ہیں: اول: زینت کی وہ صورت جسے خاوند کے سوا کوئی نہ دیکھے جیسے زیورات کی زینت (میک اپ کی زینت بھی اسی صورت میں داخل ہے)؛ دوم: وہ زینت جسے اجنبی بھی دیکھ سکتے ہیں جیسے کپڑوں کی ظاہری حالت۔ ایک اور قول کے مطابق اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں، چنانچہ یہ دونوں اعضا عورت نہیں ہیں۔ یعنی ان پر پردے کا حکم لاگو نہیں ہوتا۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: استثنا کی زیادہ ظاہری مراد، نماز ہے عمومی نظر مراد نہیں، یعنی نماز میں ہتھیلیاں اور چہرہ ننگا رکھنا جائز ہے، اس سے مراد عام احوال میں ان اعضاء کو ننگا رکھنا نہیں۔ چنانچہ آزاد عورت کا پورا بدن عورۃ (ستر کی چیز) ہے چنانچہ عورت کے بدن کے کسی بھی عضو کو شوہر اور محرم کے سوا دیکھنا جائز نہیں، الا یہ کہ کوئی ضروری حاجت درپیش ہو مثلاً علاج کی حاجت ہو یا قاضی کے سامنے گواہی دینا ہو تو ہتھیلیوں اور چہرے کو عورت ننگا کر سکتی ہے۔[3] وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ: عورتوں کو چاہیے کہ دوپٹے سینے پر ڈالے رکھیں تاکہ ان کے سینے کا کوئی حصہ بھی ظاہر نہ ہونے پائے، اس حکم کے لیے ''ضرب'' کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اس سے غرض حفاظت اور ستر میں مبالغہ پیدا کرنا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان پر مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے شروع شروع میں ہجرت کی، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ: نازل فرمائی تو مہاجر عورتوں نے چادریں کاٹ کر دوپٹے بنا لیے جنہیں وہ سینے پر اوڑھے رکھتیں۔[4]

---

[1] جیسے مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے:

چلے جاتے ہیں وہ تو پھینک کر تیر نظر اپنا ۔۔۔ کھڑا رہتا ہوں میں تھامے ہوئے پہروں جگر اپنا

[2] التفسیر الکبیر ۲۳/ ۲۰۵ [3] البیضاوی ۲/ ۵۸ [4] البخاری اخرجہ

مفسرین کہتے ہیں: (عصر حاضر کی طرح) جاہلیت میں عورت سینہ ننگا کر کے مردوں کے درمیان سے گزر جاتی، اس کا سینہ نمایاں دکھائی دیتا، بازو بھی ننگے ہوتے، بسا اوقات اس کے بدن کے اعضا سر عام دکھائی دیتے اور سر کے بال بھی ظاہر کر دیتی تاکہ مردوں کو اپنی طرف مائل کرے، جاہلیت میں عام رواج تھا کہ عورتیں دوپٹے اپنے پیچھے ڈال لیتی تھیں، یوں ان کا سینہ ننگا رہ جاتا۔ چنانچہ مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ دوپٹے سینے پر ڈال کر رکھیں تاکہ سینے کے ابھار ڈھکے رہیں اور عورتیں برے لوگوں کے شر سے محفوظ رہیں۔

محرم لوگوں کی تفصیل

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ:...... یعنی عورتیں خفیہ بناؤ سنگھار جیسے خاوندوں کے علاوہ کسی غیر محرم کے سامنے ظاہر کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے کو ظاہر نہ کریں۔ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ: یا اظہار زینت باپ یا خاوندوں کے باپ کے سامنے ہو۔ خاوند کا باپ چچا کے حکم میں ہے، یہ دونوں رشتے محرم ہیں۔ چنانچہ باپ بیٹی کی عزت کی حفاظت کرتا ہے اور خاوند کا باپ بیٹے کی عزت کا محافظ ہوتا ہے۔ اس کی بعد بقیہ محارم کا ذکر ہے۔ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ: آیت میں اللہ تعالیٰ نے محارم میں بیٹوں، خاوند کے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں اور بھانجوں کا ذکر کیا، یہ سب محارم ہیں ان کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے، چوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں محارم عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں نفرت ودیعت کر دی ہے۔ (چنانچہ بہن، بھتیجی یا بھانجی وغیرہ کے ساتھ نکاح کرنے سے طبیعت نفرت کرتی ہے) اَوْ نِسَآئِهِنَّ: یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے اظہار زینت کر سکتی ہیں نِسَآئِهِنَّ سے مشرک عورتیں نکل گئیں۔ چنانچہ مسلمان عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ مشرکہ عورت کے سامنے اظہار زینت کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مشرکہ عورتیں نِسَآئِهِنَّ (اپنی عورتوں) میں داخل نہیں، نِسَآئِهِنَّ سے مراد مسلمان عورتیں ہیں، چنانچہ مسلمان عورتیں یہودیہ اور نصرانیہ کے سامنے بھی اظہار زینت نہیں کر سکتی۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نِسَآئِهِنَّ سے مراد مسلمان عورتیں ہیں، مشرکہ عورتیں ان میں داخل نہیں ہیں۔ [1]

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ:...... یعنی مشرکہ باندیاں۔ یعنی مشرکہ عورتوں میں سے جو اپنی باندیاں ہوں ان کے سامنے اظہار زینت مسلمان عورتیں کر سکتی ہیں، چوں کہ وہ اس کی باندیاں ہیں۔ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ: یعنی ایسے خدام جنہیں عورتوں کی طرف میلان، شہوت اور حاجت نہیں ہوتی جیسے ناسمجھ اور مغفل قسم کے لوگ جنہیں جنسی امور کا ادراک نہیں ہوتا، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مراد ایسا نابلد مغفل انسان ہے جسے صرف اپنے پیٹ کی فکر لگی رہتی ہے اور عورتوں کی طرف وہ کچھ میلان نہیں رکھتا۔ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ: یعنی وہ چھوٹے بچے جو ابھی حد شہوت تک نہیں پہنچے اور وہ بچپن کی وجہ سے جماع وغیرہ کے معاملات کو نہیں سمجھتے ان کے سامنے عورتوں کے اظہار زینت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عورتوں کے چلنے پھرنے کے آداب

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ:...... عورتیں زمین پر اپنے پاؤں نہ ماریں تاکہ مرد پازیب کی آواز نہ سننے پائیں اور جس شخص کے دل میں مرض ہو وہ، تاکہ وہ کوئی طمع نہ کر بیٹھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عورت لوگوں کے پاس سے گزرتی تھی اور پاؤں زمین پر مارتی تاکہ اس کی پازیبوں کی آواز سنی جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شیطانی عمل سے منع فرما دیا۔ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ: اے مؤمنین! امور طاعات بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور شہوت پرستی سے رک جاؤ، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو اور دونوں جہانوں کی سعادت سے سرفراز ہو۔ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ: اے مسلمانو! تمہارے آزاد مردوں اور عورتوں میں سے جو غیر شادی شدہ

---

[1] مختصر ابن کثیر۔ یہ اکثر اسلاف کا قول ہے۔ امام رازی کہتے ہیں اس سے مراد تمام عورتیں ہیں چنانچہ عورتوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا جائز ہے۔ تاہم اسلاف کا قول استحباب پر محمول ہے۔ لیکن مسلمان پردہ نشین عورتوں کا بے پردہ عورتوں کے ساتھ مل بیٹھنا حرام ہے۔

ہوں ان کے نکاح کروادو۔ طبری کہتے ہیں: الایامیٰ: أیم کی جمع ہے، یہ لفظ مذکر و مونث دونوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ مقولہ ہے: رجل أیم وامرأۃ أیمۃ۔ غیر شادی شدہ خواہ کنوارا ہو یا غیر کنوارا۔[1] وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ: اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو پرہیزگار اور نیک وصالح ہوں ان کے بھی نکاح کروادو۔ امام بیضاوی کہتے ہیں۔ غلاموں باندیوں کی تخصیص صالحین کے ساتھ کی گئی ہے چوں کہ ان کے دین کو محفوظ رکھنا اور ان کا خیال رکھنا اہمیت رکھتا ہے۔[2]

افلاس کی وجہ سے نکاح کو مت چھوڑو

آیت میں پرہیزگاری اور نیکوکاری کے مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ: یہ لوگ جن کی تم شادی کروانا چاہتے ہو اگر تنگدستی کا شکار ہوں ان کا فقر وفاقہ نکاح کی مانع نہ ہو، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں مالدار کردے گا۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے اس کا کرم لامتناہی ہے، جسے چاہتا ہے رزق عطا فرماتا ہے۔ وہ انسانوں کے مصالح سے بخوبی واقف ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت میں زوجین کے ساتھ بے نیازی (مالداری) کا وعدہ کیا گیا ہے بشرطیکہ انہوں نے نکاح رب تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے کیا ہو اور گناہ سے بچنے کے لیے کیا ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مالداری کو نکاح میں تلاش کرو پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی، حدیث میں ہے: تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے: وہ شخص جو پاکدامنی کے لیے نکاح کرے، وہ مکاتب غلام جو بدل کتابت ادا کرنا چاہتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔[3]

نکاح ہونے تک پاکدامن رہیں

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا:...... اور جن لوگوں کو نکاح کے مواقع میسر نہیں وہ پاک دامنی کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور شہوت پرستی سے دور رہیں۔ حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ: یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں بے نیاز کردے اور ان کے لیے نکاح کے مواقع پیدا کردے، چوں کہ جب کوئی بندہ تقویٰ کا راستہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے وسعت پیدا کردیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ:...... تمہارے غلام باندیوں میں سے جو آزادی کے لیے اپنے مالکان کے ساتھ معاہدۂ مکاتبت کرنا چاہتے ہوں۔ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا: اگر تم ان میں امانتداری اور خیر و بھلائی دیکھتے ہو تو مال کی ایک مقدار پر ان کے ساتھ مکاتبت کا معاہدہ کرلو تاکہ وہ بھی آزادی کی عظیم نعمت سے سرفراز ہوں۔ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ: جو مال اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے انہیں بھی دو تاکہ یہ مال انہیں آزادی ملنے پر مددہو جائے۔

لونڈیوں سے بدکاری کرانا

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ:...... یعنی اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو۔ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا: اگر وہ زنا سے دور رہنا چاہتی ہیں اور پاک دامن رہنا چاہتی ہیں۔ یہ قید یا شرط نہیں بلکہ یہ جملہ زنا کی شناعت بیان کرنے کے لیے ہے، اصل یہ ہے کہ باندی کا مالک اسے پاک دامن رکھے اور احصان کی عظمت سے اسے سرفراز رکھے، اگر مالک اپنی باندی کو زنا کا حکم دے اور وہ انکار کرتی ہو تو مالک کا یہ اقدام انتہا درجے کی ڈھٹائی اور دناءت ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت عبداللہ بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس کی دو باندیاں تھیں ایک کا نام مسیکہ تھا اور دوسری کا امیمہ، وہ انہیں جبراً کسب پر لگاتا اور ان کے انکار پر انہیں مارتا۔ ان باندیوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] الطبری ۱۸ / ۹۸ [2] صالحین کا دوسرا معنی قابلیت وصلاحیت رکھنے والے بھی ہے یعنی غلام باندیوں میں سے جو لوگ نکاح کے قابل ہوں ان کے نکاح کروادو۔ [3] اخرجہ احمد والترمذی

لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا:......اس وجہ سے کہ تم اس ختم ہو جانے والی زندگی کا معمولی فائدہ حاصل کرلو اور زنا کے ذریعے کچھ مال حاصل کرو۔
وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: جو شخص انہیں زنا پر مجبور کرے گا سو اللہ تعالیٰ ان باندیوں کو بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا ان سے زنا کا مواخذہ نہیں ہوگا، چوں کہ وہ مجبور ہیں۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ مجبور کرنے والے سے سخت انتقام لے گا۔

قرآن کریم میں گزشتہ اقوام کے حالات

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ:......اے مؤمنین! بخدا! ہم نے تمہاری طرف واضح آیات نازل کی ہیں اور مفصل احکام نازل کیے ہیں۔
وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ: اور ہم نے تمہارے لیے سابقہ امتوں کے واقعات بھی بیان کیے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو اور عبرت پکڑو۔
وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ: اور پرہیزگاروں کی نصیحت کے لیے۔

بلاغت:......ان آیات کریمہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں، ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:
لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ:......میں شیطان کے راستے پر چلنے کو ایک ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو قدم بہ قدم دوسرے کے پیچھے چلتا ہو یہ تشبیہ بطور استعارہ ہے۔ اور یہ لطیف استعارہ ہے۔ اَنْ يُّؤْتُوْٓا: میں ایجاز حذف ہے حرف نفی "لا" حذف ہے اور معنی اس پر دلالت کرتا ہے، لغت میں ایسا عام ہوتا ہے۔ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ: میں صیغہ جمع برائے تعظیم ہے۔ جب کہ خطاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا جا رہا ہے۔
يَعْمَلُوْنَ: اور يَعْلَمُوْنَ: میں جناس ناقص ہے۔
اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ:......میں لطیف مقابلہ ہے۔ تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ: میں طباق ہے۔ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ: میں ایجاز حذف ہے۔ یعنی محارم سے غض بصر کا حکم ہے نہ کہ ہر شے سے۔ یہ قید فہم مخاطب کے بھروسے پر حذف کر دی گئی ہے۔ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ: میں مجاز مرسل ہے، اس سے مراد مواقع زینت ہے، حال کا اطلاق محل پر کیا گیا ہے۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں: زینت کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ مواقع کا ذکر نہیں ہے تا کہ ستر و پردہ میں مبالغہ رہے۔

فائدہ:......بعض محققین کہتے ہیں: جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تو ایک بچے کے ذریعے آپ علیہ السلام کی برأت کروائی اور جب حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی گئی تو ان کی برأت کا اظہار انہی کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی کروایا گیا اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو آپ رضی اللہ عنہا کی برأت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن عظیم میں بیان فرمائی۔ کسی بچے یا نبی کی زبانی برأت پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوا حتیٰ کہ خود آسمانوں سے وحی نازل کر کے برأت فرمائی۔[1]

تنبیہ:......آیت کریمہ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ: میں نظریں نیچی رکھنے کا حکم شرم گاہوں کی حفاظت کے حکم سے مقدم ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ نظر زنا کا قاصد اور ایلچی ہے اور شیطان کا پہلا تیر ہے گویا نظر مقدمہ زنا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

وكنت اذا أرسلت طرفك رائدًا لقلبك يومًا أتعبتك المناظر
رأيت الذى لا كله أنت قادر عليه وعلى من بعضه أنت صابر

جب تم اپنا تیر نظر پھینکتے ہو تو مناظر تمہیں ہلکان کر دیتے ہیں اور تم دل گرفتہ ہو جاتے ہو، جسے تم دیکھتے ہو اس کے کل پر تم قدرت نہیں رکھتے اور اس کے بعض حصے پر صبر کر لیتے ہو۔

لطیفہ:......حکایت ہے کہ ایک پادری نے کسی مسلمان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا طعنہ دیا اور کہا: لوگ عائشہ پر تہمت لگاتے ہیں، جب کہ ہمیں معلوم نہیں کہ آیا وہ اس تہمت سے بری ہے یا نہیں؟ مسلمان نے جواب دیا کہ دو عورتوں پر تہمت زنا لگائی گئی ہے دونوں کی برأت قرآن کریم میں کی گئی

---

[1] القرطبی ۱۲ / ۲۱۲

ہے، ان میں سے ایک کا شوہر نہیں تھا تاہم اس نے بچہ جنم دیا جب کہ دوسری کا شوہر تھا لیکن اس نے کوئی بچہ جنم نہیں دیا۔ مسلمان کی مراد حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ مسلمان نے کہا: بھلا ان دونوں میں سے زیادہ تہمت زدہ کون ہو سکتی تھی۔ پادری جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا اور اپنا سا منہ لے کر خاموش رہا۔[1]

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ
كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ
لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ
بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۙ ﴿٣٥﴾ فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ
وَالْاٰصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ
يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ
وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ
مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْــًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾
اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ
بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰٮهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿٤٠﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ ع۵ ۱۱
يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٤٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا ثُمَّ
يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا
مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ
اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا
يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٥﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٦﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ

[1] یقیناً یہ مسکت جواب ہے، اس کے مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں یعنی مریم علیہا السلام بھی حقیقت میں تہمت زدہ نہیں۔ مسلمان کا مقصد صرف پادری کو خاموش کرنا تھا۔

أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾
وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ:......اللہ آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک شیشے کے قندیل میں ہے وہ قندیل ایسا ہے جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو وہ چراغ بابرکت درخت سے روشن کیا جاتا ہو جو زیتون ہے یہ درخت نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف، قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے نور علی نور ہے اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے اور لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ﴿۳۵﴾ ایسے گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ایسے لوگ صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ﴿۳۶﴾ جنہیں اللہ کی یاد سے، اور نماز پڑھنے سے اور زکوۃ دینے سے، سوداگری اور خرید وفروخت کرنا غفلت میں نہیں ڈالتا، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔ ﴿۳۷﴾ تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا اچھے سے اچھا بدلہ دے اور اپنے فضل سے انہیں اور بھی زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بلا حساب رزق دیتا ہے۔ ﴿۳۸﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت ہو جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ رہا ہو، یہاں تک کہ جب ان کے پاس آیا تو ان کو کچھ بھی نہ پایا، اور اس نے وہاں اللہ کی قضا کو پالیا سو اللہ نے اس کا حساب پورا کر دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ ﴿۳۹﴾ یا جیسے کسی گہرے سمندر کے اندرونی حصے میں اندھیریاں ہوں جسے موج نے ڈھانک رکھا ہو۔ اس کے اوپر ایک موج ہو اس کے اوپر بادل ہو۔ اندھیریاں ہیں بعض بعض کے اوپر ہیں۔ جب اپنے ہاتھ کو نکالے تو اسے نہ دیکھ پائے، اور جس کے لیے اللہ نور مقرر نہ فرمائے سو اس کے لیے کوئی نور نہیں۔ ﴿۴۰﴾ اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور پرندے جو پر پھیلائے ہوئے ہیں ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح کو جان لیا ہے، اور جن کاموں کو لوگ کرتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ ﴿۴۱﴾ اور اللہ ہی کے لیے ملک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ﴿۴۲﴾ اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادل کو چلاتا ہے۔ پھر بادلوں کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہہ بہ تہہ بنا دیتا ہے، پھر اے مخاطب! تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے اور بادل سے یعنی بادل کے بڑے بڑے ٹکڑوں میں سے جو پہاڑ کی طرح ہیں اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر چاہتا ہے گرا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو ہٹا دیتا ہے، قریب ہے کہ اس کی بجلی کی روشنی آنکھوں کو ختم کر دے۔ ﴿۴۳﴾ اور اللہ رات اور دن کو بدلتا ہے اس میں ضرور عبرت ہے آنکھ والوں کے لیے۔ ﴿۴۴﴾ اور اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا فرمایا پھر ان میں بعض وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ﴿۴۵﴾ واقعی بات یہ ہے کہ ہم نے ایسی آیات نازل کی ہیں جو بیان کرنے والی ہیں، اور اللہ جسے چاہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ﴿۴۶﴾ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول ﷺ پر ایمان لائے اور ہم فرمانبردار ہیں پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق روگردانی کر لیتا ہے، اور یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔ ﴿۴۷﴾ اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دے تو ان میں کا ایک فریق اسی وقت پہلوتہی کر لیتا ہے۔ ﴿۴۸﴾ اور اگر ان کا کوئی حق ہو تو اس کی طرف فرمانبردار بنے ہوئے چلے آتے ہیں۔ ﴿۴۹﴾ کیا ان کے دلوں میں مرض ہے یا انہیں شک

ہے انہیں اس بات کا خوف ہے کہ ان پر اللہ اور اس کا رسول ظلم کریں گے، بلکہ بات یہ ہے کہ یہی لوگ ظالم ہیں۔ ۵۰ جب مؤمنین کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو ان کا کہنا یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ ۵۱
اور جو شخص اللہ کے اور اس کی رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے، سو یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ ۵۲

ربط و تعارف:...... ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کریمہ کو واضح قرار دیا اور اپنی وحدانیت پر دلائل قائم کیے، ایسے احکام کی قانون سازی کی جن سے معاشرتی سعادت کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ ان دلائل کے بعد دو مثالیں ذکر کی ہیں۔ ایک مثال وحدانیت کے دلائل کے زمرے میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یکتائی صاف ظاہر ہے جو ایمان کی مقتضی ہے۔ دوسری مثال کفار کے ادیان کے بیان میں ہے کہ وہ سب باطل ہیں اور نہایت تاریکی اور خفا میں ہیں۔ دونوں مثالوں کی تقابل سے بینائی والے کے لیے حق صاف واضح ہو جاتا ہے۔

لغات: مِشْکٰوۃٍ...... چراغ رکھنے کا طاقچہ جو کھلتا نہ ہو۔ اصل میں مشکوٰۃ اس برتن کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز رکھی ہو۔ دُرِّیٌّ چمکدار، جو صاف وشفاف موتی کے مشابہ ہو۔ سَرَابٍ دوپہر کے وقت تیز دھوپ میں دکھائی دینے والا دھوکا جو بہتے پانی کے مشابہ ہوتا ہے اور مسافر اسے بہتا پانی سمجھ لیتا ہے۔ قِیْعَةٍ: قاع کی جمع ہے جیسے جارٌ۔ جیرۃ القاع صحن، کھلی جگہ، علامہ زمخشری کہتے ہیں۔ قیعةٌ "القاع" کے معنی میں ہے، جمع نہیں۔[1] ابوعبیدہ بھی یہی کہتے ہیں۔ لُجِّیٍّ اللجی، جس کی گہرائی کا اندازہ نہ کیا جا سکتا ہو۔ اللجۃ: گہرا پانی، جمع، لجج ہے التج البحر سمندر کی موجوں کا تلاطم خیز ہونا۔ یُزْجِیْ بالازجاء، نرمی کے ساتھ کسی چیز کو ہانکنا۔ رُکَامًا ڈھیر۔ الْوَدْقَ: بارش۔ لیث کہتے ہیں: الودق: موسلا دھار مینہ۔ سنا چمک۔ شماخ کہتے ہیں:

وما كادت اذا رفعت سناها لیبصر ضوئها الا البصير[2]

جب اس کی چمک اٹھتی ہے ممکن نہیں کہ سوائے تیز بینائی کے اسے کوئی دیکھ پائے۔

مُذْعِنِیْنَ...... جھک جانے والے، منقاد ہونے والے، مقولہ ہے: اذعن للأمر معاملے کے آگے سر تسلیم خم کر لیا۔ یَّحِیْفَ وہ جور و ظلم کرتا ہے۔

اللہ کا زمین و آسمان کا نور ہے

تفسیر: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:...... اللہ عزوجل آسمانوں اور زمین کو منور کرنے والا ہے، آسمانوں کو چمکتے ستاروں سے روشن کیا اور زمین کو شرائع، احکام، بعثت انبیا (اور نور وحی) سے منور کیا۔ طبری کہتے ہیں: یعنی آسمانوں اور زمین میں رہنے والوں کو ہدایت دینے والا ہے۔ چنانچہ اہل آسمان اور اہل زمین نور حق تعالیٰ کے ذریعے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور اسی کی ہدایت سے گمراہی کی ظلمتوں سے سیدھی راہ پر آتے ہیں۔[3] قرطبی کہتے ہیں: عرب کے نزدیک نور سے مراد ایسی روشنی ہے آنکھ سے جس کا ادراک کیا جا سکے جب کہ نور کا لفظ مجازاً مختلف معانی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ کلام کو نور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

نسب كأن عليه من شمس الضحى نورًا ومن فلق الصباح عمودًا

اس کا نسب گویا چاشت کے وقت کے چمکتے سورج کی روشنی ہے اور پو پھوٹنے کے وقت کی عمودی شعاع ہے۔

جریر کا قول ہے: "وانت لنا نور وغيث وعصمة" تم ہمارے لیے نور ہو، مینہ ہو اور عصمت و سہارا ہو۔ عام مقولہ ہے: فلان نور البلد وشمس العصر وقمر العصر یعنی فلاں شخص شہر کا نور ہے، اپنے زمانے کا چمکتا سورج اور چاند ہے۔ لہٰذا بطور مدح "اللہ نور ہے" کہا جا سکتا ہے، چوں کہ تمام اشیا کی ابتدا اللہ نے کی اور تمام امور کی تدبیر قدرت حق تعالیٰ سے ہے۔[4] ابن عطاء اللہ کہتے ہیں: ساری کائنات تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی حق کے ظہور نے کائنات کو روشن کر دیا، چوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا وجود نہ ہوتا تو عالم میں کوئی چیز نہ پائی جاتی۔[5]

---

[1] الفخر الرازی ۲۴/۷ [2] القرطبی ۱۲/۲۹۰ [3] الطبری ۱۸/۱۰۵۔ یہ ابن عباس اور مجاہد کا قول ہے، علامہ طبری نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ [4] القرطبی ۱۲/۲۵۲ [5] الحکم لابن عطاء اللہ السکندری

حدیث میں ہے: یا اللہ تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں، تو آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے کا نور ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رب تعالیٰ کے ہاں رات اور دن کا امتیاز نہیں، آسمانوں اور زمین کا نور اسی کا نور ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو نور کہا ہے، اپنی کتاب کو نور کہا ہے، اپنے رسول کو نور کہا ہے اور مخلوق سے نور کے پردوں میں پوشیدہ ہے۔ اوپر آیت کی تفسیر میں یوں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو منور کرنے والا ہے، اہل آسمان اور اہل زمین کو ہدایت دینے والا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ''اہل آسمان اور اہل زمین کو ہدایت دینے والا ہے'' کی تفسیر کے زیادہ قریب ہے۔ جب کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول اور تفسیر ''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو منور کرنے والا ہے۔'' میں منافات نہیں ہے۔[1] مَثَلُ نُوْرِهٖ: بندۂ مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال ایسی ہے۔ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ: جیسے دیوار میں بنا طاقچہ جو کھلتا نہ ہوتا کہ بھرپور روشنی مہیا کرے، جس میں روشن چراغ رکھ دیا گیا ہو۔ تسہیل میں ہے: آیت کا معنی ہے: اللہ کے نور کے واضح ہونے کی صفت ایسی ہے جیسے ایک طاقچہ ہو جس میں عظیم الشان نہایت روشن چراغ رکھا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نور کو طاقچے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا نور اس سے عظیم تر ہے۔ شبہ کا ازالہ یہ ہے کہ مثال وہی اچھی ہوتی ہے جو انسانی عقل و شعور کے ادراک میں آتی ہو، چنانچہ طاقچے سے ہر عام و خاص واقف ہوتا ہے اس لیے طاقچہ سے مثال دی گئی۔[2]

اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ: ......وہ چراغ شیشے کے صاف وشفاف فانوس میں رکھا ہو۔ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ: صفا و شفافیت میں وہ فانوس درخشاں ستارے کی مانند ہو۔ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ: یہ شاندار چراغ مبارک (برکت والے) درخت کے تیل سے جلتا ہو۔ زَيْتُوْنَةٍ: جو کہ زیتون کا درخت ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار منافع رکھے ہیں۔ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ: وہ نہ مشرق کی جہت میں ہو اور نہ ہی مغرب کی جہت میں بلکہ وہ کھلی میدانی جگہ میں ہو جسے ہر طرف سے پورا دن دھوپ پہنچتی ہو تاکہ اس کا پھل نہایت عمدہ اور پکا ہوا ہو اور پھر اس سے حاصل ہونے والا تیل نہایت شاندار ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ مبارک درخت صحرا میں ہو جس پر کسی دوسرے درخت کا سایہ نہ پڑتا ہو نہ وہ کسی پہاڑ کی اوٹ میں ہو، نہ کسی غار میں ہو اور نہ ہی اسے کوئی اور چیز ڈھانپتی ہو، ایسے درخت کا تیل اپنے اندر کمال درجے کی خوبی لیے ہوتا ہے۔[3] يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ: یہ تیل کی شفافیت، خوبی و عمدگی کے بیان میں مبالغہ ہے۔ یعنی قریب ہے کہ یہ تیل اپنی عمدگی، جودت اور صفائی کی وجہ سے آگ کو چھوئے بغیر خود ہی جل اٹھے۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ: نور کے اوپر نور ہے، گویا چراغ کا نور، فانوس کا حسن اور تیل کی شفافیت و عمدگی تین خوبیاں جمع ہو گئیں، یوں مثل بہ نور کامل ہو گیا۔ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ: اللہ تعالیٰ اپنے نور کے اتباع کی توفیق جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ نور قرآن ہے۔

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ: ......اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ ان مثالوں سے عبرت و نصیحت حاصل کریں۔ ان مثالوں میں اسرار و رموز اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ وسیع علم والا ہے، امور خلق میں سے کوئی چیز بھی اس پر مخفی نہیں، اس آیت میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی، علامہ طبری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ مثال قرآن عظیم کی بیان کی ہے جو اہل ایمان کے قلب میں ہوتا ہے۔ طبری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے راہ ہدایت نکھارتا ہے جیسے دیوار میں بنا طاقچہ ہو جو کھلتا نہ ہو اور اس میں چراغ رکھا ہو۔ چراغ کی مثال بندۂ مؤمن کے دل میں موجود قرآن و آیات کی مثال ہے پھر ارشاد ہوا۔ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ: یہ بندۂ مؤمن کے دل میں موجود قرآن کی مثال ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے سینے کو منور کر دیتا ہے اور سے کفر و شرک سے پاک کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا۔ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ: گویا کہ فانوس اپنی شفافیت اور صفائی میں ستارا ہے جو حسن و خوبی اور عمدگی میں موتی کے مشابہ ہو۔ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ: یہ چراغ بابرکت درخت کے تیل سے جلتا ہو، اور وہ زیتون کا درخت ہے، وہ درخت نہ ہی مشرقی جہت میں ہو کہ جس پر پچھلے پہر سورج کی شعاعیں پہنچتی ہیں اور نہ مغربی جہت میں ہو جس پر پہلے پہر میں شعاعیں پہنچتی ہوں لیکن وہ درخت ایسی ہموار جگہ میں ہو جہاں پورا دن اس پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہوں، یوں اس کا تیل نہایت عمدہ اور شاندار روشنی فراہم کرنے والا ہو گا۔

---

[1] نقلا عن محاسن التاویل [2] التسہیل ۳/۶۷ [3] مختصر ابن کثیر ۲/۶۰۶

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ:...... قریب ہے اس درخت کا تیل عمدگی اور خوبی کی وجہ سے خود ہی جل پڑے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دلائل وحجج جو اپنی مخلوق پر قائم ہیں اپنے بیان و وضاحت میں نمایاں ہونے کی وجہ سے روشن ہو جائیں اس شخص کے لیے جو غور وفکر کرتا ہو، اگرچہ اللہ تعالیٰ نزول قرآن سے اس کی مزید وضاحت نہ فرمائے، بھلا یہ کیوں کہ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں اور حجتوں میں اضافہ کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے، اور اس کا بیان نور علیٰ نور ہے۔[1] اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، آگے اللہ تعالیٰ نے عبادت گاہوں کا ذکر کیا ہے اور وہ مساجد ہیں جو افضل ترین جگہیں ہیں۔

مسجد کی تعظیم و تطہیر

چنانچہ ارشاد فرمایا۔ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ: اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر خاص اللہ تعالیٰ کے نام پر بنائے جائیں اور یہ کہ ان کی تعظیم وشان بڑھائی جائے تاکہ اللہ کے گھر ہدایت کے منارے بن جائیں اور وہ روحانی شعاعوں کے مراکز ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مساجد زمین پر اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، اللہ کے گھر اہل آسماں کے لیے اسی طرح چمکتے ہیں۔ جیسے ستارے اہل زمین کے لیے۔[2] وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ: ان گھروں میں صرف اللہ کی عبادت کی جاتی ہے صرف اسی کا ذکر اور اس کی آیات کی تلاوت ہوتی ہے۔ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ: ان مساجد میں صبح وشام خاص اللہ تعالیٰ کی لیے مؤمنین نماز پڑھتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں قرآن مجید میں جہاں بھی تسبیح کا ذکر آیا ہے اس سے مراد نماز ہوتی ہے۔

مؤمنین کی حالت

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ:...... دنیا، دنیا کی زیب وزینت اور اس کی چکا چوند انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی اور انہیں خرید وفروخت اللہ کی طاعت سے غافل نہیں کرتی۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت بازاروں میں تجارت کرنے والے صحابہ کے متعلق نازل ہوئی، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اذان سنتے ہی ہر قسم کا شغل چھوڑ دیتے اور رب تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کے لیے دوڑ پڑتے تھے۔ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ: انہیں دنیا وقت پر نماز پڑھنے اور مستحقین کو حدود وشرائط کے لحاظ کے ساتھ زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ: وہ خوفناک دن سے ڈر رہے ہوتے ہیں اور اس دن کی شدت اور ہولناکی سے لوگوں کے دل مضطرب ہوں گے اور خوف وہراس ان کی آنکھوں سے ٹپک رہا ہوگا۔ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا: تاکہ دنیا میں ان کے کیے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے، نیکی پر اچھا بدلہ دے اور برائی پر برا بدلہ دے یا معاف و درگزر کر دے۔ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ: اور تاکہ اس بدلے سے بڑھ کر ان پر مزید فضل وکرم کرے اور انہیں وہ کچھ عطا کرے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کسی کے دل میں کھٹکا۔

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ:...... اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو وسیع عطا کرتا ہے بغیر کسی حد اور حساب کے۔ مقولہ ہے: فلان ینفق بغیر حساب یعنی فلاں شخص کھلے دل سے خرچ کرتا ہے گویا وہ حساب ہی نہیں کرتا۔ امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ پر متنبہ کیا ہے، اپنی جود وسخا اور احسان کے کمال کو ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اس کی اطاعت پر ثواب عظیم عطا فرماتا ہے۔ اور انہیں مزید اپنا فضل وکرم عطا کرتا ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ اوپر اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی حالت اور ان کی سعادت کا ذکر کیا ہے اور اب کفار کی حالت بیان کی جا رہی ہے۔

کفار کے اعمال کی مثال

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ:...... کفار دنیا میں جو اعمال کرتے ہیں اور انہیں اعمال صالحہ سمجھتے ہیں اور آخرت میں نفع بخش سمجھتے ہیں

[1] الطبری ۱۸/ ۱۱۰ [2] التفسیر الکبیر ۲۴/ ۳

وہ سراب کی مانند محض دھوکا ہیں جو صحراء میں دکھائی دیتا ہے اور دیکھنے والا اسے پانی سمجھ بیٹھتا ہے۔ یَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً: جسے پیاسا دور سے بہتا ہوا پانی سمجھ لیتا ہے۔ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ: یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچتا ہے۔ لَمْ یَجِدْهُ شَیْـٴًـا: وہ پانی نہیں دیکھتا حقیقت میں سراب کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس کی حسرت بڑھتی ہی رہتی ہے۔ وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ: اور اس کے پاس گھات میں اللہ ہی کو پاتا ہے اور اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیتا ہے۔ اسی طرح کافر سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال اس کے لیے نفع بخش ہوں گے یہاں تک کہ جب وہ مرجاتا ہے اور اگلے جہاں میں پہنچ جاتا ہے اپنے اعمال میں سے کچھ بھی نہیں پاتا، چوں کہ وہ اعمال منتشر غبار کی مانند اڑ چکے ہوں گے۔ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ: اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔ اسے ایک شخص کا حساب دوسرے کے حساب سے غافل نہیں کرسکتا۔

کفار کے گمراہی کی دوسری مثال

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ...... یہ کفار کی گمراہی کی دوسری مثال ہے۔ آیت کا معنی ہے۔ یا ان کی مثال گھٹاٹوپ تاریکیوں جیسی ہے جو نہایت گہرے سمندر میں ہوتی ہیں اور اس سمندر کی گہرائی کا ادراک نہ کیا جاسکتا ہو۔ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ: اس سمندر کو تلاطم خیز موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو، ایک موج کے اوپر دوسری موج ہو۔ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ: اس دوسری موج کی اوپر گہرے بادل ہوں۔ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ: غرض تہہ در تہہ اوپر تلے اندھیرے ہی اندھیرے ہوں۔ قتادہ کہتے ہیں: کافر پانچ قسم کے اندھیروں میں سرگرداں رہتا ہے: اس کا کلام تاریکی ہے، اس کا عمل تاریکی ہے، اس کا مخرج بھی تاریکی، اس کا مدخل بھی تاریکی، قیامت کے دن اس کا ٹھکانا بھی تاریکی ہی تاریکی ہے۔[1] اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا یہ تمثیل کا تتمہ ہے یعنی ان تہہ در تہہ تاریکیوں میں ڈوبا انسان اگر اپنا ہاتھ باہر نکالے ممکن نہیں کہ وہ اسے دیکھ پائے، چوں کہ سمندر کی تاریکی، موجوں کی تاریکی، بادلوں کی تاریکی، ایسی گہری تاریکیوں میں قریب ترین چیز کا دیکھنا بھی محال ہوتا ہے، ایسی حالت کافر کی ہوتی ہے وہ بھی کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوتا ہے۔ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ ایمان کی ہدایت نہیں دیتا اور نور اسلام سے اس کا دل منور نہیں کرتا وہ کبھی بھی ہدایت پر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے کافر کے عمل کی دو مثالیں ذکر کی ہیں: پہلی مثال کافر کے عمل صالح کی مثال ہے اور اس کی مثال دھوکہ دہ سراب سے دی ہے۔

دوسری مثال کافر کے برے اعتقاد کی ہے اور اس کی مثال تہہ در تہہ تاریکیوں سے دی ہے، آیت کا اختتام نہایت خوبصورت پیرائے میں کیا ہے اور یوں فرمایا۔ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ: جب کہ اس کے مقابل میں مؤمن کی شان میں یوں فرمایا۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ: گویا یہ تمثیل اور بیان نہایت خوبصورت ہے، قرآن عظیم کے شاندار اسلوب کی تمام ترخوبی اللہ ہی کے لیے ہے۔ قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے دلوں کے انوارات اور جاہلوں کے دلوں کے ظلمات کو بیان کیا ہے اس کے بعد توحید کی دلائل ذکر کیے ہیں۔

مخلوقات اور پرندوں کی تسبیح

چنانچہ ارشاد ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اے محمد! کیا آپ کو یقینی علم نہیں کہ کائنات میں جن وانس اور فرشتے اور جو بھی کائنات میں ہے اللہ تعالیٰ تسبیح وتقدیس بیان کرتے ہیں؟ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ: اور پرندے اڑتے ہوئے اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تسبیح پرندوں کو الہام کی ہوئی ہے اور اس کی انہیں راہنمائی کررکھی ہے۔ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ: فرشتوں، انسانوں، جنات اور پرندوں میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریقہ معلوم ہے اور اس پر نماز اور تسبیح کی جو ذمہ داری ڈال دی ہے وہ اسے معلوم ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ: اللہ تعالیٰ پر مخلوق کی طاعت اور تسبیح مخفی نہیں ہے۔

---

[1] الطبری ۱۸/ ۱۱۶

اللہ کی حکومت ہر شے پر حاوی ہے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:......یعنی کائنات کا مالک اللہ ہی ہے اور وہی کائنات میں تصرف کرتا ہے، تمام مخلوقات اس کی بادشاہت میں ہے وہ قاہر وغالب ذات ہے جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ: اللہ ہی کی طرف مخلوقات نے لوٹ کر جانا ہے اور وہ انہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔ یہ وعید کے ضمن میں تذکیر ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مظاہر کائنات کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا: یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جہاں چاہتا ہے بادلوں کو ہانک کر لے جاتا ہے۔ ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ: پھر ان بادلوں کو جدا جدا ہونے کے بعد اکٹھا کر دیتا ہے۔ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا: پھر ان بادلوں کو تہہ در تہہ گھٹا میں تبدیل کر دیتا ہے۔ فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ: تم دیکھتے ہو کہ اس گھٹا کے بیچ میں سے مینہ نکل رہا ہوتا ہے۔ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ: اور جو گھٹائیں پہاڑوں کی طرح ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان سے اولے برساتا ہے۔ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے اولے برساتا ہے جو کھیتی، پھل اور مویشیوں کو نقصان بھی پہنچا دیتے ہیں۔ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ: اور اولوں سے جسے چاہتا ہے دور رکھتا ہے اور اولے اس کے لیے ضرر رساں نہیں ہوتے۔ صاوی کہتے ہیں: جیسے آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے جو انسانوں کے لیے نفع بخش ہوتی ہے اسی طرح اولے بھی نازل ہوتے ہیں جو انسان کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں، پاک ہے وہ ذات جس نے آسمان کو خیر وشر کا منبع بنا دیا ہے۔

دن اور رات کی تبدیلی

يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ:......قریب ہے کہ بادلوں سے نکلنے والی بجلی کی چمک۔ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ: تیز چمک کی وجہ سے دیکھنے والوں کی آنکھوں کو لے اڑے۔ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ: اللہ تعالیٰ دن و رات میں تصرف کرتا ہے کبھی دنوں کو چھوٹا اور راتوں کو بڑی کر دیتا ہے اور کبھی راتوں کو چھوٹی اور دنوں کو لمبا کر دیتا ہے۔ رات کو تاریکی، دن کو روشنی اور کبھی سردی اور کبھی گرمی۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً: اوپر جو مذکور ہوا اس میں واضح دلالت ہے اور پیدا کرنے والے کے وجود پر پر بلیغ دلیل ہے۔ لِّاُولِي الْاَبْصَارِ: ان لوگوں کے لیے جن کے پاس روشن بصیرت ہے۔ اہل بصیرت کا خصوصیت سے ذکر اس لیے ہوا چوں کہ وہی نفع اٹھانے والے ہوتے ہیں اور وہ غور وفکر کرتے ہیں، وہ دیکھتے ہیں کہ پانی، اولے، روشنی اور تاریکی ایک ہی چیز سے نکل رہی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز پر قدرت رکھتی ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ: اللہ تعالیٰ نے اپنی یکتائی پر اہل آسمان اور اہل زمین کے تسبیح کرنے کے ساتھ استدلال کیا، پھر بادلوں اور مینہ برسانے سے استدلال کیا پھر حیوانات کے احوال سے استدلال کیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت تامہ اور سلطنت عظیم کا ذکر کیا جو رنگا رنگ انواع واقسام، مختلف اشکال والوان اور مختلف حرکات وسکنات کی مخلوقات میں ظاہر ہوتی ہے، ان تمام کو اللہ تعالیٰ نے پانی سے پیدا کیا۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ: چنانچہ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے سانپ اور دیگر حشرات۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ: جیسے انسان اور پرندے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ: چار ٹانگوں پر چلنے والے جیسے چوپایے۔

ابوحیان کہتے ہیں: آیت میں ان جانوروں کا ذکر پہلے کیا جو بغیر ٹانگوں کے چلتے ہیں، ان کے چلنے میں اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے، پھر دو ٹانگوں والے کا ذکر کیا اور آخر میں چار ٹانگوں پر چلنے والے کا۔[1] يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جس مخلوق کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: جو چاہتا ہے وہ اس پر قادر ہے اس کے مانع کوئی چیز نہیں، اور نہ ہی اسے اپنے ارادے سے کوئی دور کرنے والا ہے۔ امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: انسانی عقل چھوٹے سے چھوٹے حیوان کے احوال کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے، چھوٹے حیوانات سے صانع کے وجود پر استدلال کرنا واضح ہے، چنانچہ اگر عناصر اربع کی ترکیب پر معاملہ موقوف ہوتا تو تمام حیوانات میں اس کی رعایت برابر رکھی جاتی اور تمام

---

[1] البحر ۶/۴۶۶

حیوانات کے اعضا، عمر اور بدن کی جسامت کا لحاظ رکھنا لازمی ہوتا۔ بس یہ سب اس غالب وحکمت والے کی تدبیر سے ہو رہا ہے۔ رب تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنے والوں کی باتوں سے وہ پاک اور منزہ ہے۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ: اے لوگو! ہم نے تمہاری طرف واضح آیات نازل کی ہیں جو حق اور ہدایت کے راستے پر دلالت کرتی ہیں۔

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ:...... اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے دین حق کی ہدایت دیتا ہے اور وہ دین حق اسلام ہے۔ اور وہ دین اسلام کا راستہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دلائل توحید ذکر کیے اس کے ساتھ ساتھ نفاق سے دور رہنے کی تلقین بھی کی، چنانچہ ارشاد فرمایا۔ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا: منافقین کہتے ہیں: ہم نے اللہ اور رسول کی تصدیق کی اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ: پھر ان میں سے ایک جماعت اللہ تعالیٰ کا حکم قبول کرنے سے اعراض کر جاتی ہے۔ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ: یعنی ان کی جانب سے دعوائے ایمان کے صادر ہونے کے بعد۔ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ: یہ لوگ جو ایمان وطاعت کے دعویدار ہیں حقیقت میں وہ مؤمنین نہیں ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو ایمان ظاہر کرتے اور دل میں کفر چھپائے رکھتے تھے۔ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ: اور جب انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ: ان کی ایک جماعت پہلوتہی کر جاتی ہے اور پیغمبر کی مجلس میں حاضری دینے سے انکار کر جاتی ہے۔

منافقین کی ہوا پرستی

وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ:...... اور اگر حق ان کی جانب ہو تو اس کی وصولی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرمانبردار بن کر آجاتے ہیں، چوں کہ وہ جانتے ہیں کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم برحق فیصلہ کریں گے۔ امام فخر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں متنبہ کیا ہے کہ منافقین کو جب معلوم ہوتا ہے کہ حق ان کے غیر میں ہے تو وہ اعراض کر جاتے ہیں اور جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ حق ان کی جانب ہے تو وہ اعراض نہیں کرتے بلکہ سر تسلیم خم کر لیتے ہیں۔[1]

اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا:...... کیا ان کے دلوں میں نفاق ہے یا پھر وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کر رہے ہیں۔ اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ: یا انہیں خوف ہے کہ اللہ کا رسول فیصلہ کرنے میں ان پر ظلم کر دے گا، توبیخ ومذمت میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے استفہام لایا گیا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

ألست من القوم الذين تعاهدوا　　　على اللؤم والفحشاء في سالف الدهر

کیا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جنہوں نے ملامت اور برائی پر ڈٹے رہنے کے لیے عمر بھر کے لیے اتفاق کیا ہوا ہے؟

بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ:...... بلکہ یہ لوگ رسول اللہ کے فیصلے سے اعراض کرنے کی وجہ سے ظلم وعناد میں درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا: ان پر واجب تھا کہ جب انہیں رسول اللہ کے فیصلے کی طرف بلایا جاتا (جو ان کے درمیان کیا جاتا) تو وہ بلاحیل وحجت دوڑ پڑتے اور یوں کہتے کہ ہم نے سنا ہم نے اطاعت کی، اگر یہ لوگ مؤمنین ہوتے تو ایسا ہی کرتے۔ طبری کہتے ہیں: آیت کا مقصد خبر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی منافقین کو جھڑک ہے اور دوسروں کے لیے تادیب ہے۔[2] وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ: یہ لوگ جو اللہ کی رضا جوئی کی طرف لپک پڑتے ہیں یہی کامیاب لوگ ہیں، دونوں جہانوں میں کامیابی انہی کا مقدر ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: جو لوگ قول وعمل میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ کے حکم کو مانتے ہیں۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۴/۱۹ [2] الطبری ۱۸/۱۲۰

وَيَخْشَ اللهَ وَيَتَّقْهِ:...... اور وہ اپنے سے سرزد ہونے والے گناہوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کے احکام بجالاتے ہیں اور اس کے منع کردہ امور سے بچتے ہیں۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ: یہی لوگ سعادت مند ہیں اور اللہ کے عذاب سے نجات پانے والے اور کامیاب لوگ ہیں، ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک رومی یہ آیت سن کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور کہا: اس آیت میں تورات و انجیل کی تعلیمات جمع کر دی گئی ہیں۔

بلاغت: اَللهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ:...... میں مبالغہ کے لیے مصدر کا اطلاق اسم فاعل پر کیا گیا ہے۔ نور بمعنی منود ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو روشن کرنے والا ہے بایں طور کہ وہ عین نور ہے۔ شریف رضی کہتے ہیں: بعض علما کی تفسیر کی مطابق آیت کریمہ میں استعارہ ہے اور ان کے نزدیک اس سے مراد اہل زمین و اہل آسمان کو ہدایت دینے والا ہے دوٹوک برہان اور واضح بیان کے ذریعے جیسے روشن مشعلوں سے راستے معلوم کیے جاتے ہیں۔ مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ: میں تمثیلی تشبیہ ہے، بندۂ مؤمن کے دل میں پائے جانے والے نور خداوندی کو چمکتے چراغ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ جو طاقچے میں رکھا ہوا اور وہ فانوس میں ہو اور وہ فانوس حسن وصفائی میں چمکتے ستارے کی مانند ہو...... الخ۔ اس کو تمثیلی تشبیہ اس لیے کہا جاتا ہے چوں کہ وجہ شبہ متعدد سے کشید کردہ ہے، یہ شاندار تشبیہ ہے۔ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ: میں اطناب ہے۔ چوں کہ ذکر عام کے بعد ذکر خاص ہے، اس لیے کہ نماز ذکر اللہ میں سے ہے۔ اور ایسا نماز کی عظمت شان واضح کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ: میں خوبصورت تشبیہ تمثیلی ہے۔ اسی طرح أَوْ كَظُلُمٰتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ: میں بھی تشبیہ تمثیلی ہے۔ يُقَلِّبُ اللهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ: میں لطیف استعارہ ہے، چوں کہ اس سے مراد مادی اشیا میں تبدیلی لانا نہیں بلکہ تقلیب استعارہ ہے، رات دن کے آنے جانے سے۔ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ، لِأُولِي الْأَبْصَارِ: میں تجنیس تام ہے۔ پہلے ابصار سے مراد آنکھیں ہیں اور دوسرے سے مراد بصیرت قلبی ہے۔

لطیف نکتہ:...... ایک غیر مسلم سائنسدان نے یہ آیت سنی۔ أَوْ كَظُلُمٰتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللهُ لَهٗ نُورًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّورٍ ۝ اس نے پوچھا کیا محمد ﷺ نے سمندر میں سفر کیا ہے؟ مسلمانوں نے جواب دیا: نہیں۔ وہ بولا: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ مسلمانوں نے پوچھا: تمہیں کیسے پتہ چلا؟ اس نے کہا: سمندر کی اس حالت کا علم صرف اسی شخص کو ہو سکتا ہے جس نے سمندروں میں عمر گزاری ہو، سمندری موجوں کا بغور مشاہدہ کیا ہو، سمندروں میں اٹھنے والے ہولناک طوفان کو دیکھا ہو۔ سو جب مجھے بتایا گیا کہ محمد ﷺ نے سمندر میں سفر نہیں کیا اس سے مجھے پتہ چل گیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُلْ لَّا تُقْسِمُوا ۖ طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللهَ
خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝٥٣ قُلْ أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ
مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ ۝٥٤ وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا
مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠
وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي
لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝٥٥ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
الزَّكٰوةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝٥٦ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ
وَمَأْوٰىهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝٥٧ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ع ۱۲

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ
مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۛ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ
بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ۝۵۸ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۹ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ
نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۶۰ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ
وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ
اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ
اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا
دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۶۱ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ ع ۱۴
جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۶۲ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۳ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ
اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۶۴ ع ۱۵

ترجمہ:......اور انہوں نے خوب مضبوطی کے ساتھ قسم کھائی کہ اگر آپ انہیں حکم دیں گے تو وہ ضرور نکل جائیں گے، آپ فرما دیجیے کہ قسم نہ کھاؤ، فرمانبرداری پہچانی ہوئی ہے۔ بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ (۵۳) آپ فرما دیجیے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سو اگر تم روگردانی کرو گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے وہ ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا اور تمہارے ذمے وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا، اور اگر تم نے ان کی فرمانبرداری کی تو ہدایت پانے والے بن جاؤ گے۔ اور رسول کے ذمے صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔ (۵۴) اور تم میں سے جو

لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور اس نے ان کے لیے جس دین کو پسند فرمایا ہے اسے ان کے لیے قوت دے گا ان کے خوف کے بعد ضرور ضرور امن سے بدل دے گا وہ میری عبادت کرتے ہیں میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو شخص اس کے بعد ناشکری کرے گا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔ ۵۵ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ ۵۶ اے مخاطب! ان کے بارے میں یہ ہرگز خیال نہ کر کہ روئے زمین میں عاجز کرنے والے ہیں، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور البتہ وہ بری جگہ ہے۔ ۵۷ اے ایمان والو! جو تمہارے مملوک ہیں اور تم میں سے وہ لڑکے جو بلوغ کو نہیں پہنچے تین وقتوں میں اجازت لیا کریں، نماز فجر سے پہلے، اور جس وقت تم دوپہر میں اپنے کپڑے اتار کر رکھتے ہو، اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں، ان اوقات کے علاوہ تم پر اور ان پر کوئی گناہ نہیں ہے، وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے ہیں، کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس، اللہ اسی طرح تمہارے لیے احکام بیان فرماتا ہے اور اللہ علیم ہے، حکیم ہے۔ ۵۸ اور تمہارے لڑکے جب حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اجازت لیں جیسے ان لوگوں نے اجازت لی جو ان سے پہلے ہیں، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات بیان فرماتا ہے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔ ۵۹ اور جو عورتیں بیٹھ چکی ہیں جنہیں نکاح کرنے کی امید نہیں ہے سو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیں بشرطیکہ زینت کا اظہار کرنے والی نہ ہوں، اور یہ بات کہ پرہیز کریں ان کے لیے بہتر ہے اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔ ۶۰ نہ تو نابینا آدمی کے لیے کوئی مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کے لیے کوئی مضائقہ ہے اور نہ مریض کے لیے کوئی مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لیے کوئی مضائقہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیوں کے تم مالک ہو، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھاؤ، تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ، سو جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے دعا مانگنے کے طور پر، جو مبارک ہے پاکیزہ ہے۔ اللہ اسی طرح تمہیں اپنے احکام بتاتا ہے تا کہ تم سمجھ لو۔ ۶۱ ایمان والے وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور جب وہ رسول ﷺ کے ساتھ کسی ایسے کام کے لیے جمع ہوتے ہیں جس کے لیے جمع کیا گیا تو اس وقت تک نہیں جاتے جب تک آپ سے اجازت نہ لیں، بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، سو جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کے لیے اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جسے چاہیں اجازت دیدیں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجیے بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ ۶۲ تم اپنے درمیان رسول اللہ کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بے شک اللہ ان کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ میں ہو کر کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے۔ ۶۳ خبردار بلاشبہ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، بلاشبہ وہ جانتا ہے کہ تم کس حال پر ہو، اور جس دن وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے وہ اس دن کو بھی جانتا ہے۔ پھر وہ انہیں بتلا دے گا جو عمل انہوں نے کیے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ۶۴

ربط و تعارف:..... قبل ازیں منافقین کا ذکر ہوا اور ان کی قبیح صفات و عادات ذکر ہوئیں، اب ان کے رذائل کا ذکر کیا جا رہا ہے، جو ان کے دلوں میں پیوست ہیں جیسے مکر و فریب، حیلہ بازی، جھوٹی قسمیں کھانا وغیرہ۔ سورۂ کریمہ کے آخر میں مسلمانوں کو منافقین کے راستے پر چلنے سے منع کیا گیا ہے۔

لغات: اَلْحُلُمَ:..... خواب میں احتلام کا ہونا۔ قاموس میں ہے۔ اَلْحُلُمَ کی جمع احلام ہے۔ اَلْحُلُمَ والاحتلام: خواب میں جماع کرنا۔ [1]

---

[1] القاموس المحیط

راغب کہتے ہیں: زمانۂ بلوغ کو حلم کہتے ہیں، چوں کہ صاحب حلم، بردباری اور ضبط نفس کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔[1] اَلْقَوَاعِدُ: قاعد کی جمع ہے، بغیر تائے تانیث کے، یہ لفظ عورتوں کے لیے مخصوص ہے جیسے حائض، طامث۔ قاعد: غیر شادی شدہ عورت جو گھر بیٹھی منتظر ہو۔ اَشْتَاتًا: شت کی جمع ہے۔ متفرق کے معنی میں ہے۔ الشتات: فرقہ۔ یَتَسَلَّلُوْنَ: التسلل، چپکے سے نکل جانا: انسل وتسلل: اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی چپکے سے نکل جائے۔ لِوَاذًا: کسی دیکھنے والے سے خوفزدہ ہو کر کسی چیز میں چھپ جانا۔

شان نزول:...... ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے انصار کے مدلج نامی غلام کو دوپہر کے وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے بھیجا، چنانچہ غلام نے عمر رضی اللہ عنہ کو سوئے ہوئے پایا، غلام نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر داخل ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہو گئے اور بیٹھ گئے، اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کچھ ستر کھل گیا اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بیٹوں، عورتوں اور خادموں کو ان اوقات میں اندر داخل ہونے سے منع فرما دے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، اسی لمحے یہ آیات نازل ہوئیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آیات سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لیے سجدے میں گر گئے۔[2]

منافقین کی جھوٹی قسمیں

تفسیر: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ:...... منافقین نے نہایت سخت قسمیں کھائی ہیں۔ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ: کہ اگر آپ انہیں جہاد میں جانے کے لیے حکم دیں گے تو وہ آپ کے ساتھ ضرور جائیں گے۔ مقاتل کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ منافقین رسول کریم ﷺ کا حکم ماننے سے پہلو تہی کرتے ہیں تو منافقین آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اگر آپ ہمیں حکم دیں گے کہ ہم اپنے گھروں سے نکلیں، اپنے اموال اور عورتوں کو چھوڑ کر جائیں ہم ضرور جائیں گے، اگر آپ جہاد کا ہمیں حکم دیں گے ہم جہاد کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[3] قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا: قسمیں نہ اٹھاؤ چوں کہ تمہاری قسمیں جھوٹی ہیں۔ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ: اللہ اور اس کے رسول کے لیے تمہاری طاعت معروف ہے جس کی حقیقت محض زبانی جمع خرچ تک ہے دل سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔ گفتار تو ہے عمل نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ: اللہ تعالیٰ بصیرت والا ہے اس پر تمہارے مخفی امور میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ: نفاق کو چھوڑ کر اخلاص نیت کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا حکم مان کر اس کی اطاعت کرو اور اس کی سنت پر قائم رہو۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا: اگر تم رسول کی اطاعت سے روگردانی کرو۔ فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ: پیغمبر اسی چیز کا جواب دہ ہے جس کی اس پر ذمہ داری ڈال دی گئی ہے یعنی تبلیغ رسالت۔ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ: اور تم اسی چیز کے جواب دہ ہو جس کی ذمہ داری تمہارے اوپر ڈالی گئی ہے یعنی اطاعت وفرمانبرداری اور پیغمبر علیہ السلام کی اتباع۔ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا: اگر تم پیغمبر ﷺ کا حکم مان کر چلو گے تو یقین رکھو تم سعادت اور کامیابی کے راستے پر چلو گے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ: پیغمبر کے ذمے تو صرف امت کو واضح تبلیغ کرنا ہے، اگر تم پیغمبر کی مخالفت کرو گے اس میں پیغمبر کا کوئی نقصان نہیں چوں کہ پیغمبر نے پیغام رسالت پہنچا دیا اور امانت تم تک پہنچا دی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حکومت کا وعدہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ:...... اللہ تعالیٰ نے مخلص مؤمنین جنہوں نے ایمان وعمل وصالح کو اپنے اندر جمع کر رکھا ہے سے

---

[1] المفردات للراغب الاصفہانی [2] تفسیر آلوسی ۱۸/ ۲۰۹ [3] حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۴۳۵

وعدہ کیا ہے۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ زمین کی میراث کا وعدہ کر رکھا ہے اور یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ انہیں زمین پر اپنا خلیفہ بنائے گا جو تصرف کر سکیں گے جیسے بادشاہ اپنے ممالک میں تصرف کرتے ہیں۔ اور جیسے ان سے پہلے مؤمنین کو خلیفہ بنایا، چنانچہ انہیں کفار کے گھروں کا مالک بنا دیا۔ مفسرین کہتے ہیں: جب رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ ہجرت کر آئے تو سارا عرب ان کے خلاف ہو گیا چنانچہ مسلمان صبح وشام اور دن رات مسلح رہتے تھے، مسلمان کہنے لگے: ہم امن کی زندگی کب گزاریں گے کہ ہمیں اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو سچ ثابت ہوا، اللہ تعالیٰ نے مشرق ومغرب کو اس امت کے لیے فتح کیا، حدیث میں بھی اسی طرح کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین سکیڑ دی اور میں نے زمین کے مشرق ومغرب کو دیکھ لیا، میری امت کی بادشاہت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک مجھے زمین دکھلائی گئی۔[1]

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ: ...... اور ان کے لیے دین اسلام جسے ان کے لیے پسند کیا ہے ضرور غالب کرے گا اور تمام ادیان پر اس کا بول بالا کرے گا۔ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا: اور ان کی خوف وگھبراہٹ کی حالت کو میں ضرور امن واستقرار کی حالت میں بدلوں گا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ: اور انہیں خوف سے امن دیا۔ (القریش) يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا: جملہ مستانفہ ہے جس میں مسلمانوں کی تعریف کی جا رہی ہے اور وہ جملہ استخلاف فی الارض کی علت بھی ہے۔ یعنی وہ میری توحید کا اقرار کرتے ہیں اور میرے لیے عبادت کو خالص رکھتے ہیں۔ میرے علاوہ کسی اور معبود کو نہیں پوجتے۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ: جن لوگوں نے اس نعمت کا شکر ادا کرنے سے انکار کیا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ: وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے والے نہیں ہیں، ابو عالیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ جو لوگ اس نعمت عظمیٰ کا کفر کریں گے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کریں گے۔

حصول رحمت کا طریقہ

طبری کہتے ہیں: یہ اس آیت کی تاویل کے زیادہ مشابہ ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر انعام کرنے کا وعدہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ منعم ہے۔ پھر فرمایا: وَمَنْ كَفَرَ: یعنی جس نے اس نعمت کا کفر کیا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ:[2] وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ: یعنی اے مؤمنین! نماز قائم کرو اور ایسے کامل طریقے کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرو جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ: وہ تمام امور جن کا رسول نے تمہیں حکم دیا ہے ان میں رسول کی اطاعت بجا لاؤ تا کہ تمہارے ساتھ رحمت کا سلوک کیا جا سکے۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ: نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے اور آپ سے نصرت کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ اے محمد! یہ گمان ہرگز نہ کرو کہ کفار جو آپ کے معاندین ہیں اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں وہ اس زندگی میں اللہ کو عاجز کرنے والے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ان پر قدرت رکھتا ہے۔ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ: ان کا ٹھکانا تو دوزخ کی آگ ہے۔ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ: بہت ہی برا ٹھکانا ہے جس کی طرف انہوں نے جانا ہے۔

اجازت لینے کا مسئلہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ: ...... اے وہ مؤمنین! جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی اور شریعت کے نظام، حکم اور سیدھا راستہ ہونے کا یقین کیا، چاہیے کہ تمہارے پاس داخل ہوتے وقت غلام اور لونڈیاں جن کے تم مالک ہو اجازت لیا کریں۔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ: یعنی وہ بچے جو نابالغ ہیں اور آزاد مردوں کی حد کو نہیں پہنچے وہ بھی گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت لیں۔ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ: یعنی تین اوقات میں۔ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ: یعنی رات کے وقت جب تم راحت وآرام کے لیے سو رہے ہو۔ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ: اور دوپہر کے وقت جب تم قیلولہ کے لیے کپڑے اتار دیتے ہو۔

---

[1] رواہ مسلم [2] الطبری ۱۸/ ۱۴۲

وَمِنۢ بَعۡدِ صَلٰوةِ الۡعِشَآءِ:...... اور نماز عشاء کے بعد جب تم سونے کا ارادہ کرلو۔ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّكُمۡ: یہ تین اوقات ہیں جن میں تمہارے ستر میں خلل ڈالا جاسکتا ہے، ان اوقات میں اعضائے مستورہ کا ستر کھل جانے کا خدشہ قوی ہوتا ہے۔ اپنے غلاموں، باندیوں اور بچوں کو تعلیم کردو کہ ان اوقات میں بغیر اجازت کے تمہارے پاس داخل نہ ہوں۔

استیذان سے مستثنیٰ اوقات

لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ وَلَا عَلَيۡهِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَهُنَّ:...... تمہارے اوپر، تمہارے غلاموں، باندیوں اور بچوں پر کوئی حرج نہیں کہ ان تین اوقات کے علاوہ بغیر اجازت کے تمہارے پاس داخل ہوں۔ طَوّٰفُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ بَعۡضُكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ: چوں کہ یہ تمہارے خادمین ہیں خدمت کے لیے تمہارے پاس ان کی آمد ورفت لگی رہتی ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں: گھروں میں یہ لوگ آتے جاتے رہتے ہیں، صبح وشام تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان تین اوقات کے علاوہ تمہارے پاس بغیر اجازت کے آسکتے ہیں۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ: اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے احکام شرعیہ وضاحت سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم آداب سے آراستہ ہوجاؤ۔ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ: اللہ تعالیٰ مخلوق کے معاملات کو بخوبی جانتا ہے اور اس کی تدابیر حکمت پر مبنی ہوتی ہیں۔ وَاِذَا بَلَغَ الۡاَطۡفَالُ مِنۡكُمُ الۡحُلُمَ: جب یہ چھوٹے بچے سن بلوغ کو پہنچ جائیں، مرد بن جائیں اور شرعی ذمہ داری (تکلیف) کے قابل ہوجائیں۔ فَلۡيَسۡتَاۡذِنُوۡا كَمَا اسۡتَاۡذَنَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ: انہیں ان بلند پایہ آداب کی تعلیم دو کہ وہ تمام اوقات میں دوسرے بالغ لوگوں کی طرح اندر داخل ہونے کے لیے اجازت حاصل کریں۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اٰيٰتِهٖ: یعنی اللہ تعالیٰ شریعت کے امور تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہے اور شریعت سازی میں وہ حکمت سے کام لیتا ہے علامہ بیضاوی کہتے ہیں: اجازت لینے کے حکم میں تکرار دیا گیا ہے چوں کہ اس سے مقصد تاکید اور مبالغہ ہے۔[1]

بوڑھی عورتوں کا پردہ

وَالۡقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ:...... وہ بوڑھی عورتیں جو شادی کی خواہش اور دیگر امور کے تصرف سے عاجز آچکی ہیں اور بڑھاپے کی وجہ سے بیٹھی رہتی ہیں۔ الّٰتِىۡ لَا يَرۡجُوۡنَ نِكَاحًا: جنہیں شادی کی طمع اور رغبت نہیں ہوتی چوں کہ ان میں شہوت معدوم ہوچکی ہوتی ہے۔ فَلَيۡسَ عَلَيۡهِنَّ جُنَاحٌ اَنۡ يَّضَعۡنَ ثِيَابَهُنَّ: ان پر کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے کچھ کپڑے اتار دیا کریں جیسے دوپٹے اور چادریں وغیرہ۔ وہ معتاد کپڑے پہن کر مردوں کے سامنے آسکتی ہیں بشرطیکہ شہوت رانی مقصود نہ ہو۔ غَيۡرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيۡنَةٍ: اس حال میں کہ زیب وزینت ظاہر نہ کرتی ہوں کہ لوگ انہیں دیکھیں۔ ابوحیان کہتے ہیں: تبرج کی حقیقت یہ ہے کہ جن اعضا کا چھپانا واجب ہے انہیں ظاہر کرنا۔ کتنی ہی بوڑھی عورتیں ہوتی ہیں۔ جن کے کانوں کی بالیاں ظاہر ہوجاتی ہیں اور جوان کے حسن وجمال کو بھی آشکارا کردیتی ہیں۔[2] وَاَنۡ يَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَيۡرٌ لَّهُنَّ: یہ کہ وہ چادریں اوڑھ کر اور کپڑے پہن کر جو ان عورتوں کی طرح مکمل ستر کرلیں تو یہ ان کے لیے بہت بہتر ہے۔ یعنی بوڑھی عورتوں کا ستر و پاکدامنی میں مبالغہ کرنا ان کی لیے بہت اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پاکی اور طہارت کا باعث ہے۔ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ: اللہ تعالیٰ دلوں کے راز بھی جانتا ہے اور وہ ہر انسان کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ آیت میں وعدہ اور تحذیر ہے۔

معذوروں کے لیے احکام میں رعایت

لَيۡسَ عَلَى الۡاَعۡمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡمَرِيۡضِ حَرَجٌ:...... معذورین یعنی نابینا، جو پاؤں سے معذور ہو اور مریض (وغیرہ) پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ جہاد میں شریک نہ ہوں۔[3] وَّلَا عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ اَنۡ تَاۡكُلُوۡا مِنۡۢ بُيُوۡتِكُمۡ: اے لوگو! تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنی

---

[1] البیضاوی ۲ / ۷۲ [2] البحر ۶ / ۴۷۳ [3] یہ حسن بصری اور ابن زید کا قول ہے یہ صاحب بحر اور صاحب کشاف کا مختار قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حرج کی نفی اہل اعذار کھانے کے متعلق کی گئی ہے یہ طبری اور رازی کا مختار قول ہے۔

بیویوں اور اپنے عیال کے گھروں سے کھاؤ۔ بیضاوی کہتے ہیں: اس میں اولاد کے گھر بھی داخل ہیں چوں کہ اولاد کا گھر اپنے گھر کے حکم میں ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: انسان کا سب سے اچھا اور پاک کھانا وہ ہوتا ہے جو اس کی اپنی کمائی سے ہو اور اولاد انسان کی اپنی اچھی کمائی میں سے ہے۔[1] اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ: یعنی ان قریبی رشتے داروں کے گھروں سے بھی کھانا کھانے میں کوئی گناہ نہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بظاہر ان رشتے داروں کے گھروں سے کھانا کھانا اجازت لینے پر موقوف نہیں، چوں کہ عادۃً یہ رشتے دار خوشی سے ایک دوسرے کو کھانا کھلا دیتے ہیں۔ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ: اور ان گھروں سے بھی کھانا کھا لینے میں کوئی گناہ نہیں جن پر تمہیں نگران مقرر کر دیا گیا ہو اور گھر والوں کی عدم موجودگی میں گھر کی چابیوں کا تمہیں مالک بنا دیا گیا ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: مسلمان غزوات پر چلے جاتے اور گھر کی چابیاں اپنے ضامنوں کو دے جاتے اور ان سے کہہ جاتے کہ ہم نے گھر سے کھانا تمہارے لیے حلال کر دیا اور ضامن کہتے: یہ کھانا ہمارے لیے حلال نہیں، چوں کہ مالکان نے ہمیں خوش دلی سے کھانا کھانے کی اجازت نہیں دی، ہم تو بس گھروں کے رکھوالے اور امین ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ:[2] اَوْ صَدِيْقِكُمْ: یا اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے گھروں سے۔ قتادہ کہتے ہیں: جب تم اپنے دوست کے گھر میں داخل ہو تو بغیر اجازت کے کھانا کھا لینے میں کوئی گناہ نہیں۔

گھر والوں کے ساتھ کھانے پینے کے آداب

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا:..... تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں کہ تم اکٹھے مل کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت قبیلہ کنانہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس قبیلے کا ایک آدمی تنہا کھانا نہیں کھاتا تھا، اگر اسے ساتھ بیٹھ کے کھانے والا نہ ملتا تو پورا پورا دن بغیر کھائے بیٹھا رہتا۔ بسا اوقات اس کے پاس دودھ دینے والی اونٹنیاں ہوتیں اگر وہ کسی کو اپنے ساتھ نہ پاتا تو دودھ تک نہ پیتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما دی کہ تنہا کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ: جب تم آباد گھروں میں داخل ہو تو اہل خانہ پر سلام کرو۔ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً: انہیں اسلام کے طریقے پر سلام کرو اور یوں کہو: ''السلام علیکم'' یہ سلام کرنے کا بابرکت اور پاکیزہ طریقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لیے مشروع کیا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: سلام کرنے کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت کہا ہے، چوں کہ سلام میں دعا ہے اور اس میں محبت کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اس کی صفت طیب و پاکیزہ بیان فرمائی ہے چوں کہ سلام کا لفظ سننے والا خوش ہو جاتا ہے اور اسے اچھا سمجھتا ہے۔[3] كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے احکام و شرائع بیان کیے تو اس کے بعد اپنے بندوں کو متنبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کیا ہے تا کہ وہ تدبر و غور کریں اور آیات کو سمجھ جائیں۔[4] اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: ایمان میں کامل ایمان والے مؤمنین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سچی تصدیق کی اور انہیں معمولی سا شک بھی نہ ہوا۔ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ: جب سچے مؤمنین پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ مسلمانوں کے کسی اجتماعی کام میں شریک ہوتے ہیں۔ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ: آپ کی مجلس کو چھوڑ کر چلے نہیں جاتے یہاں تک کہ آپ سے اجازت لے لیں اور آپ انہیں اجازت دے دیں۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت غزوہ خندق کے دوران خندق کھودتے وقت نازل ہوئی، چنانچہ بعض مؤمنین اپنے کسی ضروری کام کے لیے آپ ﷺ سے گھر جانے کی اجازت طلب کرتے، جب کہ منافقین بغیر اجازت کے چلے جاتے تھے، چنانچہ آیت کریمہ میں خالص مؤمنین کی مدح کی گئی ہے۔ اور اس میں منافقین کی مذمت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: یہ ماقبل مضمون کی تاکید ہے، اور اس سے

---

[1] البیضاوی ۲/ ۶۳ [2] ابن کثیر ۲/ ۶۱۹ [3] القرطبی ۱۲/ ۳۱۹ [4] تفسیر ابن کثیر المختصر ۲/ ۶۲۰

رسول کریم ﷺ کی عظمت شان بیان کرنا مقصود ہے، یعنی اے محمد! جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں یہ خالص سچے مؤمنین ہیں۔ بیضاوی کہتے ہیں: زیادہ بلیغانہ اسلوب میں مضمون مکرر لایا گیا ہے، یہاں اجازت حاصل کرنے والوں کو مؤمنین قرار دیا گیا ہے، یہ اسلوب ماقبل مضمون کے برعکس ہے۔ یہ دوسرا اسلوب، اسلوب اول کی تاکید ہے اور اللہ و رسول کے ذکر کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے یوں یہ اسلوب صحت ایمان پر دلیل و مصداق ہے۔[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجازت دینے کا حکم

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ: ...... چنانچہ جب یہ مؤمنین آپ سے کسی ضروری کام کے لیے اجازت طلب کریں۔ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ: آپ جس کے لیے واپس جانا پسند کریں اسے اجازت دے دیں، بشرطیکہ اس میں کوئی حکمت و مصلحت ہو۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ: ان کے لیے بخشش و معافی کی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ لیں۔ چوں کہ کام کے لیے اجازت لینا اگرچہ کسی عذر کی وجہ سے ہو لیکن پھر بھی یہ ایک طرح کا قصور ہے، چوں کہ اس میں دنیوی کام کو دینی کام پر مقدم کرنا لازم آتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: اللہ تعالیٰ بہت بڑی معافی دینے والا ہے اور وسیع رحمت والا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص ادب

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا: ...... پیغمبر علیہ السلام کو ان کے نام سے نہ پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو، بلکہ یوں کہو: اے اللہ کے نبی، اے اللہ کے رسول۔ چوں کہ اس میں پیغمبر علیہ السلام کی تعظیم و تکریم ہے، ابو حیان کہتے ہیں: نام لے کر پکارنا گنواروں کا طریقہ اور عادت ہے، اس لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کریں اور آپ ﷺ کو اچھے صفاتی ناموں سے پکاریں اور یوں پکارا کریں: اے اللہ کے نبی، اے اللہ کے رسول! چنانچہ اعرابی اور دیہاتی اسلام قبول کر لیتے وہ آپ ﷺ کو نام سے پکارتے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع کر دیا۔ قتادہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اعرابیوں کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کریں۔

مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منافقین کا رویہ

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا: ...... اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بخوبی جانتا ہے جو ایک دوسرے کی آڑ میں چپکے چپکے جماعت سے کھسک جاتے ہیں۔ طبری کہتے ہیں: اللواذ کا معنی ہے لوگوں کا ایک دوسرے کی آڑ لینا۔[2] فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ: جو لوگ پیغمبر علیہ السلام کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور ان کا راستہ، طریقہ اور سنت چھوڑ جاتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے۔ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: کہ دنیا میں ان پر کوئی آفت نہ نازل ہو جائے یا انہیں آخرت میں شدید عذاب ہو جائے۔ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: یعنی جو کچھ بھی کائنات میں ہے سب کچھ اللہ کی ملکیت ہے، اس کی مخلوق ہے اور اس کے بندے ہیں۔ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان یا نفاق، خلوص یا ریاکاری کو بخوبی جانتا ہے۔ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر آئیں گے، انہوں نے دنیا میں جو بھی صغیرہ و کبیرہ اعمال کیے ہوں گے ان سب کے متعلق انہیں آگاہ کرے گا، ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، چوں کہ سب کچھ اس کی مخلوق ہے اور اس کی ملک ہے۔

بلاغت: جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ: ...... میں لطیف استعارہ ہے۔ منافقین کی اٹھائی ہوئی نہایت پختہ و مؤکد قسموں کو ایسے مشقت طلب کام کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جسے کرنے کے لیے سخت محنت اور طاقت کی ضرورت ہو اور یہ تشبیہ بطریقہ استعارہ ہے۔ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا: خوف و امن میں طباق

---

[1] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۴۴۰ [2] الطبری ۱۸/ ۱۳۵

ہے۔ اسی طرح جَمِيۡعًا وَ اَشۡتَاتًا: میں بھی طباق ہے۔ عَلَيۡهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيۡكُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ: میں مشاکلت ہے یعنی پیغمبر علیہ السلام کے ذمے تبلیغ ہے اور تمہارے اوپر تکذیب کا وبال ہے۔ لَيۡسَ عَلَى الۡاَعۡمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡمَرِيۡضِ حَرَجٌ: میں لفظ حرج کا تکرار ہے تا کہ حکم شریعت اذہان میں راسخ ہو جائے۔ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ: صیغۂ مبالغہ ہے۔

فائدہ:...... اسلاف میں سے کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص قول و فعل میں اپنے آپ کو سنت کا پابند کر لیتا ہے اس کی زبان سے حکمت و دانائی کی باتیں نکلتی ہیں اور جو شخص قول و فعل میں خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے بدعت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَاِنۡ تُطِيۡعُوۡهُ تَهۡتَدُوۡا: اگر تم پیغمبر علیہ السلام کی پیروی کرو گے تو ہدایت پر آ جاؤ گے۔ [1]

لطیفہ:...... کسی صاحب نظر سے سوال کیا گیا کہ تمہیں اپنا بھائی زیادہ محبوب ہے یا دوست؟ اس نے جواب دیا: اگر میرا بھائی میرا دوست نہیں تو میں اس سے محبت نہیں کرتا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: دوست قریبی رشتہ دار سے زیادہ اطمینان بخش اور قابل بھروسہ ہوتا ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ دوزخی آہ و فریاد کرتے ہوئے کہیں گے۔ فَمَا لَنَا مِنۡ شَافِعِيۡنَ ۝ وَلَا صَدِيۡقٍ حَمِيۡمٍ ۝: یعنی ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ ہی کوئی گہرا دوست ہے۔ گویا جہنمی ماں، باپ کو مدد کے لیے نہیں پکاریں گے۔ [2]

تنبیہ:...... عرب کا ایک شخص تنہا کھانا کھانے میں عار محسوس کرتا تھا، اگر اسے ساتھ بٹھا کر کھانے والا نہ ملتا تو بھوکا ہی رہتا یہاں تک کہ ساتھ بیٹھ کر کھانے والا اسے مل جاتا۔ یہ روایت حاتم طائی کے متعلق زیادہ مشہور ہے وہ یہ شعر پڑھا کرتا تھا:

اذا ما صنعت الزاد فالتمسی له ۔۔۔ أکیلا فانی لست آکله وحدی

جب تم کھانا تیار کر لو تو اس کے لیے کھانے والا بھی کوئی تلاش کر کے لاؤ چوں کہ میں اکیلا کھانا نہیں کھاتا۔

یہ عادت عرب کے مآثر اور مفاخر کا حصہ ہے، اسی لیے تو عرب جود و کرم اور مہمان نوازی میں مشہور ہیں۔

الحمدللہ آج بروز بدھ بعد نماز فجر ۱۴ رجب ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۴ مئی ۲۰۱۴ء کو سورۂ نور کا تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین [3]

---

[1] زاد المسیر ۶/۵۷، [2] البحر المحیط ۶/۴۷۴، [3] مندرجہ تاریخ میں ۱۴ کا ہندسہ عجیب مناسبت ہے۔

سورۃ الفرقان

سورۂ مبارکہ میں عقیدے کے متعلقات بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن عظیم پر مشرکین کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ سورۂ مبارکہ کا مرکزی نقطہ قرآن مجید کی صداقت کا اثبات، رسالت محمدیہ کا اثبات، بعث بعد الموت اور جزا و سزا پر ایمان رکھنے جیسے عقیدے کا اثبات ہے۔ سورۂ مبارکہ میں وعظ و نصیحت اور عبرت کے لیے بعض قصص بیان کیے گئے ہیں۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا قرآن عظیم پر مشرکین کے طعنوں کے جواب سے کی گئی ہے، آیات کریمہ کی تکذیب کا ذکر ہے، چنانچہ مشرکین بسا اوقات کہتے کہ یہ آیات پہلے لوگوں کی کہانیاں اور افسانے ہیں۔ بسا اوقات کہتے کہ یہ محمد نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور اس نے اہل کتاب سے معاونت لی ہے۔ مشرکین کا ایک گروہ کہتا کہ یہ کھلم کھلا جادو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام جھوٹے خیالات کی تردید کی اور قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے پر دلائل قائم کیے۔ اس کے بعد رسالت کے موضوع پر بات کی گئی ہے چوں کہ مشرکین رسالت پر شبہات ظاہر کرتے تھے، خیال ظاہر کرتے کہ پیغمبر تو فرشتہ ہوتا ہے بشر نہیں ہوتا، اگر فرض کر لیا جائے کہ رسالت کسی بشر کو مل سکتی ہے تو جاہ و ثروت کے مالک لوگ اس کے مستحق ہیں۔ گویا مالدار آدمی رسول ہو سکتا ہے فقیر و یتیم کو اس سے کیا سروکار۔ اللہ تعالیٰ نے دوٹوک دلائل اور براہین سے مشرکین کے باطل نظریہ کی تردید کی ہے۔

سورۂ مبارکہ میں مشرکین کی ایک جماعت کا ذکر ہوا ہے جنہوں نے حق کو پہچان لیا تھا اور اس کا اقرار بھی کرتے تھے مگر پھر گمراہی کی طرف پلٹ گئے، ان میں سے ایک عقبہ بن ابی معیط بھی ہے جس نے اسلام قبول کیا تھا مگر اپنے دوست ابی بن خلف کی وجہ سے مرتد ہو گیا، قرآن عظیم نے اسے ظالم قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝۲۷ اور اس کے دوست کو شیطان قرار دیا ہے۔

سورۂ کریمہ میں بعض انبیائے کرام کا مختصراً ذکر بھی ہوا ہے ان کی اقوام مکذبہ کا بھی اجمالاً ذکر ہوا ہے ان پر نازل ہونے والے عذاب کا بھی ذکر ہے جیسے قوم نوح، عاد، ثمود، اصحاب رس، قوم لوط وغیرہ۔ سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، توحید کے دلائل، کائنات میں اللہ تعالیٰ کی صنعت و کاریگری کے عجائب بھی بیان کیے گئے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار اور اس کی عظمت و جلال کے شواہد ہیں۔

سورت کے اختتام میں عباد الرحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صفات بیان کی گئی ہیں، ان کے اخلاق حمیدہ کا بیان ہے جن کا بدلہ نعمتوں والی جنت ہے۔

وجہ تسمیہ:...... سورۂ کریمہ کا نام "سورۃ الفرقان" ہے۔ چوں کہ اس سورۃ مبارکہ میں کتاب مجید کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل فرمائی ہے، گویا کتاب مجید انسانیت پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، چوں کہ یہ نور ہے، اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں فرق کیا، نور و ظلمت میں فرق کیا، کفر و ایمان میں فرق کیا، لہٰذا یہ سورت اس امر کی مستحق ہے کہ اسے فرقان کا نام دیا جائے۔

اٰيَاتُهَا ۷۷ | (۲۵) سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ (۴۲) | رُكُوْعَاتُهَا ۶

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ ① الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ② وَاتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا
وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ③ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ࣙافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿٤﴾ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٥﴾ قُلْ
اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٦﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ
يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴿٧﴾ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ
اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿٨﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ
ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ع
ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿١٠﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ
كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿١١﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿١٢﴾ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا
مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿١٤﴾
قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿١٥﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا
يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ﴿١٦﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿١٧﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ
اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًا ۢ بُوْرًا ﴿١٨﴾
فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا
كَبِيْرًا ﴿١٩﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ
وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿٢٠﴾ ع

ترجمہ:...... وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنا والی کتاب نازل فرمائی تا کہ وہ جہانوں کا ڈرانے والا ہو جائے۔ ① اللہ کی وہ ذات ہے جس کی لیے ملک ہے آسمانوں کا اور زمین کا، اور اس نے کسی کو اپنی اولاد قرار نہیں دیا، اور حکومت میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا ٹھیک اندازہ مقرر فرمایا۔ ② اور لوگوں نے اس کے علاوہ معبود بنا لیے جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور حال یہ ہے کہ وہ پیدا کیے جاتے ہیں، اور وہ اپنی جانوں کے لیے کسی ضرر اور کسی نفع کے مالک نہیں ہیں، اور نہ وہ کسی کی موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ حیات کا اور نہ کسی کو زندہ کر کے اٹھانے کا۔ ③ اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے صرف ایک جھوٹ ہے جسے اپنے پاس سے بنا لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس بارے میں اس کی مدد کی ہے، سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ لے کر آئے۔ ④ اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ پرانے لوگوں کی باتیں ہیں جو منقول ہوتی چلی آئی ہیں جن کو اس نے لکھوا لیا ہے سو وہی صبح شام اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ ⑤ آپ فرما دیجیے کہ اس کو اس ذات نے نازل فرمایا ہے جو چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے آسمانوں میں ہوں یا زمین میں، بلاشبہ وہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ ⑥ اور ان لوگوں نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے، اس پر کیوں نہیں نازل ہوا ایک فرشتہ جو اس کے ساتھ ڈرانے والا

ہوتا۔⑦ یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈال دیا جاتا، یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھاتا اور ظالموں نے کہا کہ تم ایسے ہی آدمی کا اتباع کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔⑧ آپ دیکھ لیجیے انہوں نے آپ کے لیے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کی ہیں، سو وہ گمراہ ہو گئے پھر وہ کوئی راہ نہیں پائیں گے۔⑨ بابرکت ہے وہ ذات جو اگر چاہے تو آپ کے لیے اس سے بہتر نعمتیں عطا فرما دے یعنی ایسے باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ کے لیے محل بنا دے۔⑩ بلکہ ان لوگوں نے قیامت کو جھٹلایا اور جو شخص قیامت کو جھٹلائے ہم نے اس کے لیے دھکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔⑪ جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کی غضبناک اور جوش وخروش والی آوازسنیں گے۔⑫ اور جب وہ اس میں ایسی حالت میں ڈالے جائیں گے کہ ان کے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے تو وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے۔⑬ آج ایک ہلاکت کو مت پکارو اور بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔⑭ آپ فرما دیجیے کہ یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کی رہنے والی جنت بہتر ہے جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ جنت ان کے لیے بطور بدلہ عطا کی جائے گی اور ان کا ٹھکانہ ہوگی۔⑮ اور ان کے لیے اس میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ آپ کے رب کا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمے لے لیا ہے جس کی درخواست کرنی چاہیے۔⑯ اور یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع فرمائے گا اور ان کو بھی جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی گمراہ ہو گئے؟⑰ وہ کہیں گے کہ آپ کی ذات پاک ہے ہمارے لیے یہ درست نہیں ہے کہ ہم آپ کے علاوہ دوسروں کو اولیا بنالیں لیکن بات یہ ہے کہ آپ ان کے باپ دادوں کو نعمتیں دیدیں یہاں تک کہ وہ ذکر کو بھول گئے، اور وہ لوگ ہلاک ہونے والے تھے۔⑱ سو انہوں نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا سو تم کسی بھی طرح عذاب دفع نہیں کر سکتے اور نہ کسی طرح کی مدد پا سکتے ہو اور تم میں سے جو شخص ظلم کرے گا ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔⑲ اور بات یہی ہے کہ آپ سے پہلے جو پیغمبر ہم نے بھیجے وہ کھانے کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے اور ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے امتحان بنایا ہے کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب دیکھنے والا ہے۔⑳

لغات: تَبٰرَكَ:...... برکت سے ہے خیر و بھلائی کا کثیر ہونا، بزرگی اور تعظیم کے معنی میں بھی آتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

تبارك لا معط لشيءٍ منعتهٗ ولیس لما اعطیت یارب! مانع

اے میرے رب! تو بزرگی اور عظمت والا ہے جس چیز کو تو روک دے اسے کوئی نہیں عطا کرنے والا
اور جس چیز کو تو عطا کرے اسے کوئی نہیں روکنے والا۔[1]

نَذِيْرًا:...... ہلاکت سے ڈرانے والا۔ **نُشُوْرًا:** مرنے کے بعد زندہ کرنا۔ **مُّقَرَّنِيْنَ:** بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے۔ عمرو بن کلثوم کا شعر ہے:

فأبوا بالنهاب وبالسبايا وابنابالملوك مقرنينا

ہمارے جنگجو غارت گری کر کے قیدیوں کے ساتھ واپس لوٹے اور ہم بادشاہوں کو زنجیروں سے جکڑ کر واپس لوٹے۔[2]

ثُبُوْرًا:...... ہلاکت، تباہی۔ **بُوْرًا:** البوار سے ماخوذ ہے بمعنی ہلاکت۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: محاورہ ہے: رجل بور و رجال بور بمعنی ہلاک ہونے والے البوار: ہلاکت۔

قرآن عالمین کے لیے نذیر ہے

تفسیر: تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ:...... بڑی شان اور بزرگی والا ہے وہ اللہ جس نے حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا قرآن عظیم اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کیا۔ **لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا:** تاکہ محمد ﷺ تمام مخلوق کے نبی ہوں اور وہ اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ **الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:** وہی آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب کا مالک ہے، سب اس کی مخلوق ہے۔ اس کی ملکیت ہے اور اس کے بندے ہیں۔ **وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا:** اس کی کوئی اولاد نہیں، جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا گمان ہے۔

---

[1] البیت للطرماح وانظر البحر ۶/ ۴۸۰ [2] القرطبی ۱۳/ ۸

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ:...... اس کے ساتھ کوئی اور معبود شریک نہیں جیسا کہ بتوں کے پجاری گمان رکھتے ہیں۔

تخلیق میں فطری موزونیت

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا:...... اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنی قدرت سے ایجاد و پیدا کیا ہے اور اس میں اس کی حکمت کارفرما ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: خلق: عبارت ہے عدم کے بعد ایجاد و پیدا کرنے سے اور تقدیر، کاریگری کی پختگی واتقان، ہر مخلوق کی ایک مخصوص مقدار و بناوٹ، اس کے زمان و مکان، اس کی مصلحت اور اس کی عمر وغیرہ سے عبارت ہے۔ [1] امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کبریائی کی چار مختلف صفات بیان فرمائی ہیں: ''اول'' اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اس صفت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود پر تنبیہ کر دی ہے۔ ''دوم'' صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اس کائنات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معبود ہے۔ ''سوم'' یہ کہ اللہ تعالیٰ الوہیت و معبودیت میں منفرد و یکتا ہے ''چہارم'' یہ کہ حکمت وتدبیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا خالق ہے۔ [2]

مشرکین کا شرک غیر فطری ہے

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً:...... مشرکین اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں اور دیوتاؤں کو پوجتے ہیں۔ لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ: جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی سرے سے صلاحیت ہی نہیں رکھتے بلکہ وہ خود یا تو پتھروں کی صورت میں تراشے ہوئے ہیں یا تصاویر کی صورت میں بنائے گئے ہیں، بھلا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا: یہ معبودان کسی کو مارنے کا اختیار نہیں رکھتے، نہ کسی کو زندہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی مردوں میں سے کسی کو دوبارہ زندہ کرنے کا ان کے پاس اختیار ہے۔ امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی عبادت پر بتوں کی عبادت کو ترجیح دی جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔ جب یہ معبودان دفع ضرر اور جلب منفعت کی قدرت بھی نہیں رکھتے جو کہ انسانوں کی قدرت میں ہے تو یہ موت وحیات اور دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتے ان چیزوں کی قدرت صرف اللہ ہی رکھتا ہے اور یہ معبودان بطریق اولیٰ ان امور سے عاجز ہیں۔ [3]

کفار کا قرآن پر بے سروپا اعتراض

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ:...... کفار قریش کہتے ہیں: یہ قرآن تو بس محمد نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور محض جھوٹ ہے۔ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ: قرآن کو گھڑنے اور وضع کرنے پر اہل کتاب کے کچھ لوگوں نے محمد کی مدد کی ہے۔ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا: حقیقت میں انہوں نے ظلم و بہتان کا ارتکاب کیا ہے، چوں کہ انہوں نے فصیح عربی کلام کو عجمی کی طرف منسوب کیا ہے جو اس کی فصاحت سے عاجز ہے، جب کہ فصحائے عرب قرآن کی فصاحت کے آگے حیران و عاجز ہیں۔ چنانچہ مشرکین کی یہ بات محض جھوٹ ہے۔ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا: مشرکین قرآن کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ پہلی قوموں کی بیکار کہانیاں اور قصے ہیں جو محمد کے لیے لکھ دیے گئے ہیں۔ فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا: جو اسے صبح وشام املا کی جاتی ہیں اور پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تا کہ اسے یاد ہو جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، اس بات کے قائل نضر بن حارث اور اس کے اتباع تھے۔ افک کا معنی ہے نہایت برا جھوٹ۔ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: یہ کفار کے فاسد و باطل خیالات کا رد ہے۔ یعنی: اے محمد! اس قرآن کو علیم وقدیر ذات نے نازل کیا ہے جس پر آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا: اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ اس نے تمہیں مہلت دی ہے، تمہارے اوپر رحمت کی ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت والا ہے اور نہایت رحم والا ہے۔

---

[1] التسہیل ۳/ ۷۴ [2] التفسیر الکبیر ۲۴/ ۶۳ [3] الکشاف ۳/ ۱۱۵

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت پر کھانے پینے سے اعتراض

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ:...... مشرکین کہتے ہیں: یہ آدمی جو رسالت کا دعویٰ کرتا ہے یہ تو ہماری طرح کھاتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ نہ تو یہ فرشتہ ہے اور نہ بادشاہ۔ چوں کہ فرشتے کھاتے پیتے نہیں اور بادشاہ بازاروں میں چلتے پھرتے نہیں، کفار کے قول مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ: میں انکار رسالت کے ساتھ ساتھ تہکم واستہزا بھی ہے۔ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا: اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا تاکہ وہ اس کے دعویٰ کی سچائی پر گواہی دے سکے۔ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ: یا آسمان سے اس کے پاس خزانہ آتا جس سے یہ مدد لے سکتا اور تلاش معاش سے بے نیاز رہتا۔ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا: یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس کے پھل کھاتا۔ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا: کفار کہتے ہیں: اے مسلمانو! تم تو سحر زدہ شخص کی اتباع کرتے ہو وہ مغلوب العقل ہے اور اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا: اے محمد! دیکھیں آپ کے حق میں یہ لوگ کیسی عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں، ان کی باتیں غرابت کی وجہ سے ضرب الامثال ہیں۔ یہ صفات انہوں نے کیسے اختراع کر لی ہیں۔ پس راہ ہدایت سے ہٹے ہوئے ہیں۔ گمراہی ان کا مقدر بن گئی ہے۔

کفار کی اور ابدی گمراہی پر حیرانی

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا:...... آپ کی تکذیب وانکار کرنے کے بعد حق کے راستے کو نہیں پاسکتے۔ مشرکین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پانچ صفات ذکر کیں، ان کا باطل زعم تھا کہ یہ صفات منصب رسالت کے خلاف ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ پیغمبر کو عام لوگوں پر امور جسمانیہ میں فضیلت ہو۔ یہ انتہا درجے کی جہالت اور بے وقوفی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر دو طرح سے رد کیا ہے۔ (اول) ان کے تناقض پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تعجب کرنے کا کہا گیا ہے۔ چنانچہ مشرکین کبھی کہتے محمد شاعر ہے، کبھی کہتے جادوگر ہے اور بسا اوقات آپ کو مجنون کہہ دیتے، یہاں تک کہ یہ اقوال اور امور عجیبہ ضرب الامثال کے قائم مقام ہوگئے۔ (دوم) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کی تجویز وتصور سے بدر جہا افضل عطا کرتا۔ یہی مضمون آگے آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ:...... اللہ تعالیٰ بزرگی وعظمت والا ہے، بڑائی اور جلال والا ہے، وہ اگر چاہے تو مشرکین کی ذکر کردہ دنیوی نعمتوں سے کہیں بہتر آپ کو عطا کرسکتا ہے۔ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: اگر چاہے وہ آپ کو باغات عطا کرسکتا ہے جس کی نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں۔ صرف ایک باغ نہیں جیسا کہ کفار کا خیال ہے۔ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا: باغات کے ساتھ آپ کو اونچے عالیشان محلات بھی عطا کرسکتا ہے جیسا کہ دنیوی بادشاہوں کے محلات ہوتے ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں: جب مشرکین مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فقر وفاقہ کی عار دلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غمزدہ ہوگئے، جبرائیل امین آپ کی تسلی کے لیے تشریف لائے، جبرائیل امین اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپس میں باتیں کر رہے تھے، یکایک آسمان کا دروازہ کھلا، جبرئیل امین بولے: اے محمد! خوش ہوجائیں، یہ داروغۂ جنت رضوان ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے تمہارے اوپر راضی ہونے پر آیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو داروغہ نے سلام کیا اور کہا: آپ کے پروردگار نے آپ کو دو چیزوں میں اختیار دیا ہے یہ کہ آپ چاہیں تو نبی ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی ہوسکتے ہیں اور چاہیں تو نبی ہونے کے ساتھ اللہ کے بندے ہوں۔ فرشتے کے ساتھ زمین پر نور بھی اترا جس کی چمک سے جہاں روشن ہوگیا...... پھر کہا: یہ رہیں زمین کے خزانوں کی چابیاں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جبرائیل امین کی طرف دیکھا جیسے کوئی مشورہ لینے والا مشورہ دہندہ کی طرف دیکھتا ہے۔ جبرائیل امین نے ہاتھ کے اشارے سے تواضع اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بلکہ میں پیغمبر اللہ کا بندہ رہنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ [1]

---

[1] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۴۴۴

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ:...... بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا ہوا ہے۔

قیامت کا آنا اٹل ہے

وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا:...... جس شخص نے آخرت کو جھٹلایا اس کے لیے ہم نے سخت بھڑکنے والی آگ تیار کر رکھی ہے۔ طبری کہتے ہیں: آیت کا معنی یہ ہے کہ: مشرکین نے اس وجہ سے اللہ کے احکام اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کی تکذیب نہیں کی کہ آپ کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے ہیں، بلکہ اس وجہ سے انہوں نے تکذیب کی ہے کہ وہ آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ جھٹلانے والے کے لیے ہم نے آگ تیار کر رکھی ہے جو سخت بھڑک والی ہے۔[1]

کفار کے لیے جہنم کا جوش وغضب

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ: جب جہنم ان مشرکین کو دور سے دیکھے گی۔ یہ فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت کا ہوگا۔ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا: اس کی شعلہ زنی اور بھڑک کی آواز سنیں گے۔ جیسے غصے سے بھرے ہوئے شخص کا سینہ غصے سے ابل پڑتا ہے۔ اور وہ جہنم کی آواز گدھے کی سی آواز سنیں گے، اس آواز کو زفیر کہا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جہنمی کو دوزخ کی طرف کھینچا جائے گا، دوزخ اس کی طرف ایسی آواز نکالے گی جیسے جو کو دیکھ کر خچر آواز نکالتا ہے، یہ بپھرنے اور پھنکارنے کی آواز ہوگی، ہر جہنمی اس منظر کا سامنا کرے گا۔ آیت کریمہ میں رویت کو "بعد" کے ساتھ مقید کیا گیا ہے، جہنم کی ہولناکی کو اور زیادہ نمایاں کرنے کے لیے۔ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا: جب انہیں دوزخ میں نہایت تنگ مقام میں پھینکا جائے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: وہ جگہ دوزخیوں پر ایسے تنگ پڑ جائے گی جیسے نیزے کا نچلا لوہا نیزے میں تنگ پڑ جاتا ہے۔[2] مُّقَرَّنِيْنَ: باندھے ہوئے ہوں گے۔ یعنی ان کے ہاتھ گردن کے ساتھ زنجیروں سے جکڑے ہوں گے۔ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا: اس سنگین مقام میں وہ اپنے آپ کو تباہی وہلاکت کی بددعائیں دیں گے، اور کہیں گے: ہائے ہماری ہلاکت! ہلاکت کی تمنا کرتے ہوئے ہلاکت وموت کو پکاریں گے۔ تاکہ موت سے زیادہ سنگین صورت حال سے بچ جائیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ موت سے زیادہ سخت وہ حالت ہوتی ہے جس کے پیش آنے پر موت کی تمنا کی جائے۔ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا: دوزخیوں سے کہا جائے گا: آج تم اپنے آپ کے لیے صرف ایک بار ہلاکت وموت کو نہ پکارو، بلکہ کئی بار پکارو۔ بلاشبہ تم جس شدید عذاب میں مبتلا ہو وہ بار بار موت کو پکارنے کا موجب ہے۔ آیت میں دوزخیوں کی پکار کا جواب نہ ملنے کی مایوسی بھی ہے۔

مومنین کے انعامات

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ:...... اے محمد! ان لوگوں سے بطور تہکم کہہ دیجیے کہ کیا یہ دہکتی ہوئی آگ اچھی ہے یا ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: اے محمد! بدحال لوگوں کی حالت ہم نے آپ سے بیان کی ہے جو نہایت ترش روئی، بپھرنے اور پھنکارنے کی سنگین حالت میں جہنم کا سامنا کریں گے۔ اور انہیں نہایت تنگ جگہوں میں جکڑ کر ڈالا جائے گا جہاں وہ نہ ہی حرکت کر سکیں گے اور نہ ہی وہاں سے ان کی جان چھوٹ سکے گی، کیا یہ دوزخ اچھی ہے یا پھر ہمیشہ رہنے کی جنت؟ بھلا کیا کوئی عقلمند یوں کہہ سکتا ہے کہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا ایلوا؟ ڈانٹ دینے کے لیے یہ اسلوب اچھا ہے، جیسے کوئی مالک اپنے غلام کو مال دے وہ مال لے کر سرکشی اور حماقت پر اتر آئے پھر مالک اسے سزا دے اور کہے: کیا یہ سزا اچھی ہے یا وہ انعام واکرام؟[3]

---

[1] الطبری ۱۸/۱۴۰ [2] البحر ۶/۴۸۵ [3] التفسیر الکبیر ۲۴/۵۷

كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا:...... یہ جنت ان کا انعام، بدلہ اور ٹھکانا ہوگی۔ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ: ان کے لیے جنت میں وہ تمام نعمتیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں ٹھہرے رہیں گے، ان پر کبھی زوال نہیں آئے گا اور نہ ہی ان کے ٹھہرنے کی کوئی مقررہ موت ہوئی جو بیت جائے۔ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا: یہ اچھا بدلہ، وعدہ ہے جو عظمت وجلال والی ذات نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ وہ ذات اس لائق ہے کہ اس سے مانگا جائے اور اس سے سوال کیا جائے اور یہ وعدہ ایسا ہے کہ سبقت لے جانے والے اسی کو ہدف مقرر کر کے ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

باطل معبودوں سے سوال

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ:...... اس خوفناک دن یعنی روز قیامت کو یاد کرو، جب اللہ تعالیٰ کفار کو، بتوں کو اور ہر اس چیز کو جس کی بتوں کے علاوہ پوجا کی جاتی ہو جیسے فرشتے اور مسیح علیہ السلام کو جمع کیا جائے گا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت سے مراد حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر علیہما السلام اور فرشتے ہیں۔ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ: اللہ تعالیٰ معبودین سے کہے گا: کیا تم نے ان لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دی تھی؟ ایسا کفار کو ڈانٹ پلانے کے لیے کیا جائے گا۔ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ: یا انہوں نے سیدھا راستہ گم کردیا اور اپنی طرف سے تمہاری عبادت شروع کردی۔

باطل معبودوں کا جواب

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ:...... معبودین پوچھی گئی بات پر تعجب کرتے ہوئے کہیں گے: یا اللہ! تو شرکاء سے پاک ہے۔ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ: ہمارے لیے اور مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی روا نہیں کہ وہ تیرے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے۔ اور یہ کہ تیرے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرائے۔ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ: لیکن تو نے ان پر اور ان کے آباؤ اجداد پر نعمتوں کی بارش کی ہے، ان پر نعمتوں کا شکر بجالانا اور پیغمبروں کی تعلیمات پر ایمان لانا واجب ہے۔ یہی چیز تیری یاد اور شکر سے اعراض کا باعث وسبب بنی ہے۔ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا: اور یہ ہلاک ہوجانے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کفار سے بطور توبیخ کہے گا: فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ: تمہارا یہ کہنا کہ یہ تمہارے معبود ان ہیں، سو انہوں نے تمہاری اس بات کی تکذیب کردی ہے۔ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا: اے کفار! تم عذاب کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، اور نہ ہی اس مصیبت وبلا سے اپنے آپ کی مدد کرسکتے ہو۔ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا: تم میں سے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا، ہم اسے آخرت میں شدید عذاب چکھائیں گے۔

تمام انبیا بشر تھے

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ:...... اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے جو پیغمبر بھی مبعوث کیے وہ کھاتے پیتے تھے، تلاش معاش اور تجارت کے لیے وہ بازاروں میں آتے جاتے تھے، آپ سے پہلے پیغمبروں کی یہ سنت رہی ہے، بھلا کفار آپ پر ان طبعی امور کا الزام کیوں دیتے ہیں۔ یہ آیت کفار کے اس اعتراض کا جواب ہے۔

تم ایک دوسرے کے لیے آزمائش ہو

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ۔ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ:...... ہم نے بعض لوگوں کو بعض دوسرے لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مالدار کو فقیر کے ساتھ آزماتا ہے اور شریف کو کمتر سے آزماتا ہے۔ صحت مند کو مریض سے آزماتا ہے۔ تاکہ تمہارے صبر کا امتحان لے اور تمہارے ایمان کو جانچے آیا کہ تم شکر کرتے ہو یا کفر کرتے ہو۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نابینا کہتا ہے اگر اللہ چاہے مجھے فلاں شخص کی طرح صاحب بصارت بنادے، فقیر کہتا ہے: اگر اللہ چاہے مجھے فلاں شخص کی طرح مالدار بنادے، بیمار کہتا ہے: اگر اللہ چاہے

مجھے فلاں شخص کی طرح صحت مند کر دے۔ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون صبر کرتا ہے، کون بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے، کون شکر کرتا ہے اور کون کفر پہ اتر آتا ہے۔

بلاغت:...... یہ آیات اپنے اندر بلاغت و بدیع کے مختلف پہلو لیے ہوئے ہیں، ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

عَلٰى عَبْدِهٖ:...... میں اضافت تشریف کے لیے ہے، نام نہ ذکر کرنے میں تعظیم و تشریف ہے۔ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا: میں دو اوصاف میں سے ایک وصف پر اکتفا کیا گیا ہے۔ وصف انذار پر کفار کی مناسبت سے اکتفا کیا گیا ہے۔ يَخْلُقُوْنَ يُخْلَقُوْنَ: میں تجنیس ناقص ہے۔ صیغہ کے تغایر کی وجہ سے تجنیس ناقص ہے۔ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا: اور مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً: میں طباق ہے۔ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ: میں استفہام برائے تحقیر ہے۔ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ دوزخ کے بھڑکنے کی آواز کو سخت غیظ و غضب والے انسان کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ زفیر وہ آواز ہے جو پیٹ سے غصے کے وقت نکلتی ہے۔ دوزخ کی آگ کے بپھرنے اور بھڑکنے کی حالت کو اس تمثیل سے واضح کیا گیا ہے جیسے سخت غصے میں بپھرے ہوئے شخص کے منہ سے آواز نکلتی ہے۔ اَرْسَلْنَا الْمُرْسَلِيْنَ: میں جناس اشتقاق ہے۔ تَصْبِرُوْنَ ۚ بَصِيْرًا: میں تجنیس غیر تام ہے، چوں کہ حروف کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر ہے۔

لطیفہ: تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ:...... میں اللہ تعالیٰ نے اس امر پر متنبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو مصلحت کے مطابق عطا کرتا ہے، کسی پر علوم و معارف کے دروازے کھول دیتا ہے اور اس پر دنیا کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ جب کہ دوسرے پر رزق کے دروازے کھول دیتا ہے اور اسے علم و فہم سے محروم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

(اٹھارویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک نسیم)

پارہ نمبر ۱۹ ...... وَقَالَ الَّذِيْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ
اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ
حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ
خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ
يَوْمَئِذِ ٍالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ
يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ
عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي
اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ
هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ
بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ
يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى
الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ
فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا
لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا
لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا
يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ: ...... اوران لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہ نازل کیے گئے یا یہ کیوں نہ ہوا کہ ہم رب کو دیکھ لیتے، بلاشبہ انہوں نے اپنے نفسوں کو بڑا سمجھا اور انہوں نے بڑی سرکشی اختیار کی۔﴿۲۱﴾ جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرمین کے لیے کوئی بشارت کی چیز نہیں ہوگی، اور وہ کہیں گے ہٹاؤ اور بچاؤ۔﴿۲۲﴾ اور انہوں نے جو بھی عمل کیے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر فضا میں نظر آنے والے مٹی کے باریک ذرات بنادیں گے۔﴿۲۳﴾ اس دن جنت والے بہتر ہوں گے ٹھہرنے کی جگہ کے اعتبار سے اور آرام کرنے کی جگہ کے اعتبار سے۔﴿۲۴﴾ اس وقت کو یاد کرو جب آسمان بادلوں سے پھٹ جائے گا اور بکثرت فرشتے نازل کیے جائیں گے۔﴿۲۵﴾ آج ملک رحمن ہی کے لیے ہے، اور یہ دن کافروں پر سخت ہوگا۔﴿۲۶﴾ اور اس دن کو یاد کرو جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹے گا اور یوں کہے گا کہ کاش!

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ راستہ بنالیتا۔ ۲۷ ہائے میری بربادی کاش! میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا۔ ۲۸ البتہ اس نے مجھے اس کے بعد ذکر سے ہٹادیا جبکہ میرے پاس ذکر آ گیا تھا اور شیطان انسان کو بے یارو مددگار چھوڑنے والا ہے۔ ۲۹ اور رسول اللہ ﷺ کا کہنا ہوگا کہ اے رب! میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا۔ ۳۰ اور اسی طرح ہم نے مجرم لوگوں میں ہر نبی کے لیے دشمن بنائے ہیں اور ہدایت دینے اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔ ۳۱ اور کافروں نے کہا کہ ان پر قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نازل نہ کر دیا گیا، ہم نے اسی طرح نازل کیا ہے، تا کہ اس کے ذریعے ہم آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے۔ ۳۲ اور یہ لوگ آپ کے سامنے کیسا ہی عجیب سوال کریں ہم ضرور اس کا ٹھیک جواب خوب وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو عطا کر دیں گے۔ ۳۳ جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے یہ لوگ جگہ کے اعتبار سے بھی بدترین ہیں اور طریقے میں بھی بہت گمراہ ہیں۔ ۳۴ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی کو وزیر بنادیا۔ ۳۵ پھر ہم نے دونوں کو حکم دیا کہ اس قوم کی طرف چلے جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، پھر ہم نے اس قوم کو بالکل ہی ہلاک کر دیا۔ ۳۶ اور ہم نے قوم نوح کو ہلاک کیا جبکہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا، ہم نے انہیں غرق کر دیا اور ان کو لوگوں کے لیے عبرت بنادیا، اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ ۳۷ اور ہم نے عاد اور ثمود کو اور اصحاب الرس کو اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو ہلاک کیا۔ ۳۸ اور ان میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے امثال بیان کیں، اور ہر ایک کو ہم نے پوری طرح ہلاک کر دیا۔ ۳۹ بلاشبہ یہ لوگ اس بستی پر گزرے ہیں جس پر بری بارش برسائی گئی کیا یہ اسے نہیں دیکھتے رہے، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ موت کے بعد اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے۔ ۴۰

ربط: ...... قبل ازیں بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین نے محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور قرآن عظیم کی تکذیب کی اس کے ساتھ ساتھ مشرکین کے کچھ اور جرائم بھی بیان کیے گئے۔ پھر بعض انبیا کے قصے ذکر کیے گئے ہیں اس کے ساتھ انبیا کو جھٹلانے والی اقوام پر نازل ہونے والے عذاب کا بھی ذکر ہوا ہے۔ قصص انبیاء میں رسول کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے۔

لغات: حِجْرًا: ...... حاء کی کسرہ کے ساتھ۔ بمعنی حرام۔ حجرہٗ: یعنی فلاں نے اس کو منع کیا، روک دیا۔ شاعر کہتا ہے:

ألا أصبحت أسماء حجرًا محرمًا — خبردار اسماء حرام و ممنوع ہو چکی ہے۔

هَبَآءً: ...... ابو عبیدہ کہتے ہیں: الھباء وہ غبار ہوتا ہے جو روشن دان میں سورج کی کرن میں اڑتا دکھائی دیتا ہے۔ مَّنْثُوْرًا: بکھری ہوئی چیز۔ مَقِيْلًا: المقیل: قیلولہ کا وقت۔ قیلولہ دوپہر کے وقت کی استراحت کو کہا جاتا ہے۔ تَبَّرْنَا: التتبیر، التکسیر: ٹکڑے ٹکڑے کرنا، ہلاک کرنا۔

شان نزول: ...... عقبہ بن ابی معیط، ابی بن خلف کا دوست تھا، ایک مرتبہ عقبہ نے ولیمے کا انتظام کیا جس میں قریش کے ساتھ رسول کریم ﷺ کو بھی مدعو کیا، جب حاضرین کے سامنے کھانا رکھ دیا گیا تو رسول کریم ﷺ نے کہا: میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا یہاں تک کہ تم میرے رسول ہونے کی گواہی نہ دے دو۔ چنانچہ عقبہ نے گواہی دے دی۔ رسول کریم ﷺ نے کھانا تناول فرمایا: جب ابی بن خلف کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اس نے اپنے دوست عقبہ سے کہا تم نے اپنا دین بدل دیا؟ اس نے جواب دیا: میں نے اپنا دین نہیں بدلا البتہ میرے پاس ایک بڑا آدمی آیا تھا اس نے میرا کھانا کھانے سے انکار کیا یہاں تک کہ میں اس کی رسالت کا اقرار نہ کرلوں، عقبہ سے ابی نے کہا: اب تیرا سامنا کرنا میرے لیے حرام ہے الا یہ کہ تم محمد کو دیکھو اور اس کے منہ پر تھوک نہ دو اور اس کی گردن نہ روند ڈالو۔ اس طرح کی گستاخانہ باتیں کیں۔ اللہ کے دشمن نے اپنے دوست کا کہنا مانا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۞ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۞

کفار کی جاہلانہ فرمائشیں

تفسیر: وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا: ...... مشرکین جنہیں ہم سے کسی وقت ملنے کی توقع ہی نہیں اور جو دوبارہ زندہ کیے جانے کی تکذیب پر عذاب سے ڈرتے ہی نہیں کہتے ہیں۔ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ: ہمارے اوپر فرشتے کیوں نازل نہیں کیے جاتے جو ہمیں محمد کی سچائی کی

خبر دیں۔ اَوۡ نَرٰی رَبَّنَا: یا ہم سر عام اللہ کو دیکھ لیں جو ہمیں خبر دے کہ محمد اس کے پیغمبر ہیں۔ ابو حیان کہتے ہیں: یہ سب بغض و عناد کی وجہ سے تھا، ورنہ کیا وجہ تھی معجزات ان کے لیے کافی نہیں تھے؟ لَقَدِ اسۡتَكۡبَرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ: حقیقت میں انہوں نے ایسی بات کر کے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا ہے اور انہوں نے ایسی بات کا مطالبہ کیا ہے جو کسی طرح بھی ان کے مناسب نہیں۔ وَعَتَوۡ عُتُوًّا كَبِيۡرًا: انہوں نے ظلم و سرکشی میں حد کو تجاوز کر دیا ہے۔

آخرت میں کفار کی حالت

يَوۡمَ يَرَوۡنَ الۡمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشۡرٰى يَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِيۡنَ:...... جس دن مشرکین فرشتوں کو دیکھیں گے جب بوقت موت ان کی روحوں کو قبض کرنے نازل ہو رہے ہوں گے اس دن مجرموں کے لیے کوئی خوشخبری نہیں ہوگی بلکہ ان کے لیے رسوائی، مایوسی اور خسارہ ہوگا۔ وَيَقُوۡلُوۡنَ حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا: فرشتے مشرکین سے کہیں گے: تمہارے اوپر جنت، بشارت اور بخشش حرام کر دی گئی ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس امر کی تصدیق موت کے وقت ہو جاتی ہے جب مشرکین کو فرشتے دوزخ کی خبر دیتے ہیں۔ فرشتے کافر سے اس کی روح نکلتے وقت کہتے ہیں: اے گندی جان! گندے جسم سے نکل جا۔ گرم لو، کھولتے پانی اور دہکتی آگ کے سائے کی طرف نکل جا! روح نکلنے سے انکار کر دیتی ہے اور بدن میں متفرق ہو جاتی ہے پھر فرشتے کافر کے بدن پر لوہے کے ہتھوڑے برساتے ہیں۔ بخلاف مؤمنین کے، چنانچہ جب مؤمنین کی روح قبض کی جاتی ہے تو انہیں اچھے انجام اور مسرت کی خوشخبریاں سنائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝ (سورہ فصلت، آیت ۳۰)
ان پر فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے خوفزدہ نہ ہو اور غم نہ کھاؤ، تمہیں جنت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔[1]

کفار کے اعمال کی حقیقت

وَقَدِمۡنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ:...... اور ہم کفار کے ان اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جنہیں وہ نیکی اور اچھائی کے اعمال سمجھتے تھے۔ جیسے مسکینوں کو کھانا کھلانا، صلہ رحمی وغیرہ، ان کا خیال تھا کہ یہ اعمال اللہ کے قریب کرتے ہیں۔ فَجَعَلۡنٰهُ هَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا: ہم نے ان کے اعمال کو ہوا میں اڑتے غبار کی طرح بے حیثیت کر دیا، چوں کہ ان اعمال کا دارومدار ایمان پر نہیں تھا۔ امام طبری کہتے ہیں: یعنی ہم نے ان کے اعمال کو باطل کر دیا چوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے یہ اعمال نہیں کیے۔ انہوں نے تو شیطان کے لیے اعمال کیے ہیں۔ الۡهَبَآءَ: وہ غبار جو روشن دان میں سورج کی کرن میں دکھائی دیتا ہے۔ الۡمَنۡثُوۡرًا: بکھرا ہوا۔[2]

قرطبی کہتے ہیں: کفر کے سبب اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعمال اکارت کر دیے، حتیٰ کہ بکھرے ہوئے غبار کی مانند بے حیثیت ہو گئے۔[3] اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ يَوۡمَئِذٍ خَيۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا: اس سے قبل کفر کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ کلی خسارے اور دائمی رسوائی میں ہیں۔ اب اس آیت میں اہل جنت کے اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں کہ انہیں کمال مسرت اور خوشی حاصل ہوگی۔ دراصل اس امر پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ حقیقت میں سعادت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے۔ آیت کا معنی ہے کہ قیامت کے دن اہل جنت کی قیام گاہ کفار سے اچھی ہوگی۔[4] وَّاَحۡسَنُ مَقِيۡلًا: اور ان کی آرام گاہ بھی کفار سے اچھی ہوگی، جس میں وہ قیلولہ کے وقت پورا نفع اٹھائیں گے۔ دوپہر کے وقت استراحت کو قیلولہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مؤمنین جنت الفردوس اور دائمی نعمتوں میں عیش و عشرت سے زندگی کا لطف اٹھائیں گے۔ جب کہ کفار دوزخ کی کھائیوں میں پڑے ہوں گے۔ ابن مسعود کہتے ہیں: قیامت کے دن دوپہر نہیں ہونے پائے گی یہاں تک کہ اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے اور اہل دوزخ دوزخ میں۔

---

[1] ابن کثیر ۲/ ۲۲۸ [2] الطبری ۱۹/ ۳ [3] القرطبی ۱۳/ ۲۲۔ عصر حاضر میں بھی غیر مسلم بڑے بڑے فلاحی کام کرتے ہیں جن کا مقصد محض شہرت ہے۔ اعمال کا دارومدار ایمان پر ہے۔ [4] آیت میں بہتری مفاضلت کے لیے نہیں ہے آیت میں اہل جنت کا حال بیان کرنا مقصود ہے۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ:...... اس دہشت والے دن کو یاد کرو جب آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ جائے گا، اس بدلی نے فضا کو آلودہ کر رکھا ہوگا اور تاریکی سی چھائی ہوگی، جس کی وجہ سے دلوں پر ماندگی چھائی ہوگی۔ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا: اور بکثرت فرشتے اتارے جائیں گے جو محشر میں مخلوق کو گھیرے میں لے لیں گے۔

رحمٰن کی بادشاہی

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ:...... اس دن بادشاہت صرف اور صرف ایک اللہ کی ہوگی، جس کے آگے تمام بادشاہ جھکے ہوں گے، چہرے خم ہوں گے اور جابروں کی گردنیں جھکی ہوں گی۔ اس دن اللہ کے سوا کسی کی بادشاہت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ (سورہ غافر، آیت ۱۶)

آج کے دن بادشاہت کس کی ہے، صرف ایک اللہ کی جو زبردست غلبے والا ہے۔

وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا:...... کافروں پر یہ دن بڑا سخت ہوگا۔ ابوحیان کہتے ہیں آیت میں دلیل ہے کہ یہ دن مؤمنین پر آسان ہوگا چنانچہ حدیث میں ہے: مؤمن پر یہ دن ہلکا ہوگا حتیٰ کہ دنیا میں اس کی پڑھی ہوئی نماز سے بھی خفیف ہوگا۔[۱]

کافر کی انتہائی حسرت وندامت

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ:...... اس دن کو یاد کرو جب ظالم کو اپنے اوپر سخت ندامت ہوگی اور حسرت میں ڈوب جائے گا، ہاتھوں کا کاٹنا کنایہ ہے حسرت وندامت سے۔ آیت میں ظالم سے مراد۔ عقبہ بن ابی معیط ہے۔ جیسا کہ سبب نزول میں گزر چکا ہے۔ لیکن آیت کا مضمون ہر ظالم کو عام ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس ظالم کی ندامت کی خبر دی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے سے جدا ہو جائے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے سے ہٹ کر کسی اور راستے کا اپنے لیے انتخاب کرلے۔ چنانچہ روز قیامت ظالم کو ندامت ہوگی لیکن اس دن ندامت کوئی نفع نہیں پہنچائے گی۔ حسرت وافسوس میں اپنے ہاتھ کاٹنے لگے گا، برابر ہے کہ آیت کریمہ عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی یا کسی اور کے بارے میں، اس کے مضمون میں عموم ہے۔ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا: ظالم کہے گا: اے کاش! میں نے پیغمبر کی پیروی کی ہوتی اور اس کے ساتھ ہدایت کا راستہ اختیار کیا ہوتا، اور آج مجھے عذاب سے نجات مل جاتی۔ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا: ہائے میری ہلاکت ہائے، میری حسرت! اے کاش! میں فلاں شخص کی مصاحبت اختیار نہ کرتا اور اسے اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ ''فلاں'' کا لفظ کنایہ ہے اس شخص سے جس نے اسے گمراہ کیا۔ اور وہ ابی بن خلف ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت میں اس بدبخت کا نام نہیں لیا گیا بلکہ کنایۃً تعبیر کیا گیا ہے تاکہ آیت کے مضمون میں عموم آجائے۔[۲] لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ: حقیقت میں اس نے مجھے ہدایت اور ایمان سے ہٹا دیا بعد اس کے کہ میں ہدایت پر آچکا تھا اور ایمان لے آیا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا: شیطان انسان کو گمراہ کر دیتا ہے، پھر آزمائش اور مصیبت کے وقت انسان سے بیزاری کا اعلان کر دیتا ہے، اسے مصیبت سے نہیں نکالتا اور نہ ہی اس کی مدد کرتا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکایت

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا:...... جب مشرکین نے قرآن عظیم کے متعلق زیادہ طعنے دینے شروع کر دیے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنگ دل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کی شکایت کی۔ آیت کا معنی ہے: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اے میرے پروردگار! قریش نے قرآن عظیم کو جھٹلا دیا ہے۔ اس پر ایمان نہیں لائے بلکہ اسے پشت پیچھے ڈال دیا ہے اور اس کے سننے سے اعراض کرتے ہیں۔

---

[۱] البحر ۶/ ۴۹۵۔ والحدیث اخرجہ احمد۔ قیامت کے دن نفسانفسی کا عالم ہوگا لوگ پسینے سے شرابور ہوں گے اور پھر مؤمنین کے لیے خفیف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کافر پر جتنا گراں اور سخت گزرے گا اس کے مقابلہ میں مؤمن کے لیے کچھ نہیں ہوگا۔ [۲] القرطبی ۱۲/ ۲۶

مفسرین کہتے ہیں: اس قول کی حکایت سے مقصد مشرکین کے عقیدے کی خبر دینا نہیں بلکہ مقصود آپ ﷺ کی شکایت کو عظیم تر قرار دینا ہے اور قوم کو ڈرسنانا ہے، چوں کہ انبیائے کرام جب اللہ تعالیٰ سے قوم کی شکایت کرتے ہیں تو قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے اور انہیں مہلت نہیں ملتی۔[1]

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ: جیسے ہم نے تمہاری قوم کے مشرکین میں سے تمہارے دشمن بنائے ہیں اسی طرح ہر نبی کی قوم کے کفار میں سے اس کے لیے دشمن بنائے، آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ انبیائے کرام کے نمونہ پر ہیں۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا: اے محمد! تمہارا رب ہدایت دینے والا اور کافروں کے خلاف تمہاری مدد کرنے والا کافی ہے، جو شخص آپ سے دشمنی کرے اسے خاطر میں نہ لائیں۔

قرآن کے یک بارگی نازل نہ ہونے پر کفار کی شبہات

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا:...... کفار مکہ کہتے ہیں: لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً: محمد پر قرآن ایک ہی بار سارے کا سارا کیوں نازل نہیں ہوا؟ جیسے تورات وانجیل یک بارگی نازل ہوئیں، اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس شبہ کا یوں ازالہ فرمایا۔

قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمت

كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ:...... ہم نے تھوڑا تھوڑا قرآن اس لیے نازل کیا تا کہ تحمل قرآن پر آپ کا دل قوی رہے اور آپ اسے اچھی طرح محفوظ کرلیں اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کریں۔ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا: اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر اکر اتارا۔ قتادہ کہتے ہیں: یعنی ہم نے اسے واضح کر دیا۔ امام رازی کہتے ہیں: ترتیل کا معنی ہے کہ ٹھہر ٹھہر کے مہلت کے ساتھ کلام لانا۔ دانتوں کے درمیان وقفے کو بھی ترتیل کہا جاتا ہے۔[2] طبری کہتے ہیں: ترتیل قرأت۔ ٹھہر ٹھہر کر وقفے کے ساتھ پڑھنے کو کہا جاتا ہے۔ یعنی ہم نے تمہیں ایک چیز کے بعد دوسری چیز کی تعلیم دی تا کہ تم اسے یاد کرلو۔[3]

قرآن میں تمام شبہات کا جواب

وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ:...... یہ کفار آپ کے سامنے کیسا ہی عجیب شبہ اور حجت پیش کریں جو آپ کے خلاف ہو یا قرآن پر ردو قدح کا باعث ہو، مگر اے محمد! ہم آپ کے پاس صاف واضح حق لے کر آئیں گے اور چمکتا نور لے کر آئیں گے جو باطل کو تہس نہس کر دے گا۔ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا: جو اچھی وضاحت و تفصیل والا ہوگا۔ اس کے بعد مشرکین کا حال بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ: جن لوگوں کو چہروں کے بل گھسیٹا اور کھینچا جائے گا دوزخ کی طرف۔ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا: ان کی منزل اور ٹھکانا بہت برا ہوگا۔ ان کا راستہ اور دین بہت خراب اور گمراہ کن ہے۔ حدیث میں ہے: عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! قیامت کے دن کافر کو چہرے کے بل کیسے گھسیٹا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو ذات کافر کو ٹانگوں کی بل چلانے پر قادر ہے۔ وہ سر کے بل بھی چلانے پر قادر ہے۔[4]

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انبیا کے قصص ذکر کیے ہیں جن میں رسول کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے اور کفار مکذبین کو ڈرایا جارہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ: بخدا! ہم نے موسیٰ کو تورات عطا کی۔ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا: ہم نے ان کے بھائی ہارون کے ساتھ ان کی معاونت کی چنانچہ ہم نے ہارون کو موسیٰ کا وزیر، حمایتی اور مددگار بنایا۔ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا: فرعون اور اس کی قوم کے پاس نشانیاں اور کھلے معجزات لے کر جاؤ۔ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا: ہم نے انہیں ہلاک کیا چوں کہ انہوں نے ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً: اور ہم نے طوفان میں نوح کی قوم کو غرق کیا چوں کہ انہوں نے اپنے پیغمبر نوح

---

[1] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/۴۵۱ [2] التفسیر الکبیر ۲۴/۷۹ [3] الطبری ۱۹/۸ [4] اخرجہ اصحاب السنن

کی تکذیب کی اور ہم نے ان کو عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نشان عبرت بنایا۔ ابو مسعود کہتے ہیں: آیت کریمہ میں الرُّسُلَ: جمع کا صیغہ لایا گیا ہے حالاں کہ قوم نوح نے تو صرف ایک نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی۔ چوں کہ ایک پیغمبر کی تکذیب تمام پیغمبروں کی تکذیب کو مستلزم ہے، اس لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ کیونکہ تمام پیغمبروں کی دعوت توحید و اسلام ہے۔[1] وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا: ہم نے ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جو دنیا کے عذاب کے علاوہ ہوگا۔

اصحاب الرس کون تھے؟

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ:...... اور ہم نے عاد ثمود اور کنوئیں والوں کو ہلاک کیا۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں: اصحاب الرس: ایک قوم تھی جو بتوں کو پوجتی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث کیا قوم نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی، ایک دن قوم کنوئیں کے کنارے جمع تھی، کنوئیں سے زور سے پانی ابل پڑا وہ سب اس میں ڈوب گئے اور ان کی پوری بستی تباہ ہوگئی۔[2] وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا: اور بہت ساری قومیں اور کثیر مخلوق جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ سب پیغمبروں کو جھٹلانے والے تھے، ہم نے انہیں ہلاک کیا۔ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ: ان سب کے لیے ہم نے حجتیں بیان کیں اور دلائل واضح کیے تاکہ ہم انہیں ڈرائیں اور اتمام حجت ہو جائے۔ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا: ہم نے سب کو ہلاک اور تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ یعنی جب مواعظ سے وہ راہ راست پر نہ آئے تو ہم نے انہیں تباہ کر دیا۔ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ: قریش اس تباہ شدہ بستی سے گزر کر سوئے شام تجارت کے لیے جاتے ہیں۔ بستی سے مراد، سدوم ہے جو قوم لوط کی بستی تھی، ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی اور وہ بری طرح ہلاک ہوئے۔ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا: عبرت نہ پکڑنے پر قریش کی توبیخ کی جا رہی ہے۔ یعنی کیا یہ اسفار کے دوران تباہ شدہ بستیوں کو دیکھ کر عبرت نہیں حاصل کرتے؟ کہ پیغمبروں کی تکذیب کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مخالفت کی وجہ سے انہیں تباہی کا شکار ہونا پڑا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قریش تجارت کی غرض سے شام جاتے وقت مدائن سے گزر کر جاتے تھے اور یہ قوم لوط کی بستی تھی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ﴿۱۳۷﴾ (سورۃ الصافات، آیت ۱۳۷)

بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا:...... حقیقت میں یہ عبرت نہیں پکڑتے، چوں کہ یہ قیامت کے دن لوٹ کر جانے پر یقین نہیں رکھتے۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بلاغت کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ ان میں سے کچھ مختصراً حسب ذیل ہیں:

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ:...... میں ترجی ہے، کیونکہ لَوْلَآ: ھلا کے معنی میں ہے جو ترجی کے لیے آتا ہے۔ عَتَوْ عُتُوًّا: اور حِجْرًا مَّحْجُوْرًا: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ: میں نفی جنس کے ساتھ مبالغہ ہے۔ آیت کا معنی ہے: مجرمین کو اس دن بشارت نہیں سنائی جائے گی جب کہ مذکورہ عبارت مبالغہ پیدا کرنے کے لیے لائی گئی ہے۔ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا: میں تشبیہ بلیغ ہے، یعنی جیسے فضا میں بکھرا غبار ہوتا ہے۔ وجہ شبہ حقارت اور عدم نفع ہے۔ وجہ شبہ اور حرف تشبیہ حذف کر دیا گیا ہے اس لیے تشبیہ بلیغ ہے۔ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ: میں لطیف کنایہ ہے۔ حسرت اور ندامت سے کنایہ ہے۔ جیسے فُلَانًا: کنایہ ہے گمراہ کرنے والے دوست سے۔ شَرٌّ مَّكَانًا: میں اسناد مجازی ہے، چوں کہ گمراہی جگہ کی طرف منسوب نہیں ہوتی بلکہ اس جگہ میں رہنے والوں کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

لطیف نکتہ:...... ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قرآن عظیم کو چھوڑنے کی پانچ صورتیں ہیں۔

① ...... سماعت قرآن اور ایمان بالقرآن۔

---

[1] ابوالسعود ۴/۹ [2] البضاوی ۲/۱۸

②...... قرآن پر عمل نہ کرنا اگرچہ اس پر ایمان لایا ہو اور اس کی تلاوت بھی کرتا ہو۔

③...... قرآن کے مطابق فیصلے نہ کرنا اور اسے حکم تسلیم نہ کرنا۔

④...... قرآن میں تدبر اور غور نہ کرنا اور اس کے معانی نہ سمجھنا۔

⑤...... تمام امراض قلب کے علاج کے لیے قرآن مجید سے شفا طلب نہ کرنا اور اس سے علاج نہ کرنا۔

یہ تمام صورتیں اس آیت میں داخل ہیں۔ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا: اگرچہ ان میں سے بعض صورتیں بعض دوسری صورتوں سے ہلکی اور اخف ہیں۔

وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ط أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴿٤١﴾ إِن كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا
لَوْلَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا ط وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ
إِلَٰهَهُ هَوَاهُ ط أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ط إِنْ هُمْ
إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ج وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ج
ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿٤٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ
لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ج
وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿٤٩﴾
وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿٥٠﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ
نَّذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ
فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ج وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا
فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ط وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ط
وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ
إِلَّا مَن شَاءَ أَن يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ط وَكَفَىٰ بِهِ
بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ﴿٥٨﴾ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ
عَلَى الْعَرْشِ ج الرَّحْمَٰنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا ﴿٥٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ ق
أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴿٦٠﴾

ترجمہ:......اور جب وہ آپ کو دیکھتے تو بس آپ کا مذاق ہی اڑاتے ہیں کیا یہی شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (۴۱) اس نے تو ہمیں معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جمے ہوئے نہ رہتے، اور جس وقت یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے اس بات کو جان لیں گے کہ کون شخص راہ سے ہٹا ہوا تھا۔ (۴۲) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا، سو کیا آپ اس کے وکیل ہیں۔ (۴۳) آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، یہ لوگ محض چوپایوں کی طرح سے ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔ (۴۴) اے مخاطب! کیا تو نے اپنے رب کی طرف نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیسے پھیلایا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ٹھہرا ہوا رکھتا، پھر ہم نے آفتاب کو اس پر علامت مقرر کیا۔ (۴۵) پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا۔ (۴۶) اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لیے رات کو لباس اور نیند کو آرام کی چیز بنایا اور دن کو پھیل جانے کا وقت بنایا۔ (۴۷) اور وہ ایسا ہے جس نے اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیج دیں، اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔ (۴۸) تاکہ ہم اس کے ذریعے مردہ زمین میں جان ڈال دیں، اور تاکہ یہ پانی ہم اپنی مخلوق میں سے چار پایوں کو اور بہت سے انسانوں کو پلا دیں۔ (۴۹) اور ہم اسے ان کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، لیکن اکثر لوگ ناشکری کے بغیر نہیں رہتے۔ (۵۰) اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔ (۵۱) سو کافروں کی بات نہ مانیے، اور اس کے ذریعے ان سے خوب بڑا مقابلہ کیجیے۔ (۵۲) اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو ملایا جن میں یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا ہے، اور یہ شور ہے کڑوا ہے، ان کے درمیان میں ایک حجاب بنا دیا۔ (۵۳) اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا فرمایا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنا دیا اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔ (۵۴) اور اللہ کو چھوڑ کر یہ لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ کچھ نفع پہنچا سکیں اور نہ انہیں کچھ ضرر دے سکیں، اور کافر اپنے رب کا مخالف ہے۔ (۵۵) اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (۵۶) آپ فرما دیجیے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا ہاں جو شخص یہ چاہے کہ اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔ (۵۷) اور آپ اسی ذات پر بھروسہ کیجیے جو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی، اور اس کی تسبیح وتحمید میں لگے رہیے اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہونے کی لیے کافی ہے۔ (۵۸) جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا فرمایا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، وہ بڑی مہربان ہے سو اس کی شان کسی جاننے والے سے دریافت کر لو۔ (۵۹) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو سجدہ کرنے کا تو ہمیں حکم دیتا ہے، اور ان کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے۔ (۶۰)

ربط وتعارف:......قبل ازیں قرآن عظیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مشرکین کے شبہات کا ذکر ہوا، اللہ تعالیٰ نے دلائل وبراہین قاطعہ سے ان پر رد کیا۔ اب ان آیات میں مشرکین کے استہزا اور تمسخر کا ذکر جو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمسخر کرتے تھے۔ چنانچہ مشرکین نے صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ کا استہزا بھی کیا، آپ کا مذاق اڑایا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت پر دلائل ذکر کیے ہیں۔

لغات: سُبَاتًا:......السبات: راحت: نیند کو سُبَاتًا: سے اس لیے تعبیر کیا جاتا ہے چوں کہ نیند سے بدن کو سکون اور راحت ملتی ہے السبت کا اصلی معنی قطع کرنا ہے۔ اسی سے السبت للیہود بھی ہے۔ چوں کہ ہفتے کے دن یہود اعمال منقطع کر دیتے تھے۔ نُشُوْرًا: النشور انتشار، حرکت۔ دن طلب معاش کے لیے منتشر ہونے کا سبب ہے۔ اَنَاسِیَّ: اِنْسِیٌّ کی جمع ہے جیسی کرسی کی جمع کراسی ہے۔ فراء کہتے ہیں: اِنْسِیٌّ اور اُنَاسِیّ بشر کا اسم ہے یہ اصل میں ''انسان'' تھا پھر نون کو یاء سے بدل دیا اور الف کو حذف کر دیا گیا۔ مَرَجَ: خلط کرنا۔ ملانا۔ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ: مضطرب اور خلط شدہ معاملہ۔ فُرَاتٌ: شیریں۔ اُجَاجٌ: شوریدہ، نمکین۔ بَرْزَخًا: رکاوٹ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ استہزا

تفسیر: وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا:......اے محمد! مشرکین جب آپ کو دیکھتے ہیں آپ کا مذاق اور تمسخر اڑانے میں لگ جاتے ہیں۔ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا: استہزا کے طور پر کہتے ہیں: کیا اس شخص کو اللہ نے رسول بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے؟ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا

لَوۡلَاۤ اَنۡ صَبَرۡنَا عَلَيۡهَا: یقیناً اس نے ہمیں اپنے معبودوں کی عبادت سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم اپنے معبودان کی عبادت پر قائم و دائم نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یوں رد کیا۔ وَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ حِيۡنَ يَرَوۡنَ الۡعَذَابَ مَنۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا: یہ وعید اور تہدید ہے۔ یعنی عنقریب آخرت میں جان لیں گے جب عذاب کا مشاہدہ کر لیں گے کہ کون سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا ہے اور کس کا دین گمراہی والا ہے۔ ان کا یا محمد کا؟

خواہش ان کا فدا ہے

اَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ:...... مشرکین کی گمراہی سے تعجب کیا جا رہا ہے۔ یعنی بتایئے کہ جس شخص نے خواہش نفس کو معبود بنا لیا اس کا کیا حال ہو سکتا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مشرک کسی پتھر کی پرستش کر رہا ہوتا اور وہ جب اس سے اچھا پتھر دیکھتا پہلے پتھر کو پھینک کر اسے اٹھا لیتا اور اس کی عبادت شروع کر دیتا۔ اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَيۡهِ وَكِيۡلًا: کیا خواہش نفس کی اتباع سے آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں؟ یہ اختیار آپ کو حاصل نہیں ہے۔ ابو حیان کہتے ہیں: یہ کفار کے ایمان سے مایوسی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ آپ ان پر افسوس نہ کریں۔ آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ دائمی منافع سے جاہل ہیں اور انجام پر ان کی نظر نہیں ہے جیسے چوپایہ بے خبر ہوتے ہیں۔ اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ: کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ مشرکین آپ کی بات ماننے کی نیت سے سنتے ہیں؟ یا وہ آپ کی بیان کردہ حجج اور براہین سمجھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر دال ہیں تب آپ انہیں در خور اعتنا سمجھتے ہیں اور ان کے ایمان کی طمع لگائے ہوئے ہیں۔

کفار چوپایوں سے بھی بدتر ہیں

اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا:...... وہ تو بس چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں اور ان کا انجام بہت برا ہے۔ چوں کہ چوپایے چراگاہوں کو پہچانتے ہیں اور اپنے مالکان سے بھی واقف ہوتے ہیں، جو ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اسے بھی جانتے ہیں۔ جب کہ مشرکین اپنے مالک کو نہیں پہچانتے اور نہ ہی حسن سلوک کرنے والے کو جانتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر مختلف دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سائے اور روشنی میں قدرت کے دلائل

اَلَمۡ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ الظِّلَّ:...... کیا تم اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب کاریگری اور اس کی قدرت کی طرف نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے سایہ کیسے پھیلایا اور دن کے وقت اسے کیسے پھیلا دیا حتیٰ کہ انسان مختلف اشیا کے سائے تلے دھوپ سے استراحت لیتے ہیں؟ اگر سایہ نہ ہوتا سورج کی تپش انسان کو جلا ڈالتی اور اس کی زندگی کو مکدر کر دیتی۔ وَلَوۡ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا: اگر اللہ چاہے تو سائے کو دوام بخش دے جو کسی جگہ سے ہلنے نہ پائے اور وہاں سے تبدیل نہ ہو، لیکن سایہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہوتا رہتا ہے چنانچہ کبھی سایہ مشرق کی سمت ہوتا ہے اور کبھی مغرب کی طرف، کبھی سامنے اور کبھی پیچھے۔ ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَيۡهِ دَلِيۡلًا: پھر ہم نے سورج کو سائے کے وجود پر دلیل بنایا، سو اگر سورج کی روشنی اشیا پر نہ پڑتی تو سائے کے وجود کا پتہ نہ چل سکتا۔ اور اس عظیم نعمت کے نشانات ظاہر نہ ہوتے۔ چنانچہ اضداد سے اشیا پہچانی جاتی ہیں، سو اگر ظلمت نہ ہوتی، روشنی کی پہچان نہ ہو سکتی، اگر سورج نہ ہوتا، سایہ بھی نہ ہوتا۔ وبضدھا تتمیز الاشیاء۔ ثُمَّ قَبَضۡنٰهُ اِلَيۡنَا قَبۡضًا يَّسِيۡرًا: پھر ہم نے یہ سایہ آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کر کے سمیٹا، یکبار نہیں سمیٹا تا کہ انسانی مصلحتوں میں خلل نہ پڑے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ظل (سایہ) طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہوتا ہے۔[1] مفسرین کہتے ہیں: ظل سورج کی خالص روشنی اور خالص تاریکی کی درمیانی حالت کو کہا جاتا ہے۔ سایہ طلوع فجر تا طلوع آفتاب سطح زمین پر پھیلا ہوتا ہے، پھر سورج کی کرنیں سائے کو منسوخ کر دیتی ہیں اور یوں آہستہ آہستہ سایہ سمٹنے لگتا ہے،

---

[1] الطبری ۱۹/ ۱۲ یہ قول مجاہد سے منقول ہے اور اکثر مفسرین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

حتیٰ کہ زوال کا وقت ہو جاتا ہے۔ پھر زوال کے بعد سایہ سورج کی روشنی کو آہستہ آہستہ منسوخ کرتا ہے اور یہ عمل مغرب کے وقت تک رہتا ہے، اصطلاح میں اس سائے کو فیء کہتے ہیں۔ حکیم وصانع کے وجود پر سائے سے استدلال کی وجہ یوں بنتی ہے کہ سائے کا عدم کے بعد وجود اور وجود کے بعد عدم اور سائے کے کم وبیش ہونے کے تغیر احوال، سائے کا پھیلنا اور سمٹنا بایں طور کہ انسانوں کے منافع اس کے ساتھ مربوط ہیں لہٰذا سائے کے لیے صانع قادر کا ہونا ضروری ہے جو اجرام کو حرکت دینے پر قدرت رکھتا ہے اور وہ اجرام فلکیہ کو خوبصورت ترتیب کے ساتھ منظم کرنے پر قادر ہے اور یہ ترتیب اکمل ہے اس میں کوئی کمی نہیں اور یہ قدرت والا صانع اللہ تعالیٰ ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے آثار اور مخلوق پر نعمت جلیلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

لیل ونہار سے قیامت کا استدلال

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا:...... اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رات کو لباس کی مانند بنا دیا جو اپنی تاریکی سے تمہیں ڈھانپ دیتا ہے جیسے لباس اپنی زینت سے تمہیں ڈھانپ لیتا ہے۔ طبری کہتے ہیں: رات کا وصف لباس سے بیان کیا گیا ہے اور یہ وصف تشبیہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے، چوں کہ رات اشیا کو چھپا دیتی ہے گویا رات انسانوں کے لیے ستر ہے جیسے پہنے ہوئے کپڑوں سے ستر کا کام لیا جاتا ہے۔[2] وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا: اور نیند کو تمہارے ابدان کے لیے سامان راحت بنایا، کیونکہ جب تم نیند میں ہوتے ہو اشغال سے علیحدہ ہوتے ہو۔ وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا: دن کو تلاش معاش کے لیے منتشر ہو جانے کا وقت بنایا۔

ہواؤں اور پانی میں اللہ کی نشانیاں

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ:...... یعنی وہی اللہ ہے جو ہوائیں چلاتا ہے جو بارش کی خوشخبری لاتی ہیں۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا: ہم نے ہواؤں سے چلائے ہوئے بادلوں سے پانی اتارا جو پاک ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے، تم اسے پیتے ہو اور اس سے پاکی حاصل کرتے ہو۔ قرطبی کہتے ہیں: صیغہ طَهُوْرًا، طاھر: کا مبالغہ ہے جس کا تقاضا ہے کہ پانی طاہر بھی ہے (یعنی پاک) اور مطہر (پاک کرنے والا) بھی ہے۔[3]

لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا:...... تاکہ ہم اس بارش کے پانی سے مردہ زمین کو زندہ کر دیں جس میں سبزہ اور فصل نہیں ہوتی۔ وَنُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًا: اور اس لیے تاکہ جانور اور انسان اس سے پئیں، چوں کہ پانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ انسان پانی کا شدت سے محتاج ہے، پینے کے لیے بھی اور کھیتی سیراب کرنے کے لیے بھی انسان پانی کا محتاج ہے۔ امام فخر کہتے ہیں: "انعام" اور "اناسی" نکرہ ہے، چوں کہ انسانی زندگی زمین اور چوپایوں کی زندگی کی مرہون ہے، انسانوں کی اکثریت ایسے علاقوں میں آباد ہوتی ہے جو ندیوں، نالوں اور نہروں کے قریب واقع ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ بارش کا پانی پینے سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ جب کہ اکثر لوگ وادیوں میں پڑاؤ ڈالتے ہیں اور ان کی ضرورت صرف بارش کے پانی سے پوری ہوتی ہے۔ اسی لیے اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًا: فرمایا۔ یعنی کثیر انسان، چوں کہ فعیل سے مراد کثرت ہے۔[4] وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا: یعنی اس قرآن میں ہم نے امثال وواقعات بیان کیے ہیں لوگوں کے لیے، اس میں دلائل وبراہین ہیں تاکہ لوگ غور وفکر کریں۔ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا: بہت سارے لوگوں نے اس کا انکار کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا:...... اگر ہم چاہیں تو نبوت کے بارگراں میں آپ کے اوپر سے تخفیف کر دیں اور ہر شہر وقریہ میں ایک پیغمبر

---

[1] تفسیر الرازی ۲۴/ ۸۸ [2] الطبری ۱۹/ ۱۴ [3] القرطبی ۱۳/ ۳۹ [4] التفسیر الکبیر ۲۴/ ۹۱

مبعوث کر دیں جو انہیں ڈرائے، لیکن تمام اہل زمین کی طرف آپ کو مخصوص کیا ہے، آپ کی عظمت کے پیش نظر، اس عظمت کے مقابلے میں استقامت، دعوت میں جہد مسلسل اور اظہار حق ہوگا۔ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا: کفار آپ کو جن باتوں کی دعوت دیتے ہیں مثلاً ان کے بتوں کی مخالفت سے رک جانا وغیرہ، آپ ان کی ایک نہ مانیں، آپ ان کے ساتھ قرآن عظیم کے ذریعے انتہا کو پہنچا ہوا جہاد کریں جس میں کوئی کوتاہی اور فتور نہ ہو۔ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ: وہی تو ہے جس نے باہم ملے ہوئے دو دریاؤں کو چلایا بایں طور کہ ان کا پانی ایک دوسرے سے خلط نہیں ہو رہا۔ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ: یہ نہایت شیریں، تسکین بخش اور پیاس بجھانے والا۔ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ: اور یہ شور و تلخ اور نہایت کڑوا۔ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان دونوں کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی ہے ان میں سے کوئی بھی دوسرے پر غالب نہیں ہونے پا رہا۔ وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا: اور دونوں کے درمیان قوی مانع رکھ دیا ہے جو ایک کے اثر کو دوسرے میں نفوذ نہیں ہونے دیتا اور امتزاج سے پاک رکھتا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے دو قسم کا پانی پیدا کیا۔ شیریں اور تلخ۔ شیریں پانی جیسے کنویں، چشمے، دریاؤں اور نہروں کا پانی اور تلخ پانی جیسے سمندروں کا پانی۔ ان دونوں قسم کے پانیوں میں خشکی کی رکاوٹ رکھ دی ہے جس کی وجہ سے ایک قسم کا پانی دوسرے پانی کے اثر و نفوذ سے پاک رہتا ہے۔ یہ ابن جریر کا مختار قول ہے۔[1] امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: استدلال کی وجہ یوں بنتی ہے کہ مٹھاس اور شوریدگی اگر زمین کی طبع یا پانی کی طبع کی بنیاد پر ہو تو پھر اس میں برابری کا ہونا ضروری امر ہے، اگر ایسا نہیں تو پھر حکیم و قادر ذات کی قدرت ماننے کے سوا چارۂ کار نہیں۔ جس نے ہر ایک کو معین صفت پر رکھا ہوا ہے۔[2]

پانی کے قطرہ سے انسان کی تخلیق

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا: ...... وہی ذات تو ہے جس نے نطفے سے سنتے دیکھتے انسان کو پیدا کیا۔ فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا: اور پھر ایک ہی نطفہ سے دو قسموں میں تقسیم کر دیا۔ نسب والے یعنی مرد جن کی طرف نسبت کی جاتی ہے، چوں کہ نسب آباء سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

فانما امات الناس اوعية   مستودعات وللآباء ابناء

مائیں تو ذخیرے ہوتی ہیں جہاں چیزیں حفاظت کے لیے رکھی جاتی ہیں، بیٹے تو آباء (باپ) کے ہوتے ہیں۔

دوسری قسم عورت ہے جس سے سسرالی رشتہ قائم رہتا ہے، چنانچہ نسب سے تعارف اور رشتہ ہوتا ہے جب کہ سسرال سے محبت، مودت اور اجنبیت قربت میں بدل جاتی ہے۔ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا: قَدِيْرًا صیغہ مبالغہ ہے۔ یعنی بڑی عظیم قدرت والا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی نطفے سے مذکر و مؤنث کو پیدا کیا۔ جب دلائل توحید کھول کر بیان کیے تو آگے مشرکین کی پرستش کی گندگی بیان کی جا رہی ہے۔ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ: مشرکین بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو نفع و نقصان کے مالک نہیں، چوں کہ وہ جمادات ہیں، محسوس نہیں کر سکتے، دیکھ نہیں سکتے اور سمجھ بھی نہیں سکتے۔ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا: کافر رب تعالیٰ کی معصیت میں شیطان کا مددگار ہوتا ہے۔ چوں کہ بتوں کی عبادت حقیقت میں شیطان کی معاونت ہوتی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: کافر اللہ تعالیٰ کی معصیت کا مرتکب ہو کر شیطان کی پشت پناہی کر رہا ہوتا ہے۔[3] وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا: مؤمنین کو جنت کی خوشخبری سنانے والا اور کافروں کو دوزخ کے عذاب سے ڈرانے والا۔ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ: اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے: میں تبلیغ رسالت پر تم سے اجرت کا سوال نہیں کرتا۔ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا: لیکن جو شخص چاہتا ہو کہ وہ ایمان اور عمل صالح سے اللہ کے قریب کر دینے والا راستہ اختیار کرے، سو اسے چاہیے کہ وہ ایسا ضرور کرے، گویا یوں کہا جا رہا ہے کہ میں تم سے مال و اجرت کا سوال نہیں کرتا بلکہ میرا تم سے یہ مطالبہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لے آؤ اور اس کی طاعت بجا لاؤ میری اجرت تو اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

---

[1] ابن کثیر ۳/۶۳۵ [2] التفسیر الکبیر ۲۴/۱۰۱ [3] الطبری ۱۸/۱۷

توکل کی نصیحت

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ:...... اپنے جملہ معاملات میں صرف ایک اسی ذات پر بھروسہ رکھیں جو دائم ہے باقی رہنے والی ہے، جسے موت نہیں آئے گی۔ وہی آپ کو کافی ہے، وہی آپ کا مددگار ہے اور وہی تمام ادیان پر آپ کے دین کو غالب کرنے والا ہے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ: کفار مشرکین اللہ تعالیٰ کی شان میں جو گستاخیاں کرتے ہیں کہ اس کے شرکا بناتے ہیں اور اس کی طرف اولاد منسوب کرتے ہیں ان تمام گندگیوں سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔

وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا:...... آپ کو یہ بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال پر مطلع ہے، اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، امام فخر کہتے ہیں: اس کلمہ سے مبالغہ مراد ہوتا ہے جیسے محاورہ ہے: كفى بالعلم جمالًا و كفى بالادب مالًا۔ یعنی علم خوبصورتی کے لیے کافی ہے اور ادب مال کے لیے کافی ہے۔ یعنی علم وادب کے ہوتے ہوئے تمہیں کسی اور چیز کی محتاجی نہیں۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے تم کسی اور کے محتاج نہیں ہو، چوں کہ وہ کفار ومشرکین کے احوال سے باخبر ہے۔ اور انہیں پورا پورا بدلہ دینے پر قادر ہے۔ یہ نہایت سخت وعید ہے۔[1] الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ: یہ عظیم معبود ہے جس پر بھروسہ رکھنا ضروری ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، جس نے بلند وبالا اور وسیع وعریض سات آسمان پیدا کیے اور وسیع وعریض حجم والی زمین بنائی، یہ سب دنیا کے ایام کے بقدر چھ دنوں میں پیدا کیا۔ ابن جبیر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ایک لحظہ میں ساتوں آسمان وزمین پیدا کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بردباری اور تحمل کی تعلیم دے دی۔[2] ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ: عرش پر اللہ تعالیٰ کا جلوہ افروز ہونا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے بغیر کسی تشبیہ اور تعطیل کے۔

الرَّحْمَٰنُ:...... یعنی وہ رحمٰن ہے جو جود وسخاوت والا اور احسان والا ہے۔ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا: اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے اس کی بارے میں کسی باخبر سے پوچھ لو جو اس کی عظمت اور اس کی رحمت کی معرفت رکھتا ہو۔ دوسرے قول کے مطابق "بِهِ" میں ضمیر مجرور اللہ تعالیٰ کی طرف راجح ہے یعنی اس اللہ سے سوال کرو جو اشیاء کی خبر رکھتا ہے اور جو سارے عالم کے حقائق سے واقف ہے وہ تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کردے گا۔[3] وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ: جب مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ رب تعالیٰ کو سجدہ کرو جو رحمٰن ہے اور اس کی رحمت تمام جہانوں پر ہے۔ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ: مشرکین آگے سے کہتے ہیں: رحمٰن کون ہے؟ گویا جاہل بن کر سوال کرتے ہیں۔ حالاں کہ وہ اسے بخوبی جانتے ہیں۔ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا: کیا جس کو سجدہ کرنے کا حکم تم دیتے ہو ہم اسے جانے پہچانے بغیر سجدہ کردیں؟ وَزَادَهُمْ نُفُورًا: یہ بات انہیں دین سے دور کر دیتی ہے اور ان کی نفرت میں اور زیادہ اضافہ کر دیتی ہے۔

بلاغت:...... یہ آیات مبارکہ بلاغت وبدیع کی مختلف صورتیں اپنے اندر لیے ہوئے ہیں ان میں سے مختصراً کچھ حسب ذیل ہیں:

- أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا:...... میں استفہام استہزا وتہکم کے لیے ہے۔ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ: میں تعجب ہے۔ اس میں ترکیبی اعتبار سے مفعول ثانی کو اول پر مقدم کیا گیا ہے اور ایسا معنی میں تعجب پیدا کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے: اتخذ هواه الها له جعل لكم الليل لباسًا: یعنی اس لباس کی مانند جو بدن کو ڈھانپ دے۔ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ حذف کر دیے گئے یوں تشبیہ بلیغ ہوگئی۔ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا: میں لطیف مقابلہ ہے جو لیل ونہار اور نوم وانتشار میں پایا جاتا ہے۔ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ: میں استعارہ بدیعیہ ہے، سامنے موجود چیز کے لیے یَدَیْن کا استعارہ ہے۔ جیسے محاورہ ہے: بين يدى الموضوع یعنی موضوع کا تعارف ومقدمہ۔ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ: میں غیبویت سے تکلم کی طرف التفات ہے اس سے پہلے آیت کا یہ حصہ ہے۔ أَرْسَلَ الرِّيَاحَ. هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ: میں لطیف مقابلہ ہے۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۴/ ۱۰۳ [2] التفسیر الکبیر ۲۴/ ۱۰۴ [3] پہلا قول زیادہ ظاہر ہے اور دوسرا قول مجاہد سے مروی ہے۔

تنبیہ:......میت میں دولغات ہیں یاء کی تخفیف کے ساتھ اور یاء کی تشدید کے ساتھ، دونوں میں فرق یہ ہے کہ "میت" تخفیف کے ساتھ کا لفظ اس کے لیے بولا جاتا ہے جو حقیقۃً مر چکا ہو۔ اور تشدید کے ساتھ "میت" کا لفظ اس کے لیے بولا جاتا ہے جو قریب الموت ہو۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے:

أيا سائلي تفسير ميت وميت ــ فدونك قد فسرت ما عنه تسأل

فما كان ذا روح فذلك ميت ــ وما الميت الا من الى القبر يحمل

میت اور میت کی تفسیر کے متعلق مجھ سے کون سوال کرے گا؟ چلو چھوڑو میں خود ہی تمہارے سوال کا جواب دے دیتا ہوں۔ سو جس میں ابھی روح ہو اور جان بلب ہو وہ میت ہے اور میت وہ ہے جسے قبر کی طرف اٹھا کر لے جایا جا رہا ہو۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ
وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ
هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا
وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا
يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ
ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ
عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾
وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا
مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا
وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ
لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ع

ترجمہ:...... وہ ذات عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور ان میں ایک چراغ بنایا اور روشن کرنے والا چاند بنایا۔﴿٦١﴾ اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے آگے پیچھے آنے جانے والا بنایا اس شخص کے لیے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔﴿٦٢﴾ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو عاجزی کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے بات کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا سلام ہے۔﴿٦٣﴾ اور وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لیے اس طرح رات گزارتے ہیں کہ سجدوں میں اور قیام میں مشغول رہتے ہیں۔﴿٦٤﴾ اور وہ لوگ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھیے بلاشبہ اس کا عذاب بالکل ہی تباہ کرنے والا ہے۔﴿٦٥﴾ بے شک وہ

برا ٹھکانہ ہے اور برا مقام ہے۔ ﴿۶۶﴾ اور جب وہ لوگ خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال والا ہوتا ہے۔ ﴿۶۷﴾ اور وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی جان کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو وہ بڑی سزا سے ملاقات کرے گا۔ ﴿۶۸﴾ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس میں ذلیل ہو کر ہمیشہ رہے گا۔ ﴿۶۹﴾ سوائے اس کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ ﴿۷۰﴾ اور جو شخص توبہ کرے اور نیک کام کرے سو وہ اللہ کی طرف خاص طور پر رجوع ہوتا ہے۔ ﴿۷۱﴾ اور وہ لوگ ہیں جو جھوٹ کے کاموں میں حاضر نہیں ہوتے اور جب بیہودہ کاموں کے پاس سے گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ ﴿۷۲﴾ اور وہ لوگ ہیں جب انہیں ان کے رب کی آیات کے ذریعے سمجھایا جاتا ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ ﴿۷۳﴾ اور وہ لوگ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمایئے، اور ہم کو متقیوں کا امام بنا دیجیے۔ ﴿۷۴﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ثابت قدم رہنے کی وجہ سے بالا خانے ملیں گے اور اس میں ان کو بقا کی دعا اور سلام ملے گا۔ ﴿۷۵﴾ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ ٹھہرنے کی اچھی جگہ ہے اور اچھا مقام ہے۔ ﴿۷۶﴾ آپ فرما دیجیے کہ میرا رب پرواہ نہ کرتا اگر تمہارا پکارنا نہ ہوتا، سو تم نے جھٹلایا سو عنقریب وبال ہو کر رہے گا۔ ﴿۷۷﴾

ربط و تعارف:...... اللہ تعالیٰ کی عبادت سے مشرکین کے اعراض کا ذکر ہوا اس کے بعد توحید پر آفاقی دلائل قائم کیے گئے، پھر اللہ کے نیک بندوں کی صفات کے ذکر پر سورت کا اختتام ہوا، ان صفات کے ہوتے ہوئے انسان جنت کا مستحق بنتا ہے۔

لغات: بُرُوْجًا:...... البروج سیاروں کی منزلیں، منازل کو بروج سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے چوں کہ بروج عالی شان محلات کے مشابہ ہوتے ہیں۔ بروج سیاروں کے ہوتے ہیں جیسے منازل انسانی آبادی کے لیے ہیں۔ دوسرے قول کے مطابق بروج کواکب عظیمہ کو کہا جاتا ہے۔ غَرَامًا: لازم، دائم، جدا نہ ہونے والا۔ مقروض کو بھی اسی لیے غریم کہا جاتا ہے چوں کہ قرض خواہ اس کے ساتھ لازم رہتا ہے۔ اَلْغُرْفَةَ جنت میں بالا خانہ، اوپر والے کمرے کو غرفہ کہا جاتا ہے، ہر بلندی والی عمارت غرفہ کے معنی میں ہے۔ يَعْبَأُ پرواہ کرتا ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: ما اعبأبہ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس کا عدم و وجود میرے لیے برابر ہے۔ العباء لغت میں بوجھ کو کہتے ہیں۔ لِزَامًا تمہارے ساتھ لازم اور چمٹا ہوا۔

آسمان پر برجوں کی تخلیق

تفسیر: تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا:...... بزرگی اور عظمت والا ہے وہ اللہ جس نے آسمان میں بڑے بڑے چمکدار سیارے بنائے۔[1] وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا: اور اس میں دن کے وقت چمکنے والا سورج اور رات کے وقت روشن ہونے والا چاند بنایا۔ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً: دن اور رات دونوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے آتے ہیں۔ چنانچہ دن اپنی روشنی کے ساتھ آ جاتا ہے اس کے بعد رات اپنی تاریکی کے ساتھ آ جاتی ہے۔ لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ: اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھے اور اس کی عجیب و غریب کاریگریوں میں غور و فکر کرے۔ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا: یعنی اللہ تعالیٰ کے عطایات اور اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرے۔ طبری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے پیدا کیا ہے، سو اگر کوئی چیز رات کو ہاتھ سے نکل جائے تو دن کو ہاتھ لگ جاتی ہے اگر دن کو ہاتھ سے نکل جائے تو رات کو مل جاتی ہے۔[2]

رحمان کے بندے اور اس کے اوصاف

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا: عِبَادُ الرَّحْمٰنِ:...... میں اضافت تشریف کی ہے یعنی وہ بندے جس سے اللہ محبت کرتا ہے وہ

---

[1] مجاہد و حسن بصری رحمہما اللہ کہتے ہیں: البروج سے بڑے بڑے سیارے مراد ہے۔ ابن عباس اور علی رضی اللہ عنہم کہتے ہیں: بروج سے مراد سیاروں کی منزلیں ہیں۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: پہلا قول اظہر ہے۔ [2] الطبری ۱۹/ ۲۰

اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ اللہ کی طرف ان کی نسبت کی جائے یہ وہ لوگ ہیں جو زمین پر سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں، وہ زمین پر اپنے پاؤں اٹھا کر نہیں مارتے نہ شرارت کی غرض سے اور نہ ہی تکبر کی وجہ سے اور وہ چلتے ہوئے اکڑتے نہیں ہیں۔ وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا: جب بے وقوف لوگ اللہ کے بندوں سے سختی اور گنوار پن سے پیش آتے ہیں تو وہ ایسی بات کر دیتے ہیں جو گناہ وغیرہ سے محفوظ ہوتی ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وہ جہالت کا مظاہرہ نہیں کرتے، اگر ان کے ساتھ کوئی جہالت سے پیش آئے تو وہ برداشت کرتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا: جو رات کو اللہ کی عبادت سے زندہ کرتے ہیں اور اللہ کے حضور سربسجود ہوتے ہیں یا اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ "رات کو بہت کم سوتے ہیں۔" (سورۃ الذاریات، آیت ۱۷)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی دن کے وقت کی سیرت بیان فرمائی کہ وہ کسی کو اذیت نہیں پہنچاتے اگر انہیں کوئی اذیت پہنچائے تو وہ برداشت کر جاتے ہیں، اب یہاں رات کے اوقات میں ان کی سیرت بیان کی جا رہی ہے۔ وہ یہ کہ رات کے وقت اپنے خالق کو راضی کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔[1]

خوف جہنم

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ: ...... اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ انہیں دوزخ کے عذاب سے نجات دے اور اللہ کے حضور گڑگڑاتے رہتے ہیں کہ انہیں عذاب سے محفوظ رکھے۔ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا: دوزخ کا عذاب ساتھ لازم چمٹا رہے گا، کبھی جدا ہونے والا نہیں ہوگا۔ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا: جہنم بہت برا ٹھکانا ہے اور ٹھہرنے کی بہت بری جگہ ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: معنی ہے: بہت بری جائے قرار اور بہت برا ٹھکانا ہے۔ اللہ کے نیک بندے طاعت خداوندی کے باوجود اللہ کے عذاب سے ڈرے اور سہمے رہتے ہیں۔[2] حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ کے نیک بندے دن کے وقت اللہ کے حضور خشوع کرتے ہیں اور رات کے وقت عبادت کرتے ہوئے تھک جاتے ہیں اور وہ دوزخ کے عذاب سے ڈرتے ہوتے ہیں۔

خرچ میں میانہ روی

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا: ...... یہ اللہ کے نیک بندوں کی پانچویں صفت ہے: معنی ہے: اللہ کے نیک بندے کھانے، پینے اور پہننے کی اشیا میں خرچ کرنے پر فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ ہی خرچ کرنے میں کوتاہی اور تنگی کرتے ہیں کہ وہ بخیل کہلانے لگیں۔ وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا: ان کا خرچہ میانہ روی کی مثال ہوتا ہے جو فضول خرچی اور بخل سے پاک ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ (سورۃ الاسراء، آیت ۲۹)

اپنے ہاتھ کو گردن کے ساتھ بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ ہی بالکل کھلا چھوڑ دو۔

مجاہد کہتے ہیں: اگر تم ابوقبیس پہاڑ کی بقدر طاعت باری تعالیٰ میں مال خرچ کر دو تو یہ فضول خرچی نہیں ہے اور اگر معصیت میں ایک صاع بھی خرچ کر دو تو وہ فضول خرچی ہے۔[3] وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے بلکہ دین کو خالص رکھتے ہوئے اس کی توحید و یکتائی کا اقرار کرتے ہیں۔

قتل کی جائز صورتیں

وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ: ...... جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے الا یہ کہ کسی حق کے

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۴ / ۱۰۸ [2] القرطبی ۱۳ / ۷۲ [3] الطبری ۱۹ / ۱۳

بدلے میں مثلاً کوئی ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے، یا احصان کے بعد زنا کر جائے یا قصداً قتل کر دیا جائے ۔وَلَا یَزْنُوْنَ: وہ زنا جیسے سنگین جرم کا ارتکاب نہیں کرتے، زنا نہایت فاحش جرم ہے۔وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا: جو شخص ان مہلک جرائم یعنی شرک، قتل اور زنا کا ارتکاب کرے گا۔ وہ آخرت میں سخت عذاب اور سزا پائے گا۔ پھر اس کی تفسیر یوں کی ۔یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ: اسے دوگنا عذاب ہوگا اور شرک ومعاصی کے بسبب عذاب زیادہ سخت ہوگا۔وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا: اور وہ اس عذاب میں حقیر و ذلیل بن کر ہمیشہ ہمیشہ داخل رہے گا۔

توبہ کرنے والوں پر اللہ کا انعام

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا:...... ہاں البتہ جو شخص دنیا میں سچی توبہ کر لے اور اپنا عمل درست کر لے ۔فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ: آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کی عزت اور اکرام کرے گا، ان کی برائیوں کی جگہ نیکیاں پیدا کر دے گا، حدیث میں ہے: میں اس جنتی کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا، اور جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا۔ قیامت کے دن ایک شخص لا یا جائے گا۔ اور کہا جائے گا: اس کے صغیرہ گناہ اس کے سامنے لاؤ اور کبیرہ گناہ اٹھا دو، چنانچہ کہا جائے گا: کیا تو نے فلاں اور فلاں دن یہ اعمال کیے تھے؟ وہ کہے گا: جی ہاں۔ وہ انکار نہیں کر سکے گا اور وہ اپنے کبیرہ گناہوں سے بہت ڈرا ہوا ہوگا۔ اس سے کہا جائے گا: تیرے لیے ہر برائی کے بدلہ میں ایک نیکی ہے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے ایسے کام بھی کیے ہیں جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا۔

راوی کہتا ہے: اس پر رسول کریم ﷺ ہنس پڑے، حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک دکھائی دینے لگے۔[1] وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا: اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت اور کثیر رحمت والا ہے۔وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا: جس شخص نے معاصی سے توبہ کی اور اپنی زندگی درست کر لی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ پسندیدہ ہوتا ہے۔وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ: یہ اللہ کے نیک بندوں کی ساتویں صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جھوٹی اور باطل گواہی سے دور رہتے ہیں۔ شہادۃ زور وہ ہوتی ہے جس میں لوگوں کے حقوق ضائع کیے جا رہے ہوں۔وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا: یعنی جب لہو ولعب اور حرام کاموں کے لیے سجائی گئی مجلسوں کے پاس سے گزرتے ہیں جیسے سینما، تھیٹر، جوئے کی مجلس، گانے بجانے کی مجلس وغیرہ تو ان مجالس سے اعراض کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں اور اپنے آپ کو ان مجالس سے بالاتر سمجھتے ہیں۔

طبری کہتے ہیں: لغو ہر باطل کلام، باطل فعل اور انسان کا ہر ایسا کام جیسے برا سمجھا جائے، بعض جگہوں میں نکاح کا ذکر، گانے وغیرہ سننا یہ سب چیزیں لغو میں داخل ہیں، ان تمام سے اجتناب کرنا مؤمن کے لیے ضروری ہے۔[2] وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ: جنہیں جب آیات قرآن پڑھ کر وعظ ونصیحت کی جائے اور انہیں ڈرایا جائے۔لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا: یعنی اللہ کی آیات سے اعراض نہیں کرتے بلکہ بغور سنتے ہیں اور دل سے قبول کرتے ہیں۔

مؤمنین کاملین کی دعا

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ:...... یہ اللہ والے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے حقیقی خوشی اور مسرت عطا فرما کہ وہ تیری طاعت وعبادت کر کے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیں۔وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا: ہمیں پیشوا بنا دے تاکہ پرہیزگار ہماری پیروی کریں۔ خیر کی طرف بلانے والے اور ہدایت کے طلب گاروں کو ہدایت دینے والے بنا دے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہمیں پیشوا بنا دے جن کی خیر وبھلائی کے کاموں میں پیروی کی جاتی ہو۔اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا: عظیم اوصاف کے ساتھ متصف یہ لوگ اعلیٰ درجات پائیں گے، اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طاعت بجا لانے کے بسبب۔

---

[1] اخرجہ مسلم [2] الطبری ۱۹ / ۳۲

وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا:......فرشتوں کی طرف سے ان کو جنت میں بقا کی دعا اور سلام ملے گا۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ "فرشتے ان کے پاس آئیں گے۔" (سورۃ الرعد، آیت ۲۳)

خٰلِدِيْنَ فِيهَا:......ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، مریں گے نہیں، اور نہ ہی جنت سے باہر نکالے جائیں گے، چوں کہ جنت دار الخلود ہے۔ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا: جنت کتنی اچھی جائے قرار اور کتنا اچھا ٹھکانا ہے۔ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ: اے محمد! ان سے کہہ دیجیے! اگر تم شدائد و مصائب میں اللہ تعالیٰ کو پکارو گے نہیں اور اس کے حضور آہ و فریاد نہیں کرو گے تو اسے تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا: اے کفار! تم نے حقیقت میں پیغمبر اور قرآن کی تکذیب کی ہے عنقریب آخرت میں عذاب تمہارے ساتھ لازم ہو جائے گا۔

بلاغت:......آیات کریمہ میں بلاغت و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے کچھ مختصراً حسب ذیل ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ:......میں اضافت برائے تشریف و تکریم ہے۔ سُجَّدًا وَّقِيَامًا: سجود و قیام کے درمیان طباق ہے۔ اسی طرح لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا: میں اسراف و تقتیر (بخل) کے درمیان طباق ہے۔ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا: کے مقابلہ میں سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا: آیا ہے۔ اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان یہ لطیف مقابلہ ہے۔

لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا:......میں استعارہ بدیعیہ ہے۔ یعنی ڈرسنانے والوں سے غافل نہیں رہتے یہاں تک کہ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہو جائیں جو نہ سنتا ہو اور نہ دیکھتا ہو۔ یہ نہایت عمدہ استعارہ ہے۔ قُرَّةَ اَعْيُنٍ: میں کنایہ ہے، فرحت اور مسرت سے کنایہ ہے۔ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ: جنت کے بالاخانوں سے کنایہ ہے۔

تنبیہ:......قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے "عباد الرحمن" کی گیارہ صفات بیان کی ہیں جو فضائل سے مزین کرنے والی اور رذائل سے پاک کرنے والی ہیں وہ یہ ہیں: تواضع، حلم، تہجد گزاری، خوف خدا، اسراف کا ترک، بخل کا ترک، شرک سے دوری، زنا سے پاک ہونا، قتل نہ کرنا، توبہ، جھوٹ سے اجتناب، وعظ و نصیحت قبول کرنا اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے رہنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کے بدلے کا ذکر کیا ہے کہ انہیں جنت میں اعلیٰ درجات اور بالا خانے ملیں گے۔ جو بہت عمدہ اور عالی شان ٹھکانے ہوں گے جیسے دنیا میں غرفہ (بالا خانہ) عالی شان ٹھکانا سمجھا جاتا ہے۔

الحمد للہ آج یکم رمضان المبارک ۱۴۳۵ ہجری مطابق ۳۰ جون ۲۰۱۴ بروز منگل بعد از نماز عصر سورۃ الفرقان کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے آخرت کے لیے ذخیرہ بنائے اور ترجمہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

سورۃ الشعراء

تعارف:.....سورت الشعراء مکی ہے اور اس کا موضوع اصول دین یعنی توحید، رسالت اور بعثت ہیں۔ باقی مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی وہی طریقہ کار اپنایا گیا ہے یعنی عقیدہ اور اصول ایمان کا اس میں تفصیلی ذکر ہے۔

سورت کے شروع میں قرآن عظیم کے موضوع پر بات کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کو مخلوق کی ہدایت کے لیے نازل کیا ہے اور یہ انسانی امراض کے لیے شفا ہے، قرآن کے متعلق مشرکین کا موقف واضح کیا گیا ہے، جب کہ قرآن کی آیات واضح ہونے کے باوجود مشرکین نے اس کی تکذیب کی اور قرآن مجید سے ہٹ کر کسی اور معجزہ کا مطالبہ کیا۔ ایسا انہوں نے محض بغض وعناد اور تکبر کی وجہ سے کیا۔

اس کے بعد سورۃ مبارکہ میں انبیا علیہم السلام کی ایک جماعت کا ذکر ہوا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصے کی ابتدا کی ان کے آپس میں جو مکالمات ہوئے، اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے وجود کی متعلق جو گفتگو ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جو معجزہ عطا کیا جو باطل کی کمر توڑ دینے والا تھا کا ذکر ہوا ہے۔ پھر اس قصے کے متعلقات کا ذکر ہوا پھر اس قصے کا اختتام وعظ وعبرت اور ایمان وکفر کے درمیان موجود امر فارق کے بیان پر ہوا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے، قصے میں آپ علیہ السلام کا دوٹوک موقف، قوم اور آپ علیہ السلام کے والد کی بت پرستی اور حق وتوحید کی مخالفت کا ذکر ہے جب کہ باطل کے مقابلے میں حق کی دلیل وبرہان رب تعالیٰ کی وحدانیت پر قائم کیے گئے مضبوط دلائل کا ذکر ہوا ہے اور یہ کہ نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے اور زندگی وموت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ پھر سورت مبارکہ میں پرہیزگاروں، گمراہوں، خوشحال لوگوں اور بدحال لوگوں کے احوال بیان ہوئے ہیں اور فریقین کے ٹھکانوں کا ذکر ہوا ہے۔

انبیا علیہم السلام کے قصوں جن میں نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام کے قصص شامل ہیں کے بعد سنۃ اللہ کا ذکر ہوا کہ مکذبین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کیا سنت جاری رہی ہے۔ اس کے بعد قرآن عظیم کی شان بیان کی گئی ہے تاکہ قرآن کی عظمت واضح ہو اور قرآن کے مصدر کا بیان ہوا ہے جو کہ یہ ہے:

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾

یہ تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی کتاب ہے، اسے جبرائیل امین نے تمہارے دل پر نازل کیا ہے تاکہ آپ ڈرسنانے والوں میں شامل ہوجائیں، یہ کتاب واضح عربی زبان میں ہے۔ (سورۃ الشعراء، آیت ۱۹۲ تا ۱۹۵)

پھر سورت کا اختتام مشرکین کے ایک جھوٹ وافترا کے رد کے ساتھ ہوا ہے وہ یہ کہ قرآن عظیم شیاطین کا نازل کردہ ہے۔ یوں سورت مبارکہ کی ابتدا وانتہا میں موافقت ہوگئی۔

وجہ تسمیہ:.....اس سورۃ مبارکہ کا نام "الشعرا" اس لیے ہے، چوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے شعرا کی خبریں ذکر کی ہیں۔ چنانچہ مشرکین کا زعم تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور ان کا لایا ہوا پیغام وکلام شعر کی قسم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹ وبہتان کا رد کردیا۔

چنانچہ ارشاد ہوا:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾

شعرا کے پیچھے تو گمراہوں کا ٹولہ ہوتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ شعرا ہر وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں عملاً کرتے نہیں۔" اس دوٹوک فیصلے سے حق ظاہر ہوگیا اور اس میں کسی قسم کا خفا باقی نہ رہا۔ (سورۃ الشعراء، آیت ۲۲۴ تا ۲۲۶)

اٰيَاتُهَا ۲۲۷ | (۲۶) سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ (۴۷) | رُكُوْعَاتُهَا ۱۱

المنزل ۵

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۳ اِنْ نَّشَاْ
نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝۴ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ
مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝۵ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶ اَوَلَمْ
يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۷ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۹ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ ع
قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۱۲ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ
لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝۱۳ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۱۴ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا
مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝۱۵ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۱۷
قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝۱۸ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ
فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۹ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۲۰ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ
فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۲۱ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۲۲
قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۳ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝۲۴
قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۝۲۵ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۲۶ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ
اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۝۲۷ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲۸ قَالَ
لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝۲۹ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۰ قَالَ
فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۱ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝۳۲ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ
بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝۳۳ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝۳۴ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ع
بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝۳۵ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝۳۶ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ
عَلِيْمٍ ۝۳۷ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۳۸ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۝۳۹ لَعَلَّنَا
نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝۴۰ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا

نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾
فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ
تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾
قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬
لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا
مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾ ع ۱۸

ترجمہ:..... طٰسٓمّٓ (۱) یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ (۲) کیا ایسا ہونے کو ہے کہ آپ اپنی جان کو اس وجہ سے ہلاک کر دیں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (۳) اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کر دیں، پھر ان کی گردنیں اس نشانی کی وجہ سے جھک جائیں۔ (۴) اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے جو بھی کوئی نصیحت آ جاتی ہے تو اس سے اعراض کرنے والے بن جاتے ہیں۔ (۵) سو انہوں نے جھٹلا دیا سو آ جائیں گی ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کے ساتھ وہ استہزا کیا کرتے تھے۔ (۶) کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا اس میں ہم نے کتنی قسم کی اچھی اچھی بوٹیاں اگائی ہیں۔ (۷) بلاشبہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (۸) اور بلاشبہ آپ کا رب زبردست ہے رحمت والا ہے۔ (۹) ور جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ ظالم قوم (۱۰) یعنی فرعون کے پاس چلے جاؤ کیا یہ لوگ ڈرتے نہیں ہیں۔ (۱۱) موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں۔ (۱۲) اور میرا سینہ تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی لہٰذا ہارون کو بھی پیغمبر بنا دیجیے۔ (۱۳) اور مجھ پر ان لوگوں کا جرم ہے لہٰذا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ (۱۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا سو تم دونوں ہماری آیات لے کر جاؤ، بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں سننے والے ہیں۔ (۱۵) سو تم فرعون کے پاس جاؤ اور یوں کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے پیغمبر ہیں۔ (۱۶) یہ کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ (۱۷) فرعون نے کہا کہ کیا ہم نے تجھے اپنے پاس رکھ کر اس وقت نہیں پالا جب تو نومولود تھا اور تو ہمارے اندر اپنی عمر کے برسہا برس رہا ہے۔ (۱۸) اور تو نے وہ کام کیا جو تو نے کیا اور تو ناشکروں میں سے ہے۔ (۱۹) موسیٰ نے جواب دیا یہ فعل میں نے اس وقت کیا تھا جبکہ میں چوک جانے والوں میں سے تھا۔ (۲۰) سو میں تمہارے یہاں سے فرار ہو گیا جب مجھے تمہاری طرف سے ڈر لگا، سو میرے رب نے مجھے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھے پیغمبروں میں شامل فرما دیا۔ (۲۱) اور وہ جو تو مجھ پر اپنا احسان جتلا رہا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔ (۲۲) فرعون نے کہا کہ اور رب العالمین کون ہے؟ (۲۳) موسیٰ نے جواب دیا کہ رب العالمین وہی ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ (۲۴) فرعون اپنے آس پاس کے بیٹھنے والوں سے کہنے لگا کیا تم سنتے نہیں؟ (۲۵) موسیٰ نے کہا کہ وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ (۲۶) فرعون نے کہا بلاشبہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔ (۲۷) موسیٰ نے کہا کہ وہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے اگر تم سمجھتے ہو۔ (۲۸) فرعون نے کہا اگر تو نے میرے علاوہ کوئی معبود بنایا تو میں ضرور ضرور تجھے قیدیوں میں شامل کر دوں گا۔ (۲۹) موسیٰ نے کہا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح دلیل پیش کر دوں؟ (۳۰) فرعون نے کہا اگر تو سچوں میں سے ہے تو دلیل پیش کر دے۔ (۳۱) اس پر موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا سو وہ اچانک واضح طور پر اژدھا بن گیا۔ (۳۲) اور اپنا ہاتھ نکالا سو وہ اچانک دیکھنے والوں کے لیے سفید ہو گیا تھا۔ (۳۳) قوم کے سردار جو فرعون کے آس پاس موجود تھے ان سے فرعون نے کہا کہ بلاشبہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ (۳۴) یہ چاہتا ہے۔ کہ اپنے جادو کے زور سے تم لوگوں کو تمہاری سرزمین سے نکال دے۔ سو بتاؤ تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ (۳۵) ان

لوگوں نے کہا کہ اس شخص کو اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں اپنے کارندوں کو بھیج دو جن کا یہ کام ہو کہ لوگوں کو جمع کریں۔ ۳۶ تمہارے پاس ہر بڑے ماہر جادوگر کو لے آئیں۔ ۳۷ سو ایک مقررہ دن کے خاص وقت پر جادوگر جمع کیے گئے۔ ۳۸ اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہونے والے ہو؟ ۳۹ شاید ہم جادوگروں کی راہ کو قبول کرلیں اگر وہ غالب ہو جائیں گے۔ ۴۰ جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب ہو گئے تو کیا یقینی طور پر ہمیں کوئی بڑا انعام ملے گا؟۔ ۴۱ فرعون نے کہا ہاں اور اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ ۴۲ موسیٰ نے کہا کہ تم ڈال دو جو کچھ ڈالنے والے ہو۔ ۴۳ سو ان لوگوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور فرعون کی عزت کی قسم کھا کر بولے کہ بلاشبہ ہم ہی غالب ہوں گے۔ ۴۴ سو موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا۔ سو اچانک وہ ان لوگوں کے بنائے ہوئے دھندے کو نگلنے لگا۔ ۴۵ پھر جادوگر سجدے میں ڈال دیے گئے۔ ۴۶ کہنے لگے ہم رب العالمین پر ایمان لائے۔ ۴۷ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ ۴۸ فرعون نے کہا کیا تم اس پر اس سے پہلے ایمان لے کر آئے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بے شک بات یہ ہے کہ یہ تم سب کا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو یہ ضروری بات ہے کہ تم عنقریب جان لو گے میں ضرور ضرور تمہارے ہاتھوں کو اور پاؤں کو مخالف جانب سے کاٹ دوں گا اور ضرور ضرور تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا۔ ۴۹ انہوں نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ۵۰ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو اس وجہ سے بخش دے گا کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ ۵۱

لغات: بَاخِعٌ :......مہلک، قاتل "البخع" اصل میں مذبوح کو ذبح کرتے وقت انتہا تک پہنچ جانے کو کہا جاتا ہے۔ فَعْلَتَكَ: الفعلة کا وزن مرتبہ کے لیے آتا ہے یعنی ایک بار کا فعل۔ تَلْقَفُ: وہ نگل جاتا ہے۔ يَأْفِكُوْنَ: افك سے مضارع کا صیغہ ہے افك جھوٹ کے معنی میں ہے۔ لَا ضَيْرَ: لاضرر، الضر والضیر ایک ہی معنی میں ہیں "ضیر" نقصان۔ جوہری نے یوں اس کی لغات بیان کی ہیں۔ ضارہ، یضورہ، ضیرًا ای ضرہٗ۔ شاعر کہتا ہے:

فانك لا يضورك بعد حول　　　أظبي كان أمك أم حمار [۱]

ایک سال کے بعد تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا خواہ تیری ماں ہرنی ہو یا نیل گائے ہو۔

مُنْقَلِبُوْنَ:......لوٹ جانے والے۔ مِّنْ خِلَافٍ: مخالف سمت کے اعضاء دایاں ہاتھ بایاں پاؤں۔

تفسیر: طٰسٓمّٓ :......قرآن عظیم کے اعجاز کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن ان ہی حروف ہجا سے مرکب ہے۔ [۲] تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ: یہ صاف واضح قرآن کی آیات ہیں جو اس میں غور و فکر کرتا ہے اس کے سامنے قرآن کا اعجاز کھل کر آ جاتا ہے۔

کفار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی شفقت

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ :......ان کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے، اے محمد! شاید آپ اپنی جان دے دیں گے، آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ غمزدہ نہ ہوں اور ان کے ایمان نہ لانے پر پریشان نہ ہوں۔ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً: اگر ہم چاہتے آسمان سے کوئی نشانی، معجزہ، اتارتے جو انہیں قبول ایمان پر مجبور کر دیتا۔ فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ: پھر ان کی گردن ایمان کے آگے منقاد ہو جائیں اور جھک جائیں اور جبراً ایسا کریں، لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے چوں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ایمان اختیاری ہو اضطراری نہ ہو۔ صاوی کہتے ہیں: معنی یہ ہے: کفار کے ایمان نہ لانے پر غم نہ کرو اگر ہم ان کے ایمان کے خواہش مند ہوتے تو ہم ایسا معجزہ نازل کرتے جو ان کے دلوں پر گرفت مضبوط کر لیتا، لیکن پہلے سے ہمارے علم میں یہ بات ہے کہ بدبختی ان کفار کا مقدر بن چکی ہے۔ تھکاوٹ اور پریشانی سے اپنے آپ کو راحت پہنچائیں۔ [۳]

---

[۱] یہ شعر خداش بن زبیر کا ہے۔ [۲] سورۃ البقرہ کے شروع کی بحث دیکھ لی جائے۔ [۳] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳ / ۱۶۸

پند ونصیحت سے اعراض

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ:......ان کفار کے پاس قرآن ووحی میں سے کوئی چیز اللہ کی طرف سے نہیں آتی۔ مُحْدَثٍ: ایسی چیز جونزول کے اعتبار سے جدید ہو۔[1] جوتھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا ہے۔ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ: وگرنہ کفار نے اس کی تکذیب کی اور مذاق اڑایا اس کے مواعظ اور عبرتوں میں غور وفکر نہ کیا۔ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَأْتِيهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: اعراض وتکذیب میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں، عنقریب یہ تکذیب اور مذاق کا انجام پالیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت وسلطنت پر آگاہ کیا ہے۔ مخلوقات ومصنوعات میں اپنی جلالت قدرت پر آگاہ کیا۔ جو اس کی وحدانیت اور کامل قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ:......کیا یہ لوگ زمین کے عجائب کی طرف نہیں دیکھتے کہ ہم نے اس میں سے ہم نے ہر قسم کی خوبصورت صنف نکالی ہے جس کی بھلائی ومنفعت کثیر ہے؟ استفہام برائے توبیخ ہے۔ یعنی ان نظائر کو دیکھ کر نصیحت نہیں پکڑتے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً: زمین سے سبزہ اگانے میں بہت بڑی نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ: ان کفار کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے علم میں ایمان نہیں لائے گی، واضح دلائل کے ظہور کے بعد بھی ان کی اکثریت کفر پر مصر ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ: یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے، غلبے والا ہے، نافرمان سے انتقام لینے والا ہے، مخلوق پر رحم کرنے والا ہے چوں کہ مخلوق کو مہلت دی ہوتی ہے، ان پر پوری قدرت کے باوجود ان کو سزا نہیں دی، ابو عالیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ عزیز ہے۔ اس شخص کے لیے جو اس کے حکم کی مخالفت کرے اور غیر کی پوجا کرے۔ الرَّحِيْمُ: اس شخص کے لیے جو اس کے حضور توبہ کرے، اس کی طرف رجوع کرے۔ امام رازی کہتے ہیں: صفت الْعَزِيْزُ، الرَّحِيْمُ: پر مقدم کی گئی ہے۔ چوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کفار پر رحم کر دیتا تو وہ کہتے: اللہ تعالیٰ نے عاجز آ کر ہمارے اوپر رحم کیا۔ وہ ہم سے انتقام لینے پر قادر نہیں ہے۔ اس لیے العزیز کی صفت مقدم کی تاکہ اس وہم کا ازالہ ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ غالب وزبردست ذات ہے۔[2] باوجود اس کے وہ رحیم ہے۔ چنانچہ کمال قدرت وغلبہ کے ہوتے ہوئے جب رحمت ہوتی ہے تو اس کی وقعت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ کا واقعہ

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰى:......اے محمد! اپنی قوم کے ان مکذبین اعراض کرنے والوں کو یاد کرواؤ جب تمہارے رب نے اپنے پیغمبر موسیٰ کو طور پہاڑ کی دائیں طرف سے پکارا اور موسیٰ کو حکم دیا کہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ۔ اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ: ان ظالموں کے پاس آؤ جنھوں نے کفر کر کے اپنے اوپر ظلم کیا، معصیت کے مرتکب ہوئے اور بنی اسرائیل کو غلام بنایا۔ قَوْمَ فِرْعَوْنَ: اور وہ ظالم لوگ فرعون کی قوم ہے۔ یہ عطف بیان ہے۔ قوم ظالم اور قوم فرعون شی واحد ہے۔ اَلَا يَتَّقُوْنَ: کیا وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں؟ آیت میں فرعونیوں کے ظلم میں حد سے بڑھ جانے اور سرکشی میں حد افراط تک پہنچ جانے پر تعجب کیا جا رہا ہے۔ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! مجھے خوف ہے کہ فرعون اور اس کی قوم معاملہ رسالت میں میری تکذیب کر دے گی۔ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ: اور جب وہ میری تکذیب کریں گے تو اس سے میں تنگ دل ہو جاؤں گا۔ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ: کامل طور پر ادائے رسالت پر میری زبان نہیں چلتی۔ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ: لہٰذا ہارون کو پیغمبر بنا کر مبعوث کر دے تاکہ تبلیغ رسالت میں وہ میری مدد کرے۔ مفسرین کہتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے معین ومددگار کے مطالبے پر تین اعذار سامنے پیش کیے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے ماقبل پر مرتب ہوتا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ تکذیب کا خوف، دل کی گھٹن، عدم طلاقت لسان جیسے سورۃ طٰہٰ میں ارشاد ہے:

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ "میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ لوگ میری بات سمجھ پائیں"۔ (سورہ طٰہٰ، آیت ۲۷-۲۸)

پھر ایک اور عذر کا اضافہ کیا۔ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ فرعون اور اس کی قوم کا مجھ پر دعویٰ بھی ہے وہ یہ کہ میں نے ایک قبطی کو مار

---

[1] محدث کا معنی نزول کے اعتبار سے جدید ہے ورنہ کلام اللہ قدیم ہے۔ حدوث کے ساتھ متصف نہیں ہوتا [2] التفسیر الکبیر ۲۴/ ۱۲۰ [3] امام سیبویہ کا یہی قول ہے البحر المحیط ۷/ ۸

دیا تھا اب مجھے خوف ہے کہ وہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔ قَالَ كَلَّا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: وہ ہرگز تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ اس گمان پر زجر ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ یعنی اللہ پر بھروسہ رکھو اور ان کا خوف دل سے نکال دے وہ تمہیں نہیں قتل کر سکتے۔ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ: تم اور ہارون براہین ودلائل اور کھلے معجزات کے ساتھ جاؤ۔ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ: میں تمہارے ساتھ تمہارا مددگار ہوں، میں تمہاری بات سنتا ہوں اور ان کا جواب بھی سنتا ہوں۔ مَعَكُمْ: میں ضمیر مجرور متصل جمع کی لائی گئی ہے۔ جب کہ تثنیہ کی ہونی چاہیے تھی چوں کہ ضمیر کا مرجع موسیٰ وہارون علیہما السلام دو ہیں۔ لیکن ان کے شرف وتعظیم اور عالی شان کے اظہار کے لیے جمع کی ضمیر لائی گئی ہے۔ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: یعنی فرعون سرکش کے پاس آؤ اور اسے کہو: ہم اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں اور اس کے حکم سے تمہارے پاس آئے ہیں تا کہ تمہیں ہدایت کی دعوت دیں۔

بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ

اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ:...... بنی اسرائیل کو قید اور غلامی سے آزاد کر دو اور ان کا راستہ چھوڑ دو تا کہ وہ ہمارے ساتھ ملک شام چلے جائیں۔ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا: کلام میں حذف ہے اور اس پر معنی کلام دلالت کرتا ہے۔ تقدیری عبارت کا ماحاصل یہ ہے: تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور اسے پیغام رسالت پہنچاؤ، اس وقت فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: کیا ہم نے تم کو بچپن میں پرورش کر کے بڑا نہیں کیا؟ فرعون نے یہ بات کر کے موسیٰ علیہ السلام پر احسان جتلانا چاہا اور انہیں حقیر دکھانا چاہا کہ تم تو ہمارے گھروں میں پلے بڑھے ہو پیغمبر کیسے بن گئے ہو؟ وَلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ: تم ہمارے درمیان ٹھہرے رہے ہو اور اپنی عمر کا ایک حصہ تم نے ہمارے درمیان گزارا ہے۔ ہم نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک رکھا اور تمہاری نگرانی کی۔ مقاتل کہتے ہیں: عمر کا یہ حصہ تیس سال پر مشتمل ہے۔ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ: کیا تو نے ہماری پرورش، ہمارے حسن سلوک کا یہ بدلہ دیا اور ہمارے ایک آدمی کو بھی تم نے قتل کیا، فعلۃ کے وزن سے تعبیر معاملے کی ہولناکی بڑھانے کے لیے لائی گئی اور اس سے مراد قبطی کا قتل ہے۔ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ: اور تم ہمارے انعام واکرام کا انکار کرنے والے ہو، ہمارے احسان کو فراموش کرنے والے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: فرعون کا مطلب تھا کہ تم نے ہماری نعمتوں اور احسانات کا کفر کیا جبکہ فرعون کو معلوم نہیں تھا کہ کفر کیا چیز ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کو جواب

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ:...... موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں نے یہ حرکت کی ہے اور یہ مجھ سے خطا سرزد ہوئی ہے چوں کہ میں عمداً قتل نہیں کرنا چاہتا تھا تو محض اس کی تادیب کرنا چاہتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اس بیان میں ضلال سے مراد ہدایت سے گمراہی نہیں لی چوں کہ انبیا معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔ اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ: سے مراد جاہلین ہے یعنی میں ناواقف رہا۔ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ: جب مجھے اپنی جان کا خوف لاحق ہوا تو میں سرزمین مدین کی طرف بھاگ گیا۔ کہ تم لوگ مجھے قتل کر دو گے اور مجھ سے ایسا مؤاخذہ لو گے جس کا میں مستحق نہیں ہوں۔ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا: اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت اور حکمت عطا فرمائی ہے۔ وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول منتخب کر کے بھیجا ہے۔ اگر تم ایمان لے آئے تو سلامت رہو گے۔ اگر انکار کر دیا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ: تم مجھ پر اپنا احسان کیسے جتلاتے ہو حالاں کہ تم نے میری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ [1] جس کو تم نعمت کہتے ہو وہ تو نری زحمت ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ تم نے میرے ساتھ جو احسان اور اچھائی کی میری پرورش کی اس کے مقابل میں تم نے بنی اسرائیل کو غلام اور خدام بنا رکھا ہے۔ صرف ایک آدمی کے میرے ساتھ کیے گئے احسان کو پوری بنی اسرائیل قوم کے ساتھ کی گئی زیادتیوں کا بدل قرار دیا جا سکتا ہے۔؟ [2] طبری کہتے ہیں: کیا تم مجھ پر احسان جتلا رہے ہو کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے؟ [3]

---

[1] یہ مقاتل کا بیان کردہ معنی ہے۔ [2] ابن کثیر المختصر ۲/ ۶۴۵۔ [3] الطبری ۱۹/ ۴۳

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ:..... فرعون نے تکبر کرتے ہوئے اپنے آپ کو برتر سمجھ کر کہا: وہ کون ہے جس کے بارے میں تمہارا گمان ہے کہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے؟ کیا یہاں میرے علاوہ کوئی اور بھی معبود ہے؟ چوں کہ فرعون صانع کا انکار کرتا تھا اور اپنی قوم سے کہتا تھا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ یعنی میں تو تمہارے لیے کسی اور معبود کو نہیں جانتا۔ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: وہ آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک ہے، آسمان وزمین میں پائی جانے والی مخلوق کی زندگی اور موت کا تصرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی تو ہے جس نے خشکی وتری میں تمام چیزوں کو پیدا کیا، پہاڑ و درخت پیدا کیے، سبزہ اور پھل پیدا کیے اور اس کے علاوہ بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ: اگر تمہارے پاس یقین رکھنے والے دل ہیں، اثر و نفوذ والی آنکھیں ہیں۔ چنانچہ یہ امر ظاہر و جلی ہے۔

فرعون کا بات ٹالنا

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ:..... فرعون نے اپنے پاس موجود اپنی قوم کے اشراف و عظما سے کہا: کیا تم اس کا جواب سن رہے ہو اور اس کی بات پر تعجب کر رہے ہو؟ فرعون نے مذاق اڑانے کی قصد سے یہ بات کہی ہے۔ میں نے اس سے اللہ کی ماہیت و حقیقت کے متعلق سوال کیا ہے اور یہ جواب میں مجھے اللہ کی صفات بتا رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا اور حجت و بیان میں مزید اضافہ کیا۔ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ: وہ تمہارا خالق ہے اور تمہارے آباؤ اجداد کا خالق ہے جو تم سے پہلے گزر گئے ہیں۔ سو تمہارا وجود اس معبودِ قادر و حکیم کے وجود کی دلیل ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے تعریف عام سے تعریف خاص کی طرف عدول کیا ہے چوں کہ دلیل انفسی دلیل آفاقی سے اقرب ہوتی ہے اور غور و فکر کرنے پر زیادہ واضح اور واقع ہوتی ہے۔ وَفِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ: یہ دلیل سن کر فرعون غصہ میں آ گیا اور موسیٰ علیہ السلام کو جنون کی طرف منسوب کیا۔ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ: رسول کہنا مذاق واستہزا کے طور پر ہے اور مخاطبین کی طرف اضافت حقارت کے لیے ہے۔ یعنی یہ رسول تو مجنون ہے اس میں عقل نہیں۔ میں اس سے ایک چیز کے بارے میں سوال کرتا ہوں اور یہ مجھے دوسری چیز کے متعلق بتاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے تمسخر سے زچ نہیں ہوئے بلکہ تیسری تعریف کے ساتھ حجت میں تاکید لائی ہے یہ تیسری تعریف دوسری سے زیادہ واضح ہے۔

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ:..... وہی ہے جو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے اور مغرب سے غروب کرتا ہے، اس کا مشاہدہ ہر دن ہوتا ہے، عقل مند و جاہل سبھی اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا: اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ: اگر تمہارے پاس عقل ہے تم ادراک کر سکتے ہو کہ سورج کے طلوع و غروب پر صرف رب تعالیٰ ہی قدرت رکھتا ہے۔ یہ زبردست حجت و دلیل ہے جو باطل کی کمر کو توڑ سکتی ہے، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے ساتھ مناظرہ کے وقت کہا تھا:

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۸)

جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ حجت و دلیل کے سامنے بے بس ہو گیا تو ظلم و زیادتی کی دھمکی دینے لگا۔

فرعون کا دعویٰ الوہیت

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ:..... اگر تو نے میرے علاوہ کسی اور کو اپنا رب بنا لیا میں تمہیں جیل کی تنہائیوں میں ڈال دوں گا۔ مفسرین کہتے ہیں: فرعون کی جیل کیا تھی بس سنگین قسم کا عقوبت خانہ ہوتا تھا، زیر زمیں چھوٹا سا کمرہ ہوتا جو نہایت تاریک وتنگ ہوتا۔ جہاں قیدی نہ دیکھ سکتا نہ لیٹ سکتا بس موت اس کا مقدر بن جاتی۔ اسی لیے فرعون نے یوں نہیں کہا۔ لاسجننك بلکہ یوں کہا: لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ چوں کہ فرعون کی جیل قتل سے زیادہ سخت تھی۔ تسہیل میں لکھا ہے: فرعون نے جب اللہ تعالیٰ سے جاہل ہونے کا اظہار کیا تو کہا۔ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوں جواب دیا۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس پر فرعون نے کہا: اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ موسیٰ علیہ السلام کے جواب پر تعجب کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اقامت حجت میں یوں اضافہ کیا۔ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ: چوں کہ انسان اور ان کے آباؤ اجداد کا وجود

عقلا کے نزدیک زیادہ ظاہر دلائل میں سے ہے۔ اور عظیم برہان ہے۔ چوں کہ اپنی ذات دیگر اشیا کی بنسبت اقرب ہوتی ہے۔ اسی لیے وجود خالق پر استدلال کیا۔ جب یہ حجت و دلیل پختہ معلوم ہوئی تو فرعون نے اس سے پہلوتہی کی اور موسیٰ علیہ السلام کو جنون کی طرف منسوب کر دیا۔ اور حقارت و تہکم سے تائید پیش کی۔ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اقامت حجت میں مزید اضافہ کیا۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ: چوں کہ طلوع آفتاب و غروب آفتاب ظاہر نشانی و دلیل ہے جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس امر کو غیر اللہ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ جب فرعون حجت میں زچ ہو گیا تو ذاتی برتری و استعلا کی طرف متوجہ ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جیل میں قید کرنے کی دھمکی دی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزے کے ذریعے فرعون پر حجت قائم کی اور نہایت تلطف اور نرمی سے بیان کیا اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ایمان لانے کی طمع تھی۔ [1]

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ: ...... کیا میں صاف واضح برہان اور حجت لے آؤں جس سے تمہیں میری سچائی کا یقین ہو جائے تو پھر بھی مجھے جیل میں ڈالو گے؟ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ: جس چیز کا کہتے ہو اگر سچے ہو تو اسے پیش کرو۔ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ: موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا یکا یک وہ ایک بہت بڑا سانپ بن گیا جو بالکل واضح تھا۔ اس کی کونچیں بھی تھیں، بڑا منہ اور نہایت ڈراؤنی شکل تھی۔ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ: موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان سے نکالا کیا دیکھتے ہیں کہ سورج کی طرح چمک رہا ہے اس کی شعاع بھی ہے۔ قریب تھا کہ آنکھیں چندھیا جاتیں اور افق پار اس کی روشنی پہنچ جاتی۔

فرعون کا حواس باختہ ہونا

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ: ...... فرعون نے اپنے پاس موجود قوم کے اشراف سے کہا: یہ تو بہت بڑا ماہر جادوگر ہے اور فن جادوگری میں طاق ہے، فرعون یہ الزام دے کر قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتا تھا تاکہ کوئی شخص حقیقی معجزے سے متاثر ہو کر حق پر ایمان نہ لے آئے۔ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ: یہ تو اپنے زبردست جادو سے تمہارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ: تم لوگ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہو اور مجھے کیا مشورہ دو گے؟ جب فرعون نے عظیم الشان معجزات دیکھے تو اسے خوف ہوا کہ اس کی قوم کہیں متاثر ہو کر موسیٰ علیہ السلام کی پیروی نہ کر لے۔ اس لیے وہ تو احکام جاری کرنے کا مختار تھا لیکن اشراف سے مشاورت لینے کا محتاج ہوا (گویا مشاورت کرنا اس کے زچ و مغلوب ہو جانے کی دلیل ہے)۔ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ: درباریوں نے کہا: اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دے دیں۔ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ: اپنے ملک کے طول و عرض میں اپنے کارندے بھیجو جو ہر طرف سے جادوگر جمع کر کے لائیں۔ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ: جو تمہارے پاس ماہر جادوگر لائیں جو جادوگری کے تمام شعبوں سے بخوبی واقف ہوں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی تسخیر تھی تاکہ تمام جادوگر ایک کھلے میدان میں جمع ہو جائیں، اور ان کے تماشے کو زیادہ سے زیادہ لوگ جمع ہوں اور حق اکثریت کے سامنے ظاہر ہو اور معجزے کو غلبہ حاصل ہو۔ اور لوگ دن دیہاڑے دیکھ سکیں۔ [2]

جادوگروں کا جمع ہونا

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ: ...... تمام جادوگر مقررہ دن پر جمع ہو گئے، ان کے جشن کے دن چاشت کا وقت مقرر کر دیا گیا تھا۔ یہ وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مقرر کیا تھا تاکہ سر عام حق غالب ہو اور باطل بھاگ کھڑا ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ (سورہ طٰہٰ، آیت ۵۹)

---

[1] ابن کثیر ۲/۲۴۶، المختصر [2] الطبری ۱۹/۳۶

وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ :.....لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ اجتماع کی طرف لپک کر جاؤ تاکہ ہم جادوگروں کے دین کی پیروی کریں اگر وہ موسیٰ پر غلبہ حاصل کرلیں۔

جادوگروں کا فرعون سے مطالبہ اور فرعون کا وعدہ

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ :.....جادوگروں نے فرعون سے مطالبہ کیا کہ اگر ہم موسیٰ پر غالب آگئے تو یقیناً ہمارے لیے انعام ہونا چاہیے، اور مال سے ہمارا اکرام ہو۔ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ :ان سے فرعون نے کہا: جی ہاں جو کچھ تم چاہتے ہو میں تمہیں دوں گا۔ اور تم میرے ہاں میرے مقربین یعنی خاص الخاص بندوں میں سے ہو گے۔ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ: کلام میں اختصار ہے اس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے، تقدیری کلام کا حاصل یوں ہے: جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: کیا تم ڈالو گے یا ہم ڈالیں، جیسا کہ سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے۔ ان کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ: یعنی تم جو چیز ڈالنا چاہتے ہو ابتدا کرو میں تم سے ڈرتا نہیں ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ کر کے یہ بات کہی اور اظہار حق سے وسیلہ پکڑا۔ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ: جادوگروں کے ہاتھوں میں جو رسیاں اور لاٹھیاں تھیں وہ زمین پر ڈالیں اور ڈالتے وقت انہوں نے کہا: ہم فرعون کی عظمت وسلطنت کی قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم موسیٰ پر غالب ہو کر رہیں گے۔ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ: یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا وہ ایک بہت بڑے سانپ میں بدل گیا، یکا یک جادوگروں کی پھینکی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنے لگا جو ان کی جادوگری سے سانپ بن گئیں تھیں، ان چیزوں کو مبالغۃً افک سے تعبیر کیا ہے۔

ساحرین کا قبول ایمان

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ :.....یعنی جادوگر نے اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہیں کے آگے سجدہ ریز ہو گئے بعد اس کے کہ جب انہوں نے واضح دلیل و برہان کا مشاہدہ کرلیا اور اپنی آنکھوں سے معجزہ دیکھ لیا۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ: سجدہ میں جاتے وقت کہا: ہم بزرگ و برتر اللہ پر ایمان لاتے ہیں جس کی طرف ہمیں موسیٰ و ہارون بلاتے ہیں۔ طبری کہتے ہیں: جب جادوگروں کے سامنے حقیقت کھل گئی کہ موسیٰ نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ جادو نہیں، حق ہے اور یہ کہ اس حق پر اللہ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا تو فوراً اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے، طاعت کے عقیدے سے اور یہ کہتے ہوئے کہ ہم تمام جہانوں کے پروردگار پر ایمان لائے جس کی عبادت کی ہمیں موسیٰ نے دعوت دی ہے، فرعون اور اس کے درباریوں کی خدا پر ایمان نہیں لاتے۔[1] قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ فرعون نے جادوگروں سے کہا: کیا تم موسیٰ پر ایمان لے آئے مجھ سے اجازت حاصل کرنے سے پہلے ہی؟ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ: یہ تو تمہارا رئیس ہے جس سے تم نے جادو کی تعلیم حاصل کی ہے اور تم نے اس کے ساتھ اتحاد کرلیا ہے تاکہ وہ اپنی بات کو غالب کر دکھائے، فرعون نے یہ بات اس لیے کہی تاکہ قوم کے سامنے حق بات خالص نہ رہے اور انہیں دھوکے میں مبتلا کردے تاکہ قوم بصیرت سے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: یہ تو محض سینہ زوری ہے جس کے بطلان کو ہر کوئی جانتا ہے۔ چنانچہ یہ جادوگر اس دن سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع نہیں ہوئے، بھلا موسیٰ علیہ السلام ان سب کے بڑے کیسے ہو گئے جو انہیں جادوگری کا فن سکھاتے؟ کوئی عقلمند اس طرح کی بات نہیں کرتا۔ اس کے بعد فرعون نے جادوگروں کو یوں دھمکی دی۔ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کے وبال کو تم جان جاؤ گے جب میں تمہیں سخت ترین سزا دوں گا۔ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ میں تم میں سے ہر ایک کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں ضرور کاٹوں گا۔ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور میں تم میں سے ہر ایک کو درخت کے تنے کے ساتھ سولی پر لٹکاؤں گا اسے چھوڑے رکھوں گا، حتیٰ کہ وہ مرجائے۔

---

[1] الطبری ۱۹/۴۶

ساحرین کی استقامت اور حوصلہ

قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ:......تم نے ہمیں جو دھمکی دی ہے اس میں ہمارا کوئی ضرور نقصان نہیں ہے اور ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے چوں کہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹ رہے ہیں اور اس کی بخشش کے امیدوار ہیں۔اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ: ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ ہمارے گناہ معاف کرے گا جو ہم سے سرزد ہوئے ایمان لانے سے قبل، اللہ ہمیں ان کی سزا نہ دے۔اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ: بسبب اس کے کہ ہم اپنی قوم پر ایمان لانے میں سبقت لے جائیں اور ہم پہل پہل موسیٰ پر ایمان لانے والے ہو جائیں۔

بلاغت:......ان آیات کریمہ میں بلاغت و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ان میں سے کچھ مختصراً حسب ذیل ہیں:

فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ:......میں لطیف کنایہ ہے۔عزت و برتری کے بعد لاحق ہونے والی ذلت و رسوائی سے کنایہ ہے۔فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: میں وعید و تہدید ہے۔اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ: میں استفہام برائے توبیخ ہے۔وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ: میں لطیف مقابلہ ہے۔رَسُوْلُ اَرْسِلْ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ: میں تجنیس ناقص ہے۔فَعَلْتَ اور فَعْلَةَ کے حروف میں اتفاق ہے۔لیکن شکل مختلف ہے، تجنیس غیر تام ہے۔قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا: میں ایجاز حذف ہے۔اس حذف پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے۔تقدیری عبارت کا ماحصل یوں ہے کہ: موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دونوں فرعون کے پاس آئے اور اسے دعوت دی۔فرعون نے موسیٰ سے کہا۔اَلَمْ نُرَبِّكَ: اسی طرح فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ: میں بھی ایجاز ہے، زمخشری کہتے ہیں: اصل عبارت یوں ہے۔"ارسل جبرئیل الی هارون واجعله نبیًا وآزرنی به واشدد به عضدی." جب کہ اختصار میں نہایت درجے کا حسن ہے۔اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ: صیغہ تعجب ہے۔اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ: میں اِنَّ اور "لام" سے تاکید لائی گئی ہے چوں کہ سامع شک میں ہے اور اسے تردد ہے۔اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ: میں بھی تاکید ہے۔یہ علم بیان کی خصوصیات میں سے ہے۔الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ: میں طباق ہے پھر فاصلہ کی خوبصورت رعایت بھی رکھی گئی ہے۔

لطیف نکتہ:......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مناظرے کی ابتدا میں فرعون اور اس کی قوم سے کہا: اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ: پھر مناظرے کے آخر میں کہا: اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ: اس کی وجہ یہ ہے کہ مناظرے کے شروع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کے ایمان لانے کی امید و طمع تھی، اس لیے معاملہ نرمی اور تلطف کے سلوک کا متقاضی تھا لیکن مناظرے کے آخر میں جب دیکھا کہ ایمان کی طرف ان کا مطلق رجحان نہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سختی اور توبیخ کا سلوک کیا، ڈانٹا اور کہا: اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ: جب کہ فرعون نے آپ علیہ السلام کو کہا تھا۔اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ: اس کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نرمی کا راستہ اختیار کیا اور حکمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ
جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ
مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾
فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا
ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾
اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ
اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ
مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ
خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ
ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ
بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ
لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى
اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ
مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ
وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا
صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ:......اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو ساتھ لے کر راتوں رات چلے جاؤ بلاشبہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ ﴿۵۲﴾ پھر فرعون نے شہروں میں اہل کار بھیج دیے۔ ﴿۵۳﴾ بلاشبہ یہ تھوڑی سی جماعت ہے۔ ﴿۵۴﴾ اور انہوں نے ہم کو غصہ دلایا ہے۔ ﴿۵۵﴾ اور بلاشبہ ہم سب خطرہ رکھنے والے ہیں۔ ﴿۵۶﴾ سو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے۔ ﴿۵۷﴾ اور خزانوں سے اور عمدہ جائے قیام سے نکال دیا۔ ﴿۵۸﴾ یہ بات اسی طرح سے ہے، اور یہ چیزیں ہم نے بنی اسرائیل کو دے دیں۔ ﴿۵۹﴾ سو سورج نکلنے کے وقت ان کے پیچھے جا پہنچے۔ ﴿۶۰﴾ پھر جب دونوں جماعتوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا یہ یقینی بات ہے کہ ہم تو پکڑ لیے گئے۔ ﴿۶۱﴾ موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے ابھی راہ بتا دے گا۔ ﴿۶۲﴾ سو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لاٹھی کو مارو، سو وہ پھٹ گیا ہر حصہ اتنا بڑا تھا جیسے بڑا پہاڑ۔ ﴿۶۳﴾ اور ہم نے اس موقع پر دوسروں کو قریب کر دیا۔ ﴿۶۴﴾ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے سب کو نجات دی۔ ﴿۶۵﴾ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔ ﴿۶۶﴾ بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے۔ ﴿۶۷﴾ بلاشبہ آپ کا رب زبردست ہے رحمت والا ہے۔ ﴿۶۸﴾ اور آپ ان کے سامنے ابراہیم کا قصہ بیان کیجیے۔ ﴿۶۹﴾ جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ ﴿۷۰﴾ ان لوگوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے پاس جمع رہتے ہیں۔ ﴿۷۱﴾ ابراہیم نے

کہا کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو۔ ﴿۷۲﴾ یا یہ تمہیں نفع دیتے ہیں یا ضرر دیتے ہیں؟ ﴿۷۳﴾ وہ لوگ کہنے لگے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے۔ ﴿۷۴﴾ ابراہیم نے کہا: بھلا کبھی تم نے ان چیزوں کو غور سے دیکھا ہے جن کی تم عبادت کرتے ہو؟ ﴿۷۵﴾ تم بھی اور تمہارے پرانے باپ دادا بھی؟ ﴿۷۶﴾ سو بے شک وہ میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے۔ ﴿۷۷﴾ جس نے مجھے پیدا کیا سو وہ مجھے ہدایت دیتا ہے۔ ﴿۷۸﴾ اور مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ ﴿۷۹﴾ اور جب بیمار ہو جاؤں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔ ﴿۸۰﴾ اور جو مجھے موت دے گا پھر زندہ فرمائے گا۔ ﴿۸۱﴾ اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرا قصور معاف فرما دے گا۔ ﴿۸۲﴾ اے میرے رب! مجھے حکم عطا فرمایے اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرمایے۔ ﴿۸۳﴾ اور بعد میں آنے والے لوگوں میں اچھائی کے ساتھ میرا ذکر باقی رکھیے۔ ﴿۸۴﴾ اور مجھے جنت النعیم کے وارثوں میں بنا دیجیے۔ ﴿۸۵﴾ اور میرے باپ کی مغفرت فرمایے بلاشبہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔ ﴿۸۶﴾ اور مجھے اس دن رسوا نہ کیجیے گا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ ﴿۸۷﴾ جس دن نہ کوئی مال نفع دے گا اور نہ بیٹے۔ ﴿۸۸﴾ سوائے اس شخص کے جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کے پاس آئے گا۔ ﴿۸۹﴾ اور متقیوں کے لیے جنت قریب کر دی جائے گی۔ ﴿۹۰﴾ اور گمراہوں کے لیے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی۔ ﴿۹۱﴾ اور ان سے کہا جائے گا کہ اللہ کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کیا کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ ﴿۹۲﴾ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں۔ ﴿۹۳﴾ یہ لوگ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کے لشکر ﴿۹۴﴾ سب اس میں اوندھے منہ ڈال دیے جائیں گے۔ ﴿۹۵﴾ اور وہ لوگ دوزخ میں ہوتے ہوئے آپس میں جھگڑیں گے۔ ﴿۹۶﴾ اللہ کی قسم! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم صریح گمراہی میں تھے ﴿۹۷﴾ جبکہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر مانتے تھے۔ ﴿۹۸﴾ اور ہمیں گمراہ نہیں کیا مگر مجرموں نے۔ ﴿۹۹﴾ سو ہمارے لیے نہ سفارش کرنے والے ہیں ﴿۱۰۰﴾ اور نہ کوئی مخلص دوست ہے۔ ﴿۱۰۱﴾ سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو پھر واپس ہونا نصیب ہو جاتا۔ سو ہم اہل ایمان میں سے ہو جاتے۔ ﴿۱۰۲﴾ بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ﴿۱۰۳﴾ اور بلاشبہ آپ کا رب عزت والا ہے رحم والا ہے۔ ﴿۱۰۴﴾

ربط و تعارف: ...... اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں سات قصص ذکر کیے ہیں، پہلا قصہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ہے دوسرا ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ہے، تیسرا نوح علیہ السلام کا، چوتھا ہود علیہ السلام کا، پانچواں صالح علیہ السلام کا، چھٹا لوط علیہ السلام کا، ساتواں قصہ شعیب علیہ السلام کا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی طرف سے سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا ان قصص کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے۔ جب کہ ان آیات میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ آگے بڑھایا جا رہا ہے۔

لغات: اَسْرِ: ...... الاسرا سے ہے، رات کے چلنے کو اسراء کہتے ہیں۔ جو شخص رات کو چل رہا ہو اس کے لیے "أسریٰ" کا لفظ بولا جاتا۔ أسریٰ رات کے چلنے کے ساتھ خاص ہے۔ **لَشِرْذِمَةٌ:** چھوٹا جمگھٹا۔ مجموعہ جو حقیر سا ہو۔ جمع شراذم ہے۔ جوھری کہتے ہیں: لوگوں کا ایک طائفہ۔ کسی چیز کا ٹکڑا اسی سے ہے "ثوب شراذم" کپڑے کا ٹکڑا۔[1] **اَزْلَفْنَا:** ہم نے قریب کیا۔ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: بھی اسی ہے۔ یعنی قریب کر دی جائے گی۔ شاعر کہتا ہے:

وكل يوم مضى أليلة سلفت فيها النفوس الى الأجال تزدلف

جو بھی دن گزرتا ہے یا رات گزرتی ہے، دن رات میں انسانوں کی جانیں موت کے قریب ہوتی جا رہی ہیں۔

فَكُبْكِبُوْا: كبكب الشيء: ...... چیز کے کچھ حصے کو دوسرے حصے پر پلٹ دینا۔ ابن عطیہ کہتے ہیں: کب سے مضاعف ہے یہ جمہور کا قول ہے، جسے صَرَّ سے صَرْصَرَ۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں: اَلْكَبْكَبَةُ. اَلْكَبُّ کا مکرر ہے۔ لفظ کا تکرار معنی کے تکرار کی دلیل ہے گویا دوزخی کو جب جہنم میں اوندھے منہ ڈالا جائے گا اسے بار بار اوندھے منہ ڈالا جائے گا یہاں تک کہ وہ دوزخ کے اندر جاگزیں ہو جائے۔ **حَمِيْمٍ:** خالص دوست جو تمہاری پریشانی سے پریشان ہو جائے۔ **كَرَّةً:** الكرة۔ لوٹنا، ایک بار کے بعد دوسری بار پھر لوٹنا۔

---

[1] القرطبی ۱۳/۱۰۱

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے ہجرت کا حکم

تفسیر: وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ:...... ہم نے وحی کے ذریعے موسیٰ کو حکم دیا کہ رات کے وقت سمندر کی طرف بنی اسرائیل کو لے کر چلیں، قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو رات کے وقت مصر سے نکالیں، بنی اسرائیل کو اپنے بندے اس لیے کہا ہے چوں کہ وہ موسیٰ پر ایمان لے آئے تھے۔[1] اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ: فرعون اور اس کی قوم تمہارا پیچھا کرے گی تا کہ تمہیں مصر واپس لے جا کر قتل کر دیں۔ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ: جب فرعون کو خبر دی گئی کہ بنی اسرائیل جا چکے ہیں تو اس نے درباریوں کو حکم دیا کہ ہر شہر سے اس کے لیے لشکر جمع کیا جائے اور فرعون نے درباریوں سے کہا: اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ: یہ تو حقیر چھوٹا سا گروہ ہے۔ طبری کہتے ہیں: اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد ستر ہزار چھ سو (۷۰۶۰۰) تھی۔[2] لیکن فرعون نے اپنے کثیر لشکر کی بنسبت بنی اسرائیل کو قلیل قرار دیا۔ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ: یہ لوگ ایسے کام کر رہے ہیں جو ہمارے غصے کو بڑھا رہے ہیں اور ہمارے دلوں کو تنگ کر رہے ہیں۔ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ: ہم تو بیدار اور ہوشیار قوم ہیں، معاملات میں عقل و حزم استعمال کرتے ہیں۔ زمخشری کہتے ہیں: فرعون کو قوم کے سامنے معذرت خواہانہ قسم کا بیان دینے کی ضرورت اس لیے پڑی تا کہ اس کا رعب، غلبہ اور گرفت کمزور نہ سمجھی جائے۔[3]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ: ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو باغات اور ان میں جاری نہروں سے نکال باہر کیا۔ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ: اور ہم نے ان کو ان کے جمع کردہ اموال سونا و چاندی سے اور خوبصورت گھروں اور محلات اور بارونق بیٹھکوں سے نکال باہر کیا۔ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ: ہمارے اخراج کی طرح جو ہم نے بنی اسرائیل پر لاگو کیا۔ فرعون و اس کی قوم کے غرق ہونے کے بعد ان کے اموال اور گھروں کا مالک ہم نے بنی اسرائیل کو بنا دیا۔ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ: فرعونیوں نے بنی اسرائیل کو سورج نکلنے کے وقت پیچھے سے جالیا۔ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ: جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو اپنے آمنے سامنے دیکھا۔ الْجَمْعٰنِ سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی جماعت بنی اسرائیل اور فرعون کا لشکر ہے۔

بنی اسرائیل کی گھبراہٹ

قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ:...... فرعون اور اس کا لشکر ہم سے آملا اور ہم پکڑے گئے، یہ لوگ ہمیں قتل کر دیں گے۔ بنی اسرائیل نے یہ خدشہ اس وقت ظاہر کیا جب اپنے پیچھے اور بالکل قریب فرعون اور اس کے لشکر کو دیکھا اور اپنے سامنے سمندر دیکھا اور ان کے وہم و گمان بد ہونے لگے۔

موسیٰ علیہ السلام کی تسلی

قَالَ كَلَّا:...... موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہرگز تم نہیں پکڑے جاؤ گے، موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو ترکی بہ ترکی جواب دیا اور قوم کو ڈانٹا۔ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ: میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ ہماری مدد کرے گا اور حفاظت کرے گا اور ہمیں نجات اور خلاصی کا راستہ دکھائے گا۔ امام رازی کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی کمر دو باتوں سے محفوظ کی۔

(اول)...... یہ کہ ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے، اس میں مدد اور حفاظت کی خوشخبری سنائی۔

(دوم)...... سَيَهْدِيْنِ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں نجات و خلاصی کی راہ دکھائے گا۔

---

[1] القرطبی ۱۳/۱۰۰ [2] الطبری ۱۹/۴۶ [3] الکشاف ۳/۲۳۹

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو راہ نجات اور فرعونیوں کی ہلاکت پر دلالت کردی تو گویا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی نہایت درجے کی مدد ونصرت فرمادی۔[1]

دریا میں بارہ راستے

فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ:...... ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بطریق وحی حکم دیا کہ سمندر پر اپنا عصا ماریں۔ فَانْفَلَقَ: موسیٰ علیہ السلام نے عصا سمندر پر مارا جس کے نتیجہ میں سمندر پھٹ گیا۔ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ: اور اس کا ہر حصہ ایسا تھا جیسے بلند وبالا پہاڑ ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: سمندر میں بارہ راستے بن گئے ہر قبیلہ کے لیے ایک راستہ تھا۔[2] وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ: ہم نے فرعون اور اس کی جماعت کو اس جگہ کے قریب کردیا یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے پیچھے پیچھے وہ بھی سمندر میں داخل ہوئے۔ وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَہٗٓ اَجْمَعِیْنَ: ہم نے موسیٰ اور مؤمنین جو ان کے ساتھ تھے سب کو نجات دی۔ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ: پھر ہم نے فرعون اور اس کی قوم (لاؤلشکر) کو غرق کردیا۔

مفسرین کہتے ہیں: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر عصا مارا تو سمندر پھٹ گیا، پانی رک گیا، رکا ہوا پانی بلند وبالا پہاڑوں کی مانند دکھائی دیتا۔ بارہ راستے بن گئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم مکمل طور پر سمندر سے باہر نکل گئی اور فرعون اور اس کی قوم مکمل طور پر سمندر میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو دوبارہ مل جانے کا حکم دیا یوں فرعون اور اس کی قوم سمندر میں ڈوب گئی، موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے کچھ لوگوں نے کہا: فرعون غرق نہیں ہوا، ان کے شبہ کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو سمندر سے باہر نکال پھینکا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً: فرعون اور اس کے لشکر کو سمندر میں غرق کرنے میں بہت بڑی عبرت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کو نجات دیتا ہے۔ اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے۔ وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ: اتنی بڑی نشانی کے مشاہدے کے ساتھ بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، اس آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے اور نافرمان کے لیے وعید ہے۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ: اللہ تعالیٰ اپنے اعدا سے انتقام لینے والا ہے اور اپنے دوستوں پر رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَ اِبْرٰھِیْمَ:...... یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کی ابتدا ہورہی ہے۔ یعنی اے محمد! مشرکین کو ابراہیم کے قصے کی خبر سناؤ اور ان کی شان عظیم بتاؤ۔ اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ وَقَوْمِہٖ مَا تَعْبُدُوْنَ: جب ابراہیم علیہ السلام نے باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم لوگ کس چیز کی عبادت کررہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تو تھا کہ یہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ علم کے باوجود سوال اس لیے کیا تاکہ قوم کی بے وقوفی اور جہالت آشکار ہوجائے اور ان پر حجت قائم ہوجائے۔ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَھَا عٰکِفِیْنَ: بولے: ہم تو بتوں کی عبادت کرتے ہیں، ہم ان کی عبادت کرتے رہیں گے، ان کی عبادت کو نہیں چھوڑیں گے۔ قوم نے یہ بات فخر وگھمنڈ میں کہی۔ صرف اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ فخر جتلانے کی نیت سے انہوں نے مطلب کی بات پر اضافہ کیا۔ قَالَ ھَلْ یَسْمَعُوْنَکُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ: ابراہیم علیہ السلام نے انہیں خاموش کرنے کے لیے اور توبیخ کے طور پر کہا: کیا جب تم انہیں فریاد کے لیے پکارتے ہو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہیں۔ اَوْ یَنْفَعُوْنَکُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ: کیا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں یا تمہیں ضرر سے بچاتے ہیں؟

کفار کی آباء پرستی

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا کَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ:...... ہم نے اپنے آباء واجداد کو بتوں کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ ہم بھی ایسا ہی کررہے ہیں۔ ابوسعود کہتے ہیں: گویا ان مشرکین نے اعتراف کرلیا کہ بت نفع ونقصان نہیں پہنچاتے، نیز وہ حقیقت کے اظہار کے لیے مجبور ہوگئے کہ ان کے پاس

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۴/ ۱۳۸ [2] ابن کثیر المختصر ۲/ ۶۴۹

آباؤ اجداد کی تقلید کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ حجت کے منقطع ہونے اور خصم کے بے دلیل ہونے کی علامت ہے۔ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ: ابراہیم علیہ السلام نے کہا: مجھے بتلاؤ کیا تم اور تمہارے آباؤ اجداد ان بتوں کی عبادت کرتے رہے؟ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ: یہ بت میرے دشمن ہیں میں ان کی عبادت نہیں کروں گا، لیکن میں اللہ کی عبادت کروں گا جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں میرا حمایتی و مددگار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عداوت کا سہارا لیا اور مشرکین پر تعریض کی جب کہ نصیحت میں تعریض تصریح سے ابلغ ہوتی ہے۔

اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ:...... اللہ وہ ذات ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور جو مجھے سیدھی راہ دکھاتا ہے، نہ کہ یہ بت۔ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ: اللہ تعالیٰ ہی مجھے کھانے پینے کو رزق عطا کرتا ہے، وہی خالق و رازق ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے، بارش نازل کرتا ہے اور پھر اس سے انواع و اقسام کے پھل پیدا کرتا ہے جو انسانوں کے لیے رزق ہے۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ: اور جب میں بیماری میں مبتلا ہوتا ہوں تو مجھے شفا دینے پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں ہوتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے مرض کی اپنی طرف نسبت کی اور شفا کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی اس میں حسن ادب کا خیال رکھا ہے۔ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ: وہی زندگی دینے والا اور موت دینے والا ہے، زندگی اور موت اللہ کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ جب وہ چاہے گا مجھے موت دے گا اور مرنے کے بعد جب چاہے گا مجھے زندہ کر دے گا۔ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ: میں اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کی امید رکھتا ہوں کہ وہ روز قیامت میرے گناہ بخش دے گا اور انسانوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ آیت میں امت کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ گناہوں کی معافی مانگی جائے اور خطاؤں کا اقرار کر کے بخشش طلب کی جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ:...... اے میرے پروردگار! مجھے فہم و علم عطا فرما اور مجھے اپنے نیک بندوں کی جماعت میں شامل کر۔ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ: اور میرا ذکر خیر رکھ اور اچھی تعریف اور ثنائے جمیل رکھ۔ فِي الْاٰخِرِيْنَ: میرے بعد تا قیامت جو لوگ آئیں گے ان میں میرا ذکر ہو اور میری اقتدا کی جائے۔ [1] وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ: مجھے آخرت کے سعادت مندوں میں شامل کر جو دائمی جنت میں داخلے کے مستحق ہوں۔ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ: یعنی میرے والد کو درگزر کر دیں اور اسے ایمان کی ہدایت دے۔ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ: یہ ان لوگوں میں سے ہے جو راہ ہدایت سے بھٹک گئے ہیں۔ صاوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام دعائیں قبول کیں سوائے باپ کے حق میں بخشش کی دعا کے۔ [2]

قرطبی کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے آپ علیہ السلام سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا اس لیے انہوں نے والد کے لیے دعائے مغفرت کی۔ جب یہ بات واضح ہوگئی کہ باپ وعدہ پورا نہیں کرے گا تو آپ علیہ السلام نے بھی اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا۔ [3] وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ: مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑنا اور روز حساب جب مخلوق دوبارہ اٹھائی جائے گی اس روز مجھے رسوا نہ کرنا۔ اللہ کے حضور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عاجزی اور انکساری ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی یوں ثنائے جمیل کی ہے۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (سورۃ النحل، آیت ۱۲۰) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ: اس نہایت دشواری والے دن جب مال و اولاد کوئی بھی نفع نہیں دے گا۔ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ: ہاں البتہ جو شخص آخرت میں اللہ کے پاس آئے۔ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ: چنگا دل لے کر جو پاک و صاف ہو، شرک و نفاق سے سلامت ہو، حسد و بغض، کینہ وغیرہ سے پاک ہو، یہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں تمام ہوگئیں۔

---

[1] بعض علماء کا قول ہے کہ آیت میں ذکر خیر کی خواہش کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔ چنانچہ لوگ مرجاتے ہیں لیکن وہ دنیا میں زندہ رہتے ہیں یعنی ان کا ذکر خیر ہوتا رہتا ہے۔ [2] الصاوی علی الجلالین ۳/ ۱۷۵ [3] القرطبی ۱۳/ ۱۱۴

جنت اور دوزخ کی قربت

آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: جنت متقیوں کے قریب کردی جائے گی تا کہ وہ اس میں داخل ہوں۔ طبری کہتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی طاعت دنیا میں بجالائیں اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہیں۔[1] وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ: گمراہ مجرموں کے لیے دوزخ ظاہر کی جائے گی یہاں تک کہ اسے اپنے سامنے کھلم کھلا حالت میں سرعام دیکھیں گے۔ مؤمنین جنت کو دیکھ کر خوش و مسرور ہو جائیں گے، جب کہ گمراہ و کفار جہنم کو دیکھ کر بدحال، غمزدہ اور دل گرفتہ ہو جائیں گے۔ وَقِيْلَ لَهُمْ: مجرمین سے کہا جائے گا بطور توبیخ وڈانٹ کے۔ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: کہاں ہیں تمہارے وہ معبودان جن کی تم عبادت کرتے تھے یعنی تمہارے بت اور دیوتا؟ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ: کیا وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے باہر نکال سکتے ہیں؟ یا وہ اپنا دفاع کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں؟ یہ توبیخ وڈانٹ ہے۔ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا: یعنی کفار کو سروں کے بل دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ مجاہد کہتے ہیں: یعنی جہنم میں دھتکار دیے جائیں گے۔ طبری کہتے ہیں: کفار کو ایک دوسرے پر پھینکا جائے گا اور مونہوں کے بل ایک دوسرے پر پھینکا جائے گا۔[2] هُمْ وَالْغَاوٗنَ: یعنی بتوں اور مشرکین کو، عابدین اور معبودین کو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ (سورۃ الانبیاء، آیت ۹۸)
وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ:...... ابلیس کے جملہ متبعین خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے۔ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ: عابدین، معبودین سے کہیں گے اور وہ دوزخ میں آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: ہم اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم گمراہی میں تھے اور حق سے دور تھے۔ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: جب ہم نے تمام جہانوں کے رب کے ساتھ تمہاری عبادت کی اور ہم نے تم کو عبادت کے استحقاق میں اللہ کے ساتھ شریک کیا۔ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ: اور ہمیں ہدایت سے دور صرف اور صرف روسا اور بڑوں نے کیا جو کفر و معاصی کو ہمارے سامنے آراستہ کر کے پیش کرتے تھے۔

آخرت میں کفار کا اعتراف گناہ

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ:...... اس دن کی ہولناکی سے بچنے کے لیے ہماری سفارش کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ: اور ایسا دوست بھی نہیں جو خالص محبت کرنے والا ہو، جو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائے۔

دنیا میں دوبارہ بھیجنے کی درخواست

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً:...... کاش! ہم دنیا کی طرف لوٹتے۔ فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: ہم اللہ پر ایمان لائیں، اعمال اچھے کریں اور اپنے رب کی طاعت کریں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً: ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے بارے میں جو حالات و واقعات ذکر ہوئے ہیں ان میں بصیرت و عقل والوں کے لیے سامان عبرت ہے۔ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ: یہ مشرکین جنہیں آپ اسلام کی دعوت دیتے ہیں ان میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ: اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے اور اپنے دوستوں پر رحم کرنے والا ہے۔

بلاغت:...... ان آیات میں بلاغت و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے چند مختصراً حسب ذیل ہیں:

فَانْفَلَقَ:...... میں ایجاز حذف ہے یعنی "فضرب البحر فانفلق"۔ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ: میں تشبیہ مرسل ہے یعنی رسوخ و ثبات میں پہاڑ کی طرح۔ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ حذف کر دیا گیا۔ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ: میں طباق ہے اسی طرح يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ: میں بھی طباق ہے۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ: میں مراعات ادب ہے۔ یوں نہیں کیا کہ جب میرا رب مجھے بیمار کرتا ہے بلکہ مرض کی نسبت اپنی طرف کی کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو

---

[1] الطبری ۱۹ / ۵۵ [2] الطبری ۱۹ / ۵۵

وہ مجھے شفا دیتا ہے۔ ایسا آداب کو ملحوظ رکھنے کی وجہ سے کیا۔ جب کہ مرض اور شفا اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں۔ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ: میں لطیف استعارہ ہے۔ ذکرِ جمیل کے لیے لسان کا استعارہ ہے، یہ نہایت لطیف استعارات میں سے ہے۔ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ: اور وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: میں مقابلہ بدیعیہ ہے۔ المتقین، الغاوین، ضلال مبین میں فواصل کی رعایت ہے۔

تنبیہ:...... قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر کو ملیں گے، اس کے چہرے پر درماندگی اور مایوسی کے بادل چھائے ہوں گے، ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: کیا میں نے دنیا میں نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا۔ آزر کہے گا: میں آج تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ سے کہیں گے: اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن غمزدہ نہیں کرے گا۔ بھلا اس سے بڑی رسوائی کون سی ہوگی کہ میرے باپ کو مجھ سے دور رکھا جا رہا ہے؟ جو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ پھر فرمائے گا: اے ابراہیم! اپنے پاؤں تلے دیکھو۔ ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے پاؤں تلے خون آلود ایک بجو ہے اسے ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (رواہ البخاری)

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٠٧﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾
اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾
النصف
قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ
بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾
ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
الرَّحِيْمُ ﴿١٢٢﴾ كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ
اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾
اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ
بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمَدَّكُمْ
بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ
اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ
فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾ أَتُتْرَكُونَ
فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ
بُيُوتًا فَارِهِينَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي
الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ
إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوهَا
بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ إِنَّ
فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ ع ٨ ١٩ ١٢
لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ
مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ
لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِي
وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٧٠﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٧٢﴾
وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ أَصْحَابُ لْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧٦﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا ع ٩ ١٦ ١٢
تَتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٧٩﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ
أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٠﴾ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ
الْمُسْتَقِيمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي
خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٨٥﴾ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَإِنْ
نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿١٨٦﴾ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّي
أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٨٩﴾ إِنَّ فِي

ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾

ترجمہ:......نوح علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ ﴿۱۰۵﴾ جبکہ ان سے ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے۔ ﴿۱۰۶﴾ بلاشبہ میں تمہارے لیے امانت والا پیغمبر ہوں۔ ﴿۱۰۷﴾ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ ﴿۱۰۸﴾ اور میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا ثواب تو بس رب العالمین کے ذمے ہے۔ ﴿۱۰۹﴾ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ ﴿۱۱۰﴾ ان لوگوں نے جواب دیا کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں حالانکہ تیرے پیچھے رذیل ترین لوگ لگے ہوئے ہیں۔ ﴿۱۱۱﴾ نوح نے کہا کہ مجھے ان کے کاموں کے جاننے کی کیا ضرورت ہے۔ ﴿۱۱۲﴾ ان سے حساب لینا تو میرے رب ہی کا کام ہے، کاش! تم سمجھ رکھتے۔ ﴿۱۱۳﴾ اور میں ایمان والوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں۔ ﴿۱۱۴﴾ میں تو بس واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ ﴿۱۱۵﴾ ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جنہیں سنگسار کر دیا جاتا ہے۔ ﴿۱۱۶﴾ نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب! بلاشبہ میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ ﴿۱۱۷﴾ سو آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجیے اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دے دیجیے۔ ﴿۱۱۸﴾ سو ہم نے نوح کو اور اس کے ساتھیوں کو جو بھری ہوئی کشتی میں تھے نجات دے دی۔ ﴿۱۱۹﴾ پھر ہم نے اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ ﴿۱۲۰﴾ بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ﴿۱۲۱﴾ اور بلاشبہ تیرا رب عزیز ہے رحیم ہے۔ ﴿۱۲۲﴾ قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ ﴿۱۲۳﴾ جبکہ ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے۔ ﴿۱۲۴﴾ بلاشبہ میں تمہارے لیے امانت والا پیغمبر ہوں۔ ﴿۱۲۵﴾ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ ﴿۱۲۶﴾ اور میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا ثواب تو بس رب العالمین کے ذمے ہے۔ ﴿۱۲۷﴾ کیا تم ہر اونچے مقام پر کھیل کے طور پر یادگار بناتے ہو؟ ﴿۱۲۸﴾ اور بڑے بڑے محل بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہو گے۔ ﴿۱۲۹﴾ اور جب تم پکڑتے ہو تو بڑے جابر بن کر گرفت کرتے ہو۔ ﴿۱۳۰﴾ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ ﴿۱۳۱﴾ اور اس ذات سے ڈرو جس نے ان چیزوں کے ذریعے تمہاری امداد فرمائی جنہیں تم جانتے ہو۔ ﴿۱۳۲﴾ اس نے چوپائے اور بیٹے ﴿۱۳۳﴾ اور باغات اور چشموں کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائی۔ ﴿۱۳۴﴾ بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ ﴿۱۳۵﴾ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں برابر ہیں تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ بنو۔ ﴿۱۳۶﴾ اس کے سوا کوئی بات نہیں ہے کہ یہ پہلے لوگوں کی عادت ہے۔ ﴿۱۳۷﴾ اور ہم عذاب میں مبتلا ہونے والے نہیں ہیں۔ ﴿۱۳۸﴾ سو ان لوگوں نے ہود کو جھٹلایا سو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ﴿۱۳۹﴾ اور بے شک آپ کا رب عزیز رحیم ہے۔ ﴿۱۴۰﴾ قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ ﴿۱۴۱﴾ جبکہ ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے؟ ﴿۱۴۲﴾ بلاشبہ میں تمہارے لیے اللہ کا رسول ہوں امانت دار ہوں۔ ﴿۱۴۳﴾ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ ﴿۱۴۴﴾ اور میں تم سے اس پر کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو بس رب العالمین کے ذمے ہے۔ ﴿۱۴۵﴾ یہاں جو کچھ ہے کیا تمہیں اسی میں امن و امان کے ساتھ چھوڑے رکھا جائے گا۔ ﴿۱۴۶﴾ باغیچوں میں اور چشموں میں۔ ﴿۱۴۷﴾ اور کھیتیوں میں اور کھجوروں میں جن کے گچھے گوندھے ہوئے ہیں۔ ﴿۱۴۸﴾ اور تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتے ہو اتراتے ہوئے۔ ﴿۱۴۹﴾ سو تم اللہ سے ڈرو میری فرمانبرداری کرو۔ ﴿۱۵۰﴾ اور ان لوگوں کی بات نہ مانو جو حد سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ ﴿۱۵۱﴾ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔ ﴿۱۵۲﴾ انہوں نے جواب دیا کہ بس تو ان لوگوں میں سے ہے جن پر جادو کر دیا گیا ہو۔ ﴿۱۵۳﴾ تو ہمارا ہی جیسا ایک آدمی ہے سو تو کوئی نشانی لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے۔ ﴿۱۵۴﴾ صالح علیہ السلام نے کہا کہ یہ اونٹنی ہے پانی پینے کے لیے ایک دن اس کی باری ہے اور ایک مقررہ دن میں پینے کی تمہاری باری ہے۔ ﴿۱۵۵﴾ اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ مت لگاؤ ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔ ﴿۱۵۶﴾ سو ان لوگوں نے اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا پھر پشیمان ہوئے۔ ﴿۱۵۷﴾ سو انہیں عذاب نے پکڑ لیا، بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ﴿۱۵۸﴾ اور بے شک آپ کا رب عزیز ہے رحیم ہے۔ ﴿۱۵۹﴾ لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ ﴿۱۶۰﴾ جبکہ ان کے بھائی لوط نے ان سے کہا کیا کہ تم نہیں ڈرتے؟ ﴿۱۶۱﴾ میں بلاشبہ تمہارے لیے اللہ کا رسول ہوں امانت دار ہوں۔ ﴿۱۶۲﴾ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ ﴿۱۶۳﴾ اور میں تم

سے اس پر کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو بس رب العالمین کے ذمے ہے۔ ⑯⑭ کیا تمام دنیا جہان والوں میں سے تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔ ⑯⑤ اور تمہارے رب نے جو تمہارے لیے بیبیاں پیدا فرمائیں ہیں ان کو چھوڑتے ہو بلکہ تم حد سے آگے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔ ⑯⑥ ان لوگوں نے کہا کہ اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور نکال دیے جانے والے لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ ⑯⑦ لوط نے کہا کہ میں تمہارے کام سے بغض رکھنے والوں میں سے ہوں۔ ⑯⑧ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں سے نجات دیجیے۔ ⑯⑨ سو ہم نے لوط کو اور اس کے تمام گھر والوں کو نجات دیدی۔ ⑰⓪ سوائے ایک بڑھیا کے، وہ باقی رہ جانے والوں میں سے تھی۔ ⑰① پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ ⑰② اور ہم نے ان پر خاص قسم کی بارش برسادی سو کیا ہی بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسائی گئی جن کو ڈرایا گیا۔ ⑰③ بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ⑰④ اور بے شک آپ کا رب عزیز ہے رحیم ہے۔ ⑰⑤ ایکہ والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ⑰⑥ جب کہ ان سے شعیب علیہ السلام نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے؟ ⑰⑦ بے شک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں۔ ⑰⑧ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ ⑰⑨ اور تم سے اس پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا میرا ثواب تو بس رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔ ⑱⓪ تم پورا ناپا کرو۔ اور نقصان میں ڈالنے والے مت بنو۔ ⑱① اور ٹھیک طرح سے وزن کیا کرو۔ ⑱② اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دیا کرو۔ اور زمین میں فساد کرنے والے نہ بنو۔ ⑱③ اور اس ذات سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ ⑱④ ان لوگوں نے کہا کہ بات یہی ہے کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن پر جادو کر دیا گیا ہو۔ ⑱⑤ اور تو ہمارا ہی جیسا ایک آدمی ہے اور بے شک ہم تجھے جھوٹوں ہی میں سے خیال کرتے ہیں۔ ⑱⑥ سو اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادے۔ ⑱⑦ شعیب نے کہا کہ تم جو کام کرتے ہو انہیں میرا رب خوب جانتا ہے۔ ⑱⑧ سو ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا لہٰذا ان لوگوں کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔ ⑱⑨ بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ⑲⓪ اور بے شک آپ کا رب عزیز ہے رحیم ہے۔ ⑲①

ربط وتعارف:......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنایا۔ اس کے بعد نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام کے قصص ذکر کیے ہیں۔ ان سب قصص میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے اور سنۃ اللہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ مکذبین کو ہلاک کر دیتا ہے۔

لغات: الْمَشْحُوْنِ:......بھرا ہوا، مقولہ ہے شحن السفینۃ یعنی کشتی لوگوں اور مویشیوں سے بھر گئی۔ رِيْعٍ الریع۔ زمین کا بلند حصہ، ٹیلہ، راستہ۔ مَصَانِعَ: پختہ قلعے، یہ معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان کردہ ہے۔ شاعر کہتا ہے:

ترکنا دیارھم منھم قفارًا ــــ وھدمنا المصانع والبروجا

ہم نے ان کے گھروں کو ویرانوں میں تبدیل کر دیا اور ان قلعوں اور برجوں کو گرا دیا۔

بَطَشْتُمْ:......البطش، غلبہ، دارو گیری۔ الْجِبِلَّةَ مخلوق، ہروی کہتے ہیں: الجبلۃ والجبل: لوگوں کی کثیر تعداد، جمع اسی سے ہے۔ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا بہت سارے لوگ كِسَفًا: کِسْفَةٍ کی جمع ہے بمعنی کسی چیز کا ٹکڑا۔

تفسیر: كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ الْمُرْسَلِيْنَ:......یعنی نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے پیغمبر نوح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ الْمُرْسَلِيْنَ جمع کا صیغہ ذکر کیا ہے چنانچہ جو ایک رسول کی تکذیب کرتا ہے وہ گویا سب پیغمبروں کی تکذیب کرتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ:......یعنی نوح علیہ السلام دین کے اعتبار سے بھائی نہیں تھے بلکہ نسب کے اعتبار سے بھائی تھے۔ چوں کہ وہ قوم کے ایک فرد تھے۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں: یہ عرب کے اقوال میں سے ہے، چنانچہ کہتے ہیں: یا أخا بنی تمیم یعنی اے بنی تمیم کے آدمی، بنی تمیم کے فرد۔ طاسی سے حماسہ کا شعر بھی ہے:

لا یسألون أخاھم حین یندبھم

"اس قوم کا کوئی فرد جب اپنی قوم کو لڑائی کے لیے بلاتا ہے تو وہ اس سے سوال نہیں کرتے کہ کیسی لڑائی، کہاں کی لڑائی وغیرہ۔"[1]

اَلَا تَتَّقُوْنَ:..... کیا تم بتوں کی عبادت کر کے اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے؟ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ: میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور نصیحت میں امین ہوں، میں تم سے خیانت نہیں کرتا اور جھوٹ نہیں بولتا۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ: اللہ کے عذاب سے ڈرو اور میری بات مانو۔ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ: میں تمہیں جو نصیحت کرتا ہوں اس پر تم سے کسی قسم کی اجرت کا سوال نہیں کرتا۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ: میں اجر و ثواب بس صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہوں۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ معاملے کی اہمیت کے پیش نظر یہ جملہ دہرایا گیا ہے، اس پر تنبیہ و تاکید کرنا بھی مقصود ہے۔ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ: اے نوح! تم جو بات کرتے ہو ہم اس کی تصدیق کر دیں۔ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ: حالت یہ ہے کہ تمہارے متبعین نچلے درجے کے فقرا و کمزور لوگ ہیں۔ بیضاوی کہتے ہیں: یہ ان کی کور عقلی تھی اور رائے کا قصور تھا۔ انہوں نے معاملہ صرف دنیا پر محصور کیا، یہاں تک کہ اتباع فقرا کو اپنی اتباع و ایمان کے مانع سمجھا۔[2]

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت

قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ:..... میری ذمہ داری نہیں کہ میں تمہارے دلوں میں چھپی باتوں کو زیر بحث لاؤں اور تمہارے دلوں کی باتوں کی تحقیق کروں۔ یا میں ان ضعفا کے اعمال کی تفتیش کروں کہ آیا وہ اخلاص کے ساتھ میری اتباع کرتے ہیں یا کسی قسم کی طمع و لالچ میں؟ قرطبی کہتے ہیں: گویا قوم نے یوں کہا: یہ ضعفا مال و عزت کی لالچ میں تمہاری اتباع کر رہے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ان کے اندر کے رازوں سے واقف نہیں ہوں، میں ان کی ظاہری حالت کا اعتبار کرتا ہوں۔[3]

اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ:..... ان کا حساب اور جزا و بدلہ صرف اللہ کے ذمہ ہے، وہی پوشیدہ رازوں اور دل کی باتوں پر آگاہ ہوتا ہے اگر تمہیں اس کا علم ہو۔ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ: میں ان کمزور مؤمنین کو اپنے پاس سے دور نہیں کروں گا اور انہیں اپنی مجلس سے دھتکاروں گا نہیں۔ ابوحیان کہتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا بھی نوح علیہ السلام سے ایسا ہی مطالبہ تھا جیسا کہ مشرکین مکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے تھے کہ ضعفا مؤمنین کو اپنے پاس سے دور کر دو۔[4] اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ: میں تو تمہیں صرف اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں اللہ کی پکڑ اور اس کی سطوت سے تمہیں ڈراتا دھمکاتا ہوں، سو جس نے میری بات مانی وہ نجات پا جائے گا خواہ وہ شریف ہو یا گھٹیا، صاحب مرتبہ ہو یا حقیر و ذلیل۔

حضرت نوح علیہ السلام کو قوم کی دھمکی

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ:..... اگر تم دعوائے رسالت اور ہماری دین کی برائی بیان کرنے سے باز نہ آئے تو ہم تم کو پتھر برسا کر ہلاک کر دیں گے۔ قوم نے نوح علیہ السلام کو پتھروں سے قتل کر دینے کی دھمکی دی، اب کی بار نوح علیہ السلام قوم کی فلاح و ہدایت سے مایوس ہوئے اور انہیں بددعا دی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ:..... نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے اور مجھ پر ایمان نہیں لائی۔ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ فَتْحًا میری اور میری قوم کے درمیان فیصلہ کر دیں جو تو چاہے اور ہمارے درمیان اپنا عادلانہ فیصلہ کر دے۔

---

[1] الکشاف ۳/ ۲۵۴ [2] البیضاوی ۲/ ۷۶ [3] القرطبی ۱۳/ ۱۲۰ [4] البیضاوی ۲/ ۷۶

وَنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: ...... مجھے اور میرے ساتھ جو مؤمنین ہیں کو ان لوگوں کے مکر وفریب اور دھوکے سے نجات دے۔ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ: ہم نے نوح اور ان کے ساتھ موجود مؤمنین کو کشتی میں نجات دی جو مردوں، عورتوں اور جانوروں سے بھری ہوئی تھی۔ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ: مسلمانوں کو نجات دینے کے بعد نوح کی قوم کے جو لوگ باقی بچے انہیں غرق کر دیا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً: اس میں بہت بڑی عبرت کا سامان ہے اس شخص کے لیے جو غور وفکر اور تدبر کرے۔ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ: اکثر لوگ مؤمنین نہیں ہیں۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ: اے محمد! تمہارا رب ہی غالب رہنے والا ہے جو مغلوب نہیں ہوتا جو اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اور انہیں جلدی جلدی عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

قوم عاد کا واقعہ

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ: ...... یعنی قبیلہ عاد نے اپنے رسول ہود علیہ السلام کو جھٹلایا۔ جس نے ایک رسول کو جھٹلایا گویا اس نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ: یعنی کیا تم غیر اللہ کی عبادت کے معاملے میں اللہ کے عذاب اور اس کے انتقام سے نہیں ڈرتے؟ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ: میں وحی اور پیغام خدا کے معاملہ میں امانت دار ہوں اور دین کے معاملہ میں تمہارے لیے خیر خواہ ہوں۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ: پس اللہ کے عذاب سے ڈرو اور میری بات مان کر چلو۔ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: میں تبلیغ دعوت پر تم سے کسی قسم کا مال طلب نہیں کرتا، میں اپنی اجرت تو اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہوں، مضمون آیت میں تکرار لایا گیا ہے جو اس بات پر تنبیہ کرتا ہے کہ پیغمبروں کی دعوت ایک ہی ہوتی ہے۔ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ: استفہام انکاری ہے یعنی کیا تم راستے میں ہر اونچے مقام پر شاندار یادگار عمارت بنانا چاہتے ہو، جیسے کوئی اونچا نشان ہوتا ہے محض فضول اور کھیل کود کے لیے؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الریع: بلند جگہ راستے پر محض لہو ولعب اور اظہار قوت کے لیے پختہ عالیشان عمارت بناتے تھے۔ اسی لیے پیغمبر علیہ السلام نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا چوں کہ اس میں وقت کا ضیاع، اپنے آپ کو تھکانا اور لایعنی میں مشغول ہونا تھا۔[1] وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ: تم پختہ و مضبوط محلات بناتے ہو اور امید رکھتے ہو کہ تم نے ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے مرنا نہیں ہے۔ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ: اور جب تم دشمنی میں کسی کی دار وگیری کرتے ہو، ظالموں کی طرح دار وگیری کرتے ہو، نرمی اور رحم دلی تمہارے قریب تک نہیں آتی۔ کفار پر رحمت ونرمی کا انکار کیا چوں کہ ظالموں اور جابروں کی عادت میں ظلم وبربریت ہوتی ہے۔

امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان آیات میں کفار کی تین صفات بیان کی ہیں: عالیشان عمارتیں بنانا یہ چیز اسراف اور علو پسندی پر دلالت کرتی ہے۔ مضبوط محلات وقلعے تعمیر کرنا یہ چیز دنیا میں ہمیشہ رہنے کے خیال پر دلالت کرتی ہے۔ دار وگیری اور ظلم یہ چیز علو پسندی میں تفرد پر دلالت کرتی ہے۔ یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حب دنیا کا ان پر شدید غلبہ تھا اسی لیے دنیا داری میں گم سم تھے بندگی کی حد سے نکلے جا رہے تھے او ربوبیت کے آس پاس پلے پڑے تھے، جب کہ حب دنیا ہر برائی کی جڑ ہے۔[2] فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ: اللہ سے ڈرو اور ان افعال کو ترک کرو اور میری بات مانو، اس کے بعد قوم کو اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد کرانے شروع کیے۔ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ: اس ذات سے ڈرو جس نے طرح طرح کے تمہارے اوپر انعامات کیے اور تمہیں بے شمار اچھائیوں سے نوازا۔ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ: تمہیں خیر وبھلائی اور اچھائی کی جڑیں یعنی مویشی، بیٹے، باغات اور نہریں عطا کیں۔ تمہارے اوپر نعمتوں کی بارش برسائی۔ اس رب کی عبادت کرنا، اس کا شکر ادا کرنا اور کفر سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ: مجھے تمہارے اوپر خوف ہے اگر تم نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا اللہ کے ساتھ شرک کیا اور کفر کے مرتکب ہوئے تو تمہیں عذاب والے ہولناک دن کا سامنا کرنا پڑے گا جو بچوں کو بھی بوڑھا بنا دے گا۔ ہود علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اس میں ترغیب کا اصول بھی اپنایا اور ڈرایا دھمکایا بھی، وعظ اور خوف دلانے میں انتہائی مقام تک پہنچے۔ لیکن قوم کا جواب تھا۔

[1] ابن کثیر ۲/ ۶۵۳ المختصر [2] التفسیر الکبیر بالاختصار ۲۴/ ۱۵۷

قوم عاد کی ضد اور ہٹ دھرمی

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ:...... یعنی تمہارا نصیحت کرنا اور نصیحت نہ کرنا ہمارے لیے برابر ہے، ہمیں کوئی پرواہ نہیں کہ تم کیا کہتے ہو، ہم جس راستے پر چل رہے ہیں اس کا ہمیں کوئی خدشہ اور خوف نہیں۔ ابو حیان کہتے ہیں: قوم نے ہود علیہ السلام کی بات کو خفیف وحقیر سمجھتے ہوئے وعظ کہا، چوں کہ انہیں ہود علیہ السلام کی لائی ہوئی تعلیمات کی صحت کا یقین نہیں تھا اور انہیں دعوائے رسالت میں جھوٹا سمجھتے تھے۔[1] اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ: یہ تعلیمات جو تم لے کر آئے ہو یہ محض جھوٹ اور پہلے لوگوں کی خرافات ہیں۔ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ: نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، نہ جزا و سزا ہوگی، نہ حساب ہوگا اور نہ ہی عذاب ہوگا۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ: انہوں نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا، ہم نے ان کو تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قوم ہود کو تند و تیز نہایت سرد آندھی سے ہلاک کیا گیا، ان کی ہلاکت کا سبب ان کی اپنی ذات تھی وہ نہایت سرکش لوگ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی چیز مسلط کی جو ان سے زیادہ سخت و سرکش تھی، چنانچہ تیز آندھی نے ان کی ہر چیز کو تباہ کر کے رکھ دیا، تیز ہوا آدمی کو زمین سے اوپر اٹھا کر زمین پر پٹک دیتی تھی اور وہ سر کے بل آن گرتا جس سے اس کا سر کچل جاتا اور دماغ پھٹ کے باہر نکل جاتا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً: ان کفار کی ہلاکت میں نصیحت اور عبرت ہے۔ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ: ایسی واضح نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ: اے محمد! آپ کا رب دشمنوں سے انتقام لینے میں بڑا زبردست غالب ہے اور اپنے مؤمن بندوں پر نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ:...... یعنی قبیلہ ثمود نے اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کو جھٹلایا، جس نے ایک پیغمبر کو جھٹلایا گویا اس نے تمام پیغمبروں کو جھٹلایا۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ: کیا تم غیر اللہ کی عبادت کر کے اللہ کے عذاب اور اس کے انتقام سے نہیں ڈرتے؟ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: یہ آیات مکرر لائی گئی ہیں چوں کہ تمام انبیا کی دعوت ایک ہی ہوتی ہے، چنانچہ ہر پیغمبر اپنی قوم کو اپنی بعثت و رسالت کے مقصد سے آگاہ کرتا ہے اور یہ کہ نبی کی دعوت انسانیت کی فلاح کے لیے ہوتی ہے۔ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ: کیا تمہیں تمہارا رب اس دنیا میں حالت امن میں چھوڑ دے گا اور تم ہمیشہ نعمتوں میں عیاشی کرتے رہو گے۔ گویا تم بغیر موت کی دنیا میں باقی رہو گے؟

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ لوگ طویل العمر تھے، عمروں کے ساتھ ان کی عمارتوں کو پار انہیں تھا۔ قرطبی کہتے ہیں: آگے والی آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا صالح علیہ السلام نے ان کو ڈانٹ پلائی اور کہا: تمہارا کیا خیال ہے تم دنیا میں زندہ رہو گے اور تمہیں موت نہیں آئے گی؟[2] فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ: باغات میں اور جاری رہنے والی نہروں میں۔ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ: وسیع وعریض کھیتوں میں جن میں انواع و اقسام کی فصلیں اشجار اور کھجوریں ہیں؟ کیا تمہیں حساب و کتاب کے بغیر، جزا و سزا کے بغیر ان نعمتوں میں چھوڑ دیا جائے گا۔ مفسرین کہتے ہیں: قوم ثمود کی سرزمین میں بے شمار باغات تھے بہتے پانی اور کھجوروں کے درخت، صالح علیہ السلام نے انہیں مختلف نعمتیں یاد دلائیں باغات، چشمے، نہریں، فصلیں اور انواع و اقسام کے پھل۔ اَلْهَضِيْمُ کا معنی لطیف، خوشگوار ہے یہ عکرمہ کا قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس کا معنی تازہ پکا ہوا پھل ہے۔[3] وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ: اور تم پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے ہو جن پر تم اتراتے ہو حالاں کہ ان میں سکونت اختیار کرنے کی چنداں حاجت نہیں ہوتی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان آیات میں بظاہر اس امر پر دلیل ہے کہ قوم ہود پر خیالی لذات کا غلبہ تھا جیسے استعلاء و برتری، بقا، جبر و غلبہ۔ صالح علیہ السلام کی قوم پر حسی لذات کا غلبہ تھا جیسے اشیا خورونوش کی طلب، عمدہ قسم کے رہائشی مکانات۔[4]

---

[1] البحر ۷/ ۳۳ [2] القرطبی ۱۳/ ۱۲۷ [3] امام قرطبی نے اَلْهَضِيْمُ کے معنی میں ۱۲ اقوال ذکر کیے ہیں۔ ۱۳/ ۱۲۸ [4] التفسیر الکبیر ۳۴/ ۱۵۹

صاوی کہتے ہیں: قوم صالح کی عمریں طویل تھیں، ان کے مکانات بوسیدہ ہوجاتے تھے۔ ان کے عام آدمی تین سو سال سے ایک ہزار سال تک زندہ رہتے تھی۔[1] فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ: اللہ کے عذاب سے ڈرو اور میں تمہیں جو نصیحت کرتا ہوں اسے مانو۔ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ: اور بڑے مجرموں گناہگاروں کا کہا نہ مانو۔ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ: جن کی عادت فساد ہے، اصلاح و بہتری نہیں۔ طبری کہتے ہیں: وہ نو آدمی تھے جن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ (سورۃ النمل، آیت ۴۸)

شہر میں نو آدمی تھے جو زمین پر فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح کا کام نہیں کرتے تھے۔[2] قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ: تو جادو زدہ ہے۔ یہاں تک کہ تمہاری عقل مغلوب ہوچکی ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: الْمُسَحَّرِ: مسحور کا مبالغہ ہے۔ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا: اے صالح! تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو بھلا تم رسول ہونے کا دعویٰ کیسے کرتے ہو؟

معجزے کا مطالبہ

فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ:...... ہمیں ایسا معجزہ دکھاؤ جو تمہاری سچائی پر دلالت کرتا ہو۔ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ: یہ میرا معجزہ ہے جو تمہارے پاس لایا ہوں اور وہ اونٹنی ہے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بے جان چٹان سے نکلی ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: روایت ہے کہ قوم صالح نے دس ماہ کی گابھن اونٹنی کی تجویز پیش کی تھی جو متعین چٹان سے نکلتی اور ان کے سامنے بچہ جنم دیتی، حضرت صالح علیہ السلام فکر مند ہوگئے، ان کے پاس جبرئیل امین تشریف لائے اور کہا: آپ دو رکعت نماز پڑھیں پھر اللہ تعالیٰ سے اونٹنی مانگیں۔ صالح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، چنانچہ اونٹنی چٹان سے برآمد ہوگئی اور قوم کے سامنے اونٹنی نے بچہ جنم دیا اور لوگوں کے سامنے بیٹھ گئی اور صالح علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! یہ ہے اونٹنی۔[3] لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ: ایک دن اللہ کی اونٹنی پانی پیے گی اور ایک دن تم لوگ پانی پیو گے۔ قتادہ کہتے ہیں: جس دن اونٹنی کی پانی پینے کی باری ہوتی تو اونٹنی سارا پانی پی جاتی، اور جس دن لوگوں کے پانی پینے کی باری ہوتی اس دن اونٹنی پانی نہ پیتی، یہ دوسرا معجزہ تھا۔

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ: اسے کسی قسم کی اذیت اور ضرر مت پہنچاؤ۔ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ: تمہیں اللہ تعالیٰ کا نہایت دردناک عذاب ہوگا جو قابل بیان نہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: صالح علیہ السلام نے اللہ کے عذاب سے قوم کو ڈرایا۔ چنانچہ اونٹنی ایک عرصہ تک لوگوں کے درمیان رہی پانی پیتی، درختوں کے پتے کھاتی اور چراگاہ میں چرتی، اس کے دودھ سے نفع اٹھاتے، اونٹنی سے اتنا دودھ نکلتا جس سے وہ سیر ہوجاتے۔ ایک عرصہ گزر گیا اور پھر ان کا نہایت بدبخت آدمی حاضر ہوا اور ساری قوم نے اونٹنی کے قتل پر اتفاق کرلیا۔ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ: چنانچہ تیر مار کر اونٹنی کو قتل کر دیا۔ اونٹنی کو قوم کے نہایت شقی انسان قدار بن سالف نے قتل کیا، ساری قوم نے اسے حکم دیا تھا اور ساری قوم اس کے قتل پر راضی تھی، پھر سب ہی اس کے قتل پر نادم ہوئے اور عذاب کا خوف انہیں دامن گیر ہوا۔

امام فخر کہتے ہیں: قوم کی ندامت برائے توبہ نہیں تھی بلکہ آنے والے عذاب پر نادم ہو رہے تھے۔[4] فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ: وہ عذاب جس کا وعدہ کیا گیا تھا، چنانچہ وہ عذاب ایک چنگھاڑ کی صورت میں تھا جس نے ان کے جسموں کو بے جان کر کے رکھ دیا اور وہ بجھے ہوئے ہوں گے، ان کے دل پھٹ گئے اور زمین پر سخت زلزلہ ہوا اور آسمان سے ان پر پتھر برسائے گئے۔ حتیٰ کہ سب کے سب موت کا تر نوالہ بن گئے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً: اس قصے میں نصیحت اور عبرت ہے عقل و تدبر کرنے والوں کے لیے۔ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ: اس کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ الْمُرْسَلِيْنَ: یعنی قوم لوط نے اپنے پیغمبر لوط علیہ السلام کو جھٹلایا۔

---

[1] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/ ۱۷۹ [2] الطبری ۱۹/ ۶۳ [3] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۴۷۷ [4] تفسیر للرازی ۲۴/ ۶۰

حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ:...... غیر اللہ کی عبادت کر کے تم اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے انتقام سے ڈرتے نہیں ہو۔ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ: اس کی تفسیر بھی اوپر دو تین بار گزر چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا تمام انبیا کی دعوت ایک ہی تھی۔ اور ان سب کا مقصد ایک ہی تھا، اور ان کا منشا آسمانی وحی تھا، پھر ان سے لوط علیہ السلام نے کہا۔ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ: استفہام انکاری ہے اور اس میں توبیخ وڈانٹ بھی ہے۔ یعنی کیا تم مردوں کے ساتھ اپنی شہوت پوری کرتے ہو تم اس برے فعل کے ساتھ ساری مخلوق میں منفرد ہو۔ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ: تمہارے لیے تمہارے رب نے عورتیں پیدا کی ہیں جن سے تم خواہش نفس پوری کرو تم نے انہیں چھوڑ رکھا ہے۔

مجاہد کہتے ہیں: یعنی تم نے عورتوں کی شرم گاہوں کو چھوڑ دیا ہے اور مردوں کے پچھلے حصے میں خواہش پوری کرتے ہو۔[1] بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ: بلکہ تم نے جرم وفساد میں تمام حدوں کو تجاوز کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ساتھ خواہش پوری کرنے پر سخت توبیخ کی ہے۔ پھر اس سے عدول کیا ہے اور توبیخ میں بڑھی ہوئی بات کی طرف توجہ کی ہے، گویا یوں کہا کہ تم انسانیت کی حدود سے نکل کر حیوانیت کی حد تک پہنچ گئے ہو چوں کہ تم نے سرکشی اور نہایت شنیع جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ عام حیوانات میں بھی نر، نر سے اپنی خواہش پوری کرنے سے نفرت کرتا ہے جب کہ تم اس سنگین فعل کا ارتکاب کرتے ہو جس سے حیوان بھی نفرت کرتے ہیں۔

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ:..... اگر تم نے ہمارے کام کو برا کہنا نہ چھوڑا تو ہم تم کو اپنے درمیان سے نکال باہر کریں گے اور تمہیں ہم یہاں سے جلاوطن کر دیں گے جیسے تم سے پہلے لوگوں کے ساتھ ہم نے کیا ہے۔ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ: میں تمہارے قبیح اور نہایت برے عمل سے انتہائی بغض کرتا ہوں، اور میں تم سے بری الذمہ ہوں۔ رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ: اے میرے پروردگار! میری قوم جس عذاب کی مستحق ٹھہری ہے اس سے مجھے، اور میرے گھر والوں کو نجات دے۔ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ: ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ سب کے سب کو نجات دی البتہ ان کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں سے تھی، جو عذاب میں باقی رہ گئے تھے، ابن کثیر کہتے ہیں: بڑھیا سے مراد لوط علیہ السلام کی بیوی ہے، وہ بہت بری بڑھیا تھی، وہ پیچھے رہ گئی اور قوم کے لوگوں کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوگئی جب اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ راتوں رات اپنے اہل خانہ کو لے کر چلو البتہ ان کی بیوی پیچھے رہی۔ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ: ہم نے نجات پانے والوں کے بعد دوسرے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا اور انہیں زمین میں دھنسا دیا۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا: ہم نے ان پر آسمان سے پتھر برسائے جیسے بارش برسائی جاتی ہے۔ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ: اس قوم کی بارش بہت ہی بری بارش تھی جیسے عذاب سے پہلے اس کے پیغمبر نے ڈرایا تھا لیکن قوم نے اس کو جھٹلا دیا تھا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً: اس قصے میں اہل بصیرت کے لیے نصیحت اور عبرت ہے۔ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ: اس کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْــَٔیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ: اصحاب مدین نے اپنے پیغمبر شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا۔ طبری کہتے ہیں: اَلْاَیْكَةِ: گھنے درختوں والی جگہ کو کہا جاتا ہے، اس سے مراد اہل مدین ہیں۔[2] اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ: اس کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے۔ اَوْفُوا الْكَیْلَ: ناپ تول اور وزن کرنے میں لوگوں کو ان کے حقوق پورے پورے دو۔ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ۝ اَوْفُوا الْكَیْلَ اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ: سیدھے ترازو کے ساتھ ناپ تول کرو۔

---

[1] زاد المسیر ۶/ ۱۴۰ [2] الطبری ۱۹/ ۶۵

ناپ تول میں کمی پیشی نہ کرو

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ :...... کسی بھی طرح لوگوں کے حقوق میں کمی نہ کرو یہ کمی خواہ ناپ تول میں عمداً کمی ونقصان کرنے سے متعلق ہو خواہ دھوکا دہی سے ہو یا غصب سے ہو۔ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ: طرح طرح کے فسادات زمین میں نہ پھیلاؤ مثلاً ڈکیتی، لوٹ مار، چوری، چھینا جھپٹی، اٹھائی گیری وغیرہ۔ وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ: اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا۔ مجاہد کہتے ہیں: والجبلہ مخلوق، پود، اور اس سے مراد سابقہ امتیں ہیں۔ [1]

قوم شعیب کی گستاخی

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ:...... تمہارے اوپر جادو کا اثر ہوا ہے، تمہارے اوپر بہت بڑا جادو کسی نے کر دیا ہے یہاں تک کہ تمہاری عقل پر غلبہ ہو گیا ہے۔ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا: تو بھی تو ہماری طرح کا انسان ہے، پیغمبر نہیں ہے۔ وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ: اے شعیب! ہم تمہیں صرف اور صرف جھوٹا سمجھتے ہیں، تو ہمارے سامنے جھوٹ بولتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ: ہمارے اوپر عذاب نازل کر دے اور آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے، تکذیب میں مبالغہ مقصود ہے اس لیے یہ طرز اختیار کیا۔ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ: اگر تو اپنی بات میں سچا ہے۔ امام رازی کہتے ہیں: عذاب کا مطالبہ اس لیے کیا چوں کہ ان کے خیال میں عذاب کا ہونا ناممکن تھا اور عذاب کا وقوع بعید از قیاس سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا جب عذاب نہیں آئے گا تو شعیب کا جھوٹ ثابت ہو جائے گا۔ [2]

حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا۔ قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ: اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے، اگر تم عذاب کے مستحق ہو تو وہ تمہیں ضرور عذاب سے دوچار کرے گا وہ ظالم نہیں ہے۔ اور اس کا فیصلہ اللہ ہی کو سپرد ہے اور اگر تم اچھائی کے مستحق ہو تو وہ تمہیں ضرور اچھائی دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ: قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا اور انہیں سخت ترین عذاب نے آن پکڑا جو کہ سائبان کے دن کا عذاب تھا، یہ بادل تھے جس نے ان کو ڈھانپ لیا تھا۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان پر شدید گرمی مسلط کر دی، گرمی سے بچنے کے لیے وہ اپنے گھروں سے باہر نکلے تا کہ کسی ٹھنڈے سائے کی پناہ لیں، اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیے جس نے ان پر سایہ سا کر دیا، اس میں کسی حد تک ٹھنڈک پائی پھر انہوں نے دوسروں کو بھی سائے تلے بلا لیا یہاں تک کہ جب سب ہی اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ برسا دی جس میں سب کے سب جل کر خاکستر ہو گئے، یہ بہت بڑا عذاب تھا اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ: یہ نہایت خوفناک دن کا عذاب تھا جو نہایت سخت اور ہولناکی والا عذاب تھا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ: یہاں تک سات قصے مکمل ہو جاتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کیے گئے چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو اسلام میں لانے کے لیے بہت حریص تھے، اس سے آپ کی امید کٹ گئی، نیز آپ کو تسلی بھی دی گئی تا کہ قوم کے اسلام نہ لانے پر آپ کو حسرت نہ ہو جیسا کہ سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی۔ آپ کے دکھ اور غم میں تخفیف کی گئی، ہر قصے کے آخر میں یہ مضمون بار بار دہرایا گیا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ: تا کہ قصے سے زیادہ سے زیادہ عبرت حاصل کی جائے اور اہل دل کی زیادہ سے زیادہ تنبیہ ہو جائے۔

بلاغت:...... ان آیات میں بلاغت وبیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۣ الْمُرْسَلِیْنَ:...... میں کل کا اطلاق ہے اور مراد بعض ہے، دراصل اس امر پر تنبیہ کرنا ہے کہ ایک پیغمبر کی تکذیب تمام پیغمبروں کی تکذیب ہے۔ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ میں استفہام انکاری ہے۔ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ فَتْحًا: میں استعارہ لطیفہ ہے۔

---

[1] الطبری ۱۹/ ۶۶ [2] التفسیر الکبیر ۲۴/ ۱۶۴

حاکم کے لیے فتاح کا استعارہ ہے اور حکم وفیصلے کے لیے فتح کا استعارہ ہے چوں کہ حاکم مغلق امر کو کھول دیتا ہے اس میں استعارہ تبعیہ ہے۔ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ: میں طباق ہے۔ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ: میں تجنیس غیر تام ہے۔ قال القول سے فعل ماضی ہے اور القالین قلی سے اسم فاعل ہے۔ اَوْفُوا الْكَیْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ: میں اطناب ہے چوں کہ ناپ تول پورا پورا کرنے میں خود بخود کمی کی نفی ہوگئی۔ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ: کے ذکر میں فائدہ یہ ہے کہ سرکشی اور بددیانتی سے زیادہ سے زیادہ ڈرانا مقصود ہے۔ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ: میں مبالغہ ہے۔ المسحر، المسحور کا مبالغہ ہے۔ یفسدون، یصلحون، الارذلون: میں رعایت فاصلہ ہے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۱۹۴﴾
بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۹٦﴾ اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْۤ
اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ
سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ
لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ
سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰٦﴾ مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ
قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰی ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا یَنْۢبَغِیْ
لَهُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ
الْمُعَذَّبِیْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۱۵﴾
فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱٦﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ
تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ
الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ﴿۲۲۲﴾ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ
یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲٦﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ
ع ۱۱ ۱٦ ۱۵ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

ترجمہ:.....اور بلاشبہ یہ رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے۔ (۱۹۲) اس کو آپ کے قلب پر امانت دار فرشتہ لے کر نازل ہوا۔ (۱۹۳) تاکہ آپ واضح طور پر ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔ (۱۹۴) واضح عربی زبان میں ہے۔ (۱۹۵) اور بلاشبہ اس کا ذکر پہلی امتوں کی کتابوں میں ہے۔ (۱۹٦) کیا ان لوگوں کے لیے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اسے علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں۔ (۱۹۷) اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر نازل کرتے۔ (۱۹۸) پھر وہ اس کو ان کے سامنے پڑھ کر سنا دیتا تب بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہ تھے۔ (۱۹۹) ہم نے اسی طرح اس ایمان نہ لانے کو مجرمین کے دلوں میں ڈال رکھا ہے۔ (۲۰۰) یہ

لوگ اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ (۲۰۱) سو وہ ان کے پاس اچانک آ جائے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ (۲۰۲) پھر کہیں گے کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے؟ (۲۰۳) کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کو جلدی چاہتے ہیں؟ (۲۰۴) اے مخاطب! ذرا یہ بتا کہ اگر ہم انہیں چند سال عیش میں رہنے دیں۔ (۲۰۵) پھر جس کا ان سے وعدہ ہے وہ ان کے سر پر آ پڑے۔ (۲۰۶) تو ان کا وہ عیش ان کو کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ (۲۰۷) اور ہم نے جتنی بھی بستیاں ہلاک کی ہیں ان سب میں نصیحت کے طور پر ڈرانے والے تھے۔ (۲۰۸) اور ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں۔ (۲۰۹) اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اترے۔ (۲۱۰) اور نہ وہ طاقت رکھتے ہیں۔ (۲۱۱) بلاشبہ وہ سننے سے روک دیے گئے۔ (۲۱۲) سو آپ اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکاریے ورنہ سزا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (۲۱۳) اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرایے۔ (۲۱۴) اور ان لوگوں کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آیئے جو اہل ایمان آپ کا اتباع کرنے والے ہیں۔ (۲۱۵) سو اگر یہ لوگ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ فرما دیجیے کہ بلاشبہ میں تمہارے اعمال سے بری ہوں۔ (۲۱۶) اور آپ عزت والے رحم والے پر توکل کیجیے۔ (۲۱۷) جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں۔ (۲۱۸) اور سجدہ کرنے والوں میں اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ (۲۱۹) بلاشبہ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (۲۲۰) کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں۔ (۲۲۱) وہ ہر جھوٹے بدکردار پر اترتے ہیں۔ (۲۲۲) جو کان لگا کر سنتے ہیں اور اکثر ان میں جھوٹ بولنے والے ہیں۔ (۲۲۳) اور شاعروں کے پیچھے گمراہ لوگ چلا کرتے ہیں۔ (۲۲۴) اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں۔ (۲۲۵) اور وہ لوگ وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ (۲۲۶) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا، اور مظلوم ہونے کے بعد انہوں نے بدلہ لیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کیسی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔ (۲۲۷)

ربط و تعارف:...... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کے قصص ذکر کیے، اس کے بعد ایسے امور کا ذکر ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں جن میں قرآن مجید ہے جو معجز ہے اور اسے خاتم الانبیا علیہ السلام کے قلب اطہر پر نازل کیا۔

لغات: زُبُر:...... الکتب: زبور کی جمع ہے جیسے رسول کی جمع رسل ہے۔ الْاَعْجَمِيْنَ: عوامی کی جمع ہے، عجمی وہ شخص جیسے اچھی طرح عربیت نہ آتی ہو، مقولہ ہے "رجل أعجمی" غیر فصیح آدمی اگرچہ وہ عربی ہی کیوں نہ ہو "رجل عجمی" یعنی غیر عربی آدمی اگرچہ وہ فصیح اللسان ہی کیوں نہ ہو۔ بَغْتَةً: اچانک، یکا یک۔ مُنْظَرُوْنَ: مہلت دیے ہوئے۔ "أنظرہ" اسی مہلت دو۔ اَفَّاكٍ: "کذاب" جھوٹا۔ مُنْقَلَبٍ: واپس لوٹنے کی جگہ۔

تفسیر: وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ:...... یہ اعجاز والا قرآن تمام جہانوں کے پروردگار کا نازل کردہ ہے۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ: اسے آسمانوں کے امین جبرائیل علیہ السلام لے کر اترے ہیں۔

قرآن کریم کا نزول قلب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ:...... اے محمد! اسے تمہارے دل پر نازل کیا تا کہ تم اسے یاد رکھو اور اس کی آیات کو جھٹلانے والوں کو ڈراؤ۔ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ: فصیح عربی زبان میں، یہ قریش کی زبان ہے۔ تا کہ عرب کے پاس یہ عذر بھی باقی نہ رہے کہ ایسے کلام کا کیا فائدہ جو سمجھ ہی نہیں آتا۔ ابن کثیر کہتے ہیں: ہم نے یہ قرآن فصیح عربی زبان میں نازل کیا جو کہ کامل و شامل اور جامع زبان ہے۔ تا کہ کلام بین و واضح ہو عذر کو ختم کر دے اور حجت کو قائم کر دے۔[1] وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ: قرآن کا ذکر اور اس کی خبر پہلے انبیا کی کتابوں میں موجود ہے۔ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً: استفہام برائے توبیخ ہے۔ کیا کفار مکہ کے پاس صحت قرآن پر علامت موجود نہیں ہے۔ اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ: کہ اسی لیے علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں جو قرآن مجید کا ذکر اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ جیسے عبداللہ بن سلام اور ان جیسے دوسرے صحابہ۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۲/ ۶۵۹

عجمی پر قرآن نازل ہوتا تو کبھی نہ مانتے

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ:...... اگر یہ قرآن اپنے شاندار و معجز اسلوب و نظم کے ساتھ بعض عجمیوں پر نازل کیا جاتا جو قرآن کو اچھی طرح سمجھ نہ سکتے۔ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ: اور وہ کفار مکہ کو پڑھ کر سناتا قرأت صحیحہ اور فصیحہ کے ساتھ اعجاز قرأت اعجاز مقرون کو شامل ہے تو فرط عناد اور تکبر کی وجہ سے یہ لوگ قرآن پر ایمان نہ لاتے۔[1] كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ: اسی طرح ہم نے قرآن گناہگار کے دلوں میں داخل کیا پس انہوں نے قرآن سنا اور اسے سمجھا، اس کی فصاحت و بلاغت کو پہچانا اور اس کے اعجاز کا تحقق کیا بایں ہمہ وہ اس پر ایمان نہیں لائے اور اس کا انکار کر دیا۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ: قرآن کے اعجاز کے ظاہر ہونے کے باوجود انہوں نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ: یہاں تک کہ انہوں نے اللہ کے دردناک عذاب کا مشاہدہ کر لیا سو اس وقت ایمان لائے جب ایمان لانے کا نفع رہا ہی نہیں۔ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً: چنانچہ اللہ کا عذاب اچانک آ گیا۔

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ:...... اور وہ اس کے آنے کو نہیں جانتے اور وہ اور نہ اسے سمجھتے ہیں۔ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ: جب اچانک عذاب نے آ لیے تو ایمان کے فوت ہونے پر حسرت سے کہیں گے: کیا ہمیں مہلت دی جائے گی تا کہ ہم ایمان کی دولت سے سرفراز ہو جائیں اور قرآن کی تصدیق کر لیں۔ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ: اس میں انکار و توبیخ ہے یعنی یہ مشرکین کیسے عذاب کے جلد از جلد آ جانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں: اِئْتِنَا بِعَذَابِ اَلِيْمٍ: ان کی حالت یہ ہے کہ جب عذاب نازل ہو جاتا ہے تو مہلت طلب کرتے ہیں۔ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ: اے محمد! مجھے خبر دو اگر ہم انہیں کئی سالوں تک نفع پہنچاتے رہیں اس کے ساتھ کہ صحت بھی ہو اور بہم عیاشی بھی ہو۔ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ: پھر ان پر عذاب آیا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ: ان کی طویل عمروں اور عیاشی نے ان کو کیا نفع پہنچایا۔ کیا غم و حزن میں کمی لانے میں ان نعمتوں نے کوئی نفع پہنچایا یا عذاب کو دور کیا؟

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ:...... ہم نے جس بستی کے رہنے والوں کو بھی ہلاک کیا اور جس قوم امت کو بھی ہلاک کیا۔ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ: ہم نے انہیں الزام حجت، پیغمبر بھیجنے اور ڈرانے والے بھیجنے کے بعد ہلاک کیا۔ ذِكْرٰى: تا کہ ان کی ہلاکت دوسرے لوگوں کے لیے نصیحت اور عبرت بن جائے اور وہ ان کی طرح معصیت کا شکار نہ ہوں۔ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ: انہیں عذاب دینے میں ہم ظالم نہیں ہیں چوں کہ ہم نے ان پر اتمام حجت کیا ہے اور عذر پورا کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اعجاز قرآن اور نبی کریم ﷺ کی صدق نبوت کے اثبات کے بعد کفار کے غلط خیال کا رد کیا ہے کہ یہ قرآن منزل من اللہ نہیں بلکہ جنات و شیاطین کے القاء سے وجود میں آیا ہے جیسے تمام کاہنوں کا کلام شیاطین کے القاء سے وجود میں آتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ:...... شیاطین نے قرآن نازل نہیں کیا بلکہ روح الامین نے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے۔ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ: یہ بات صحیح نہیں اور درست نہیں کہ قرآن شیاطین کا نازل کردہ ہے۔ حقیقت میں شیاطین اس کی استطاعت ہی نہیں رکھتے۔ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ: چونکہ شیاطین چوری چھپے کسی چیز کو سن کر اچک لینے سے روک دیے گئے ہیں جب سے محمد ﷺ مبعوث ہوئے ہیں شیاطین پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ شیاطین اور چوری چھپے کسی بات کو لے اڑنے کے درمیان اب فرشتے حائل ہو چکے ہیں، اور شہاب ثاقب ان کے انتظار میں رہتے ہیں بھلا وہ کیسے قرآن کو نازل کرتے؟ ابن کثیر کہتے ہیں: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ شیاطین پر تین وجوہ سے ایسا ممنوع ہے۔

---

[1] تسہیل میں ہے کہ اگر قرآن عجمی پر نازل ہوتا اور وہ پھر اچھی طرح فصیح انداز میں قرآن کفار کو پڑھ کر سناتا تو وہ فرط عناد کی وجہ سے ایمان نہ لاتے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے وہ حجت و برہان کے واضح ہونے کے باوجود بھی ایمان نہ لائے۔ التسہیل ۳/۹۰

(اول)......شیاطین کے لیے روا ہی نہیں چوں کہ شیاطین کی فطرت فساد پھیلانا اور انسانوں کو گمراہ کرنا ہے جب کہ قرآن عظیم تو نور ہدایت ہے اور یہ بہت بڑی برہان ہے۔

(دوم)......اگر ان کے لیے روا و مناسب ہوتا بھی وہ تب بھی نزول قرآن کی استطاعت نہ رکھتے یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کی خود ذمہ داری لے رکھی ہے۔

(سوم)......اگر ان کے لیے روا و مناسب ہوتا اور وہ تحمل قرآن کی استطاعت بھی رکھتے

شیاطین کو اس تک رسائی نہ مل پاتی چوں کہ وہ سماعت قرآن سے علیٰحدہ ہیں اور اس سے دور رکھے گئے ہیں۔ کیوں کہ آسمان پر فرشتوں کی زبردست چوکیداری ہے، شیاطین میں سے کسی کو بھی قرآن کے ایک حرف کے استماع کی بھی چھوٹ نہیں ملتی تا کہ اشتباہ امر نہ ہو جائے۔[1] فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: خطاب تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے لیکن مراد امت ہے۔ یعنی اے محمد! اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کی عبادت نہ کرو۔ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ: ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوزخ کی آگ کا عذاب دے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس خطاب سے امت کو ڈرایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: اے محمد! تم افضل الخلائق ہو اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو معبود بنا لیا تو میں تمہیں عذاب دوں گا۔[2] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ رسالت کا حکم دیا ہے۔

اقربا کا دعوت کا حکم

چنانچہ ارشاد فرمایا: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ: اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ اگر وہ ایمان نہ لائے تو جو زیادہ قریبی ہے وہ اللہ کے عذاب کے بھی زیادہ قریب ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے جماعت قریش! اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے نہیں بچا سکتا۔ اے بنی عبد مناف! (اپنی فکر کر لو) میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ اے عباس بن عبد المطلب! اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو ورنہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے نہیں بچا سکتا۔ اے اللہ کے رسول کی پھوپھی صفیہ! میں تمہیں اللہ سے نہیں بچا سکتا، اے فاطمہ بنت محمد! مجھ سے جو چاہو مانگ لو میں تمہیں اللہ سے نہیں بچا سکتا۔[3] یعنی اے فاطمہ! صرف مجھ پر بھروسہ کرو اور مجھ پر ایمان نہ لاؤ تو میں قیامت کے دن تمہیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا۔ ہاں دنیا کے متعلق مجھ سے جو چیز مانگو گی وہ میں تمہیں دے دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ اولاً اپنے اقارب کو ڈراؤ تا کہ کوئی یہ گمان نہ کرنے پائے کہ پیغمبر خدا نے اپنوں سے رعایت برتی اور اقرباء پروری سے کام لیا۔ چنانچہ جب اپنے او پرا اور اپنے رشتہ داروں پر سختی کریں گے تو آپ کا قول اور آپ کی بات زیادہ قابل توجہ سمجھی جائے گی۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: اپنے مؤمنین متبعین سے عاجزی اور نرمی سے پیش آئیں۔ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ: اگر وہ آپ کی اطاعت نہ کریں اور آپ کے حکم کی مخالفت کریں تو آپ ان سے بیزاری کا اعلان کر دیں اور ان کے اعمال سے بری الذمہ ہو جائیں۔ ابوحیان کہتے ہیں: جب انذار پر طاعت یا معصیت مرتب ہو رہی ہو تو اس وقت تقسیم کا عمل آ جاتا ہے، چنانچہ معنی یہ ہوا: جو مؤمن ہوتے ہوئے آپ کی اتباع کرے آپ اس سے عاجزی اور نرمی برتیں اور جو آپ کی نافرمانی کرے آپ اس سے اور اس کے اعمال سے بیزاری کا اعلان کر دیں۔[4]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نصرت کا وعدہ

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ:......اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیجیے جو نہایت قادر اور رحم کرنے والا ہے۔ جو اپنی قدرت سے اپنے دشمنوں کو مغلوب کر لیتا ہے اور دشمنوں کے خلاف اپنی رحمت تمہاری مدد کرے گا۔ اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ: جو آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے جب آپ تنہا

[1] ابن کثیر ۳/۲۶۰ [2] المختصر ۲/۶۷ [3] زاد المسیر ۶/۱۴۳ [4] اخرجہ الشیخان [5] البحر ۷/۴۶

اپنے بستر سے اٹھتے ہیں یا مجلس سے اٹھتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب آپ نماز کے لیے اٹھتے ہیں۔ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ: جو آپ کو نمازیوں کے ساتھ رکوع، سجدہ اور قیام میں اٹھتے بیٹھتے دیکھتا ہے۔[1] معنی یہ ہوا کہ جو تمہیں تنہائی میں بھی دیکھتا ہے اور جماعت میں بھی۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ: تم جو بات کرتے ہو اللہ اسے سنتا ہے اور تم جس چیز کو چھپاتے ہو اس سے بخوبی واقف ہے۔ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ: اے محمد! کفار سے کہہ دیجیے: کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں خبر نہ دوں جس پر شیاطین نازل ہوتے ہیں؟ یہ مشرکین کے اس قول کا رد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شیاطین قرآن لے کر آتے ہیں۔ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ: شیاطین تو ہر جھوٹے فاجر پر اترتے ہیں جو جھوٹ و سرکشی میں حد سے بڑھا ہوا ہو لاعدنان کے سردار یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں اترتے۔ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ: شیاطین چوری چھپے جو باتیں سن لیتے ہیں وہ اپنے کاہن دوستوں کو بتاتے ہیں، انہیں جو بات بتائی جاتی ہے اس میں وہ اکثر جھوٹ ہی بولتے ہیں۔ حدیث میں ہے، کسی حق بات کو کوئی جن سن لیتا ہے اور پھر اسے اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے جیسے مرغی کڑکڑاتی ہے پھر اس ایک حق بات کے ساتھ سو جھوٹی باتیں ملا لیتے ہیں۔[2]

زمخشری کہتے ہیں: يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ: یہ شیاطین ہیں، روک تھام سے پہلے شیاطین ملاء اعلیٰ کے پاس جا کر کان لگاتے تھے تاکہ کوئی بات سن لیں، چنانچہ کسی بات کو وہ اچک لیتے ہیں جو کسی نہ کسی طرح غیب سے تعلق رکھتی ہوتی پھر وہ بات شیاطین اپنے دوستوں کو بتا دیتے ان کے دوست کاہن اور جادوگر ہوتے۔ اور وہ اکثر جھوٹی ہوتی، چوں کہ وہ انہیں ایسی بات سناتے جو انہوں نے خود نہ سنی ہوتی تھی۔[3] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر رد کیا ہے جو یہ افترا باندھتے تھے کہ محمد شاعر ہے۔ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ: شعرا کے پیچھے تو گمراہ لوگ چلتے ہیں جو بصیرت اور ہدایت سے محروم ہوتے ہیں۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ: اے سامع! کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ مدح و ہجو کے میدان میں بھٹک رہے ہوتے ہیں، ایک چیز کی مذمت کرتے ہیں پھر اس کی مدح شروع کر دیتے ہیں کبھی ایک شخص کی مذمت و تحقیر کے بعد اس کی مدح سرائی کر دیتے ہیں۔ طبری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ وہ بغیر کسی حق کے آزمائش میں پڑے رہتے ہیں، چنانچہ کسی قوم کی باطل پر مدح کر دیتے ہیں اور کسی قوم کی ہجو اور تحقیر کر دیتے ہیں۔

شاعر جو کہتے ہیں کرتے نہیں

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ:...... یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں اور اپنی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیتے ہیں جو انہوں نے کی نہیں ہوتیں۔ ابوحیان کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے شعرا کے احوال بیان کیے ہیں جو انبیا کے احوال سے سراسر مختلف ہیں۔ چنانچہ شعرا کے پیچھے گمراہ لوگ چلتے ہیں۔ اور ان کا کلام مدح و مذمت پر مبنی ہوتا ہے اور وہ اپنی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو ان میں موجود نہیں ہوتیں۔ یہ امور نبوت کے مخالف ہیں چنانچہ نبوت واحد راستہ ہے، انبیا کے پیچھے تو صرف ہدایت یافتہ لوگ چلتے ہیں۔[4] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شعرا سے استثنا کیا ہے۔

کون سے شاعر اس سے مستثنیٰ ہیں؟

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ:...... ہاں البتہ وہ شعراء جو ایمان میں سچے ہوں اور خالص اعمال بجالاتے ہوں۔ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا: انہیں شعر گوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی وہ شاعری کو مقصد زندگی نہیں بناتے اور شاعری ان کا دین نہیں ہوتا۔ وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا: اور ان پر ظلم ہونے کے بعد انہوں نے مشرکین سے بدلہ لیا ان کی ہجو گوئی کی، حق و اسلام کی نصرت کے لیے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا: ہر ظالم کے حق میں وعید عام ہے اس وعید پر دل پھٹ جاتے ہیں اور اس کی ہولناکی پر جگر پارہ پارہ ہو جائیں گے، ظالمین اللہ کی دعوت سے دشمنی رکھنے والے عنقریب جان لیں گے ان کے ساتھ گمراہ شعراء بھی ہوں گے۔ اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ: کہ انہوں نے کس طرف لوٹ کر جانا ہے اور کس ٹھکانے کی

---

[1] یہ ابن جریر کا مختار معنی ہے دوسرے قول کے مطابق تقلب سے مراد انبیا کی اصلاب میں منتقل ہوتا ہے۔ [2] رواہ البخاری [3] الکشاف ۳/ ۲۶۹ [4] البحر ۷/ ۴۹

طرف جانا ہے؟ ان کا لوٹنا عذاب کی طرف ہے تو وہ بہت برا لوٹنا ہوگا اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے تو وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

بلاغت:......ان آیات میں بلاغت و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے کچھ پہلو مختصراً حسب ذیل ہیں:

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ:......میں تاکید ہے، ان اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے۔ چوں کہ قرآن کی صحت میں شک کرنے والوں کے ساتھ جب کلام ہو رہا ہو تو کلام میں مختلف تاکیدات لائی جاتی ہیں۔ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ: میں استفہام برائے توبیخ ہے۔ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ: میں مجاز مرسل ہے۔ چوں کہ قریہ سے مراد اہل قریہ ہیں۔ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: میں اسلوب تہییج ہے اور الھاب ہے، رسول اللہ ﷺ کے اخلاص و تقویٰ کی زیادتی کے پیش نظر بطریق تہییج آپ سے خطاب ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ:......میں استعارہ تصریحیہ ہے۔ تواضع عاجزی اور نرمی کو پرندے کے پروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ جب پرندہ زمین پر بیٹھنا چاہتا ہے تو پروں کو جھکا لیتا ہے۔ مشبہ پر اسم خفض کا اطلاق کیا گیا ہے جو کہ استعارہ مکنیہ کے طور پر ہے۔

اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ: دونوں صیغہ مبالغہ ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ: اور اَنْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا: میں طباق ہے۔ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ: شعرا کی ہدایت سے ہٹ جانے اور مدح وہجو میں افراط کرنے کو صحرا میں سرگردانی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جو صحرا میں سرگرداں ہوتا ہے پریشانی کے اثرات اس کے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں وہ نہیں جانتا کہ کہاں جائے یہ لطیف استعارہ ہے۔ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ یھیمون وینقلبون، یقولون مالا یفعلون: میں کلام کی خوبصورتی بڑھانے کے لیے فواصل کی رعایت رکھی گئی ہے۔

لطیفہ:......حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جب صبح اٹھتے ہاتھ میں داڑھی پکڑ لیتے اور پھر یہ آیت پڑھتے۔ أفرأيت ان متعناهم سنين ثم جاءهم ما كانوا يوعدون ماغنى عنهم ما كانوا يمتعون: پھر روتے اور یہ اشعار پڑھتے:

نهارك يا مغرور سهو و غفلة — وليلك نوم والردىٰ لك لازم

وتسعىٰ الىٰ ما سوف تكره غبهٔ — كذالك فى الدنيا تعيش البهائم

اے دھوکے میں پڑے ہوئے انسان! تیرا دن بھول اور غفلت میں گزر جاتا ہے تیری رات سونے میں گزر جاتی ہے حالاں کہ ہلاکت تیری لیے لازمی ہو چکی ہے۔ فانی چیز کے ساتھ تو خوش ہوتا ہے اور تمناؤں سے تجھے فرصت حاصل ہوتی ہے جیسے نوجوان لڑکا خواب کی لذتوں سے مسرور ہوتا ہے۔ تیری تمام تر کوشش اس چیز کی حصول کے لیے ہے جس کے انجام کو تو برا سمجھے گا، دنیا میں چوپائے بھی اسی طرح زندہ رہتے ہیں۔

تنبیہ:......شعر ایسا کلام ہے کہ اچھا شعر اچھا ہے اور برا شعر برا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شعر کی مذمت اس لیے کی ہے چوں کہ شاعری میں عموماً مدح وہجو کرتے ہوئے شاعر غلو اور افراط کا شکار ہو جاتا ہے اور اعتدال کی حد کو تجاوز کر جاتا ہے۔ یہاں تک کہ شعرا ست و کاہل انسان کو عنترہ پر بھی فضیلت دے دیتے ہیں اور بخیل ترین کو حاتم طائی سے بھی آگے بڑھا دیتے ہیں، بے گناہ کو مجرم بنا دیتے ہیں، متقی و زاہد کو فاسق و فاجر ٹھہراتے ہیں، بسا اوقات کسی شخص کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں اور دوسرے کو تحت الثریٰ دفن کر دیتے ہیں۔ یہ چیز عام شعرا میں دیکھی گئی ہے ہاں البتہ جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق کی وہ مستثنیٰ ہے۔

شاعر بسا اوقات ایک چیز کی تعریف کرتا ہے اور پھر اپنی زبان کی حلاوت اور قوت بیان سے اسی چیز کی مذمت بھی کر جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے بعض شیوخ سے کسی شاعر کے متعلق یہ اشعار سنے ہیں۔

تقول هذا مجاج النحل تمدهٔ — وان تعب قلت ذاقىء الزنابير

مدحًا وذمًّا وما جاوزت وصفها — سحر البيان يرى الظلماء كالنور

تم کہتے ہو یہ شہد مکھی کے منہ کی کلی ہے اور یوں تم اس کی مدح کرتے ہو اور اگر اس کا عیب بیان کرو تو کہو گے شہید بھڑوں کی ہوئی الٹی ہے۔ مدح بھی کر دی اور مذمت بھی کر دی اور تو نے اس کا وصف بیان کرنے میں حد سے نہیں بڑھا۔ یہ شاعری جادو بیانی ہے جو تاریکیوں کو بھی روشنی

اور نور بنادیتی ہے۔

لطیفہ:......ایک مرتبہ فرزدق شاعر نے سلیمان بن عبدالملک کی مجلس میں چند اشعار پڑھے۔ان کے ضمن میں اس نے کنواری لڑکیوں کے متعلق یہ شعر پڑا:

فبتن کانھن مصرعات　　　　وبت أفض أغلاق الختام

نوجوان کنواری لڑکیاں رات بسر کرتی ہیں ایسی لگتی ہیں گویا وہ پچھاڑی ہوئی ہیں جب کہ میں بند مہروں کے تالے توڑتے ہوئے رات گزارتا ہوں (یعنی کنواری لڑکیوں کے پردہ ہائے بکارت توڑتے ہوئے رات گزارتا ہوں)۔سلیمان نے فرزدق سے کہا: تمہارے اوپر تو حد زنا واجب ہوگئی ہے۔فرزدق بولا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے مجھ سے حد زنا دور کردی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾

چنانچہ سلیمان نے فرزدق کو معاف کردیا۔[1]

الحمدللہ آج ۹ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۸ جولائی ۲۰۱۴ء بروز منگل بعد نماز ظہر سورۂ شعراء کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

---

[1] الکشاف ۳/۲۷۱

سورۃ النمل

تعارف: ...... سورۂ نمل ان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں عقیدۂ توحید ورسالت اور بعثت پر گفتگو کی گئی ہے۔ یہ تین سورتیں الشعرا، النمل اور القصص لگاتار تسلسل سے نازل ہوئی ہیں۔ ان تین میں ایک سورۂ النمل بھی ہے۔ یہ تینوں قرآن عظیم میں بھی اسی ترتیب سے رکھی گئی ہیں، وعظ وعبرت جو پہلی امتوں کے قصص پر مرتب ہوتی ہیں ان سورتوں کا موضوع ہیں۔

سورۂ مبارکہ میں قرآن عظیم کو محمد ﷺ کا معجزہ کبریٰ قرار دیا گیا ہے جس سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے جو حکمت والا ہے اور ہر بات کا جاننے والا ہے۔ پھر سورہ کریمہ میں انبیا علیہم السلام کے قصص بیان کیے گئے ہیں، بعض قصص مختصر ہیں اور بعض میں قدرے تفصیل کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ، حضرت صالح، حضرت لوط علیہم السلام کے قصے مختصراً بیان کیے ہیں، ان انبیاء کی دعوت کو ان کی قوموں نے رد کیا اور انہیں جھٹلایا اور لامحالہ قومیں عذاب وعقاب کی مستحق ٹھہریں۔ سورۂ کریمہ میں ان کے عذاب کا بھی ذکر ہے۔

سورۂ مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ان پر کی گئی نعمتوں کا بھی ذکر ہوا بالخصوص نبوت اور وسیع بادشاہت کا ذکر ہوا پھر سلیمان علیہ السلام کے ساتھ بائی ملکہ بلقیس کا قصہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اس قصے میں اہل جاہ وحشمت، عظما اور بادشاہوں کے لیے خوبصورت پیغام ہے۔

چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بادشاہت کو دعوت الی اللہ کے لیے وسیلہ بنایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کسی جابر بادشاہ اور کافر بادشاہ کو نہیں چھوڑا کہ اسے دعوت نہ دی ہو۔ بلقیس کے ساتھ بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا حتیٰ کہ اس نے بتوں کی پرستش ترک کی اور اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس مطیع بن کر حاضر ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کیا۔

آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل وبراہین قائم کیے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی توحید پر بھی دلائل قائم کیے گئے ہیں۔ جن کا تعلق مخلوقات کے آثار اور رب تعالیٰ کی عجیب وغریب کاریگری سے ہے۔ سورت کریمہ کے ذیل میں قیامت کے کچھ مناظر اور ہولناکیاں بھی بیان کی گئی ہیں جنہیں قیامت کے دن لوگ دیکھیں گے۔ چنانچہ قیامت کے دن لوگوں کو سخت قسم کی گھبراہٹ اور خوف وہراس کا سامنا ہوگا اور لوگوں کی دو قسمیں ہوں گی: خوشحال لوگ جو نیک ہوں گے اور اور خوش بختی ان کا مقدر بنے گی دوسرے بدبخت کفار جنہیں اوندھے منہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

وجہ تسمیہ: ...... سورۂ مبارکہ کا نام ''سورۃ النمل'' ہے چوں کہ نمل نملۃ کی جمع ہے اور سورۂ مبارکہ میں چیونٹی نملۃ کا قصہ ذکر ہے، اس چیونٹی نے اپنے ہم جنسوں کو وعظ کیا تھا اور انہیں ڈرایا تھا۔

پھر چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر سے معذرت کی تھی۔ اللہ کے نبی نے چیونٹی کا کلام سمجھ لیا اور اس کی بات پر مسکرائے۔ اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس میں علم حیوان پر واضح دلیل ہے نیز یہ علم محض رب تعالیٰ کے احسان والہام سے حاصل ہوتا ہے۔

آیاتُهَا ۹۳ ﴿۲۷﴾ سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ ﴿۴۸﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۷

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ
وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ

فَهُمْ يَعْمَهُونَ (٤) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ (٥) وَإِنَّكَ الربع
لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ (٦) إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُمْ مِنْهَا
بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ (٧) فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ
حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (٨) يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (٩) وَأَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا
رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ (١٠)
إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ (١١) وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ
بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ (١٢) فَلَمَّا
جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ (١٣) وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ (١٤) وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي ع ٢ ١٢
فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ (١٥) وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ
الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ (١٦) وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ
وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ (١٧) حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا
مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (١٨) فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِنْ قَوْلِهَا
وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ
وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ (١٩)

ترجمہ:.....طٰسٓ یہ آیات ہیں قرآن کی، اور واضح طور پر بیان کرنے والی کتاب کی۔(١) اور روشنی ہیں اہل ایمان کی لیے۔(٢) جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔(٣) بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا سو یہ لوگ بھٹکتے پھرتے ہیں۔(٤) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے، اور یہ لوگ آخرت میں بہت زیادہ خسارے میں ہوں گے۔(٥) اور بالیقین آپ کو حکمت والے علم والے کی طرف سے قرآن دیا جا رہا ہے۔(٦) جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ بلاشبہ مجھے آگ نظر آئی ہے میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لاتا ہوں، یا تمہارے پاس آگ کا ایک شعلہ کسی لکڑی میں جلتا ہوا لاتا ہوں تا کہ تم تاپ لو۔(٧) سو جب وہ وہاں آئے تو آواز دی گئی کہ وہ شخص مبارک ہے جو آگ میں ہے، اور وہ بھی مبارک ہیں جو اس کے اردگرد ہیں اور اللہ پاک ہے جو رب العالمین ہے۔(٨) اے موسیٰ! بے شک بات یہ ہے کہ میں اللہ ہوں عزیز ہوں حکیم ہوں۔(٩) اور تم اپنی لاٹھی کو ڈال دو، سو جب اس لاٹھی کو دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت کر رہی ہے جیسے سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر لوٹے اور مڑ کر بھی پیچھے نہ دیکھا، اے موسیٰ! تم نہ ڈرو، بلاشبہ میرے حضور میں پیغمبر نہیں ڈرتے۔(١٠) مگر جس نے ظلم کیا پھر اس نے گناہ کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا تو میں مغفرت کرنے والا ہوں رحمت والا ہوں۔(١١) اور اے موسیٰ! تم اپنا ہاتھ گریبان میں داخل

کر وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا۔ یہ دونوں چیزیں ان نو معجزات میں سے ہیں جنہیں لیکر تمہیں فرعون کی طرف جانا ہے بلاشبہ وہ لوگ نافرمان ہیں۔ ⑫ سو جب ان کے پاس ہمارے معجزات پہنچے جو واضح تھے تو کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔ ⑬ اور انہوں نے ظلم اور تکبر کی راہ سے ان کا انکار کیا حالانکہ ان کے نفسوں نے یقین کر لیا تھا، سو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔ ⑭ اور البتہ تحقیق ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا، اور ان دونوں نے کہا کہ اللہ کے لیے سب تعریف ہے جس نے ہمیں اپنے مؤمن بندوں میں سے بہت سوں پر فضیلت دی ہے۔ ⑮ اور سلیمان، داؤد کے وارث ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے، بلاشبہ یہ کھلا ہوا فضل ہے۔ ⑯ اور سلیمان کے لیے ان کے لشکر جمع کیے گئے جو جنات میں سے اور انسانوں میں سے اور پرندوں میں سے تھے، پھر انہیں روکا جاتا تھا۔ ⑰ یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے رہنے کی جگہوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں کچل کے رکھ دیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ ⑱ سو وہ چیونٹی کی بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور عرض کیا کہ کیا اے میرے رب آپ مجھے اسی پر رکھیے کہ میں آپ کی نعمت کا شکر ادا کرتا رہوں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جس سے آپ راضی ہوں، اور آپ مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل رکھیے۔ ⑲

لغات:...... يَعْمَهُوْنَ: وہ تردد و حیرت و سرگردانی میں پڑے ہوئے ہیں۔ العمہ تحیر، تردد جیسا کہ راہ گم کردہ کی حالت ہوتی ہے۔ شاعر کہتا ہے

''اعمیف الھدی باحائرین'' العمہ وہ ہدایت سے بے بہرہ اور حیرت و تردد سے دو چار ہے۔

قَبَسٍ: القبس جلتے انگارے یا شعلے لی ہوئی آگ۔ تَصْطَلُوْنَ: اصطلی یصطلی، ٹھنڈک سے آگ لینا، شاعر کہتا ہے۔

النار فاکھة الشتاء فمن یرد ‏ ‏ ‏ اکل الفواکه شاتیًا فلیصطل

آگ موسم سرما کا میٹھا پھل ہے جو شخص سردیوں میں پھل کھانا چاہے وہ آگ تاپ لے۔

بُوْرِكَ:...... برکت سے ماضی مجہول ہے، زیادت خیر اور بڑھوتری۔ ثعلبی کہتے ہیں: عرب کا قول ہے: بارك الله وبارك فيك وبارك عليك وبارك لك اس میں یہ چار لغات میں شاعر کہتا ہے:

علی حین عاتبت المشیب علی الصبا ‏ ‏ ‏ وقلت ألما اصح والشیب وازع

عرصے کے بعد بڑھاپا بچپن و جوانی کی سزا بنتا ہے میں نے کہا: بڑھاپا نازل ہوا تو میں صحت میں ہوں جب کہ بڑھاپا تو روکنے والا ہے یعنی صحت کو روکتا ہے۔

تفسیر: طٰسٓ:...... حروف مقطعات جو اعجاز قرآن پر دلالت کرتے ہیں۔ حروف مقطعات پر شروع تفسیر میں تفصیل سے کلام ہو چکا ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ: اے محمد! یہ آیات جو تمہارے اوپر نازل کی گئی ہیں یہ قرآن کی آیات ہیں جو بیان میں معجز ہے اور دلیل و برہان میں روشن ہے۔ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ: اور واضح کتاب کی آیات ہیں اس شخص کے لیے جو غور و فکر اور تدبر کرے، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں احکام واضح کیے ہیں اور مخلوق کو اس کے ذریعے ہدایت دی ہے۔ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ: یہ اس قرآن کی آیات ہیں جو مؤمنین کو ہدایت دینے والا ہے سیدھے راستے کی طرف، اور مؤمنین کو جنت کی بشارت دینے والا ہے، آیت میں مؤمنین کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے چوں کہ مؤمنین ہی قرآن سے نفع اٹھاتے ہیں۔ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ یعنی خشوع کے ساتھ کامل طریقے سے پورے اہتمام کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، نماز کے آداب کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں اور ارکان کی اچھی طرح سے ادائیگی کرتے ہیں۔ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ: اپنے اموال کی زکوۃ دیتے ہیں اور خوشی سے دیتے ہیں۔

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ: وہ آخرت سے جازم تصدیق کرتے ہیں جس میں شک و شبے کا گزر نہیں ہوتا۔

امام فخر رازی کہتے ہیں: یہ جملہ معترضہ ہے گویا یوں کہا جا رہا ہے: اور یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں یہی آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔ آخرت کا یقین کہ جس طرح یقین کا حق ہے کوئی نہیں رکھتا ہاں البتہ یہ لوگ جو ایمان و عمل صالح کے جامع ہیں چوں کہ عاقبت کا خوف انہیں مشقتیں اور سختیاں برداشت کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔ [1]

[1] التفسیر الکبیر ۲۴/۱۷۹

ابوحیان کہتے ہیں: جب یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ: ایسا جملہ ہے جس میں تجدد ہوتا ہے اور زمانے کو مستغرق نہیں تو اس کا صلہ فعل لایا ہے اور جب ایمان بالآخرۃ ثابت و مستقر ہے تو جملہ اسمیہ لایا گیا اور ضمیر کے تکرار کے ساتھ اس کی تاکید لائی گئی۔

وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ: مبتدا کی خبر فعل لائی گئی ہے تا کہ دائمیت پر دلالت کرے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت پر ایمان رکھنے والے مؤمنین کا ذکر کیا تو اس کے بعد آخرت کی تکذیب کرنے والوں منکرین کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

کفار دنیا کی نعمتوں میں گم ہیں

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ :...... جو لوگ بعث بعد الموت کی تصدیق نہیں کرتے۔ زَیَّنَّا لَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ: تو ہم نے ان کے قبیح اعمال کو مزین و آراستہ کر دیا حتیٰ کہ وہ اعمال کو خوبصورت دیکھتے ہیں۔ آراستہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ کفار کے دلوں میں یہ امنگ پیدا کر دی جاتی ہے کہ ان کے دلوں میں ان اعمال کے منافع اور لذات راسخ ہو جاتی ہیں۔ ان کے دل میں ایسا علم نہیں پیدا کیا جاتا جس کی رو سے انہیں اپنے قبیح اعمال کی مضرت و نقصان دکھلائی دے سکے۔[2] فَهُمۡ یَعۡمَهُوۡنَ: وہ اپنے قبیح اعمال کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں حیران و سرگرداں ہیں، اچھے اور برے میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ: دنیا میں ان کو سخت عذاب ہوگا یعنی قید، قتل اور نقل مکان وغیرہ کا عذاب ہوگا۔

وَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ: ان کا آخرت کا خسارہ دنیا کے خسارے سے کہیں زیادہ ہے چوں کہ جہنم ان کا دائمی ٹھکانا ہوگا اور ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوں گے۔ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّی الۡقُرۡاٰنَ: اے محمد! آپ کو یہ قرآن دیا جا رہا ہے اور عطا ہوا ہو رہا ہے۔

مِنۡ لَّدُنۡ حَكِیۡمٍ عَلِیۡمٍ: یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو اپنی مخلوق کی تدبیر حکمت سے کرتا ہے اور مخلوق کی فلاح و سعادت سے واقف ہے۔ زمخشری کہتے ہیں: یہ آیت بعد میں آنے والے قصص کے لیے تمہید ہے اور جو اس حکمت کے مطابق اور علمی دقائق ہیں۔[3]

حضرت موسیٰ کا آگ لینے کے لیے پہاڑ پر جانا

اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِاَهۡلِهٖۤ اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا:...... اے محمد! وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا: میں آگ دیکھ رہا ہوں۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کے ساتھ مدین سے مصر کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ جب کہ رات نہایت سرد اور تاریک تھی، راستہ بھی بھول گئے تھے اور بیوی کو دردِ زہ بھی ہونے لگا تھا۔ سَاٰتِیۡكُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ: جب میں اس آگ کے پاس پہنچوں گا عنقریب میں تمہارے پاس راستے کی کوئی خبر لاؤں گا۔ اَوۡ اٰتِیۡكُمۡ بِشِهَابٍ قَبَسٍ: یا میں تمہارے پاس آگ کا شعلہ وہاں سے حاصل کر لاؤں۔ لَّعَلَّكُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ: تا کہ اس آگ سے تم گرمائش کا سامان کر سکو۔ فَلَمَّا جَآءَهَا: جب موسیٰ علیہ السلام آگ والی جگہ پہنچے تو وہاں نہایت ہولناک منظر دیکھا، کیا دیکھتے ہیں کہ آگ سبز درخت کے تنے سے دہک رہی ہے، آگ وقتاً فوقتاً بڑھ رہی ہے جب کہ درخت کی ہریالی میں اضافہ ہو رہا ہے، پھر جو سر اوپر اٹھایا کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان کی بلندیوں سے نور متصل ہوا جا رہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: وہ روشن چیز آگ نہیں تھی بلکہ دمکتا نور تھا۔[4] موسیٰ علیہ السلام ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے اور انہیں عالی شان آواز سنائی دی۔ نُوۡدِیَ اَنۡۢ بُوۡرِكَ مَنۡ فِی النَّارِ وَمَنۡ حَوۡلَهَا: طور کی جانب سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! تمہیں برکت ہو اور جو اس آگ کے آس پاس ہے اسے بھی برکت ہو۔ آس پاس فرشتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بُوۡرِكَ: کا معنی پاک و مقدس ہونا۔ وَمَنۡ حَوۡلَهَا: سے مراد فرشتے ہیں۔ ابوحیان کہتے ہیں: آواز سے ابتدا کرنا حقیقت میں موسیٰ علیہ السلام کو خوشخبری سنانا مقصود ہے اور انہیں مانوس کرنا ہے اور یہ رب تعالیٰ کے ساتھ ہم کلامی کا مقدمہ ہے۔ جو آگ میں موجود ہے اور جو آگ کے آس پاس ہے وہ بابرکت ہونے کے زیادہ حق دار ہے چوں کہ ایک بڑا واقعہ پیش آنے والا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہونا ہے۔[5]

---

[1] البحر ۷/۵۳ [2] الکشاف ۳/۲۷۵ [3] الکشاف ۳/۲۷۵ [4] ابن کثیر ۲/۶۶۲ المختصر [5] البحر المحیط ۷/۵۶

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: ...... پاک اور منزہ ہے عزت والا رب جو عالیشان ہے، اس کی ذات وصفات میں کوئی چیز بھی اس کے مشابہ نہیں اور نہ ہی اس کے افعال میں کوئی چیز اس کے مشابہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب

یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: میں ہی اللہ ہوں قوت اور قدرت والا جسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ اور وہ حکمت والا ہے، وہ ہر کام حکمت وتدبیر سے کرتا ہے۔ وَاَلْقِ عَصَاكَ: سابق پر اس کا عطف ہے یعنی "ونودی ان الق ... الخ" تا کہ تم خدا کا معجزہ دیکھ کر اور اس سے مانوس ہو جاؤ۔
فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ: جب اسے دیکھا کہ وہ حرکت میں آ گیا ہے گویا وہ ایک اژدھا ہے جو تیزی سے چل رہا ہے۔
وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ: پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھے، خوف وگھبراہٹ کی وجہ سے واپس نہ لوٹے۔ مجاہد کہتے ہیں: یعنی واپس نہ لوٹے۔ قتادہ کہتے ہیں: یعنی اس طرف التفات نہ کیا۔ اس طرح کا خوف اور گھبراہٹ کا لاحق ہونا بشری تقاضے کے مطابق تھا چونکہ انہوں نے ہولناکی کا سمان دیکھا تھا کہ لاٹھی سانپ بن گئی ہے۔ اسی لیے موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آواز دی۔ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ: ادھر متوجہ ہو اور خوفزدہ نہ ہو چونکہ تم میرے سامنے ہو اور جو میرے سامنے ہو وہ بے خوف ہوتا ہے اور امن وامان میں ہوتا ہے۔ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ: تم میرے رسول ہو اور میں اپنے پیغمبروں کو نبوت کے لیے منتخب کرتا ہوں، وہ میرے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتے۔ ابن جوزی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کر دی کہ اللہ تعالیٰ جسے امان دیتا ہے اور اسے نبوت کے منصب سے سرفراز کرتا ہے اسے مناسب نہیں کہ وہ سانپ سے ڈرنے لگے۔[1]
اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ: استثنا منقطع ہے یعنی البتہ تمام لوگوں میں سے جس سے کوئی قصور ہو جائے نہ کہ رسولوں میں سے بلاشبہ وہ ڈرتا ہے ہاں البتہ جب وہ توبہ کر لے اور اپنے برے اعمال کو اچھے اور نیک اعمال میں بدل دے۔
فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: یعنی میں عظیم بخشش اور وسیع رحمت والا ہوں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں عظیم بشارت ہے یہ کہ جو شخص برے اعمال کا مرتکب ہو پھر رجوع کر لے اور توبہ تائب ہو جائے اللہ تعالیٰ بھی اس پر رجوع کر لیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ (سورہ طٰہٰ، آیت ۸۲)[2]

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ: ...... یہ موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا معجزہ ہے جو اللہ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتا ہے۔ معنی یہ ہے کہ اے موسیٰ! گریبان میں اپنا ہاتھ ڈالو پھر اسے باہر نکالو تم اسے بجلی کی طرح نہایت چمکدار دیکھو گے کسی مرض یا برص وغیرہ کی وجہ سے ایسا نہیں ہو گا۔ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ: یہ دو معجزے لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ہاتھ کا چمک اٹھنا ان نو معجزات میں سے ہیں جو ہم نے آپ کو دے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس دعوت الی اللہ کے لیے بھیجا اور ان معجزات سے تمہاری تائید ہوئی اور تمہیں تقویت پہنچی۔
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ: یہ لوگ ہماری طاعت سے نکلے ہوئے ہیں، کفر وضلالت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔
فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً: جب انہوں نے یہ ظاہر وباہر معجزات دیکھے جن کے معجزات خداوندی ہونے میں کوئی شک نہیں۔
قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ: لوگوں نے ان معجزات کا انکار کر دیا اور کہنے لگے: یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔
وَجَحَدُوْا بِهَا: ...... ان کا کفر وانکار کیا اور ان خارق عادت امور کو جھٹلانے لگے۔ وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ: لیکن انہوں نے تہہ دل سے یقین کر لیا تھا کہ یہ تو من جانب اللہ ہیں جادو نہیں۔ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا: انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا اور اتباع حق سے تکبر کیا بھلا اس آدمی کے ظلم سے بڑا ظلم کون سا ہو سکتا ہے جو عقیدہ اور یقین رکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور معجزات ہیں اور پھر وہ انہیں جادو کا نام دے کر رد کر دے اور سینہ زوری کرنے لگے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ: اے سامع! دیکھ لے اور فکر وبصیرت کی آنکھ سے۔

---

[1] زاد المسیر ۶/۱۵۶ [2] مختصر ابن کثیر ۲/۶۶۷

تدبر کر کہ سرکشوں کا انجام دنیا میں غرق کرنا اور آخرت میں جلانا کیوں کر ٹھہرا ہے؟ ابن کثیر کہتے ہیں: گویا کہ فحوائے کلام یوں ہے: اے محمد کی تکذیب کرنے والو! ہوشیار رہو اور ڈرو کہ تم بھی عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ چنانچہ محمد ﷺ موسیٰ علیہ السلام سے افضل و اشرف ہیں ان کی دلیل، حجت اور برہان موسیٰ کی برہان سے قوی اور زیادہ دلالت کرنے والی ہے لہٰذا محمد ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کا انکار کرنے والا اور ان کی تکذیب کرنے والے بطریق اولیٰ عذاب کے زیادہ مستحق ٹھہرتے ہیں۔[1]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا: ...... یہ سورہ کریمہ کا دوسرا قصہ ہے اور یہ داؤد و سلیمان علیہما السلام کا قصہ ہے۔ بخدا ہم نے داؤد اور ان کے بیٹے سلیمان کو دین و دنیا کا وسیع علم دیا۔ اور ہم نے ان کے لیے دنیا و آخرت کی سعادت جمع کر لی۔ طبری کہتے ہیں: یہ پرندوں اور چوپایوں کی بولیوں کا علم ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو مخصوص کیا تھا۔[2] وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ: انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ جس نے نبوت، علم انسان، جنات و شیاطین کی تسخیر کے ساتھ فضیلت بخشی اور اپنے بے شمار بندوں پر فضیلت دی۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ: ...... سلیمان علیہ السلام نبوت و بادشاہت میں اپنے والد داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے جب کہ ان کی باقی اولاد ان چیزوں میں وارث نہیں ہوئی۔ کلبی کہتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس (۱۹) بیٹے تھے۔ اس لیے آیت کی تفسیر میں کہا جائے گا کہ سلیمان علیہ السلام علم و نبوت میں والد کے وارث ہوئے۔ مال کی وراثت مراد نہیں ورنہ دوسرے بیٹے بھی تو مال کی وراثت میں شریک ہوئے ہیں۔[3] وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ: سلیمان علیہ السلام نے تحدیث بالنعمت کے طور پر کہا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت عطا کی ہے اور ہمیں پرندوں کی بولیوں کی تعلیم دی ہے اور تمام حیوانات کی آوازیں سمجھنے کی صلاحیت سے نوازا ہے۔

وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ: ...... وہ تمام دنیا کی اچھائیاں اور بھلائیاں جو اللہ تعالیٰ بادشاہوں کو عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے وہ سب ہمیں عطا فرمائی ہیں۔
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ عطا کیا ہے اور ہمیں مختلف نعمتوں سے بالخصوص نوازا ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کا کھلا فضل و کرم ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے یہ بات اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کی تعریف کے طور پر کہی۔ تکبر و برتری کے اظہار کے لیے نہیں کی۔ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ: سلیمان علیہ السلام کے لیے لاؤ لشکر اور عساکر جمع کر دیے گئے، دور دور سے جنات، انسان اور پرندوں کے لشکر ان کے سامنے حاضر کر دیے گئے، ان تمام لشکروں سے آگے حضرت سلیمان علیہ السلام ہوتے یوں ان کے رعب، شان اور عظمت میں اضافہ ہو جاتا۔ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ: لشکروں کو سلیمان علیہ السلام کے آگے چلنے سے روک دیا جاتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہر نوع کی مخلوق پر ایک ذمہ دار مقرر کر دیا جاتا جو آگے بڑھنے والے کو پیچھے دھکیل دیتا تا کہ سلیمان علیہ السلام سے آگے نہ بڑھنے پائے۔ جیسا کہ بادشاہوں کے ہاں رواج ہے۔[4]

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ: ...... یہاں تک کہ (کسی مہماتی سفر کے دوران) ملک شام میں چیونٹیوں کی وادی پر سے ان کا گزر ہوا جہاں چیونٹیوں کی کثیر تعداد تھی۔ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ: ایک چیونٹی نے اپنی ساتھی چیونٹیوں سے کہا: اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ۔ چیونٹی نے اپنی رفقا چیونٹیوں سے عقلا کی طرح خطاب کیا چوں کہ اس نے ایسا حکم دیا جو عقلا کو دیا جاتا ہے۔ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ: سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں اپنے پاؤں تلے روند نہ دیں۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ: ان کا تمہیں عمداً روندنے کا ارادہ نہ ہوتا ہم انہیں پتہ ہی نہ چلے اور تم روند دیے جاؤ۔ چیونٹی نے پہلے اپنی رفقا کو ڈرایا پھر اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے معذرت کی چوں کہ وہ جانتی تھی کہ سلیمان علیہ السلام نبی ہیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کا کلام سن لیا اور اس کا مقصد سمجھ گئے۔ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا: چیونٹی کی ثنائے جمیل پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو مسرت ہوئی اور مسکرا دیے چنانچہ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ: تمہیں حیوان کی مضرت سے حفاظت اور بچاؤ کی بات ہے۔ وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ: اے میرے پروردگار! مجھے الہام کر اور توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں، احسانات اور افضال کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کیے ہیں اور میرے والدین پر کیے ہیں۔

---

۱ ابن کثیر ۲/ ۲۶۷ ۲ الطبری ۱۹/ ۸۷ ۳ القرطبی ۱۳/ ۱۶۳ ۴ الطبری ۱۹/ ۸۸

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ:...... مجھے نیکی کے ایسے عمل کی توفیق دے جو مجھے تیرے قریب کر دے جسے تو پسند کرتا ہو۔ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ: اور مجھے اپنے نیک بندوں کے ساتھ رحمت کے گھر جنت میں داخل فرما۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ: میں قریب کو بعید کے اشارے سے تعبیر کیا ہے اس سے بعد رتبی کی طرف اشارہ ہے۔ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ: میں تنکیر برائے تعظیم وتفخیم ہے۔ یعنی عظیم الشان کتاب۔ هُدًى وَّبُشْرٰى: میں اسم فاعل کی جگہ مصدر لایا گیا ہے۔ اس سے مبالغہ مقصود ہے۔ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ: میں ضمیر کا تکرار حصر واختصاص کے فائدے کے لیے ہے۔ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ: میں بھی حصر ہے۔ ان دونوں جملوں میں خوبصورت مقابلہ بھی ہے۔ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ: میں ان اور لام سے تاکید لائی گئی ہے چوں کہ قرآن میں شک کرنے والے پائے گئے۔ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ: میں ایجاز حذف ہے۔ محذوف جملہ یوں ہے۔ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى، حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ اور وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ: میں طباق ہے۔ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً: میں استعارہ ہے۔ ابصار کا لفظ، صاف واضح ہونے کے لیے مستعار ہے، چوں کہ آنکھوں سے انسان اشیا کو دیکھتا ہے۔ كَاَنَّهَا جَآنٌّ: میں تشبیہ مجمل ہے۔ حرف تشبیہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ: میں حسن اعتذار ہے۔

لطیفہ:...... بعض علما کا قول ہے کہ آیت کریمہ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ: عجائب قرآن میں سے ہے، چوں کہ چیونٹی نے يَا: حرف ندا کے ساتھ آواز دی اَيُّهَا: سے متنبہ کر دیا۔ النَّمْلُ: تعیین کی۔ ادْخُلُوْا: امر ہے۔ مَسٰكِنَكُمْ: نص و تصریح ہے۔ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ: تحذیر ہے۔ سُلَيْمٰنُ: خصوص ہے وَجُنُوْدُهٗ: عموم ہے وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ: اعتذار ہے۔[1] سبحان اللہ۔ یہ چیونٹی کتنی کمال ذکی و ذہین تھی۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ۝۲۰ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ
لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۲۱ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ
سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ۝۲۲ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ۝۲۳
وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ
السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝۲۴ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا
تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝۲۵ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۩ ۝۲۶ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۲۷ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ۝۲۸ قَالَتْ
يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ۝۲۹ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳۰ اَلَّا
تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝۳۱ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى ع
تَشْهَدُوْنِ ۝۳۲ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ۝۳۳

[1] اختصار بھی ہے کہ کم الفاظ میں نہایت جامع و پوری پوری بات کر دی۔

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۚ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾ وَإِنِّي
مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا
آتَانِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِمَّا آتَاكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾ ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا
قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٣٧﴾ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا
قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ ۚ وَإِنِّي
عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ
فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا
يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ﴿٤٠﴾ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ
مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ
قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٤٣﴾ قِيلَ
لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيرَ ۗ
قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٤﴾ ع ۳ ۱۳ ۱۸

ترجمہ:......اور سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو کہا کیا بات ہے جو میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں، کیا وہ کہیں غائب ہے؟ (۲۰) میں اسے ضرور ضرور سخت سزا دوں گا یا ضرور ضرور اسے ذبح کر دوں گا، یا یہ بات کہ وہ میرے سامنے کوئی صریح دلیل لے کر آئے۔ (۲۱) پھر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ہدہد نے کہا کہ میں ایسی چیز کی خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں اور آپ کے پاس ملک سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ (۲۲) بے شک میں نے ایک عورت کو پایا جو ان پر بادشاہت کرتی ہے اور اسے ہر چیز دے دی گئی ہے اور اس کے لیے ایک بڑا تخت ہے۔ (۲۳) میں نے اسے اور اس کی قوم کو اس حالت میں پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا ہے سو اس نے انہیں راہ سے ہٹا دیا لہٰذا وہ ہدایت نہیں پاتے۔ (۲۴) وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے اور وہ ان چیزوں کو جانتا ہے جنہیں تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔ (۲۵) اللہ ہے جس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ (۲۶) سلیمان نے کہا! ہم عنقریب دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔ (۲۷) میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کے پاس ڈال دے پھر ہٹ جانا، پھر دیکھنا کہ وہ کیا بات چیت کرتے ہیں۔ (۲۸) کہنے لگی کہ اے دربار والو! میرے پاس ایک خط ڈالا گیا ہے جو عزت والا خط ہے۔ (۲۹) بے شک وہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ ہے کہ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن ہے رحیم ہے۔ (۳۰) تم لوگ میرے مقابلے میں بڑائی نہ جتاؤ اور میرے پاس فرمانبردار ہو کر آجاؤ۔ (۳۱) کہنے لگی اے دربار والو! تم میرے معاملے میں مجھے مشورہ دو میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو۔ (۳۲) وہ کہنے لگے کہ ہم طاقت والے ہیں اور سخت لڑائی والے ہیں اور تمہیں اختیار ہے سو تم دیکھ لو کیا حکم کرتی ہے۔ (۳۳) کہنے لگی کہ بلاشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کر دیتے ہیں، اور جو اس کے رہنے والے باعزت ہوتے ہیں انہیں ذلیل بنا دیتے

ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ ۳۴ اور میں ان کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ بھیجے ہوئے لوگ کیا جواب لیکر واپس ہوتے ہیں۔ ۳۵ سو جب وہ قاصد سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو سو اللہ نے جو کچھ مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ تم اپنے ہدیہ پر خوش ہوتے ہو۔ ۳۶ تو ان لوگوں کے پاس لوٹ جا ہم ان پر ایسے لشکر بھیجتے ہیں کہ وہ لوگ ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم انہیں وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے۔ ۳۷ سلیمان علیہ السلام نے کہا اے درباروالو! کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ اس کا تخت اس سے پہلے میرے پاس لے کر آجائے کہ وہ میرے پاس فرمانبردار ہو کر آئیں۔ ۳۸ جنات میں سے ایک دیو نے کہا کہ میں اسے اس سے پہلے لے آؤنگا کہ آپ اپنے مقام سے کھڑے ہوں اور بلاشبہ میں اس پر قدرت رکھتا ہوں امانت دار ہوں۔ ۳۹ اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤنگا کہ آپ کی آنکھ جھپکے، سو جب اسے اپنے پاس دھرا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ میرے رب کا ایک فضل ہے تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، اور جو شخص شکر کرتا ہے اپنی ہی جان کے لیے شکر کرتا ہے اور جو شخص ناشکری کرے اس میں شک نہیں کہ میرا رب غنی ہے کریم ہے۔ ۴۰ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اس کے لیے اس کے تخت کو بدل دو تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ ہدایت پاتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہوجاتی ہے جو ہدایت نہیں پاتے۔ ۴۱ سو جب وہ آگئی تو اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے کہنے لگی گویا یہ تو وہی ہے اور ہمیں اس سے پہلے علم دیدیا گیا تھا اور ہم فرمانبردار ہو چکے ہیں۔ ۴۲ اور سلیمان نے اسے اس سے روک دیا جو وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتی تھی بلاشبہ وہ کافر قوم میں سے تھی۔ ۴۳ اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہوجا سو جب اس نے اسے دیکھا تو خیال کیا کہ یہ گہرا پانی ہے اور اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں سلیمان نے کہا بلاشبہ یہ ایسا ایک محل ہے جسے شیشوں سے جوڑ کر بنایا گیا ہے وہ کہنے لگی کہ اے میرے پروردگار! بلاشبہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں نے سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرمانبرداری قبول کر لی۔ ۴۴

ربط و تعارف:......ان آیات کریمہ میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ آگے بڑھایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بادشاہت اور نبوت دو عظیم مناصب جمع کر دیے تھے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جن وانس کو مسخر کر دیا تھا۔ اور انہیں پرندوں کی بولیاں سمجھنے کا خصوصی علم بھی عطا کیا تھا۔ ان آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا سبا کی ملکہ بلقیس کے ساتھ قصہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ اور امور عجیب کا بھی ذکر ہے۔

لغات:...... تَفَقَّدَ: التفقد: غائب انسان کو حاضر کرنا۔ حاضری۔ الْخَبْءَ: چھپی چیز۔ صٰغِرُوْنَ: الصغائر سے اسم فاعل ہے بمعنی ذلت۔ عِفْرِیْتٌ: العفریت: بہادر سرکش شیطان سے ہو یا انسان سے، خبیث، مکرباز۔ اَلصَّرْحَ: محل ہر عالیشان عمارت کو صرح کہا جاتا ہے۔ اسی سے فرعون کا یہ قول ہے۔ یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا: (سورہ غافر، آیت ۳۶) مُّمَرَّدٌ: ہموار و چکنی عمارت اسی سے "الامرد" ہے وہ نوجوان جو قریب البلوغ ہو اور اسے ابھی داڑھی نہ نکلی ہو اسی سے ہے۔ شجرۃ مرداء، وہ درخت جس کے پتے گر گئے ہوں۔ قَوَارِیْرَ: قارورۃ کی جمع ہے۔ شیشہ۔

ہُدہُد کے بارے میں سوال

تفسیر: وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ:......سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی جماعت کی تحقیق و تفتیش کی اور ان کی حاضری لی۔ فَقَالَ مَا لِیَ لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ: مفسرین کہتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام پر دوران سفر پرندے سایہ کر کے رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام وادی نمل سے آگے بڑھے تو ایک بے آب و گیا میدان میں پڑاؤ کیا، لشکر پیاسا ہو گیا تھا، لشکر نے آپ علیہ السلام سے پیاس کی شکایت کی ہدہد پانی پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی راہنمائی کرتا تھا۔ چنانچہ ہدہد جہاں کہتا کہ ادھر پانی ہے جنات و شیاطین فوراً زمین پھاڑ چیر کر اس سے چشمے جاری کر دیتے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو طلب کیا اور جب اسے نہ پایا تو کہا: بھلا کیا وجہ ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا۔ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ: ام منقطعہ ہے اور "بل" کے معنی میں ہے۔ یعنی بلکہ وہ غائب ہے۔ وہ میری اجازت کے بغیر چلا گیا۔ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ:

میں ضرور اسے سخت سزا دوں گا جیل میں قید کر دوں گا یا اس کے پر کاٹ دوں گا یا میں اسے ذبح کر دوں گا۔ یا کوئی ایسی واضح دلیل لے کر آئے جو حقیقت میں اس کے معذور ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ: چنانچہ ہُد ہُد تھوڑی دیر کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ: میں آپ کے پاس ایسی خبر لایا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں اور میں نے ایسی بات جانی ہے جسے آپ نہیں جانتے۔

قوم سبا کی خبر

وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ: میں یمن کے شہر سبا سے ایک بڑی زبردست خبر لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں جو حقیقت میں واقعی اور سچی خبر ہے۔ إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ: میرے دیکھے ہوئے عجائب میں سے ایک یہ ہے کہ ایک عورت ہے جس کا نام بلقیس ہے، یہ اہل سبا کی ملکہ ہے۔ اور وہ سب اس کی طاعت بجالاتے ہیں۔[1]

وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ: اسے اسباب دنیا میں سے ہر وہ چیز دی گئی ہے جس کی بادشاہوں کو ضرورت پڑتی ہے مثلاً مال و دولت کی وسعت، افرادی قوت، اسلحہ وغیرہ کی وافر مقدار۔ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ: اس کا ایک بڑا تخت ہے جو ہیرے اور جواہرات سے مرصع ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: ملکہ سبا کا تخت سونے کا تھا، اس کے پائے ہیرے کے تھے، موتیوں سے مرصع تھا۔ طبری کہتے ہیں: آیت میں عظیم سے مراد قدر و منزلت اور علو شان میں عظیم تھا۔ رقبہ و وسعت اور حجم و جسامت میں عظیم ہونا مراد نہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر جو چیز زیادہ خطرناک تھی اس کے بارے میں بیان دینے لگا۔

قوم سبا کی آفتاب پرستی

چنانچہ کہا: وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ اللَّهِ: میں نے ان سب کو مجوسی پایا وہ سورج کی عبادت کرتے ہیں اور خدائے واحدہٗ لاشریک کو انہوں نے چھوڑ رکھا ہے۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ: ابلیس نے ان کے لیے سورج کی عبادت آراستہ کر رکھی ہے۔ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ: اس گمراہی کی وجہ سے شیطان نے ان کو راہ حق اور صواب سے روکے رکھا ہے۔ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ: شیطان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کی طرف راہ نہیں پائیں گے۔ پھر ہدہد نے تعجب کرتے ہوئے کہا: أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ: کیا وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو خالق و مالک ہے کو سجدہ نہیں کرتے جو پوشیدہ رازوں اور چھپی چیزوں کا جاننے والا ہے اور عالم علوی و سفلی کی پوشیدہ چیزوں کو جاننے والا ہے۔[2] وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ: اللہ تعالیٰ پوشیدہ اور ظاہری باتوں کو جانتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کائنات کے رازہائے سربستہ اور ظاہرہ کو خوب جانتا ہے)۔ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ: اللہ تعالیٰ عظمت و جلال میں متفرد ہے جو عرش عظیم کا مالک ہے وہی عبادت و سجدے کا مستحق ہے۔ آیت میں عرش کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے چوں کہ مخلوقات میں عرش کو زبردست عظمت حاصل ہے یہاں تک ہدہد کا کلام ختم ہو گیا۔ قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ: سلیمان علیہ السلام نے کہا: ہم تمہاری بات کی تحقیق کریں گے آیا کہ تم سچے ہو یا جھوٹے؟ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی بات میں اس لیے شک کیا چوں کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط

حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں سمجھتے تھے کہ دنیا میں ان کے ان کے علاوہ بھی کوئی بادشاہ ہے۔ پھر سلیمان علیہ السلام نے ایک خط لکھا اور اسے سربمہر کر کے ہدہد کو سپرد کیا اور کہا: اذْهَب بِّكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ: یہ میرا خط لے جاؤ اور سبا کی ملکہ اور اس کے لشکر تک پہنچا آؤ۔

---

[1] اس خبر کو عجیب اس لیے کہا کہ عادۃً بادشاہ مرد ہوتے ہیں عورت کو بادشاہ دیکھ کر اسے تعجب ہوا چوں کہ عورت مملکت کا انتظام نہیں چلا سکتی، حدیث میں ہے: وہ قوم کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے امور عورت کو سپرد کر دیے ہوں۔ [2] میرے ذہن میں یہ معنی متبادر ہوا ہے جو نص قرآنی کے فہم کے زیادہ قریب ہے۔ یہ تعجب و انکار مقام ہے حدیث و اخبار کا مقام نہیں۔ بعض مفسرین دوسرے معنی کی طرف گئے ہیں کہ "لا" زائد ہے اور معنی یہ ہوگا کہ وہ قوم اتنی ہدایت بھی نہیں رکھتی کہ وہ اللہ کو سجدہ کرے۔" یا یہ معنی ہے۔ ألا یاهؤلاء اسجدو یعنی خبردار اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو۔ واللہ اعلم

ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ: پوران سے الگ ہوکر ہمیں قریب ہی ان سے چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ فَانۡظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ: اور دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: ہدہد نے خط لیا۔ بلقیس اور اس کی قوم کے پاس جا پہنچا، ہدہد بلقیس کے سر کے اوپر پھدکی ماری اور پھر اس کی گود میں خط ڈال دیا۔

قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّىۡۤ اُلۡقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيۡمٌ: بلقیس نے اپنی قوم کے اشراف سے کہا: میرے پاس جلیل القدر خط آیا ہے۔

اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ: یہ خط سلیمان کی طرف سے ارسال کردہ ہے۔ پھر ملکہ نے خط کھولا، کیا دیکھتی ہے کہ اس میں لکھا ہے۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ: یہ خوبصورت افتتاحیہ ہے، اس میں رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اعلان ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت اور اس کے حکم کے آگے جھک جانے کی بات ہے۔ اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَىَّ وَاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ: میرے سامنے تکبر مت کرو جیسے بادشاہ کرتے ہیں، میرے پاس مؤمن بن کر حاضر ہو جاؤ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی موحدین بن کر حاضر ہو جاؤ۔ سفیان کہتے ہیں: یعنی فرمانبردار بن کر حاضر ہو جاؤ۔

بلقیس کا اہل دربار سے مشورہ

قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِىۡ فِىۡۤ اَمۡرِىۡ:...... اس معاملہ میں مجھے کوئی مشورہ دو۔ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰى تَشۡهَدُوۡنِ: تمہارے حاضر ہوئے بغیر اور تمہارے مشورے کے بغیر میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّاُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ: ہماری افرادی قوت کثیر ہے اور ہم لوگ سختی سے اور پوری قوت سے جنگ لڑنے والے ہیں۔ وَّالۡاَمۡرُ اِلَيۡكِ فَانۡظُرِىۡ مَاذَا تَاۡمُرِيۡنَ: لیکن ہمارا معاملہ تمہارے سپرد ہے، تم ہمیں جو حکم دو گی ہم وہی بجالائیں گے۔ رعایا کی یہ بات ان کے اطاعت شعار ہونے پر دلالت کرتی ہے، قرطبی کہتے ہیں: ملکہ قوم کے ساتھ حسن ادب سے پیش آئی اور ملکی معاملے میں قوم سے مشورہ لیا، قوم کے اشراف نے بھی ایسا جواب دیا جس نے ملکہ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں، تاہم انہوں نے اپنی قوت اور سخت جنگجو ہونے کا اظہار کیا پھر معاملہ ملکہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ یہ محاورہ کی خوبصورت قسم ہے۔ الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قوم سبا نے اپنا معاملہ بہادر خاتون کو سونپ رکھا تھا جس کے پستان سینے پر ہلتے تھے، پھر انہوں نے جو مناسب سمجھا مشورہ دیا، ملکہ ان سب میں عقل مند، صاحب رائے اور زیادہ علم والی تھی۔ [1] قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً اَفۡسَدُوۡهَا: بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب وہ عنوۃً کسی ملک پر چڑھائی کرتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں۔ وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً: اس ملک کے شرفاء و عظما کو قتل، قید اور ملک بدر کر کے ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں۔ وَكَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ: ہر ملک میں بادشاہوں کی یہی عادت اور طریقہ ہوتا ہے، چڑھائی کر کے ملک میں داخل ہوتے ہیں پھر معاملہ صلح صفائی پر ختم ہوتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بلقیس کے تحفے

ملکہ نے کہا: وَاِنِّىۡ مُرۡسِلَةٌ اِلَيۡهِمۡ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌ ۢ بِمَ يَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ: میں اس بادشاہ کو ایک بڑا ہدیہ بھیجتی ہوں جو اس کے شایان شان ہوگا، میں دیکھتی ہوں کیا وہ قبول کرے گا یا رد کر دے گا؟ قتادہ کہتے ہیں: اسے اپنے اسلام و شرک کا شعور نہیں تھا۔ البتہ ملکہ جانتی تھی کہ ہدیہ کو لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ملکہ نے اپنی قوم سے کہا: اگر اس نے ہدیہ قبول کر لیا تو یہ ایسا بادشاہ ہے جو دنیا کا خواہش مند ہے پھر تم اس کے ساتھ دل کھول کر جنگ کرو اور اگر وہ ہدیہ قبول نہ کرے تو پھر وہ سچا نبی ہے تم اس کی اتباع کرو۔ [2]

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيۡمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ:...... جب بلقیس کے قاصد سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے اور عظیم الشان ہدیہ خدمت میں پیش کیا۔ آپ علیہ السلام نے ہدیہ قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا: کیا تم مجھے رشوت میں مال اور ہدیے دے کر یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں کفر پر اسی طرح کاربند رہنے دوں؟ فَمَاۤ اٰتٰٮنِۦَ اللّٰهُ خَيۡرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰٮكُمۡ: اللہ تعالیٰ نے مجھے جو نبوت، بادشاہت عطا کر رکھی ہے وہ تمہاری دنیوی زیب و زینت سے بدرجہا افضل ہے مجھے تمہارے ہدیہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ بَلۡ اَنۡتُمۡ بِهَدِيَّتِكُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ: تم تحائف پر اتراتے ہو اور خوش ہوتے ہو چوں کہ تم دنیا میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہو اور مال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتے ہو۔

---

[1] القرطبی ۱۳/ ۱۹۴ [2] مختصر ابن کثیر ۲/ ۶۷۱ [3] مختصر ابن کثیر ۲/ ۶۷۱

پھر آپ علیہ السلام نے وفد کے رئیس سے کہا: اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا: تم اپنی قوم کے پاس واپس لوٹ جاؤ اور اپنا ہدیہ بھی واپس لیتے جاؤ، بخدا! میں ایسا عظیم الشان لشکر لے کر تمہارے اوپر چڑھائی کروں گا جس کے مقابلے کی تمہارے اندر سکت تک نہیں ہوگی۔ وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ: میں انہیں ضرور ان کی سرزمین سے نکال باہر کروں گا وہ ذلیل ورسوا ہوں گے بشرط یہ کہ مسلمان ہو کر میرے پاس حاضر نہ ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب بلقیس کے کارندے واپس لوٹے اور اسے پوری بات بتائی وہ بولی: میں سمجھ گئی ہوں کہ یہ بادشاہ نہیں، اس کا مقابلہ کرنے کی ہمارے اندر طاقت نہیں۔ میں سلیمان کو پیغام بھیجتی ہوں کہ میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں اور میری قوم کے سرکردہ لوگ بھی میرے ساتھ ہوں گے، تا کہ میں تمہارا معاملہ اچھی طرح سے دیکھ سکوں۔ اور جس دین کی تم دعوت دیتے ہو اس کا جائزہ لوں، پھر بلقیس بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف چل پڑی۔[1]

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ: سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکر کے اشراف وعظماء سے کہا: تم میں سے کون میرے پاس ملکہ کا جواہرات سے مرصع تخت میرے پاس لے کر آئے گا قبل اس کے کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ میرے پاس حاضر ہو؟ بیضاوی کہتے ہیں: سلیمان علیہ السلام نے اس سے چاہا کہ بلقیس کو اپنے بعض عجیب خصائص دکھا دیں۔ جو عظیم رعب وقدرت اور ان کے دعوائے نبوت کے سچ ہونے پر دلالت کریں۔ بلقیس کی عقل ودانش کا امتحان بھی لینا چاہتے تھے کہ آیا وہ تخت کو پہچان جائے گی یا انکار کرے گی۔

تخت لانے کے لیے جن کا اصرار

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ:...... سرکش جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا: میں وہ تخت آپ کے پاس لے کر آؤں گا قبل اس کے کہ آپ اپنی مجلس حکم سے اٹھنے نہیں پائیں گے، آپ علیہ السلام صبح تا ظہر ہر دن مجلس حکم میں جلوہ افروز ہوتے تھی۔ جن کی غرض یہ تھی کہ وہ نصف دن سے پہلے پہلے تخت لا حاضر کرے گا۔ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ: میں تخت کو اٹھا لانے پر قدرت رکھتا ہوں اور تخت پر جو یاقوت وجواہرات جڑے ہیں انہیں امانتداری سے لیتا آؤں گا۔

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ: مفسرین کہتے ہیں: اس کا نام ''آصف بن برخیا'' تھا۔ صدیقین میں سے تھا اور اس کے پاس اسم اعظم کا علم تھا، اسم اعظم کی یہ خاصیت ہے کہ جو دعا میں اسم اعظم ذکر کر دے اس کی دعا رد نہیں ہوتی، یہی بلقیس کا تخت لے کر آیا تھا۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا: میں یہ تخت آپ کے پاس لے آؤں گا قبل اس کے کہ پل نہ جھپکنے پائے یعنی میں اسے آنکھ جھپکنے سے پہلے آپ کے پاس لے آؤں گا۔ چنانچہ آصف نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور اسی وقت تخت کو حاضر کیا۔

سلیمان علیہ السلام کا شکر

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ:...... جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے نظر اٹھائی اور اپنے پاس تخت حاضر پایا تو کہا: یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان عظیم ہے۔ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ: تا کہ میرا امتحان لے آیا کہ اس کے انعام واحسان کا میں شکر ادا کرتا ہوں یا اس کے احسان کا انکار کرتا ہوں۔ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ: سو جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے شکر کا نفع اسی کے لیے ہے۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا انکار کرتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہوتا ہے اور اس کے شکر سے بھی بے نیاز ہے۔ جو شخص کفران نعمت کرتا ہے اس پر بھی اس کے انعامات ہوتے ہیں چوں کہ وہ کریم ذات ہے، بخشش وعطا اس کا وصف ہے۔ چنانچہ جب ملکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک کے قریب پہنچی تو آپ علیہ السلام نے خدام کو حکم دیا کہ تخت کی واضح علامات تبدیل کر دی جائیں تا کہ اس کا امتحان لیا جا سکے۔

---

[1] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۴۹۳

بلقیس کا امتحان

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا: یعنی تخت کے بعض اوصاف تبدیل کردو اور اس کی ہیئت میں بھی تغیر کردو یہاں تک کہ وہ اسے پہچان نہ سکے۔
نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ: جب وہ تخت دیکھے اسے یہ بات سمجھائی دے گی کہ آیا تخت اس کا ہے یا نہیں؟ ہم اس کے اس مخمصے کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کی عقلمندی اور ذکاوت کا امتحان لینا چاہا۔فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ: جس تخت کو تم دیکھ رہی ہو کیا یہ تمہارے تخت جیسا ہے؟ یوں نہیں کہا: کیا یہ تمہارا تخت ہے؟ تاکہ ملکہ کو تلقین نہ ہو جائے۔قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ: یعنی یہ اس کے مشابہ ہے۔ملکہ نے یوں نہیں کہا: جی ہاں یہ وہی ہے یا یہ وہ نہیں۔ابن کثیر کہتے ہیں: یہ انتہا درجے کی ذکاوت اور عقلمندی ہے۔[1]
وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ: یہ سلیمان علیہ السلام کا قول ہے۔سلیمان علیہ السلام نے تحدیث نعمت کے طور پر کہا: ہمیں اس عورت سے پہلے اللہ کے وجود وقدرت کا علم ہے اور اس سے پہلے ہم مسلمان ہیں۔ہم اس سے قبل علم واسلام سے سرفراز ہوئے ہیں۔
وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اس ملکہ کو اس کی قدیم عبادت آفتاب ومہتاب نے ایمان باللہ سے روک رکھا ہے۔یعنی ملکہ کا شرک ایمان باللہ کے مانع ہے۔اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ: یہ اپنے کفر اور نشوونما کے بسبب کافروں کے درمیان پلی بڑھی ہے اور مشرکہ ہے۔
قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ: عظیم الشان محل میں داخل ہو جاؤ۔فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا: جب ملکہ نے عظیم الشان محل دیکھا وہ سمجھی یہ پانی ہے یعنی قدرے گہرا پانی جو محل کے صحن میں پنڈلیوں تک ہے۔اس نے پنڈلیاں ننگی کرلیں تاکہ پانی میں داخل ہو جائے۔
قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ: ......سلیمان علیہ السلام نے کہا: یہ تو نہایت صاف شفاف شیشے سے بنایا گیا محل ہے۔قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ: اس موقع پر بلقیس نے کہا: اے میرے رب! میں نے شرک اور سورج کی عبادت کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: میں دین میں سلیمان کی متابعت کرتی ہوں، میں اسلام میں داخل ہوتی ہوں تمام جہانوں کے پروردگار پر ایمان لاتے ہوئے۔ابن کثیر کہتے ہیں: غرض یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عظیم الشان محل بنایا ہوا تھا جو شیشوں سے بنا تھا اور یہ محل اس ملکہ کے لیے بنوایا تھا، تاکہ وہ سلیمان علیہ السلام کی عظمت سلطنت اور تمکنت کو دیکھ سکے۔چنانچہ جب ملکہ نے سلیمان علیہ السلام کی جلال وعظمت اور جاہ وحشمت کو دیکھا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے جھک گئی اور سمجھ گئی کہ سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور بہت بڑے بادشاہ ہیں۔اس نے فوراً دین اسلام قبول کرلیا۔[2]
بلاغت: ......ان آیات مبارکہ میں یہاں بلاغت بدیع کی مختلف اصناف پائی جاتی ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:
مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ: میں اسلوب تعجب ہے۔[3] لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ: میں معاملہ مؤکد کرنے کے لیے تاکید مکرر لائی گئی ہے۔اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ: اور تَهْتَدِيْٓ......لَا يَهْتَدُوْنَ: میں طباق سلب ہے۔
وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ: میں تجنیس لطیف ہے اسے تجنیس ناقص کہا جاتا ہے چوں کہ بعض حروف تبدیل ہیں۔
تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ: اور ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ: میں طباق لفظی ہے۔اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ: میں معنوی طباق ہے۔
علمائے بیان کہتے ہیں: یہاں مطابقت معنوی، مطابقت لفظی سے ابلغ ہے چوں کہ اس میں فعل سے اسم کی طرف عدول کیا گیا ہے اور یہ ثبات کا فائدہ دیتا ہے، اگر یوں کہا جاتا: "أصدقت ام كذبت" تو مطلوبہ معنی حاصل نہ ہوتا چوں کہ اس معاملے میں کبھی جھوٹ بول دیتا اور کسی دوسرے معاملہ میں جھوٹ نہ بولتا رہا آیت کا اسلوب اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ: سو اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب ہدہد کا کاذبین میں سے ہونا ثابت ہو گیا تو وہ لامحالہ کاذب ہی ہوگا اور پھر اس پر کبھی بھی بھروسہ نہیں کیا جائے گا۔كَاَنَّهٗ هُوَ: میں تشبیہ ہے، یعنی یہ تخت شکل ووصف میں گویا میرا ہی تخت ہے۔یہ تشبیہ مرسل مجمل ہے۔قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ: میں استعارہ بدیعیہ ہے۔چوں کہ تخت کے نہایت جلدی لانے کو انسان کے پل جھپکنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے پل جھپکنے کا معنی ہے آنکھ کے دونوں پپوٹوں کا آپس میں مل جانا۔نہایت سرعت کو ان الفاظ میں بیان کرنا زیادہ بلیغ ہے جیسے

---
[1] ابن کثیر ۲/ ۶۷۳ [2] مختصر ابن کثیر ۲/ ۶۷۴ [3] مختصر ابن کثیر ۲/ ۶۷۱

وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ. (سورۃ النحل، آیت ۷۷) چنانچہ نہایت سرعت کے لیے پل جھپکنے کا استعارہ لایا گیا ہے۔[1]

مختلف آیات میں رعایت فاصلہ ہے، رعایت فاصلہ اوقع فی النفس ہوتی ہے۔ جیسے:

أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ، أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ، جِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ.

لطیفہ: وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ:...... کے ضمن میں بعض علما نے لکھا ہے کہ بادشاہ کے لیے رعایا کے احوال کا جائزہ لینا اور ان کی حاضری لینا مستحب ہے۔ اسی طرح دوستوں، ساتھیوں اور ماتحتوں کی حاضری لینا بھی مستحب ہے۔ شاعر کہتا ہے:

من سليمان لنا سنة وكان فيما سنه مقتدى
تفقد الطير لنا سنة فقال: مالي لا أرى الهد هدا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک اچھا طریقہ جاری کیا ہے اور ان کا جاری کردہ طریقہ قابل اقتدار سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بادشاہت میں پرندوں کی حاضری کی اور ارشاد فرمایا: بھلا کیا وجہ ہے میں ہُدہُد کو نہیں دیکھ رہا؟

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يَا قَوْمِ لِمَ
تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۖ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَن
مَّعَكَ ۚ قَالَ طَائِرُكُمْ عِندَ اللَّهِ ۖ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿٤٧﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ
فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿٤٨﴾ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا
مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٤٩﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٠﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥١﴾ فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً
لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾ وَأَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٣﴾ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ
وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٤﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٥﴾ فَمَا
كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأَنجَيْنَاهُ
ع وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٧﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ ﴿٥٨﴾ قُلِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: ...... اور بلاشبہ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو سو اچانک ان میں دو جماعتیں ہوگئیں جو آپس میں جھگڑا کر رہے تھے۔ (۴۵) صالح نے کہا کہ اے میری قوم! تم اچھی بات سے پہلے بری حالت کی کیوں جلدی کرتے ہو؟ تم کیوں اللہ سے مغفرت طلب نہیں کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (۴۶) وہ کہنے لگے کہ تم اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہم بدشگونی لے رہے ہیں، صالح نے کہا کہ تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو عذاب میں مبتلا ہونے والے ہو۔ (۴۷) اور ان کے شہر میں نو اشخاص تھے جو زمین میں

[1] تلخیص البیان ص ۲۶۱

فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ ۴۸ وہ کہنے لگے کہ تم سب مل کر اس بات پر اللہ کی قسم کھالو کہ ہم صالح کو اور اس کے گھر والوں کو راتوں رات ایسی حالت میں قتل کر دیں گے کہ انہیں اس کا دھیان بھی نہیں ہوگا پھر ضرور ضرور ہم اس کے ولی سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر حاضر نہیں تھے اور بلاشبہ ہم سچ کہہ رہے ہیں۔ ۴۹ اور انہوں نے خاص قسم کا مکر کیا اور ہم نے اس حال میں خاص تدبیر کی اور انہیں پتہ بھی نہیں چلا۔ ۵۰ سو دیکھ لیجیے مکر کا کیا انجام ہوا؟ بلاشبہ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو سب کو ہلاک کر دیا۔ ۵۱ سو یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے ظلم کی وجہ سے خالی پڑے ہیں، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عبرت ہے جو جانتے ہیں۔ ۵۲ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دیدی جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔ ۵۳ اور ہم نے لوط کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کے کام کرتے ہو حالانکہ تم سمجھ بوجھ رکھتے ہو۔ ۵۴ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت پوری کرنے کے لیے مردوں کے پاس آتے ہو، بلکہ بات یہ ہے کہ تم جہالت کے کام کر رہے ہو۔ ۵۵ سو ان کی قوم کا جواب یہی تھا کہ آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو بے شک بات یہ ہے کہ یہ لوگ پاک باز بنتے ہیں۔ ۵۶ سو ہم نے لوط کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دیدی سوائے اس کی بیوی کے، کہ ہم نے ان لوگوں میں تجویز کر رکھا تھا جو عذاب میں رہ جانے والے تھے۔ ۵۷ اور ہم نے ان پر خاص قسم کی بارش برسادی سو ان لوگوں کی بری بارش تھی جو ڈرائے گئے۔ ۵۸ آپ (بیان توحید کے لیے بطور خطبہ کے) کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اس کے بندوں پر سلام (نازل) ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے کیا اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

ربط وتعارف:...... اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کریمہ میں اولاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا پھر حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا قصہ ذکر کیا اور اس قصہ کے عجائب وغرائب ذکر کیے، اس کے بعد ان آیات میں صالح علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا ہے پھر لوط علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا ہے۔ ان تمام قصص کی غرض عبرت دلانا، یاد دہانی کرانا، اور مکذبین کی ہلاکت کا بیان ہے کہ جو لوگ تکذیب کرتے ہیں ان کے متعلق سنۃ اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد رب تعالیٰ کی توحید، علم وقدرت پر دلائل و براہین لائے گئے ہیں۔

لغات:...... اطَّیَّرْنَا: التطیر: بدفالی، نحوست، زجاج کہتے ہیں یہ صیغہ اصل میں "تطیرنا" تھا۔ تاء کو طاء میں ادغام کیا اور پھر ابتداء بالسکون سے بچنے کے لیے شروع میں الف لے آئے۔ خَاوِيَةً: خالی، اسی سے ہے "خوی البطن" پیٹ کا خالی ہونا۔ "خوی النجم" ستارہ گرا۔
الْفَاحِشَةَ: قبیح فعل، بدفعلی، بدکاری۔

حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت

تفسیر:...... وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ: لام قسم محذوف کا جواب ہے یعنی اللہ کی قسم ہو کہ قبیلہ ثمود کی طرف ان کے نسبی بھائی صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو انہیں اللہ کی توحید اور عبادت کی دعوت دیتا تھا۔ فَاِذَا ھُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ: یکا یک ان میں دو جماعتیں بن گئیں، مؤمنین اور کفار۔ وہ دین کے معاملہ میں باہم جھگڑتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں: دو گروہ یعنی مؤمن اور کافر، ان کا جھگڑا دین کے متعلق تھا۔ يَخْتَصِمُوْنَ: کا صیغہ بجائے تثنیہ کے جمع کا لایا گیا ہے اسے معنی پر محمول کیا جائے گا۔

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ: حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے بطور ہمدردی کہا: اے میری قوم! تم لوگ رحمت خداوندی سے پہلے عذاب کو کیوں طلب کرتے ہو، کیوں کہ تم عذاب جلد از جلد آجانے کا مطالبہ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں مانگتے؟

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ: تم اللہ تعالیٰ کے حضور شرک سے توبہ کیوں نہیں کرتے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر رجوع کرے اور رحمت برسائے؟ مفسرین کہتے ہیں: کفار فرط انکار کی وجہ سے کہتے تھے: اے صالح! ہمارے اوپر عذاب لے آؤ۔ صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا: تم لوگ عذاب نازل ہونے سے پہلے استغفار کیوں نہیں کرتے؟ چنانچہ طلب خیر طلب شر سے اولیٰ و افضل ہے۔

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ: اے صالح! ہم تمہاری وجہ سے اور تمہارے متبعین کی وجہ سے نحوست کا شکار ہو گئے ہیں۔

تم تمام تر آزمائشوں کا سبب ہو۔ قوم ثمود پر قحط کا عذاب مسلط ہوا تھا۔ اس لیے کہتے تھے کہ ہم تمہاری وجہ سے نحوست کا شکار ہوئے ہیں۔

قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ: حقیقت میں خیر وشر میں سے تمہارا حصہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور اس کے حکم سے طے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تمہیں عطا فرمائے چاہے تمہیں محروم رکھے، جب صالح علیہ السلام نے قوم سے خطاب میں نرمی کا پہلو سامنے رکھا لیکن جواب میں قوم نے نہایت سخت رویہ اختیار کیا اور کہا: ہم تمہاری وجہ سے اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے نحوست کا شکار ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہاں بتادیا کہ حقیقت میں تمہاری نحوست کا سبب تم خود اور تمہارے اعمال ہیں۔ صالح اور مؤمنین اس کا سبب نہیں ہے۔

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ: بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں شیطان نے اپنے وسوسے سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے اسی لیے تم یہ باتیں کرتے ہو۔

نو مفسدین

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ:...... صالح علیہ السلام کے شہر میں نو آدمی تھے جو اشراف کے بیٹے تھے۔ ضحاک کہتے ہیں: یہ نو آدمی اہل شہر کے عظماء تھے۔ حجر صالح علیہ السلام کا شہر تھا۔ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ: ان کا کام یہ تھا کہ یہ ہر طرح سے انسانوں کو اذیت پہنچانے کے درپے رہتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قتل کی سازش

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ:...... انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھاؤ۔ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ: اللہ کی قسم! ہم صالح اور اس کے گھر والوں کو رات کو ضرور قتل کریں گے۔ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ: پھر ہم صالح کے وارث سے کہیں گے: ہم تو جائے وقوعہ پر حاضر نہیں ہوئے، ہمیں صالح کے قاتل کا پتہ نہیں اور نہ ہی ان کے متعلقین کے قاتل کا پتہ ہے۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ: اور ہم ان کے سامنے قسم اٹھائیں گے کہ ہم یقیناً سچے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ لوگ تلواریں لہراتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر آئے، فرشتوں نے ان پر پتھر برسائے اور ان سب کو قتل کر دیا۔[1] وَمَكَرُوْا مَكْرًا: انہوں نے صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کی۔ وَّمَكَرْنَا مَكْرًا: ہم نے ان کی سازش اور مکر کا انہیں پورا پورا بدلہ دیا اور فی الفور انہیں ہلاک کر دیا۔ کفار کی ہلاکت کو مکر سے تعبیر کیا ہے کہ مشاکلہ ہے۔[2] وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ: ایسی جگہ سے انہیں بدلہ دیا جائے گا انہیں اس کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔ ابوحیان کہتے ہیں: قوم کے افراد کا مکر یہ تھا کہ انہوں نے صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی جو سازش و تدبیر کر رکھی تھی اور اللہ تعالیٰ کا مکر (چال) یہ ہے کہ انہیں ہلاک کرے گا یہاں تک کہ انہیں اس کا پتہ تک نہیں چلے گا۔[3]

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ: ان کے انجام کے متعلق سوچ و بچار کرو اور ان کے مکر و فریب کا نتیجہ دیکھو۔ ہم نے ان سب کے سب کو کیسے ہلاک کیا۔ ان کا انجام نہایت سنگین اور خراب تھا۔

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا:...... یہ ان کی رہائش گاہیں اور ان کے گھر ہیں جو ان کے ظلم و کفر و عصیان کی وجہ سے خالی پڑے ہیں چوں کہ ان گھروں کے مکین اور رہائشی ہلاک ہو چکے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ: اس عجیب تباہی میں بہت بڑی عبرت اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت جانتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ: عذاب سے ہم نے صالح علیہ السلام کے ساتھ مؤمنین متقین کو نجات دی۔ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ: ہمارے پیغمبر لوط کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم اہل سدوم سے کہا:

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ: کیا تم نہایت قبیح و سنگین فعل کا ارتکاب کرتے ہو۔ اس فعل سے مراد لواطت ہے۔

وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ: اور تمہیں اچھی طرح سے علم ہے کہ یہ فعل نہایت فاحش ہے اور یہ عمل نہایت قبیح ہے۔

---

[1] زاد المسیر ۶/ ۱۸۲ [2] الفاظ ایک جیسے ہوں اور معنی مختلف ہو مشاکلۃ ہے۔ [3] البحر ۷/ ۸۵

قوم لوط کی بے حیائی

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ:...... توبیخ مزید کے لیے تکرار لایا گیا ہے۔ اے قوم! تم فرط جہالت اور بے وقوفی کی وجہ سے مردوں کے ساتھ شہوت پوری کرتے ہو اور عورتوں کو چھوڑ دیتے ہو؟ اور فعل کے طریقہ سے مرد مرد پر اکتفا کیے ہوئے ہے۔

بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ: بلکہ تم لوگ جاہل، بے وقوف اور بے حیا ہو اسی لیے تم مباح عورتوں پر اس قبیح فعل کو ترجیح دیتے ہو۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ: ان گنہگار مجرموں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا: لوط اور اس کے متعلقین کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ: یہ لوگ گندگی سے پاک رہنا چاہتے ہیں اور یہ ہمارے فعل کو گندگی کہتے ہیں۔ یہ اخراج جلاوطنی کی علت ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: ان بدبختوں نے مؤمنین پر تہمت لگائی بخدا وہ تو بے عیب تھے اور برے اعمال سے پاک تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ ٹھٹھا اور مذاق تھا کہ یہ لوگ مردوں کے پچھلے حصہ سے دور رہنے میں پاکی سمجھتے ہیں۔[1]

فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ: ہم نے لوط اور ان کے متعلقین کو عذاب سے خلاصی دی البتہ ان کی بیوی قوم کے ساتھ عذاب کا شکار بنی۔

قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ: ہم نے اپنی قضا و قدر سے اسے ہلاک شدگان میں شامل رکھا۔ جو عذاب میں باقی رہے۔

قوم لوط کا انجام ان واقعات سے عبرت

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا:...... ہم نے ان پر آسمان سے پتھر برسائے جیسے بارش برستی ہے سو میں نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔

فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ: ان پر جو عذاب برسایا گیا وہ بہت بڑا عذاب تھا۔ یہ نشان زدہ کنکر تھے۔ اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کے قصص بیان کیے ہیں اور اب قدرت و توحید پر دلائل کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ: اے محمد! کہہ دیجیے: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان و انعام پر اس کا شکر ہے اور میں اس کی حمد و تعریف کرتا ہوں۔ سلام ہو اللہ کے پیغمبروں پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لیے منتخب کیا ہے۔ اور جنہیں دعوت رسالت کے لیے پسند کیا ہے۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ ان آیات کی تلاوت کریں جو اللہ کی توحید، قدرت اور حکمت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور انبیا پر صلوٰۃ و سلام سے ابتدا کیا جائے، اس میں بہت عمدہ تعلیم دی گئی ہے، اور اچھے آداب پر راہنمائی کی گئی ہے اور یہ اللہ کی حمد اور انبیاء پر صلاۃ و سلام کا بھیجنا ہے۔ علما، خطبا اور واعظین میں ان آداب کی رعایت متواتر چلی آ رہی ہے چنانچہ یہ حضرات خطاب و وعظ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ پھر وعظ و بیان شروع کرتے ہیں۔[2]

آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ: مشرکین کو زبردست ڈانٹ پلائی جا رہی ہے۔ یعنی کیا وہ رب جو خالق و مالک ہے اس کائنات کا ایجاد کرنے والا ہے، حکیم ہے وہ اچھا ہے یا وہ بت جن کی وہ پوجا کرتے ہیں جب کہ بت نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ کسی کی بات کا جواب دیتے ہیں۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان و بدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ: میں صنعت طباق ہے۔ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ: میں تحضیض ہے۔ لولا ھلّا کے معنی میں ہے۔

اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَن مَّعَكَ، قَالَ طَائِرُكُمْ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا: میں مشاکلہ ہے۔ کفار کی ہلاکت اور تباہی کو مکر سے تعبیر کیا ہے اور یہ بطور مشاکلہ ہے۔ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ: میں طباق ہے۔

أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ: میں استفہام توبیخی ہے۔ آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ: میں تہکم و توبیخ ہے۔

(انیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علی ذٰلک)

---

[1] القرطبی ۱۳/ ۲۱۹ [2] الکشاف ۳/ ۲۹۵

پارہ نمبر ۲۰..... اَمَّنْ خَلَقَ

الجزء ٢٠

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَأَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا
كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا
وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ
اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ
يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ أَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ
مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي
الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ ع٥
أَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ إِنْ هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ
سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ
مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰٓى أَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ
بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَإِنَّ
رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ
مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾ إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ أَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾ وَإِنَّهٗ لَهُدًى
وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ
إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَمَآ
أَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ وَإِذَا وَقَعَ
الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ أَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع٦
وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ حَتّٰٓى إِذَا جَآءُوْ قَالَ أَكَذَّبْتُمْ

بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا
يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ
اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ
شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾
وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَآ اُمِرْتُ
اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ
اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ
ع ۱۱ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ:...... آپ کہہ دیجیے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور سلام ہو اللہ کے ان بندوں پر جنہیں اس نے چن لیا، کیا اللہ بہتر ہے یا وہ لوگ جنہیں وہ شریک بناتے ہیں؟ ﴿۵۹﴾ کیا وہ ذات جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے ان کے ذریعے رونق والے باغیچے اگائے، تم یہ نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے درختوں کو اگاؤ، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ ﴿۶۰﴾ کیا جس ذات نے زمین کو ٹھہرا ہوا بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان آڑ بنادی کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے۔ ﴿۶۱﴾ کیا وہ جو بے چین آدمی کی دعا کو سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور بدحالی کو دور فرماتا ہے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ تم بہت کم دھیان دیتے ہو۔ ﴿۶۲﴾ کیا وہ جو تمہیں خشکی میں اور دریا کے اندھیروں میں راہ بتاتا ہے اور جو ہواؤں کو بھیجتا ہے جو اس کی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ اللہ اس سے برتر ہے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ ﴿۶۳﴾ کیا وہ جو مخلوق کو اول بار پیدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا فرمائے گا اور جو تمہیں آسمان سے اور زمین سے رزق دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ آپ فرما دیجیے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ ﴿۶۴﴾ آپ فرما دیجیے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں جو بھی چیزیں موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی غیب کو نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور یہ لوگ علم نہیں رکھتے کہ کب زندہ کیے جائیں گے۔ ﴿۶۵﴾ بلکہ بات یہ ہے کہ آخرت کے بارے میں ان کا علم نیست و نابود ہو گیا، بلکہ یہ لوگ اس کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں، بلکہ یہ اس کی طرف سے اندھے ہیں۔ ﴿۶۶﴾ اور کافروں نے کہا کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا تو کیا ہم ضرور نکالے جائیں گے۔ ﴿۶۷﴾ بلاشبہ بات یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے اس کا وعدہ کیا گیا ہے یہ پرانے لوگوں کی نقل کی ہوئی باتیں ہیں۔ ﴿۶۸﴾ آپ فرما دیجیے تم زمین میں چلو پھر دیکھو مجرموں کا کیا انجام ہوا۔ ﴿۶۹﴾ اور آپ ان پر رنج نہ کیجیے اور یہ جو مکر کرتے ہیں اس کی وجہ سے تنگ دل نہ ہو جائیے، ﴿۷۰﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ ﴿۷۱﴾ آپ فرما دیجیے کہ تم جس عذاب کی جلدی مچا رہے ہو عنقریب اس کا بعض حصہ تم سے آ ہی لگا ہے ﴿۷۲﴾ اور بلاشبہ آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ شکر نہیں کرتے ﴿۷۳﴾ اور بلاشبہ آپ کا رب ان باتوں کو ضرور جانتا ہے جنہیں ان کے سینے چھپاتے ہیں اور یہ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ﴿۷۴﴾ اور آسمان اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے

جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ ﴿۷۵﴾ بلاشبہ یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جن چیزوں میں وہ جھگڑ رہے ہیں ﴿۷۶﴾ اور بلاشبہ یہ قرآن مؤمنین کے لیے ہدایت ہے اور رحمت ہے۔ ﴿۷۷﴾ بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلے فرمائے گا اور وہ عزیز ہے، علیم ہے، ﴿۷۸﴾ سو آپ اللہ پر بھروسہ کیجیے بلاشبہ آپ صریح حق پر ہیں۔ ﴿۷۹﴾ بلاشبہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ آپ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔ ﴿۸۰﴾ اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر راستہ دکھا سکتے، آپ تو انہیں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں سو وہ فرمانبردار ہیں۔ ﴿۸۱﴾ اور جب ان پر وعدہ پورا ہونے والا ہوگا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالدیں گے جو ان سے باتیں کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں لاتے تھے۔ ﴿۸۲﴾ جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک جماعت ان لوگوں میں سے جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے پھر ان کی جماعت بندی کردی جائے گی۔ ﴿۸۳﴾ یہاں تک وہ جب حاضر ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا حالانکہ تم ان کو اپنے احاطہ علمی میں بھی نہ لائے، بلکہ تم اور کیا کیا کام کرتے تھے۔ ﴿۸۴﴾ اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر وعدہ پورا ہوچکا ہے سو وہ بات نہ کریں گے ﴿۸۵﴾ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو بنایا کہ وہ اس میں آرام کریں اور ہم نے دن کو بنایا جس میں دیکھیں بھالیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ ﴿۸۶﴾ اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں سب گھبرا جائیں گے سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، اور سب اس کے حضور میں عاجزی کے ساتھ حاضر ہوجائیں گے۔ ﴿۸۷﴾ اور تو پہاڑوں کو ایسی حالت میں دیکھ رہا ہے جس میں تجھ کو خیال ہوتا ہے کہ یہ یوں ہی جمے ہوئے رہیں گے حالانکہ وہ بادلوں کی طرح گزریں گے یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو ٹھیک طرح بنایا ہے بلاشبہ وہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ﴿۸۸﴾ جو شخص نیکی لے کر آئے گا اسے اس سے بہتر ملے گا اور ایسے لوگ اس دن گھبراہٹ سے پرامن ہوں گے ﴿۸۹﴾ اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو وہ لوگ اوندھے منہ گر کے دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ ﴿۹۰﴾ مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی ہے اور ہر چیز اس کی ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں ﴿۹۱﴾ اور یہ کہ قرآن کی تلاوت کروں، سو جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے سو وہ اپنے ہی لیے راہ ہدایت پر آتا ہے اور جو شخص گمراہی پر رہے آپ فرما دیجیے کہ میں تو صرف ڈرانے والوں سے ہوں، ﴿۹۲﴾ اور آپ یوں کہیے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے وہ عنقریب اپنی نشانیاں دکھادے گا سو تم ان کو پہچان لوگے اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔ ﴿۹۳﴾

ربط و تعارف:...... قبل ازیں رب تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائی پر دلائل و براہین قائم کیے گئے ہیں اب یہاں ایمان بالآخرت اور بعث بعد الموت کے متعلق مشرکین کے چند شبہات کا ذکر کیا جارہا ہے ان کے بعد کچھ قطعی دلائل کا ذکر ہے اور قیامت سے پیش آنے والے ہولناک احوال کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

لغات: حَدَآئِقَ:...... حدیقہ کی جمع ہے، بمعنی باغ، جس کی چاردیواری بھی ہو۔ فراء کہتے ہیں: حدیقہ ایسا باغ ہوتا ہے جس پر چاردیواری بھی لگائی گئی ہو۔ اگر اس پر چاردیواری نہ ہو تو وہ بستان ہے۔[1] قَرَارًا: مستقر، جس پر کسی چیز کا ثبات ہو۔ حَاجِزًا: دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ، فصل کرنے والی چیز۔ رَدِفَ: قریب ہوا۔ تُكِنُّ: تم چھپاتے ہو۔ پوشیدہ رکھتے ہو۔ دَاخِرِيْنَ: ذلیل و رسوا۔ فَوْجًا: جماعت، گروہ۔ جَامِدَةً: الجمود سے اسم فاعل ہے، کسی چیز کا ساکن ہونا، غیر متحرک ہونا۔ اَتْقَنَ: الاتقان: کسی چیز کو اس کے احسن حالات پر پوری آب و تاب کے ساتھ لانا۔ كُبَّتْ: الكتب، ڈالنا پھینکنا۔ كَبَبْتَ الرجل یعنی میں نے آدمی اوندھا کیا۔ کببت الاناء: میں نے برتن اوندھا کیا۔

اللہ کی قدرت کے مظاہر

تفسیر: اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ:...... توحید خداوندی پر یہ دوسری دلیل ہے یعنی وہ ذات جس نے کائنات کو پیدا کیا، یہ آسمان پیدا کیے،

[1] القرطبی ۱۳/ ۲۲۱

زمین پیدا کی اس میں میدان و پہاڑ بنائے، سمندر اور دریا بنائے۔ آیا وہ اللہ اچھا ہے یا وہ تمہارے جھوٹے معبودان جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو؟ وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهۡجَةٍ: اس نے محض اپنی قدرت سے تمہارے لیے بارش نازل کی اور پھر اس پانی سے باغیچے اور باغات اگائے جو اپنے اندر حسن و جمال لیے ہوتے ہیں، جن کی رونق و ہریالی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے، جن کا سماں نہایت خوبصورت اور بارونق ہوتا ہے۔ مَا كَانَ لَكُمۡ اَنۡ تُنۡۢبِتُوۡا شَجَرَهَا: انسان کے اختیار میں نہیں کہ باغات کے درخت پیدا کر سکے چہ جائے کہ انسان درختوں کے انواع و اقسام کے پھل پیدا کرے، انسان کے بس کی بات نہیں۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ: استفہام انکاری ہے یعنی کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا کوئی شریک معبود ہے کہ پھر ان دونوں میں مساوات ہو۔ جب کہ اللہ تعالیٰ متفرد ہے وہی مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے کائنات کو وہی وجود بخشنے والا ہے۔ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ يَّعۡدِلُوۡنَ: بلکہ یہ لوگ اللہ کے برابر شریک ٹھہراتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا برابر، ہم مثل شریک بناتے ہیں۔ خالق و رازق اور بتوں کے درمیان یکسانیت قرار دیتے ہیں۔ اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا: یہ ایک اور برہان ہے یعنی زمین کو انسان و حیوان کے لیے مستقر (جائے قرار) بنایا بایں طور کہ تم زمین پر کھڑے ہو سکتے ہو، اس پر چل سکتے ہو اور اس پر استقرار پکڑ سکتے ہو۔ وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنۡهٰرًا: زمین کے مختلف حصوں اور وادیوں میں میٹھے دریا جاری کیے جو چاروں سمت بہتے ہیں۔ وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِىَ: زمین میں عالی شان بلند و بالا پہاڑ بنائے جنہوں نے زمین کو مضبوطی فراہم کی ہے اور زمین کو ثبات بخشا ہے تاکہ زمین ہلنے نہ پائے۔ وَجَعَلَ بَيۡنَ الۡبَحۡرَيۡنِ حَاجِزًا: میٹھے پانی اور شور پانی کے درمیان رکاوٹ قائم رکھی جو حد فاصل ہے اور دونوں پانیوں کو خلط ہونے سے روکے ہوئے ہے۔ تاکہ شور پانی شیریں پانی کو خراب نہ کر دے۔[1] ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ: کیا اللہ کے ساتھ اس کے برابر شریک کوئی دوسرا معبود ہے۔ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ: اکثر مشرکین نہیں جانتے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے وہ باطل ہی پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

مصیبت دور کرنے والا کون ہے؟

اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ:...... یہ تیسری برہان ہے یعنی کون ہے جو پریشان حال مجبور کو سخت تکلیف کے وقت جواب دیتا ہے، اس کی صدا سنتا ہے اور اس پر اسے جواب دیتا ہے؟ وَيَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ: کون ہے جو پریشان حال سے مصیبت، تکلیف اور تنگی کو دور کرتا ہے؟ وَيَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ: اللہ تمہیں زمین پر آباد باشندہ بنائے گا اور تم اسے نسل کے نسل آباد کرتے چلے آؤ گے۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ: کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے جو ایسا کرتا ہو یہاں تک کہ تم اس کی عبادت کرنے لگ جاؤ؟ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ: جن چیزوں کو تم دیکھتے ہو ان سے تم بہت کم نصیحت اور عبرت حاصل کرتے ہو۔

اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ:...... چوتھی برہان ہے۔ تمہارے سفروں کے دوران تمہیں اپنے مقاصد تک کون راستہ دکھاتا ہے، نہایت تاریکیوں میں، جنگلات میں، بیابانوں میں اور سمندروں میں کون راہنمائی کرتا ہے۔ اور ان ممالک میں کون تمہیں راستہ دکھاتا ہے جہاں تم دن رات سفر کرتے ہو؟ وَمَنۡ يُّرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ: کون ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے جو نزول بارش کی بشارت دیتی ہیں اور بارش انسانوں کے لیے اور ملکوں کے لیے سراسر رحمت ہے؟ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ: کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک ہے جو ان امور پر قدرت رکھتا ہو؟ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ: اللہ تعالیٰ عظمت اور بزرگی والا ہے، قدرت والا ہے اور وہی خالق ہے وہ عاجز مخلوق کی شراکت داری سے برتر ہے۔ اَمَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ: یہ پانچویں برہان ہے۔ کون ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور پھر مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرے گا؟ زمخشری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے یہ بات کیسے کر دی حالاں کہ وہ دوبارہ زندہ کیے جانے کے منکر ہیں؟ جواب یہ ہے کہ وقت و اقرار سے ان کی ضرورت پوری ہو گئی اور ان کے پاس اب کوئی عذر باقی نہیں رہا کہ وہ انکار کر سکیں۔[2]

---

[1] یہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ اظہر قول ہے، دوسرا قول ہے کہ دو پانیوں سے مراد بحر فارس اور بحر روم ہے۔ [2] الکشاف ۳/۲۹۷

وَمَنۡ یَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ:..... تمہارے اوپر آسمان سے بارش کون برساتا ہے؟ اور تمہارے لیے زمین کی برکات فصلیں اور پھل کون اگاتا ہے؟ ابوحیان کہتے ہیں: انسان کا پیدا کرنا انسان پر احسان وانعام ہے چنانچہ رزق کے بغیر نعمت تمام نہیں ہوتی۔ یعنی انسان کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے اور پھر انسان کے لیے رزق پیدا کرنا احسان کا تمام ہونا ہے۔ اسی لیے فرمایا: وَمَنۡ یَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ: یعنی بارش کے ذریعے۔ وَالۡاَرۡضِ: فصلوں اور سبزیات کے ذریعے۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ: کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود شریک ہے جو یہ کچھ کرسکتا ہو۔

اگر سچے ہو تو شرک کی دلیل لاؤ

قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ:..... اگر تم سچے ہو تو اپنے دعویٰ پر حجت و دلیل پیش کرو۔ مشرکین کا دعویٰ ہے کہ اللہ کے ساتھ شریک معبود ہے۔ قُلۡ لَّا يَعۡلَمُ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَيۡبَ اِلَّا اللّٰهُ: یعنی صرف اللہ تعالیٰ علم غیب کے ساتھ مختص ہے، کوئی انسان کوئی فرشتہ غیب نہیں جانتا مگر صرف اللہ جو علام الغیوب ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب انہوں نے رسول کریم ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا۔ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ: مخلوقات کو اس کا پتہ اور شعور نہیں کہ انہیں مرنے کے بعد کب دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ بَلِ ادّٰرَكَ عِلۡمُهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ: بلکہ کیا مشرکین کا علم صرف آخرت اور اس کے احوال کو درپے ہو کر رہ گیا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت اور اس کے وقوع کے بارے میں سوال کرنے لگے ہیں؟ وہ تو آخرت کی تصدیق ہی نہیں کرتے پھر آخرت کے بارے میں سوال کرنا چہ معنی دارد؟

بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ مِّنۡهَا:..... کلام سابق سے اضراب ہے یعنی وہ تو آخرت کے متعلق شک کررہے ہیں، آخرت کی تصدیق نہیں کرتے اسی لیے آخرت کے متعلق معاندانہ رویہ اپنائے ہوئے ہیں اور آخرت کی مخالفت کررہے ہیں۔ بَلۡ هُمۡ مِّنۡهَا عَمُوۡنَ: بلکہ وہ آخرت کے متعلق بے بہرہ اور اندھے ہیں، ان کے پاس بصیرت نہیں کہ وہ آخرت کا ادراک کرسکیں چوں کہ وہ لذات میں مشغول ہیں ان کا تمام تر مطمح نظر پیٹ کی شہوت پورا کرنا اور شرم گاہ کی شہوت پورا کرنا ہے۔ وہ تو جانوروں اور چوپایوں کی مانند ہیں جو تدبر اور بصیرت سے خالی ہوتے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین قیامت کے وقوع اور وجود کے متعلق شک کررہے ہیں بلکہ وہ اندھے پن اور جہالت کا شکار ہیں۔

آخرت پر کفار کا اعتراف

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَاۤ اَئِنَّا لَمُخۡرَجُوۡنَ:..... مشرکین مکہ جو بعث بعد الموت کے منکر ہیں کہتے ہیں: کیا جب ہم مرجائیں گے اور بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے کیا ہم اپنی قبروں سے باہر نکلیں گے اور کیا ہم دوبارہ زندہ ہوجائیں گے؟ لَقَدۡ وُعِدۡنَا هٰذَا نَحۡنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ: بعث بعد الموت کا محمد نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے جیسے اس سے قبل ہمارے آباؤ اجداد کے ساتھ وعدہ کیا جاتا تھا اگر یہ بات حق و سچ ہوتی تو اس کا وقوع ہوچکا ہوتا۔ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ: یہ تو پہلے لوگوں کی خرافات اور اباطیل ہیں مشرکین بدبخت دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں حالاں کہ وہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں عدم سے پیدا کیا گیا ہے جس ذات نے انہیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ ذات انہیں دوسری بار پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

قُلۡ سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ:..... ان کفار سے کہہ دیجیے کہ زمین کے مختلف حصوں میں سفر کرو۔ فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ: عبرت کی نگاہ سے دیکھو کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا تھا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک اور تباہ برباد نہیں کیا؟ جو واقعات گناہ گاروں کے لیے قبل ازیں پیش آئے وہ واقعات ان کے بعد والے مجرمین کے لیے بھی پیش آسکتے ہیں۔ آیت میں وعید و تہدید ہے۔ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُنۡ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ: رسول کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ اے محمد! مشرکین کے اسلام قبول نہ کرنے پر آپ غمزدہ نہ ہوں، اور افسوس نہ کریں ان کے مکروفریب سے آپ تنگ دل نہ ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے محفوظ رکھے گا۔ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ: استہزا کرتے ہوئے کہتے ہیں: عذاب کی جو تم بات کرتے ہو اس میں اگر تم سچے ہو تو بتاؤ ہمارے اوپر یہ عذاب کب آئے گا؟ خطاب نبی کریم ﷺ اور مؤمنین سے ہے۔

عذاب کا وعدہ قریب ہے

قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ:...... جس عذاب کے جلدی آنے کا تم مطالبہ کرتے ہو شاید اس کا کچھ حصہ تمہارے قریب ہو جائے۔ مفسرین کہتے ہیں: اس سے مراد غزوۂ بدر کے موقع پر مشرکین کا قتل ہونا اور قید ہونا ہے۔

ہر چیز اللہ کے پاس لکھی ہوتی ہے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ:...... لوگوں کے مطالبے کے باوجود اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں بھیجتا۔ پتہ چلا اللہ تعالیٰ انسانوں پر بڑا انعام واحسان کرنے والا ہے تب ہی جلدی ان پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ: لیکن ان میں سے اکثر حق نعمت کو نہیں پہچانتے اور اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ: اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو عداوت رسول، مکر وفریب انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا ہے اور جو انہوں نے ظاہر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ: آسمان وزمین میں کوئی چیز بھی جو انسانوں پر نہایت پوشیدہ ہو اور ان سے غائب ہو الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے اور اسے احاطۂ علم میں لیے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں اسے مستحکم کر رکھا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز نہیں جو پوشیدہ ہو یا ظاہر ہو الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا علم ضرور ہے۔[1]

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ:...... اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے مبدأ معاد اور نبوت کا ذکر کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر قرآن عظیم سب سے بڑی دلیل وبرہان ہے اس لیے اب یہاں قرآن مجید کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ آیت کا معنی ہے: خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا یہ قرآن کتاب برحق ہے، قرآن بنی اسرائیل اہل کتاب پر اکثر ان باتوں کو ظاہر کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور وہ باتیں دین سے متعلق ہیں۔ من جملہ ان کے اختلافات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اگر وہ انصاف پسند ہوتے تو اسلام قبول کر لیتے۔ چوں کہ قرآن حقیقت اور خبر قاطع لے کر آیا ہے۔ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ: یہ قرآن مؤمنین کو گمراہی سے ہدایت دیتا ہے، عذاب سے بچانے والا ہے اور رحمت خداوندی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت میں مؤمنین کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے چوں کہ مؤمنین ہی قرآن مجید سے نفع اٹھاتے ہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ: اے محمد! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بنی اسرائیل کے درمیان عادلانہ اور دوٹوک فیصلہ کرے گا، چنانچہ حق پر قائم رہنے والے اور باطل پرست کو پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ: اللہ تعالیٰ غالب ہے، اس کا حکم رد نہیں کیا جا سکتا۔ الْعَلِيْمُ: انسانوں کے افعال سے بخوبی واقف ہے۔ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ: اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، وہی تمہارا مددگار ہے۔ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ: اے محمد! تم دین حق پر ہو۔ جو واضح اور روشن دین ہے، انجام کار آپ کو مشرکین کفار پر غلبہ اور فتح نصیب ہو گی۔

کفار اندھوں اور بہروں جیسے ہیں

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى:...... تم کفار کو نہیں سنا سکتے چوں کہ وہ تدبر، غور وخوض نہیں کر سکتے اور وہ عبرت نہیں حاصل کر سکتے۔ وہ تو مُردوں کی مانند ہیں ان میں حس وحرکت نہیں ہوتی۔ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ: اور بہروں کو جب تم رب تعالیٰ کی یاد دلاؤ یا انہیں ایمان کی دعوت دو وہ تمہاری صدا اور آواز نہیں سن سکتے۔ چنانچہ مشرکین بہروں کی مانند ہیں جن کے کانوں میں ڈاٹ پڑی ہوئی ہے۔ وہ آواز کا جواب نہیں دے سکتے بالخصوص جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں۔ چنانچہ بہرہ جب پیٹھ پھیر کر جا رہا ہو اور تم اسے آواز دو وہ نہیں سن پائے گا۔

---

[1] البحر ۷/ ۹۵

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ :......اے محمد! آپ کی وسعت میں نہیں کہ دلوں کے اندھے پن کفر وضلالت کو بدل سکو۔اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ: آپ سماع نافع، سماع تدبر وافہام سے صرف مؤمنین کو نواز سکتے ہیں، آپ کی دعوت کو صرف اہل ایمان ہی قبول کریں گی چوں کہ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے ہیں جنہوں نے اللہ کے حضور سر تسلیم خم کیا ہوتا ہے۔آیت کریمہ میں نہ سننے والے کو مُردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔وجہ شبہ یہ ہے کہ مردے نہیں سنتے اگر چہ زندہ ہوں سننے والے۔پھر دوسری مرتبہ بہرے کے ساتھ تشبیہ دی ہے جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا ہو یا کلی طور پر اس کا سماع معدوم ہو۔آیت کی غرض یہ بتانا ہے کہ کفار مردوں کی مانند ہیں، بہروں کی مانند ہیں اور اندھوں کی مانند ہیں۔جو سمجھتے نہیں، سنتے نہیں اور دیکھتے نہیں۔چنانچہ کفار کائنات میں پھیلے دلائل کی طرف کوئی التفات نہیں کرتے اور آیات قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ : یہ قیامت سے پہلے کے احوال ہیں جن کا شمار قیامت ہی میں کیا جاتا ہے۔یعنی جب نزول عذاب اور قیامت قریب ہوجائے گی اور کفار کو عذاب دینے کا وقت قریب ہوجائے گا۔

دابۃ الارض کا خروج اور کلام

اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ:......ہم کفار کے لیے یہ بہت نشانی ظاہر کریں گے اور وہ دَآبَّةَ الْاَرْضِ: ہے، جو لوگوں سے بات کرے گی، ان سے مناظرہ کرے گی۔من جملہ اس کی باتوں میں سے ایک یہ کہ وہ کہے گی: ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جنہوں نے تصدیق نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لائے۔"دابہ" کا ظاہر ہونا علامات قیامت میں سے ہے۔

حدیث میں ہے: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو......(ان میں سے یہ دو بھی شمار کیں) مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، دابۃ کا ظاہر ہونا۔[1] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اسی دابہ کا ظہور آخری زمانے میں ہوگا جب لوگوں میں دنگا فساد اور افراتفری پھیلی ہوگی، لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام چھوڑ دیں گے، دین حق کو تبدیل کر دیں گے۔چنانچہ دابہ لوگوں سے بات کرے گی اور انہیں مخاطب بھی کرے گی۔ ابن عباس اور عطا کہتے ہیں: لوگوں سے ایک بات یہ بھی کرے گی کہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں رکھتے۔[2] روایت ہے: دابہ کا ظہور اس وقت ہوگا جب خیر بھلائی کا خاتمہ ہوجائے گا، نیکی اور اچھائی کا حکم نہیں دیا جائے گا اور برائی سے روکا نہیں جائے گا یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اور لوگ توبہ کرنا چھوڑ دیں گے۔یہ خاص نشانی ہے جو خارق عادت ہوگی۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیامت کے کچھ مناظر ذکر کیے ہیں۔وَیَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا: اس دن کو یاد کرو جب ہم حساب اور عقاب کے لیے ہر امت سے ایک جماعت کو جمع کریں گے۔مِّمَّنْ یُّكَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا: ہماری آیات اور پیغمبروں کی تکذیب اور انکار کرنے والوں میں سے۔فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ: انہیں جمع کیا جائے گا اور پھر نہایت سنگ دلی سے انہیں ہانکا جائے گا۔

مکذبین سے حق تعالیٰ کی باز پرس

حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا:......یہاں تک کہ جب حساب اور سوال کے لیے کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں ڈانٹتے ہوئے اور توبیخ کرتے ہوئے کہے گا: کیا تم نے بلا سوچے سمجھے میری آیات کو جھٹلا دیا جو میں نے اپنے رسولوں پر نازل کی تھیں اور ان میں نظر نہیں کی جو اس کی کنہ کے ساتھ احاطۂ علم کرتی یا ان کے صدق کی معرفت ہوتی؟ اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: ایک اور توبیخ اور ڈانٹ ہے۔تم دنیا میں کون سا عمل کرتے تھے۔اولاً یوں ڈانٹ پلائی۔اَكَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ: پھر اس سے استفہام تقریر کی طرف عدول کیا گویا یوں کہا: تکذیب کی جو تمہاری طرف نسبت کی گئی ہے اسے چھوڑو اور مجھے بتاؤ تم نے دنیا میں تکذیب کے علاوہ کون سا عمل کیا ہے؟ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا: مبہوت ہوجائیں گے اور ان کے پاس کوئی جواب نہیں بن پائے گا، ان پر حجت قائم ہوجائے گی اور ان پر عذاب ثابت ہوجائے گا۔ایسا ان کے ظلم کے سبب ہوگا،

---

[1] اخرجہ الامام احمد فی المسند [2] مختصر ابن کثیر ۲ / ۶۸۲

ان کا ظلم اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب ہے۔فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ: وہ بات نہیں کرسکیں گے چوں کہ ان کے پاس کوئی عذر اور حجت نہیں ہوگی۔نیز عذاب نے انہیں جواب دینے سے غافل کردیا ہوگا۔قیامت کی کچھ ہولناکیاں بیان کرنے کے بعد اب توحید، حشرونشر پر دلائل و براہین قائم کیے جارہے ہیں تاکہ ایمان کی طرف ہدایت ہوتی رہے۔

دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا: ......کیا یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں دیکھتے اور پھر عبرت نہیں حاصل کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے تاریک رات بنائی تاکہ لوگ آرام کریں اور سوجائیں۔اور دن کو روشن بنایا تاکہ اس میں لوگ معاش کا سامان کرسکیں۔اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: رات اور دن کے الٹنے پلٹنے اور روشنی سے تاریکی کی طرف ماحول کے تبدیل ہونے میں کھلی نشانیاں ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل و براہین ہیں اس قوم کے لیے جو تصدیق کرے اور عبرت حاصل کرے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آخرت میں لوگوں کے مختلف احوال کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نفخ صور کتنی بار ہوگا

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: ......اس دن کو یاد کرو جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکے گا اور اسے "نفخة الفزع" کہتی ہیں۔چنانچہ اہل آسمان واہل زمین پر کوئی بھی ایسا نہیں رہے گا جس پر خوف وگھبراہٹ طاری نہ ہو۔ہاں البتہ انبیا، فرشتوں اور شہدا میں سے اللہ تعالیٰ جسے چاہے گھبراہٹ سے محفوظ رکھ لے۔مفسرین کہتے ہیں: یہ نفخۂ فزع ہے اس کے بعد نفخۂ صعق ہوگا وروہ موت کا نفخہ ہوگا، پھر اس کے بعد قبروں سے اٹھانے کے لیے نفخہ ہوگا اسے نفخۂ نشور کہتے ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فرشتہ تین بار صور پھونکے گا۔(۱)......نفخۂ فزع۔دنیاوی زندگی پر گھبراہٹ وخوف طاری ہونے کا نفخہ ہوگا۔(۲)......نفخۂ صعق۔(۳)......نفخۂ قیام[1] یا نفخۂ شور۔وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ: وہ تمام مردے جنہیں زندہ کیا جائے گا، وہ ذلیل وفرمانبردار بن کر رب تعالیٰ کے حضور حاضری دیں گے ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔

پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً: ......اے مخاطب! نفخۂ اولیٰ (پہلی بار جب صور پھونکا جائے گا) کے وقت تم پہاڑوں کو اپنی جگہ قائم وثابت خیال کروگے۔وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ: حالاں کہ وہ بادلوں کی طرح اڑے اڑے پھر رہے ہوں گے۔امام فخر کہتے ہیں: اس وقت پہاڑوں کو جامد اس لیے تصور کریں گے چوں کہ جب بڑے اجسام کی چیزیں حرکت کریں گی تو دیکھنے والے انہیں موقوف تصور کریں گے۔حالاں کہ وہ بادلوں کی طرح اڑ رہی ہوں گی۔صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ: یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جو اس کائنات کا موجود وبدیع ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور اس نے حکمت کی جو چیزیں اس میں رکھی تھیں وہ رکھیں۔اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ: وہ بندوں کے افعال کو بخوبی جانتا ہے کہ ان کے افعال خیر ہیں یا شر، اللہ تعالیٰ نے ان افعال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔اس کے بعد قیامت کے دن خوش حال لوگوں اور بدحال لوگوں کے احوال بیان کیے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا: جو شخص قیامت کے دن نیکی لے کر آیا اللہ تعالیٰ اسے دس گنا تک بڑھادے گا۔تھوڑے سے عمل پر اللہ تعالیٰ کثیر وابدی ثواب عطا فرمائے گا۔وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ: اور وہ اس سخت دن کے خوف سے امن میں ہوں گے گویا وہ خوفزدہ نہیں ہوں گے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۳)

---

[1] البحر ۷/ ۹۹

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ :...... ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: السیّئۃ سے مراد شرک ہے۔ یعنی جو شخص قیامت کے دن گنہگار حالت میں آیا کہ اس کے پاس کوئی نیکی ہی نہ ہوئی۔ یا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہوئے آیا اسے جہنم میں اوندھے منہ دھکیل دیا جائے گا، اور اسے الٹا کر کے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: بطور توبیخ ان سے کہا جائے گا: تمہیں انہیں اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم دنیا میں کرتے رہے ہو اور وہ برے اعمال ہیں۔ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا: اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں جو اس امن والے شہر کا رب ہے، جس نے مکہ کو حرم بنایا، امن والا شہر بنایا جس میں خون نہیں بہایا جاتا، جس میں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا، جس میں جانور کو شکار نہیں کیا جاتا جس کی گھاس نہیں کاٹی جاتی۔[1]

جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔ وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ: اللہ تعالیٰ جو کہ خالق و مالک ہے وہ ہر چیز کا رب ہے اور مالک ہے۔ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ: مجھے حکم دیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے خالص توحید کا اقرار کروں، اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کروں۔ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ: مجھے تلاوت قرآن کا حکم دیا گیا ہے تا کہ قرآن کے عظیم الشان حقائق مجھ پر منکشف ہوں۔ اور یہ کہ میں لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناؤں۔ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ: جو شخص قرآن کے ذریعے راہ پر آئے گا اور اپنے دل کو ایمان سے منور کرے گا تو اس کی ہدایت کے ثمرات اسی کی طرف راجع ہوں گے۔ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ: جو شخص ہدایت کے راستے سے ہٹ گیا اس کی گمراہی کا وبال اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ چوں کہ پیغمبر کے ذمے کو تبلیغ ہے اور میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے۔ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ: اے محمد! کہہ دیجیے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے نبوت و رسالت کے شرف سے نوازا اور سرفراز کیا، مجھے بلند مقام و مرتبہ سے نوازا۔ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا: تہدید و وعید ہے عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی عظیم الشان نشانیاں دکھادے گا جو اس کی عظیم قدرت و سلطنت پر دلالت کرتی ہوں گی۔ یہ نشانیاں انفسی بھی ہو سکتی ہیں اور آفاقی بھی۔ تم انہیں پہچان لو گے جب تمہیں معرفت نے کوئی نفع نہ پہنچایا۔ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ: تمہارا رب اپنے بندوں کے اعمال سے غافل نہیں ہے بلکہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے اور حاضر و ناظر ہے۔ اس آیت میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان و بدیع کی مختلف اصناف پائی جاتی ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ:...... میں استعارہ لطیفہ ہے۔ بارش کے نازل ہونے سے پہلے کے لیے یدین کا استعارہ ہے۔ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ: میں طباق ہے۔ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ: میں استعارہ ہے، عدم توجہی اور عدم تفکر و عدم تدبر کے لیے عمیٰ (اندھے پن) کا استعارہ ہے۔

مختلف آیات میں فاصلہ کی رعایت کی گئی ہے جس سے کلام کی رونق اور خوبصورتی بڑھ جاتی ہے۔ جیسے وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ. اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ. وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ.

اس کی اور مثالیں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن عظیم میں بیان و بدیع اور فصاحت و بلاغت کی مختلف وجوہ پائی جاتی ہیں جن کو بیان کرنے سے زبانیں قاصر ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے امی نبی کو اس معجز کتاب کے ساتھ مخصوص کیا۔ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ: میں استفہام انکاری ہے۔ ہمزہ کا تکرار اَئِنَّا میں تعجب و انکار میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ. وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ. وَاِنَّهٗ لَهُدًى: میں ان اور لام کے ذریعے تاکید لائی گئی ہے۔ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ. اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ: میں استعارہ بدیعیہ ہے، چوں کہ قصہ بیان کرنا، ناطق کی صفت ہے اور یہ قرآن کی صفت نہیں ہو سکتا چوں کہ قرآن ناطق ممیز نہیں۔ لیکن قرآن مجید میں سابقہ امم کے قصص ذکر کیے گئے ہیں۔ لہٰذا قرآن اس شخص کی طرح ہوا جو لوگوں کو قصص و اخبار سناتا ہو اس میں استعارہ تبعیہ ہے۔

اَلْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ:...... مبالغہ کے صیغے ہیں۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ مُردوں، بہروں اور اندھوں سے تعبیر سب بطور استعارہ ہے۔ یہ کفار کے احوال کی تمثیل ہے ایمان سے عدم انتفاع میں گویا کفار مُردوں، بہروں اور اندھوں کی مانند ہیں۔

---

[1] یعنی جھاڑیاں وغیرہ بھی داخل ہیں۔

اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: میں اسلوب توبیخ اپنایا گیا ہے۔مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ۝۸۹ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ: میں طباق ہے۔وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ: میں تشبیہ ہے یعنی هی تمر کمر السحاب حرف تشبیہ حذف کر دیا گیا ہے اور وجہ شبہ بھی محذوف ہے تو یہ تشبیہ بلیغ ہوئی جیسے محمد قمر۔اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا: میں احتباك ہے۔جو چیز آخر میں ثابت کی گئی ہے اسے شروع سے حذف کر دیا گیا اور جو شروع میں ثابت کی گئی ہے اسے آخر سے حذف کر دیا گیا۔اصل عبارت یوں ہے: جَعَلْنَا الَّيْلَ مظلما لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا للتصرفوا فيه: مظلمًا کو حذف کر دیا گیا چوں کہ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ اس پر دلالت کرتا ہے، اس نوع کو احتباك کہا جاتا ہے اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمدللہ آج ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۳ جولائی ۲۰۱۴ بروز اتوار بعد نماز عصر سورۂ نمل کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرمائے اور آخرت کے لیے ذخیرہ بنائے۔آمین

سورۃ القصص

ربط وتعارف:......سورۂ قصص ان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں عقیدۂ توحید، رسالت اور بعث بعد الموت کے موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ سورت اپنے موضوع، ہدف اور غرض میں سورۂ نمل اور سورۂ شعرا سے موافقت رکھتی ہے، جیسے سبب نزول میں موافقت ہے، یہ سورت پہلی دو سورتوں کا تکملہ ہے یا ان کے اجمال کی تفصیل ہے۔

اس سورۂ کریمہ کا نقطۂ نظر، نظریۂ حق وباطل کے گرد گھومتا ہے، یقین وسرکشی، لشکر رحمتی اور لشکر شیطان کی آپس میں جنگ سورۂ مبارکہ کا اہم موضوع ہیں چنانچہ اس ضمن میں دو قصے بیان کیے گئے ہیں۔

اولاً:......فرعون سرکش کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتا تھا، بچوں کو قتل کر دیتا، عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ اس نے جرأت کر کے خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ.

ثانیاً:......مال ودولت کے نشے میں چور تکبر وغرور کے سرغنہ قارون کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ دونوں قصے انسان کی سرکشی پر دلالت کرتے ہیں برابر ہے کہ طغیان وعصیان مال کے ذریعے ہو، جوان کے ذریعے ہو یا حکومت وسلطنت کے ذریعے ہو۔

سورۂ مبارکہ ابتدا فرعون کی سرکشی، غرور، گھمنڈ اور زمین پر فساد پھیلانے کے ذکر سے کی گئی ہے اور ہر زمان ومکان میں طغیان کے متعلق بات کی گئی ہے۔

فرعون کے طغیان سے بات موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی طرف منتقل ہوئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فرعون کے ظلم وستم کا خوف ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں بات ڈالی کہ موسیٰ کو سمندر میں ڈال دو۔

نتیجۃً وہ فرعون کی گود میں پرورش پائے گا جیسے خوبصورت خوشبودار پھول کانٹوں کے بیچوں بیچ اگتا ہے اور کھل کر ماحول کو معطر کر دیتا ہے۔

پھر سورۂ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کے سن رشد کو پہنچنے، قبطی کو قتل کرنے، سرزمین مدین کی طرف ہجرت، حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کو بیان کیا گیا ہے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بحکم خداوندی فرعون کو دعوت حق دینے کے لیے مصر لوٹے پھر فرعون کے ساتھ جو کچھ ہوا اور اس کے غرق تک کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ کفار مکہ اور رسالت محمدیہ کی قبولیت بیان کے توقف کا ذکر ہوا ہے اور اس امر کا اثبات کیا گیا ہے کہ اہل ضلالت کا مذہب ومسلک ایک ہی ہوتا ہے۔

پھر سورت کا موضوع قصہ قارون کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ اور اس ضمن میں کفر وایمان کے درمیان فاروق اعظم کو بیان کیا گیا ہے۔

پھر سورۂ مبارکہ کا اختتام سعادت وایمان کے راستوں کی طرف راہنمائی کرنے پر ہوا ہے۔ یہ وہ راستے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر دعوت دیتے تھے۔

وجہ تسمیہ:......سورۂ مبارکہ کا نام ''سورۃ القصص'' ہے چوں کہ اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مفصلاً بیان کیا گیا ہے، اور قصے کے ضمن میں عجیب وغریب واقعات کا تذکرہ بھی ہوا ہے۔

آیاتُها ۸۸ (۲۸) سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ (۴۹) رُكُوْعَاتُها ۹

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ

اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۴ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا
فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵ۙ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ
وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝۶ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ
فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷ فَالْتَقَطَهٗٓ
اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝۸ وَقَالَتِ
امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖۗ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ
لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِىْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا
لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱ۙ
وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ
لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝۱۲ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
ع لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ؒ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۴
وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ
وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى
عَلَيْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ
لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۱۶ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۷
فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِى اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ
مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۸ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ
اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًاۢ بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ
اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝۱۹

ترجمہ:...... طٰسٓمٓ ① یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ ② ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کی بعض خبریں حق کے ساتھ سناتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ ③ بلاشبہ فرعون زمین میں چڑھ گیا تھا اور اس نے زمین والوں کی کئی قسمیں بنا رکھی تھیں، ان میں ایک جماعت کو کمزور کر رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بلاشبہ وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ ④ اور ہم نے چاہا کہ جن لوگوں کو زمین

میں کمزور کیا ہوا ہے ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنا دیں اور انہیں وارث بنا دیں۔⑤ اور زمین میں انہیں حکومت دے دیں۔ اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان مستضعفین کی جانب سے وہ واقعہ دکھلائیں جس سے وہ اپنا بچاؤ کرتے تھے۔⑥ اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کے دل میں ڈالا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ۔ پھر جب تمہیں اس کی جان کا خطرہ ہو تو اسے سمندر میں ڈال دینا اور نہ ڈرنا نہ غم کرنا، بلاشبہ ہم اسے تیری طرف واپس کر دیں گے اور اسے پیغمبروں میں سے بنا دیں گے۔⑦ سو اسے آل فرعون نے اٹھا لیا تا کہ ان کے لیے دشمن بن جائے اور غم کا باعث بنے۔ بلاشبہ فرعون اور ہامان اور اس کا لشکر خطا کرنے والوں میں سے تھے۔⑧ اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو، کچھ بعید نہیں کہ یہ ہمیں نفع پہنچا دے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں۔ اور ان کو خبر نہ تھی،⑨ اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا قریب تھا کہ وہ اس کا حال ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے رہے۔⑩ اور موسیٰ کی والدہ نے اس کی بہن سے کہا کہ تو اس کے پیچھے چلی جا۔ سو اس نے اسے دور سے دیکھ لیا اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔⑪ اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں پر بندش کر رکھی تھی، سو موسیٰ کی بہن بولی کیا میں تمہیں ایسے گھرانے کا پتہ بتا دوں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔⑫ سو ہم نے موسیٰ کو اس کی والدہ کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غمگین نہ ہو اور تا کہ وہ اس بات کو جان لے کہ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔⑬ اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی بھری جوانی کو پہنچے اور پوری طرح درست ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور اچھا کام کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔⑭ اور وہ ایسے وقت میں شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے لوگ غافل تھے سو اس میں دو مردوں کو پایا جو آپس میں لڑ رہے تھے، ایک ان کی جماعت میں تھا اور ایک دشمن کی جماعت میں سے تھا۔ سو جو شخص ان کی جماعت میں سے تھا اس نے ان سے اس شخص کے مقابلے میں مدد طلب کی جو ان کے دشمنوں میں سے تھا۔ سو موسیٰ نے اس کو گھونسا مار دیا سو اس کا کام تمام کر دیا، موسیٰ نے کہا یہ شیطانی حرکت ہے بلاشبہ وہ دشمن ہے گمراہ کرنے والا ہے واضح طور پر۔⑮ موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب! بلاشبہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، سو آپ میری مغفرت فرما دیجیے، سو اللہ نے ان کو بخش دیا بلاشبہ وہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔⑯ موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب اس سبب سے کہ آپ نے مجھ پر انعام فرمایا سو میں ہرگز بھی مجرمین کی مدد کرنے والا نہیں بنوں گا۔⑰ پھر اگلے دن شہر میں موسیٰ کو صبح ہوئی خوف کی حالت میں اچانک وہی شخص جس نے کل گزشتہ میں ان سے مدد طلب کی تھی پھر ان سے مدد طلب کر رہا ہے، موسیٰ نے کہا کہ بلاشبہ تو تو صریح گمراہ ہے۔⑱ پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو وہ اسرائیلی شخص بول اٹھا کہ اے موسیٰ! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے قتل کر دو جیسا کہ کل تم نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ بس تم یہی چاہتے ہو کہ زمین میں اپنا زور بٹھلاتے رہو اور اصلاح کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتے۔⑲

لغات: شِيَعًا:...... فرقے، مختلف اصناف، گروہ يَسْتَحْيِي: وہ اسے زندہ چھوڑتا ہے قتل نہیں کرتا۔ نمن ہم احسان کرتے ہیں۔ الْيَمِّ: سمندر فٰرِغًا: خالی۔ الْمَرَاضِعَ: مرضع کی جمع ہے، جب کہ مرضعۃ کی جمع مرضعات آتی ہے۔ مراد وہ عورت جو بچے کو دودھ پلاتی ہو۔ عَنْ جُنُبٍ: دوری ہے۔ اسی ہے اجنبی ہے جو قریبی رشتہ دار سے دور ہو۔ وَكَزَهُ: اسے مکا مارا۔ پورا ہاتھ جوڑ کر مارنا۔ اہل لغت کا قول ہے کہ الوکز، الکمۃ دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں۔ یعنی پورا ہاتھ یا مکا سینے پر مارنا۔

ایک اور قول کے مطابق کہیں سینے پر مکا مارنا اور الکمہ پیٹھ پر مکا مارنا۔[1] ظَهِيرًا: عون، مددگار۔ يَسْتَصْرِخُهُ: وہ فریاد کے لیے اسے پکارتا ہے، الاستصراخ الاستغاثہ۔ چنانچہ فریادی بھی مدد کے لیے پکارتا ہے اور چیختا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

كنا اذا ما أتانا صارخ فزع　　　كان الصراخ له قرع الظنابيب

جب کبھی ہماری پاس گھبرایا ہوا کوئی فریادی آتا تھا تو اس کی فریاد اس کا معاملہ آسان کر دیتی تھی۔

---

[1] حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۵۰۷

يَبۡطِشَ: البطش:...... دارو گیری، صرفی اعتبار سے باب ضرب اور نصر دونوں سے آتا ہے۔

تفسیر: طٰسٓمّٓ:...... حروف مقطعہ ہیں جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کرنے کے لیے آتے ہیں اور اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ معجز کتاب جو فصاحت وبلاغت کا بے مثل نمونہ ہے انہی حروف ہجا سے مرکب ہے جو روزمرہ زبان وبیان میں استعمال ہوتے ہیں۔[1] تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ: یہ صاف واضح قرآن کی آیات ہیں جو اپنے اعجاز سے ظاہر ہے اور تشریع واحکام میں واضح ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ

نَتۡلُوۡا عَلَيۡكَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰى وَفِرۡعَوۡنَ بِالۡحَـقِّ:...... اے محمد! ہم آپ کو روح الامین کے واسطہ سے موسیٰ اور فرعون کی زبردست خبریں سناتے ہیں جو حق وسچ ہیں، جن پر باطل کا گزر نہیں ہوا یہ ایسا سچ ہے جس میں جھوٹ وفریب کی ذرا گنجائش نہیں۔ لِقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ: ایسی قوم کے لیے جو قرآن کی تصدیق کرتی ہے۔ اور اس سے نفع اٹھاتی ہے، اس کے بعد فرعون کے قصہ کی ابتدا ہو رہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِى الۡاَرۡضِ: فرعون نے تکبر کیا اور سرکشی میں حد سے تجاوز کر گیا، وہ سرزمین مصر میں اپنے آپ کو برتر سمجھتا تھا۔ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَعًا: فرعون نے اہل مصر کو اپنی خدمت گاری اور بگار کے لیے مختلف گروہوں اور اصناف میں تقسیم کر رکھا تھا۔ يَّسۡتَضۡعِفُ طَآٮِٕفَةً مِّنۡهُمۡ: اہل مصر کے ایک فریق کو اس نے غلام بنا رکھا تھا، اور وہ بنی اسرائیل کا گروہ تھا، انہیں فرعون نے سخت دردناک عذاب سے دوچار کر رکھا تھا۔

بچوں کا قتل

يُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَيَسۡتَحۡىٖ نِسَآءَهُمۡ:...... وہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر دیتا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا اور ان سے وہ اور قبطی خدمت لیتے تھے۔ مفسرین کہتے ہیں: فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو اس لیے قتل کرتا تھا کہ ایک رات اس نے بھیانک خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے بہت بڑی آگ چلی آ رہی ہے اور مصر میں داخل ہو کر قبطیوں کو جلا دیا ہے اور بنی اسرائیل بچ گئے ہیں۔ فرعون نے نجومیوں اور کاہنوں سے اس کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا: بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو بڑے ہو کر تمہارے سامنے تمہاری سلطنت کو تباہ کر دے گا اور تمہاری ہلاکت بھی اسی کے سبب ہوگی، اس لیے فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو لڑکا بھی پیدا ہوا سے قتل کر دیا جائے۔ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ: حقیقت میں وہ فساد پھیلانے والا ہے اور زمین پر ظلم وستم کرنے والا ہے اسی لیے اس نے خدائی کا دعویٰ کر رکھا ہے اور بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرواتا ہے اور انہیں ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ وَنُرِيۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِى الۡاَرۡضِ: ہم چاہتے ہیں کہ اپنی رحمت سے بنی اسرائیل کے کمزور لوگوں پر فضل وکرم کریں اور انہیں فرعون کے پنجۂ ظلم سے نجات دلائیں۔ وَنَجۡعَلَهُمۡ اَٮِٕمَّةً: اور ہم انہیں پیشوا بنا دیں خیر جن کی پیروی کی جاتی ہو بعد اس کے کہ وہ ذلیل ورسوا ہو چکے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ یعنی خیر وبھلائی میں۔ قتادہ کہتے ہیں یعنی حکمران اور والی۔[2] وَّنَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِيۡنَ: اور ان ضعفا کو فرعون اور اس کی قوم کا وارث بنا دیں، ان کی بادشاہت اور ان کے گھروں کے وارث بن جائیں۔ بعد اس کے کہ قبطی مصر کے حکمران سردار رہے۔ وَنُمَكِّنَ لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ: ہم انہیں مصر وشام کے علاقوں کی حکومت عطا کریں وہ ان علاقوں میں جیسے چاہیں تصرف کریں، امام بیضاوی کہتے ہیں: التمکین کا معنی ہے کہ تم کسی چیز کو کسی جگہ رکھ دو کہ وہ چیز اس جگہ کو گھیر لے پھر تمکین کا لفظ تسلط، اور مطلق العنانی اور آمریت کے لیے بطور استعارہ مستعمل کیا جاتا ہے۔[3] وَنُرِىَ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوۡدَهُمَا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَحۡذَرُوۡنَ: ہم فرعون، اس کے وزیر ہامان اور قبطیوں کو دکھاتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک مولود کے ہاتھوں ضعفا کے پاس حکومت چلے جانے اور فرعونیوں کے ان کے ہاتھوں ہلاک ہونے سے وہ خوف زدہ نہیں ہیں۔

---

[1] تفصیل سورۂ بقرہ کے شروع میں دیکھی جاسکتی ہے۔ [2] اگر دین ودنیا دونوں کی امامت مراد لی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ [3] البیضاوی ۲/ ۸۸

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا الہام

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ: ...... ہم نے بواسطہ الہام موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ بات ڈالی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آیت میں وحی سے مراد الہام ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: جبرائیل امین علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اس کی خبر دی تھی۔ قرطبی کہتے ہیں: مقاتل کے قول کے مطابق وحی سے مراد اعلام ہے یعنی ام موسیٰ کو آگاہ کرنا۔ الہام مراد نہیں۔ مفسرین کا اجماع ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نبیہ نہیں تھیں۔ ام موسیٰ کی طرف فرشتے کو بھیجنا ایسا ہی ہے جیسے فرشتہ گنجے، ابرص زدہ اور نابینا سے کلام کرے جیسا کہ مشہور حدیث میں آیا ہے۔ اسی طرح فرشتوں نے انسانوں سے ہم کلامی کی ہے جب کہ نبوت نہیں تھی۔ حضرت عمران بن حصین کو فرشتوں نے سلام کیا ہے حالاں کہ وہ نبی نہیں تھے۔ [1] فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ: جب تمہیں فرعون کی طرف سے اس بچے کے متعلق کسی قسم کا خوف محسوس ہو تو اسے صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں بہا دو۔ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ: اس کی ہلاکت کا تمہیں خوف نہ ہو اور نہ ہی اس کی فراقت سے تم غمزدہ ہو۔ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: ہم عنقریب اسے تمہارے پاس واپس لوٹا دیں گے اور ہم اسے رسول بنا کر ان قبطی سرکشوں کے پاس دعوت حق کے لیے بھیجیں گے اور تاکہ اس کے ذریعے ہم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائیں۔ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا: چنانچہ فرعون کے خدمت گاروں اور نوکروں نے موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا تاکہ انجام کار موسیٰ علیہ السلام ان کا دشمن اور ان کی ہلاکت و تباہی کا باعث بن جائے۔ قرطبی کہتے ہیں: لِيَكُوْنَ: میں لام، لام عاقبت ہے۔ چوں کہ فرعون کے آدمیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اس لیے اٹھایا تھا تاکہ وہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائیں تاہم اس کا انجام یہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کے لیے دشمنی اور غم و حزن بن گئے۔ گویا مآل سے حال کو ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

وللمنايا تربي كل مرضعة ودورنا لخراب الدهر نبنيها

ہر دودھ پلانے والی عورت موت کے لیے بچوں کی پرورش کرتی ہے اور ہم زمانہ میں مکانات کھنڈر و ویران ہونے کے لیے بناتے ہیں۔ [2]

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ: ...... یعنی یہ سب مشرک گنہگار اور معصیت کے دلدادے تھے۔ علما کا قول ہے: خاطی وہ ہوتا ہے جو جان بوجھ کر گناہ کرے اور مخطی وہ ہوتا ہے جس سے عمداً گناہ سرزد نہ ہو۔ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ: فرعون کی بیوی نے فرعون سے کہا: یہ لڑکا میرے اور تمہارے لیے فرحت و مسرت کا باعث ہوگا، شاید یہ ہمارے لیے خوشی کا سامان بن جائے اور ہم اسے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بنالیں۔ طبری کہتے ہیں: ذکر کیا جاتا ہے کہ جب بیوی نے فرعون سے یہ بات کہی تو فرعون نے اس سے کہا: یہ تمہارے لیے تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہو سکتا ہے میرے لیے نہیں۔ [3] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اگر بدبخت یہ کہہ دیتا کہ میرے لیے بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے دیتے اور وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان بھی لے آتا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ لَا تَقْتُلُوْهُ: اے فرعون! اس بچے کو قتل نہ کرنا، فرعون کو صیغۂ جمع کے ساتھ مخاطب کیا چوں کہ ظالموں جابروں اور بادشاہوں کو اسی طرح مخاطب کیا جاتا ہے۔ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا: ممکن ہے ہمیں بڑھاپے میں نفع پہنچائے یا ہم اسے اپنا لے پالک بنالیں اور یوں وہ ہماری آنکھیں ٹھنڈی کرے۔ مفسرین کہتے ہیں: فرعون کی بیوی کے ہاں اولاد نہیں تھی اس نے فرعون سے موسیٰ علیہ السلام کو مانگا فرعون نے اس کو ہبہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ: انہیں پتہ نہیں تھا کہ فرعون اور اس کے لشکر کی ہلاکت اس بچے کے ہاتھوں ہوگی۔

والدہ کی بے قراری

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا: ...... موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل دنیا میں ہر چیز کے ذکر سے خالی ہو چکا تھا ہاں البتہ اس کے دل میں اگر کسی کی یاد تھی بچی ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام کی یاد تھی۔ آیت کا دوسرا معنی یہ ہے: جب ماں نے سنا کہ بچہ فرعون کے ہاتھ لگ گیا ہے تو گھبراہٹ اور غم و حزن کی شدت کی وجہ

---

[1] القرطبی ۱۳ / ۲۵۰ [2] القرطبی ۱۳ / ۲۵۲ [3] الطبری ۲۰ / ۱۲

سے بے حال ہوئی جارہی تھی۔[1] اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ: بالیقین قریب تھا کہ وہ دل کا حال کھول بیٹھتی اور غم وملال کی شدت کی وجہ سے کہہ بیٹھتی کہ یہ میرا بچہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ماں نے سنا کہ بچہ فرعون کے ہاتھ میں چلا گیا ہے تو ہائے بیٹا، ہائے بیٹا کر کے چیخنے لگی۔ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا: اگر ہم ام موسیٰ کو ثابت قدم نہ رکھتے اور اسے صبر کی توفیق نہ دیتے۔ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: تا کہ موسیٰ کو واپس لوٹانے کے وعدہ کی وہ تصدیق کر لے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی نگرانی

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ:...... ام موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ سے کہا: اس کے پیچھے پیچھے چلتی رہو تا کہ اس کی خبر معلوم کر سکو۔ مجاہد کہتے ہیں: یعنی اس کے پیچھے پیچھے چلتی جاؤ اور دیکھو وہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ: وہ قدرے دور سے موسیٰ کو دیکھتی رہی جب کہ فرعون کے آدمیوں کو اس کی خبر نہیں تھی کہ یہ اس کی بہن ہے۔ چوں کہ بہن دریا کے ساحل پر چلتی رہی یہاں تک کہ صندوق فرعون کے گھر پہنچ گیا جب کہ ہمشیرہ چھپ چھپا کے انہیں دیکھتی رہی۔ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ: ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو روک دیا کہ وہ حاضر کی گئی عورتوں میں سے کسی کے پستان کو قبول نہ کریں یہاں تک کہ ان کی والدہ حاضر نہ ہو جائے۔ مفسرین کہتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام کئی دن تک اسی طرح رہے، جب بھی کوئی دودھ پلانے والی عورت لائی جاتی اس کے پستان منہ میں نہ لیتے، فرعون کے آدمی پریشان ہو گئے اور ان پر مشکل آن پڑی، محل سے باہر نکلے تا کہ باہر سے کسی عورت کو لائیں، اتنے میں موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ پر ان کی نظر پڑی۔ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ: کیا میں تمہیں ایک ایسی عورت نہ بتاؤں جو اسے دودھ پلائے، اس کی پرورش بھی اچھی طرح سے کرے اور اس کی نگرانی بھی کرے؟ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ: وہ بچے کی رضاعت اور تربیت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

سدی کہتے ہیں: اس نے ام موسیٰ پر انہیں دلالت کی، چنانچہ ہمشیرہ ام موسیٰ کے پاس گئی اور اسے لے آئی، جب وہ محل میں پہنچی فرعون نے بچے کو ہاتھوں میں لے رکھا تھا اور اسے بہلا رہے تھے جب کہ دودھ پینے کے لیے روئے جا رہا تھا، فرعون نے بچہ ام موسیٰ کے حوالے کر دیا۔ بچے نے ماں کی بو پاتے ہی پستان منہ میں لے لیے۔ فرعون نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس بچے سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ اس نے ہر عورت کا پستان ٹھکرا دیا صرف تمہارا دودھ پیا؟ ام موسیٰ نے جواب دیا: میں خوش قسمت عورت ہوں، میں خوشبو لگا کر رکھتی ہوں اور میرا دودھ بھی صاف ستھرا اور پاکیزہ ہے میں جس بچے کو بھی دودھ پلاتی ہوں وہ فوراً قبول کر لیتا ہے۔ فرعون نے بچہ ام موسیٰ کے سپرد کر دیا، وہ اسی دن اپنے گھر واپس لوٹ گئی اور فرعونیوں میں سے ہر آدمی نے ام موسیٰ کو ہدیہ دیا اور ہیرے جواہر سے اسے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کو بیان کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام آغوشِ مادر میں

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ:...... ہم نے بچہ ماں کو واپس لوٹا دیا تا کہ کیا گیا وعدہ متحقق ہو جائے اور وہ خوش وخرم رہے اور بچے کی فرقت پر غمزدہ نہ ہو۔ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: لیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے قطعی وعدہ میں شک کرتے ہیں۔ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى: جب موسیٰ علیہ السلام سن بلوغ کو پہنچ گئے اور ان میں پوری طرح عقل ودانش آ گئی قوت واعتدال سے سرفراز ہوئے۔ مجاہد کہتے ہیں: یہ چالیس سال کی عمر ہوتی ہے۔ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا: ہم نے ان کو فہم، علم، تفقہ فی الدین اور سب سے بڑھ کر نبوت عطا کی۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ: ایسا ہی اچھا وعمدہ بدلہ ہم نیکوکاروں کو ان کی نیکی اور اچھائی پر دیتے ہیں۔ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا: موسیٰ علیہ السلام دوپہر کے وقت مصر میں داخل ہوئے اس وقت لوگ اپنے گھروں میں دب کے قیلولہ کر رہے تھے۔

---

[1] پہلا قول ابن عباس، مجاہد، ضحاک اور جمہور مفسرین کا ہے۔ اور دوسرا قول قرطبی نے ابن قاسم اور مالک کا نقل کیا ہے۔

قبطی کا واقعہ

فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ:...... چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دو آدمیوں کو لڑتے پایا، ان میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کی جماعت بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا فرعون کی جماعت میں سے قبطی تھا۔ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ: اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی تا کہ موسیٰ علیہ السلام قبطی کے شر کو اس سے دور کر دیں۔ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ: موسیٰ علیہ السلام نے اسے ایک گھونسا رسید کیا اور اسے قتل کر دیا۔ قرطبی کہتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام قبطی کو قتل نہیں کرنا چاہتے تھے وہ تو صرف اس کے شر کا دفعیہ چاہتے تھے لیکن ان کا گھونسا جان لیوا ثابت ہوا۔[1] قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ: یہ شیطان کی کارستانی ہے اور اس کی گمراہی سے ہے۔ اسی نے میرا غصہ بھڑکا دیا جس کی وجہ سے میں نے گھونسا مارا اور وہ ڈھیر ہو گیا۔ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ: شیطان ابن آدم کا دشمن ہے، اسے سیدھی راہ سے دور رکھتا ہے اور گمراہ کر دیتا ہے۔ صاوی کہتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے فعل قتل کو شیطان کی طرف منسوب کیا حالاں کہ شیطان نے تو حکم نہیں دیا تھا، تاہم موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ قتل خلاف اولیٰ ہے اور اس کی وجہ سے فتنے کھڑے ہوں گے اور فتنوں سے شیطان خوش ہوتا ہے اسی لیے اپنے فعل پر ندامت ظاہر کی۔[2]

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ:...... میں نے ایک جان قتل کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، مجھے معاف فرما اور میری خطا پر میرا مواخذہ نہ کرنا۔ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ: اے میرے پروردگار! تو نے مجھ پر قوت وطاقت کا جو انعام کیا ہے اور مجھے جو عزت وجاہ وحشمت سے نوازا ہے اس کے بسبب میں مجرمین میں سے کسی کا بھی معاون نہیں بنوں گا۔[3] موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہے، دوسرے قول کے مطابق یہ قسم ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ: جس شہر میں موسیٰ نے قبطی کو قتل کیا اس میں موسیٰ کو صبح ہوئی اس حال میں کہ موسیٰ کو اپنی جان کا خوف تھا اور وہ ناگوار حالات کے پیش آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ انہیں خوف تھا کہ جرم کی پاداش میں انہیں پکڑ نہ لیا جائے۔ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ: یکا یک کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اسرائیلی جس کی کل ہی جان بچائی تھی وہ آج پھر ایک اور قبطی کے ساتھ لڑ رہا ہے جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ پھر مدد کے لیے چیخنے لگا تا کہ دشمن سے اسے بچائیں۔ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ: موسیٰ نے اسرائیلی سے کہا: بلا شبہ تو صریح بدراہ ہے، میں نے تیری وجہ سے کل ایک قبطی کو قتل کر دیا اور آج تو پھر مجھے اس جرم کا مرتکب بنانا چاہتا ہے؟ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا: جب موسیٰ علیہ السلام نے قبطی پر ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا جو کہ موسیٰ علیہ السلام کا بھی دشمن تھا اور اسرائیلی کا بھی۔ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ: قبطی نے کہا: کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے جیسے تو نے کل ایک آدمی قتل کر دیا تھا۔[4] اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ: اے موسیٰ! تم زمین پر زور آور اور جابر بننا چاہتے ہو۔ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ: اور تم ان لوگوں میں شامل نہیں ہونا چاہیے جو لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرواتے ہیں۔

بلاغت:...... ان آیات میں فصاحت وبلاغت بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ:...... قریب کے لیے بعید کا اشارہ لایا گیا ہے اس سے بعد رتبی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ: ماضی کی حال ہے حکایت کی گئی ہے چوں کہ ماضی کی صورت ذہن میں مستحضر ہے۔ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: میں جملہ اسمیہ کو جملہ فعلیہ پر ترجیح دی گئی ہے یوں نہیں کہا: سنردہ ونجعلہ رسولاً چوں کہ جملہ اسمیہ ثبوت واستمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا: میں استعارہ ہے، دل میں ڈالے گئے صبر کو ایسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہوا سے مربوط کر لیا جائے۔ لَا تَقْتُلُوْهُ: صیغہ تعظیم ہے، تعظیم کے لیے مفرد کا صیغہ نہیں لائے۔ جَبَّارًا. غَوِيٌّ مُّبِيْنٌ:[5] مبالغہ کے صیغے ہیں چوں کہ فعال۔ فعیل مبالغہ کے اوزان ہیں۔

---

[1] القرطبی ۱۳ / ۲۶۱ [2] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳ / ۱۱۳ [3] امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں آیت میں اس امر پر دلیل ہے کہ ظلم وفسق میں معاونت جائز نہیں۔ [4] بظاہر یہ قبطی کا قول ہے اسرائیلی کا نہیں چوں کہ ان تريد الا ان تكون جبارا مؤمن سے صادر نہیں ہوتا۔ [5] مبین کو صیغہ مبالغہ قرار دینا بعید از عقل ہے چوں کہ مبین اسم فاعل ہے مفعل کا وزن ہے اور یہ وزن صیغہ مبالغہ کا نہیں ہے۔

رَبِّ بِمَآ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَهِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ:...... میں استعطاف ہے۔وَّهُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ، وَهُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡنَ، لٰكِنَّ اَکۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ: میں فاصلہ کی رعایت کی گئی اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

لطیفہ:......علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لطیفہ نقل کیا ہے۔وہ کہتے ہیں میں نے ایک دیہاتی لڑکی کو یہ اشعار پڑھتے سنا:

أستغفر الله لذنبی کله قتلت إنسانًا بغیر حلّهٖ

مثل الغزال ناعمًا فی دلّهٖ انتصف اللیل ولم أصلّهٖ

''میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتی ہوں میں نے ایک انسان کو حلال ہوئے بغیر قتل کر دیا جیسے ہرنی نرم و نازک بدن والی اپنے ناز میں ہوتی ہے۔رات نصف ہو چکی اور میں نے اسے بد بودار نہیں کیا۔''

میں نے کہا: اللہ تمہیں قتل کرے تو کتنی فصیح ہے؟ وہ بولی: تیری ہلاکت ہو کیا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے ہوتے ہوئے ان اشعار کو فصیح شمار کیا جائے گا؟ جب کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡهِ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡهِ فَاَلۡقِیۡهِ فِی الۡیَمِّ وَلَا تَخَافِیۡ وَلَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَیۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو دو چیزوں کو جمع کر دیا ہے۔دو امر ہیں، دو نہی ہیں، دو خبریں ہیں اور دو بشارتیں ہیں۔

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَةِ یَسۡعٰی ۫ قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اِنَّ الۡمَلَاَ یَاۡتَمِرُوۡنَ بِكَ لِیَقۡتُلُوۡكَ فَاخۡرُجۡ
ع ۲ ۸ ۵ اِنِّیۡ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیۡنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا
تَوَجَّهَ تِلۡقَآءَ مَدۡیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیۡۤ اَنۡ یَّهۡدِیَنِیۡ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدۡیَنَ وَجَدَ عَلَیۡهِ
اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسۡقُوۡنَ ۟ وَوَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمُ امۡرَاَتَیۡنِ تَذُوۡدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطۡبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسۡقِیۡ
حَتّٰی یُصۡدِرَ الرِّعَآءُ ٜ وَاَبُوۡنَا شَیۡخٌ كَبِیۡرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰی لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ
اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰىهُمَا تَمۡشِیۡ عَلَی اسۡتِحۡیَآءٍ ۫ قَالَتۡ اِنَّ اَبِیۡ یَدۡعُوۡكَ لِیَجۡزِیَكَ
اَجۡرَ مَا سَقَیۡتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیۡهِ الۡقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفۡ ٚ نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ
الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتۡ اِحۡدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ ۫ اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّیۡۤ
اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡكِحَكَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ هٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِكَ ۚ
وَمَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡكَ ؕ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَكَ ؕ
ع ۳ ۴ ۶ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَیَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَكِیۡلٌ ﴿۲۸﴾ فَلَمَّا قَضٰی مُوۡسَی الۡاَجَلَ
وَسَارَ بِاَهۡلِهٖۤ اٰنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡكُمۡ
مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوۡدِیَ مِنۡ شَاطِئِ الۡوَادِ الۡاَیۡمَنِ

فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا
تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ
يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ
مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا
فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۫ اِنِّيْۤ اَخَافُ
اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ
اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى
وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ
وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ
لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا
لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾
وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع

ترجمہ:...... اور ایک شخص شہر کے دور والے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ اے موسیٰ! بلاشبہ بات یہ ہے کہ اہل دربار آپ کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں، لہٰذا آپ نکل جایئے بلاشبہ میں آپ کی بھلائی چاہنے والوں میں سے ہوں۔ ﴿۲۰﴾ سو وہاں سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے نکل گئے، کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھے ظالم قوم سے نجات دیجیے۔ ﴿۲۱﴾ اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف توجہ کی تو یوں کہا کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا راستہ چلا دے گا۔ ﴿۲۲﴾ اور جب مدین کے پانی پر پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو پانی پلا رہے تھے اور وہاں دو عورتوں کو دیکھا جو ان لوگوں سے روک رہی تھیں موسیٰ نے پوچھا تم دونوں کا کیا حال ہے؟ وہ دونوں کہنے لگیں کہ ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک کہ چرواہے واپس نہ چلے جائیں اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔ ﴿۲۳﴾ سو موسیٰ نے ان کے لیے پانی پلا دیا، پھر سایہ کی طرف ہٹ گئے پھر یوں کہا کہ اے میرے رب! آپ جو کچھ خیر میرے لیے نازل فرمائیں میں اس کا محتاج ہوں، ﴿۲۴﴾ سو ان دو عورتوں میں سے ایک عورت موسیٰ کے پاس آئی جو چلتے ہوئے شرما رہی تھی اس نے کہا کہ بلاشبہ میرے والد تم کو بلا رہے ہیں تاکہ تمہیں اس کا صلہ دیں جو تم نے ہمارے لیے پانی پلایا، پس جب موسیٰ ان کے پاس آئے اور ان کو واقعات سنائے تو انہوں نے کہا کہ خوف نہ کرو تم ظالم قوم سے نجات پا گئے ہو۔ ﴿۲۵﴾ ان دونوں عورتوں میں سے ایک کہنے لگی کہ ابا جی آپ اس شخص کو مزدوری پر رکھ لیجیے بے شک جس کسی کو آپ مزدوری

پر رکھیں ان میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قوی ہو امانت دار ہو۔ ⑳ شیخ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم سے اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کا نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تم میرے پاس آٹھ سال نوکری کے طور پر عمل کرو سو اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے ہوگا اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم پر مشقت ڈالوں ان شاء اللہ تم مجھے صالحین میں سے پاؤ گے۔ ㉗ موسیٰ نے کہا! یہ معاملہ ہے میرے اور آپ کے درمیان میں دونوں مدتوں میں سے جونسی مدت پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس پر وکیل ہے۔ ㉘ پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے اہل کو لے کر روانہ ہوئے تو طور کی جانب سے آگ کو محسوس کیا۔ اپنی اہل سے کہا کہ تم ٹھہر جاؤ بے شک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، امید ہے کہ میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر لے آؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تا کہ تم تاپ لو۔ ㉙ سو جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو اس میدان کی داہنی جانب سے اس مبارک مقام میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں اللہ ہوں رب العالمین ہوں۔ ㉚ اور یہ کہ تم اپنی لاٹھی کو ڈال دو سو جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت کر رہی ہے کہ گویا وہ سانپ ہے تو پشت پھیر کر پلٹ گئے اور پیچھے مڑ کر دیکھا اے موسیٰ! آگے آؤ اور مت ڈرو بے شک تم امن والوں میں سے ہو، ㉛ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کرو وہ بغیر کسی مرض کے سفید ہو کر نکلے گا، اور اپنے ہاتھ کو بوجہ خوف کے اپنے بازو سے ملا لو، سو تمہارے رب کی طرف سے یہ دو دلیلیں ہیں، فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف، بلاشبہ وہ نافرمان لوگ ہیں۔ ㉜ موسیٰ نے کہا کہ اے رب! بے شک میں نے ان میں سے ایک جان کو قتل کر دیا تھا سو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔ ㉝ اور میرے بھائی ہارون زبان کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ فصیح ہیں سو آپ ان کو میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج دیجیے وہ میری تصدیق کریں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں۔ ㉞ فرمایا ہم عنقریب تمہارا بازو تمہارے بھائی کے ذریعے مضبوط کر دیں گے تم دونوں کو ایک خاص شوکت عطا کریں گے۔ جس سے وہ لوگ تم دونوں تک نہ پہنچ سکیں گے تم دونوں ہمارے معجزے لے کر جاؤ تم دونوں اور جو شخص تمہارا اتباع کرے گا غالب رہو گے۔ ㉟ پھر جب ان کے پاس موسیٰ ہماری واضح آیات کے ساتھ آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو محض ایک جادو ہے جو افترا کیا گیا ہے اور ہم نے یہ بات اپنے پہلے باپ دادوں میں نہیں سنی۔ ㊱ اور موسیٰ نے کہا کہ میرا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی خوب جانتا ہے جس کا دار آخرت میں اچھا انجام ہوگا۔ بلاشبہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔ ㊲ اور فرعون نے کہا کہ اے میرے درباریو! میں تمہارے لیے اپنے علاوہ کوئی معبود نہیں جانتا سوائے ہامان! تو میرے لیے مٹی پر آگ جلا دے سو میرے لیے ایک محل بنا دے تا کہ میں موسیٰ کے معبود کو دیکھوں اور بلاشبہ میں اسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں۔ ㊳ سو اس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹیں گے۔ ㊴ سو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا سو انہیں سمندر میں پھینک دیا۔ سوائے مخاطب! دیکھ لے ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔ ㊵ اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا جو آگ کی طرف دعوت دیتے رہے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ ㊶ اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن قباحت والوں میں سے ہوں گے۔ ㊷

ربط وتعارف:......ان آیات میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ قبل ازیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے درج ذیل مراحل کا ذکر ہوا، پیدائش رضاعت، فرعون کے گھر میں موسیٰ علیہ السلام کی تربیت تا جوانی، سن بلوغ اور فرعونی کو قتل کرنا ان آیات میں درج ذیل مراحل کا ذکر ہے۔ سرزمین مدین کی طرف ہجرت، حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کے ساتھ شادی، پھر مصر کی طرف واپسی، نزول نبوت اور ان کے ہاتھوں فرعون کی ہلاکت۔

لغات: یَأْتَمِرُوْنَ:......وہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔ ازہری کہتے ہیں: ائتمر یأتمر و تآمر وا یعنی ایک دوسرے کو حکم دینا۔ تَذُوْدٰنِ: ذاد یذود جب کسی چیز کو روک لے جس کر لے۔ شاعر کہتا ہے:

لقد سلبت عصاك بنو تميم فما تدری بأی عصی تذود

بنو تمیم نے تمہاری لاٹھی سلب کر لی ہے اب تجھے معلوم نہیں کہ تو کس لاٹھی سے روکے گا۔[1]

خَطْبُكُمَا:......شان، حالت۔ رؤیہ شاعر کہتا ہے۔ یا عجبًا ما خطبہ وخطبی۔ تعجب ہے اس کی کیا شان ہے اور میری کیا شان ہے۔ الرِّعَآءُ: راع کی جمع ہے جیسے صاحب کی جمع صحاب آتی ہے۔ وہ آدمی جو بکریاں چراتا ہو۔ حِجَجٍ حجۃ بکسر الحاء کی جمع ہے بمعنی سال۔ جَذْوَةٍ: دہکتا ہوا انگارہ۔ رِدْاً: عون مدد، جوہری کہتے ہیں: أردأته یعنی میں نے اس کی مدد کی۔ وکنت له رِدًا: میں اس کا مددگار رہا۔ الْمَقْبُوْحِيْنَ: ہلاک ہو جانے والے یا ایسے لوگ جن کی صورتیں قبیح ہوں۔ بولا جاتا ہے قبحہٗ اللہ: اللہ تعالیٰ اس کا حال برا کرے۔

فرعون کے اہل دربار کا مشورہ

تفسیر: وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى:......شہر کے مضافات سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اور وہ آل فرعون میں سے تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ شخص مؤمن تھا اور فرعون کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ: اس نے کہا: اے موسیٰ! فرعون کے بڑے لوگوں نے اور اس کی حکومت کے سرکردہ لوگوں نے آپس میں مشورہ کر لیا ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ: قبل اس کے کہ وہ تمہیں پکڑ لیں فوراً یہاں سے نکل جاؤ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ: موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل پڑے اس حال میں کہ انہیں اپنی جان کا خوف تھا اور وہ پکڑے جانے کی انتظار میں تھے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حضور دعا کی کہ یا اللہ! تیرے سوا میری کوئی پناہ گاہ نہیں۔ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ: مجھے کفار سے خلاصی دے اور مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھ۔ ظالموں سے مراد فرعون اور اس کے کارندے ہیں۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ:......جب انہوں نے مدین جانے کا قصد کیا، یہ حضرت شعیب علیہ السلام کا علاقہ تھا۔ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ: شاید مجھے اللہ تعالیٰ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دے جو مجھے اپنی منزل مقصود تک پہنچا دے۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ مصر سے نکل پڑے، ان کے پاس نہ توشۂ سفر تھا اور نہ ہی سواری کا انتظام تھا، مصر اور مدین کے درمیان آٹھ دنوں کی مسافت تھی، موسیٰ علیہ السلام کو راستے کا بھی صحیح پتہ نہیں تھا بس صرف اپنے رب پر بھروسہ کر لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کے لیے فرشتہ بھیج دیا جو انہیں راستہ بتاتا۔ روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین پہنچے تو ان کے پیٹ میں پتھروں کی سبز رنگت دکھائی دیتی تھی چوں کہ آپ علیہ السلام کو راستے میں جب بھوک لگتی تو درختوں کے پتے کھا لیتے تھے۔

مدین میں آمد

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ:......جب حضرت شعیب علیہ السلام کے ملک مدین پہنچے تو جس کنویں سے چرواہے جانوروں کو پانی پلاتے تھے اس پر لوگوں کا ایک بڑا ہجوم دیکھا جو اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہا تھا۔ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ: چرواہوں کے ہجوم کے علاوہ دو عورتیں بھی پائیں جو اپنی بکریوں کو پانی سے ورے ہی روکے ہوئی تھیں (اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی کہ لوگ پلا لیں پھر وہ پلائیں گی)۔ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا: تمہارا کیا معاملہ ہے تم نے بکریوں کو پانی پر جانے سے کیوں روکا ہوا ہے؟ تم باقی لوگوں کے ساتھ بکریوں کو کیوں پانی نہیں پلا رہیں؟ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۖ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ: ہماری تاخیر کی عادت ہے یہاں تک کہ چرواہے اپنی بکریوں کو پانی پلا کر واپس چلے جائیں، نیز ہم طاقت ور لوگوں کی مزاحمت کے لیے طاقت نہیں رکھتے، اور نہ ہم مردوں کے ساتھ اختلاط کو اچھا سمجھتے ہیں، ہمارے والد صاحب بوڑھے ہیں اور وہ بکریوں کو پانی پلانے کی طاقت نہیں رکھتے، اسی لیے ہمیں بکریوں کو پانی پلانے کی مجبوری پیش آئی۔ ابو حیان کہتے ہیں: اس میں لڑکیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اپنا عذر بیان کیا ہے اور ساتھ تنبیہ کر دی کہ ان کے والد صاحب

[1] شعر جریر کا ہے اور فرزدق کی ہجو کر رہا ہے کذا فی القرطبی ۱۳/ ۲۶۸

بوڑھے ہونے کی وجہ سے بکریوں کو پانی پلانے نہیں آسکتے، اس میں نہایت لطیف انداز میں موسیٰ علیہ السلام سے مدد بھی طلب کی گئی ہے۔[1] فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ: موسیٰ علیہ السلام نے ان پر ترس کھاتے ہوئے ان کی بکریوں کو پانی پلایا پھر ایک طرف سائے کے نیچے جا بیٹھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ:...... اے میرے پروردگار! میں تیرے فضل وکرم اور احسان کا محتاج ہوں، کھانے کا بھی محتاج ہوں جو میری بھوک بند کردے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کیا چوں کہ آپ کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی، ضحاک کہتے ہیں: سات دن تک موسیٰ علیہ السلام نے کوئی چیز چکھی تک نہیں صرف زمینی سبزہ اور پتوں پر گزارہ کرتے تھے۔[2]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے مدین کی طرف سفر شروع کیا ان کے پاس زادِ راہ نہیں تھا، دوران سفر درخت کے پتوں اور سبزہ وغیرہ کھا کر گزارہ کیا، آپ نے یہ سفر ننگے پاؤں کیا جب مدین پہنچے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ اسی لیے سائے تلے جا بیٹھے۔ بھوک کے مارے پیٹ کمر سے جا لگا تھا، پتوں اور سبزے کی ہریالی پیٹ کے اندر دکھائی دیتی تھی، حقیقت میں آپ علیہ السلام چھوہارے کے نصف حصے کے لیے بھی محتاج تھے۔[3] فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ: کلام میں اختصار ہے اور تقدیری عبارت کا ماحاصل کچھ یوں ہے یعنی دونوں لڑکیاں اپنے والد صاحب کے پاس گئیں، جب کہ آج جلدی واپس لوٹ گئیں تھیں، اس لیے جو واقعہ جلدی کا باعث بنا وہ والد کے گوش گزار کیا۔ چنانچہ والد نے ان دونوں میں سے ایک کو حکم دیا کہ جاؤ اسے بلا کر لے آؤ۔ آیت کا معنی ہے: ان دو میں سے ایک آزاد عورت کی طرح شرم وحیاء کا پتلا بن کر چلتی ہوئی، موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی، چادر سے اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ عمر کہتے ہیں: یہ لڑکی جسارت کرنے والی بے دھڑک نہیں تھی بلکہ اس کے انگ انگ سے شرم وحیا ٹپک رہی تھی۔ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا: ہمارے ابا جان آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا ہے اس کی آپ کو اجرت دیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: تعبیر میں آداب کا پورا پورا خیال رکھا گیا، مطلق بلایا نہیں ورنہ یہاں شک کا وہم ہوسکتا تھا۔

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ:...... جب لڑکوں کے والد (شعیب علیہ السلام) کے پاس موسیٰ علیہ السلام پہنچے اور انہیں مصر سے بھاگنے کا سارا واقعہ سنایا۔ شعیب علیہ السلام نے کہا: ڈرو نہیں تم امن والے شہر میں ہو یہاں فرعون کا حکم نہیں چلتا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں مجرموں کے مکر وفریب سے نجات دی ہے۔ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ: ایک نے کہا اے ابا جان! آپ اسے بکریاں چرانے اور انہیں پانی پلانے کے لیے ملازم رکھ لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت وامانت

اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ:...... آپ کا رکھا ہوا اچھا ملازم وہی ہوسکتا ہے جو طاقتور اور امانتدار ہو۔ ابوحیان کہتے ہیں: لڑکی کی بات کسی حکیم کے جامع کلام سے کم نہ تھی چوں کہ جب کفایت اور امانت کسی ذمہ دار میں جمع ہوں تو مقصد پورا ہوجاتا ہے۔[4] روایت ہے کہ: حضرت شعیب علیہ السلام نے بیٹی سے پوچھا: تمہیں اس کے طاقتور اور امانتدار ہونے کا کیا پتہ؟ لڑکی نے جواب دیا: اس اکیلے نے بڑی چٹان اوپر اٹھالی تھی جسے دس آدمی مل کر بمشکل اٹھاتے، اور جب میں اسے لینے گئی تو میں اس کے آگے آگے چل رہی تھی اس نے مجھے کہا: میرے پیچھے ہوجاؤ اور مجھے راستہ بتاتی رہو، جب میں اس کے پاس پہنچی تھی اس نے اپنی نظریں جھکالی تھیں اور میری طرف نہیں دیکھا، لڑکی کے بیانات سن کر حضرت شعیب علیہ السلام کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں اسے داماد بنالوں اور اپنی ایک بیٹی سے اس کی شادی کردوں۔

---

[1] البحر ۷ / ۱۱۳ [2] الرازی ۲۴ / ۲۴۰ [3] ابن کثیر المختصر ۳ / ۱۰ [4] البحر ۷ / ۱۱۴

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاہدہ مہر

قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ:...... میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کے ساتھ تمہارا نکاح کرا دوں۔ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ: اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میرے نوکر رہو گے، اتنے سال تم میری بکریاں چراؤ گے۔ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ: اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے اچھا سلوک ہوگا لیکن تمہارے اوپر واجب نہیں۔ وَمَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ: میرا ارادہ نہیں کہ میں تمہیں مشقت میں ڈال دوں کہ تمہارے لیے دس سال کی قید لازمی کر دو بلکہ دو سال اختیاری ہیں۔ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ: ان شاء اللہ آپ مجھے معاملہ کو بحسن وخوبی پورا کرنے والا پائیں گے، اور مجھے نرم خو، ہمدرد اور وعدہ پورا کرنے والا پائیں گے۔ قرطبی کہتے ہیں: اپنے تئیں اس امر پر دلیل ہے کہ ولی کا اپنی بیٹی کو کسی شخص کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کرنا اچھا اقدام ہے، یہ ایک سنت ہے جو چلی آ رہی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی بیٹی پیش کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا ابوبکر صدیق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو پیش کی تھی۔ ایک موہوبہ عورت نے اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا تھا۔ اچھی بات ہے کہ آدمی نیک وصالح مرد کو اپنی بیٹی نکاح کے لیے پیش کر دے۔[1]

قَالَ ذٰلِکَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکَ ؕ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَیَّ:...... آپ نے جو کچھ کہا اور مجھ سے معاہدہ کیا یہ معاہدہ ہمارے درمیان قائم رہے گا ہم اس سے خروج نہیں کریں گے اور ان دو مدتوں ۸ سال، ۱۰ سال میں سے جو بھی میں نے پوری کر دی مجھ پر کوئی جبر اور حرج نہیں ہوگی۔ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ: ہم جو معاہدہ کرتے ہیں اور جو مشاہدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے۔ فَلَمَّا قَضٰی مُوۡسَی الۡاَجَلَ: جب متفق علیہ مدت موسیٰ علیہ السلام نے پوری کر دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے اتم اور مکمل مدت پوری کی اور وہ دس سال کی مدت تھی۔ وَسَارَ بِاَہۡلِہٖۤ: اپنی بیوی کو لے کر بسوئے مصر چل پڑی۔ اٰنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ نَارًا: غور سے آگ دیکھی جو طور پہاڑ کے کنارے پر دہک رہی تھی۔ قَالَ لِاَہۡلِہِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا: موسیٰ نے اپنی بیوی سے کہا تم یہاں ٹھہر جاؤ میں نے دور آگ دیکھی ہے مفسرین کہتے ہیں: نہایت سرد و تاریک رات تھی، موسیٰ علیہ السلام راستہ بھی بھول گئے تھے، تیز ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے چلنا نہایت دشوار تھا، بیوی کو دردِ زہ ہونے لگا، اتنی ساری پریشانیوں کا موسیٰ علیہ السلام کو سامنا کرنا پڑا، اس موقع پر انہوں نے دور آگ جلتی دیکھی وہ اس کی طرف چل پڑے تاکہ وہاں سے راستے کا کوئی سراغ لگ سکے، یہی فرمان باری تعالیٰ لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِخَبَرٍ: شاید میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی راستے کی خبر لاؤں اور شاید وہاں کوئی ایسا شخص مل جاتے جو مجھے راستے کی خبر دے دے۔ اَوۡ جَذۡوَۃٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّکُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ: یا میں تمہارے پاس آگ کا شعلہ لے کر آ جاؤں تاکہ تم آگ کی تپش لے سکو۔ فَلَمَّاۤ اَتٰىہَا نُوۡدِیَ مِنۡ شَاطِیِٔ الۡوَادِ الۡاَیۡمَنِ فِی الۡبُقۡعَۃِ الۡمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ: جب موسیٰ علیہ السلام آگ والی جگہ پہنچے وہاں آگ تو نہ ملی البتہ نور ہی نور پایا، اس مبارک جگہ میں وادی کے دائیں جانب درخت کی طرف سے آواز آئی۔ اَنۡ یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ: آواز دی گئی: اے موسیٰ! جو آپ سے مخاطب ہے اور آپ سے کلام کر رہا ہے وہ میں اللہ ہوں جو عظمت اور بڑائی والا ہوں، نقص والی صفات سے پاک ومنزہ ہوں۔ جنوں، انسانوں اور تمام خلائق کا رب ہوں۔

معجزہ عصا و ید بیضا

وَاَنۡ اَلۡقِ عَصَاکَ ؕ:...... آواز دی گئی کہ تمہارے ہاتھ میں جو لاٹھی ہے اسے زمین پر پھینکو۔ فَلَمَّا رَاٰہَا تَہۡتَزُّ کَاَنَّہَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّلَمۡ یُعَقِّبۡ: جب موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ ایک بڑے سانپ میں تبدیل ہوگئی، جب اسے حرکت کرتے دیکھا گویا وہ اژدھا ہے اور سریع الحرکت ہے تو اس سے ڈر کر بھاگ گئے اور اس کی طرف التفات نہ کیا۔ ابن کثیر کہتے ہیں: لاٹھی سانپ میں تبدیل ہوگئی، گویا بڑی جسامت اور

---

[1] القرطبی ۱۳/ ۲۷۱

سریع الحرکتی کی وجہ سے وہ اژدھا لگ رہا تھا، ابن عنہ وسیع اور عریض، نوکیلے لمبے دانت، اگر چاہے تو بڑی چٹان کو بھی نگل جائے۔ گویا وہ اسی وادی سے اڑ آیا ہوا اور یہاں رینگنا شروع کر دیا ہو۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور اس کی طرف التفات نہیں کیا۔ چوں کہ بشری طبیعت ایسے منظر سے بھاگتی ہے۔ یٰمُوْسٰۤی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۟ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ: پھر آواز آئی اے موسیٰ! جہاں بھی ہو واپس لوٹ آؤ، ڈرو نہیں، تم خوف وہراس سے محفوظ اور امن وامان میں ہو، موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹ آئے انہوں نے ہاتھ سانپ کے منہ میں ڈالا وہ پھر سے لاٹھی بن گیا۔ اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ:...... اپنا ہاتھ قمیص کے گریبان میں ڈالو، پھر ہاتھ باہر نکالو، ہاتھ چمکتا ہوا باہر آئے گا گویا چاند کا ٹکڑا ہو، ہاتھ کسی بیماری یا برص کی وجہ سے نہیں چمکتا تھا۔ وَّاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اپنا ہاتھ سینے سے چمٹاؤ جو رعب وگھبراہٹ تمہارے اوپر طاری ہوئی وہ ختم ہو جائے گی۔ مفسرین کا قول ہے کہ آیت میں جناح سے مراد ہاتھ ہے چوں کہ انسان کے دو ہاتھ ایسے ہی ہیں جیسے پرندے کے دو پر، جب موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ بائیں بغل کے نیچے داخل کیا اور پھر اوپر سے بازو دبایا ان کا خوف اور گھبراہٹ جاتی رہی۔ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ: یہ دو معجزے ید بیضا اور عصا واضح دلیلیں اور دوٹوک حجتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آپ کی سچائی پر دلالت کرتی ہیں، یہ دو معجزے حق کا بول بالا کرنے کے لیے آپ فرعون اور اس کے سرکش اشراف کے پاس لے جائیں گے۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ: وہ لوگ ہماری طاعت سے نکلے ہوئے ہیں اور ہمارے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ: موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! میں نے فرعونیوں میں سے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا مجھے ڈر ہے جب میں ان کے پاس جاؤں گا وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ مفسرین کہتے ہیں: وہ قبطی جسے موسیٰ علیہ السلام نے مکا مار کر قتل کر دیا تھا، اب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوت میں اضافہ کی درخواست رب تعالیٰ کے حضور کی تاکہ فرعون کے سامنے زیادہ مضبوطی کے ساتھ جا سکیں، اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کی تجویز پیش کی کہ انہیں بھی منصب نبوت سے نوازا جائے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی رفاقت کی درخواست

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا:...... ان کا بیان زیادہ واضح ہے اور زبان زیادہ فصیح اور صاف ہے چوں کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر لکنت تھی انہوں نے بچپن میں انگارا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تھا۔ فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ: اسے میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دے دیجیے، میں ان سے جو بات کروں گا وہ اسے اچھی طرح سے بیان کرے گا اور دلائل وبراہین کی وضاحت کرے گا۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ: مجھے خوف ہے کہ اگر میرا کوئی وزیر نہ ہوا اور نہ کوئی مددگار رہا تو وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ چوں کہ قریب نہیں کہ وہ مجھ سے سمجھ پائیں، امام رازی کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو رسالت سے سرفراز کر دیجیے تاکہ وہ میرا دست وبازو بن جائے اور دلیل وحجت کے اظہار میں میری مدد کرے، ہارون علیہ السلام کی تصدیق سے یہ غرض نہیں ہے کہ وہ کہیں کہ تو نے سچ کہا یا وہ لوگوں سے یہ کہیں کہ موسیٰ نے سچ کہا ہے؟ بلکہ وہ اتنا کریں گے کہ دلائل کے مختلف وجوہ کو فصیح زبان میں آسان کر کے پیش کریں گے۔ شبہات کا ازالہ کریں گے اور کفار کے ساتھ مناظرہ کریں گے۔[1] قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا مطالبہ قبول کر لیا، اور ان سے کہا: ہم تمہیں بھائی کے ذریعے تقویت پہنچائیں گے اور اس کو تمہارا مددگار بنا دیں گے اور ہم تمہیں فرعون پر غلبہ اور سطوت دیں گی۔ فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚ بِاٰیٰتِنَآ: وہ تمہیں اذیت نہیں پہنچا سکیں گے چوں کہ میں نے تمہیں معجزات دلائل وبراہین سے مسلح کر دیا ہے۔

غلبہ ونصرت کا وعدہ

اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ:...... اچھا انجام دنیا وآخرت میں تمہارے حصے میں اور تم دونوں کے پیروکاروں کے حصے میں ہے اور تم ہی مجرمین

[1] التفسیر الکبیر للرازی ۲۴/۲۴۹

پر غالب رہو گے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾ (سورۃ المجادلہ، آیت ۲۱)

''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب رہیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔''

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ:...... جب موسیٰ علیہ السلام روشن براہین اور دوٹوک معجزات جو موسیٰ علیہ السلام کے صدق پر دلالت کرتے ہیں کہ موسیٰ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کی طرف سے ہے، لے کر فرعون اور اس کے کارندوں کے پاس آئے۔ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى: تم ہمارے پاس یہ جو عصا اور ید بیضا لے کر آئے ہو یہ تو اپنی طرف سے گھڑا ہوا جھوٹا جادو ہے، اسے تم نے اپنی طرف سے وضع کر لیا ہے اور اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ: میں اس جیسا دعویٰ نہیں سنا یعنی اپنے آباؤ اجداد میں دعویٰ توحید کی بات ہم نے نہیں سنی۔ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ: موسیٰ علیہ السلام نے خوبصورت جواب دیا اور نرمی کا پہلو اختیار کیا اور مناظرے میں بہتر وجہ کو ترجیح دی۔ معنی یہ ہے: جو پیغام میں تمہارے پاس لایا ہوں یہ حق ہے ہدایت ہے جادو نہیں، میرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ میں برحق ہوں اور تم باطل پر قائم ہو اور اللہ خوب جانتا ہے کہ دنیا و آخرت میں اچھا انجام کس کا مقدر ہے۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ: جو شخص ظالم و فاجر ہو اور اللہ پر جھوٹ بولتا ہو وہ سعادت مند نہیں ہوتا اور کامیابی اس کا مقدر نہیں بنتی۔

فرعون کا استہزا

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ:...... فرعون نے اپنی قوم کے اشراف سے کہا: میں نہیں جانتا کہ تمہارا میرے سوا کوئی اور معبود ہو؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: فرعون کے اس فاجر قول اور اس قول اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى: کے درمیان چالیس سال کا وقفہ تھا۔ اللہ کے دشمن نے صریح جھوٹ بولا بلکہ وہ جانتا تھا کہ اس کا رب ہے وہی اس کا خالق و مالک ہے۔[1] فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا: اے ہامان! میری لیے اینٹیں پکاؤ اور پھر ان سے اونچی بلند و عمارت بناؤ۔ لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى: شاید میں موسیٰ کے معبود کو دیکھ سکوں جس کے متعلق موسیٰ کا خیال تھا کہ اس نے اسے پیغمبر بنا کر بھیج دیا۔ فرعون نے بطور تہکم یہ بات کہی اسی لیے بعد میں کہا: وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ: یقیناً میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں کہ اس کا خدا آسمانوں میں ہے جو اس کا رب و مالک و خالق ہے۔ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ: فرعون اور اس کی قوم نے ایمان قبول کرنے سے اپنے آپ کو بالاتر سمجھا اور تکبر کیا اور وہ سرزمین مصر میں باطل پر قائم رہا۔ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ: انہوں نے یقین کر رکھا تھا کہ انہوں نے مرنے کے بعد زندہ نہیں ہونا اور حساب و کتاب اور جزا و سزا نہیں ہوگی۔ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ: ہم نے فرعون اور اس کے لشکر پر گرفت مضبوط کر لی ہم نے ان سب کو سمندر میں لا پھینکا اور ان سب کو سمندر میں غرق کر دیا ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ: اے محمد! دل کی آنکھوں سے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھو کہ ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا جو ظلم و عصیان اور سرکشی میں انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ: ہم نے ان کو دنیا میں کفر و ضلالت کا پیشوا بنا دیا تھا، حتیٰ کہ کفر میں ان کی اقتدا کی جاتی تھی اور ان کی اقتدا کرنے والے بھی کفار ہی تھے۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ: قیامت کے دن ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو ان سے عذاب کو دور کر سکے۔ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً: ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی یہ لعنت ان کو اللہ، فرشتوں اور مؤمنین کی طرف سے ہوگی۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ: آخرت میں وہ دھتکارے ہوئے اور اللہ کی رحمت سے دور کیے ہوئے ہوں گے۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بلاغت و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ان میں کچھ حسب ذیل ہیں:

---

[1] القرطبی ۱۳/ ۲۸۸

اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ:...... میں ان اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے یہ تاکیدات مقتضائے حال کے مناسب ہیں۔ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ: میں استعطاف اور ترحم ہے۔ یعنی اس اسلوب میں رحم طلبی کا مادہ ہے۔ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے، حرف شبہ حذف کردیا گیا اس لیے تشبیہ مجمل ہے۔ یُّصَدِّقُنِیْۤ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ: میں طباق ہے۔ وَّاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ: میں کنایہ ہے جناح ہاتھ سے کنایہ ہے چوں کہ ہاتھ انسان کے لیے ایسا ہی ہے جیسے پر پرندوں کے لیے۔ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ: میں مجاز مرسل ہے، سبب کا اطلاق کر کے مسبب کا ارادہ کیا گیا ہے چوں کہ ڈولے (کہنی کی پیچھے کا حصہ) کا مضبوط کرنا ہاتھ کے مضبوط کرنے کو مستلزم ہے اور ہاتھ کا مضبوط ہونا قوت کو مستلزم ہے۔ شہاب کہتے ہیں: یہ جملہ استعارہ تمثیلیہ سے بھی ہوسکتا ہے بھائی کے ساتھ تقویت میں حال موسیٰ کو حال ید کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

لطیفہ:...... علامہ زمخشری کہتے ہیں: آیت میں یوں کہا: فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ: یعنی آگ جلاؤ اور پھر اس پر اینٹیں پکاؤ۔ یوں نہیں کہا۔ اطبخ لی الآجر چوں کہ آیت کریمہ والی عبارت فصاحت کے مطابق ہے اور جابرین کے کلام کے مشابہ ہے۔ ہامان، فرعون کا وزیر اور اس کی رعیت کا مدبر تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً
لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۴۳ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ
الشّٰهِدِیْنَ ۴۴ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا
عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۴۵ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ
لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۴۶ وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا
قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَیَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۴۷
فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَاۤ اُوْتِیَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ یَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى
مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ۴۸ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ
اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۴۹ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ
ع ۸ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۵۰ وَلَقَدْ
وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۵۱ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ۵۲
وَاِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ۵۳ اُولٰٓىِٕكَ یُؤْتَوْنَ
النصف اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۵۴ وَاِذَا سَمِعُوا

اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿٥٥﴾
إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ وَقَالُوا إِن
نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ
رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ
مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿٥٨﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ
حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿٥٩﴾
وَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا ۚ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٠﴾ ع
أَفَمَن وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِينَ
حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوا
إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ
أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ
الْأَنبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَن يَكُونَ مِنَ
الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا
يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْحَمْدُ
فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ:......اور اس کے بعد ہم نے اگلی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرتوں کا ذریعہ تھی اور سراپا ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿۴۳﴾ اور آپ مغربی جانب میں نہیں تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو احکام دیے اور آپ مشاہدہ کرنے والے نہ تھے۔ ﴿۴۴﴾ اور لیکن ہم نے بہت سی جماعتوں کو پیدا کیا پھر ان پر دراز زمانہ گزر گیا۔ اور آپ اہل مدین میں مقیم نہ تھے، آپ ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور لیکن ہم ہی رسول بنانے والے ہیں ﴿۴۵﴾ اور آپ طور کی جانب نہ تھے جب ہم نے آواز دی اور لیکن آپ کے رب کی طرف سے آپ پر رحمت ہوئی تا کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں، جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿۴۶﴾ اور ہم رسول نہ بھیجتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر مصیبت آجاتی تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے رب! ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تا کہ ہم آپ کی آیتوں کا اتباع کر لیتے اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے۔ ﴿۴۷﴾ سو جب ہماری طرف سے ان کے پاس حق

آ گیا تو کہنے لگے کہ اس شخص کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی۔ جیسی موسیٰ کو ملی تھی کیا اس سے پہلے لوگوں نے اس چیز کے ساتھ کفر نہیں کیا جو موسیٰ کو دی گئی
کہنے لگے یہ دونوں جادوگر ہیں دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ کرلیا ہے اور کہنے لگے کہ ہم تم دونوں میں سے کسی کو نہیں
مانتے۔﴿۴۸﴾ آپ فرما دیجیے! کوئی کتاب لے آؤ جو اللہ کی طرف سے ہو جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہو اگر تم سچے ہو۔﴿۴۹﴾ سو وہ اگر آپ کی
بات قبول نہ کریں تو آپ جان لیجیے کہ وہ اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی طرف سے ملنے والی ہدایت
کے بغیر اپنی نفسانی خواہشوں کا اتباع کرتا ہو، بلاشبہ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔﴿۵۰﴾ اور ہم نے اس کلام کو ان لوگوں کے لیے مسلسل بھیجا تاکہ یہ
لوگ نصیحت حاصل کریں۔﴿۵۱﴾ جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لائے ہیں﴿۵۲﴾ اور جب ان کے سامنے اس کی
تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بلاشبہ یہ حق ہے ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے بے شک ہم پہلے ہی سے
فرمانبردار تھے۔﴿۵۳﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن کو صبر کرنے کی وجہ سے دہرا ثواب دیا جائے گا اور یہ لوگ بھلائی کے ذریعے برائی کو دفع کرتے ہیں اور
جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں﴿۵۴﴾ اور جب لغویات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ہمارے
لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم جاہلوں سے بات کرنا نہیں چاہتے۔﴿۵۵﴾ بلاشبہ جسے آپ چاہیں
ہدایت پر نہیں لا سکتے اور لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔﴿۵۶﴾ اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم آپ کے
ساتھ ہدایت کا اتباع کرنے لگیں تو ہم اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے، کیا ہم نے انہیں امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں
ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہمارے پاس سے کھانے کے لیے دیے جاتے ہیں اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔﴿۵۷﴾ اور کتنی ہی
بستیاں ہم نے ہلاک کردیں جو اپنے سامان عیش پر اترانے والی تھیں، سو یہ ان کے گھر ہیں جن میں ان کے بعد سکونت اختیار نہیں کی گئیں مگر تھوڑی
سی اور بالآخر ہم ہی مالک ہیں۔﴿۵۸﴾ اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں جب تک کہ ان کی مرکزی بستی میں رسول نہ بھیج دے جو ان پر
ہماری آیات تلاوت کرتا ہو اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں، اِلَّا یہ کہ ان کے رہنے والے ظالم ہوں۔﴿۵۹﴾ اور تمہیں جو بھی کوئی چیز دی گئی
ہے سو وہ دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے سو وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔﴿۶۰﴾ سو جس
شخص سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو پھر وہ اسے پانے والا ہو کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیا والی زندگی کا سامان دے دیا پھر وہ
قیامت کے دن گرفتار کر کے لایا جائے گا۔ اور جس دن وہ انہیں پکارے گا سو فرمائے گا کہ میرے وہ شرکا کہاں ہیں جن کے بارے میں تم گمان
کرتے تھے۔﴿۶۲﴾ جن لوگوں پر اللہ کا فرمودہ ثابت ہو چکا ہوگا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا ہم نے ان کو
ویسا ہی بہکایا جیسا کہ ہم خود بہکے تھے ہم آپ کے حضور ان سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔﴿۶۳﴾ اور کہا جائے
گا کہ اپنے شرکا کو بلالو سو وہ ان کو بلائیں گے پھر وہ ان کی پکار کا جواب نہ دیں گے اور عذاب کو دیکھ لیں گے، اے کاش! وہ ہدایت پائے ہوئے
ہوتے۔﴿۶۴﴾ اور جس دن انہیں آواز دے گا سو فرمائے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا۔﴿۶۵﴾ سو اس دن ان کی خبریں گم ہو جائیں گی پھر وہ آپس
میں پوچھ پاچھ نہ کریں گے۔﴿۶۶﴾ سو جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے سو امید ہے کہ یہ لوگ فلاح پانے والوں میں سے ہوں
گے۔﴿۶۷﴾ اور آپ کا رب جسے چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور چاہتا ہے چن لیتا ہے ان لوگوں کو چن لینے کا کوئی حق نہیں ہے، اللہ پاک ہے اور اس سے
برتر ہے جو یہ لوگ شرک کرتے ہیں۔﴿۶۸﴾ اور آپ کا رب جانتا ہے جسے ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جسے یہ لوگ ظاہر کرتے ہیں۔﴿۶۹﴾ اور اللہ وہی
ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے لیے سب تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں، اور اسی کے لیے حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔﴿۷۰﴾

ربط وتعارف: ...... اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کو اس کے شر سے نجات ملنے کا ذکر کیا حقیقت میں فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کو نجات ملنا بنی اسرائیل پر بڑا انعام تھا، قبل ازیں اسی انعام کا ذکر ہوا ہے اور اب ان آیات میں ایک اور انعام کا ذکر ہے وہ بنی اسرائیل پر تورات کا نازل کرنا ہے، تورات میں ہدایت اور نور ہے جسے عرب پر نزول قرآن کے انعام کا ذکر کیا گیا ہے۔

لغات: ثَاوِيًا: ...... مقیم۔ ثوی بالمکان، کسی جگہ اقامت کرنا۔ شاعر کہتا ہے: ''لقد كان في حول ثوء ثويته۔ اس کے آس پاس کی جگہ پر میں مقیم ہو گیا۔ وَيَدۡرَءُوۡنَ: ٹالنا، دفع کرنا، دور کرنا۔ حدیث میں آیا ہے: ''ادرؤوا الحدود بالشبهات'' شبہات کی وجہ سے حدود کو ٹال دو۔ يُجۡبٰۤى: وہ جمع کرتا ہے۔ ''جبى الماء في الحوض'' پانی حوض میں جمع ہوا۔ الجابية بڑا حوض۔ بَطِرَتۡ: نعمتوں پر اترانا۔ الۡاَنۡۢبَآءُ: نبا کی جمع ہے خبریں، بڑی خبر۔

شان نزول: ...... حضرت ابوطالب کی موت کا وقت آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: آپ کلمہ پڑھ لیں تاکہ قیامت کے دن میں آپ کے حق میں گواہی دے پاؤں۔ ابوطالب نے کہا: اگر مجھے قریش عار نہ دلاتے اور یہ نہ کہتے کہ مرتے وقت گھبراہٹ کی وجہ سے اس نے ایسا کر دیا تو میں ضرور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۵۶﴾

تفسیر: وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡـكِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰى: ...... لام مقام قسم میں ہے، یعنی بخدا! ہم نے موسیٰ کو تورات دی ان سے پہلے کی امتیں جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط وغیرہ کو تکذیب انبیا کے بسبب ہلاک کرنے کے بعد بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ: جو کہ بنی اسرائیل کے لیے روشنی اور ان کے دلوں کے لیے نور تھا جس سے وہ حقائق کو دیکھیں اور اس کے ذریعے حق و باطل کے درمیان تمیز کریں۔ وَهُدًى وَّرَحۡمَةً لَّعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ: گمراہی سے ہدایت دینے والی ہے اور جو اس پر ایمان لائے اس کے لیے رحمت ہے، تاکہ اس کے مواعظ وارشادات سے نصیحت حاصل کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا استدلال

وَمَا كُنۡتَ بِجَانِبِ الۡغَرۡبِىِّ: ...... اے محمد! آپ غربی پہاڑ کی جانب نہیں تھے، یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم کلام ہوئے تھے۔ اِذۡ قَضَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسَى الۡاَمۡرَ: جب ہم نے موسیٰ کو نبوت عطا کی اور انہیں فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ وَمَا كُنۡتَ مِنَ الشّٰهِدِيۡنَ: اور آپ اس جگہ حاضر نہیں تھے لیکن یہ سارے احوال اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کیے تاکہ یہ واقعات آپ کے صدق پر دلیل وبرہان ہوں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی برہان پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا اور وہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی کے واقعات کی خبر دی ہے گویا سامع وہاں دیکھ رہا ہو۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی ہیں، کتابیں نہیں پڑھ سکتے اور ای قوم میں پلے بڑھے ہیں جنہیں پڑھنے پڑھانے سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ معنی یہ ہے: آپ ان واقعات کے وقت حاضر نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ واقعات آپ کو وحی کیے ہیں تاکہ آپ مشرکین کو ان غیب کی باتوں کی خبر دیں۔[1]

وَلٰـكِنَّاۤ اَنۡشَاۡنَا قُرُوۡنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيۡهِمُ الۡعُمُرُ‌: ...... لیکن ہم نے موسیٰ کے بعد بہت ساری امتوں اور نسلوں کو پیدا کیا، ان پر طویل زمانہ گزر گیا اور وقفہ بھی طویل ہو گیا جس کی وجہ سے وہ اللہ کو یاد رکھنا بھول گئے۔ انہوں نے دین و شریعت کو بدل دیا اس میں تحریف کر دی تو اے محمد! ہم نے تمہیں پیغمبر بنا کر بھیجا۔ ابوسعود نے آیت کا معنی یوں بیان کیا ہے: لیکن ہم نے آپ کے اور موسیٰ کے درمیانی زمانہ میں بہت ساری امتوں کو پیدا کیا ان پر عرصہ طویل گزر گیا، شرائع و احکام تبدیل ہو گئے، اصل حقائق پردہ خفا میں چلے گئے اس لیے ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی۔ گویا آیت کریمہ میں ذکر موجب پہ اکتفا کیا گیا ہے مستدرک کو حذف کر دیا گیا ہے۔ وَمَا كُنۡتَ ثَاوِيًا فِىۡۤ اَهۡلِ مَدۡيَنَ تَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا‌: اے محمد! آپ اہل مدین کے پاس مقیم نہیں تھے کہ آپ کو موسیٰ، شعیب اور ان کی بیٹی کے واقعات کا علم ہوتا اور آپ اہل مکہ کو سناتے جاتے۔ وَلٰـكِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِيۡنَ: لیکن ہم نے آپ کو اہل مکہ میں رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور ہم نے آپ کو ان تمام واقعات کی خبریں دی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا آپ ان واقعات سے لاعلم ہوتے۔

---

[1] ابن کثیر ۳/۱۱۵ المختصر

رسالت اللہ کی نعمت ہے

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا:...... اسی طرح آپ طور پہاڑ کی طرف بھی نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کو آواز دی اور ہم ان سے ہم کلام ہوئے۔ وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ: آپ نے واقعات اور قصص انبیا کا مشاہدہ نہیں کیا لیکن یہ تمام قصص ہم نے آپ کی طرف وحی کیے ہیں اور ہم نے آپ کو سنائے ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت، تاکہ آپ ایسی قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ: تاکہ وہ آپ کی لائی ہوئی آیات بینات اور تعلیمات سے نصیحت حاصل کریں۔ اور آپ کے دین میں داخل ہو جائیں۔ مفسرین کہتے ہیں: زمانہ فترت کی قوم سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانہ میں تھے اور یہ تقریباً چھ سو سال کا عرصہ ہے۔

وَلَوْلَا أَن تُصِيبَهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ:...... اگر ان کا یہ قول نہ ہوتا جب کفر کے بسبب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی۔ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ: وہ اس موقع پر کہتے: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہیں بھیجا جو ہمیں تیری آیات پہنچاتا اور ہم ان آیات پر عمل کرتے اور ہم ان کی تصدیق کرتے، قرطبی کہتے ہیں۔ لَوْلَا: کا جواب محذوف ہے اور اس کی تقدیر یوں ہے: "لما بعثنا الرسل" یعنی ہم پیغمبروں کو مبعوث نہ کرتے۔[1] التسہیل میں لکھا ہے۔ لَوْلَا: اول صرف امتناع ہے اور لَوْلَا: ثانی عرض و تخصیص ہے۔ اور آیت کا معنی ہے: اگر انہیں کفر کے بسبب مصیبت پہنچتی ہم پیغمبر نہ بھیجتے۔ ہم نے اتمام حجت اور ان پر حجت قائم کرنے کے لیے پیغمبر بھیجے تاکہ وہ یہ نہ کہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا ہم تیری آیات کی اتباع کرتے اور ہم ایمان لاتے۔[2] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بغض و عناد اور حق بات رد کرنے کے متعلق خبر دی ہے۔

کفار مکہ کی ہٹ دھرمی

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ:...... جب اہل مکہ کے پاس حق آ گیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن معجز لے کر آئے۔ اور یہ حق ہمارا بھیجا ہوا ہے تو اہل مکہ نے کہا: محمد کو کھلم کھلا معجزات کیوں نہیں دیے گئے اور واضح حجتیں کیوں نہیں دی گئیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا جیسے معجزات دیے گئے ہم پھر ایمان لاتے ان معجزات کو دیکھ کر۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کیا۔ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ: کیا انسانوں نے موسیٰ کو دیے ہوئے کھلے معجزات کا انکار نہیں کیا؟ مجاہد کہتے ہیں: یہودیوں نے مشرکین مکہ سے کہا کہ محمد سے مطالبہ کرو کہ وہ ایسے معجزات پیش کرے جیسے موسیٰ نے پیش کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کیا کہ یہود نے بھی تو موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا ہے۔[3] أَوَلَمْ يَكْفُرُوا: میں اس تفسیر کے مطابق ضمیر کا مرجع یہود ہیں۔ یہ ابن جریر کی مختار تفسیر ہے، ابوحیان کہتے ہیں میرے نزدیک لَمْ يَكْفُرُوا: کی ضمیر کا مرجع مشرکین مکہ ہیں، تو اس صورت میں آیت کا معنی ہوگا کہ قریش نے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے یہ موسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب ہے گویا انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا بھی انکار کر دیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جادو کی نسبت گویا موسیٰ علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت ہے۔ چوں کہ تمام انبیا ایک ہی وادی سے تعلق رکھتے ہیں اگر کسی نے کسی ایک پیغمبر کی طرف غیر مناسب بات منسوب کر دی گویا اس نے تمام انبیاء کی طرف وہ بات منسوب کر دی۔ اس تفسیر کی صورت میں تمام ضمائر میں مطابقت ہو جاتی ہے۔[4] قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا: مشرکین نے کہا کہ تورات اور انجیل دونوں جادو کے قبیل سے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی تصدیق کے لیے آپس میں تعاون کیے ہوئے ہیں۔ سدی کہتے ہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے۔ وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ: ہم تو دونوں کتابوں کے منکر میں اور ان کا کفر کرتے ہیں۔ ابوسعود کہتے ہیں: یہ کفار کی طرف سے دونوں کتابوں کے کفر کی تصریح ہے جو ان کے کفر و عصیان میں شدت پسند ہونے کی دلیل ہے اور ان کی انتہا درجے کی سرکشی پر دلالت کرتی ہے۔[5]

---

[1] القرطبی ۱۳/ ۲۹۳ [2] التسہیل ۳/ ۱۰۷ [3] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۷ [4] البحر ۷/ ۱۲۳ [5] تفسیر ابوالسعود ۴/ ۱۵۶

کفار کے اعتراض کا جواب

قُلۡ فَأۡتُوۡا بِکِتٰبٍ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ھُوَ اَھۡدٰی مِنۡھُمَاۤ اَتَّبِعۡہُ:...... عاجز قرار دینے کے لیے امر ہے یعنی اے محمد! ان سے کہہ دیجیے: جب تم نے ان دو کتابوں کا انکار اور کفر کر دیا باوجود یہ کہ یہ کتابیں شرائع، احکام اور مکارم اخلاق کو متضمن ہیں تو پھر تم کوئی ایسی کتاب من جانب اللہ لے آؤ جو ان دونوں کتابوں کی بنسبت زیادہ ہدایت دینے والی ہو اور ان سے زیادہ اصلاح کرنے والی ہو۔ میں بھی اس کتاب کو اختیار کرلوں گا۔ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ: اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ دونوں کتابیں جادو کے پلندے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اہل دانش کو بالضرورہ اس چیز کا علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے جامع، اکمل، افصح، ابلغ، اعظم، اعلیٰ وارفع کتاب کوئی بھی نازل نہیں کی، اور قرآن مجید کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی۔ قرآن عظیم کے بعد تورات مقدس کا مرتبہ ومقام آتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی۔ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِیۡهَا هُدًی وَّنُوۡرٌ: انجیل تو متمم تورات اور تکملۂ تورات ہے۔[1] فَاِنۡ لَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَكَ فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یَتَّبِعُوۡنَ اَهۡوَآءَهُمۡ: اگر وہ آپ کا مطالبہ نہیں مانتے تو جان لو کہ ان کا کفر عناد ہے اور خواہشات پرستی ہے۔ کسی حجت وبرہان کی بنا پر نہیں ہے۔

خواہش کی پیروی

وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیۡرِ هُدًی مِّنَ اللّٰہِ:...... اس آدمی سے زیادہ گمراہ کوئی نہیں جو خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہو بغیر کسی ہدایت اور راہنمائی کے جو اللہ کی طرف سے ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ: جو شخص معاند وظالم ہوا سے اللہ تعالیٰ حق کی توفیق نہیں دیتا بوجہ اس کے خواہشات نفس میں منہمک ہونے کے اور اللہ کے راستے سے اعراض کرنے کی۔ وَلَقَدۡ وَصَّلۡنَا لَهُمُ الۡقَوۡلَ لَعَلَّهُمۡ یَتَذَكَّرُوۡنَ: ہم نے پے درپے وقتاً فوقتاً قریش تک قرآن پہنچایا، جس میں وعدہ بھی ہے وعید بھی۔ قصے بھی ہیں مواعظ وعبرتیں بھی نصائح بھی ہیں اور تذکیر بھی تاکہ وہ قرآن کے پیغام سے نصیحت حاصل کرسکیں۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی ہے کہ ہم نے قرآن نازل کیا تھوڑا تھوڑا کرکے، جو گزشتہ امتوں کے بارے میں خبر دیتا ہے، انہیں عذاب کیسے دیا جائے شاید وہ نصیحت قبول کرلیں۔[2]

مؤمنین کا ایمان بالکتب

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِهٖ هُمۡ بِهٖ یُؤۡمِنُوۡنَ:...... جن لوگوں کو اس قرآن سے پہلے تورات اور انجیل دی (یعنی اہل کتاب کے مسلمانوں کو) وہ اس قرآن کی بھی تصدیق کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی اہل کتاب میں سے جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔[3] وَاِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّنَاۤ: جب انہیں قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں: اس میں جو کچھ ہے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اِنَّا كُنَّا مِنۡ قَبۡلِهٖ مُسۡلِمِیۡنَ: ہم قرآن کے نزول سے پہلے ہی توحید خدائے تعالیٰ کے قائل ہیں اور اس کے حکم کو ماننے والے اور اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ عنقریب محمد کو مبعوث کیا جائے اور اس پر قرآن نازل ہوگا۔ اُولٰٓئِكَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَهُمۡ مَّرَّتَیۡنِ: یہ لوگ صفات جمیلہ کے ساتھ متصف ہیں، انہیں دوگنا ثواب دیا جائے گا۔ ایک ثواب اپنی کتاب پر لانے کی وجہ سے اور دوسرا ثواب قرآن مجید پر ایمان لانے کی وجہ سے۔

حدیث میں ہے: تین قسم کے لوگ ہیں جنہیں دوبار ثواب دیا جائے گا ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو اور وہ اپنے نبی پر ایمان لائے اور پھر مجھ پر بھی ایمان لے آئے ......[4] الحدیث۔ بِمَا صَبَرُوۡا: یعنی اتباع حق پر صبر کرنے کی وجہ سے اور اللہ کی راہ میں اذیتیں برداشت کرنے کی وجہ سے۔ قتادہ کہتے ہیں: یہ آیت اہل کتاب کے کچھ لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جو شریعت حق پر قائم تھے اور اسی پر عمل کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور وہاں پر بھی ایمان لے آئے، ان کی تصدیق کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوگنا اجر عطا فرمایا بسبب

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۱۷ [2] زاد المسیر ۶/۲۸۸ [3] الطبری ۲۰/۵۶ [4] اخرجہ مسلم

اس کے کہ انہوں نے جو صبر کیا، ان میں سے ایک حضرت سلمان فارسی اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔[1] وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ: وہ کلام قبیح جیسے گالی وغیرہ کو نیکی، کلمہ ہی جمیلہ کے ساتھ دفع کرتے ہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: وہ برائی کے مقابلہ میں برائی نہیں کرتے لیکن معاف کر دیتے ہیں اور درگزر کر دیتے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ یعنی ہم نے ان کو جو رزق حلال دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور خیر و بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

شریر جاہلوں کی بات کا جواب

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ:...... اور وہ جب کفار کی طرف سے گالی اور اذیت کی باتیں سنتے ہیں تو ان کی طرف التفات نہیں کرتے اور نہ ہی کلام کرنے والے کو کوئی جواب دیتے ہیں۔ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ: یعنی ہمارا اپنا طریقہ ہے اور تمہارا اپنا طریقہ ہے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ: یہ سلام متارکہ ہے۔ زجاج کہتے ہیں: اس سے سلام تحیہ مراد نہیں یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان بات ختم۔ والسلام لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ: ہم ان کی صحبت اور میل جول کے خواہش مند نہیں ہیں۔ صاوی کہتے ہیں: مشرکین اہل کتاب کے مؤمنین کو گالیاں دیتے تھے اور کیا کرتے تھے تمہاری ہلاکت اور بربادی ہو، تم نے اپنے دین کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ ان سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال[2] اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ ان کی مدح کی ہے۔ پھر احسان کے ساتھ ان کی مدح کی، پھر اہل عصیان کو درگزر کرنے اور معاف کرنے کے وصف کے ساتھ ان کی مدح کی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ: اے محمد! تم کسی کو ہدایت دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ بسا اوقات آپ اس میں انتہا درجے کی کوشش بھی کر لیتے ہیں اور حد بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔

ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ:...... لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، لہٰذا آپ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں وہ اہل سعادت اور اہل شقاوت کو بخوبی جانتا ہے۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ: اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے جس کے اندر ہدایت کی استعداد اور صلاحیت ہو اسے ہدایت دے دیتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب پر کلمہ طیبہ پیش کیا کہ اسے پڑھ لو تاکہ قیامت کے دن میں تمہارے حق میں گواہی دے سکوں لیکن ابو طالب نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ابو حیان کہتے ہیں: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ: یعنی تم کسی کے اندر ہدایت تخلیق کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔ ابن حیان نے پھر کہا۔ اس آیت اور وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ میں منافات نہیں ہے چوں کہ اس آیت میں لَتَهْدِيْٓ کا معنی ہے لترشد یعنی آپ راہنمائی فرماتے ہیں۔ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے شبہات میں سے ایک شبہ ذکر کیا اور پھر اس کا رد کیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا: کفار قریش نے کہا: اے محمد! اگر ہم دین میں تیری اتباع کریں اور ہم اپنا دین چھوڑ دیں تو ہمیں خوف ہے کہ عرب ہمیں اچک لیں گے اور پھر ہمارے خلاف جمع ہو کر جنگ چھیڑ دیں گے اور ہمیں ہماری سرزمین سے نکال باہر کریں گے۔ مبرد کہتے ہیں: اَلتَّخَطُّفُ کا معنی ہے سرعت کے ساتھ اچک لینا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے کہا۔

مکہ مکرمہ امن کی جگہ ہے

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا:...... کیا ہم نے ان کی جان اور خون محفوظ و معصوم نہیں کر رکھا اور ان کی جگہ کو حرم اور امن والی قرار نہیں دیا یہ جگہ بیت اللہ

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۸ [2] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین۔

کے وجہ سے حرم نہیں؟ بھلا ان کے کفر کے عالم میں حرم ان کی جگہ ہے، ان کے اسلام لے آنے کے بعد امن کی جگہ نہیں ہوگی؟ یُجْبٰۤی اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا: جہاں ہر طرف سے رزق کھینچا لایا جاتا ہے باوجود یہ کہ اس وادی میں فصلوں کے کاشت کاری نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ سرزمین فصلوں کے لیے صالح ہے، ان کا رزق ہمارے پاس ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ: لیکن ان میں سے اکثر جاہل میں اس بارے میں سوچ بچار نہیں کرتے اور نہ کچھ سمجھتے ہیں۔ ابوحیان کہتے ہیں: اس بیان سے مشرکین کی حجت ختم ہوگئی جب کہ وہ تو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور کفر کرتے ہیں، بتوں کی عبادت کرتے ہیں اس کے باوجود حرم میں امن سے رہتے ہیں۔ یہاں سے باہر کے لوگ آپس میں لڑتے ہیں ان کی جنگیں ختم نہیں ہوتی جب کہ یہ لوگ ایسے شہر میں رہتے ہیں جہاں فصلیں نہیں اگتیں لیکن ان کے پاس ہر وہ چیز پہنچتی ہے جس کے وہ محتاج ہوتے ہیں بھلا اس وقت کیا حال ہوگا جب یہ ایمان لے آئیں اور ہدایت پر آجائیں؟[1]

تکبر کا انجام

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَا:..... کتنی بستیاں ہیں جن کے رہنے والے سرکشی کرتے تھے، اپنے سامان عیش پر نازاں تھے، شرارت کے ٹیلے تھے اور کفر پر مصر رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا ان کی بستیوں کی تباہ و برباد کر دیا۔ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِیْلًا: یہ ان کی رہائش گاہیں ہیں جو خالی پڑی ہیں ان کے ظلم کی وجہ سے ان کے بعد بہت کم آباد رہیں چوں کہ اصل رہائشی عذاب الٰہی میں تباہ ہوگئے اب راہ گزر یا کوئی مسافر عارضی طور پر وہاں رک کر آگے گزر جاتا ہے۔ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ: ہم ہی ان کی املاک اور ان کے گھروں کے وارث اور مالک ہیں۔ بحر میں لکھا ہے: آیت میں اہل مکہ کو بری عاقبت سے خوف دلایا جا رہا ہے جب کہ انہی جیسا حال ان سے پہلی قوموں کا تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ حالاں کہ ان پر اللہ کی نعمتوں کی بارش تھی وہ بھی امن و عیش کی زندگی میں منہمک تھے، نعمتوں پر اتراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ کر دیا اور ان کے گھروں کو کھنڈر و ویران کر دیا۔[2]

بغیر نبی بھیجے عذاب نہیں کیا جاتا

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰی:..... جب کہ عادۃ اللہ ایسی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کافر بستیوں کو ہلاک کر دے۔ حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا: یہاں تک کہ ان بستیوں کے مرکز اور صدر مقام میں کوئی رسول نہ بھیج دے جو انہیں اللہ کا پیغام پہنچائے تاکہ مشرکین کی حجتیں قطع ہو جائیں اور اتمام حجت ہو جائے۔ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِی الْقُرٰۤی اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ: ہم بستیوں کو تباہ اور ان کے رہنے والوں کو ہلاک نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ ہلاکت کے مستحق نہ ہو جائیں، بوجہ ان کے کفر پر مصر رہنے کے اور رسولوں کو بھیجنے کے بعد اتمام حجت ہونے پر۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کفار کو ہلاک نہیں کرتا مگر اس وقت جب وہ ظلم و کفر کے سبب ہلاکت کے مستحق ٹھہریں، آیت میں اللہ تعالیٰ کے عدل اور ظلم سے اس کے پاک و منزہ ہونے کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کفار کو ہلاک نہیں کرتا ان کے ظالم ہونے کے ساتھ مگر اس وقت جب ان پر حجت پوری ہو جائے اور پیغمبر ان کی طرف مبعوث ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم ان پر حجت نہیں کہ اللہ کے علم میں وہ کافر ہیں لہٰذا ہلاک کر دیے جائیں بلکہ اتمام حجت ضروری ہے اس کے بعد پھر ان کی ہلاکت ہوتی ہے۔[3]

دنیا کے منافع عارضی ہیں

وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُهَا:..... اے لوگو! مال و خیر میں سے جو کچھ تمہیں عطا کیا گیا ہے یہ متاع قلیل ہے اور دنیوی زندگی میں برتنے برتانے کا سامان ہے، پھر کبھی یہ فنا ہو جائے گا۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس آیت میں دنیا کی حقارت کی خبر دے رہے ہیں

---

[1] البحر المحیط ۷/ ۱۲۶ [2] البحر المحیط ۷/ ۱۲۶ [3] سابقہ مرجع

اور دنیوی زینت اور آرائش کمتر ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ بنسبت اس جنت کے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے تیار کر رکھی ہے اور وہ دائمی ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نعمتیں ہیں۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى: اللہ تعالیٰ کے پاس جو اجر و ثواب اور دائمی نعمتیں ہیں جو باقی رہنے والی ہیں وہ دنیا کی زائل ہو جانے والی نعمتوں سے بدر جہا افضل ہیں۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: یہ توبیخ ہے یعنی کیا تم سمجھتے ہیں کہ باقی رہنے والی چیز فنا ہو جانے والی سے افضل ہوتی ہے؟ امام فخر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ دنیا کے منافع مضرتوں اور تکالیف کے ساتھ مربوط ہیں بلکہ دنیا کے منافع ہیں مضرتیں زیادہ ہیں جب کہ آخرت کے منافع کبھی نہ ختم ہونے والے ہیں اور دنیا کے منافع ختم ہو جانے والے ہیں۔ جب شے متناہی غیر متناہی کی مقابل آجائے تو وہ کالعدم ہو جاتی ہے۔ بھلا یہ تقابل کا ہے کو ہے دنیا ذرہ ہے۔ اور آخرت سمندر ہے، ذرہ کو سمندر سے کیا نسبت؟ چنانچہ جو شخص دنیا کے منافع پر آخرت کے منافع کو ترجیح نہ دے گو یا وہ عقل سے خالی ہے۔[1]

مؤمن اور کافر برابر نہیں

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ:...... جس شخص کے ساتھ ہم نے جنت، اس کی دائمی نعمتوں اور جو کچھ جنت میں ہے کا پختہ وعدہ کر لیا ہو وہ بلاشبہ اسے پائے گا چوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جیسے ہم نے دنیا کا عارضی سامان برتنے کے لیے دیا ہو جو کدورتوں سے بھرا ہو مشقتوں اور کلفتوں میں گھرا ہوا اور جس کے منقطع ہونے پر حسرت افسوس ہوتا ہو؟ ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ: پھر وہ آخرت میں عذاب کے لیے حاضر کیا گیا ہو کیا کوئی عقلمند ان دونوں کے درمیان یکسانیت کا قائل ہو سکتا ہے؟ ابن جوزی کہتے ہیں: یہ دنیا و آخرت کے درمیان فرق کی وضاحت ہے اور آیت مَنْ وَّعَدْنٰهُ: سے مراد مؤمنین ہیں اور مَنْ مَّتَّعْنٰهُ: سے مراد کفار ہیں۔ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ: مشرکین کے حال کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین کو بطور توبیخ پکار کر کہے گا: کہاں ہیں تمہارے شرکا، معبودان، بت اور دیوتے جن کی تم میرے علاوہ عبادت کرتے تھے اور تم دعویٰ کرتے تھے کہ وہ تمہاری مدد کرتے ہیں اور تمہاری سفارش کرتے ہیں؟ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ: ان کے رؤسا اور بڑے جن پر عذاب واجب ہو چکا کہیں گے: رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا: یہ ہمارے پیچھے چلنے والے ہیں جنہیں ہم نے تیرے راستے سے ہٹایا۔ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا: ہم نے انہیں اسی طرح بہکایا جس طرح ہم بہکے ہوئے تھے، ہم نے ان کو گمراہی پر مجبور نہیں کیا، لیکن وسوسے اور قباحت کے آراستہ ہونے کی وجہ سے وہ گمراہ ہوئے جیسے ہم گمراہ ہوئے۔ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ: یا اللہ! انہوں نے جو ہماری عبادت کی اس سے ہم بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، حقیقت میں وہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اپنی خواہشات کی عبادت کرتے تھے۔

مشرکین کو اپنے شرکا پکارنے کا حکم

وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ:...... کفار سے کہا جائے گا: دنیا میں جن معبودان کی تم عبادت کرتے تھے ان سے فریاد کرو تا کہ وہ تمہاری مدد کریں اور تم سے عذاب کو دور کریں۔ یہ بطور تہکم کہا جائے گا۔ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ: وہ ان سے فریاد کریں گے تاہم وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور نہ ہی ان سے کوئی فائدہ اٹھائیں گی، یہ ان کی کم عقلی کی بنا پر ہوگا۔ وَرَاَوُا الْعَذَابَ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ: جب وہ عذاب دیکھیں گے تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی ہدایت پر ہوتے۔ طبری کہتے ہیں: یعنی جب کفار عذاب دیکھیں گے خواہش کریں گے کہ کاش! دنیا میں انہوں نے بھی راہ حق اختیار کر کے ہدایت پر کار بند ہوتے ہوئے۔[2] وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ: مشرکین! ایک اور توبیخ سنائی جا رہی ہے۔ یعنی جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پکارے گا اور سوال کرے گا: تم نے میرے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ کیا تم نے ان کی تصدیق کی یا ان کی تکذیب کی؟

---

[1] القرطبی ۱۳ / ۳۰۲ [2] التفسیر الکبیر ۲۵ / ۲۶ [3] الطبری ۲۰ / ۶۳

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ:...... تمام حجتیں ان پر مخفی ہو جائیں گی، تمام امور ان پر تاریک ہو جائیں گے۔ انہیں پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کیا جواب دیں، حیران و درماندہ ہوں گے، دہشت و حیرانی کی وجہ سے ایک دوسرے سے بھی سوال نہیں کریں گے۔

ایمان اور عمل صالح اصل کامیابی ہے

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ:...... سو جس شخص نے شرک سے توبہ کی ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کیے عین ممکن ہے وہ نعمتوں والی جنت سے کامیاب ہو جائیں۔ صاوی کہتے ہیں: قرآن میں ترجی بمنزلہ تحقق کے ہے، چوں کہ یہ رب رحیم کی طرف سے وعدہ ہوتا ہے۔ اور شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ [1] وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ: اللہ تعالیٰ ہی خالق و متصرف ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، کسی کو حق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض کرے، مقاتل کہتے ہیں: یہ آیت ولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی جب اس نے کہا:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

یعنی یہ قرآن دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں کیا گیا۔ (سورۃ الزخرف: آیت ۳۱)

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ:...... انسانوں میں سے کسی کو اختیار حاصل نہیں، اختیار اور ارادہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ: اللہ تعالیٰ منزہ اور پاک ہے اس امر سے کہ اس کی بادشاہت میں کوئی تنازع کرے یا اس کے اختیار میں کوئی شریک ہو یا اس کی حکمت میں کوئی پر مار سکے۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: تمہارا پروردگار مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے نبوت کے لیے منتخب کرتا ہے، افعال میں اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہی حکمت کی وجوہ کو بخوبی جانتا ہے، مخلوق میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ پر اختیار حاصل نہیں۔ [2]

اللہ کا علم محیط ہے

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ:...... مشرکین نے اپنے دلوں میں رسول کریم ﷺ اور مومنین کی جو عداوت اور بغض اور کفر چھپا رکھا ہے اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی آگاہ ہے۔ رسول کریم ﷺ کی شان میں جو طعنے ظاہر کرتے ہیں ان سے بھی اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے، چنانچہ مشرکین کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ نے صرف ابو طالب کے یتیم ہی پر وحی نازل کی؟ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اللہ جل شانہٗ ہی عبادت کا مستحق ہے، عبادت کا اللہ کے سوا کوئی مستحق نہیں۔ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ: دنیا و آخرت میں کامل حمد و ثنا اسی کے لیے ثابت ہے چوں کہ دونوں جہانوں میں اپنے بندوں پر نعمتوں کی بارش وہی برساتا ہے۔ وَلَهُ الْحُكْمُ: اسی کا حکم اور فیصلہ انسانوں میں نافذ ہوتا ہے۔ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ: قیامت کے دن تمام مخلوقات نے صرف اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان و بدیع کی مختلف اصناف آشکارا ہیں۔ مختصراً ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں۔

بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ:...... میں تشبیہ بلیغ ہے یعنی "ہم نے انہیں تورات عطا کی گویا کہ وہ لوگوں کے دلوں کے لیے انوار ہے"۔ حرف تشبیہ حذف کر دیا ہے اور وجہ شبہ بھی محذوف ہے یہ تشبیہ بلیغ ہوگی۔ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ: میں مجاز مرسل ہے۔ مراد کیے گئے اعمال ہیں۔ جزو کا اطلاق کیا گیا ہے اور مراد کل ہے۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں: جب تمام اعمال ہاتھوں سے طے پاتے ہیں تو ہر عمل کو ایسے ہی سے تعبیر کیا۔ [3] اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا: میں مجاز عقلی ہے، چوں کہ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا: سے مراد سابقہ امتیں ہیں جو مختلف زمانوں میں پیدا کی گئیں لہٰذا امتوں کو قرون کی طرف مجاز عقلی کے طور پر منسوب کر دیا گیا۔ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ: میں لَوْلَا کا جواب محذوف ہے۔ چوں کہ سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے تقدیری عبارت یوں ہے: ما ارسلناك یا محمد رسولاً الیهم. یہ ایجاز حذف کے باب میں سے ہے۔

---

[1] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/ ۲۲۳ [2] القرطبی ۱۳/ ۳۰۵ [3] الکشاف ۳/ ۳۲۰

لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی:...... میں تخفیف ہے لَوْلَآ ھَلَّا کے معنی میں ہے، لولا امتناع وجود کے لیے نہیں۔ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ: میں تعجیز ہے، امر اپنی حقیقت سے خارج ہو کر تعجیز کے لیے ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ: میں طباق سلب۔ حَرَمًا اٰمِنًا: میں مجاز عقل ہے، امن کی نسبت حرم کی طرف کی گئی ہے حالاں کہ امن تو اہل حرم کے لیے ہے۔ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ: میں اسلوب تحریہ اور تہکم ہے۔

اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَا:...... میں تشبیہ مرسل ہے۔ فَعَمِیَتْ عَلَیْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ: میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہے۔ شہاب کہتے ہیں: عمٰی کا استعارہ ہے عدم ہدایت کے لیے وہ انباء کے لیے ہدایت نہیں حاصل کرتے، پھر مبالغہ کے لیے قلب کر دیا گیا گویا انباء (پہلی امتوں کے واقعات) کو ان تک رسائی نہیں ہو پا رہی۔ اصل میں عبارت یوں ہے: فعموا عن الانباء یعنی کفار سابقہ واقعات سے اندھے ہو چکے۔ یہ معنی خفا کو متضمن ہے اس لیے "علی" کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے۔ اس ایک جملے میں بلاغت کی مختلف انواع ہیں، استعارہ ہے، قلب ہے اور تضمین ہے۔ [١] تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ: اور الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ: میں طباق ہے اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ؕ
اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ
یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا
فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ
كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ
ع ١٥ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿٧٥﴾ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی فَبَغٰی عَلَیْهِمْ ۠ وَاٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ
اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ﴿٧٦﴾
وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ
وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿٧٧﴾ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ
اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا یُسْـَٔلُ
عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٧٨﴾ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ
لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ
خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا یُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ
مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ﴿٨١﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ

---

[١] محاسن التاویل للقاسمی

بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا
لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي ع ۸
الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ
فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى
مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ
اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ
وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قف
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ ع ۱۲ - وقف لازم ۱۱/۹/۸۸

ترجمہ:.....آپ فرما دیجیے تم بتاؤ اگر اللہ قیامت کے دن تک تمہارے اوپر ہمیشہ کے لیے رات ہی کو موجود رکھے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی کو لے آئے، تو کیا تم نہیں سنتے؟ ﴿۷۱﴾ اور آپ فرما دیجیے کہ تم یہ بتاؤ کہ اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ کے لیے دن ہی کو موجود رکھے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہارے لیے رات کو لے آئے، اس میں تم آرام کرتے ہو، کیا تم نہیں دیکھتے؟ ﴿۷۲﴾ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے دن کو اور رات کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔ ﴿۷۳﴾ اور جس دن وہ ان سے فرمائے گا کہ میرے شرکا کہاں ہیں جنہیں تم شریک سمجھتے تھے ﴿۷۴﴾ اور ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ نکال کر لائیں گے۔ پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل پیش کرو۔ سو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ سچی بات اللہ ہی کی ہے اور وہ جو کچھ جھوٹی باتیں گھڑا کرتے تھے وہ سب گم ہو جائیں گی۔ ﴿۷۵﴾ بلاشبہ قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا سو وہ ان کے مقابلے میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اسے خزانوں میں سے اس قدر دیا تھا کہ اس کی چابیاں ایسی جماعت کو گراں بار کر دیتی تھیں جو قوت والے لوگ تھے جبکہ اس کی قوم نے اس سے کہا کہ تو مت اترا بلاشبہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا ﴿۷۶﴾ اور اللہ نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس میں دار آخرت کی جستجو کرتا رہ اور دنیا میں سے اپنا حصہ فراموش مت کر اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اسی طرح تو بھی احسان کر، اور زمین میں فساد کو تلاش مت کر، بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ﴿۷۷﴾ وہ کہنے لگا کہ مجھے جو کچھ دیا گیا ہے یہ تو صرف میرے علم کی وجہ سے ہے جو میرے پاس ہے، کیا اس نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ نے اس سے پہلے کتنی ہی جماعتوں کو ہلاک کر دیا جو قوت میں اس سے زیادہ سخت تھیں اور اس سے زیادہ جتھہ والی تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا۔ ﴿۷۸﴾ سو وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی ٹھاٹھ باٹھ میں نکلا جو لوگ دنیا والی زندگی کے طالب تھے وہ کہنے لگے کاش ہمارے لیے بھی ایسا ہی مال ہوتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے بلاشبہ وہ بڑے نصیب والا ہے۔ ﴿۷۹﴾ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا تمہارے لیے ہلاکت ہے اللہ کا ثواب اس شخص کے لیے بہتر ہے جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے اور یہ بات انہی کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے جو صبر کرنے والے ہوں ﴿۸۰﴾ سو ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، سو کوئی بھی جماعت نہ تھی جو اس کی مدد کر کے اللہ سے بچا لیتی اور وہ خود بھی اپنی مدد کرنے والا نہ تھا۔ ﴿۸۱﴾ اور کل گزشتہ جو لوگ آرزو کر رہے تھے کہ ہم بھی اس جیسے ہو جاتے صبح ہونے پر کہنے لگے کہ ارے! بات یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا رزق اپنے بندوں میں سے جسے چاہے زیادہ دے اور جس پر چاہے رزق تنگ کر دے اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا، ارے بات یہ ہے کہ کافر لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔ ﴿۸۲﴾ یہ آخرت کا گھر ہم اسے ان لوگوں کے لیے خاص کر

دیں گے جو زمین میں بلندی اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور اچھا نتیجہ متقیوں کے لیے ہے۔ (۸۳) جو شخص نیکی لے کر آئے گا سو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ملے گا، اور جو شخص بدی لے کر آئے گا سو جن لوگوں نے برے عمل کیے انہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ لوگ کیا کرتے تھے۔ (۸۴) بلاشبہ جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ واپس پہنچا دے گا، آپ فرما دیجیے کہ میرا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جانتا ہے کہ جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔ (۸۵) اور آپ کو اس کی امید نہ تھی کہ آپ کو کتاب دی جائے گی مگر محض آپ کے رب کی رحمت سے، سو آپ ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہو جایئے۔ (۸۶) اور ہرگز یہ لوگ آپ کو اللہ کی آیات سے نہ روک دیں۔ اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل ہو چکی ہے اور آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہیے اور ہرگز مشرکین میں سے نہ ہو جایئے۔ (۸۷) اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریئے اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے اسی کی حکومت ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (۸۸)

تنبیہ:......ابوطالب کے بارے میں جو ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ بغیر ایمان کے مرا ہے، یہ صحیح ہے کتاب و سنت اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ بعض شیوخ صوفیہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ ابوطالب مرنے سے قبل اسلام لے آئے تھے، جب کہ یہ قول نصوص قطعیہ کے معارض ہے۔ شاید ان لوگوں نے ابوطالب کے ان اشعار سے استدلال کیا ہو۔

ولقد علمت بان دين محمد   من خير اديان البرية دينا
والله لن يصلوا اليك بجمعهم   حتى اوسد فى التراب دفينا

''میں نے یقین کر لیا ہے کہ محمد کا دین تمام ادیان سے بہتر ہے۔ بخدا کفار کو تم تک ہرگز رسائی نہیں ہوگی یہاں تک کہ میں قبر میں دفن کر دیا جاؤں۔''

ربط و تعارف:......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ وہ خالق و مختار ہے۔ غیر اللہ کی عبادت کے متعلق مشرکین کی سفاہت و بے وقوفی کا ذکر کیا پھر اس کے بعد ان کی عظمت جلال اور اپنی قدرت و سلطنت پر بعض دلائل براہین کا ذکر کیا تاکہ بندوں کو یاد دلائے کہ منعم کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔ پھر قارون کا قصہ ذکر کیا، یہ مالداری کی سرکشی و غرور کا قصہ ہے پھر انجام کار اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور ساتھ اس کے خزانے میں دھنستے چلے گئے، دنیا میں برتری، غرور اور طغیان کا انجام یہی ہوتا ہے۔

لغات: سَرْمَدًا:......دائمی جس پر انقطاع نہ آئے۔ طرفہ شاعر کہتا ہے:

لعمرك ما أمري علي بغمة   نهاري ولا ليلي علي بسرمد[1]

''تیری عمر کی قسم میرا معاملہ مجھ پر مخفی نہیں، نہ میرا دن نہ میری رات مجھ پر دائمی ہیں۔''

مَفَاتِحَهٗ: مِفْتَحٌ:......کی جمع ہے ایسا آلہ جس کے ساتھ کسی دوسرے چیز کو کھولا جائے۔ رہی بات مفتاح چابی کی سو اس کی جمع مفاتیح آتی ہے۔

تنوء:......تم بوجھ سے جھک جاتے ہو۔ ناء به الحمل یعنی اس کو بوجھ نے جھکا دیا۔ ذوالرمہ کہتا ہے:

تنوء بأخراها فلأيا قيامها   وتمشي الهوينى عن قريب فتبهر

تمہارا پچھلا حصہ بوجھ تلے دبا ہوا ہے اور تم اوپر اٹھنے میں تاخیر کر رہے ہو، آہستہ چلتے ہو اور قریب کی جگہ تک پہنچتے پہنچتے بھی تمہارا سانس پھول جاتا ہے۔

العصبة:......جماعت، اسی سے "العصابة" ہے بمعنی جماعت۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول وَنَحْنُ عُصْبَةٌ: ہے۔ جماعت کو عصبة اس لیے کہا جاتا ہے چوں کہ شرکائے جماعت ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔ وَيْكَاَنَّ: جوہری کہتے ہیں: وی کلمہ تعجب ہے اور کبھی کبھی كَاَنَّ پر داخل ہوتا ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ کلمہ خطا پر تنبیہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اظہار ندامت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ خلیل کہتا ہے: ان القوم تنبهوا وقلوا نادمين على ماسلف منهم وى۔ قوم بیدار ہو گئی اور جو گزر چکا اس پر ندامت میں کہتے ہیں۔ وَیْ (یعنی ہم نے افسوس) ظَهِيْرًا: مددگار، معاون، پشت پناہ۔

---

[1] القرطبی ۳۰۸/۱۳

روشنی دینے والا کون ہے؟

تفسیر: قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكُمُ الَّیۡلَ سَرۡمَدًا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ:......اے محمد! ان منکرین کفار مکہ سے کہہ دیجیے: مجھے بتاؤ، اگر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر قیامت تک ہمیشہ رات ہی رہنے دے اور رات کو ختم نہ کرے۔مَنۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ یَاۡتِیۡكُمۡ بِضِیَآءٍ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا کون سا معبود ہے جو قدرت رکھتا ہو کہ تمہارے یہاں روشنی لائے جس میں تم روزمرہ کے معاملات طے کر سکو؟ اَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ: کیا تمہارا سننا سماع نافع سے متعلق نہیں جس کے بعد سمجھ اور قبول ہو۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی پر استدلال کر سکو؟ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكُمُ النَّهَارَ سَرۡمَدًا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ: مجھے بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دن کر دے جو کبھی ختم نہ ہونے پائے۔مَنۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ یَاۡتِیۡكُمۡ بِلَیۡلٍ تَسۡكُنُوۡنَ فِیۡهِ: کون ایسا قادر معبود ہے جو رات لے کر آئے اور اس میں تم راحت و آرام کر سکو اور تھکاوٹ دور کر سکو، بھلا اللہ کے علاوہ کوئی ایسا ہے؟ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ: کیا تم جس خطا اور گمراہی پر مصر ہو اسے دیکھتے نہیں ہو؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کمال رحمت پر متنبہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَمِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں اور اس کی رحمت کے مظاہر میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن پیدا کیے، رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات، یہ رب تعالیٰ کی نہایت شاندار تخلیق ہے۔لِتَسۡكُنُوۡا فِیۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ: تاکہ تم رات کو آرام کرو۔ غم اور کدورتوں سے نجات حاصل کرو اور پھر صبح کو تازہ دم رزق کی تلاش میں نکل جاؤ۔وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ: تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرو، اس کی بے شمار نعمتیں ہیں، ان میں سے ایک رات اور دن کی نعمت بھی ہے۔

امام فخر کہتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ رات اور دن دو جلیل نعمتیں ہیں جو ایک دوسرے کے آگے پیچھے آتی ہیں، انسان اپنی ضروریات کے حصول کے لیے تھکتا ہے اور ضروریات کا حصول دن کے بغیر ناممکن ہے۔ اگر رات کا آرام و سکون نہ ہوتا تو ضروریات پوری نہ ہوتیں جب کہ دنیا میں آرام و سکون لابدی چیزیں ہیں۔ جب کہ جنت میں تھکاوٹ اور مشقت نہیں ہوگی اس لیے وہاں رات کی کوئی حاجت نہیں ہوگی اسی لیے جنت میں لذات اور روشنی دائمی ہوگی۔[1] وَیَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ فَیَقُوۡلُ اَیۡنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ: ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ توبیخ کے طور پر ہے، اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والے کو ڈانٹا جا رہا ہے، یہ دوسری ندا ہے بطور توبیخ۔ اللہ تعالیٰ سرعام پکارے گا! میرے وہ شرکاء کہاں ہیں جنہیں تم دنیا میں میرے شریک ٹھہراتے تھے؟[2] وَنَزَعۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیۡدًا: ہم ہر امت سے ایک گواہ نکالیں گے جو ان پر ان کے اعمال کے متعلق گواہی دے گا اور وہ اس امت کا نبی ہوگا۔

فَقُلۡنَا هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ:......تم جس کفر پر ڈٹے ہوئے ہو اس پر حجت پیش کرو، یہ کفار کو توبیخ ہے اور انہیں عاجز قرار دینا ہے۔فَعَلِمُوۡۤا اَنَّ الۡحَقَّ لِلّٰهِ: اس وقت جان جائیں گے کہ حق اللہ اور رسول کے لیے ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ: دنیا میں انہوں نے جو شرکاء اور معبود بنا رکھے تھے وہ آخرت میں ایسے غائب ہو جائیں گے جیسے کوئی چیز گم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قارون کا قصہ ذکر کیا ہے اور غرور و طغیان کا نتیجہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ قَارُوۡنَ كَانَ مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰی: قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور ان کی جماعت میں سے تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔فَبَغٰی عَلَیۡهِمۡ: قارون نے اپنی قوم کے سامنے تکبر کیا اور انہیں ظلم و زیادتی کا نشانہ بنایا، اللہ کے دیے ہوئے مال و دولت کے ذریعے قوم پر برتری ظاہر کی۔ طبری کہتے ہیں: قارون نے قوم پر ظلم اور تکبر کرنے میں حد تجاوز کر دی تھی۔[3] وَاٰتَیۡنٰهُ مِنَ الۡكُنُوۡزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوۡٓاُ بِالۡعُصۡبَةِ اُولِی الۡقُوَّةِ: ہم نے اسے اتنا زیادہ مال اور خزانے دے رکھے تھے کہ ان خزانوں کی کنجیاں بوجھ کی وجہ سے مضبوط طاقتور جماعت کو گراں بار کر دیتی تھیں، چہ جائے کہ اس کے خزانوں اور مال کا وزن اور بوجھ کتنا ہوگا، آیت کریمہ میں قارون کی دولت مندی کی تصویر کشی کی گئی ہے۔اِذۡ قَالَ لَهٗ قَوۡمُهٗ لَا تَفۡرَحۡ: اپنی دولت اور خزانوں پر اتراؤ نہیں۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۵/۱۱ [2] مختصر ابن کثیر ۳/۲۲ [3] الطبری ۲۰/۶۸

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ: ......ان لوگوں کو اللہ پسند نہیں کرتا جو اتراتے ہوں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرتے ہوں اور اللہ کے بندوں کے سامنے مال و دولت پر تکبر کا اظہار کرتے ہوں ۔وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ: یہ مال و دولت جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہی اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی طلب کرو اور یہ نیکیاں کرکے، صدقات وخیرات اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرکے ہوتا ہے ۔وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا: اور دنیا سے بھی اپنا حصہ آخرت میں لے جانا فراموش مت کرو۔ حسن بصری کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے یعنی دنیا میں اپنا حصہ حلال چیزوں سے فائدہ اٹھا کر اور حلال کو طلب کرکے ضائع ہونے سے بچاؤ۔[1] وَأَحْسِنْ كَمَآ أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ: اللہ کے بندوں کے ساتھ اچھائی کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ اچھائی کی ہے ۔وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ: اس مال کے ذریعے بغاوت نہ کرو، لوگوں کے سامنے تکبر نہ کرو اور معصیت کا ارتکاب کرکے زمین پر فساد نہ پھیلاؤ ۔إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ: اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو مجرم، باغی اور زمین پر فساد پھیلانے والا ہو۔

یہ مال میرے ہنر کا نتیجہ ہے

قَالَ إِنَّمَآ أُوتِيتُهُ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ: ......جب قارون کو اس کی قوم نے نصیحت کی تو قارون نے جواب دیا: یہ مال مجھے اس لیے دیا گیا کہ میں مال کمانے کے گر جانتا ہوں، اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی نہ ہوتا، وہ مجھے فضیلت نہ دیتا اور مجھے مستحق نہ سمجھتا تو وہ مجھے ہرگز مال نہ دیتا، گویا قارون نے قوم پر رد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر یوں رد کیا۔ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّأَكْثَرُ جَمْعًا: کیا یہ احمق ومغرور نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بے شمار امتوں کو ہلاک کردیا جو جسمانی قوت میں اس سے زیادہ طاقتور تھے اور اس سے زیادہ مالدار تھے؟ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں تعجب اور توبیخ ہے، گویا قارون سمجھتا تھا میرے پاس طاقت ہے مال و دولت ہے اس پر اسے زبردست ڈانٹ پڑی جبکہ قارون کو اس کا علم ہے اس نے تورات میں پڑھ رکھا ہے اور اور حفاظ تاریخ سے سن رکھا ہے۔

مجرموں سے گناہوں کی باز پرس کی ضرورت نہیں ہوگی

وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ: ......اس میں کوئی حاجت نہیں کہ مجرموں سے ان کے گناہوں کی کیفیت یا کمیت معلوم کی جائے چوں کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے، مجرموں کی ہلاکت ان سے سوال کرنے پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ جب ان پر عذاب کا قول ثابت ہوجائے گا اللہ تعالیٰ انہیں اچانک ہلاک کردے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے کہ قارون نے اپنی قوم کی نصیحت نہ مانی بلکہ سرکشی اور گمراہی پر ڈٹا رہا، چنانچہ ارشاد ہے: فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ: قارون انہی آرائش اور فخر سے اپنی برادری کے سامنے نکلا، مفسرین کہتے ہیں: ایک دن قارون اپنی کثیر متبعین کے ساتھ مکمل آرائش میں نکلا، اس کے ساتھ لوگ زرق برق ملبوسات میں آراستہ تھے۔ ملبوسات پر سونے چاندی کا عمدہ کام ہوا تھا، یہ سب سونے کی جھالروں سے مزین گھوڑوں پر سوار تھے، ان کے ساتھ رقص وگانے کے لیے کنیزیں، باندیاں اور نوجوان لڑکے تھے، گویا قارون نے اپنے تئیں شاندار محفل سجائی تھی۔

قارون کے مال پر دنیاداروں کا رشک

قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ أُوتِيَ قَارُونُ: ......جب اسے تنگ دست، دنیا کے ستائے کمزور ایمان والے ضعفاء نے دیکھا جنہیں دنیا کی زرق برق اور ملمع سازی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو انہوں نے کہا: کاش! ایسی دولت اور مال انہیں بھی حاصل ہوتا جیسا قارون کے پاس ہے۔ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ: قارون کو دنیا سے بہت بڑا حصہ ملا ہوا ہے۔

---

[1] دوسرا معنی یوں بیان کیا گیا ہے کہ اعمال صالحہ کے ترک سے اپنی عمر ضائع مت کر۔ یہ معنی ابن عباس اور مجاہد سے مروی ہے۔ جب کہ حسن بصری اور قتادہ کا بیان کردہ معنی ابن کثیر کا مختار ہے۔

اہل علم کی لوگوں کو نصیحت

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ:...... اہل علم وفہم اور اہل استقامت میں سے عقلا نے کہا۔ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا: تمہارا ناس ہو ایسی بات سے باز رہو چوں کہ مؤمنین صالحین کو جو اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے وہ قارون کی دنیا اور اس کی حالت سے افضل واعلیٰ ہے۔ زمخشری کہتے ہیں نویلك: اصل میں ہلاکت کی بددعا ہے پھر یہ لفظ زجر وڈانٹ اور ناپسندیدہ کام کو چھوڑنے پر برانگیختہ کرنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔[1] چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قارون کے منحوس خاتمہ کے متعلق فرمایا۔

قارون کا عبرت ناک انجام

وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ۝ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ:...... ہم نے اس کو اس روز اور اس کے خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا۔ یہ اس کی سرکشی اور اترانے کا بدلہ ہے۔ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اس کا کوئی مددگار، حمایتی نہ ہو سکا جو اسے عذاب خداوندی سے نجات دلاتا۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ اور نہ وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا بلکہ وہ ہلاک ہو گیا۔ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ: جو لوگ ماضی قریب میں اس کے مرتبہ ومقام اور دولت مندی کی تمنا کرتے تھے بعد اس کے کہ قارون کو زمین میں دھنستا دیکھا۔

يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ:...... اپنی تمنا پر حسرت وافسوس کرتے ہوئے کہتے تھے: اے قوم! اللہ تعالیٰ کے کیے پر تعجب کرو، اللہ تعالیٰ کیسے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے۔ اپنی مشیت وحکمت کے مطابق، نہ کہ انسان کی شرافت وکرامت کی وجہ سے۔ اور جس پر چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے وہ ایسا اپنی حکمت وقضا سے کرتا ہے اور بندے کو آزمانا چاہتا ہے، نہ کہ بندے کو ذلیل ورسوا کرنا چاہتا ہے۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں: وَيْكَاَنَّ: دو کلمات ہیں وَيْ، كَاَنَّ: سے جدا ہے۔ ''وَيْ'' کلمہ تنبیہ ہے اور اس سے خطا وندامت پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ معنی ہے! قوم اپنی خطا پر متنبہ ہوئی کہ انہوں نے قارون کے مرتبہ ومقام کی تمنا کر کے خطا کی ہے۔ اور پھر اس پر انہیں ندامت ہوتی اور کہا: لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا: یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا لطف واحسان ہمارے اوپر نہ ہوتا، ہمیں ایمان اور رحمت سے فضیلت نہ دی ہوئی اور قارون کی طرح ہمیں مال دیا ہوتا۔ لَخَسَفَ بِنَا: تو ہمارا انجام وہی ہوتا جو قارون کا ہوا ہم بھی اسی طرح زمین میں دھنس جائے جس طرح قارون دھنس گیا ہے۔ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ: اللہ تعالیٰ کا کام عجیب ہے چنانچہ کفار نہ دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں، یہاں قارون کا قصہ مکمل ہو چکا، اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جاہ وحشمت اور سلطنت کے طغیان کا قصہ بیان کیا اور پھر مال ودولت کے طغیان کا قصہ بیان کیا، پھر ان دونوں پر شاندار طریقہ سے تفریع بٹھائی ہے۔

آخرت متقین کے لیے ہے

چنانچہ ارشاد ہوا: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا: اشارہ برائے تفخیم وتعظیم ہے۔ یہ عالی شان ٹھکانا جس کی تم نے خبر سن رکھی ہے جس کا وصف وخوبی تم تک پہنچا ہے وہ سرمدی نعمتوں والی جنت ہے۔ جس میں ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، جو کسی کان نے نہیں سنیں، جو کسی دل پر کھٹکی تک نہیں۔ یہ نعمتیں ہم نے ان لوگوں کے لیے مقرر کر رکھی ہیں جو پرہیزگار ہوں، سرکشی اور تکبر نہ کرتے ہوں، دنیا کی زندگی میں ظلم وعدوان سے دور رہتے ہوں۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: اچھا انجام ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں، جو اس کی رضامندی کے خواستگار ہوں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوں۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا: جو شخص قیامت کے دن ایک نیکی لے کر آئے گا اللہ تعالیٰ اسے چند در چند بڑھا دے گا۔

---

[1] الکشاف ۳/ ۳۴

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ:...... جو شخص قیامت کے دن برائیاں لے کر آیا اسے صرف انہی برائیوں کا بدلہ دیا جائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر محض فضل و کرم ہے کہ نیکیوں کو چند در چند بڑھا دے گا اور برائیوں کو جوں کا توں رکھے گا۔ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ: بے شک جس ذات نے اے محمد! تمہارے اوپر قرآن نازل کیا اور اس قرآن پر عمل کرنا فرض کیا۔ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ: وہ تمہیں مکہ واپس لوٹائے گا جیسے وہاں سے تمہیں نکالا، یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کا وعدہ کیا ہے اور واپس مکہ جانے کا وعدہ بھی کر دیا ہے بعد اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ اللہ تمہیں مکہ واپس لوٹائے گا۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل کر مقام جحفہ پہنچے تو مکہ کی محبت آپ کے دل میں جوش مارنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل کی۔[1] قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے: میرا پروردگار ہدایت پانے والے کو اور گمراہ کو خوب جانتا ہے، میں ہوں یا تم ہو؟ اللہ جل شانہٗ نیکوکار اور بدکار کو خوب جانتا ہے۔ ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ یہ کفار مکہ کے قول کا جواب ہے۔ وہ کہتے تھے: اے محمد! تم گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

نزول قرآن اللہ کی رحمت سے ہے

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ:...... آپ کو یہ طمع نہیں تھی کہ آپ کو نبوت دی جائے۔ اور یہ خواہش بھی نہیں تھی کہ آپ پر کوئی کتاب نازل کی جائے۔ لیکن یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت ہے کہ جسے چاہتا ہے نبوت سے سرفراز کرتا ہے۔ فراء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ استثنا منقطع ہے اور معنی یہ ہے: بے شک تمہارے رب نے تمہارے اوپر رحم کیا اور تمہارے اوپر کتاب نازل کی۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ: کفار کے ان کے دین میں معاون مت بنو۔ اور ان کی گمراہی کے مددگار نہ بنو یعنی مدارات اور تواضع سے ان کے مددگار نہ بنو، بلکہ ان کی مخالفت کرو۔

مفسرین کہتے ہیں: مشرکین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آبا کے دین کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ نے ان سے اور ان کے دین سے دور رہنے اور بچنے کا حکم دیا اور حق پر قائم رہنے اور حق کا پرچار کرنے کا حکم دیا۔ اس آیت اور اس جیسی بیشتر آیات میں خطاب تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے لیکن مراد اس سے امت ہے۔ تاکہ امت کفار کی پشت پناہی نہ کرے اور ان کی موافقت بھی اختیار نہ کرے۔ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ: یعنی ان مشرکین کی طرف التفات نہ کیجیے اور ان کی باتوں کی طرف جھکاؤ نہ کریں، مبادا وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام سے روک دیں۔ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ: لوگوں کو اپنے رب کی توحید کی دعوت دیں اور اس کی عبادت کی طرف بلائیں۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ: ان کی خواہشات پر ان کے ساتھ چلنے سے۔ چنانچہ جو آدمی مشرکین کے طریقے پر راضی ہو وہ انہی میں سے ہے۔ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود و خالق و مالک نہیں۔ بیضاوی کہتے ہیں: ان آیات میں تہییج کا پہلو نمایاں ہے، یعنی برانگیختہ کیا جا رہا ہے۔ نیز مشرکین کی تمام تر امیدوں پر پانی پھیر دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، مومنین ان کی کسی طرح مدد کرتے۔

ہر شے فانی ہے سوائے اللہ کے

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ:...... ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہنے والی ہے۔ وجہ کا اطلاق کیا ہے اور مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ اس امر کی خبر دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ دائم، باقی، حی، قیوم ہے، مخلوق پر موت آئے گی جب کہ اللہ تعالیٰ کو موت نہیں آئے گی، ذات کو وجہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ (سورۃ الدخان)

---

[1] تفسیر ابن الجوزی ۶/ ۲۴۹

جتنے روئے زمین پر ہیں سب فانی ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی۔ وہی جلال وعظمت اور عزت والا پروردگار ہے۔

لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ:...... یعنی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا ہی حکم نافذ ہوتا ہے اور قیامت کے دن سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اس کے سوا کسی اور کی طرف نہیں۔

بلاغت:...... ان آیات میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف موجود ہیں مختصراً کچھ حسب ذیل ہیں:

مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَاءٍ:...... میں تبکیت اور توبیخ ہے۔ وَمِن رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ: میں لف نشر مرتب ہے، رات اور دن کو جمع کیا پھر فرمایا۔ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ: اس میں لِتَسْكُنُوا رات کی طرف راجع ہے اور وَلِتَبْتَغُوا: دن کی طرف۔ پہلی چیز پہلی کی طرف اور دوسری دوسری کی طرف۔ لَا تَفْرَحْ الْفَرِحِينَ: اور الْفَسَادَ الْمُفْسِدِينَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ: میں تاکید جملہ ہے تاکید إنّ اور لام کے ساتھ لائی گئی ہے چوں کہ سامع کو شک اور تردد ہے۔ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ: میں کنایہ ہے۔ ماضی قریب کو بِالْأَمْسِ: سے تعبیر کیا گیا ہے بطور کنایۃ۔ يَبْسُطُ الرِّزْقَ وَيَقْدِرُ: میں طباق ہے۔ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۖ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ: میں مقابلہ لطیفہ ہے۔ إِلَّا وَجْهَهُ: میں مجاز مرسل ہے۔ اطلاق جزو کا کیا اور ارادہ کل ہے۔ وَجْهَهُ: سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے۔

لطیفہ:...... بعض علما کا قول ہے کہ جو شخص قناعت سے سیر نہیں ہوتا، اس کے لیے قارون کے خزانے بھی ناکافی ہوتے ہیں۔

هی القناعة لاتبغی لها بدلًا   فیها النعیم وفیها راحة البدن
انظر لمن ملك الدنیا بأجمعها   هل راح منها بغیر القطن ولكفن

قناعت وہ شاندار وصف ہے جس کا بدل تمہیں نہیں مل سکتا۔ قناعت میں نعمتیں ہیں اور جسم کی راحت ہے۔
ذرا دیکھو وہ آدمی جو دنیا کے خزانوں کا مالک ہوا سے بھی بالآخر کاٹن کے کفن میں راحت ملتی ہے۔

الحمدللہ آج ۸/ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۷ اجولائی ۲۰۱۴ء بروز جمعرات قبل از مغرب سورۃ القصص کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول عطا فرمائے اور بقیہ حصہ کا ترجمہ کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

سورۃ العنکبوت

تعارف:...... سورۂ عنکبوت مکی ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کا موضوع اصول کبریٰ کا عقیدہ ہے، اصول کبریٰ سے مراد: توحید، رسالت، بعث بعد الموت، جزا و سزا ہے۔ سورۂ کریمہ کا مرکزی نقطہ ایمان اور سنت ابتلا ہے۔ چوں کہ مسلمان مکہ مکرمہ میں طرح طرح کے ابتلات اور آزمائشوں سے دوچار تھے، اسی لیے سورۂ مبارکہ میں ابتلا و آزمائش کے موضوع پر تفصیلاً بات کی گئی ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا اس صریح اعلان سے کی گئی ہے۔ الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ﴿۲﴾ اس سورۂ مبارکہ میں اس جماعت کے متعلق گفتگو ہوئی ہے جو صرف کلمہ پڑھ لینے کو ایمان کے لیے کافی سمجھتے ہیں اور جب ان پر ابتلا اور آزمائش آتی ہے تو وہ گمراہی کے جہنم کی طرف واپس چلے جاتے ہیں۔ اور دنیا کی اذیت سے نجات پانے کے لیے ارتداد کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ آخرت کے عذاب کو دنیا کے عذاب سے خفیف سمجھتے ہیں۔ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ

سورۂ مبارکہ میں انبیائے کرام کی آزمائشوں کا ذکر ہوا ہے، تبلیغ و دعوت کے راستے میں انبیا کو دنیا میں نہایت سخت حالات، شدائد و مصائب سے گزرنا پڑا ہے انہی شدائد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ نوح علیہ السلام کے قصے سے ابتدا کی ہے پھر ابراہیم علیہ السلام پھر لوط علیہ السلام پھر شعیب علیہ السلام کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔ بعض جابر و ظالم اقوام پر بھی بات کی گئی ہے جیسے عاد، ثمود، قارون اور ہامان وغیرہ۔ ان پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر بھی ہوا ہے۔ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا ۚ

انبیائے علیہم السلام کے قصص میں آزمائش و ابتلا کا درس ہے، انبیا علیہم السلام نے سخت محنت کی اور جہد مسلسل سے کام لیا، چنانچہ نوح علیہ السلام اپنی قوم کو نو سو پچاس (۹۵۰) سال تک دعوت دیتے رہے لیکن قوم میں سے بہت کم لوگوں نے آپ پر ایمان لایا۔ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ﴿۱۴﴾

ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو دعوت دیتے رہے اور انہیں ہدایت پر لانے کے لیے ہر طرح کی محنت کی، براہین و حجج پیش کیے، مناظرے کیے لیکن نتیجہ تکبر و سرکشی رہا۔ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴿۲۴﴾

حضرت لوط علیہ السلام کے قصے میں بے ہودگی پر ڈھٹائی سے ڈٹے رہنے کی خبر ملتی ہے۔ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ؗ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ﴿۲۸﴾ (الآیات) حتیٰ کہ حضرت لوط علیہ السلام کو سخت اذیت و آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔

سورۂ کریمہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کا ذکر بھی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ پھر آپ اہل مکہ کے پاس یہ معجز کتاب لے کر آئے، یہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴿۴۸﴾ پھر اس سورۂ مبارکہ میں قدرت و توحید پر دلائل و براہین قائم کیے گئے ہیں۔

دین اسلام کی دولت سے سرفراز ہونے کے بعد صرف کلمہ ہی پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ آزمائشیں بھی آتی ہیں جیسا کہ سورۂ مبارکہ کے شروع میں اس موضوع پر تفصیلاً بات ہوئی ہے اب سورۂ مبارکہ کے اختتام پر ابتلا و آزمائش پر صبر کرنے والوں کے بدلہ و انعام کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴿۶۹﴾

وجہ تسمیہ:...... اس سورۂ مبارکہ کا نام "سورۃ العنکبوت" ہے۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں اور معبودوں کی مثال "عنکبوت" مکڑے سے دی ہے۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۖۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴿۴۱﴾

اٰیَاتُهَا ۶۹ — (۲۹) سُوْرَةُ الْعَنْکَبُوْتِ مَکِّیَّةٌ (۸۵) — رُکُوْعَاتُهَا ۷

الٓمّٓ ﴿١﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ﴿٢﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ﴿٣﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ
السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿٤﴾ مَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ
السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿٥﴾ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٦﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿٧﴾ وَوَصَّیْنَا
الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَیَّ
مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی
الصّٰلِحِیْنَ ﴿٩﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ
اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ
الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٠﴾ وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ﴿١١﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا
اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٢﴾
وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَلَیُسْـَٔلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ ١ ع ١٢ ١٢
اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ
ظٰلِمُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿١٥﴾ وَاِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا
وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ
وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَی
الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿١٨﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ
یَسِیْرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٢٠﴾ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَاِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَآ اَنْتُمْ

ع ۱۴ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ
اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ
اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ
وقف لازم بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ
وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ
النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:.....الٓمّٓ ① کیا لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ اتنا کہنے سے چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ ② اور بلا شبہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے سو اللہ ضرور ضرور ان لوگوں کو جان لے گا جو سچے ہیں اور ضرور ضرور جھوٹوں کو بھی جان لے گا۔ ③ جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے چھوٹ کر کہیں بھاگ جائیں گے برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔ ④ جو شخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے سو بلا شبہ اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے، اور وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے ⑤ جو شخص مجاہدہ کرتا ہے سو وہ اپنے لیے ہی محنت کرتا ہے بلا شبہ اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے، ⑥ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ضرور ضرور ہم ان کی برائیوں کا کفارہ کر دیں گے اور ضرور ہم انہیں ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دیں گے۔ ⑦ ور ہم نے انسان کو تاکیدی حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرے اور اگر وہ تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کی دلیل تیرے پاس نہیں ہے سو تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا، میری طرف تم لوگوں کو واپس ہونا ہے سو میں تمہیں ان کاموں سے باخبر کر دوں گا جو تم کیا کرتے تھے۔ ⑧ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے سو ہم ان کو ضرور ضرور نیک بندوں میں داخل کر دیں گے۔ ⑨ ور بعض لوگ وہ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب انہیں اللہ کے بارے میں تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو اللہ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں اور اگر ان کے پاس آپ کے رب کی طرف سے مدد آ جائے تو ضرور ضرور یوں کہیں گے کہ ہم تمہارے ساتھی تھے کیا اللہ جہان والوں کے سینوں کی باتوں کو خوب اچھی طرح جاننے والا نہیں ہے؟ ⑩ اور البتہ اللہ ایمان والوں کو ضرور جان لے گا اور وہ ضرور ضرور منافقوں کو جان لے گا۔ ⑪ ور کافروں نے ایمان والوں سے کہا کہ تم ہمارے راستے کا اتباع کر لو اور تمہارے گناہوں کو ہم اٹھا لیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں۔ بلا شبہ وہ جھوٹے ہیں ⑫ اور وہ لوگ ضرور ضرور اپنے بوجھوں کو اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسروں کے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور قیامت کے دن ضرور ضرور ان باتوں کا سوال کیا جائے گا جو دنیا میں جھوٹ بناتے ہیں۔ ⑬ ور بلا شبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ ان میں پچاس کم ہزار سال رہے سو ان لوگوں کو طوفان نے پکڑ لیا اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے۔ ⑭ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دے دی اور اس واقعہ کو ہم نے تمام جہان والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔ ⑮ ور ہم نے ابراہیم کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ ⑯ اللہ کو چھوڑ کر تم بتوں ہی کی عبادت کرتے ہو اور جھوٹی تراشتے ہو یہ تمہارے لیے رزق کے مالک نہیں ہیں سو تم اللہ کے پاس رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ⑰ اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو تم سے پہلی امتیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول کے ذمے واضح طور پر پیغام پہنچانے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ⑱ کیا ان لوگوں

نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا ہے، پھر وہ اسے دوسری بار پیدا فرمائے گا، بلاشبہ یہ اللہ پر آسان ہے۔(۱۹) آپ فرمادیجیے کہ زمین میں چلو پھرو سو دیکھو اللہ نے پہلی بار کس طرح مخلوق کو پیدا فرمایا پھر دوسری مرتبہ بھی اللہ پیدا فرمادے گا بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(۲۰) وہ جس کو چاہے گا عذاب دیگا اور جس پر چاہے گا رحم فرمائے گا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔(۲۱) اور تم زمین پر کسی کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور نہ آسمان میں اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی کارساز اور مددگار نہیں،(۲۲) اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا یہ لوگ میری رحمت سے ناامید ہوں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(۲۳) سو ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اس کو قتل کر ڈالو یا جلا ڈالو، سو اللہ نے ان کو آگ سے نجات دے دی، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔(۲۴) اور ابراہیم نے کہا کہ تم نے جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنالیا ہے یہ تمہاری آپس کی دوستی کی وجہ سے ہے جو دنیا والی زندگی میں ہے پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کے مخالف ہو گے اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کریں گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہاری مدد کرنے والے بالکل نہ ہوں گے۔(۲۵) سو لوط نے ابراہیم کی تصدیق کی اور ابراہیم نے کہا کہ بلاشبہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں بلاشبہ وہ عزیز ہے حکیم ہے۔(۲۶) اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے ان کی ذریت (اولاد) میں نبوت اور کتاب کو قائم رکھا اور ہم نے ان کو دنیا میں اس کا اجر دیا اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے۔(۲۷)

لغات: فِتْنَةً: ......ابتلاء، آزمائش۔ اَثْقَالَهُمْ: بھاری بوجھ جو انسان کو جھکا دے۔ یہاں اثقال سے مراد گناہ ہیں۔ لَبِثَ: ٹھہرا۔ اِفْكًا: جھوٹ۔ تُقْلَبُوْنَ: تم لوٹائے جاؤ گے۔

شانِ نزول: ......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں نے اسلام قبول کیا میں اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا تھا، والدہ نے کہا: اے سعد! تو نے یہ کون سا نیا دین ایجاد کر رکھا ہے؟ والدہ نے قسم اٹھالی کہ تم یہ دین چھوڑو گے ورنہ میں کچھ بھی نہیں کھاؤں گی اور نہ پیوں گی، لوگ مجھے عار دلاتے اور کہتے: اے ماں کے قاتل! میں ماں سے کہتا: اماں جان آپ ایسا نہ کریں، میں اس طرح کے احتجاج سے کسی طرح بھی اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ والدہ نے ایک دن کچھ بھی کھایا نہیں اور نہ کچھ پیا، جس کی وجہ سے والدہ مشقت میں پڑ گئی پھر ایک دن اور ایک رات مزید کچھ نہ کھایا پیا۔ جب میں نے والدہ کی مکمل بھوک ہڑتال دیکھی تو میں نے کہا: اے اماں جان! اللہ کی قسم اچھی طرح جان لو! فرض کیجیے آپ کی سو جانیں ہوں اور بھوک ہڑتال سے ایک ایک جان چلتی بنے، میں اس طرح کے احتجاج سے اپنا دین ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اگر چاہوں تو کچھ کھا پی لو، اگر چاہو تو چھوڑ دو۔ جب والدہ نے میرا دوٹوک موقف سنا تو اس نے کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۚ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ [1]

ہر مؤمن کا امتحان کیا جاتا ہے

تفسیر: الٓمّٓ: ......حروف مقطعات ہیں جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کر رہے ہیں۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ: ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ کیا لوگوں کا یہ گمان ہے کہ محض زبانی کہہ دینے "کہ ہم ایمان لائے" پر انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ ایسا نہیں ہوگا بلکہ ان کا امتحان و آزمائش لابدی ہے تاکہ صادق اور منافق میں امتیاز کیا جا سکے۔ ابن جزی کہتے ہیں: یہ آیت ایسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مکہ میں مقیم تھے اور وہ کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے ایک عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی تھے، کفار قریش ان کمزوروں کو طرح طرح کی اذیتوں کا نشانہ بناتے تھے، جس کی وجہ سے وہ نہایت تنگ دل ہو گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انہیں مانوس کیا اور انہیں ہدایت کی کہ یہ تمہارا امتحان ہے۔ تاکہ یہ مؤمنین اپنے آپ کو صبر کا عادی بنالیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ کر دیا کہ دستور

[1] اسباب النزول للواحدی ۱۹۵

چلا آیا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین پر کفار کو مسلط کر دیتا ہے تا کہ مؤمنین بھٹی سے نکل کر شاندار کندن بن جائیں اور ہر طرح کی آزمائشوں کی مردانہ وار مقابلہ کر سکیں تا کہ سچے ایمان والا جھوٹے سے جدا ہو جائے۔[1]

پچھلے لوگوں کے امتحان و آزمائش

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ:...... ہم نے ان سے پہلے لوگوں کا بھی مختلف تکلیف، مصائب اور آزمائشوں میں امتحان لیا۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ آزمائش میں ڈالنا سنت قدیمہ ہے جو تمام امتوں میں چلی آ رہی ہے اس کے خلاف کی توقع رکھنا روا نہیں۔[2] فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ: اللہ تعالیٰ ضرور دعوائے ایمان، میں سے سچے لوگوں اور جھوٹوں میں امتیاز کرے گا۔ آیت میں "صادقین" کو الَّذِيْنَ صَدَقُوْا: فعل سے تعبیر کیا ہے جب کہ کاذبین کو اسم فاعل الْكٰذِبِيْنَ: سے تعبیر کیا ہے۔ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ کاذبین کا وصف مستمر ہے اور کذب ان میں راسخ ہو چکا ہے، بخلاف صادقین کے۔ چنانچہ فعل تجدد کا فائدہ دیتا ہے۔ امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اسم فاعل مختلف مواقع میں ثبوت مصدر اور رسوخ پر دلالت کرتا ہے جب کہ فعل ماضی ثبوت پر دلالت نہیں کرتا مثلاً بولا جاتا ہے: "فلان شرب الخمر" فلاں شخص نے شراب پی۔ "وفلان شارب الخمر" فلاں شراب پینے والا ہے۔ چنانچہ صیغہ فعل سے ثبوت و رسوخ سمجھ میں نہیں آتا۔[3]

برائی کرنے والے اللہ سے بچ نہیں سکتے

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا:...... وہ گناہگار جو معاصی اور گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں کیا ان کا یہ گمان ہے کہ وہ ہمارے عذاب سے طرح دے کر نکل جائیں گے اور ہمیں عاجز کر دیں گے۔ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ: ان کا گمان بہت برا ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں ایک توبیخ سے دوسری توبیخ کی طرف انتقال ہے اور دوسری توبیخ میں شدت زیادہ ہے۔ پہلی توبیخ لوگوں کو کی جارہی ہے ان کے اس گمان پر کہ وہ اللہ کے عذاب کو طرح دے کر آگے نکل جائیں گے اور عذاب سے بھاگ جائیں گے باوجود یہ کہ وہ کفر پر دوام کیے ہوئے ہیں۔[4]

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ:...... اوپر واضح کر دیا کہ بندے کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا جائے گا بلکہ اس پر آزمائشیں آئیں گی۔ اب یہاں اس امر کو واضح کیا جارہا ہے کہ جو شخص آخرت کا اعتراف کرے اور اس کے لیے عمل کرے اس کا عمل ضائع نہیں کیا جائے گا، اسے مایوسی کا سامنا نہیں کرنا ہوگا۔ آیت کا معنی ہے کہ جو شخص اللہ کے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہو وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طاعات پر ہونے والے مجاہدے پر صبر کرے، گویا مجاہدہ اور ریاضت کا نفع اپنے آپ ہی کو ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا سامنا کر لے اور وہ اسے پورا پورا بدلے دے دے، اللہ تعالیٰ کی ملاقات قریب ہے چوں کہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔ آیت کریمہ میں مؤمنین کو تسلی دی جارہی ہے اور نعمتوں والی جنت کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

انسان کی طاعت و عبادت اسی کے لیے ہے

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ:...... اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال سنتا ہے اور ان کے ظاہری و پوشیدہ احوال سے بخوبی واقف ہے۔ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ: جو شخص مجاہدہ کر کے طاعات پر صبر کر لیتا اور محنت کرتا ہے اور شہوات سے باز رہتا ہے تو اس کے مجاہدے اور محنت کا فائدہ اسی کو ہوگا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ: اللہ تعالیٰ انسانوں سے بے نیاز ہے، اسے اطاعت کرنے والوں کی طاعت فائدہ نہیں پہنچاتی اور گناہگاروں کی معصیت اس کا نقصان نہیں کرتی۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: جن لوگوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا۔ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ: ان کے ایمان اور عمل صالح کے سبب ان کی گزشتہ برائیوں کو ہم مٹا دیں گے۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: ان کے اچھے اعمال یعنی طاعت کا ہم انہیں پورا پورا بدلہ دیں گے۔

---

[1] التسہیل ۳ / ۱۱۳ [2] البیضاوی ۲ / ۹۲ [3] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳ / ۲۳۰ [4] سابقہ مرجع

والدین سے حسن سلوک

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا: ......ہم نے انسان کو مضبوط حکم دے رکھا ہے کہ والدین کے ساتھ انتہا درجے کا احسان کریں۔ چوں کہ والدین انسان کے وجود کا سبب ہیں اور والدین کے اس پر بڑے احسانات میں چنانچہ والد خرچ کرتا ہے اور والدہ شفقت و مہربانی کرتی ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کے ساتھ حسن سلوک اور فرمانبرداری کا حکم دیا ہے اور والدین کو اولاد کی فرمانبرداری کا حکم نہیں دیا گیا، چوں کہ اولاد میں سنگدلی اور عدم اطاعت کا عنصر پایا جاتا ہے اس لیے اولاد کو اطاعت والدین پر مجبور کیا گیا۔ والدین میں شفقت و نرمی اور ہمدری کا عنصر پایا جاتا ہے انہیں شفقت و ہمدردی پر مجبور کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے والدین اور اولاد کو طبیعت مخالف ذمہ داری پر مجبور کیا ہے۔ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا: اگر والدین تمہیں مجبور کریں اور اُبھاریں کہ تم کفر کے مرتکب ہو اور اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراؤ جبکہ کسی اور کا معبود ہونا کسی طرح درست نہیں تو والدین کی اطاعت مت کرو۔ چوں کہ معصیت خداوندی میں مخلوق کی طاعت کی کچھ حیثیت نہیں ہوتی۔ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ: تمام مخلوق نے میری طرف لوٹ کر آنا ہے خواہ مؤمن ہوں یا کافر، نیکوکار ہوں یا فساق و فجار، میں سب کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ آیت میں اس شخص کے لیے جنت کا وعدہ ہے جو والدین کے ساتھ اچھائی کرے اور وعید ہے اس شخص کے لیے جو والدین کی نافرمانی کرے اور غلط راستے پر چل پڑے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ: ہم انہیں جنت میں صالحین کی جماعت میں داخل کریں گے۔ قرطبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین صالحین کی حالت کو مکرر ذکر کیا ہے کہ تا کہ مراتب کے حصول کے لیے نفوس میں شوق پیدا ہو۔ الصَّالِحِينَ: میں مبالغہ ہے یعنی وہ لوگ جن کی نیکی اور صلاح کا پہلو انتہا درجے کا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خالص مؤمنین کے لیے جو کچھ تیار کر رکھا ہے اس کا ذکر ہوا ہے اور اب منافقین کے حال کا ذکر ہے۔

ضعیف الایمان لوگوں کی حالت

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ: ......لوگوں میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو اپنی زبانوں سے کہتی ہے کہ ہم ایمان لائے اور جب ان میں سے کسی کو اس کے ایمان کے سبب اذیت پہنچائی جاتی ہے تو وہ دین سے دست کش ہو جاتا ہے، اور وہ پہنچنے والی اذیت کو ایمان سے کنارہ کش ہونے کا سبب گردانتا ہے جیسے اللہ کا شدید عذاب انسان کو کفر سے پھیر دیتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: كَعَذَابِ اللَّهِ: کی تشبیہ اس حیثیت سے ہے اللہ کا عذاب مؤمنین کو کفر سے روکتا ہے اسی طرح منافقین لوگوں کی اذیتوں کو مانع ایمان قرار دیتے ہیں۔ ان کے ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ صبر کریں اور ہمت سے کام لیں، عذاب میں عذاب دیکھیں اور آزمائش میں آزمائش۔ چنانچہ اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ امام فخر کہتے ہیں: مکلفین کی اقسام تین ہیں:

(۱) ......مؤمن جو اپنے بظاہر حسن اعتقاد سے پہچانا جاتا ہو۔
(۲) ......کافر جس کا کفر و عناد ظاہر ہو۔
(۳) ......منافق جو مؤمن اور کافر کے درمیان مذبذب ہو زبان سے تو ایمان ظاہر کرتا ہو اور دل میں کفر چھپائے رکھا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ: میں پہلی دو قسموں کا ذکر کیا اور اب وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ: سے تیسری قسم کو ذکر کیا ہے۔ آیت کریمہ میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن صابر کا شرف بیان کیا اور منافق کافر کی حست وڈھٹائی بیان کر دی۔ چنانچہ یہاں واضح کر دیا کہ مؤمن کو اذیت پہنچائی جاتی ہے تا کہ وہ ایمان کے راستے سے ہٹ جائے لیکن وہ نہیں ہٹتا۔ منافق کو بھی اذیت پہنچائی جاتی ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ مؤمنین کی موافقت ظاہر کرتا ہے۔ گویا وہ ایمان پر مطمئن ہے بایں ہمہ وہ ایسا کرتا نہیں بلکہ وہ کلی طور پر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیتا ہے۔[1] وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ: اگر مؤمنین کو کوئی قریب کی مدد آ جائے یا

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۵/۳۷

انہیں فتح اور غنیمت حاصل ہو جائے۔ تو یہ مذبذبین (منافقین) کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں تمہارے دشمنوں کے خلاف ہم تمہاری مدد کریں گے۔ لہٰذا تمہیں جو اموال غنیمت ملے ہیں ان میں ہمارا حصہ بھی رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کیا۔

اللہ دلوں کے حال کو جانتا ہے

چنانچہ ارشاد ہوا: اَوَلَیۡسَ اللّٰهُ بِاَعۡلَمَ بِمَا فِیۡ صُدُوۡرِ الۡعٰلَمِیۡنَ: استفہام برائے تقریر ہے۔ یعنی تمہارے دلوں میں جو خیر و شر پڑا ہوا ہے کیا اللہ تعالیٰ اسے جانتا نہیں ہے۔ اور جو لوگوں کے دلوں میں ایمان و نفاق پڑا ہے اسے نہیں جانتا؟ کیوں نہیں وہ تو ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے، پھر اسی مضمون کو مؤکد کر کے لایا گیا ہے۔ وَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَیَعۡلَمَنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے مؤمنین کا حال ظاہر کر کے رہے گا اور منافقین کا حال بھی ظاہر کر کے رہے گا تا کہ وہ امتیاز روا رکھیں نتیجتاً کافر رسوا و ذلیل ہو اور مؤمن کا شرف و مرتبہ ظاہر ہو۔ وَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ: سے مراد اللہ کے علم کا اظہار ہے لوگوں کے سامنے تا کہ یہ بات لوگوں کو معلوم ہو جائے، ورنہ اللہ تعالیٰ تو کائنات کے چھپے رازوں سے بھی واقف ہے اور خوب جانتا ہے، اس معنی کی روشنی میں یہ علم اظہار ہے۔ علم غیب اور علم خفا ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے علم کی رؤیت سے تفسیر کی ہے۔[1]

مسلمانوں کے اعمال کی جھوٹی ذمہ داروی

وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوۡا سَبِیۡلَنَا وَلۡنَحۡمِلۡ خَطٰیٰکُمۡ:...... کفار مؤمنین سے کہتے ہیں: جیسے ہم کفر پر قائم ہیں تم بھی کفر پہ آ جاؤ اور ہمارے دین کی اتباع کرو، ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھا لیں گے، اگر اس وجہ سے تمہیں سزا ملی، ابن کثیر کہتے ہیں! جیسے کوئی شخص کہا کرتا ہے۔ ''یہ کام کر لو تمہارا گناہ میرے سر۔''[2] اگر یہ شبہ کیا جائے کہ وَلۡنَحۡمِلۡ صیغہ امر ہے، بھلا ایک ہی شخص اپنے نفس کو کیسے حکم دے سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صیغۂ امر ہے لیکن اس کا معنی شرط اور جزا ہے۔ یعنی اگر تم ہماری اتباع کرو گے تو ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے۔ وَمَا هُمۡ بِحٰمِلِیۡنَ مِنۡ خَطٰیٰهُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ: یعنی وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی نہیں اٹھا سکتے چوں کہ کوئی شخص بھی کسی دوسرے شخص کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ اِنَّهُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ: وہ اس بات میں سراسر جھوٹے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَیَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ وَاَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ: کفار اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ بھی اٹھا لیں گے جن کو انہوں نے گمراہ کیا بایں طور کہ ان لوگوں کے گناہوں میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ''جس شخص نے گمراہی کی دعوت دی اس پر ایسا ہی گناہ ہو گا جیسے اس کی اتباع کرنے والے کا گناہ اور ان کے گناہوں میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی۔[3] وَلَیُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ: قیامت کے دن ان سے توبیخ کے طور پر سوال کیا جائے گا۔ عَمَّا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ: جو وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے اس کے متعلق۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے حقیقت میں اس قصے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے۔ چوں کہ مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت اذیتیں پہنچاتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے: وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖ فَلَبِثَ فِیۡهِمۡ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا: ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا وہ نو سو پچاس سال تک قوم میں ٹھہرے رہے اور قوم کو توحید کی دعوت دیتے رہے، جب کہ ان کی قوم بتوں کی پجاری تھی اور آپ کی تکذیب کرتی تھی۔ فَاَخَذَهُمُ الطُّوۡفَانُ وَهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ: اللہ تعالیٰ نے ان کو طوفان میں ہلاک کر دیا اور وہ کفر و ضلالت پر ڈٹے ہوئے تھے۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: طوفان: ہر وہ چیز جو گردش آلود ہو اور اس میں شدت و تندی ہو جیسے سیلاب، تیز ہوا، تاریکی وغیرہ لیکن اکثر و بیشتر طوفان کا اطلاق امڈے ہوئے پانی پر ہوتا ہے۔[4] امام رازی کہتے ہیں: وَهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ: سے ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ ہو رہا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ محض مطلق ظلم پر عذاب نہیں دیتا بلکہ ظلم پر اصرار کرنے پر عذاب دیتا ہے، اسی لیے فرمایا۔ وَهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ: یعنی انہیں ہلاک کیا درحالیکہ وہ ظلم پر مصر تھے۔[5]

---

[1] تفسیر ابن کثیر المختصر ۳/۲۸ [2] تفسیر ابن کثیر ۳/۳۰ [3] الحدیث فی الصحیحین [4] ابوالسعود ۴/۱۶۶ [5] التفسیر الکبیر ۲۵/۴۲

نوح علیہ السلام کی کشتی نشان عبرت ہے

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ:...... ہم نے نوح علیہ السلام کو غرق ہونے سے نجات دی اور ان کے ساتھ جو ان کے اہل خانہ، اولاد اور ان کے متبع مومنین تھے انہیں بھی نجات دی۔ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ: ہم نے اس ہولناک حادثے کو لوگوں کے لیے نصیحت و عبرت کا ساماں بنادیا تا کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ: ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے، خلیل، ابراہیم امام الحنفا کے بارے میں خبر دے رہا ہے انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی جس کا کوئی شریک نہیں اور صرف اسی سے رزق طلب کیا جاتا ہے اور شکر بھی صرف اسی کا ادا کیا جاتا ہے۔ نعمتوں پر اسی کا شکر ادا کیا جاتا ہے اس کے علاوہ کسی اور کا شکر نہیں ادا کیا جاتا۔[1] ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: اللہ کی عبادت اور تقویٰ بتوں کی عبادت سے بہتر ہے اگر تم خیر اور شر میں تمیز کرنا جانتے ہو۔

جھوٹے اوہام کی پیروی

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا:...... تم ایسی چیز کی عبادت نہیں کرتے جو نفع و نقصان کی مالک ہو۔ تم تو اپنے ہاتھوں کے تراشیدہ بتوں کی عبادت کرتے ہو جو پتھر ہیں اور پتھر بے حس و حرکت ہوتا ہے۔ وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا: تم نے جھوٹ اور باطل تراش رکھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی تم تراشتے ہو اور جھوٹی تصویر کشی کرتے ہو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا: جن خداؤں کی تم عبادت کرتے ہو۔ وہ تمہیں رزق دینے پر قدرت نہیں رکھتے۔ فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ: صرف اللہ کے ہاں رزق طلب کرو وہی رزق دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ: صرف اللہ تعالیٰ کو عبادت کے لیے مخصوص کرو اسی کے حضور جھکو اور اسی کی سامنے آہ و بکا اور عاجزی کرو، اس نے تمہارے اوپر جو نعمتیں کی ہیں ان نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ: قیامت کے دن صرف اللہ کے پاس تم نے لوٹ کر جانا ہے کسی اور کی طرف نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ: توحید کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد تہدید لائی گئی ہے آیت کا معنی ہے۔ اگر تم میری تکذیب کر رہے ہو تم تکذیب کر کے مجھے کچھ نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے نقصان تو تم اپنا ہی کرو گے۔ تم سے پہلے بے شمار امتیں گزر چکی ہیں جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور پھر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا، عنقریب تمہارے اوپر بھی عذاب آسکتا ہے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے صرف پیغام دینا ہے

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ:...... پیغمبر کے ذمے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تبلیغ ہے، پیغمبر کے ذمہ لوگوں کو ہدایت دینا نہیں ہے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ: کا معنی ہے جو اپنے سننے والے کو اپنی مراد بیان کرتا ہے اور وہ اس کی بات اور مراد پوری طرح سمجھتا ہو۔ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ: استفہام برائے توبیخ ہے اور حشر کے منکرین کو ڈانٹ پلائی جارہی ہے۔ یعنی کیا تکذیب کرنے والے دلائل کی روشنی میں دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عدم سے مخلوق کو ابتداً بغیر نمونہ کے کیسے پیدا کیا؟ پھر اس تخلیق اولیٰ سے اعادہ حشر پر استدلال نہیں کر سکتے؟ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ کیا یہ دلائل سے نہیں دیکھتے کہ اللہ مرنے کے بعد اجسام کا کیسے اعادہ کرے گا؟ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ: یہ تو اللہ پر بہت آسان ہے، بھلا مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جانے کا کیسے انکار کرتے ہیں؟ سو جو ذات ابتداً تخلیق پر قدرت

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳ / ۲ ۳۰ [2] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ ابراہیم خلیل اللہ کے کلام میں سے ہے، چوں کہ اس ساری تفصیل کے بعد فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ آ رہا ہے جو اس موقف کو مضبوط کرتا ہے۔ طبری کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کفار مکہ سے اور اس سے مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے کلام کا حصہ نہیں۔

رکھتی ہے وہ اعادہ پر بھی قدرت رکھتی ہے، قرطبی کہتے ہیں: بقول بعض آیت کا معنی کچھ یوں ہے: کیا وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد و نسل کو کیسے پیدا کیا۔ اسے زندہ کیا پھر اسے فنا کردے گا پھر انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ کردے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پھر اس سے اولاد پیدا کرکے اسے ہلاک کردے گا اور اولاد سے بھی اولاد پیدا کی اسی طرح معاملہ تمام حیوانات کا ہے۔ جب شروع میں بغیر نمونہ کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے کو تم نے دیکھ لیا تو وہ اللہ تعالیٰ دوسری بار بھی زندہ کرنے اور پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے چوں کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کُنْ کہتا ہے پس وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔[1]

زمین میں چل پھر کر دیکھو

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ:...... بعث بعد الموت کے منکرین سے کہو: زمین کے مختلف اطراف میں چل پھر وا ور دیکھو کہ اللہ رب العزت نے مخلوقات کو کیسے پیدا کیا باوجود یہ کہ مخلوق کثیر تعداد میں ہیں اور ان کی شکل وصورت میں بھی تفاوت ہے، ان کی زبانیں، رنگ مزاج وطبائع مختلف ہیں، پہلی امتوں کے ٹھکانوں کو دیکھو، ان کے گھروں اور آثار کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے ہلاک کیا تاکہ تم اس سے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کو جان سکو۔ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ: پھر مخلوق کو اللہ تعالیٰ دوسری بار زندہ کرے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ: اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی، اللہ تعالیٰ ہی زندگی کی ابتدا کرنے والا ہے اور زندگی کا اعادہ بھی وہی کرے گا۔ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ: اللہ تعالیٰ ہی حاکم متصرف ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے ساری مخلوق اسی کی ہے اور حکم اسی کا چلتا ہے جو کچھ وہ کرتا ہے اس کا اس سے سوال نہیں کیا جائے گا جب کہ انسانوں سے ان کے کیسے اعمال کا سوال کیا جائے گا۔ وَ اِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ: قیامت کے دن تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

اللہ کے مجرم کے لیے کوئی پناہ نہیں

وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ:...... تم اللہ کے عذاب سے بچ کر بھاگ نہیں سکتے ہو اور زمین و آسمان میں تمہارے بھاگ چھپنے کی کوئی جگہ نہیں۔ قرطبی کہتے ہیں: یعنی اگر تم آسمان میں بھی ہو پھر بھی تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے تو لَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ: اگرچہ تم مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ چھپ جاؤ۔ (سورۃ النساء، آیت ۷۸)

وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ:...... اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں جو تمہیں بچا سکے اور نہ تمہارا کوئی مددگار ہے جو تمہیں اللہ کے عذاب سے بچنے میں مدد کرسکے۔ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآئِهٖۤ: جن لوگوں نے قرآن کا انکار کیا اور کفر کیا اور بعث بعد الموت کا انکار کیا۔ اُولٰٓئِكَ یَىِٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ: یہ کفار منکرین میری رحمت سے مایوس ہوچکے ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ حالت اس وقت پیش آئے گی جب کفار عذاب کو دیکھیں گے۔[2] وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ: ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زندہ جلانے کا فیصلہ

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ:...... جب ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور بتوں کی پوجا سے انہیں روکا تو قوم کے بڑوں کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ اسے قتل کردو تاکہ تمہیں راحت ملے یا اسے آگ میں جلا دو۔ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ: یعنی کفار اور قوم کے بڑوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی کردی۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ: بلاشبہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچانے میں بہت ساری دلائل اور براہین ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور یہ دلائل ان لوگوں کے لیے

[1] القرطبی ۱۳/۳۳۶ [2] طبری ۲۰/۹۰

ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کی تصدیق کرتے ہوں اور اس کی کمال قدرت اور جلال کا یقین رکھتے ہوں۔ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا: ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو ڈانٹتے ہوئے کہا: تم تو بس ان بتوں اور دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہو اور تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبود بنا رکھا ہے۔ مَّوَدَّةَ بَيۡنِكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا: اس وجہ سے تاکہ اس دنیا کی زندگی میں تمہاری آپس کی محبت والفت قائم رہے اور تمہارے آپس کے اجتماعی تعلقات بحال رہیں۔ ثُمَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُ بَعۡضُكُمۡ بِبَعۡضٍ وَّيَلۡعَنُ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا: پھر آخرت میں تمہاری حالت تبدیل ہو جائے گی۔ تمہاری یہ دوستی اور محبت عداوت اور بغض بن جائے گی۔ چنانچہ لوگ ایک دوسرے سے اجنبیت کا برتاؤ کریں گے، قائدین اپنے متبعین سے بیزاری ظاہر کریں گے اور متبعین قائدین پر لعنت کریں گے، چوں کہ دنیا میں ان کی دوستی اللہ کے لیے نہیں تھی۔ وَّمَاۡوٰٮكُمُ النَّارُ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ: تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو تمہیں عذاب سے بچا سکے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا ایمان اور ہجرت

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوۡطٌ:......لوط ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے اور انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی۔ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ لوط علیہ السلام ہی سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے جب انہوں نے واضح معجزات اور نشانیاں دیکھیں تو فوراً ایمان لے آئے۔

وَقَالَ اِنِّىۡ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّىۡ:......ابراہیم خلیل اللہ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا وطن چھوڑتا ہوں اور ہجرت کرتا ہوں۔ مفسرین کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سواد عراق سے فلسطین وشام کی طرف ہجرت کی تاکہ دین حنیف کا اظہار کریں اور مخلوق تک اسے پہنچائیں۔ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ: اللہ تعالیٰ غالب ہے جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ کبھی خائب وخاسر نہیں ہوتا، وہ حکیم ہے اشیا کو اپنی جگہ پر رکھتا ہے۔ وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ: وَجَعَلۡنَا فِىۡ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالۡكِتٰبَ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے قوم کو چھوڑا ہم نے ان کو صالح اولاد عطا کی اور وہ ان کے بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب ہیں۔

اولاد ابراہیم علیہ السلام میں دائمی نبوت

وَجَعَلۡنَا فِىۡ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالۡكِتٰبَ:......اور ہم نے فضل عظیم کے ساتھ ابراہیم کو مخصوص کیا وہ یوں کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد انبیا انہی کی اولاد میں سے ہوں گے اور آسمانی کتب انہی کی اولاد میں سے جو انبیا ہوں گے ان پر نازل کی جائیں گی، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اس شاندار خصلت سے سرفراز کیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنا خلیل بھی بنایا، تمام انسانیت کا امام وپیشوا بنایا، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد کوئی نبی بھی آپ کی اولاد سے خارج نہیں ہوا یعنی جو نبی بھی آیا وہ آپ کی اولاد سے ہوا، چنانچہ بنی اسرائیل کے تمام انبیا یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہوئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور نبی نہیں پایا گیا۔ وَاٰتَيۡنٰهُ اَجۡرَهٗ فِى الدُّنۡيَا: تمام ادیان میں ہم نے ان کے لیے ثنائے جمیل چھوڑی۔ (چنانچہ تمام ادیان کے ماننے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہر کوئی اپنے دین کو انہی کی طرف منسوب کرتا ہے)۔ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ: اور آخرت میں آپ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جو نیکی وصلاح میں کاملین ہیں۔ یہ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت بڑی تعریف کی گئی ہے۔

بلاغت:......ان آیات کریمہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ يُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ يَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُوۡنَ:......میں استفہام برائے توبیخ وانکار ہے۔ صَدَقُوۡا الۡكٰذِبِيۡنَ اٰمَنُوۡا الۡمُنٰفِقِيۡنَ يُعَذِّبُ وَيَرۡحَمُ اور يُبۡدِئُ يُعِيۡدُهٗ: میں طباق ہے۔ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ: میں ان اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے۔ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ مبالغہ کے صیغے میں۔ يَسِيۡرٌ ۝ سِيۡرُوۡا: میں تجنیس غیر تام ہے۔ فِتۡنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ وجہ شبہ کے محذوف ہونے کی وجہ سے تشبیہ مجمل ہے۔ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِيۡنَ عَامًا: میں تفنن ہے۔ چنانچہ اِلَّا خَمۡسِيۡنَ سَنَةً نہیں کہا چوں کہ تکرار کلام واحد میں خلاف بلاغت

ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی غرض پیش نظر ہو یا کلام میں تفخیم وتہویل لانا مقصود ہو تو پھر کلام واحد میں تکرار جائز ہے جیسے اَلْقَارِعَةُ ۝١ مَا الْقَارِعَةُ۔ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: میں اسلوب اطناب ہے۔ اُقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ: میں اسلوب ایجاز ہے یعنی حَرِّقُوْهُ فِي النَّارِ۔ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ: ای "ففعلوا فانجاہ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ" وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ: میں استعارہ لطیفہ ہے۔ گناہوں کو بوجھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے چوں کہ گناہ بھی بوجھ کی طرح انسان کی کمر کو جھکا دیتے ہیں۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٨ اَئِنَّكُمْ
لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ
قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٢٩ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۝٣٠ ع
وَلَمَّا جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا
ظٰلِمِيْنَ ۝٣١ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ
مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝٣٢ وَلَمَّآ اَنْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا
تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝٣٣ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓي اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ
رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝٣٤ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٣٥ وَاِلٰى مَدْيَنَ
اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝٣٦
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝٣٧ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ
مَّسٰكِنِهِمْ ۣ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۝٣٨
وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۣ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ مُّوْسٰي بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا
سٰبِقِيْنَ ۝٣٩ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ
وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٤٠ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ښ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ
وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝٤١ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ وقف لازم
مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٤٢ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝٤٣
خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٤ ع

ترجمہ:.....اور ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلا شبہ تم بے حیائی کا کام کرتے ہو تم سے پہلے اس کام کو دنیا جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ ﴿۲۸﴾ کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برا کام کرتے ہو، سو ان کی قوم کا جواب یہی تھا کہ تو اللہ کا عذاب لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے۔ ﴿۲۹﴾ لوط نے عرض کیا کہ اے میرے رب! فساد کرنے والے لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرمایئے۔ ﴿۳۰﴾ اور جب ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر ابراہیم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ بلا شبہ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں بلا شبہ اسی بستی کے لوگ ظالم ہیں۔ ﴿۳۱﴾ ابراہیم نے کہا یہ یقینی بات ہے کہ اس بستی میں لوط بھی ہے، انہوں نے کہا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ اس بستی میں کون ہے اور ہم لوط کو اور اس کے گھر والوں کو ضرور ضرور نجات دے دیں گے سوائے اس کی بیوی کے وہ رہ جانے والوں میں سے ہے۔ ﴿۳۲﴾ اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے رنجیدہ ہوئے اور تنگ دل ہوئے، اور قاصدوں نے کہا کہ آپ ڈریئے نہیں اور رنج نہ کیجیے بلا شبہ ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دینے والے ہیں سوائے آپ کی بیوی کے وہ رہ جانے والوں میں سے ہے۔ ﴿۳۳﴾ بلا شبہ ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کا کام کرتے رہے ہیں ﴿۳۴﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے اس بستی کے بعض نشان چھوڑ دیے ہیں۔ جو ظاہر ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں۔ ﴿۳۵﴾ اور ہم نے مدین والوں کے پاس ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی توقع رکھو، اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ ﴿۳۶﴾ سو ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا لہٰذا انہیں زلزلے نے پکڑ لیا اور وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرے ہوئے تھے۔ ﴿۳۷﴾ اور ہم نے عاد اور ثمود کو ہلاک کیا اور حال یہ ہے کہ تمہیں ان کے رہنے کی جگہوں سے ان کا حال معلوم ہو چکا ہے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے اچھا کر کے دکھایا سو اس نے انہیں راستے سے روک دیا، اور وہ صاحب بصیرت تھے۔ ﴿۳۸﴾ اور ہم نے قارون کو اور فرعون کو اور ہامان کو ہلاک کیا، اور یہ واقعہ ہے کہ موسیٰ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے سو انہوں نے اپنے کو بڑا سمجھا اور وہ آگے بڑھنے والے نہ تھے۔ ﴿۳۹﴾ سو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑ لیا، سو بعض پر ہم نے سخت ہوا بھیج دی اور بعض کو چیخ نے پکڑ لیا اور بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو غرق کر دیا، اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم فرماتا اور لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ ﴿۴۰﴾ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر کارساز بنا رکھے ہیں ان کی مکڑی جیسی مثال ہے کہ اس نے گھر بنایا اور بلا شبہ سب گھروں میں کمزور تر گھر مکڑی کا ہے اگر وہ جان لیتے تو ایسا نہ کرتے۔ ﴿۴۱﴾ بلا شبہ اللہ جانتا ہے جس کسی کو بھی وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ ﴿۴۲﴾ اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔ ان کو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں۔ ﴿۴۳﴾ اللہ نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ، بلا شبہ اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ ﴿۴۴﴾

ربط و تعارف:.....اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے ذکر ہیں جن میں مواعظ اور عبرت کے مقامات بھی آئے۔ اب ان آیات میں دوسرے انبیاء حضرت لوط، شعیب، ہود، صالح علیہم السلام کے قصص ذکر کیے جا رہے ہیں۔ گو یہ قصص مختصراً بیان کیے گئے ہیں تاہم سورہ مبارکہ کے شروع میں جس ابتلاء کا ذکر ہوا ان قصص سے اسی کی تاکید مقصود ہے کہ ابتلاء سنت حیات ہے اور یہ زمانہ بیتنے کے ساتھ ساتھ سنت کائنات ہے۔

لغات: اَلْفَاحِشَةَ:.....انتہا درجے کا قبیح فعل۔ اہل لغت کا قول ہے: ایسا فعل جس کی قباحت صاف ظاہر ہو، ہر وہ فعل جو قباحت و شناعت میں بڑھا ہوا ہو وہ فاحشہ ہے۔ نَادِيْكُمُ النادی: مجلس قوم مشاورت یا قصہ گوئی یا کسی اور کام کے لیے جمع ہوتی ہو۔ تَعْثَوْا العثو، العثی: شدید تر فساد: عثی یعثی، عثا یعثو کا ایک ہی معنی ہے یعنی فساد پھیلانا۔

رِجْزًا:..... عذاب۔ جٰثِمِيْنَ: جثم: گھٹنوں کے بل بیٹھنا۔ سٰبِقِيْنَ: ہمارے عذاب سے طرح دے کر نکل جانے والے۔ اوھن: کمزور تر۔ الوھن، ضعف کمزوری۔

حضرت لوط علیہ السلام کو قوم کی نصیحت

تفسیر: وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ:...... ہمارے پیغمبر لوط علیہ السلام کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ: اے قوم! تم ایسے فعل کا ارتکاب کرتے ہو جو انتہا درجے کا قبیح فعل ہے۔ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ: مخلوق میں تم سے پہلے یہ قبیح فعل (بدکاری) کسی نے نہیں کیا۔ پھر اس شنیع و قبیح فعل کی تفسیر کی۔ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ: کیا تم مردوں کے پچھلے حصے میں شہوت پوری کرتے ہو یہ تو انتہا درجے کی گندگی اور حقارت و ڈھٹائی ہے۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ قوم لوط سے پہلے اس قبیح فعل پر کسی نے بھی جسارت نہیں کی چوں کہ یہ فعل نہایت قبیح ہے اور طبائع اس فعل کو ناپسند کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ قوم لوط نے اس فعل کا اقدام کیا اور ان سے پہلے اس فعل کا تذکرہ نہیں ہوا۔[1] وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ: اور تم مسافروں کا راستہ روکتے ہو انہیں قتل کرتے ہو اور مال لوٹ لیتے ہو۔ لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ قاطع طریق (ڈاکو) تھے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: راستے پر کھڑے ہو جاتے، لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال چھین لیتے تھے۔

قوم کی اعلانیہ بے حیائی

وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ:...... تم اپنی مجلسوں میں نامعقول اور بری حرکتیں کرتے ہو اور تمہاری یہ حرکتیں سرعام علانیہ ہوتی ہیں، ان بری حرکتوں کی قباحت ہی تمہارے لیے کافی مستزاد یہ کہ تم اعلانیہ بھی ان کا ارتکاب کرتے ہو۔ مجاہد کہتے ہیں: لوگوں کے سامنے کھلے عام لڑکوں کے ساتھ بدفعلی شروع کر دیتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: انگلی پر کنکریاں رکھ کر مارتے تھے اور ساتھ فحش قسم کا مذاق بھی کرتے تھے۔ ازار بند کھول کر اپنے آپ کو ننگا کر دیتے، سیٹیاں بجاتے اور اس طرح کی بہت ساری بیہودہ حرکتیں کرتے تھے۔ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ: جب لوط علیہ السلام نے قوم کو ڈرایا دھمکایا انہیں نصیحت کی تو ان کا صرف یہ جواب ہوتا: اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ: مگر یہ کہ وہ استہزا کے طور پر کہتے: اے لوط! تم جس عذاب سے ہمیں ڈرا رہے ہو وہ لے آؤ۔ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ: اگر تم عذاب لے آنے میں سچے ہو جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔ امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر یہ شبہ کیا جائے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا: جب کہ دوسری جگہ فرمایا: اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ: ان دونوں میں جمع کی توفیق کیسے ہوگی؟ جواب یہ ہے: حضرت لوط علیہ السلام دعوت و ارشاد برابر کرتے رہتے تھے اور انہیں بار بار برے کاموں سے منع کرتے اور وعیدیں سناتے تھے اس لیے قوم نے پہلے کہا: اللہ کا عذاب لے آؤ، اور اس کے بعد آپ پھر دعوت دیتے رہے اور وعید سناتے رہے تو قوم نے کہا۔ اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ یعنی لوط اور اس کے متعلقین کو اپنے شہر سے نکال باہر کرو۔ چنانچہ اس کے بعد جب لوط علیہ السلام قوم سے مکمل مایوس ہو گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر لی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بددعا

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ:...... لوط علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! انہیں ہلاک کر دے اور ان پر میری مدد فرما، بلاشبہ یہ جہلا اور بے وقوف لوگ ہیں ان سے بہتری کی کوئی توقع نہیں، سرکشی اور فساد میں حد سے آگے نکل گئے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کسی نبی نے اس وقت تک اپنی قوم کے لیے بددعا نہیں کی جب تک انہیں خیر کی توقع تھی اور جب نبی نے مایوس ہو کر دیکھا کہ قوم کا عدم وجود سے بہتر ہے تو پھر رب تعالیٰ سے ان کی ہلاکت کی دعا کی۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا:

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ: یعنی اے اللہ! اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے۔ (سورہ نوح، آیت ۲۷)

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان سے خیر و بھلائی کی کوئی توقع نہیں اور ان کی اصلاح نہیں ہو سکی بلکہ یہ فساد ہی زمین پر پھیلائیں

---

[1] البحر المحیط ۷/ ۱۴۹

گے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عذاب کا مطالبہ کیا۔[1]

بشارت اور عذاب لانے والے فرشتے

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰی:..... آیت میں رسولوں سے مراد فرشتے ہیں اور "بشریٰ" سے مراد ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دینا ہے یعنی جب فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس انہیں بیٹے کی خوشخبری دینے آئے۔ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ: ہم آئے ہیں تاکہ قوم لوط کی بستی کو ہلاک کردیں۔ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ: چوں کہ اس بستی میں رہنے والے ظلم وفساد میں جتے ہوئے ہیں سرکشی، دنگا وفساد ان کی طبیعت ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: جب لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بددعا دی اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی، اور فرشتوں کو قوم کی ہلاکت کے لیے بھیج دیا اور وہ راستے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے اولاً انہیں اولاد کی بشارت دے دی پھر انہیں اصل مقصد کی خبر دی، ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھتیجے کے متعلق فرشتوں سے مباحثہ کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لوط علیہ السلام کے بارے میں اندیشہ

قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا:..... تم بستی والوں کو کیسے ہلاک کروگے حالاں کہ ان میں نبی صالح لوط علیہ السلام بھی ہیں؟ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا: فرشتوں نے جواب دیا ہم لوط سے بخوبی آگاہ ہیں اور ان لوگوں کو بھی جانتے ہیں جو مؤمنین ہیں اور اس بستی میں رہتے ہیں۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سورۂ ہود میں بیان کردہ مجادلہ کے بعد کی یہ حالت ہے۔ يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ: چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا تھا: کیا تم اس بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہو جس میں تین سو مؤمنین ہیں؟ فرشتے بولے: نہیں۔ یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا مجھے بتاؤ اگر اس میں ایک مؤمن موجود ہو؟ فرشتوں نے کہا: پھر بھی ہلاک نہیں کریں گے۔ اب اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا۔ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا تو فرشتوں نے یوں جواب دیا۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا: اس کے بعد فرشتوں نے لوط علیہ السلام اور مؤمنین کو نجات دینے کی خوشخبری دی۔ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ: ہم لوط کو اس کے متعلقین کے ساتھ عذاب سے نجات دیں گے۔ ہاں البتہ ان کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہوگی چوں کہ وہ بھی بستی کے لوگوں کے ساتھ کفر پر اتفاق کیے ہوئے ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے فرشتے چل پڑے اور خوبصورت لڑکوں کی شکل میں لوط علیہ السلام کے پاس داخل ہوئے۔

حضرت لوط علیہ السلام مہمان فرشتے

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا:..... جب فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس گئے تو لوط علیہ السلام ان کی وجہ سے پریشان اور تنگدل ہوگئے چوں کہ وہ نہایت خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں مہمان تھے۔ لوط علیہ السلام کو مہمانوں کا خوف ہوا، فرشتوں نے انہیں بتایا کہ غمزدہ نہ ہوں ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ وَقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ: ہمارا خوف نہ کریں اور ہماری وجہ سے پریشان نہ ہوں یہ مجرمین ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ: البتہ آپ کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہوگی اور عذاب میں باقی رہے گی۔ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ: ان کے نہ ختم ہونے والے فسق وفجور کی وجہ سے ہم ان پر عذاب نازل کریں گے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اور یہ اس طرح ممکن ہوا کہ جبرئیل امین نے ان کی بستی کو زمین سے اکھاڑ لیا تھا پھر بستی کو اوپر آسمان کی بلندیوں تک لے گئے پھر وہاں سے بستی الٹ دی اور ان کے پیچھے نشان زدہ پتھروں کی بارش برسائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی جگہ بدبودار بحیرہ پیدا کردیا۔ پھر انہیں قیامت تک کے لیے عبرت بنادیا قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اسی قوم کو ہوگا۔[2] وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً: تحقیق ہم نے اس بستی کی واضح علامت چھوڑی یہ ان کے تباہ شدہ گھروں کے نشانات میں۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۵/۵۹ [2] مختصر ابن کثیر ۳/۳۶

لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ:...... اس قوم کے لیے جو غور وفکر اور تدبر کرے۔ اور وہ اپنی عقول سے عبرت حاصل کرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے۔ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا: ہم نے قوم مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی نصیحت

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ:...... اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرو اور قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرو۔ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ: سرکشی، ظلم وزیادتی کر کے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ: انہوں نے اپنے پیغمبر شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ نے ان کو زوردار زلزلے کے ذریعے ہلاک کر دیا۔ زمین میں زبردست بھونچال آیا اور دل چیر لینے والی چیخ نے ان کی جانیں نکال دیں۔ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ: وہ ہلاکت زدہ، گھٹنوں کے بل روندھے ہو کر رہ گئے۔ وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ: یعنی ہم نے عاد اور ثمود کو ہلاک کیا۔ اے اہل مکہ! حجاز اور یمن میں ان کے تباہ شدہ گھروں میں ہماری نشانیاں ہیں کیا تم انہیں دیکھ کر عبرت نہیں حاصل کرتے؟ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ: شیطان نے ان کے قبیح افعال اور معاصی کو ان کے لیے آراستہ کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ ان قبیح اعمال کو اچھا سمجھتے تھے۔ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ: شیطان نے ان کو راہ حق سے روک دیا اور وہ لوگ ہوشیار وعقلمند تھے، نظر واستدلال سے کام لے سکتے تھے لیکن انہوں نے تکبر وعناد کی وجہ سے ایسا نہیں کیا۔ عقلوں سے کام نہیں لیا۔

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ:...... اسی طرح ہم نے بہت سارے جابر وظالم لوگوں کو ہلاک کیا جن میں ایک قارون بے شمار خزانوں کا مالک بھی ہے۔ ایک فرعون تھا جو بادشاہت اور سلطنت کا مالک تھا اور ایک اس کا وزیر ہامان بھی ہے جو ظلم وسرکشی میں فرعون کا مددگار تھا۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ: ان لوگوں کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام واضح روشن دلائل ومعجزات لے کر آئے۔ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ: انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور پیغمبر علیہ السلام کی اطاعت سے اپنے آپ کو بالاتر سمجھا اور تکبر کرنے لگے۔ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ: وہ چکما دے کر ہمارے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ طبری نے آیت کا معنی یوں بیان کیا ہے: یعنی وہ ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکتے بلکہ ہمیں ان پر پوری قدرحاصل ہے۔[1] فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ: ان سب مجرمین کو ہم نے ان کے گناہوں اور معصیت کے سبب ہلاک کیا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان کو ایسا ہی عذاب ملا جو ان کے حال کے مناسب تھا۔[2] فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا: ان میں سے بعض پر ہم نے آندھی بھیجی جو اتنی تندوتیز تھی کہ اس میں کنکر اڑے جاتے تھے اور وہ اس میں ہلاک ہو گئے۔ جیسے قوم لوط۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ: ان میں سے بعض کو عذاب کی ہولناک آواز نے آن دبوچا اور اس کے ساتھ ساتھ زلزلہ بھی آیا جیسے قوم ثمود۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ: اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کو ہم نے ان کی دولت وخزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ حتیٰ کہ وہ زمین میں دھنستے ہوئے غائب ہو گیا جیسے قارون اور اس کے اصحاب۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا: ان میں سے بعضوں کو ہم نے غرق کر کے ہلاک کیا جیسے قوم نوح، فرعون اور اس کا لشکر۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ: اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں بغیر گناہ کے ہلاک کر دے اور ظالم ٹھہرے۔ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ: لیکن انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور وہ عذاب اور تباہی کے مستحق ٹھہرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مثال بیان کی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اوروں کو معبود بنا رکھا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا:...... ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے علاوہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان بتوں پر اعتماد کرتے اور ان سے نفع کی امید رکھنے میں ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے مکڑا اپنا گھر بنا لیتا ہے اور یہ گھر اسے گرمی اور سردی سے بچا نہیں سکتا، بارش کو نہیں روک سکتا اور اذیت سے بھی مکڑے کو نہیں بچا سکتا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اس شخص کی بیان کی ہے جو

---

[1] الطبری ۲۰/۹۶ [2] مختصر ابن کثیر ۳/۳۷

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنالے جو اسے نفع نہ پہنچا سکتا ہو اور نقصان نہ دے سکتا ہو۔ جیسے مکڑے کا گھر اسے گرمی وسردی سے نہیں بچا سکتا۔ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ: تمام گھروں میں کمزور ترین گھر مکڑے کا گھر ہے، گویا مکڑے کا گھر نہایت کمزور اور نہایت حقیر گھر ہوتا ہے۔ کاش! مشرکین کو معلوم ہوتا کہ یہ اس کے معبودان کی مثال ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ: اللہ تعالیٰ مشرکین کے معبودان کو جانتا ہے جن کی وہ عبادت کرتے ہیں اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کفر کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اللہ عزوجل اپنی بادشاہت میں غالب ہے۔ اور اپنی کاریگری میں حکیم ہے۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ: یہ امثال ہم لوگوں سے بیان کرتے ہیں چوں کہ یہ ان کے اذہان کے معیار کے مطابق ہیں۔

اللہ کی مثالوں کو عاقل ہی سمجھتے ہیں

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ:...... ان امثال کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو علم میں رسوک رکھتی ہوں (یعنی پختہ علماء ہوں) جو اللہ تعالیٰ کی مراد کو سمجھ سکتے ہیں۔ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک برحق کسی مقصد کے تحت پیدا کیا ہے انہیں فضول وعبث پیدا نہیں کیا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ: آسمان وزمین کو اس عجیب وغریب شکل وصورت اور محکم انداز کے ساتھ پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی تصدیق کرنے والوں کے لیے علامت اور دلالت ہے۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں۔ ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ:...... میں تاکید ہے ان اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے۔ نیز تکرار فعل کے ساتھ اطناب ہے جس سے اس قبیح فعل پر توبیخ کرنا مقصود ہے۔ ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ: میں استہزا اور تمسخر ہے۔ جواب شرط محذوف ہے اس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے یعنی اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ائْتِنَا بِعَذَابٍ۔ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ: میں تنکیر برائے تہویل ہے۔ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۡ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ: میں مفعول بہ کو مقدم کر دیا گیا ہے تا کہ اس کا اہتمام وعنایت خاصہ ہو۔ نیز اس سے اجمال ذکر کیا اور پھر اس کی تفصیل لائی ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا: میں تشبیہ تمثیلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو ان کی عبادت میں (جو وہ بتوں کی کرتے ہیں) مکڑے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس کے کمزور گھر بنانے میں، جو کہ نہایت ضعیف گھر ہوتا ہے، ہلکی ہوا کا جھونکا بھی اسے لے اڑتا ہے حتیٰ کہ منہ سے پھونک مار کر اسے اڑا دیا جاتا ہے۔ اس تشبیہ کو تمثیلی اس لیے کہا گیا ہے چوں کہ وجہ شبہ متعدد سے کشید کی گئی ہے۔ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ: میں موافقت فاصلہ ہے جس سے کلام کی شیرینی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ: اور بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ: میں بھی رعایت فاصلہ ہے، اور یہ خصائص قرآن میں سے ہے۔

(بیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک)

پارہ نمبر ۲۱ ...... اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ
اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ
مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ
مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ
بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ
بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى ع
لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ
مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ
جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ
ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ
نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ
الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ
سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ
نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا ع

يَعْلَمُونَ ﴿٦٤﴾ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ
يُشْرِكُونَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۙ وَلِيَتَمَتَّعُوا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا
آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِينَ
جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ ع

ترجمہ:...... جو کتاب آپ پر وحی کی گئی آپ اس کی تلاوت فرمایے اور نماز قائم کیجیے، بلاشبہ نماز بے حیائی سے اور برے کاموں سے روکتی ہے اور البتہ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔ ﴿۴۵﴾ اور اہل کتاب سے بحث مت کرو مگر ایسے طریقہ پر جو اچھا طریقے ہو، مگر وہ لوگ جو ان میں سے بے انصاف ہیں اور یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا اور اس پر جو تمہاری طرف نازل ہوا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔ ﴿۴۶﴾ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی، سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان لے آتے ہیں اور کافر لوگ ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿۴۷﴾ اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل شک میں پڑ جاتے۔ ﴿۴۸﴾ بلکہ یہ قرآن بذات خود بہت سے واضح دلائل کا مجموعہ ہے ان لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا انکار بے انصاف لوگ ہی کرتے ہیں۔ ﴿۴۹﴾ اور ان لوگوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں، آپ فرما دیجیے کہ نشانیاں اللہ کے اختیار میں ہیں اور میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ ﴿۵۰﴾ کیا یہ بات انہیں کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ان پر پڑھی جاتی ہے بلاشبہ اس میں رحمت ہے اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لیے۔ ﴿۵۱﴾ آپ فرما دیجیے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بس ہے، وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور اللہ کے منکر ہو گئے یہی لوگ نقصان والے ہیں۔ ﴿۵۲﴾ اور وہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں اور اگر مقررہ اجل نہ ہوتی تو ضرور ان کے پاس عذاب آ جاتا اور البتہ ان پر اچانک عذاب آ پہنچے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہو گی۔ ﴿۵۳﴾ یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب آنے کا تقاضا کر رہے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ ﴿۵۴﴾ جس دن ان کے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے ان پر عذاب چھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو گا کہ چکھ لو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ ﴿۵۵﴾ اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو۔ ﴿۵۶﴾ ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿۵۷﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم انہیں ضرور ضرور جنت کے بالا خانوں میں ٹھکانہ دیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا ﴿۵۸﴾ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ﴿۵۹﴾ اور کتنے ہی چوپائے ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے اللہ انہیں اور تمہیں رزق دیتا ہے اور وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔ ﴿۶۰﴾ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کیا تو ضرور ضرور جواب دیں گے کہ اللہ نے سو وہ پھر کہاں الٹے جا رہے ہیں۔ ﴿۶۱﴾ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ﴿۶۲﴾ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر زمین کی موت کے بعد پانی کے ذریعے اس کو زندہ کیا تو وہ ضرور ضرور جواب دیں گے کہ اللہ نے، آپ فرما دیجیے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے بلکہ ان میں اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ ﴿۶۳﴾ اور یہ دنیا والی زندگی نہیں ہے مگر لہو و لعب اور بلاشبہ آخرت والا گھر ہی

زندگی ہے، کاش! لوگ جانتے ہوتے۔ ۶۴ سو جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خوب خالص اعتقاد کر کے اللہ کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک شرک کرنے لگتے ہیں۔ ۶۵ تاکہ ان چیزوں کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی ہیں اور تاکہ مزے اڑالیں، سو وہ عنقریب جان لیں گے۔ ۶۶ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنائی ہے اور ان کے گردو پیش کے لوگ اچک لیے جاتے ہیں کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ ۶۷ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آجائے، کیا دوزخ کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے ۶۸ اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں تکلیفیں اٹھائیں ضرور ہم انہیں اپنی راہیں بتائیں گے اور بلاشبہ اللہ اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ۶۹

ربط و تعارف:...... اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی گمراہی کو واضح کیا اور ایضاح مزید کے لیے مکڑے کے گھر کی مثال دی اور اب ان آیات میں اہل کتاب کو دعوت ایمان دینے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ اہل کتاب کو نرمی کے ساتھ دعوت دی جائے ان کے ساتھ لطف و ہمدردی کا سلوک کیا جائے۔ پھر اس کے بعد محمد ﷺ کے صدق اور صحت قرآن پر دلائل و براہین قائم کیے گئے ہیں۔ پھر سورت کی اختتام میں ایک اہم امر کی وضاحت کی گئی ہے جو مانع توحید ہے وہ یہ کہ لوگوں نے دنیاوی زندگی سے دھوکا کھا رکھا ہے حالاں کہ یہ فانی ہے۔ نیز بیان کیا گیا ہے کہ شدت میں مشرکین بھی توحید کا سہارا لیتے ہیں اور فراخی میں اللہ کو بھول جاتے ہیں۔

لغات:...... بَغۡتَةً: اچانک، فجأۃً، یکا یک غفلت میں کسی واقعہ کا پیش آنا۔ یَغۡشٰهُمۡ: وہ انہیں ڈھانپ دیتا ہے۔ الغشاء۔ پردہ۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ: بوأۃ: کسی جگہ میں اقامت کے لیے ٹھہرانا۔ غُرَفًا: جنت میں عالیشان بالا خانے۔ یُؤۡفَكُوۡنَ: وہ حق سے باطل کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ یَبۡسُطُ: وہ پھیلاتا ہے۔ یَقۡدِرُ: وہ تنگ کرتا ہے۔ مَثۡوًى: وہ جگہ جہاں انسان اقامت کرتا ہے۔

تلاوت قرآن کا حکم

تفسیر:...... اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ: اے محمد! اس قرآن مجید کو پڑھیے جسے آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کیا ہے۔ اس کی تلاوت کر کے اور بار بار دہرا کر رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرو، چوں کہ اس میں عمدہ آداب اور مکارم اخلاق کا ذکر ہے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ: یعنی پورے ارکان کا لحاظ رکھ کر نماز پر پابندی کرو، نماز کی شرائط و آداب کا مکمل خیال رکھو چوں کہ آداب و شرائط کا خیال رکھنے سے خشوع و خضوع حاصل ہوتا ہے اور نماز دین کا ستون ہے۔

نماز روحانی بیماریوں کا علاج ہے

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ: یعنی وہ نماز جس میں شرائط آداب کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہو، خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی گئی ہو، جب نمازی اس طرح سے نماز ادا کرے جیسا کہ اسے ادا کرنا چاہیے تھا، رب تعالیٰ کی عظمت کا استحضار ہو، جو تلاوت کر رہا ہو اسے سمجھتا بھی ہو تو ایسی نماز بلاشبہ بے حیائی (کی باتوں اور حرکات) اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ وَلَذِكۡرُ اللّٰهِ اَكۡبَرُ: دنیا میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے بڑھ کے ہے۔ ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تذکرہ ہے، نماز میں، معاملات میں، خرید و فروخت میں، زندگی کے مختلف معاملات میں رب تعالیٰ کو یاد رکھنا ہے۔ گویا تم اپنے تمام شئون میں رب تعالیٰ سے غافل نہ ہو یہی رب تعالیٰ کی یاد ہے۔ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَصۡنَعُوۡنَ: اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال و اعمال کو بخوبی جانتا ہے وہ تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔ ابو عالیہ کہتے ہیں: نماز میں تین خصلتیں ہیں: اخلاص، خشیت الٰہی اور اللہ کا ذکر۔ اخلاص نمازی کو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے۔ خشیت برائی سے روکتی ہے اور ذکر اللہ قرآن ہے جو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ چنانچہ وہ نماز جس میں ان خصائل میں سے کوئی خصلت بھی نہ ہو وہ نماز نماز نہیں۔[1]

---

[1] القرطبی ۱۳/ ۳۴۵

اہل کتاب کے ساتھ مناظرہ میں نرمی

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ:...... اہل کتاب کو نہایت اچھے طریقے سے اسلام کی دعوت دو اور اچھے طریقہ سے ان کے ساتھ مباحثہ کرو جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی آیات کے ذریعہ بلایا جاتا ہے، اور اس کی نشانیوں اور حجج پر تنبیہ کی جاتی ہے۔
اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ: ہاں البتہ وہ شخص جو ظالم ہو اور تمہارے ساتھ جھگڑتا ہو، تمہارے ساتھ عداوت رکھتا ہو اس کے ساتھ سختی سے نمٹو۔
امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب مشرک دین اسلام سے انکار کرے گا تو وہ سختی سے نمٹے جانے کا مستحق ہے، اس کے شبہ کے غلط قرار دینے میں خوب مبالغہ سے کام لیا جائے گا اور اس کے مذہب کی تحقیر کی جائے گی۔ رہی بات اہل کتاب کی سو وہ تو کتب سماویہ پر ایمان رکھتے ہیں ان میں کمی صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتراف کی ہے۔ چنانچہ اچھائی کی صورت میں ان کے ساتھ نہایت اچھے طریقے سے مقابلہ کیا جائے گا۔ ہاں البتہ وہ لوگ جو اللہ کے لیے اولاد کے قائل ہوں اور تثلیث کا عقیدہ رکھتے ہوں تو ان کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے گا، ان کی بات کی سختی سے تردید کی جائے گی اور ان کی جہالت کو واضح کیا جائے گا۔ [1]

اہل کتاب اور مسلمانوں میں فرق

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ:...... اور ان سے کہو: ہم اس قرآن پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تورات و انجیل پر بھی ایمان لائے جو تمہاری طرف نازل کی گئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اہل کتاب تورات عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور اس کی تفسیر عربی زبان میں کرتے تھے تاکہ اہل اسلام بھی سمجھ پائیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ہی ان کی تکذیب اور کہو ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کی گئی اور جو تمہاری طرف نازل کی گئی۔ [2]
وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ: ہمارا اور تمہارا رب ایک ہی ہے اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں، ہم اس کی اطاعت کرنے والے ہیں اور اس کے حکم کے آگے جھک جانے والے ہیں۔ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ: اے محمد! جیسے ہم نے تم سے پہلے لوگوں پر کتاب نازل کی اسی طرح آپ پر بھی نازل کی ہے۔ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ: چنانچہ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا کی جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم جو اسلام لے آئے تھے اور ان کا تعلق یہودیوں اور نصرانیوں سے تھا وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔
وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ: اہل مکہ میں سے بھی کچھ لوگ ہیں جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ: ہماری آیات کے واضح ہونے کے باوجود ان کا انکار اور تکذیب کرنے والے وہی لوگ ہیں جو کفر میں دھنسے ہوئے ہیں اور بغض و عناد پر اصرار کیے ہوئے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں: جحود کسی چیز کی معرفت کے بعد ہوتا ہے۔ [3]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہونا قرآن کی صداقت کی دلیل ہے

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ:...... اے محمد! تم اس قرآن کے نزول سے قبل پڑھنا نہیں جانتے تھے اور نہ ہی لکھنا جانتے تھے چوں کہ تم اُمّی تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی تھے پڑھنا اور لکھنا نہیں جانتے تھے۔ [4]
اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ: اگر آپ پڑھنا اور لکھنا جانتے ہوتے تب کفار قرآن میں شک کرتے اور کہتے شاید یہ پہلی کتابوں سے دیکھ کر نقل کر لیا ہے اور اسے اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے، آیت میں اس امر پر حجت قائم کی گئی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ چوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی ہیں اور یہ عظیم الشان کتاب لے کر آئے ہیں جو معجز ہے اور پہلی امتوں کے واقعات اور غیب کی باتوں پر مشتمل ہے۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۵/۷۵ [2] أخرجہ البخاری کذا فی القرطبی ۱۳/۳۵۱ [3] الطبری ۲۱/۴ [4] سابقہ مرجع

یہ تو بہت بڑا برہان ہے آپ ﷺ کے صدق پر۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ اے محمد! آپ نے قرآن کے نزول سے پہلے عمر کا ایک بڑا حصہ اپنی قوم میں گزارا ہے۔ اس حال میں کہ آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے بلکہ آپ کی قوم کا ہر فرد جانتا ہے کہ آپ امی ہیں، لکھنے پڑھنے کے محتاج نہیں۔ اور اسی طرح رسول کریم ﷺ دائمی تا روز حساب اسی امی ہونے کی صفت کے ساتھ متصف رہیں گے۔ آپ لکھنا پڑھنا حتیٰ کہ ایک سطر بھی ہاتھ سے لکھنا نہیں جانتے بلکہ آپ کے پاس کاتبین کی ایک جماعت موجود رہتی تھی جو وحی لکھنے کا کام انجام دیتی تھی۔[1]

حفاظ قرآن کی فضیلت

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: ...... بل اضراب کے لیے ہے یعنی معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ ظالمین اور باطل پرست سمجھ رہے ہیں بلکہ قرآن عظیم کی آیات کا اعجاز واضح ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور علما کے سینوں میں محفوظ ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: قرآن عظیم کے خصائص میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو طریقوں سے قرآن مجید کو تغیر و تبدیل سے محفوظ رکھا ہے۔ (اول) ...... سطور میں محفوظ رکھا ہے۔ (دوم) ...... صدور (سینوں) میں محفوظ رکھا ہے۔ بخلاف دوسری آسمانی کتابوں کے چنانچہ وہ ان کے ہاں لکھی ہوئی ہیں اور سینوں میں محفوظ نہیں، اسی وجہ سے ان میں تحریف بھی کی گئی ہے۔ اس امت کی صفت میں آیا ہے کہ ان کی کتابیں ان کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حفظ (یاد رکھنے) کا مرتبہ "مقام اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا کیا ہے۔ اس امت سے پہلے کسی نے بھی اپنی کتاب زبانی نہیں پڑھی بلکہ دیکھ کر پڑھتے رہے ہیں۔ اور جب وہ کتاب بند کرتے تو انہیں یاد نہ رہتا کہ اس میں کیا لکھا ہے ہاں البتہ صرف ان کے انبیا کو یاد رہتا تھا۔[2] وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ: ہماری آیات کا انکار صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو کفر و عناد میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ: کفار مکہ کہتے ہیں: محمد پر خارق عادت معجزات کیوں نہیں اترے جو اس کے سچے ہونے پر دلالت کرتے جیسے صالح علیہ السلام کی اونٹنی تھی، موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کا دسترخوان تھا۔

معجزات دکھلانا میرے اختیار میں نہیں ہے

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ: ...... اے محمد! ان سے کہہ دیجیے! خوارق عادت معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں میرے اختیار میں نہیں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے معجزات کسی کو عطا کرے چاہے نہ کرے، اس میں کسی کو دخل نہیں۔ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ: میں تو تمہیں ڈر سنانے والا ہوں اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں، یہ میرے اختیار میں نہیں کہ میں معجزات لے آؤں۔ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ: استفہام برائے توبیخ ہے یعنی کفار مکہ کو معجزات کی طرف سے یہ عظیم الشان معجز کتاب کافی نہیں ہے جو ان کے کانوں پر دستک دیتی چلی آرہی ہے؟ یہ لوگ کیسے معجزہ طلب کر رہے ہیں جب کہ قرآن تمام معجزات سے بڑا معجزہ ہے اور آپ ﷺ کی نبوت پر سب سے بڑی دلیل ہے؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی کثرت جہالت کو بیان کیا ہے اور ان کی کم عقلی کو واضح کیا چوں کہ انہوں نے ایسی نشانیوں اور معجزات کا مطالبہ کیا جو محمد ﷺ کے سچا ہونے پر دلالت کرے حالاں کہ محمد ﷺ کتاب عظیم لے کر آئے ہیں جس میں بطلان کی ذرہ گنجائش نہیں، یہ تمام معجزات سے سب سے بڑا معجزہ ہے۔ چوں کہ فصحائے عرب اور بلغائے عرب اس کا مقابلہ اور معارضہ کرنے سے عاجز ہیں بلکہ قرآن عظیم کی ایک سورت کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے، کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے یہ عظیم الشان معجز کتاب آپ پر نازل کی حالاں کہ آپ امی ہیں آپ نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ پڑھ سکتے ہیں اور آپ نے ان کے سامنے ایسی خبریں پیش کی ہیں جو پہلی کتابوں میں ہیں۔[3] اسی لیے بعد کی آیت میں فرمایا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: یعنی قرآن عظیم کے نازل کرنے میں بندوں پر عظیم نعمت ہے چوں کہ قرآن نے ان کو گمراہی سے نکال باہر کیا ہے۔ اس میں بلیغ تذکرہ اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لیے جن کا مقصد اور غرض ایمان ہو، ضد و عداوت نہ ہو۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۴۰ [2] القرطبی ۱۳/۳۵۴ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۴۱

میری صداقت کے لیے اللہ کی گواہی کافی ہے

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا: ......ان سے کہہ دیں۔ اللہ تعالیٰ کا میرے سچے ہونے پر گواہ ہونا کافی ہے وہ گواہی دیتا ہے کہ میں اس کا رسول ہوں۔ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کا کوئی معاملہ پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے، اگر میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا وہ مجھ سے انتقام لیتا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ: جو لوگ بتوں پر یقین رکھتے ہیں اور رب تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ یہ لوگ گھاٹے اور خسارے میں کامل درجہ رکھتے ہیں چوں کہ انہوں نے ایمان کے بدلے میں کفر خرید لیا ہے۔

کفار کے لیے دنیا و آخرت کا عذاب

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ: اے محمد! مشرکین آپ سے عذاب کے جلدی لے آنے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور کہتے ہیں۔ اَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ: تکذیب استہزا اور مذاق کے طور پر عذاب کو جلدی طلب کیا گیا ہے۔ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ: اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب اور ہلاکت کا وقت مقرر نہ کیا ہوتا تو ان کے مطالبہ پر ان پر عذاب مسلط ہو جاتا۔

وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ: اچانک ان پر وہ عذاب مسلط ہو جائے گا، اس وقت یہ غفلت میں ہوں گے اور انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ: اس آیت میں مشرکین کی کم فہمی، ناسمجھی، تعنت اور عناد پر تعجب کیا جا رہا ہے۔ آیت کا معنی ہے: مشرکین عذاب کا تقاضا کیسے کر رہے ہیں حالاں کہ جہنم ان کا احاطہ کیے ہوگی قیامت کے دن جیسے کنگن نے کلائی کو گھیرا ہوتا ہے، وہ وہاں سے کہیں بھی بھاگ نہیں سکیں گے۔ پھر جہنم کے احاطہ کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ: جس دن عذاب انہیں ڈھانپ دے گا اور ہر طرف سے انہیں گھیرے گا، شش جہات سے انہیں عذاب گھیر لے گا۔

وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: اور اللہ عزوجل فرمائے گا: دنیا میں تم برے اعمال جرائم اور استہزا کرتے تھے اس کا بدلہ چکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے مکذبین منکرین کا حال بیان کیا اب اس کے بعد متقین نیکوکاروں کا حال ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

مؤمنین سے خطاب خاص

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ: خطاب تشریف ہے، دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنے پر ابھارا جا رہا ہے۔ اے وہ لوگو! جن کو اللہ تعالیٰ نے بندگی کے شرف سے نوازا ہے۔ اگر تم مکہ میں اظہار ایمان سے قاصر ہو نہایت تنگی میں ہو تو وہاں سے ہجرت کر جاؤ، ظلمت میں نہ پڑے رہو اللہ تعالیٰ کی سرزمین نہایت وسیع اور کشادہ ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: یہ سورت مکہ کے کمزور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1]

فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ: مجھے عبادت کے ساتھ مخصوص کرو اور میرے علاوہ کسی اور کی عبادت مت کرو۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ: یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو تمہیں موت پا لے گی لہٰذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طاعت میں گزارو جہاں تمہیں حکم دیا گیا ہے وہاں ہجرت کرو موت کے سوا چارۂ کار نہیں اور اس سے مفر نہیں۔ پھر اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: جن لوگوں نے خالص عمل اور خالص عقیدہ کو جمع کیا۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا: ہم انہیں جنت کے عالیشان بالاخانوں میں ٹھہرائیں گے۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: اس کے درختوں اور اس کے محلات کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا: نہ ختم ہونے والی مدت تک (یعنی ہمیشہ ہمیشہ) اس میں ٹھہرے رہیں گے اس سے باہر کبھی بھی نہیں نکلیں گے۔

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ: یہ عالیشان بالاخانے اور رہائش گاہیں بہت عمدہ اور اچھی ہوں گی اور نعمتوں والی جنت میں یہ بدلہ ہیں عمل کرنے والوں کا۔

---

[1] زاد المسیر ۲۸۱/٦

ہجرت کرنے والوں کے انعامات

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ:...... یہ عاملین کی وضاحت و بیان ہے یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مشقتوں کو برداشت کیا، صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ بحر میں لکھا ہے: صبر اور اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کرنا ایسی دو خوبیاں ہیں جو ہر طرح کی خیر و بھلائی کی جامع ہیں۔[1]

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا: کتنے ہی کمزور چوپایے ہیں جو اپنے رزق کے حصول پر قدرت نہیں رکھتے لیکن اللہ تعالیٰ انکو رزق عطا کرتا ہے۔ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ:...... اللہ تعالیٰ ہی ان کو رزق عطا کرتا ہے جیسے تمہیں رزق دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے رزق کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ اگر تم ہجرت کرو تو فقر و فاقہ سے مت ڈرو، رزق دینے والا اللہ ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: آیت کریمہ کا مقصد مؤمنین کے دلوں کو تقویت بخشنا ہے چوں کہ ہجرت کی وجہ سے انہیں فقر و فاقہ کا خوف دامن گیر تھا۔ چنانچہ جس طرح اللہ تعالیٰ کمزور جانوروں کو رزق عطا کرتا ہے اسی طرح تمہیں بھی رزق عطا کرے گا جب تم اپنے وطن سے ہجرت کر جاؤ گے۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ: وہ تمہاری باتوں کو سنتا ہے اور تمہارے احوال کو خوب جانتا ہے۔ اس کے بعد پھر مشرکین کی غیر اللہ کی عبادت کرنے پر توبیخ کی جا رہی ہے۔

اللہ کو سب خالق مانتے ہیں

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ: اگر آپ مشرکین سے سوال کریں کہ عالم علوی، عالم سفلی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس سب کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے سورج اور چاند کو زیر کیا اور انہیں نہایت دقیق نظام کے مطابق مسخر کیا؟ لامحالہ وہ کہیں گے اس سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ: جب انہوں نے توحید کا اقرار کیا تو پھر اس کے بعد کہاں اوندھے جاتے ہیں؟

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ: اللہ عزوجل ہی خالق وہی رازق ہے، اللہ تعالیٰ امتحان کے لیے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وسیع رزق عطا کرتا ہے اور آزمائش کے لیے جس پر چاہتا ہے رزق کی تنگی کرتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ صابر و شاکر کو ممتاز کر دے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ وسیع علم والا ہے، حکمت اور مصلحت جس کا مطالبہ کرے اللہ تعالیٰ وہی کر گزرتا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ: یہ دوسری توبیخ ہے۔ اور مشرکین پر دوسری حجت قائم کی گئی ہے۔ یعنی اگر آپ مشرکین سے سوال کریں کہ کس نے آسمان سے بارش نازل کی اور اس کے ذریعے انواع و اقسام کی فصلیں اور پھل کس نے پیدا کیے بعد اس کے کہ زمین خشک و مردہ ہو چکی ہوتی ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی یہ سب کچھ کرنے والا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ: اے محمد! کہہ دیجیے! حجت کے ظاہر و غالب ہونے پر اللہ کا شکر ہے اور تمام تعریفوں کا وہی سزاوار ہے، بلکہ ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے چوں کہ وہ اقرار تو کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق و رازق ہے جب کہ عبادت اللہ کی غیر کی کرتے ہیں۔

اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ:...... اس دنیا میں زندگی محض دھوکا ہے جو نہایت سرعت کے ساتھ گزر جاتی ہے۔ جیسے بچے گھڑی بھر کے لیے کھیلتے ہیں اور پھر منتشر ہو جاتے ہیں۔ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ: حقیقت میں آخرت کا ٹھکانا ہی اصل زندگی کا ٹھکانا ہے جس میں موت نہیں ہوگی، کدورتیں اور ناخوشگواریاں نہیں ہوں گی۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ: اگر ان کے پاس علم ہوتا تو وہ دار الفنا کو دار البقا پر ترجیح نہ دیتے۔ چوں کہ دنیا حقیر ہے جو مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں ہے[2]

---

[1] البحر ۷/۱۵۷ [2] حدیث میں ہے کہ اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو اس میں سے کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ تک نہ ملتا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:۔

تأمل فی الوجود بعین فکر ترى الدنیا الدنیئة کالخیال
ومن فیها جمیعاً سوف یفنى ویبقى وجه ربك ذوالجلال

وجود کے بارے میں فکر کی آنکھ سے خوب سوچ بچار کرلو۔تم اس گھٹیا دنیا کو خیال کی طرح دیکھو گے۔
جو بھی اس دنیا میں ہے وہ عنقریب فنا ہو جائے گا۔صرف رب ذوالجلال کی ذات باقی رہے گی۔

کفار کی ناشکری

فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ: یہ تیسری حجت ہے جو مشرکین پر قائم کی گئی ہے کہ وہ شدائد میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور پھر جب فراخی ہو جاتی ہے تو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔معنی یہ ہے: جب وہ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں اور انہیں غرق ہونے کا خوف ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو خالص ہو کر پکارتے ہیں چوں کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کو شدائد سے بچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ''مخلصین'' کے لفظ میں تہکم ہے۔فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو سمندری طوفانوں سے نجات دے دی اور وہ سلامتی کے ساتھ ساحل سمندر تک پہنچ گئے تو وہ پھر اپنی سابقہ زندگی یعنی کفر و الحاد اور شرک کی طرف لوٹ آتے ہیں۔اپنے اس رب کو بھول جاتے ہیں جس نے ان کو شدائد اور مصائب سے نجات دی ہوتی ہے۔

لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ۚ وَلِیَتَمَتَّعُوْا ۥ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ: یہ امر تہدید (دھمکی) کے لیے ہے۔ہم نے ان کو سمندر سے نجات پا جانے کی جو نعمت دی اس کا وہ کفر کرلیں اور اپنی باقی زندگی میں اس دنیوی زندگی سے عارضی نفع اٹھالیں عنقریب اپنے انجام کو جان لیں گے۔

کفار مکہ پر اللہ کا انعام

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ: کیا یہ کفار سوچ و فکر اور عبرت کی نظر سے نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے شہر مکہ کو حرم بنا دیا ہے اور چوری چکاری، ڈکیتی وغیرہ سے امن و سلامتی والا شہر بنا دیا ہے اس کے رہنے والے قتل، قید و بند سے امن و سلامتی میں ہیں۔جب کہ ان کے گرد و نواح میں لوگوں کو قیدی بھی بنا لیا جاتا ہے اور قتل کر لیا جاتا ہے۔

ضحاک کہتے ہیں: وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ: یعنی لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو قیدی بناتے ہیں۔[1]

اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ: کیا ان جلیل القدر نعمتوں کے بعد بھی یہ لوگ بتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں؟

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ: اس شخص سے بڑھ کر کوئی بھی ظالم نہیں جو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہو اور جب اس کے پاس قرآن لایا جائے تو وہ اس کی تکذیب کرتا ہے۔

اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ: کیا اللہ کی آیات کا انکار کرنے والوں کے کفر و افترا کا بدلہ اور جزا دوزخ کا ٹھکانا نہیں۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا: جن لوگوں نے نفس، شیطان، کفار اور دشمنان دین کے خلاف جہاد کیا اور ان کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا ہو ہم انہیں ضرور اپنی طرف آنے کا راستہ دکھائیں گے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ: اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد مؤمنین کے ساتھ ہے۔

بلاغت:......ان آیات میں بیان و بدیع کی مختلف اصناف آشکار ہیں، ان میں سے کچھ مختصراً حسب ذیل ہیں:

لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ: میں تخفیف ہے۔اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ: میں طباق ہے۔اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ: میں قصر کا اضافہ ہے۔

---

[1] القرطبی ۱۳/ ۳۷۳

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ، وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى. يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ، وَاِنَّ جَهَنَّمَ. يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ: میں اطناب ہے اور بار بار عذاب کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مشرکین کی شناعت کی طرف اشارہ ہے۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا: میں اضافت برائے تشریف ہے۔

يَبْسُطُ الرِّزْقَ وَيَقْدِرُ: میں طباق ہے۔ اسی طرح اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ: میں بھی طباق ہے۔

حَرَمًا اٰمِنًا: میں مجاز عقلی ہے۔ یعنی اہل مکہ امن والے ہیں۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ: میں تشبیہ وبلیغ ہے۔ یعنی "کالھو و کالعب" حرف تشبیہ حذف کر دیا گیا ہے اور وجہ شبہ بھی محذوف ہے یوں تشبیہ بلیغ ہو گئی جیسے عرب کا قول ہے "زید اسد"۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ: میں ایجاز حذف ہے چوں کہ جواب شرط حذف ہے اور اس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے، یعنی اگر انہیں معلوم ہوتا تو وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتے۔ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ. بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اور اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ: میں رعایت فاصلہ ہے۔

تنبیہ:...... آیت کریمہ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ: میں یہ امر ثابت ہے کہ نماز واقعی بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ سے کہا گیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے صبح ہوتے ہی چوری کرنے لگتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب اس کی نماز اسے روک دے گی۔ (رواہ البزار)

آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ جب نماز علی وجہ الاکمل ادا کی جائے گی تو وہ نمازی کو بے حیائی سے روک دے گی، اسے دور نہیں کرے گی بلکہ اس کے قرب میں اضافہ کرے گی۔

مسلمان کے لیے ایسی جگہ رہنا روا نہیں جہاں سہولت کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کر سکتا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع وکشادہ ہے۔ آیات کریمہ میں دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے کے وجوب پر اشارہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مقولہ ہے:

''وکل مکان ینبت العزّ طیب'' ہر وہ جگہ جہاں عزت ہو وہ اچھی جگہ ہے۔

الحمدللہ آج ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۲ جولائی ۲۰۱۴ء بروز پیر بعد از نماز عصر سورۃ العنکبوت کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور بقیہ حصے کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سورۃ الروم

تعارف:...... سورۂ روم مکی ہے اور اس کے اہداف بعینہ وہی اہداف ہے جو کہ مکی سورتوں کے ہوتے ہیں۔ اس میں بھی عقیدۂ اسلام کے وسیع تر میدان ایمان بالتوحید، رسالت اور بعث بعد الموت پر ایمان، جزا و سزا پر ایمان بات کی گئی ہے۔

سورت کی ابتداء ایک غیبی واقعہ کی خبر دینے سے کی گئی ہے، قرآن کریم نے اس واقعہ کے پیش آنے سے قبل ہی اس کی خبر دی ہے۔ اور وہ رومیوں کا اہل فارس پر غلبہ پانا ہے ایک ایسی جنگ میں جو فریقین کے درمیان عنقریب ہوگی۔ قرآن عظیم نے جیسے خبر دی اسی طرح جنگ ہو کر رہی۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی متحقق ہوگئی اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و صفا پر مضبوط دلیل ہے۔ اور یہ قرآن کا بڑا معجزہ بھی ہے۔

اس کے بعد سورۂ کریمہ میں دو گروہوں حزب الرحمٰن اور حزب الشیطان کے درمیان حقیقت معرکہ کے متعلق بات ہوئی ہے۔ یہ قدیم معرکہ ہے چنانچہ یہ جنگ اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک یہاں حق و باطل موجود برسرپیکار ہیں۔ جب تک یہاں خیر بھی ہے اور شر بھی۔ جب تک یہاں شیطان اپنے اعوان کی دعوت کے خلاف جنگ کیے ہوئے ہے۔ آیات کریمات میں حق کے باطل پر غالب آنے کے دلائل و شواہد پیش کیے گئے ہیں، مختلف زمانوں میں حق کو غلبہ ملے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوگی۔

پھر سورۂ مبارکہ میں قیامت کے متعلق بات ہوئی ہے، اس دن اہل کفر کا ٹھکانا بتایا گیا ہے جب کہ مؤمنین، بہشتوں میں خوش و خرم ہوں گے اور مجرمین عذاب میں ڈالے جائیں گے، یہ نیکوکاروں اور فساق و فجار کا آخری راؤنڈ ہوگا اور یوں محسنین و مجرمین اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔

سورۂ مبارکہ کے آخر میں کفار قریش کے متعلق بات کی گئی ہے چوں کہ انہیں معجزات، آیات اور وعیدات نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا، بسا اوقات وہ کھلی نشانیاں اور براہین دیکھتے ہیں اور ان سے عبرت اور نصیحت نہیں حاصل کرتے چوں کہ وہ مردوں کی مانند ہیں وہ نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔ اس سب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے چوں کہ مشرکین کی طرف سے آپ کو سخت اذیتوں کا سامنا تھا آپ کو صبر کی تلقین کی گئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے۔

وجہ تسمیہ:...... سورۂ روم اس سورت کا نام ہے، چوں کہ اس سورت میں عظیم معجزہ کا ذکر ہے جو قرآن کریم کی دی ہوئی سچی غیب کی خبروں پر دلالت کرتا ہے۔ الٓمّٓ ۝۱ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝۲ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝۳ یہ قرآنی معجزات میں سے ایک ہے۔

آیاتہا ۶۰ | (۳۰) سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ (۸۴) | رُکُوْعَاتُهَا ۶

الٓمّٓ ۝۱ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝۲ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝۳ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ؕ
لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۴ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۵ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ يَعْلَمُوْنَ
ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ
اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ
رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝۸ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ ۹ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ
ع اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۱۰ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ
ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۱۱ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۱۲ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ
شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۱۳ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۱۴ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۱۵ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ
فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۱۶ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۱۷ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۱۸ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ
ع الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۱۹

ترجمہ:...... الٓمّٓ ① روم والے زمین کے قریب والے حصے میں مغلوب ہوگئے۔ ② اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال میں غالب ہو جائیں گے۔ ③ اللہ ہی کے لیے اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور ایمان والے اس دن خوش ہوں گے۔ ④ اللہ کی مدد کی وجہ سے وہ مدد فرماتا ہے جس کی چاہے اور وہ زبردست ہے رحمت والا ہے۔ ⑤ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے اللہ اپنے وعدہ کو خلاف نہیں فرماتا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ⑥ یہ لوگ دنیا والی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔ ⑦ کیا انہوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا، اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا نہیں فرمایا مگر حق کے ساتھ اور ایک معینہ مدت تک اور بلاشبہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ ⑧ کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے، سو دیکھ لیتے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، وہ لوگ قوت کے اعتبار سے ان سے بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو بویا جوتا اور اس سے زیادہ آباد کیا، جتنا ان لوگوں نے آباد کیا ہے، اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے، سو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا اور لیکن وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ ⑨ پھر جن لوگوں نے برے کام کیے ان لوگوں کا برا انجام ہوا، اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق بناتے تھے۔ ⑩ اللہ مخلوق کو ابتداء پیدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا فرمائے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے ⑪ اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرمین ناامید ہو کر رہ جائیں گے۔ ⑫ اور ان کے شرکا میں سے کوئی بھی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور وہ اپنے شرکا کے منکر ہوں گے۔ ⑬ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ متفرق حالتوں میں ہوں گے ⑭ سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ باغ میں مسرور ہوں گے ⑮ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا سو یہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے، ⑯ سو تم اللہ کی تسبیح بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت ⑰ اور اسی کے لیے سب تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور دن کے پچھلے اوقات میں اور دوپہر کے وقت اس کی تسبیح بیان کرو ⑱ وہ جاندار کو بے جان سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندگی بخشتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔ ⑲

لغات:...... يَغْلِبُوْنَ: وہ مغلوب ہوں گے، شکست خوردہ ہوں گے۔ اَثَارُوا الْاَرْضَ: زمین میں ہل چلائی، کاشتکاری کے لیے جوتا۔
السُّوْٓاٰى: أسوأ کی تانیث ہے نہایت برا اور قبیح جیسے "حسنٰی" "احسن" کی تانیث ہے۔ السوأی انتہا درجے کی بری سزا، بہت بری عقوبت

يُحْبَرُوْنَ: وہ خوش ہوں گے۔ حبرۂ یحبرۂ خوش ہونا، حتیٰ کہ خوشی سے چہرہ تمتما اٹھے۔ جوہری کہتے ہیں: الحبور سرور، یحبرون وہ خوش کیے جائیں گے۔ عَشِيًّا: العشی: مغرب کے بعد کا وقت تا وقت یہ کہ رات کا چوتھائی حد گزر جائے۔ مغرب کے بعد عشا کا وقت۔

تُظْهِرُوْنَ: تم دوپہر کے وقت میں داخل ہوتے ہو۔

روم و فارس کی جنگ

تفسیر: الٓمّٓ: ...... حروف مقطعہ ہیں اعجاز قرآن پر تنبیہ کے لیے لائے گئے ہیں۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ: رومیوں کو سرزمین فارس کے قریب شکست ہوئی۔[1] وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ: وہ اپنی شکست اور فارسیوں کے غلبہ کے بعد عنقریب اہل فارس کو مغلوب کریں گے اہل روم کو ان پر فتح حاصل ہوگی اور وہ بدلہ لے لیں گے۔ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ: اتنے عرصہ میں جو چند سالوں سے تجاوز نہیں کرے گا۔ "البضع" کا اطلاق تین سے لے کر نو پر ہوتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: اہل فارس اور اہل روم کے درمیان جنگ ہوئی: اہل فارس نے اہل روم کو شکست دی تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی خبر ہوئی جو آپ پر گراں گزری، جب کہ مشرکین خوش ہو گئے، چوں کہ اہل فارس مجوسی تھے ان کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی جب کہ رومی اہل کتاب تھے، مشرکین اہل فارس کے ساتھ اپنی مناسب پیدا کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہتے: تم اہل کتاب ہو اور رومی بھی اہل کتاب ہیں۔ ہم امی ہیں ہمارے بھائی اہل فارس تمہارے بھائیوں اہل روم پر غالب آ گئے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی تمہارے اوپر غالب رہیں گے اور تمہیں شکست ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا بولے: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی نہیں کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ: چنانچہ لڑائی کے ساتویں سال دونوں لشکروں میں دوبارہ جنگ ہوئی اس بار رومیوں نے اہل فارس کو شکست فاش دی اور مسلمان خوش ہو گئے۔ ابوسعود کہتے ہیں: یہ واضح اور کھلی آیات ہیں۔ جو صحت نبوت پر شاہد عدل ہیں اور صدق قرآن پر بھی دال ہیں چوں کہ ان آیات میں غیب کے بارے میں خبر دی گئی ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور پھر اس غیب کی خبر کا وقوع ایسے ہی ہوا جیسے اس کی خبر دی گئی۔[2] علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت دلائل نبوت میں سے ہے چوں کہ اس میں غیب کی خبر دی گئی ہے۔[3]

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ: پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو حاصل تھا اور بعد کو بھی۔ یعنی اہل فارس کے غلبہ سے پہلے بھی اور ان کے غلبہ کے بعد بھی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ حکم اور ارادہ سے ہو رہا ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ غالب کا غلبہ اور مغلوب کی ہزیمت سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور اختیار سے ہے۔[4]

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ: جس دن اہل روم اہل فارس کو شکست فاش دیں گے اور ان پر غالب آ جائیں گے اور اللہ نے ان سے جس غلبہ کا وعدہ کیا ہے وہ پورا ہوگا اہل کتاب کی مجوسیوں کے خلاف اللہ کی مدد پر مؤمنین خوش ہوں گی۔ چنانچہ غزوہ بدر کے موقع پر یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بدر کا دن بتوں کے پجاریوں اور آگ کے پجاریوں کی ہزیمت کا دن ہے۔

يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، وہ غالب ہے اور اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے، اپنے دوستوں پر رحم کرنے والا ہے۔ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ: یہ اللہ تعالیٰ کا پختہ وعدہ ہے، اس کی خلاف ورزی کرنا ممکن نہیں۔ چوں کہ اللہ کا وعدہ حق ہوتا ہے اور اس کا کلام سچا ہے۔

لوگوں کی حقیقت سے لاعلمی

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ: ...... لیکن وہ اپنی جہالت کی وجہ سے نہیں جانتے اور فکر نہیں کرتے۔ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: وہ دنیا

---

[1] اذرعات اور بصریٰ عرب کے قریب ترین شہر ہیں جو اس وقت روم میں تھے یہاں جنگ ہوئی تھی جس میں رومی مغلوب ہوئے تھے۔ [2] ابوالسعود ۴/ ۲۷۶ [3] البیضاوی ۲/ ۳۰ [4] زاد المسیر ۶/ ۲۸۸

کے معاملات، اس کے مصالح اور روزمرہ زندگی میں جن امور کے محتاج ہوتے ہیں بس ان کو ہی جانتے ہیں۔ مثلاً تجارت اور تعمیرات وغیرہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: وہ اپنی معیشت کے امور جانتے ہیں کہ کب کاشتکاری کریں گے، کب فصلیں کاٹیں گے، کیسے باغات لگائیں گے اور عمارات کیسے بنائیں گے۔ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ: اور وہ آخرت کے امور سے نابلد اور جاہل ہیں۔[1] آخرت کے بارے میں غور وفکر کرنے سے غافل ہیں۔ امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان کا علم صرف دنیا میں منحصر ہے وہ باوجود اس کے نہیں جانتے کہ دنیا کی حقیقت کیا ہے وہ بس دنیا کے ظاہر پر اعتماد کیے ہوئے ہیں۔ دنیا کا ظاہر عارضی ہے اور یہ محض کھیل ہے جب کہ دنیا کا باطن مضرتیں اور دشواریاں ہیں۔ دنیا کے ظاہری وجود کو جانتے ہیں اور اس کے فنا کو نہیں جانتے اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔[2] ظَاهِرًا: سے ممکن ہے اس طرف اشارہ ہو کہ یہ لوگ چھلکے کا علم رکھتے ہیں اور مغز کو قطعی طور پر نہیں جانتے۔ گویا ان کے علوم چوپایوں کے علوم کے مترادف ہیں۔

کائنات کی تخلیق میں غور وفکر

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى: کیا یہ اپنی عقلوں سے سوچ بچار نہیں کرتے اور جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ عظیم وجلیل ہے اس نے آسمانوں اور زمین کو فضول نہیں پیدا کیا، بلکہ انہیں حکمت بالغہ کے تحت بنایا ہے اور قیامت تک زمین وآسمان نے قائم رہنا ہے؟ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں کائنات کے فنا ہونے پر تنبیہ کی جا رہی ہے۔ اور یہ کہ ہر مخلوق کی ایک مدت مقرر ہے اور اس امر پر بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ نیکوکار کو ثواب ملے گا اور بدکار کو عذاب[3]

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ: اکثر لوگ بعث بعد الموت اور جزا وسزا کے منکر ہیں۔

پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ:...... کیا یہ سفر نہیں کرتے اور پہلی امتوں کی ہلاکت گاہوں کو نہیں دیکھتے کہ انہیں پیغمبروں کی تکذیب کرنے کی وجہ سے کیسے ہلاک کر دیا گیا اور یوں اسے دیکھ کر وہ عبرت حاصل کرتے۔

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً: وہ جسمانی قوت میں ان سے بڑھ کر تھے اور ان کی مال ودولت اور اولاد بھی ان سے زیادہ تھی۔

وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا: وہ ان لوگوں سے کہیں زیادہ زمین کو زراعت کے لیے جوتتے تھے، معدنیات نکالنے کے لیے زمین کھودتے تھے، مضبوط عمارتیں بناتے تھے، اور ان کی صنعتیں ان سے کہیں زیادہ تھیں۔ بیضاوی کہتے ہیں: آیت میں اہل مکہ پر تہکم کیا جا رہا ہے چوں کہ وہ دنیا کے دھوکے میں پڑے ہوتے ہیں، دنیا پر فخر کرتے ہیں اور دنیا میں ان کا حال نہایت کمزور ہے، ان کا دارومدار شہروں کی خوشحالی پر ہے اور انسانوں پر تسلط جمانے، زمین کے حصوں پر عمارات تعمیر کر کے تصرف چلانے پر رہے۔ یہ کمزور لوگ ہیں جو ایسے ٹھکانے میں پناہ لینا چاہتے ہیں جس میں کوئی نفع نہیں ہے۔ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ: ان کے پاس پیغمبر واضح معجزات اور کھلی نشانیاں لے کر آئے لیکن انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلا دیا۔ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ: اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ بغیر جرم کے انہیں ہلاک کر دے۔ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ: لیکن انہوں نے کفر کر کے اپنے اوپر خود ظلم کیا ہے۔ چنانچہ کفر وتکذیب کی وجہ سے یہ ہلاکت اور تباہی کے مستحق ہوئے۔

تکذیب واستہزا کا انجام

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى: پھر گناہگاروں کا انجام نہایت بری سزا ہے جو کہ دوزخ کی آگ ہے۔

اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ: اس وجہ سے کہ انہوں نے پیغمبروں پر نازل کی گئی آیات کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔

---

[1] القرطبی ۱۴/۷ [2] التفسیر الکبیر ۲۵/۹۷ [3] القرطبی ۱۴/۹

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انسانوں کو پیدا کیا پھران کے مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ: پھر حساب وجزا کے لیے تم نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ: جب قیامت ہوگی تمام لوگوں کو حساب کے لیے جمع کرلیا جائے گا تو گناہگار لوگ خاموش ہوں گے اور ان کی حجت ختم ہوجائے گی اور وہ منہ سے کوئی بات نہیں نکال سکیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ: گناہگار مایوس ہوجائیں گے، مجاہد کہتے ہیں: گناہگار رسوا ہوں گے۔ قرطبی کہتے ہیں: لغت میں معروف یہی ہے: أبلس الرجل یعنی خاموش ہوا اور اس کی حجت منقطع ہوگی۔[1] وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا: جن بتوں کی وہ پوجا کرتے ہیں وہ ان کے سفارشی نہیں ہوں گے۔ وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ: وہ اپنے خداؤں سے بیزاری کریں گے اور خدا ان سے بیزاری کریں گے۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ: قیام قیامت کے مضمون کو مکرر ذکر کیا گیا ہے تاکہ تہویل وتخویف کا احساس پیدا ہو چوں کہ قیام قیامت نہایت ہولناک معاملہ ہوگا۔ آیت کا معنی ہے: جس دن قیامت قائم ہوگی مؤمنین اور کفار متفرق اور جدا جدا ہوں گے اور دو گروہوں میں تقسیم ہوں گے۔ ایک گروہ جنت میں جائے گا اور دوسرا گروہ دوزخ میں جائے گا۔ اسی لیے آگے ارشاد ہوا: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: رہی بات پرہیزگار مؤمنین کی جنہوں نے ایمان وعمل صالح کو جمع کیا ہوگا۔ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ: اور وہ جنت کے باغات میں مسرور ہوں گے اور عیش میں ہوں گے۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ: جن لوگوں نے قرآن کا انکار کیا اور بعث بعد الموت کی تکذیب کی۔ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ: یہ لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ مقیم رہیں گے۔

صبح وشام ذکر اللہ کی تاکید

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ:...... اللہ تعالیٰ کی تسبیح وپاکی بیان کرو اور صفات نقص جو اس کے لائق نہیں سے اس کی پاکی بیان کرو اس وقت کہ جب تم شام میں داخل ہو رہے ہو اور جب صبح کرو۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ: آسمانوں اور زمین میں وہی سزاوار حمد وستائش ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اہل آسمان اور اہل زمین اللہ کی تعریف کرتے ہیں اور اسی کے لیے عبادت ونماز پڑھتی ہیں۔[2] مفسرین کہتے ہیں: وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: یہ جملہ معترضہ ہے اور اصل کلام فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ: اس میں حکمت یہ ہے کہ اس امر کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کہ عبادت کی توفیق نعمت ہے اس پر اللہ کی تعریف کرنا ضروری ہے۔ العشی، نماز مغرب تا عشا کا وقت۔ وَتُظْهِرُوْنَ: تم ظہر کے وقت میں داخل ہوتے ہو۔

مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو پیدا کرنا

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ:...... اللہ تعالیٰ مؤمن کو کافر سے نکالتا ہے اور کافر کو مؤمن سے نکالتا ہے، سبزے کو دانے سے نکالتا ہے اور دانوں کو سبزے سے۔ حیوان کو نطفے سے نکالتا ہے اور نطفہ کو حیوان سے۔

وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا: زمین خشک ہوکر مردہ ہوجاتی ہے اسے سبزہ کی زندگی اللہ ہی عطا کرتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ: یعنی جیسے اللہ تعالیٰ زمین سے سبزہ نکالتا ہے اسی طرح تمہیں قبروں سے نکالے گا۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کمال بیان کیا ہے چنانچہ جیسے زمین کو سبزے سے زندگی بخشتا ہے اسی طرح تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔[3]

بلاغت:...... ان آیات میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں ان میں سے کچھ مختصراً حسب ذیل ہیں:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ:...... اور قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ: میں طباق ہے۔ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: میں طباق سلب ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ: مبالغہ کے صیغے ہیں۔ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ: افادۂ حصر کے لیے ضمیر میں

---

[1] القرطبی ۱۴/۱۰ [2] زاد المسیر ۶/۲۹۴ [3] القرطبی ۱۴/۱۶

تکرار لایا گیا ہے۔ جملہ اسمیہ ہے جو استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے۔ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا: میں انکار و توبیخ ہے۔

اَسَآءُوا السُّوْٓاٰی: تجنیس اشتقاق ہے۔ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ: اور تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ: میں طباق ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ: میں سعدا اور اشقیا کے احوال کے درمیان مقابلہ ہے۔ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ: میں استعارہ لطیفہ ہے۔

الْحَیَّ: کا استعارہ مؤمن کے لیے ہے اور الْمَیِّتِ: کا کافر کے لیے۔ یہ نہایت حسین استعارہ ہے۔

ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ. فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ. فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ: میں فاصلہ کی رعایت کی گئی ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

لطیفہ: ...... علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں آیت کریمہ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا: اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اس کا ظاہر وہ ہے جسے جہلا سب کچھ سمجھتے ہیں مثلاً مظاہر دنیا، اس کی زرق برق سے لطف اندوز ہونا، اس کی رونقوں سے عیاشی کرنا وغیرہ۔ دنیا کا ایک باطن اور اس کی حقیقت ہے وہ یہ کہ دنیا آخرت کی کھیتی اور پل ہے۔ دنیا سے آخرت کے لیے توشہ لے کر جانا ہے اور وہ اعمال صالحہ کا توشہ ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

أبنيّ ان من الرجال بهيمةً   فی الصورة الرجل السميع المبصر
فطن بكل مصيبة فی ماله   فاذا أصيب يدينه لم يشعر

بعض مرد دیکھنے سننے میں بظاہر مرد ہوتے ہیں حقیقت میں وہ چوپائے ہوتے ہیں جو مال و دولت کی مصیبت کو تمام مصیبت سمجھتے ہیں اور دین کی مصیبت کا انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ
اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ
یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ
لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ
ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ
قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ ع
اَیْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِیْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ
نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ

أَضَلَّ اللهُ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ
عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾ مُنِيبِينَ
إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا
شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٣٢﴾ وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا
أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ
تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ
رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللهَ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾ فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ
وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا
آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللهِ ۖ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ
اللهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿٣٩﴾ اللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ
ع مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٠﴾

ترجمہ:......اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا پھر اچانک تم آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو۔ ﴿۲۰﴾ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس آرام کرو اور تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا فرمادی، اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہیں۔ ﴿۲۱﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں کا پیدا فرمانا اور تمہاری بولیوں اور رنگتوں کا مختلف ہونا، بلاشبہ اس میں جاننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ ﴿۲۲﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا ہے رات میں اور دن میں اور تمہارا تلاش کرنا ہے اس کے فضل کو، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں۔ ﴿۲۳﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر ہوتا ہے اور امید بھی اور وہ آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس کے ذریعے زمین کو زندہ فرمادیتا ہے اس کی موت کے بعد، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ ﴿۲۴﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تم کو پکار کر زمین سے بلائے گا تو تم اسی وقت نکل پڑو گے۔ ﴿۲۵﴾ اور اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ ﴿۲۶﴾ اور وہی ہے جو مخلوق کو پیدا فرماتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور وہ اس پر زیادہ آسان ہے اور اسی کے لیے شان اعلیٰ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہ عزت والا حکمت والا ہے۔ ﴿۲۷﴾ اللہ نے تمہارے لیے ایک مثال بیان فرمائی جو تمہارے نفسوں کے اندر سے ہے جن کے تم مالک ہو کیا ان میں سے کوئی اس مال میں شریک ہے جو ہم نے تمہیں دیا کہ وہ اور تم اس میں برابر ہو، تم ان سے اسی طرح ڈرتے ہو جیسا اپنے نفسوں سے ڈرتے ہو، ہم اسی طرح آیات کو بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔ ﴿۲۸﴾ بلکہ بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ بغیر علم کے اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں، سو جسے اللہ گمراہ کردے

اسے کون ہدایت دے گا اور کوئی بھی ان کے لیے مددگار نہ ہوگا۔ ۲۹ آپ ایک طرف ہو کر اسی دین کی طرف اپنا رخ رکھیے، اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کیجیے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں ہے، یہ دین قیم ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ۳۰ اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس کی فطرت کا اتباع کرو اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ ۳۱ جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔ ۳۲ اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جب اللہ انہیں اپنی رحمت کا کچھ مزہ چکھا دیتا ہے تو اچانک ان میں سے بعض لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔ ۳۳ تاکہ وہ اس کے منکر ہو جائیں جو ہم نے انہیں دیا ہے، سو مزے اڑا لو، عنقریب جان لو گے۔ ۳۴ کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے، سو وہ ان سے اس کے بارے میں بات کر رہے ہیں جو وہ شرک کرتے ہیں۔ ۳۵ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا کچھ مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر ان کے اعمال بد کی وجہ سے انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔ ۳۶ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ رزق پھیلا دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ ۳۷ سو اے مخاطب! تو رشتہ دار کو اس کا حق دے دے اور مسکین کو اور مسافر کو یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ ۳۸ اور جو بڑھنے والی چیز تم دو گے تاکہ وہ لوگوں کے مالوں میں شامل ہو کر بڑھ جائے، سو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھے گی اور جو بھی زکوٰۃ تم دو گے جس کے ذریعے اللہ کی رضا چاہتے ہو سو یہ وہ لوگ ہیں جو بڑھانے والے ہیں۔ ۳۹ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا۔ پھر تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ فرمائے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے؟ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے اور برتر ہے۔ ۴۰

ربط:.....قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں لوگوں کے احوال کا ذکر کیا ہے، ابتداء و اعادہ پر اللہ کی قدرت کا ذکر ہوا اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت کا ذکر کیا جا رہا ہے چنانچہ بشر کی تخلیق، زبانوں کے اختلاف، رنگ و شکل کے اختلاف، بارش سے زمین کو زندہ کرنے، لوگوں کے قیام و منام وغیرہ امور میں رب تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ربوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ غیر اللہ کی عبادت کرنے میں مشرکین کی مثالیں بیان کی گئی ہیں باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔

لغات: اٰیٰتِہٖ:..... اٰیۃٌ کی جمع ہے۔ نشانی۔ یعنی ربوبیت وحدانیت پر علامت و نشانی۔ تَنْتَشِرُوْنَ تم معاشی امور میں چلتے پھرتے ہو۔ تَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا: تاکہ تم اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔ قٰنِتُوْنَ: مطیعین، رب تعالیٰ کے ارادہ کے آگے جھک جانے والی الْمَثَلُ الْاَعْلٰى: کمال و جلال میں اعلیٰ وصف الْقَيِّمُ: سیدھا جس میں کجی نہ ہو۔ مُنِيْبِيْنَ: انابت سے اسم فاعل ہے۔ توبہ اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے۔

اللہ کی بعض نشانیاں

تفسیر: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ:.....اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کمال قدرت پر دلالت کرنے والی کھلی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری اصل "آدم" کو مٹی سے پیدا کیا۔ خلق کی نسبت لوگوں کی طرف کی ہے۔ خَلَقَكُمْ: چوں کہ آدم ابوالبشر اور اصل بشر ہیں۔ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ: پھر تم نطفہ سے جمے ہوئے خون تک پہنچے پھر وہاں سے گوشت کے لوتھڑے تک اور پھر سمجھدار انسان بن گئے اور تم اپنے معاشی امور میں طرح طرح کا تصرف کرنے لگے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پاک ہے وہ ذات جس نے انسان کو پیدا کیا، انہیں چلنے کے قابل بنایا، انہیں کام میں لگایا انہیں معاش و کسب کے میدانوں میں صاحب تصرف بنایا، علوم و فکر، حسن و قبح، مالداری و تنگدستی اور سعادت و شقاوت کے اعتبار سے انسانوں میں تفاوت رکھو۔[1]

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۵۱

مرد و عورت کی تخلیق کی حکمت

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا:...... اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کمال قدرت پر دلالت کرنے والی کھلی نشانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری صنف اور جنس میں سے تمہاری جیسی عورتوں کو پیدا کیا ہے، انہیں کسی دوسری جنس میں سے نہیں بنایا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو کسی دوسری جنس سے پیدا کیا جاتا مثلاً عورتیں جنات میں سے ہوتیں یا جانوروں میں سے ہوتیں تو مردوں اور ان کی ازواج کے درمیان ہم آہنگی نہ ہوتی اور یہ خاندانی رشتہ پنپ نہ سکتا بلکہ منافرت ہوتی۔ یہ تو محض بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے انسان کی جنس سے عورتوں کو پیدا کیا اور پھر ان کے جوڑے بنائے۔[1] لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا تاکہ تم ان کی طرف جھکاؤ کرو اور ان سے مانوس رہو۔

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً: اللہ تعالیٰ نے خاوندوں اور بیویوں کے درمیان محبت اور شفقت رکھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: الْمَوَدَّةُ: خاوند کا اپنی بیوی سے محبت کرنا۔ الرَّحْمَةُ: خاوند کا بیوی پر شفقت کرنا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ: اوپر مذکور میں بڑی بڑی عبرتیں ہیں اس قوم کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عظمت میں غور و فکر کرتے ہوں اور وہ رب تعالیٰ کی حکمت عالیہ کو پالیتے ہیں۔

رنگ و زبان کا اختلاف

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ:...... اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ نے بلند و بالا آسمانوں کو پیدا کیا جن کی وسعت کا احاطہ آنکھیں نہیں کر سکتیں، اور زمین کو پیدا کیا جس میں نشیب بھی ہے اور فراز بھی اور زبانوں کا مختلف ہونا ہے کہ کسی کی زبان عربی اور کسی کے فارسی، کسی کی ترکی اور کسی کی رومی اور رنگوں کا مختلف ہونا ہے کوئی سفید فام ہے۔ کوئی سیاہ فام ہے، کسی کی رنگت سرخ ہے وغیرہ، حتیٰ کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے مشتبہ نہیں ہوتا باوجود یہ کہ سبھی آدم کی اولاد ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ: یہ نشانیاں ان لوگوں کے لیے ہیں جن کے پاس علم و فہم اور بصیرت ہو۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ: اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے ایک تمہارا رات کی تاریکی میں سونا اور دن میں دوپہر کے وقت راحت و آرام کے لیے سونا ہے۔ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ: اور دن کے وقت تمہارا رزق طلب کرنا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ یعنی جن کا سننا نفع بخش ہو، سمجھ بھی ہو اور طلب بصیرت بھی ہو۔

بجلی کی چمک اور بارش کی نشانیاں

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا:...... اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی عظیم نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے جس میں کڑک کا خوف اور بارش کی امید ہوتی ہے، قتادہ کہتے ہیں: اس میں مسافر کے لیے خوف ہوتا ہے اور مقیم کے لیے امید و طمع۔[2] وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا: اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے بارش نازل کرتا ہے پھر مردہ زمین سے سبزہ اگاتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ: اوپر جو مذکور ہوا اس میں عبرتیں ہیں اور نصیحتیں ہیں ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کرتے ہوں۔

زمین و آسمان کا قیام

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ:...... اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت پر دلالت کرنے والی عظیم نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر ستونوں کے آسمانوں کو قائم رکھا ہوا ہے، زمین اللہ کے حکم سے اپنے مدار میں ٹکی ہوئی ہے اور اپنے اوپر آباد انسانوں اور حیوانوں

---

[1] سابقہ مرجع [2] الطبری ۲۱/۲۲

کو لے کر کہیں پھسلتی اور ڈولتی نہیں ہے۔ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ: پھر جب تمہیں قبروں سے باہر نکلنے کے لیے بلایا جائے گا تم فوراً جزا و سزا اور حساب کے لیے نکل پڑو گے۔ لمحہ بھر کے لیے بھی تم تاخیر نہیں کرو گے۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ حالت دوسری بار صور پھونکنے کے بعد کی ہے۔ چنانچہ اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور کہیں گے: اے اہل قبور اٹھو۔ اولین و آخرین میں سے کوئی جان بھی باقی نہیں رہے گیا۔ الا یہ کہ ہر ایک اٹھ بیٹھے گا اور دیکھنے لگے گا۔[1] وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے خواہ فرشتے ہوں، انسان ہوں یا جنات ہوں سب اس کی ملکیت میں ہیں اس کی مخلوق ہیں اور اس کے تصرف میں ہیں، اللہ کی اس ملکیت میں اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ: سب کے سب اس کے آگے سر تسلیم خم اور جھکے ہوئے ہیں اور اس کے حکم کے آگے منقاد ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ: اللہ تعالیٰ نے عدم سے مخلوق کو پیدا کیا پھر مرنے کے بعد مخلوق کو حساب اور جزا کے لیے دوبارہ زندہ کرے گا۔

آخرت کی زندگی پر احمقانہ شبہ

وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ:..... مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے ابتداءً زندہ کرنے سے آسان ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ معنی بیان کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے دوبارہ زندہ کرنا آسان تر ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: ابتداءً پیدا کرنا آسان ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا آسان تر ہے۔[2] مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حسب عقل انسانوں سے خطاب کیا ہے کہ جب انسانوں کے اصول و قاعدہ میں دوسری بار پیدا کرنا پہلی بار پیدا کرنے سے آسان تر ہے لہٰذا جو ذات پیدا کرنے پر قدرت رکھتی ہے اس کے لیے دوسری بار پیدا کرنا آسان تر ہے۔ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى: اللہ تعالیٰ کے لیے اعلیٰ وصف ہے جو کسی اور کے لیے نہیں چنانچہ عظمت، جلال، کمال اور سلطنت کا حق دار صرف اللہ ہی ہے، ان اوصاف میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اللہ تعالیٰ کا وصف بیان کرتا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ یہ کہ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے اور اپنے تمام افعال حکمت و مصلحت کے تقاضے کے مطابق طے کرتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کا بطلان مثال سے واضح کیا ہے۔

شرک کی مذمت کی ایک بلیغ مثال

چنانچہ ارشاد فرمایا: ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک مثال بیان کی ہے جو تمہارے اپنے حال سے ہے اور یہ مثال واقعی ہے۔ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ: کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ اس کا غلام اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال اور رزق میں اس کا شریک ہو؟ جب تم اپنے لیے شریک کو ناپسند کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیے شریک کو تم کیسے پسند کرتے ہو حالاں کہ جسے تم شریک ٹھہراتے ہو وہ اللہ کی مخلوق یا غلام ہیں۔

فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ: یہ مثال کا تتمہ ہے یعنی تم اور تمہارے غلام تمہارے اموال میں برابر کے شریک نہیں ہوتے، تم ان سے اس طرح خوفزدہ نہیں ہوتے جس طرح اپنے جیسے آزاد انسانوں سے خوفزدہ ہوتے ہو، تم اس بات پر خوش نہیں ہوتے کہ تمہارے غلام تمہارے مال میں برابر کے شریک ہوں۔ بھلا تم اللہ تعالیٰ کے لیے کیسے پسند کرتے ہو کہ اس کی تخلیق اور اس کی بادشاہت میں کوئی شریک ہو؟ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ: ہم اس واضح بیان کی طرح آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو امثال کے تدبر اور غور و فکر میں اپنی عقلیں استعمال کرتے ہوں۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ: بل اضراب کے لیے ہے یعنی ان کے پاس کوئی دلیل اور حجت نہیں اور نہ ہی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے میں ان کے پاس کوئی عذر ہے بلکہ انہوں نے بغیر کسی علم اور برہان کے محض نفس پرستی کی بنیاد پر اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا رکھا ہے۔

---

[1] البحر المحیط ۷/ ۱۶۸ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۵۲

قرطبی کہتے ہیں: جب مشرکین پر حجت قائم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا وہ نفس پرستی کی وجہ سے بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور اس میں اپنے اسلاف کی تقلید کر رہے ہیں۔[1]

فَمَنۡ يَّهۡدِيۡ مَنۡ اَضَلَّ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کرنا چاہے اسے کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا۔ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ: اللہ کے عذاب سے ان کو بچانے والا کوئی بھی نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی مددگار ہوگا۔ فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ: اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر دو اور اسلام کی طرف ہمت اور جرأت کے ساتھ ہمہ تن متوجہ رہو۔ حَنِيۡفًا: اس حال میں کہ ہر باطل دین سے منہ موڑ کر دین حق یعنی اسلام کی طرف متوجہ رہو۔

انسان کی فطرت اسلام ہے

فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِيۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا: ...... یہ دین حق جس پر استقامت دکھانے کا ہم نے تم کو حکم دیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور یہ فطرت توحید ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا کیا جاتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی بنا دیتے ہیں۔''[2] لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس فطرت سلیمہ میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الفاظ نفی کے ہیں لیکن معنی نہی ہے یعنی اللہ کے پیدا کی ہوئی چیز (فطرت اسلامیہ) جس پر تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے اسے تبدیل مت کرو۔[3]

ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ: یہی سیدھا دین ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ: اکثر لوگ جاہل ہیں وہ غور وفکر نہیں کرتے کہ پھر سمجھ پاتے کہ ان کا ایک خالق اور معبود ہے۔

دین فطرت کے چند اصول

مُنِيۡبِيۡنَ اِلَيۡهِ وَاتَّقُوۡهُ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ: اے لوگو! اپنے آپ کو دین حق کی طرف متوجہ رکھو اس حال میں کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ اور اخلاص عمل کے ساتھ رجوع کیے ہوئے ہو، اپنے اقوال وافعال میں اللہ سے ڈرو اور اسی کا خوف دلوں میں رکھو اور اس طرح نماز قائم رکھو تا کہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی رہے۔ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ: ان لوگوں میں شامل مت ہو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ مِنَ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ وَكَانُوۡا شِيَعًا: جن لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف کیا، اس میں تغیر وتبدل کیا اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور ہر ایک اپنے دین پر متعصب ہوگیا اور اپنی خواہشات کو پوجنے لگا۔ كُلُّ حِزۡبٍۢ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ: ہر جماعت اور فرقہ اپنے ایجاد کیے ہوئے دین کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے، جس دین پر بہت خوش ہیں اور باطل کو حق سمجھ بیٹھے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ان مشرکین میں سے نہ ہو جنہوں نے اپنے دین کو بدل دیا، دین کے بعض حصے پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض حصے کا کفر کرتے ہیں، جیسے یہود ونصاریٰ، مجوس، بت پرست اور باطل ادیان کے پیروکار۔ (سوائے اہل اسلام کے) ہم سے قبل اہل ادیان نے آپس میں مختلف آرا اور باطل مذاہب میں اختلاف کیا، ان میں سے ہر فرقہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔[4] وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ: اور جب لوگ شدت، فقر اور بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں جب ان پر آزمائشیں آتی ہیں۔ دَعَوۡا رَبَّهُمۡ مُّنِيۡبِيۡنَ اِلَيۡهِ: صرف اللہ کے حضور آہ وبکا شروع کر دیتے ہیں اور اسی کو پکارتے ہیں تا کہ اس بلا سے نجات پائیں۔ اس موقع پر باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں چوں کہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ اس مصیبت سے صرف اللہ تعالیٰ ہی نکالے گا۔ ایسے موقع پر مشرکین نہایت انابت، خضوع اور دل گداز حالت میں ہوتے ہیں۔

انسان کی ناشکری

ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمۡ مِّنۡهُ رَحۡمَةً اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ بِرَبِّهِمۡ يُشۡرِكُوۡنَ: ...... پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں وسعت، فراخی اور صحت سے نوازتا ہے، اس مصیبت

---

[1] القرطبی ۱۴/ ۲۳ [2] الحدیث اخرجہ الشیخان [3] زاد المسیر ۶/ ۳۰۲ [4] مختصر ابن کثیر ۳/ ۵۵

اور بلا سے انہیں نجات دیتا ہے، بس پھر ان میں سے ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتی ہے اور غیر اللہ کی عبادت کرنے لگ جاتی ہے۔ آیت میں مشرکین کی شناعت بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ شدائد میں اللہ کو پکارتے ہیں اور فراخی میں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ: امر برائے تہدید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وہ کفر کرلیں، اس دنیا سے عارضی نفع اٹھالیں۔ اے مشرکین! تم عنقریب اس عارضی دنیا کی زیب وزینت اور نعمتوں کا انجام پالو گے۔

شرک عقل سلیم اور فطرت کے خلاف ہے

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ:...... استفہام برائے انکار وتوبیخ ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ کیا ہم نے ان مشرکین پر کوئی واضح حجت نازل کی ہے جو ان کے شرک پر دلالت کرتی ہے یا آسمان سے کوئی کتاب نازل کی ہے جو شرک پر گواہی دیتی ہے اور جس مذہب پر ہیں اس کی صحت پر گواہی دیتی ہے۔ معاملہ ایسا نہیں جیسا وہ تصور کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مشرکین کے پاس اس کی کوئی حجت نہیں ہے۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا: جب ہم لوگوں پر فراخی، خوشحالی اور عافیت کا انعام کرتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ: اگر معصیت کی وجہ سے کسی بلا اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو وہ فراخی اور خوشحالی سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں انسان پر انکار کیا گیا ہے ہاں البتہ اللہ تعالیٰ جسے محفوظ رکھے، چنانچہ جب انسان کو نعمت ملتی ہے اس پر اترانے لگتا ہے اور جب تنگی اور کدورت کا سامنا کرتا ہے تو مایوس ہو جاتا ہے۔[1]

روزی میں تنگی اور وسعت کی حکمت

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ:...... کیا وہ تنگی اور فراخی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ ہی دنیا میں جسے چاہتا ہے فراخی اور خوشحالی عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے تنگدست کرتا ہے؟ یہ ضروری نہیں کہ فقر وتنگدستی انہیں رحمت خداوندی سے مایوس ہونے کی طرف دھکیل دے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: اوپر جو مذکور ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر واضح دلالت ہے ان لوگوں کے لیے جو خالق ورازق کی حکمت کی تصدیق کریں۔

قریبی رشتہ داروں اور مساکین کا حق

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ:...... قریبی رشتہ دار کو اس کا حق دو یعنی اس کے ساتھ حسن سلوک رکھو اور صلہ رحمی کرو۔ مسکین اور وہ مسافر جو اپنے راستے سے کٹ گیا ہو اسے صدقہ دو اور اس کے ساتھ احسان کرو۔ قرطبی کہتے ہیں: جب یہ بات اوپر ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ ہی رزق میں فراخی اور تنگی کرتا ہے تو اس آیت میں صاحب وسعت کو حکم دیا کہ وہ فقیر پر خرچ کرے تاکہ وہ مال داری کا شکر ادا کرے۔ خطاب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کے ساتھ امت بھی ہے۔[2]

ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ: یہ عطا اور احسان ان لوگوں کے لیے اچھا ہے جو اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتے ہوں اور اس کے ثواب کے متلاشی ہوں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ: یہی وہ لوگ ہیں جو عالیشان درجات پانے میں کامیاب ہوں گے۔

سود سے مال گھٹتا ہے زکوٰۃ سے بڑھتا ہے

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ:...... اے مال داروں کی جماعت تم اپنا مال بڑھانے کی غرض سے جو سود دیتے ہو تو وہ مال بڑھتا نہیں ہے چوں کہ یہ گندی اور خبیث کمائی کا نتیجہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ برکت نہیں کرتا۔ زمخشری کہتے ہیں یہ آیت سورۂ بقرہ کی

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۵۵ [2] القرطبی ۱۴/۳۵

آیت یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ: کے معنی میں ہے۔[1] وَمَاۤ اٰتَیۡتُمۡ مِّنۡ زَکٰوۃٍ تُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَ اللّٰہِ: تم جو صدقہ دیتے ہو یا احسان کرتے ہو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُضۡعِفُوۡنَ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا اجر و ثواب ہے، جن کی نیکیاں دگنا ہوں گی۔ اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ رَزَقَکُمۡ: اللہ تعالیٰ خالق ہے اور انسانوں کو وہی رزق دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو ماں کے پیٹ سے ننگا نکالتا ہے وہ کچھ بھی نہیں جانتا تھا، نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ سن سکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے تمام نعمتوں سے نوازتا ہے، اسے رزق دیتا ہے، مال دیتا ہے، دنیا کا ساز و سامان دیتا ہے اور وہ املاک کا مالک ہوتا ہے۔ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ: اس زندگی کے بعد اللہ تعالیٰ تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں قیامت کے دن زندہ کرے گا، تاکہ تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے۔ ہَلۡ مِنۡ شُرَکَآئِکُمۡ مَّنۡ یَّفۡعَلُ مِنۡ ذٰلِکُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ: اللہ کو چھوڑ کر جن خداؤں کی تم عبادت کرتے ہو کیا ان میں سے کوئی ہے ایسا جو یہ کام کر سکتا ہو؟ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے وہی رازق ہے، وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ سُبۡحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ: اللہ تعالیٰ ہر طرح کے نقص اور عیب سے پاک ہے اور وہ شریک، ساجھی، مثل، اولاد اور والد کے ہونے سے پاک ہے۔ مشرکین جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

بلاغت:...... ان آیات میں بدیع و بیان کی مختلف اصناف نمایاں ہیں، ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

خَوۡفًا وَّطَمَعًا. یَبۡسُطُ وَیَقۡدِرُ. یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ. یُبۡدِئُ وَیُعِیۡدُ:...... میں طباق ہے۔ دَعَاکُمۡ دَعۡوَۃً. فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ فَطَرَ میں جناس اشتقاق ہے۔ وَاِذَاۤ اَذَقۡنَا النَّاسَ رَحۡمَۃً فَرِحُوۡا بِہَا ۚ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ اِذَا ہُمۡ یَقۡنَطُوۡنَ: میں مقابلہ ہے۔

فاقم وجھك: میں مجاز مرسل ہے۔ اطلاق جزو کا کیا گیا ہے۔ جب کہ ارادہ کل کا ہے۔ اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ رَزَقَکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ الخ: میں خوبصورت سجع بندی ہے جیسے خوبصورت موتی لڑیوں میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔

ظَہَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِی النَّاسِ لِیُذِیۡقَہُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ عَمِلُوۡا لَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۴۱﴾ قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلُ ؕ کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّشۡرِکِیۡنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمۡ وَجۡہَکَ لِلدِّیۡنِ الۡقَیِّمِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ یَوۡمَئِذٍ یَّصَّدَّعُوۡنَ ﴿۴۳﴾ مَنۡ کَفَرَ فَعَلَیۡہِ کُفۡرُہٗ ۚ وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنۡفُسِہِمۡ یَمۡہَدُوۡنَ ﴿۴۴﴾ لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۴۵﴾ وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ یُّرۡسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیُذِیۡقَکُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِہٖ وَلِتَجۡرِیَ الۡفُلۡکُ بِاَمۡرِہٖ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِہٖ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ رُسُلًا اِلٰی قَوۡمِہِمۡ فَجَآءُوۡہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَانۡتَقَمۡنَا مِنَ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا ؕ وَکَانَ حَقًّا عَلَیۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰہُ الَّذِیۡ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ سَحَابًا فَیَبۡسُطُہٗ فِی السَّمَآءِ کَیۡفَ یَشَآءُ وَیَجۡعَلُہٗ کِسَفًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِہٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖۤ اِذَا ہُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یُّنَزَّلَ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ قَبۡلِہٖ لَمُبۡلِسِیۡنَ ﴿۴۹﴾ فَانۡظُرۡ اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰہِ کَیۡفَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ؕ اِنَّ ذٰلِکَ لَمُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ۚ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۵۰﴾

[1] الکشاف ۳/۴۷۹

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ
الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ
يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ع ۱۲ ۸
ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ
السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ڏ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَھٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ
ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ
اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۶ ۷

ترجمہ: ...... ظاہر ہو گیا فساد خشکی میں اور دریا میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھا دے، تاکہ وہ لوگ باز آجائیں۔ ﴿۴۱﴾ آپ فرما دیجیے! زمین میں چلو پھر دیکھو ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو تم سے پہلے تھے، ان میں سے اکثر مشرک تھے۔ ﴿۴۲﴾ سوائے مخاطب تو اپنا رخ دین قیم کی طرف رکھ اس دن کے آنے سے پہلے جس کے لیے اللہ کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا اس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔ ﴿۴۳﴾ جو شخص کفر اختیار کرے گا تو اس کا کفر اسی پر پڑے گا اور جو شخص نیک کام کرے گا سو ایسے لوگ اپنی ہی جانوں کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ ﴿۴۴﴾ تاکہ اللہ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، بلاشبہ وہ کفر اختیار کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ ﴿۴۵﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو خوشخبری دیتی ہیں تاکہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے جاری ہوں اور تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔ ﴿۴۶﴾ اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لے لیا جنہوں نے جرم کیے اور اہل ایمان کو غالب کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ ﴿۴۷﴾ اللہ وہ ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو جو اٹھاتی ہیں بادل کو پھر وہ اس کو آسمان میں پھیلا دیتی ہیں جیسے اللہ چاہے اور وہ بادل کو ٹکڑے ٹکڑے کر کر دیتا ہے پھر اے مخاطب! تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر سے نکلتی ہے پھر وہ اس مینہ کو اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے پھر وہ خوشی کرنے لگتے ہیں۔ ﴿۴۸﴾ اگرچہ وہ اس سے پہلے کہ ان پر پانی اتارا جائے ناامید ہو گئے تھے۔ ﴿۴۹﴾ سو دیکھ لو اللہ کی رحمت کے آثار کو وہ کیسے زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد، بلاشبہ وہی مردوں کو زندہ فرمانے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ﴿۵۰﴾ اور اگر ہم ان پر دوسری قسم کی ہوا چلا دیں پھر یہ اپنی کھیتی کو ایسی حالت میں دیکھیں کہ پیلی پڑ گئی ہو، سو یہ ناشکری کرنے لگیں گے۔ ﴿۵۱﴾ سو آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پشت پھیر کر چل دیں۔ ﴿۵۲﴾ اور آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہٹا کر ہدایت نہیں دے سکتے، آپ اسی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لائے سو وہ ماننے والے ہیں۔ ﴿۵۳﴾ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ضعف کی حالت میں پیدا فرمایا پھر ضعف کے بعد قوت پیدا کر دی پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا پیدا فرما دیا وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے وہ خوب جاننے والا ہے بڑی قدرت والا ہے۔ ﴿۵۴﴾ اور جس

دن قیامت قائم ہوگی مجرمین قسم کھائیں گے کہ ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے وہ اسی طرح سے دنیا میں الٹے چلائے جاتے تھے۔۵۵ اور جن کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ بلاشبہ تم اللہ کے نوشتہ میں بعث کے دن تک ٹھہرے ہو، سو یہ بعث کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔۵۶ سو اس دن ظالموں کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی اور نہ انہیں اس کا موقع دیا جائے گا۔۵۷ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے عمدہ مضامین بیان کر دیے ہیں اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے آئیں تب بھی وہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم لوگ صرف باطل والے ہو۔۵۸ جو لوگ نہیں جانتے ان کے دلوں پر اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے۔۵۹ سو آپ صبر کیجیے، بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں کرتے وہ لوگ آپ کو بے برداشت نہ بنا دیں۔۶۰

ربط آیات:...... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت کرنے پر مشرکین کی شناعت بیان کی ہے۔ اب ان آیات میں ابتلاء و آزمائش کے موجب اسباب بیان کیے ہیں اور وہ کفر، معاصی کا پھیلاؤ، کثرت فسق و فجور اور ہلاک کر دینے والے گناہ (مثلاً زنا، شرک وغیرہ) ہیں۔ ان کی وجہ سے خیر کے راستے بند ہو جاتے ہیں، برکات اٹھ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں سابقہ امتوں کی امثال بیان کی ہیں کہ وہ ہلاک کر دی گئیں ان امثال سے قریش کو تنبیہ کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ سابقہ مشرکین مکذبین سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسے ہلاک کر دیا۔

لغات: يَصَّدَّعُوْنَ:...... وہ متفرق ہو جاتے ہیں: تصدع القوم یعنی قوم متفرق ہوگئی، اسی سے ہے ''الصداع'' سر درد کو کہا جاتا ہے چوں کہ وہ سر کی اجتماعیت کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ يَمْهَدُوْنَ: وہ اپنے لیے جگہ بناتے ہیں۔ ''المهاد'' بچھونا۔ كِسَفًا: كسفة کی جمع ہے بمعنی ٹکڑا۔ قطعہ الْوَدْقَ: بارش۔ مُبْلِسِيْنَ: مایوس ہو جانے والی شدت، مایوسی کی وجہ سے چہرے پر اس کے اثرات کا ظاہر ہونا۔ يُؤْفَكُوْنَ: پھرے جا رہے ہیں۔ الافك: جھوٹ۔ يُسْتَعْتَبُوْنَ: مقولہ ہے: استعتبتهٗ فأعتبني یعنی میں نے اس سے رضامندی طلب کی اس نے مجھے راضی کر دیا۔

لوگوں کی بدعملی کی وجہ سے بحر و بر میں فساد

تفسیر: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ:...... خشکی اور تری میں لوگوں کے گناہوں اور معاصی کے سبب بلائیں اور مصیبتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ امام بیضاوی کہتے ہیں: فساد سے مراد قحط، سیلاب، آگ کا لگنا، غرق ہونا، برکات کا ختم ہو جانا اور گناہوں کی نحوست کی وجہ سے مضرتوں کا بکثرت ہونا ہے۔[1]

ابن کثیر کہتے ہیں: یعنی فصلوں اور پھلوں میں کمی گناہوں کے بسبب ہوتی ہے چوں کہ زمین اور آسمان کی بہتری اور صلاح طاعت خداوندی سے ہوتی ہے۔[2] لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا: تاکہ دنیا میں ان کو ان کے بعض اعمال کا وبال چکھائے قبل اس کے کہ ان کے تمام اعمال کی سزا انہیں آخرت میں دے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ: تاکہ وہ جو معصیت اور گناہوں بھری زندگی گزار رہے ہیں اس سے لوٹ آئیں اور اللہ کے حضور توبہ کریں۔ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ: اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے: مختلف علاقہ جات میں چلو پھرو اور سفر کرو اور ظالموں کے ٹھکانوں اور رہائش گاہوں کو دیکھو کہ پیغمبروں کو جھٹلانے کا انجام کیسا تھا، کیا اللہ نے ان کے ٹھکانے تباہ نہیں کیے اور انہیں عبرت کا نشان نہیں بنایا؟ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ: اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے تھے اس لیے ہلاک کر دیے گئے۔

دنیا کے فساد کا علاج

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ:...... پورے کے پورے دین اسلام کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اپنی زندگی میں اس پر استقامت دکھاؤ۔ قرطبی کہتے ہیں: اپنا قصد و ارادہ سیدھا رکھو اور دین مستقیم اسلام کی طرف متوجہ رہو۔[3] مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ: اس خوفناک دن کے آنے سے قبل جسے ٹالنے اور رد کرنے کی کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ اس دن کا فیصلہ کر چکا ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔

---

[1] البیضاوی ۲/۱۰۶ [2] مختصر ابن کثیر ۵۷ [3] القرطبی ۱۴/۴۲

يَوْمَئِذٍ يَّتَصَدَّعُوْنَ: ...... جس دن لوگ گروہوں میں بٹ جائیں گے ایک گروہ جنت میں چلا جائے گا اور ایک گروہ دوزخ میں۔ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ: جس شخص نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اس پر اس کے کفر کا بوجھ ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا۔ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ: جس نے اچھے اور نیک اعمال کیے اور اللہ تعالیٰ کی طاعت اختیار کی وہ اپنے لیے ہی خیر و بھلائی کو آگے بھیج رہے ہیں اور ان اعمال کے ثمرات دار نعیم میں پائیں گے جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ قرطبی کہتے ہیں: یعنی آخرت میں اپنے لیے بچھونے اور رہائش گاہ تیار کر رہے ہیں اعمال صالحہ کے ذریعے۔ مهدت الفراش یعنی میں نے بچھونا بچھادیا، تیار کر دیا۔[1] لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ: انہوں نے اپنے لیے تیار کر رکھے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس فضل سے انہیں عطا کرے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیز گار بندوں سے وعدہ کیا ہوا۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ: اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا بلکہ ان سے بغض رکھتا ہے، مؤمنین کو اپنے فضل و کرم سے بدلہ دے گا اور کافروں کو اپنے عدل سے بدلہ دے گا۔

قدرت الٰہیہ

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ: ...... اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہوائیں چلاتا ہے جو بادلوں کو ہانک کر لے جاتی ہیں، اس حال میں کہ یہ ہوائیں بارش نازل ہونے سبزہ اور فصلیں اگنے کی بشارت دیتی ہیں۔ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ: تا کہ اپنی رحمت سے بارش نازل کرے جو علاقوں کو اور بندوں کو زندہ کر دیتی ہے۔ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ: اور تا کہ اللہ کے حکم اور اس کے ارادے سے ہوائیں چلنے سے سمندر میں کشتیاں چلیں۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ: اور تا کہ تجارت کے ذریعے تم سمندر میں رزق تلاش کرو۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ: اور تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر نعمتوں کا شکر ادا کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر کی ہیں۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ: نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے۔ اور مدد کے قریب ہونے سے مانوس کیا جا رہا ہے، آیت کا معنی ہے اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے بہت سارے پیغمبروں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا اور وہ ان کو جھٹلاتی تھیں، جیسے ہم نے آپ کو اپنی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ: وہ واضح معجزات لے کر آئے اور اپنی سچائی پر روشن دلائل اور براہین لے کر آئے۔ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا: ان قوموں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے ان مجرمین گناہگاروں سے انتقام لیا۔

مؤمنین کی مدد کا وعدہ

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ: ...... ہمارے اوپر واجب ہے اور ہمارا حق ہے کہ ہم کافروں کے خلاف مؤمنین کی مدد کریں۔ یہ آیت تفصیلی آیات کے درمیان جملہ معترضہ کی حیثیت سے ہے۔ تفصیلی آیات میں ہواؤں کے چلنے کی حکمت بیان کی جا رہی تھی، اور درمیان میں جملہ معترضہ کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں: یہ آیت فرمان باری تعالیٰ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ: اور اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا: کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ یہ آیت آپ ﷺ کو مانوس کرنے اور تسلی دینے کے لیے لائی گئی ہے۔ اس میں آپ ﷺ سے مدد کا وعدہ کیا گیا ہے اور اہل کفر کو وعید سنائی گئی ہے۔[2] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کے چلنے کی حکمت بیان کی ہے اور وہ بادلوں کا اوپر اٹھانا ہے اور پھر بادلوں سے پانی نکالنا ہے، چنانچہ ارشاد ہوا۔

بارش اور بادل کا نظام

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا: ...... ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو حرکت دیتی ہیں اور انہیں ہانک کر لے جاتی ہیں۔ فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ

---

[1] سابقہ مرجع [2] البحر ۷/ ۱۷۸

كَيْفَ يَشَآءُ: فضائے بالا میں انہیں جیسے چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے خواہ بادل ہلکے ہوں، گہرے ہوں، تہہ در تہہ ہوں یا بدون تہوں کے وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا: اور بسا اوقات بادلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ: تم مینہ بادلوں کے درمیان میں سے نکلتا ہوا دیکھو گے۔ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ: جب اللہ تعالیٰ یہ بارش اپنی مخلوق میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ فرحت و سرور کا سراپا بن جاتے ہیں۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ: اگرچہ وہ بارش کے نزول سے پہلے مایوس و ناامید تھے۔ امام بیضاوی کہتے ہیں: تکریر تاکید کے لیے ہے اور اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ طویل مدت تک بارش نہ ہو تو لوگوں کی مایوسی بڑھ جاتی ہے۔[1]

اللہ کی رحمت کے آثار

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا:...... اے عقلمند آدمی! تدبر اور بصیرت کی نظر سے بارش سے پیدا ہونے والے آثار رحمت خداوندی کو دیکھو یعنی درختوں کی شادابی، پھولوں کا کھلا ہوا ہونا، پھلوں کا بکثرت ہونا۔ زمین خشک و مردہ ہو چکی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسے اگانے کے قابل بنا دیا؟ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى: وہ ذات جو مردہ زمین کو زندہ کرنے پر قادر ہے وہ انسانوں کو بھی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: اللہ تعالیٰ تمام اشیا پر زبردست قدرت رکھتا ہے اسے کوئی چیز بھی عاجز نہیں کر سکتی۔

تنگی میں ناشکری

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا:...... اگر ہم سرسبز و شاداب کھیتی پر ضرر رساں ہوا چلا دیں تو اس ہوا کا اثر سے کھیتی کو زرد دیکھیں۔ لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ: کھیتی کے زرد ہو جانے کے بعد نعمتوں کا انکار کر دیں گے، ان کا حال یہ ہے کہ فراخی اور خوشحالی میں خوش ہوتے ہیں اور جب ان کی کھیتی پر کوئی مصیبت آ جائے تو وہ سابقہ نعمت کو بھلا دیتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ کفار مُردوں کی مانند ہیں انہیں نصیحت کوئی نفع نہیں پہنچاتی۔ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ: اے محمد! آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ اس آدمی کو سنا سکتے ہیں جس کے کانوں میں بہرہ پن ہو یعنی یہ گراں مایہ مواعظ اور نصائح مردوں اور بہروں کو نہیں سنا سکتے، اور اگر کوئی بہرہ پیٹھ پھیر کر جا رہا ہو اور آپ اسے آواز دے کر پکاریں وہ نہیں سنے گا اسی طرح کافر بھی نہیں سنتا اور جو وہ سنتا ہے اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ مثال کفار کی بیان کی ہے، چنانچہ کفار کو مُردے بہرے اور اندھے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ: آپ اسے بھی ہدایت پر نہیں لا سکتے جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے اندھا کر دیا ہو۔ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ: آپ (یہ مواعظ) اسی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات کی تصدیق کرتا ہو، چنانچہ مسلمان ہی وہ لوگ ہیں جو مواعظ اور نصائح سے نفع اٹھاتے ہیں چوں کہ انہوں نے طاعت خداوندی کے آگے اپنے آپ کا جھکا دیا ہوتا ہے۔

انسانی زندگی کے مختلف مراحل

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ:...... اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم کو اصل ضعیف یعنی نطفہ سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہیں مختلف مراحل زچہ، نومولود، دودھ پیتا اور دودھ چھڑاتا سے گزارا ہے، چنانچہ یہ احوال و مراحل نہایت ضعف کے مراحل ہیں گویا ضعف انسانوں کا فطری مادہ ہے۔ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً: پھر طفولیت (بچپن) کے ضعف کے بعد شباب کی قوت عطا کی۔ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً: پھر تو شباب کے بعد ناتوانی اور بڑھاپے کا ضعف کیا۔ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ: اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے ضعف و قوت، جوانی و بڑھاپا سب

[1] البیضاوی ۲/۱۰۷

احوال اسی کے مشیت سے ہیں۔ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ: اللہ تعالیٰ مخلوق کے انتظام تدبیر کو خوب جانتا ہے اور جو چاہتا ہے اس پر قدرت رکھتا ہے۔ ابو حیان کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق ضعف سے کی ہے چوں کہ انسان کا ضعف اول والد میں زیادہ ہے چنانچہ طفولیت کے جملہ مراحل ضعف کے مرہون منت ہیں پھر بڑھاپے کی کمزوری کا عود کر آنا۔ چنانچہ ان مختلف احوال کا لوٹ آنا صانع کی قدرت اور اس کے علم پر شاہد ہے۔[1]

آخرت میں دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ: ...... جب قیامت کا دن ہوگا اور لوگوں کو حساب کے لیے اٹھایا جائے گا کفار مجرمین قسمیں اٹھائیں گے کہ وہ دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ بیضاوی کہتے ہیں: کفار دنیا کی زندگی کو قلیل آخرت کے عذاب کی نسبت سے دیکھیں گے۔[2] كَذَٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ: اسی طرح وہ دنیا میں حق سے باطل کی طرف اوندھے کر دیے گئے اور پھیر دیے گئے اور صدق سے کذب کی طرف پھیر دیے گئے۔

کفار کو اہل علم کی ملامت

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ: ...... اہل ایمان واہل علم میں سے جو عقلا ہوں گے ان پر رد کرتے ہوئے کہیں گے: تم تو نوشتہ خداوندی کے مطابق قیامت کے دن تک رہے ہو۔ فَهَٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَٰكِنَّكُمْ كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ: یہ دوبارہ زندہ کیے جانے کا دن ہے (یعنی قیامت کا دن ہے) جس کا تم انکار کرتے تھے لیکن تم نے اس دن کی تصدیق نہیں کی چوں کہ طلب حق اور اتباع حق میں بہت کوتاہی کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ: اس دن ظالموں (مشرکین) کو ان کی معذرت نفع نہیں دے گی۔ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ: اور اس دن ان سے یہ بھی نہیں کہا جائے گا کہ توبہ یا طاعت سے اپنے رب کو راضی کر لو، چوں کہ توبہ کا وقت تو گزر چکا ہوگا۔

قرآن کی دلیلیں اور کفار کا انکار

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ: ...... قرآن عظیم میں ہم نے ہر وہ مضمون بیان کر دیا ہے جس کے لوگ محتاج ہوتے ہیں مثلاً مواعظ، امثال، اخبار، قصص اور عبرت آمیز واقعات جن سے حق واضح ہو جاتا ہے اور کوئی خفا باقی نہیں رہتا۔ وَلَئِن جِئْتَهُم بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ: بخدا! اے محمد! اگر آپ ان مشرکین کی تجویز کردہ نشانی اور معجزہ جیسے عصا، ید بیضاء اور اونٹنی لا پیش کریں یہ پھر بھی فرط عناد کی وجہ سے کہیں گے: تم اور تمہارے ساتھی باطل پرست ہو، تم ہمارے ساتھ فریب اور جھوٹ کر رہے ہو۔ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ: جاہلوں اور گناہگاروں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ یوں ہی مہر لگا دیتا ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید وصفات کا یقین نہیں رکھتے ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے وہ کفار ہیں۔ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ: اے محمد! مشرکین کی تکذیب اور ان کی اذیتوں پر صبر کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے مدد اور دین حق کے غلبے کا جو وعدہ کیا ہے وہ وعدہ حق ہے اور پورا ہو کر رہے گا۔ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ: یہ لوگ آپ کو ہرگز سبکی اور قلق پر نہ لے جائیں ان لوگوں کی بری باتوں پر جزع کرنے کی وجہ سے۔ ان کی تکذیب اور ایذا رسانی کی وجہ سے آپ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

بلاغت: ...... ان آیات میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں۔

---

[1] البحر ۷/۱۸۰ [2] البیضاوی ۲/۱۸

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ:...... میں طباق ہے۔ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِی النَّاسِ: میں مجاز مرسل ہے جزو بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ: یعنی تجنیس اشتقاق ہے۔ فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ: میں استعارہ لطیفہ ہے۔ اعمال صالحہ آگے بھیج دینے والے کو سونے کے لیے بچھونا بچھانے والے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ: میں اسلوب اطناب ہے۔ یہ اس لیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ زیادہ ہو ورنہ اتنا کہہ دینا کافی تھا۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ. اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا: میں ایجاز حذف ہے۔ ''فکذبوھم واستھزؤوا بھم'' کو حذف کیا گیا ہے۔ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى: میں استعارہ تصریحیہ ہے۔ کفار کو مُردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، مشبہ بہ ذکر ہے مشبہ محذوف ہے اور وجہ جامع عدم احساس اور مواعظ و براہین کا نہ سننا ہے۔ ضُعْفٍ قُوَّةً: میں طباق ہے۔ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ مبالغہ کے صیغے ہیں۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ: میں تجنیس تام ہے۔ چنانچہ ''الساعة'' اول سے مراد قیامت ہے اور ''الساعة'' دوم سے مراد گھڑی، مختصر مدت ہے، تجنیس تام محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

تنبیہ:...... صحیح بات یہ ہے کہ مُردے سنتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''ما انتم باسمع منھم'' یعنی تم مُردوں سے زیادہ نہیں سنتے۔ آپ کا دوسرا ارشاد ہے: ''مردہ قبرستان پر آنے والوں کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے۔''

رہی بات آیت کریمہ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى کی سو اس سے مراد سماع تدبر اور وعظ و نصیحت ہے۔ (یعنی آیت کریمہ میں کفار کو مُردوں کو وعظ اور نصیحت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں چوں کہ وہ دنیا سے گزر گئے۔ اور پھر مردے سماع تدبر یعنی سن کر اس پر غور و فکر اور تدبر کرنے سے عاری ہیں ایسے ہی کفار بھی عاری ہیں۔ فی الواقع کفار سنتے تو تھے سماع نافع اور تدبر و نصیحت پذیری نہیں تھی۔ جیسے مُردوں میں یہ چیزیں نہیں ہو گیا، عدم سماع موتی پر آیت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

الحمد للہ سورۂ روم کی تفسیر کا ترجمہ آج ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۵ جولائی ۲۰۱۴ء
بعد از نماز فجر بروز جمعۃ المبارک مکمل ہوا، اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ درخواست ہے کہ اسے شرف قبول بخشے
اور آخرت کے لیے ذخیرہ بنائے اور بقیہ سورتوں کی تفسیر مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سورہ لقمان

تعارف:...... یہ سورۂ کریمہ ان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں عقائد کو موضوع بنایا گیا ہے اور اصول ثلاثہ توحید، نبوت اور بعث ونشور پر گفتگو کی جاتی ہے جیسا کہ مکی سورتوں کا حال ہے۔

سورۂ کریمہ کی ابتدا کتاب حکیم کے ذکر سے ہوئی ہے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معجزہ ہے اور زمانہ بھر میں زندہ وجاوید رہے گا، سورۂ کریمہ میں رب تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل وبراہین قائم کیے گئے ہیں۔ رب تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ایجاد کے دلائل کا ذکر ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ وسیع کائنات بنائی اس کا محکم نظام قائم کیا، آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سورج، چاند ستارے دن، رات، پہاڑ، دریا، سمندر، موجیں، بارش، نباتات، اشجار سب اس کی تکوین وتخلیق کے مظاہر ہیں، اور آدمی ان میں رب تعالیٰ کی قدرت ووحدانیت کی دلائل کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ مظاہر دل لبھانے والے ہیں اور عقل کو مغلوب کردیتے ہیں۔ انسان کھلے عام اس طرح متوجہ ہوتا ہے کہ خالق عظیم کی قدرت کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

رب تعالیٰ کی قدرت وربوبیت کے دلائل جو مظاہرہ کی صورت میں ہیں۔ اور مشرکین کو بھی ماننے پر مجبور کرتے ہیں اور ان کا ضمیر ان مظاہر کو دیکھ کر اوپر اٹھتا ہے۔ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾

سورت مبارکہ کے اختتام پر روز قیامت سے ہوشیار رہنے اور اس کا ڈر رکھنے پر ہوا ہے کہ اس دن سے ڈرتے رہو، اس دن مال اولاد کوئی چیز نفع نہیں پہنچائے گی۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٝ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

وجہ تسمیہ:...... اس سورۂ مبارکہ کا نام "سورۂ لقمان" ہے چوں کہ اس سورۂ مبارکہ میں "لقمان حکیم" کا قصہ بیان کیا گیا ہے، اس قصے میں فضیلت حکمت رب تعالیٰ کی معرفت کے اسرار ورموز، شرک کی مذمت، مکارم اخلاق کا حکم، قبائح اور منکرات سے باز رہنے کی تلقین اور دوسرے بیش بہا قیمتی وصایا جیسے امور شامل موضوع ہیں۔ گویا یہ قصہ حکمت وارشاد کا منبع وخزانہ ہے۔

اٰيَاتُهَا ۳۴ | (۳۱) سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ (۵۷) | رُكُوْعَاتُهَا ۴

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ
وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ
وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ
لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ
عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ

مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۠ ﴿۱۱﴾

ترجمہ:......الٓمّٓ ① یہ قرآن حکیم کی آیات ہیں۔ ② جو اچھے کام کرنے والوں کے لیے ہدایت ہے اور رحمت ہے۔ ③ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ④ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ ⑤ اور بعض ایسے لوگ ہیں جو ان باتوں کو خریدتے ہیں جو کھیل کی باتیں ہیں تاکہ بغیر علم کے اللہ کے راستے سے ہٹائیں اور اللہ کی راہ کا مذاق بنائیں، ان لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ ⑥ اور جب ایسے شخص پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دیتا ہے گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو آپ اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔ ⑦ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے نعمتوں والے باغ ہیں۔ ⑧ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ نے سچا وعدہ فرمایا ہے اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔ ⑨ اللہ نے آسمانوں کو بلا ستون پیدا فرمایا تم اسے دیکھ رہے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال دیے کہ وہ تم کو لے کر ڈانواں ڈول نہ ہو اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا سو ہم نے زمین میں ہر قسم کے اچھے پھل اگا دیے۔ ⑩ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں سو تم مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا جو اس کے علاوہ ہیں؟ بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ ⑪

شانِ نزول:......نضر بن حارث گلوکارائیں خریدتا اور جب بھی کسی کے بارے میں سنتا کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو رہا ہے تو وہ اسے کسی گلوکارہ کے پاس لے کر جاتا، گلوکارہ سے کہتا اسے طمع دلاؤ، شراب پلاؤ اور گانا سناؤ۔ اس آدمی سے کہتا: بتاؤ یہ عیش وعشرت کا سامان تمہارے لیے بہتر ہے یا وہ نماز روزہ جس کی طرف محمد تمہیں بلا رہا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ‌ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿۶﴾ [1]

تفسیر: الٓمّٓ:......حروف مقطعہ ہیں جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کر رہے ہیں۔ ان حروف سے اس طرف اشارہ بھی کیا جا رہا ہے کہ یہ معجز کتاب جس نے علما، ادبا، فصحا اور بلغا کا منہ بند کر دیا ہے انہی حروف ہجا "الف، لام، میم" سے منظوم ہے۔ یہ عربی بولنے والوں کے ہاتھوں میں ہے حالاں کہ وہ اس جیسی کتاب تالیف کرنے سے عاجز ہیں جب کہ انہیں کھلا چیلنج دیا گیا، یہ قرآن عظیم کے من جانب اللہ نازل ہونے پر زبردست دلیل وبرہان ہے۔ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ: یہ عجیب الشان کتاب کی آیات ہیں جو کہ بیان، تشریع اور احکام میں تمام کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ الۡحَكِيۡمِ حکمت فائقہ والی کتاب ہے جس میں شاندار عجائب ہیں، جو حکمت وبیان کا منبع ہے۔ قریب کی تعبیر کے لیے بعید کا اشارہ لایا گیا ہے جس سے بعد رتبی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّلۡمُحۡسِنِيۡنَ: دنیا میں نیک اعمال کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے "محسنین" کو مخصوص کیا گیا ہے چوں کہ قرآن سے نفع اٹھانے والے یہی لوگ ہوتے ہیں۔ الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ: جو نماز کو اس کے ارکان خشوع اور آداب کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ: جو مستحقین کو زکوٰۃ دیتے ہیں۔ خوش دلی سے اور رب تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے زکوٰۃ دیتے ہیں۔ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ: جو آخرت کی تصدیق کرتے ہیں اور آخرت کا ایسا پختہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس میں شک کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ هُمۡ ضمیر کا تکرار تاکید کے لیے لایا گیا ہے اور کلام میں حصر پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ اُولٰٓـئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنۡ رَّبِّهِمۡ صفات جلیلہ کے ساتھ موصوف یہ لوگ رب تعالیٰ کے عطا کردہ نور وبصیرت پر ہیں۔ اور سیدھے راستے پر ہیں۔ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ: یہی لوگ دنیا وآخرت میں سعادت پانے والے ہیں، اور کامیابی انہی کا مقدر ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں: اشارہ مکرر لایا گیا ہے۔ محسنین کی قدر ومنزلت واضح کرنے کے لیے۔[2]

لہو ولعب میں رہنے والوں پر عذاب

خوشحال وسعادت مند لوگوں کا اوپر ذکر ہوا ہے اور اب بدبخت لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے، جو قرآن سے منہ موڑ دیتے ہیں اور لہو ولعب کے شیطانی

[1] انظر اسباب النزول للواحدی وتفسیر القرطبی والبحر [2] البحر ۷/ ۸۳

آلات پر تلے پڑے رہتے ہیں۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ: لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو ایسے آلات خریدتے ہیں جو اللہ کی طاعت سے غافل اور دور کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں اور ان میں کوئی خیر اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لہو سے مراد ہر وہ باطل چیز جو خیر و بھلائی سے غافل کردے جیسے رات کی قصہ گوئی، افسانہ گوئی، خرافات اور بیہودہ باتیں جو ہنسانے کے لیے کی جاتی ہوں لایعنی اور فضول گوئی۔[1]

ابن جریر نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تین بار قسم اٹھائی، اس سے مراد گانا (میوزک) ہے۔[2] حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت، بین باجے اور گانے (میوزک) کے متعلق نازل ہوئی ہے۔[3] لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ: تاکہ وہ ہدایت کے راستے سے لوگوں کو ہٹا دے اور انہیں دین حق سے دور کردے بغیر کسی حجت اور برہان و دلیل کے۔ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا: قرآن مجید کے آیات کو ہنسی اور تمسخر بنائے، یہ نہایت قباحت اور گمراہی کی بات ہے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ: ذلت و رسوائی کے ساتھ ان کو سخت عذاب ہوگا۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا: اور جب انہیں قرآن کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا: تو وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لیتا ہے گویا اس نے آیات کو سنا ہی نہیں۔ متکبر کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ کسی کی بات کی طرف توجہ نہیں دیتا اور وہ اپنے آپ کو اس طرح ظاہر کرتا ہے گویا کہ وہ غافل ہے اسے پتہ ہی نہیں چلا۔

كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا:...... گویا اس کے کانوں میں ثقل اور بہرہ پن ہے جو اسے آیات کے سماع سے روکے رکھا ہے۔ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ: اے محمد! اسے دردناک عذاب سے ڈرائیں، یہ عذاب انتہا درجے کا سخت اور المناک ہوگا۔ بشارت کو انذار کی جگہ ذکر کیا ایسا تہکما کیا ہے۔ بحر میں لکھا ہے: ان آیات میں آلات لہو و لعب کے خریدار کی مختلف طرح سے مذمت کی گئی ہے چنانچہ حکمت سے روگردانی، حق سے تکبر کرنا، سماع آیات کی طرف عدم التفات پھر پوری جدوجہد کے ساتھ اعراض کرنا اور اس حالت کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس نے کوئی بات سنی ہی نہ ہو چوں کہ وہ دل سے اس طرف توجہ نہیں دیتا۔ پھر اسے عذاب کی بشارت کا تہکم سنایا گیا ہے۔

اوپر کفار کے ساتھ کیے گئے عذاب کے وعدہ کا ذکر ہوا اب آگے مؤمنین کے ساتھ جنت کا وعدہ کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ:...... جن لوگوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا، حسن نیت اور اخلاص کو جمع کیا۔ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ: اللہ تعالیٰ کی شریعت پر استقامت اور ایمان پر، ان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بہشتیں ہیں جن میں وہ انواع و اقسام کی لذات کھانے پینے کی اشیا، ملبوسات، عورتوں، حوروں اور اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات سے لطف اندوز ہوں گے اور ایسی ایسی نعمتوں سے لذت اٹھائیں گے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں گی نہ کسی کان نے سنی ہوں گی اور نہ ہی کسی کے دل پر کھٹکی ہوں گے۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا: ان بہشتوں میں ہمیشہ ہمیشہ داخل رہیں گے۔ وہاں سے کبھی بھی باہر نہیں نکلیں گے، اور نہ ہی وہاں سے کہیں اور جانے کا مطالبہ کریں گے۔

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا:...... یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے۔ جو لامحالہ پورا ہو کر رہے گا، اس کی خلاف ورزی نہیں ہوگی چوں کہ اللہ تعالیٰ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اللہ تعالیٰ زبردست ذات ہے، اسے کوئی بھی مغلوب نہیں کرسکتا کہ پھر وہ اپنا وعدہ پورا نہ کرسکے۔ حکیم وہ ہوتا ہے جو حکمت و مصلحت کے تقاضے کے مطابق افعال انجام دیتا ہو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت، عظمت و جلال کے دلائل پر متنبہ کیا ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا کیا حالاں کہ ان کی وسعت، عظمت اور پختگی کمال ہے، آسمان اپنی جگہ پر کھڑے رہنے میں ستونوں کا محتاج نہیں، تم اس کا مشاہدہ کرتے بھی ہو۔ آسمانوں کو صرف اللہ کی قدرت نے سہارا دے رکھا ہے۔

---

[1] عصر حاضر کے دجالی میڈیا کے پروپیگنڈا، کامیڈی، فلم، ڈرامے اور تمام خرافات اس میں داخل ہیں۔ [2] الطبری ۲۱/ ۳۹ [3] ابن کثیر ۳/ ۱۹۳

پہاڑوں کا فائدہ

وَاَلۡقٰی فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِکُمۡ :...... اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیے تا کہ زمین ہلنے اور ڈولنے نہ پائے، ورنہ تم زمین کے ڈگمگانے میں ہلاک ہوجاؤ اور تمہارے مکانات زلزلہ سے زمین بوس ہوجائیں۔ امام فخر رازی کہتے ہیں: جان لو زمین کا ثبات اس کے ثقل اور بوجھ کی وجہ سے ہے ورنہ زمین پانی اور ہوا کے سبب اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ اگر زمین کو اللہ تعالیٰ نے ریت کی مثل بنایا ہوتا تو وہ زراعت کے لیے صالح نہ ہوتی جیسے ریگستانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ریت کے تودے ادھر سے ادھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ جب کہ زمین کا کاشتکاری کے لیے موزوں ہونا پہاڑوں کے مرہون منت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بزرگ و برتر ہے۔ وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ: زمین کے اطراف اور اکناف میں جانوروں اور چوپایوں کو پھیلایا ہوا ہے، ان چوپایوں کا گوشت کھایا بھی جاتا ہے اور کچھ کا نہیں کھایا جاتا۔ کچھ پر سواری کی جاتی ہے اور کچھ پر نہیں، ان کی اشکال والوان کا کوئی شمار و حساب نہیں۔ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: ہم نے تمہاری اور تمہارے چوپایوں کی حفاظت کے لیے بادلوں سے پانی نازل کیا۔ فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِیۡمٍ: اور ہم نے زمین میں انواع واقسام کا سبزہ اور ہر صنف کی دوا اور غذا پیدا کی۔ كَرِیۡمٍ: سے مراد کثیر المنافع اور عجیب وغریب خلق وتکوین والا۔[1] هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ: جس کا تم مشاہدہ اور معائنہ کرتے ہوا ے مشرکین! یہ اللہ کی مخلوقات میں سے ہے۔ آسمانوں، زمین، انسان، سبزہ، نباتات، حیوان اور تمام مخلوق کو دیکھو اور پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت وتخلیق پر غور وفکر کرو اور اس کی کاریگری کا مشاہدہ کرو۔ فَاَرُوۡنِیۡ: پھر مجھے خبر دو۔

مَاذَا خَلَقَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ :...... تم جن بتوں اور خداؤں کی عبادت کرتے ہو، بتاؤ انہوں نے کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یہ سوال تمسخر اڑانے اور تہکم کے طور پر کیا گیا ہے۔ کفار کی ڈانٹ کے بعد ان پر کفر وضلالت کا دوٹوک حکم لگایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ: بلکہ مشرکین زبردست خسارے میں ہیں اور تہہ در تہہ گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں چوں کہ انہوں نے عبادت کو ایسی جگہ رکھا ہے جو اس کی جگہ نہیں۔ اور انہوں نے ایسے خداؤں کی عبادت کی ہے جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں جو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے، وہ گونگے جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ چوں کہ جو آدمی جامدیت کو پوجے، مدبر خالق عظیم کو چھوڑ دے یقیناً وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے۔

بلاغت :...... ان آیات میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف موجود ہیں ان میں کچھ حسب ذیل ہیں:

هُدًی وَّرَحۡمَةً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ :...... میں مبالغہ کے لیے مصدر لایا گیا ہے۔ تِلۡكَ اٰیٰتُ: میں قریب کے اشارے کو بعید کے اشارے میں تعبیر کیا ہے اور اس سے بُعدِ رُتبی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ: میں ضمیر اور اسم اشارہ کے تکرار کے ساتھ اطناب ہے اور اس کا فائدہ ثنائے جمیل اور تکریم کی زیادتی کرنا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَهۡوَ الۡحَدِیۡثِ: میں استعارہ تصریحیہ ہے چنانچہ کافر کی حالت کو ایسے خریدار کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو سامان خرید کر سراسر خسارے میں ہو۔ یَشۡتَرِیۡ: کالفظ یستبدل کے معنی میں ہے۔ كَاَنَّ فِیۡۤ اُذُنَیۡهِ وَقۡرًا: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے، حرف تشبیہ مذکور ہے اور وجہ شبہ محذوف ہے یہ تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ بَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ: میں اسلوب تہکم ہے، چوں کہ بشارت اچھی بات اور خیر کی دی جاتی ہے۔ بشارت کا استعمال شر میں بطور تمسخر وتہکم ہے۔ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ: میں غیبوبت سے تکلم کی طرف التفات ہے۔ اس سے پہلے خَلَقَ، وَاَلۡقٰی، وَبَثَّ: غائب کے صیغے آئے ہیں، اس میں نکتہ رب تعالیٰ کی عظمت شان کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ: میں اسم مفعول کی جگہ مصدر لایا گیا ہے اور ایسا بطور مبالغہ کیا گیا ہے۔ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ: میں استفہام برائے توبیخ ہے۔ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ: میں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے اس سے مقصد زیادت توبیخ ہے۔ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ جَنّٰتُ النَّعِیۡمِ. زَوۡجٍ كَرِیۡمٍ. الکتاب الحکیم: میں فاصلہ کی رعایت ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

---

[1] سید قطب شہید نے لکھا ہے کہ نباتات میں بھی نر مادہ کے جوڑے جوڑے اللہ نے پیدا کیے ہیں جیسا کہ جدید علم سائنس نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے کبھی تو ایک ہی پھول میں نر و مادہ کی صلاحیت ہوتی ہے اور کبھی دو مختلف پھولوں میں، یہی حال باقی نباتات کا ہے جیسے انسان اور حیوان میں جوڑے ہیں۔

فائدہ:......سورۂ مبارکہ میں قرآن کریم کا وصف حکیم اَلْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ: لایا گیا ہے جو اس سورۂ مبارکہ کے مضمون کے عین مناسب ہے، چوں کہ سورۂ مبارکہ میں موضوع حکمت میں تکرار آیا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ: اس لیے قرآن کا یہ وصف زیادہ مناسب رہا۔ قرآن عظیم کا یہی اسلوب ہے کہ الفاظ اور موضوع میں مناسبت پائی جاتی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ
اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ
عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ
وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا
وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ
اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۶﴾ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ
وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ
مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

النصف

ع ۱۰

ترجمہ:......اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ کا شکرادا کر، جو شخص شکرادا کرے سو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے شکرادا کرتا ہے، اور جو شخص ناشکری کرے تو اس میں شک نہیں کہ اللہ بے نیاز حمد کا مستحق ہے۔ ﴿۱۲﴾ اور جب لقمان نے نصیحت کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہا اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ ﴿۱۳﴾ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کردی، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف برداشت کرتے ہوئے اسے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو سال میں ہے یہ کہ تو میرا شکرادا کر اور اپنے والدین کا بھی، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ ﴿۱۴﴾ اور اگر تیرے ماں باپ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا اور ان کے ساتھ دنیا میں خوبی کے ساتھ رہنا اور جو شخص میری طرف متوجہ ہو اس کا اتباع کرنا پھر تم سب کو میری طرف لوٹنا ہے سو میں تمہیں ان اعمال سے باخبر کردوں گا جو تم کیا کرتے تھے۔ ﴿۱۵﴾ اے میرے بیٹے! بے شک بات یہ ہے کہ اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اللہ اس کو حاضر کردے گا، بلاشبہ وہ لطیف ہے خبیر ہے۔ ﴿۱۶﴾ اے بیٹے! نماز قائم کر اور بھلائی کا حکم کر اور برائی سے منع کر اور تجھے جو تکلیف پہنچ جائے اس پر صبر کر بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ ﴿۱۷﴾ اور تو لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مل چل، بلاشبہ تکبر کرنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔ ﴿۱۸﴾ اور تو اپنی چال میں درمیانہ طریقہ اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر، بلاشبہ سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھوں کی آواز ہے۔ ﴿۱۹﴾

ربط وتعارف:......اس سے قبل مشرکین کے اعتقاد کا فساد بیان کیا ہے کہ یہ عناد رکھتے ہیں اور ایسے خداؤں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے گویا عناد اور شرک کے بسبب ان کے عقائد فاسد ہیں۔ اب ان آیات میں حضرت لقمان علیہ السلام کی وصیتیں ذکر کی جارہی ہیں، حقیقت

میں یہ وصیتیں بیش بہا قیمتی خزانے ہیں جو حکمت ودعوت سے بھرپور ہیں۔ ان وصیتوں کی ابتدا میں شرک سے ڈرایا گیا ہے چوں کہ شرک نہایت قبیح گناہ ہے اور اللہ کے ہاں بہت بڑا جرم ہے۔

لغات: اَلْحِكْمَةَ:...... قول وعمل کی درستی، اصل میں حکمت چیز کو اس کی حقیقی موزوں جگہ پر رکھنا ہے۔ لسان میں لکھا ہے: احکم الأمر کوئی کام مضبوطی سے کرنا۔ جب کوئی آدمی حکیم ہو بولا جاتا ہے: احکمته التجارب تجربات نے اس کو عقل مند بنا دیا ہے۔ الحکیم دانا، جس میں معاملات فہمی کی خوبی پائی جاتی ہو۔ (حکمت: دانائی، عقلمندی) يَعِظُهٗ: وہ اسے نصیحت کرتا ہے۔ وَهْنًا: الوهن، ضعف، کمزوری، اسی سے ہے۔

وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ (سورۃ مریم، آیت ۴)

فِصٰلُهٗ:...... یہ لفظ رضاعت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دودھ چھڑانا، ترک رضاعت۔ اَنَابَ: رجوع کیا۔ المنیب رجوع کرنے والا۔ توبہ اور استغفار کر کے رجوع کرنے والا۔ تُصَعِّرْ: الصعر ایک بیماری جو اونٹ کو لاحق ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے گردن ٹیڑھی کر دیتا ہے۔ پھر یہ لفظ تکبر وفخر سے گردن اکڑانے میں مستعمل ہونے لگا۔ شاعر عمرو ثعلبی کہتا ہے:

وكنا اذا الجبار صعّر خدّهٗ ۔۔۔ أقمنا له مين ميله فتقوما

"جب ظالم نے تکبر وفخر سے گردن اکڑائی تو ہم اس کے لیے مقیم ہو گئے تھے اور وہ بھی ٹھہر گیا تھا۔"

مَرَحًا:...... اترانا، خیلا، فخر کرنا۔ مُخْتَالٍ: اکڑ کر چلنے والا۔ اقْصِدْ: میانہ روی اختیار کرو۔ تیزی وسستی اور افراط وتفریط کی درمیانی حالت کو قصد کہتے ہیں۔ اغْضُضْ: آواز دھیمی کرو۔ جریر شاعر کہتا ہے:

فغض الطرف انك من نمير ۔۔۔ فلا كعبًا بلغت وكلابًا

تو قبیلہ نمیر میں سے ہے اپنی آواز دھیمی رکھ نہ تو قبیلہ کعب تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کلاب تک۔

حضرت لقمان کی حکمت

تفسیر: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ:...... اللہ کی قسم ہم نے لقمان کو حکمت ودانائی عطا کی۔ حکمت: درست بات، خالص وعمدہ رائے، ایسی بات جو حق کے موافق ہو، دانائی مجاہد کہتے ہیں: حکمت سمجھ اور عقل مندی اور قول کی درستی کو کہا جاتا ہے۔ لقمان نبی نہیں تھے بلکہ حکیم ودانا انسان تھے۔[1] اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ: یعنی ہم نے لقمان سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر جو احسانات اور افضال کیے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو چوں کہ تمہیں حکمت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور تمہاری زبان سے حکمت کے چشمے جاری کیے ہیں۔ قرطبی کہتے ہیں: صحیح بات جس پر جمہور کا اتفاق ہے وہ یہ کہ لقمان، حکیم، دانا انسان تھے اللہ کے نبی نہیں تھے، حدیث میں ہے: لقمان نبی نہیں تھے لیکن فکر مند رہنے والے بندے تھے، عمدہ یقین رکھنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے تھے اور اللہ بھی ان سے محبت کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے حکمت ودانائی عطا کر کے ان پر احسان عظیم کیا ہے۔[2]

شکر کی نصیحت

وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ:...... جو شخص اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اس کا ثواب اسی کو ملتا ہے۔ یعنی شکر کا فائدہ شاکر ہی کو ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی شکر کرنے والے کے شکر کا نفع نہیں ملتا اور کسی کفر کرنے والے کے کفر کا نقصان بھی اسے نہیں ملتا۔ اسی لیے بعد میں ارشاد فرمایا: وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نعمت واحسان کا انکار کیا اس نے اپنے لیے برا کیا، چوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے۔ ہر حال میں قابل حمد وستائش ہے۔ اپنی ذات وصفات کی وجہ سے تعریف کا مستحق ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شکر کا محتاج

---

[1] یہ اس امر پر دلیل ہے کہ دین حق عقل سے بھی معلوم کیا جا سکتا ہے جیسے انبیا حق راہ دکھاتے ہیں اسی طرح حکمت ودانائی بھی راہ حق تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ [2] القرطبی ۱۴/ ۵۹

نہیں کہ اسے کافر کا کفر ضرر پہنچاتا ہو۔ وہ اپنے تئیں محمود ہے، برابر ہے انسان اس کا شکر ادا کریں یا نہ کریں۔ [1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کے کچھ نصائح ذکر کیے ہیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کہی تھیں۔

بیٹے کو شرک نہ کرنے کی نصیحت

چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے بیٹے کو شرک سے ڈرایا اور اس سے دور رہنے کی تلقین کی چوں کہ شرک نہایت شنیع اور نہایت قبیح جرم ہے۔ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ: یعنی اپنی قوم کو لقمان حکیم کی نصیحت یاد کراؤ جو انہوں نے اپنے بیٹے سے کی تھی جب انہوں نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے بیٹے! عقلمند بن جاؤ اور اللہ کے ساتھ کسی بت، کسی انسان، کسی دیوتا کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ: چوں کہ شرک میں نہایت قباحت ہے، یہ بہت بڑا ظلم ہے، اس میں چیز کو اس کی اپنی جگہ پر نہیں رکھا جاتا۔ سو جو شخص خالق اور مخلوق کے درمیان یکسانیت پیدا کرے معبود اور بت کے درمیان برابری کا یقین رکھے بلاشبہ وہ بدترین احمق انسان ہے اور وہ عقل وحکمت کی منطق سے دور ہے، وہ اس قابل ہے کہ اسے ظلم کے ساتھ متصف کیا جائے اور اسے چوپایوں میں شمار کیا جائے۔

ماں کا حق باپ سے زیادہ

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ:...... یعنی ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا بالخصوص والدہ کے ساتھ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ: اسے جنین (لوتھ) کی صورت میں پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے اور وہ روز بروز کمزور ہوتی جاتی ہے، یعنی حمل سے ولادت تک ماں کی کمزوری بڑھتی ہی رہتی ہے۔ چوں کہ حمل آئے دن نشوونما پاتا ہے اور بڑھتا ہے اسی قدر ماں کا بوجھ اور کمزوری بھی بڑھتی رہتی ہے۔ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ: بچے کو دودھ چھڑانا ہے پورے دو سال میں اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ: اور ہم نے اس سے کہا کہ نعمت ایمان و احسان پر اپنے پروردگار کا شکر ادا کر اور نعمت تربیت و پرورش پر والدین کا شکر ادا کر۔ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ: میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، نیکوکار کو اس کی نیکی پر پورا پورا بدلہ دوں گا اور بدکار کو اس کی برائی کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ ابن جزی کہتے ہیں۔ اَنِ اشْكُرْ: وصیت کی تفسیر ہے۔ جب کہ وصیت اور اس کی تفسیر کے درمیان حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ: جملہ معترضہ ہے تاکہ ماں کی وہ مشکلات، تکالیف واضح ہو جائیں جو وہ بچے کے لیے برداشت کرتی ہے پھر اولاد کے سامنے والدہ کا عظیم مقام آشکار ہو جاتے۔ اسی لیے ماں کا حق باپ کے حق سے بڑھ کر ہے۔

شرک میں ماں باپ کی اطاعت نہ کرو

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا:...... اگر والدین تابڑتوڑ کوشش کرلیں جو ان کے بس میں ہو سکتی ہے کہ تمہیں کفر اور شرک پر ابھاریں تو ان کی اطاعت مت کر چوں کہ خالق کی معصیت کا ارتکاب کر کے مخلوق کی اطاعت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا: اور دنیا میں اچھی طرح سے اور حسن سلوک کے ساتھ ان کا ساتھ دو۔ اگرچہ والدین مشرک ہی کیوں نہ ہوں چوں کہ انہوں نے تمہاری تربیت میں جو مشقات اور مصائب برداشت کیے کفر سے ان کے حسن سلوک کا استحقاق ختم نہیں ہوگا۔ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ: ان لوگوں کے راستے پر چلو جو توحید، طاعت اور عمل صالح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: مخلوق نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ مخلوق کو ان کے اعمال کو پورا پورا بدلہ دے گا۔ حضرت لقمان کی وصیتوں کا ذکر ہو رہا تھا درمیان میں والدین کے ساتھ تاکیداً حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دراصل پہلی آیت میں جو شرک کی قباحت بیان کی گئی ہے اس قباحت کو اور زیادہ مؤکد کرنے کے لیے درمیان میں یہ جملہ معترضہ لایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد خدائے تعالیٰ ہے:

---

[1] التفسیر الکبیر ۲/ ۱۴۵

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ :...... جب کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ اچھائی اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، والدین کے ساتھ ہمدردی، مہربانی کا حکم ہے چوں کہ والدین کا بہت بڑا حق ہے اس کے باوجود والدین اگر شرک کا حکم دیں تو ان کی اطاعت قطعاً نہیں کی جائے گی چوں کہ شرک بہت بڑا اور بدترین گناہ ہے۔ اس کے بعد پھر لقمان کی وصیتوں کی طرف عود کیا جا رہا ہے۔

حضرت لقمان کی دوسری نصیحت

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ:...... اے میرے بیٹے بسا اوقات خطا اور معصیت صغیرہ ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ اگر صغر (چھوٹے پن) میں رائے کے دانے کے برابر ہو۔ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ: یہ برائی باوجود یہ کہ انتہائی چھوٹی ہو اور نہایت پوشیدہ جگہ میں ہو جیسے مثلاً نہایت تاریک چٹان کے اندر ہو یا آسمانوں کی بلندیوں (اور وسعتوں) میں پنہاں ہو یا زمین کی گہرائیوں میں گم ہو، اللہ تعالیٰ اسے بھی حاضر کردے گا اور حساب کے لیے اسے بھی لے کر آئے گا۔ تمثیل سے مقصد یہ ہے کہ انسانوں کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ: اللہ عزوجل اپنے بندوں پر شفقت اور لطف کرنے والا ہے اور پوشیدہ امور سے پوری طرح باخبر ہے۔ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ: وقت پر نماز قائم کرو اور خشوع وخضوع اور آداب کی رعایت رکھو۔ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ: لوگوں کو ہر طرح کی اچھائی اور نیکی کا حکم دیتے رہو اور انہیں ہر طرح کے شر اور برائی سے روکتے رہو۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ: امتحانات اور آزمائشوں پر صبر کرو چوں کہ جو شخص حق کی طرف دعوت دیتا ہے (داعی الی الحق ہوتا ہے) اسے اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں: لقمان علیہ السلام نے اولاً بیٹے کو شرک سے باز رہنے کی تلقین کی۔ دوم اللہ تعالیٰ کے علم سے اسے آگاہ کیا اور اس کی وسیع قدرت کا بتایا پھر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اطاعات بجالانے کا حکم دیا، چنانچہ طاعات میں جو چیز سب سے افضل واعلیٰ ہے یعنی نماز اس سے ابتدا کی پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کی پھر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے سبب پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کا حکم دیا۔[1] اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ: اوپر جن طاعات کا ذکر ہوا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے لیے امور عزیمت قرار دیا ہے اور ان کے کرنے کا تمہیں حکم دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ناگواریوں پر صبر کرنا حقیقت ایمان میں سے ہے۔ امام رازی کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ یہ امور واجبہ معزومہ یعنی قطعی ہیں۔ مصدر (عزم) اسم مفعول (معزوم) کے معنی میں ہے۔[2]

اکڑ کر چلنے کی ممانعت

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ:...... یعنی لوگوں پر تکبر کرنے کی وجہ سے اپنا رخ مت پھیرو۔ قرطبی نے یہ معنی بیان کیا ہے: لوگوں پر تکبر کرنے، انہیں کمتر اور حقیر سمجھنے کی وجہ سے اپنا رخ نہ پھیر، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔[3] وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا: تکبر کرتے ہوئے اور اتراتے ہوئے مت چلو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ: یہ نہی کی علت بیان کی جا رہی ہے یعنی چوں کہ اللہ تعالیٰ متکبر کو پسند نہیں کرتا کیوں کہ وہ اپنے آپ کو عظیم سمجھ رہا ہوتا ہے، اللہ کے بندوں پر تکبر کرتا ہے، اپنے چلنے میں اتراتا ہے۔ فخور وہ شخص جو دوسروں پر فخر کر رہا ہو۔ اوپر برے اخلاق سے روکا اب اخلاق حسنہ کا حکم دیا۔

بول چال میں اعتدال

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ:...... اپنی چال میں میانہ روی رکھو۔ سرعت کے ساتھ چلنے (دوڑنے) اور نہایت سستی کے ساتھ چلنے کے درمیانی انداز سے چلو۔ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ: اپنی آواز دھیمی رکھو اسے بلند نہ کرو، اونچی آواز بُری حرکت ہے عقلمند کو سجتی نہیں۔ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ: یقیناً دحشت ناک آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے، لہٰذا جو آواز بلند کرتا ہے وہ گدھوں کے مماثل ہے چوں کہ اس نے بری حرکت کا ارتکاب کیا۔

---

۱ البحر المحیط ۷/ ۱۸۸ ۲ التفسیر الکبیر ۲۵/ ۱۴۹ ۳ القرطبی ۱۴/ ۷۰

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین آوازیں بلند کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے چنانچہ گدھے کی آواز کی ابتدائی حالت کو زفیر کہتے ہیں۔اور آخری حالت کو شھیق کہتے ہیں۔

بلاغت:......ان آیات میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں۔

اشْكُرْ لِلّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ: میں طباق ہے۔غَنِيٌّ حَمِيْدٌ. لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ. فَخُوْرٍ: مبالغہ کے صیغے ہیں، چوں کہ فعیل اور فعول مبالغہ کے اوزان میں سے ہیں۔بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ: میں عام کے بعد خاص کا ذکر ہے، چوں کہ خاص کو زیادہ توجہ دینا ہے۔اِلَيَّ الْمَصِيْرُ: اور اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ: میں اس لفظ کو مقدم کیا گیا ہے جسے مؤخر ہونا چاہیے تھا، ایسا کلام میں حصر کا معنی پیدا کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ: میں تمثیل ہے۔اللہ تعالیٰ کے وسعت علم اور احاطہ علم کی مثال بیان کی گئی ہے، چنانچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم میں ہے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی۔فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ: میں تمیم ہے یعنی فی نفسہ برائی کے خفا کا تتمہ ہے۔وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ: اور وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ: میں مقابلہ ہے۔اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔آواز بلند کرنے والوں کو گدھوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔صرف تشبیہ ذکر نہیں کی بلکہ استعارہ کے طور پر الفاظ لائے گئے ہیں اور اس سے ذم میں مبالغہ کرنا مقصود ہے۔

تنبیہ:......اللہ تعالیٰ نے والدین کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دیا پھر اس کے بعد والدین کے شکر کا ذکر کیا۔ اَنِ اشْكُرْ لِيْ: اس کے بعد فرمایا۔وَلِوَالِدَيْكَ: ایسا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا حق والدین کے حق سے زیادہ ہے۔چوں کہ انسان کی خلق کا سبب حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، والدین صورت اور ظاہر میں سبب ہیں۔اسی لیے انسان پر والدین کی طاعت حرام کی ہے جب وہ کفر پر برانگیختہ کر رہے ہوں۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً
وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ
اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ
وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَىِٕنْ
سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾
لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ
اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾
مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ
فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ

هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۳۰ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ع ۱۱ ۱۲
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۳۱ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ
فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝۳۲ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ
اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٝ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۳۳ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ
السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا
ع ۴ ۱۳ تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۳۴

ترجمہ:.....کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے تمہارے لیے وہ سب کچھ مسخر فرمالیا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بھرپور انڈیل دی ہیں، اور لوگوں میں بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ ۝۲۰ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی تو کہتے ہیں کہ بلکہ ہم تو اس چیز کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے کیا باپ دادوں کا اتباع کریں گے اگرچہ ان کے باپ دادوں کو شیطان عذاب دوزخ کی طرف بلا رہا ہو۔ ۝۲۱ اور جو شخص اپنی ذات کو اللہ کا فرمانبردار بنادے اور وہ مخلص بھی ہو تو اس نے مضبوط کڑے کو اچھی طرح سے پکڑ لیا اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کا انجام ہے۔ ۝۲۲ اور جو کوئی شخص کفر اختیار کرے تو اس کا کفر آپ کو رنجیدہ نہ کرے ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے سو ہم انہیں وہ عمل بتادیں گے جو انہوں نے کیے، بلاشبہ اللہ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں۔ ۝۲۳ ہم انہیں چند روزہ عیش دیں گے پھر انہیں سخت عذاب کی طرف مجبور کریں گے۔ ۝۲۴ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا فرمایا تو وہ ضرور ضرور یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پیدا فرمایا، آپ فرمادیجیے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے بلکہ ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ۝۲۵ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، بلاشبہ وہ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا ہے۔ ۝۲۶ اور زمین میں جتنے بھی درخت ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے بعد سات سمندر اس میں اور شامل ہو جائیں تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے بلاشبہ اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔ ۝۲۷ نہیں ہے تمہارا پیدا کرنا اور موت کے بعد اٹھانا مگر ایک ہی جان کی طرح بلاشبہ اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔ ۝۲۸ اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر فرمایا، ہر ایک اپنے وقت مقررہ تک چلتا ہے اور بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ۝۲۹ یہ اس وجہ سے ہے کہ بلاشبہ اللہ حق ہے اور بلاشبہ یہ لوگ اس کے علاوہ جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہیں اور بلاشبہ اللہ عالی شان ہے اور بڑا ہے۔ ۝۳۰ اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ کشتی اللہ کی نعمت کے ساتھ سمندر میں چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی نشانیوں میں سے دکھلائے بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو خوب صبر کرنے والا خوب شکر کرنے والا ہو۔ ۝۳۱ اور جب انہیں موج ڈھانپ لیتی ہے جو سائبانوں کی طرح ہوتی ہے تو وہ خاص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے بعض لوگ راہ اعتدال پر چلتے ہیں اور ہماری آیتوں کا ہر وہی شخص انکار کرتا ہے جو عہد کا بہت جھوٹا بہت ناشکرا ہو۔ ۝۳۲ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ بھی بدلہ دینے والا ہوگا، بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، سو تمہیں دنیا والی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال

دے اور ہرگز تمہیں اللہ کا نام لے کر بڑا دھوکہ باز دھوکہ میں نہ ڈالے۔ (۳۳) بلاشبہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے، اور وہ بارش کو نازل فرماتا ہے اور وہ جانتا ہے جو ماؤں کے ارحام میں ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کرے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ اسے کس زمین میں موت آئے گی، بلاشبہ اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔ (۳۴)

ربط وتعارف: ...... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے شرک سے ڈرایا اور پھر لقمان علیہ السلام کے وصایا سے اس کی تاکید لائی اب یہاں رب تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل وبراہین ذکر کیے جارہے ہیں، یہاں رب تعالیٰ کی کاریگری پر تنبیہ کی جارہی ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار نعمتوں تسخیر آسمان جس میں سورج، چاند، ستارے، بادل، تسخیر ارض اور جو اس میں حیوانات، نباتات، معادن، دریا، سمندر وغیرہ ہیں۔ یہ بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ رب تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل ہیں۔ سورت مبارکہ کا اختتام مغیبات خمس پر ہوا ہے۔

لغات: وَاَسْبَغَ: ...... اتم واکمل، مقولہ ہے: سبغت النعمة سبوغًا: جب نعمت تمام ہوجائے۔ اسْتَمْسَكَ: مضبوطی سے پکڑا۔ انْفِدَتْ: ختم ہوگی۔ يُوْلِجُ: وہ داخل کرتا ہے۔ الایلاج، داخل کرنا۔ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ بھی اسی سے ہے۔ الْفُلْكَ: کشتیاں۔ كَالظُّلَلِ: ظلة کی جمع ہے۔ مراد ہر وہ چیز جو آپ کو اوپر سے سایہ کردے، ڈھانپ دے جیسے پہاڑ، بادل۔ خَتَّارٍ: غدار الختر: بہت بڑا دھوکا۔ شاعر کہتا ہے:

فانك لو رأيت أبا عمير　　　ملأت يديك من غدر وختر

اگر تم ابوعمیر کو دیکھو تو تمہارے دونوں ہاتھ دھوکے اور بہت برے دھوکے سے پر ہوجائیں گے۔ الْغَرُوْرُ: دھوکا دینے والا الشیطان وغیرہ۔

مخلوقات پر انسان کی حکومت

تفسیر: اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ: ...... اے لوگو! تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ عزوجل جو کچھ آسمانوں میں ہے یعنی سورج، چاند اور ستارے تمہارے لیے مسخر کردیے ہیں تاکہ تم ان سے نفع اٹھاؤ۔ اور جو کچھ زمین میں ہے یعنی پہاڑ، درخت، پھل، دریا وغیرہ سب تمہارے لیے مسخر کردیا ہے۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً: اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھرپور بے شمار نعمتوں سے نوازا ایسی نعمتیں بھی جو بظاہر دکھائی دینے والی ہیں۔ جیسے کانوں، آنکھوں، صحت اور اسلام کی نعمت اور باطنی خفیہ نعمتیں بھی عطا کیں جیسے دل ودماغ، عقل، فہم وفراست اور معرفت وغیرہ۔ امام بیضاوی کہتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر محسوسہ اور معقولہ نعمتیں بھرپور کیں۔ وہ نعمتیں جنہیں تم جانتے ہو اور جنہیں تم نہیں جانتے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی بات میں ہے علم وہدایت

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ: ...... لوگوں میں ایک جماعت ایسی ہے جو انکار کرتی ہے اور جھگڑتی ہے نہ ان کے پاس کوئی حجت ہے اور نہ ہی کوئی برہان ودلیل، اور نہ ہی اللہ کی طرف سے نازل کردہ کوئی کتاب ان کے پاس ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ آیت ایک یہودی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! مجھے اپنے رب کے بارے میں بتاؤ کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور وہ کس چیز کا ہے؟ اس ملعون پر آسمان سے بجلی گری اور اسے بھسم کر کے رکھ دیا۔ [2]

آباؤ اجداد کی اندھی تقلید

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ: ...... اور جب ان جھگڑنے والوں سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل

---

[1] البیضاوی ۲/ ۱۰۹ [2] القرطبی ۱۴/ ۷۴۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت نضر بن حارث ابی بن خلف وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ رب تعالیٰ کی صفات کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے ہیں۔

کی ہے اور اسی کی تصدیق کرو یہ کتاب حق و باطل اور ہدایت و گمراہی میں فرق کرتی ہے۔قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا: کہتے ہیں: ہم تو اپنے آباؤ اجداد کے راستے پر چلتے ہیں۔اور بتوں کی عبادت کرنے میں ہم اپنے آبا کی اتباع کرتے ہیں۔اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ: استفہام برائے انکار ہے یعنی کیا مشرکین اپنے آبا کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ گمراہ ہی ہوں؟ یہاں تک کہ شیطان انہیں دوزخ کی آگ اور شدید عذاب کی طرف بلاتا ہو؟وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ: جو آدمی اللہ تعالیٰ کی طاعت قبول کرے اور اس کے اوامر کے آگے جھک جائے وہ اپنے قصد و ارادہ اور عبادت کو خالص اللہ کے لیے مقرر کر دے۔وَهُوَ مُحْسِنٌ: وہ مؤمن ہے موحد ہے۔قرطبی کہتے ہیں: چوں کہ عبادت احسان و معرفت کے بغیر نفع نہیں پہنچاتی، اس کی نظیر بھی ہے۔وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ: (سورہ طٰہٰ، ۱۱۲) معلوم ہوا ایمان و احسان کے بغیر چارہ کار نہیں۔فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى: اس نے مضبوطی سے ایسی رسی کو تھام لیا جو ٹوٹتی نہیں۔اور اس نے مضبوط اسباب کو پکڑ لیا۔صاحب کشاف کہتے ہیں: یہ باب تمثیل میں سے ہے، آیت میں متوکل کے حال کو ایسے شخص کے حال کے ساتھ مثال دی گئی ہے جو بلندی سے لٹک رہا ہو اور اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے مضبوط کڑا تھام رکھا ہو جو مضبوط رسی کا بنا ہو اور وہ رسی ٹوٹے بھی نہیں۔[1]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مضبوط ترین کڑا اور رسی تعلق مع اللہ ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام تعلقات ختم ہونے والی ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ ہی باقی رہنے والا ہے۔اس کا تعلق منقطع ہونے والا نہیں ہے۔[2] وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ: صرف ایک اللہ کی طرف تمام امور نے لوٹنا ہے۔وہ ہر عامل کو پورا پورا بدلہ دے گا۔وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ: اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے یعنی جو شخص کفر کرے ہو، اس کا کفر آپ کے لیے باعث غم نہیں ہونا چاہیے اور نہ کسی گمراہ کی گمراہی آپ کو غمزدہ کرے ان پر حسرت افسوس کرتے ہوئے اپنی جان نہ گنوائیں، ہم عنقریب ان سے انتقام لیں گے خواہ فی الفور یا بدیر۔اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا: ہماری طرف ہی ان سب نے لوٹ کر آنا ہے اور انہوں نے دنیا میں جو اعمال کیے ہوں گے ہم انہیں ان اعمال کی خبر دیں گے اور پھر ان کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ: ان کے دلوں میں جو کفر، مکر و فریب اور تکذیب ہے اللہ تعالیٰ ان رزائل کو خوب جانتا ہے۔اور ان کا بدلہ دے گا۔نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا: ہم انہیں دنیا میں قلیل مدت کے لیے رکھیں گے جس میں وہ عارضی نفع اٹھائیں گے۔ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ: پھر ہم انہیں مجبور اور بے بس کر کے آخرت کے شدید عذاب یعنی دوزخ کی طرف لے جائیں گے، جو نہایت ذلت آمیز اور شاق گزرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا اعتراف کفار کو بھی ہے

اوپر کفار کے استحقاق عذاب کا ذکر ہوا۔اب دنیا میں ان کے تناقض کا ذکر کیا جارہا ہے، وہ یہ کہ کفار اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔جب کہ اعتراف کرتے ہیں کہ آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور کائنات ساری کی ساری اسی کی مخلوق ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ: اے محمد! اگر آپ ان مشرکین کفار مکہ سے سوال کریں گے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ معاملہ صاف واضح ہونے کی وجہ سے کہیں گے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے گویا کفار یہ اعتراف کرنے میں مجبور اور بے بس ہیں۔قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ: کفار سے کہہ دیجیے! تمہارے اوپر حجت کے غالب آجانے پر ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔اور یہ کہ ایمان کے دلائل صاف ظاہر ہیں۔بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: بلکہ یہ اکثر مشرکین غور و فکر اور تدبر نہیں کرتے، اسی وجہ سے وہ (ایمان کی حقیقت) نہیں جانتے۔لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: کائنات میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ کی ملک ہے اور سب اس کے بندے ہیں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق اور مخلوق کی عبادت سے بے نیاز ہے، اس کی کاریگری اور نعمتوں پر اس کی تعریف ہے۔

---

[1] الکشاف ۳/ ۳۹۵ [2] التفسیر الکبیر للفخر الرازی ۲۵/ ۱۵۳

اللہ تعالیٰ کے کلمات غیر متناہی ہیں

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ:...... اگر زمین کے تمام درختوں کی قلمیں بنالی جائیں۔ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ: سمندر کو اس کی وسعتوں سمیت روشنائی میں تبدیل کرلیا جائے اور اس کے ساتھ سات سمندر اور ملا لیے جائیں اور پھر اس روشنائی سے اللہ تعالیٰ کے کلمات جو اس کی عظمت، صفات وجلال (اور تعریف) پر دلالت کرتے ہوں لکھے جائیں۔ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ: قلمیں اور روشنائی ختم ہو جائے جب کہ اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے چوں کہ درخت اور سمندر متناہی ہیں جب کہ اللہ کے کلمات غیر متناہی ہیں۔

قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جب اوپر ذکر کردیا کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو انسانوں کے لیے مسخر کیا اور جو کچھ ان میں ہے وہ بھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر بھرپور نعمتیں کی ہیں، پھر اس آیت میں تنبیہ کردی کہ اگر تمام درخت قلم ہو جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں پھر اس سیاہی سے اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے عجائب لکھے جائیں جو اس کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں تو یہ عجائب ختم نہ ہونے پائیں۔[1]

ابن جوزی کہتے ہیں: کلام میں محذوف ہے جس کی تقدیر کا ماحاصل یہ ہے: ان قلموں اور ان سمندروں کی روشنائی سے اللہ کے کلمات لکھے جائیں تمام قلمیں ٹوٹ جائیں سمندروں کی روشنائی ختم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہونے پائیں۔[2] اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ: اللہ تعالیٰ غالب ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی۔ حکمت والا ہے، اس کے علم وحکمت سے کوئی چیز بھی خارج نہیں۔ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ابتداءً پیدا کیا ہے اور پھر مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک جان کو پیدا کرنا یا جیسے ایک جان کو دوبارہ زندہ کرنا۔ چوں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کُن کہتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔

صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مشکل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے پورے عالم کو پیدا کرنا اور ساری مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک جان کو پیدا کرنا اور اسے دوبارہ زندہ کرنا۔[3] اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال کو سنتا ہے اور ان کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آفاق میں پھیلے ہوئے دلائل قدرت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ: اے مخاطب! کیا تمہارے پاس ایسا علم نہیں جو مشاہدے کے قائم مقام ہو کہ اللہ عزوجل رات کی تاریکی کو دن کی روشنی میں داخل کرتا ہے اور دن کی روشنی کو رات کی تاریکی میں داخل کرتا ہے، ایک میں اضافہ کردیتا ہے اور دوسرے میں کمی اور یہ رب تعالیٰ کی حکمت ازلیہ کے مطابق ہے۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی: سورج اور چاند کو طلوع وغروب ہونے کے کام میں لگا دیا ہے تاکہ وقت اور مدت کی تعداد معلوم کی جاسکے اور منافع کا اتمام ہو، ہر ایک اپنے مدار میں چلتا ہے ان کا یہ سفر مقررہ مدت یعنی قیامت تک ہے۔ وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ: اللہ تعالیٰ تمہارے احوال سے واقف ہے اور تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ جو شخص ایسی شاندار کاریگری اور تدبیر ونظم کو دیکھتا ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ صانع کائنات سے غافل رہے جس نے اعمال کو احاطہ میں لے رکھا ہے۔

معبود ہونے کا اللہ صرف اللہ ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ:...... تم اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کاریگری کے جن عجائب کو دیکھتے ہو ان سے یہ امر اور زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے، واجب ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ: حقیقت یہ ہے کہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں اور دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں یہ سب کچھ باطل ہے، ان کی کوئی حقیقت نہیں، جیسا کہ لبید شاعر کہتا ہے: ألا کل شيء ما خلا اللّٰه باطل'' خبردار اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ چنانچہ سب اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی ایک ذرّے کو بھی حرکت

---

[1] القرطبی ۴/۶ [2] زاد المسیر ۶/۳۲۶ [3] حاشیہ الصاوی علی الجلالین

دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ: اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں عالیشان ہے اور اپنی ذات میں بہت بڑا اور بلند شان والا ہے۔

بحری سفر میں اللہ کی نشانیاں

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ:...... ایک اور نعمت یاد کروائی جارہی ہے۔ اے عقل مند آدمی! تم دیکھتے نہیں ہو کہ بڑی بڑی کشتیاں (بحری بیڑے) سمندر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چلتے ہیں اور اس کی تسخیر اور انسانوں پر لطف و احسان کی وجہ سے چلتے ہیں تاکہ زندگی کے اسباب تیار ہوں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں۔ چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ نے پانی میں کشتیوں کے تحمل کی قوت نہ رکھی ہوتی تو کشتیاں نہ چلتیں۔ اسی لیے بعد میں فرمایا۔ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ: تاکہ تمہیں اپنی کاریگری کے عجائب اور اپنی قدرت و وحدانیت کے دلائل دکھائے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ: ان کشتیوں کو مسخر کرنے، ان پر لادی ہوئی اشیائے خورد و نوش، غلہ جات، سامان تجارت وغیرہ میں کھلی نشانیاں ہیں اور ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے عبرتیں ہیں۔ جو مصائب میں صبر کرتا ہو، فراخی میں شکر کرتا ہو۔ لفظ صَبَّار اور شَكُوْر مبالغہ کے صیغے ہیں۔ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ: جب مشرکین سمندر میں ہوں اور انہیں چاروں طرف سے سمندری موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو جیسے بلند و بالا پہاڑ ہوتے ہیں۔ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ: جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ انہیں اللہ کے سوا کوئی بھی بچانے والا نہیں ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خالص ہو کر دعا کرتے ہیں۔ اس موقع پر خلوص کی بنا پر اللہ کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ:...... جب اللہ تعالیٰ انہیں سمندر کے شدائد سے نجات دے دیتا ہے اور ساحل کی طرف نکال لے جاتا ہے۔ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ: آیت میں حذف ہے تقدیری عبارت یوں ہے: فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ جَاحِدٌ: اس تقدیری عبارت پر بعد کا جملہ دلالت کرتا ہے۔ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ: مُّقْتَصِدٌ: عمل میں درمیانہ درجہ رکھنے والا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ باب انکار میں سے ہے یعنی جو ان ہولناکیوں کا مشاہدہ کرے اس پر انکار ہے۔ یعنی وہ سمندر میں ہولناکیوں کا مشاہدہ کرے، سمندر میں کھلی نشانیاں دیکھے، پھر اللہ تعالیٰ اس پر انعام کرے کہ اسے سمندر سے نجات دے اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس کے مقابلے میں عمل تام لائے اور نیکیوں کی طرف جلد بازی کرے، عبادات میں دلجمعی دکھائے، اس کے بعد بھی جو کمی کرے وہ کوتاہی کرنے والا ہے۔[1] وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ: ہماری آیات کی تکذیب نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو غدار ہو اور اللہ کی نعمتوں کی بہت ناشکری کرتا ہو۔

قیامت میں نفسی نفسی

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ:...... یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر بجالا کر اور نواہی سے اجتناب کر کے اللہ سے ڈرو۔ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ: اس خوفناک اور سخت گرم دن سے ڈرو جب باپ اپنی اولاد کو نفع نہیں پہنچا سکے گا اور نہ ہی کوئی باپ اپنی اولاد سے ان کی مضرتیں دور کر سکے گا اور نہ اولاد کی طرف سے کسی چیز کو ادا کر سکے گا۔ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا: کوئی بیٹا اپنے والد کو نفع نہیں پہنچا سکے گا اور نہ والد سے کوئی تکلیف دور کر سکے گا اور نہ ہی بیٹا والد کی طرف سے کوئی چیز ادا کر سکے گا۔ طبری کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: کسی کی سفارش اور وسائل نفع نہیں پہنچائیں گے۔ ہاں البتہ نیک اعمال کا وسیلہ ہی کام ہوگا جو کسی نے دنیا میں کیے ہوں گے۔[2] اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: یعنی اللہ تعالیٰ نے ثواب، عقاب، دوبارہ زندہ کرنے، جزا و سزا کا جو وعدہ کر رکھا ہے وہ حق ہے۔ اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا: تمہیں دنیوی زندگانی اپنی رنگینیوں اور لذات کے ساتھ ہرگز دھوکا نہ دے کہ تم اسی کی طرف جھک کر رہ جاؤ۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۷۰ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۷۰

تقدیرِ الٰہی اور تدبیر کا تعلق

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ:...... یہاں سے مفاتح الغیب کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کے علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مخصوص کر رکھا ہے، مفاتح غیب پانچ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ "غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ آیت کا یعنی ہے: قیامت کے قائم ہونے کے وقت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔" وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ: بارش کے نازل ہونے کے وقت کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہی جانتا ہے کہ کہاں برسے گی۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ: رحم مادر میں کیا ہے؟ لڑکا ہے یا لڑکی؟ بدبخت ہوگا یا نیک بخت؟ اس چیز کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔[1] وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا: کسی کو معلوم نہیں کہ آنے والے کل اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آنے والا ہے اور وہ خیر و شر میں سے کیا کرے گا۔[2] وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ: جیسے کوئی نہیں جانتا وہ کہاں مرے گا اور کس جگہ اسے دفنایا جائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے تمام امور کا علم اسی کے پاس ہے اور وہی ظاہری اشیا اور باطنی اشیا سے باخبر ہے۔

بلاغت:...... ان آیات میں بیان و بدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں۔ ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً:...... میں طباق ہے جیسے اَلْحَقُّ الْبَاطِلُ: میں طباق ہے۔ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ: میں انکار و توبیخ ہے یعنی أیبتغونہم اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ الخ۔ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗ: میں مجاز مرسل ہے۔ جزو بول کر کل مراد لیا ہے۔ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى: جو شخص اسلام پر مضبوطی سے چل رہا ہو اسے ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو بلند پہاڑ پر چڑھ رہا ہو اور اس نے مضبوط رسی کا سہارا لے رکھا ہو۔ حرف تشبیہ حذف کر دی گئی ہے مبالغہ پیدا کرنے کے لیے۔ اس میں تشبیہ تمثیلی ہے۔ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ: اور وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ: میں مقابلہ ہے۔ عَذَابٍ غَلِيْظٍ: میں استعارہ ہے، غلیظ (سخت) ہونا اجرام کی صفت ہے، معنی کے لیے اس لفظ کا استعارہ لیا گیا ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ: میں حصر کے لیے جس لفظ کو موخر ہونا چاہیے تھا اسے مقدم کر دیا گیا ہے، معنی ہوگا: صرف اللہ تعالیٰ کے پاس تمام امور کا انجام ہے۔ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ، خَتَّارٍ كَفُوْرٍ، عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ، سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ: سب مبالغہ کے صیغے ہیں اور ان میں رعایت فاصلہ بھی ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

---

[1] آج کل میڈیکل آلات سے اگرچہ معلوم کر لیا جاتا ہے لیکن وہ بھی تخمینہ اور اندازے پر مبنی ہوتا ہے حتمی نہیں ہوتا کتنے نتائج غلط بھی ثابت ہوئے ہیں۔ آیت میں وسائط کی نفی نہیں کی گئی گویا حاملہ عورت کو محض دیکھ کر کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے یا بچی۔ نیک ہوگا یا بڑا۔ [2] انسان کی، کی ہوئی پلاننگ ایک طرف دھری رہ جاتی ہے ہو کچھ اور جاتا ہے۔

سورۂ سجدہ

تعارف:......سورۂ سجدہ مکی، تمام مکی سورتوں کی طرح اس کا موضوع بھی عقیدۂ اسلامیہ کے اصول یعنی ایمان باللہ، آخرت پر ایمان، پیغمبروں پر ایمان، بعث بعد الموت اور جزا و سزا پر ایمان ہے۔ مرکزی نکتہ جس پر سورۂ مبارکہ کا محور ہے "بعث بعد الموت" ہے۔ مشرکین اسی عقیدے کی آڑ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے۔

سورت کی ابتدا میں قرآن عظیم کے متعلق کسی قسم کے بھی شک و ریب کا دفیعہ کیا گیا ہے۔ چوں کہ قرآن عظیم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے اس کا اعجاز واضح ہے، اس کی آیات روشن ہیں، اس کا بیان درخشاں ہے اس کے احکام بلند و بالا ہیں اس لیے قرآن پر شبہات و اباطیل کا گزر نہیں ہو سکتا۔ مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہمت لگاتے تھے کہ یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف سے وضع کر لیا ہے، سورۂ کریمہ میں اس بہتان کا رد کیا گیا ہے۔

پھر سورۂ مبارکہ میں رب تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کے دلائل بیان کیے گئے ہیں، کائنات علوی و سفلی میں بے شمار دلائل پھیلے ہوئے ہیں اور کائنات کے مظاہر رب تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔

پھر بعث بعد الموت کے متعلق مشرکین کا ایک شبہ ذکر کیا گیا ہے واضح دلائل اور حجج سے اس کا رد کیا گیا ہے اور مد مقابل خصم کی حجت بالکل ختم ہو جاتی ہے اور وہ قرآن کے دوٹوک دلائل کے سامنے اپنی ہزیمت کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

سورت مبارکہ کا اختتام یوم حساب کے ذکر پر ہوا ہے۔ اس ضمن میں مؤمنین متقین کو جنت میں ملنے والی دائمی نعمتوں کا ذکر بھی ہوا ہے اور اس کے بالمقابل دوزخ میں کفار کو ہونے والے عذاب کا ذکر بھی ہوا ہے۔

وجہ تسمیہ:......اس سورۂ مبارکہ کا نام "سورۂ سجدہ" ہے چوں کہ اس میں مؤمنین کے اوصاف بیان ہوتے ہیں جو قرآن کی آیات سن کر سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۞١٥

اٰیَاتُہَا ۳۰	(۳۲) سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۷۵)	رُکُوْعَاتُہَا ۳

الٓمّٓ ۞۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ
رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۞۳ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا
شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۞۴ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ
اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۞۵ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۞۶ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ
كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۞۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ۞۸ ثُمَّ
سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۞۹
وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۞۱۰ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ

ع۱۱ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا
رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَوْ شِئْنَا
لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۳
فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴
اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۱۵ السجدۃ
تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۱۶ فَلَا
تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۷

ترجمہ:...... الٓمّٓ ① یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں، رب العالمین کی طرف سے ہے۔ ② کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے جھوٹ بنالیا ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تا کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تا کہ وہ لوگ ہدایت پر آ جائیں۔ ③ اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا فرمایا پھر عرش پر مستوی ہوا تمہارے لیے اس کے سوا نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی سفارشی، کیا تم نہیں سمجھتے؟ ④ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے پھر ہر امر اس کے حضور میں ایک ایسے دن میں پہنچ جائے گا جس کی مقدار تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال ہوگی۔ ⑤ وہی پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے زبردست ہے رحمت والا ہے۔ ⑥ اس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی۔ ⑦ پھر اس کی نسل کو ذلیل پانی سے نکالی ہوئی چیز بنایا۔ ⑧ پھر اس کو ٹھیک طرح بنا دیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی، اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیے۔ تم کم شکر ادا کرتے ہو۔ ⑨ اور انہوں نے کہا کیا یہ واقعی بات ہے کہ جب ہم مٹی میں رل مل جائیں گے تو نئے طور پر پیدا ہوں گے، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ ⑩ آپ فرما دیجیے ملک الموت تمہاری جانوں کو قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ⑪ اور اے مخاطب! اگر تو اس موقع کو دیکھے جبکہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے تو عجیب منظر دیکھے گا یہ لوگ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا سو ہم کو واپس بھیج ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہمیں یقین آ گیا۔ ⑫ اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے اور لیکن میری طرف سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے بھر دوں گا جو اس میں اکٹھے ہوں گے۔ ⑬ سو تم آج کے دن کی ملاقات کو بھول جانے کی وجہ سے چکھ لو، بلاشبہ ہم نے تمہیں بھلا دیا اور تم جو اعمال کیا کرتے تھے ان کی وجہ سے ہمیشگی والا عذاب چکھ لو۔ ⑭ ہماری آیات پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں جس کے ساتھ حمد بھی ہوتی ہے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ⑮ ان کے پہلو لیٹنے کی جگہوں سے جدا ہوتے ہیں، وہ ڈرتے ہوئے اور امید باندھتے ہوئے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ⑯ سو کسی شخص کو اس کا علم نہیں ہے جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے یہ ان اعمال کا بدلہ ہوگا جو دنیا میں کیا کرتے تھے۔ ⑰

لغات: اِفْتَرٰىهُ:...... قرآن کو اپنی طرف سے وضع کر لیا۔ يَعْرُجُ: اوپر چڑھتا ہے، بلند ہوتا ہے۔ يُدَبِّرُ: التدبیر۔ دوسرے آدمی کے امور کی رعایت کرنا۔ سُلٰلَةٍ: خلاصہ۔ مَهِيْنٍ: ضعیف وحقیر۔ سَوّٰىهُ: اعضا کو نقش دے کر درست کیا۔ ضَلَلْنَا: ہم ہلاک ہوئے۔ یہ اصل میں عرب کے اس

قول سے ہے ضل اللبن فی الماء دودھ ضائع ہو گیا۔ نَاكِسُوا: انہوں نے سر جھکا لیے۔ الْجِنَّةِ: جن۔

تفسیر: الٓمّٓ: ..... حروف مقطعہ میں سے ہیں۔ جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کے لیے آتے ہیں۔ تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِينَ: اے محمد! یہ کتاب جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے یہ قرآن عظیم ہے، اس کے من جانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں یہ تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ: ضمیر کفار قریش کی طرف لوٹتی ہے۔ اَمْ: بمعنی بل ہے۔ یعنی کیا مشرکین کہتے ہیں: محمد نے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے؟ نہیں۔ جیسے وہ کہتے ہیں ایسا نہیں۔ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ: بلکہ قرآن قول حق ہے، کلام صادق ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ بیضاوی کہتے ہیں: اولاً اعجاز قرآن کی طرف اشارہ کیا، پھر اس پر یہ بات مرتب کی کہ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اسی امر کو ریب وشک کی نفی سے مؤکد کیا۔ پھر مشرکین کے بہتان کا ذکر ہوا اور اس پر رد کیا گیا، پھر نزول قرآن کا مقصد بیان کیا۔

قرآن وحی الٰہی ہے اس کے دلائل

چنانچہ ارشاد ہوا۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ: اے محمد! اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن آپ کی طرف نازل کیا تا کہ آپ اس کے ذریعے اس قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں آیا۔ مفسرین کہتے ہیں: قوم سے مراد اہل فترت ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی عرصے میں جو لوگ ہوئے ہیں۔ جب کہ اس سے قبل پیغمبر آئے ہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام لیکن جب ان لوگوں پر زمانہ فترت طویل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف مبعوث کیا تا کہ آپ انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرائیں اور ان پر حجت قائم کر دیں۔ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ: تا کہ انہیں راہ حق کی ہدایت مل جائے اور اللہ عزوجل پر ایمان لے آئیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ: اللہ عزوجل وہ عظیم ذات ہے جس نے بلند و بالا اور مضبوط ومحکم آسمان پیدا کیے، عجائب وبدائع سے بھری زمین بنائی، اور ان دونوں کے درمیان جو مخلوقات ہے، اسے پیدا کیا یہ سب کچھ تین دن کی مقدار میں پیدا کیا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دنیا کے دنوں کی مقدار مراد ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا پلک جھپکنے میں کائنات کو پیدا کر دیتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاملات میں بردباری اور تحمل کی تعلیم دینا چاہتا ہے، قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو اپنی کمال قدرت سے آگاہ کیا تا کہ قرآن سنیں اور اس میں غور وفکر کریں۔ خَلَقَ: کا معنی ایجاد کیا، بغیر نمونہ کے بنایا، جب کچھ بھی نہیں تھا اس وقت بنایا۔[1] ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ: آیت کریمہ میں استواء کا ذکر ہوا ہے۔ استواء ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے بغیر کسی تشبیہ اور تمثیل کے۔[2]

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ: ..... اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے اور نہ کوئی تمہارا سفارشی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری سفارش کرے۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس تمہارے مصالح کا اختیار ہے اور وہی تمہارے معاملات کی تدبیر وانتظام کرتا ہے۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ: کیا تم اس میں تدبر نہیں کرتے اور پھر ایمان نہیں لاتے؟

اللہ کی تدبیر امور کا طریقہ

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ: ..... اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے معاملہ کی تدبیر کرتا ہے خواہ وہ مخلوق عالم بالا کی ہے یا عالم زیریں کی۔ اللہ تعالیٰ کسی کے معاملہ کو مہمل نہیں چھوڑتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ یعنی آسمان سے زمین کی طرف قضا وقدر کو نازل کرتا ہے۔ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ: پھر قیامت کے دن سارا معاملہ اس کی طرف اوپر جائے گا تا کہ وہ اس میں تفصیل کر دے۔ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ: یوم عظیم میں اور وہ قیامت کا عظیم دن ہوگا اس کی لمبائی دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگی چوں کہ اس دن قیامت کی شدید ہولناکیاں ہوں گی۔ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: مخلوق کے امور کی تدبیر کرنے والی ذات وہی ہے جو ہر چیز کی عالم ہے جو کچھ بھی مخلوق سے غائب ہے وہ

---

[1] القرطبی ۱۴/ ۸۶ [2] استواء کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔

بخوبی جانتا ہے، اور جو ظاہر ہے اسے بھی جانتا ہے۔

قرطبی نے آیت کا معنی یوں بیان کیا ہے: آیت میں تہدید و وعید کا معنی ہے گویا اللہ تعالیٰ یوں فرما رہے ہیں: اپنے اعمال و اقوال کو خالص کر لو چوں کہ میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: کا معنی جو چیز مخلوق سے غائب ہے اور جو چیز مخلوق کے سامنے ہے۔[۱] الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ: اپنے امر پر غالب ہے اور اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ الَّذِيٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ: جس نے ہر چیز کو عمدہ اور محکم طریقے سے ایجاد کیا اور بنایا۔ ابوحیان کہتے ہیں: یہ اسلوب احسان جتلانے میں ابلغ ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اس کی جگہ پر موضوع کیا ہے۔ اسی لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بندر خوبصورت نہیں ہے لیکن اپنی خلقت کے اعتبار سے محکم و موزوں ہے، بعض علما نے یوں وضاحت کی ہے، مثلاً اگر تم تصور کر لو کہ ہاتھی کا سر اونٹ جیسا ہوتا، خرگوش کا شیر جیسا سر ہوتا، اور انسان کا گدھے جیسا سر ہوتا تو تم اس خلقت میں بہت بڑا نقص اور بڑی خرابی دیکھتے اور مخلوق کے موزوں و مناسب اس کی صورت نہ ہوتی۔ لیکن جب تمہیں یہ بات معلوم ہو کہ اونٹ کی لمبی گردن اور اس کے ہونٹ کا لمبا ہونا اس لیے ہے تاکہ چلتے ہوئے بآسانی چارا پتے کھا سکے اور اگر تمہیں یہ بات معلوم ہو کہ ہاتھی کی سونڈ اس کے کھانے پینے میں کتنی مددگار و معاون ہوتی ہے تم ضرور یقین کرو گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو موزوں مناسب صورت اور خلقت میں پیدا کیا ہے، گویا اس سے بہتر صورت اور خلقت ہو ہی نہیں سکتی۔ اس میں غور کرنے کے بعد تم برملا کہو گے: تبارك الله احسن الخالقين۔[۲]

انسانو! اپنی تخلیق میں غور کرو

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ:...... یعنی اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا۔ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ: پھر انسان یعنی آدم کی نسل کو خلاصہ اخلاط یعنی بے قدر وحقیر پانی سے بنایا اور وہ حقیر پانی منی ہے۔ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ: پھر ماں کے رحم ہی میں اس کے اعضا درست کیے اور اس کی خلقت کو بہتر بنایا اور اس میں روح پھونکی پھر وہ خوبصورت اور کامل صورت میں ہو گیا، ابوسعود کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے روح کی نسبت انسان کی طرف کی ہے انسان کو شرف عظمت بخشنے کے لیے اور اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انسان اللہ کی عجیب مخلوق ہے اور اس کی شاندار کاریگری کا مظہر ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کا ایک مرتبہ اور مقام ہے۔[۳] وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ حواس پیدا کیے: کان بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے آوازیں سنو، آنکھیں بنائیں تاکہ تم ان سے اشخاص کو دیکھو۔ عقل بنائی تاکہ تم اس سے حق باطل کا ادراک کر سکو۔ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ: تم اپنے رب کا بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ مَا: قلت کی تاکید کے لیے ہے۔ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ: کفار مکہ جو بعث و نشور کے منکر ہیں کہتے ہیں: جب ہم ہلاک ہو جائیں گے، بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے، ہمارا گوشت مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائے گا، حتیٰ کہ گوشت پوست کی مٹی میں تمیز ہی باقی نہیں رہے گی۔ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ: کیا ہم پھر نئے سرے سے زندہ اور پیدا کیے جائیں گے۔ اور کیا ہم زندگی کی طرف ایک بار پھر لوٹائے جائیں گے؟ آیت میں استبعاد مع الاستهزاء ہے۔

آگے ارشاد خداوندی ہوا۔ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ: بلکہ یہاں تو ان کے استہزاء سے بھی آگے بڑھی ہوئی بات ہے وہ یہ کہ کفار تو دار جزا میں اللہ تعالیٰ کا سامنا کرنے ہی کے منکر ہیں۔ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ: آپ ان کے باطل زعم پر رد کرنے کے لیے کہہ دیں: موت کا فرشتہ تمہاری روحیں قبض کرتا ہے۔ اور روحیں قبض کرنے کا کام موت کے فرشتے اور اس کے اعوان کے سپرد ہے۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ: پھر قیامت کے دن حساب و جزا کے لیے تم نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: بظاہر ملک الموت شخص متعین ہے، بعض احادیث میں ملک الموت کا نام "عزرائیل" بیان کیا گیا ہے، اور یہ مشہور نام ہے۔ ملک الموت کے معاونین و انصار بھی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ: فرشتے جسد سے روح کشید کرتے ہیں حتیٰ کہ جب حلقوم تک پہنچ جاتی ہے تو وہاں سے ملک الموت لے لیتا ہے۔[۴] مجاہد کہتے ہیں: ملک الموت کے لیے زمین سمیٹ دی جاتی ہے اور طشت کی مانند اس کے سامنے آ جاتی ہے، جہاں چاہتا ہے اپنا کام کر گزرتا ہے۔[۵]

---

[۱] القرطبی ۱۴/ ۸۹ [۲] اوضح التفاسیر [۳] ابوالسعود ۴/ ۱۹۳ [۴] ابن کثیر ۳/ ۴۷۳ [۵] الطبری ۲۱/ ۶۲

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کفار مجرمین کے حال کی خبر دی ہے کہ ان پر زبردست ذلت و رسوائی چھائی ہو گی۔ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ: اے مخاطب! اگر تم قیامت کے دن مجرموں کا حال دیکھ لو، اس حال میں کہ وہ شرمندگی اور ڈھٹائی سے رب تعالیٰ کے سامنے سر جھکائے ہوں گے تو تم عجیب حالات دیکھتے، ابو سعود کہتے ہیں: لَوْ: کا جواب محذوف ہے اس کی تقدیر یہ ہے۔ لرأیت امرًا فظیعًا تو تم عجیب رسوائی والا معاملہ دیکھتے۔[1]

رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا:...... کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے معاملے کی حقیقت کو دیکھ لیا اور پیغمبروں کی بات جس کا ہم انکار کرتے تھے اسے اپنے کانوں سے سن لیا۔ بس ہم دنیا میں بہرے اور اندھے تھے۔ فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا: ہمیں دنیا کی طرف واپس لوٹا دے تاکہ ہم عمل صالح کر لیں۔ اِنَّا مُوْقِنُوْنَ: ہم سچی اور پکی تصدیق کرتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات سچ ہے۔ طبری کہتے ہیں: یعنی اب ہم نے تیری وحدانیت کا یقین کر لیا کہ تیرے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں ہے اور تیرے سوا رب ہونے کا کسی کو حق نہیں، تو ہی زندگی دیتا ہے اور تو ہی موت دیتا ہے۔ تو جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے کہا: وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا: اگر ہم ساری مخلوق کو ہدایت دینا چاہتے تو اسے دے دیتے لیکن یہ ہماری حکمت کے منافی ہے چوں کہ ہم انسانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اختیار سے ایمان لائیں، جبرًا و اکراہ سے نہیں۔ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ: لیکن مجرموں کو عذاب دینے کا میرا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے۔ اور میری وعید مقرر ہو چکی ہے۔

کفار پر اب کبھی رحمت نہیں ہو گی

لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ:...... یعنی میں گناہگار و نافرمان جنات اور انسانوں سے جہنم بھروں گا۔ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا: اہل دوزخ سے توبیخ کے طور پر کہا جائے گا کہ یہ دردناک اور رسوا کن عذاب چکھو چوں کہ تم نے دنیا میں دار آخرت کو بھلا دیا تھا اور شہوات میں تم منہمک ہو گئے تھے۔ اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ: ہم تمہیں عذاب میں چھوڑے دیتے ہیں، جیسے تم نے ہماری آیات پر عمل کرنا چھوڑا۔ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: کفر و تکذیب کے سبب تم دوزخ میں دائمی عذاب کا مزہ چکھو۔ بدحال لوگوں کا ذکر ہوا اب خوشحال لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے اور ان کے لیے جو نعمتیں اور بہشتیں تیار کی گئی ہیں ان کا ذکر ہے۔ تاکہ بندہ خوف و رجا کے درمیان رہے۔ اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا: ہماری آیات کی تصدیق مؤمنین متقین کرتے ہیں جنہیں جب ہماری آیات کی نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تعظیم کی خاطر اللہ کے حضور سجدے میں گر جاتے ہیں۔ وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ: اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی طاعت و عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔

تہجد پڑھنے والوں کی مدح

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ:...... ان کے پہلو بچھونوں اور نیند کی جگہوں سے دور رہتے ہیں، آیت کی غرض یہ ہے کہ رات کے وقت عبادت میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہ نیند کم کرتے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ یعنی رات کو وہ کم سوتے تھے اور سحری کے وقت اٹھ کر استغفار کرتے تھے۔ (سورۃ الذاریات، ١٧-١٨)

مجاہد کہتے ہیں: اس سے مراد قیام لیل ہے۔ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا: رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور رب تعالیٰ کی رحمت و ثواب میں طمع رکھتے ہوئے۔ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ: اور ہم نے ان کو جو رزق عطا کر رکھا اس میں سے خیر و بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

---

[1] ابو السعود ٤/ ١٩٧

جنت کی خصوصی نعمت

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ: ...... اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں اپنے بندوں کو جنت میں عطا کرنی ہیں ان کی مقدار کسی کو معلوم نہیں، وہ ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی، جو کسی کان نے نہیں سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر کھٹکیں۔ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ: یہ ان صالح اعمال کا ثواب ہے جو انہوں نے دنیا میں آگے بھیجے ہیں۔

اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسۡتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ جَنّٰتُ وقف غفران
الۡمَاۡوٰی ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ فَسَقُوۡا فَمَاۡوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَاۤ
اُعِیۡدُوۡا فِیۡهَا وَقِیۡلَ لَهُمۡ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِیۡقَنَّهُمۡ مِّنَ الۡعَذَابِ
الۡاَدۡنٰی دُوۡنَ الۡعَذَابِ الۡاَكۡبَرِ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعۡرَضَ
عَنۡهَا ؕ اِنَّا مِنَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ مُنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡكِتٰبَ فَلَا تَكُنۡ فِیۡ مِرۡیَةٍ مِّنۡ لِّقَآئِهٖ ع ۲ / ۱۵
وَجَعَلۡنٰهُ هُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ اَئِمَّةً یَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا ؕ۟ وَكَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا
یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَفۡصِلُ بَیۡنَهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ فِیۡمَا كَانُوۡا فِیۡهِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمۡ یَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ
اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ یَمۡشُوۡنَ فِیۡ مَسٰكِنِهِمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسۡمَعُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمۡ
یَرَوۡا اَنَّا نَسُوۡقُ الۡمَآءَ اِلَی الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ فَنُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا تَاۡكُلُ مِنۡهُ اَنۡعَامُهُمۡ وَاَنۡفُسُهُمۡ ؕ اَفَلَا
یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۷﴾ وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هٰذَا الۡفَتۡحُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۸﴾ قُلۡ یَوۡمَ الۡفَتۡحِ لَا یَنۡفَعُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا المنزلۃ
اِیۡمَانُهُمۡ وَلَا هُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَانۡتَظِرۡ اِنَّهُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۳۰﴾ ع ۳ / ۱۶

ترجمہ: ...... جو شخص مؤمن ہو کیا وہ فاسق کی طرح ہو سکتا ہے؟ برابر نہیں۔ ﴿۱۸﴾ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے باغ ہوں گے ٹھہرنے کی جگہوں میں یہ بطور مہمانی ان اعمال کے بدلے ہوں گے جو دنیا میں کیا کرتے تھے۔ ﴿۱۹﴾ اور جن لوگوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب بھی اس میں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اسی میں واپس لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ ﴿۲۰﴾ اور ضرور ضرور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے قریب والا عذاب چکھا دیں گے تاکہ وہ باز آ جائیں۔ ﴿۲۱﴾ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جسے اس کے رب کی آیات یاد دلائی جائیں پھر وہ ان سے اعراض کرے، بلا شبہ ہم مجرمین سے بدلہ لینے والے ہیں۔ ﴿۲۲﴾ اور بلا شبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجیے اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لیے موجب ہدایت بنایا تھا۔ ﴿۲۳﴾ اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے جبکہ انہوں نے صبر کیا، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ ﴿۲۴﴾ بلا شبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان چیزوں میں فیصلے فرمائے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ ﴿۲۵﴾ کیا ان لوگوں کو اس چیز نے ہدایت نہیں دی کہ ان سے پہلے ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں، یہ لوگ ان کے رہنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں، بلا شبہ اس میں نشانیاں ہیں، کیا یہ لوگ نہیں

سنتے۔㉖ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم سوکھی زمین کی طرف پانی کو روانہ کرتے ہیں پھر اس کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے مویشی اور خود یہ لوگ کھاتے ہیں، کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے۔㉗ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فتح کب ہوگی اگر تم سچے ہو۔㉘ آپ ﷺ فرمادیجیے کہ فتح کے دن کافروں کو ان کا ایمان نہ نفع دے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔㉙ سو آپ ان سے اعراض کیجیے اور انتظار کیجیے بے شک وہ بھی منتظر ہیں۔㉚

ربط وتعارف:……جب اللہ تعالیٰ نے آخرت میں مجرمین کا حال ذکر کیا اور مؤمنین متقین کا حال بھی ذکر کیا ان کے لیے جو نعمتیں اور شرف واکرام تیار کر رکھا ہے اسے ذکر کیا۔ اب ان آیات میں یہ بات ذکر کی جارہی ہے کہ دونوں فریق مساوی نہیں ہیں۔ ایک فریق نیکوکاروں کا ہے اور دوسرا فساق وفجار کا چوں کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت اس امر کی متقاضی ہے کہ مؤمن اور فاسق کے درمیان امتیاز روا رکھا جائے۔

لغات: فَاسِقًا:……الفاسق: جو طاعت سے نکلا ہو۔ نُزُلًا: ضیافت، مہمانی، عطاء شاعر کہتا ہے:

وکنا اذا الجبار بالجیش ضافنا جعلنا القنا والمرهفات له نزلًا

جس کسی جابر شخص نے لشکر کے ساتھ ہماری ضیافت کی اور ہم نے نیزوں اور تیز دھاری والی تلواروں سے ان کی مہمانی کی۔

الْجُرُزِ:……وہ زمین جس میں سبزہ نہ ہو۔ الْجُرُزِ قطع۔ زمخشری کہتے ہیں۔ الْجُرُزِ: ایسی زمین جہاں سبزہ کاٹ دیا گیا ہو یعنی پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے خشک ہوگیا ہو یا مویشیوں نے چر کر ختم کر دیا ہو، چٹیل پتھریلی زمین کو جرز نہیں کہا جاتا۔ الْفَتْحُ: حکم، فیصلہ۔ حاکم کو فاتح کہا جاتا ہے چوں کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے۔ يُنظَرُونَ: انہیں مہلت دی جاتی ہے۔

شان نزول:……روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور عقبہ بن ابی معیط کی درمیان کوئی جھگڑا تھا، ولید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: خاموش ہوجا تو بچہ ہے۔ بخدا میں تمہاری نسبت وسیع اللسان ہوں۔ تم سے بہادر اور طاقتور ہوں اور لشکر میں تم سے زیادہ میری عزت اور وقار ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا: خاموش ہوجا تو فاسق ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ⑱ [1]

تفسیر: اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا:……جو شخص دنیا کی زندگی میں مؤمن، متقی ہو کیا وہ فاسق جو اللہ کی طاعت سے خارج ہو، کی طرح ہوسکتا ہے؟ لَا يَسْتَوٗنَ: آخرت میں وہ ثواب اور مرتبے میں برابر نہیں ہوسکتے جیسے دنیا میں طاعت وعبادت میں برابر نہیں ہوسکتے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ㉟ کیا ہم مسلمانوں کو گناہگار مجرموں کے برابر کردیں گے۔ (سورۃ القلم، آیت ۳۵)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل اور کرم کی خبر دی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے فیصلے میں وہ شخص جو اللہ کی آیات پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر علیہ السلام کا متبع ہو اور وہ شخص جو فاسق ہو یعنی رب تعالیٰ کی طاعت سے خارج ہو، اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب کرتا ہو، برابر نہیں ہوسکتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فریقین کی جزا کی تفصیل کی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: وہ پرہیزگار لوگ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کر رکھا ہے۔ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى: ان کے لیے بہشتیں ہیں جن میں ٹھہرنے کی جگہیں ہوں گی، محلات ہوں گے، عالیشان بالاخانے ہوں گے، جن میں جنتی پناہ لیں گے اور ان سے نفع اٹھائیں گے۔ بیضاوی کہتے ہیں: جنت ہی حقیقت میں ٹھکانا ہے اور دنیا ایسا ٹھکانا ہے جہاں سے گزر جانا ہے۔ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: یہ مہمانی ہوگی جو اہل جنت کے اکرام کے لیے تیار کی گئی ہوگی جیسے مہمانوں کے لیے تحائف تیار کیے جاتے ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے دنیا میں جو نیک اعمال کیے ہوں گے۔

جہنم میں کفار کی حالت

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ:……اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکلے ہوئے ہیں ان کی منزل اور ٹھکانا دوزخ کی آگ ہوگی۔

[1] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/ ۲۶۵، القرطبی ۵/ ۱۰۵، زاد المسیر ۶/ ۳۴۰

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا: اور جب بھی آگ کے شعلے دوزخیوں کو اوپر کی طرف اٹھائیں گے انہیں واپس اپنی جگہوں میں لوٹا دیا جائے گا۔ حضرت فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بخدا جہنمیوں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے، پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوں گی۔ آگ انہیں اوپر اٹھا رہی ہوگی اور فرشتے ان پر ہتھوڑیاں برسا رہے ہوں۔ وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ: ان سے جہنم کا داروغہ توبیخ کے طور پر کہے گا: رسوا کرنے والا عذاب چکھو، جسے تم جھٹلاتے تھے اور دنیا میں تم اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس کے بعد مشرکین کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

دنیا میں عذاب کا نمونہ

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى:...... ہم انہیں قریب کا عذاب بھی چکھائیں گے اور وہ دنیا کا عذاب جو قتل، قید کرنے، آزمائشوں، بلاؤں اور مصیبتوں کے نتیجے کی صورت میں ہوسکتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ادنیٰ عذاب سے مراد دنیا کے مصائب، امراض و آلام ہیں جن میں بندے مبتلا کر دیے جاتے ہیں تاکہ توبہ تائب ہوجائیں گے۔ ابومجاہد کہتے ہیں: عذاب ادنیٰ سے مراد قتل اور قحط ہے۔[1] دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ: بڑے عذاب یعنی آخرت کے عذاب سے پہلے انہیں دنیا میں چھوٹا عذاب ہوگا۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ: تاکہ وہ کفر اور معاصی سے توبہ کرلیں۔ وعید سنانے کے بعد اب اس امر کو بیان کیا جا رہا ہے کہ کفار عذاب کے مستحق ہیں۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا: اس آدمی سے بڑھ کر اپنے اوپر ظلم کرنے والا کوئی شخص نہیں جسے نصیحت کی جائے اور رب تعالیٰ کی آیات یاد دلائی جائیں۔ پھر وہ ایمان کو ترک کردے اور اللہ کی آیات کو بھول جائے۔ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ: میں اس شخص سے سخت انتقام لوں گا جو میری آیات کو جھٹلاتا ہو، ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا ہے جرم کا ثبوت مقصود ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ:..... ہم نے موسیٰ کو تورات عطا کی۔ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ: اے محمد! قرآن عظیم کے حاصل کرلینے میں شک نہ کرو، آپ کو قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی ہی مل گیا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو تورات ملی۔ اس سے مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تقریر اور مستحکم قرار دینا ہے۔ اور اس امر کو حقیقت قرار دینا ہے کہ قرآن کتاب الٰہی اور آسمانی وحی ہے۔ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ: اور ہم نے تورات کو بنی اسرائیل کے لیے گمراہی سے ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً: ہم نے ان میں سے کچھ قائدین اور پیشوا بنائے جن کی خیر و بھلائی کے کاموں میں اقتدا کی جاتی تھی۔ يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا: وہ مخلوق کو ہماری اطاعت اختیار کرنے کی دعوت دیتے تھے اور وہ لوگوں کو ہمارے حکم سے دین کی راہنمائی کرتے تھے۔ لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ: وہ اللہ کی راہ میں ملنے والی مشقتوں پر صبر کرتے تھے اور وہ ہماری آیات کی زبردست تصدیق کرتے تھے۔ ابن جوزی کہتے ہیں: اس آیت میں شاندار پیرائے میں قریش کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر طاعت اختیار کروگے اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہوگے تو میں تمہارے اندر بھی پیشوا پیدا کردوں گا۔[2]

حق و باطل کا اصل فیصلہ قیامت میں ہوگا

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ:...... اے محمد! قیامت کے دن تمہارا پروردگار مومنین اور کفار کے درمیان فیصلہ کرے گا، حق پرست اور باطل پرست کے درمیان تمیز کرے گا۔ ہر ایک جس بدلے کا مستحق ہوگا وہ اسے ملے گا۔ یعنی دنیا میں جو وہ امور دین کے متعلق اختلاف کرتے تھے اس کا انہیں بدلہ ملے گا۔ طبری کہتے ہیں: دینی امور بعث بعد الموت اور جزا و سزا کے بارے میں جو وہ اختلاف کرتے تھے اس کا انہیں بدلہ ملے گا۔[3]

---

[1] مفسرین نے لکھا ہے کہ سات سال تک اہل مکہ قحط میں مبتلا رہے ہیں، حتیٰ کہ مردار، ہڈیاں اور کتے کھانے تک مجبور ہوں گئے۔ [2] زاد المسیر ۶/ ۳۴۴ [3] الطبری ۲۱/ ۷۱

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں اپنی قدرت کے آثار پر تنبیہ کی ہے۔ اور کفار پر سابقہ امتوں کو ہلاک کر کے حجت قائم کی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَوَلَمۡ یَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ: کیا یہ مشرکین غافل ہیں اور ان کے سامنے یہ امر واضح نہیں ہوتا کہ پہلی امتوں نے اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب کی ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ یَمۡشُوۡنَ فِیۡ مَسٰكِنِهِمۡ: اس حال میں کہ اہل مکہ ان کے ٹھکانوں میں سفر کرتے ہیں اور اپنے اسفار کے دوران ان ہلاک شدگان کی منازل کا مشاہدہ کرتے ہیں، کیا یہ ان آثار سے عبرت نہیں حاصل کرتے؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی یہ مکذبین ان ظالموں کے ٹھکانوں میں سفر کرتے ہیں، جن لوگوں نے ان رہائش گاہوں کو آباد کر رکھا تھا ان میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھ پاتے۔[1] اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسۡمَعُوۡنَ: ان لوگوں کے ہلاک کرنے میں ہماری قدرت پر بڑے دلائل ہیں، کیا تم نصیحت حاصل کرنے کی نیت سے نہیں سنتے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ توحید پر دلائل ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَسُوۡقُ الۡمَآءَ اِلَی الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ: کیا وہ ہماری کمال قدرت کا مشاہدہ نہیں کرتے کہ ہم خشک زمین جس میں سبزہ نہیں ہوتا پانی کی عدم موجودگی کی وجہ سے کی طرف پانی پہنچاتے ہیں تا کہ اس زمین کو ہم زندہ کر دیں؟ فَنُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا تَاۡكُلُ مِنۡهُ اَنۡعَامُهُمۡ وَاَنۡفُسُهُمۡ: ہم اس پانی کے ذریعے انواع و اقسام کی فصلیں اور پھل نکالتے ہیں، جن میں سے ان کے جانور گھاس اور بھوسہ کھا جاتے ہیں اور وہ خود غلہ، پھل اور سبزیاں کھاتے ہیں۔ اَفَلَا یُبۡصِرُوۡنَ: کیا وہ اسے دیکھ کر ہماری قدرت کاملہ پر استدلال نہیں کرتے۔ اور وہ جانتے نہیں کہ وہ ذات جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا وہ انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت رکھتی ہے؟

قیامت پر کفار کا شبہ اور اصرار

وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هٰذَا الۡفَتۡحُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ:...... کفار مکہ مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہمارے خلاف تمہاری مدد کب آئے گی اور تمہیں ہمارے اوپر غلبہ اور فتح کب حاصل ہوگی؟ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مسلمان کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ عنقریب ہمیں مشرکین پر فتح دے گا اور ہمارے اور ان کی درمیان فیصلہ کرے گا۔ اہل مکہ جب سنتے تو تکذیب اور استہزا کرتے ہوئے کہتے تھے: تمہیں یہ فتح کب حاصل ہوگی؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قُلۡ یَوۡمَ الۡفَتۡحِ لَا یَنۡفَعُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اِیۡمَانُهُمۡ: اے محمد! بطور توبیخ کفار سے کہہ دیجیے: قیامت کا دن ہمارے اور تمہارے درمیان حقیقی فیصلے کا دن ہوگا اس دن ایمان لانا اور معذرت کرنا کوئی نفع نہیں پہنچائے گا، بھلا تم کیوں عجلت کرتے ہو؟ وَلَا هُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ: انہیں توبہ کی مہلت نہیں دی جائے گی۔ بیضاوی کہتے ہیں۔ یَوۡمَ الۡفَتۡحِ سے مراد قیامت کا دن ہے۔ چنانچہ اس دن مؤمنین کو کفار پر فتح حاصل ہوگی اور ان کے درمیان فیصلہ ہوگا۔[2]

کفار سے اعراض

فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ:...... اے محمد! آپ ان سے روگردانی کر جائیں اور انہیں خاطر میں نہ لائیں۔ وَانۡتَظِرۡ اِنَّهُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ: ان پر جو عذاب نازل ہوگا آپ اس کا انتظار کریں، آپ پر جو آزمائشیں آئیں گی وہ ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وہ تمہارے اوپر حوادث زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں۔[3]

بلاغت:...... ان آیات میں بیان و بدیع کی مختلف اصناف پائی جاتی ہیں۔ مختصراً کچھ حسب ذیل ہیں:

تُنۡذِرَ نَذِیۡرٍ:...... اور اِنۡتَظِرۡ اِنَّهُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ اور خَوۡفًا وَّطَمَعًا: میں طباق ہے۔ وَجَعَلَ لَكُمۡ: میں غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات ہے۔ اصل میں تھا وَجَعَلَ لَهٗ: اس میں نکتہ یہ ہے کہ خطاب زندہ آدمی سے کیا جاتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے روح پھونک دی تو آدم کی ذرّیت کے ساتھ خطاب اچھا ہوا۔ ءَاِذَا ضَلَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ: میں استفہام انکاری ہے اور

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۷۷ [2] البیضاوی ۲/ ۱۱۳ [3] ۱۴/ ۱۱۲

اس سے غرض استہزا ہے۔ رَبَّنَآ اَبۡصَرۡنَا وَسَمِعۡنَا: میں اضمار ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے: وَیَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا ...... الخ۔ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ: میں اختصاص ہے، یعنی قیامت کے دن صرف اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے کسی اور کی طرف نہیں۔ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاکِسُوۡا رُءُوۡسِهِمۡ: میں لَوۡ کا جواب محذوب ہے جو کہ یہ ہے: لرأیت أمرا مهولًا۔ لَوۡ کا جواب تہویل کے لیے حذف کیا گیا ہے۔ نَسِیۡتُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِیۡنٰکُمۡ: میں مشاکلت ہے۔ یعنی الفاظ تو ایک جیسے ہیں معنی مختلف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بھولتا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے جیسے بھولی بسری چیز کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ جَنّٰتُ الۡمَاۡوٰی ۫ نُزُلًۢا بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ فَسَقُوۡا فَمَاۡوٰىهُمُ النَّارُ: میں نیکوکاروں کی جزا اور فساق و فجار کی جزا میں لطیف مقابلہ ہے۔ یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔ تَتَجَافٰی جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ: کثرت عبادت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ لو لگا لینے سے کنایہ ہے۔ اَوَلَمۡ یَهۡدِ لَهُمۡ: میں استفہام برائے توبیخ ہے۔ اسی طرح اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَسُوۡقُ الۡمَآءَ، اَفَلَا یَسۡمَعُوۡنَ: اور اَفَلَا یُبۡصِرُوۡنَ: میں استفہام برائے توبیخ ہے۔ اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ، وَهُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ، لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ، اَفَلَا یَسۡمَعُوۡنَ: میں رعایت فاصلہ ہے۔

الحمد للہ آج ۲ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ مطابق ۳۰ جولائی ۲۰۱۴ء بروز بدھ بعد نماز ظہر سورۂ سجدہ کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے ذریعہ آخرت بنائے اور تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سورۃ الاحزاب

تعارف:......سورۂ احزاب اُن مدنی سورتوں میں سے ہے جن میں امت اسلامیہ کے روزمرہ کے تشریعی امور بیان کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ یہ تمام مدنی سورتوں کا حال ہے۔ سورۂ مبارکہ میں مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی احوال کا ذکر کیا گیا ہے۔ بالخصوص اسلامی معاشرے کو شرعی احکام اپنانے کی ہدایت کی گئی ہے یہ احکام معاشرتی سعادت کے ضامن ہیں، سورۂ مبارکہ میں بعض موروثی (جاہلی) اقدار ورواجات کو باطل قرار دیا گیا ہے مثلاً مسئلہ لے پالک، مسئلہ ظہار اور پہلو میں دو دل ہونے کا یقین۔ سورۂ مبارکہ معاشرے کو جاہلی نجاسات سے پاک کرنا چاہتی ہے چوں کہ جاہلیت میں بے شمار خرافات اور موہوم کہاوتیں مشہور تھیں، ان سے اسلامی معاشرے کا پاک ہونا ضروری ہے۔

ہم اس سورۂ مبارکہ کے مواضیع (موضوع کی جمع) کو تین نکات میں بیان کر سکتے ہیں۔

(اول)......ارشادات اور اسلامی آداب۔

(دوم)......احکام اور الٰہی شریعت۔

(سوم)......غزوۂ احزاب وغزوۂ بنی قریظہ کا ذکر۔

(اول)......سورۂ مبارکہ میں بعض اجتماعی آداب کا ذکر آیا ہے جیسے آداب ولیمہ، آداب ستر وحجاب، بے محابا نمائش حسن، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاملے کے آداب اور آپ کا احترام اور دیگر معاشرتی آداب۔

(دوم)......سورۂ مبارکہ میں بعض تشریعی احکام پر بھی بات ہوئی ہے جیسے ظہار، مسئلہ لے پالک، وراثت، لے پالک کی مطلقہ سے شادی کرنا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متعدد عورتوں سے نکاح کرنا اور اس کی حکمت، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دُرود بھیجنے کا حکم، شرعی حجاب کا حکم، دعوت ولیمہ کے امور سے متعلقہ مختلف احکام وغیرھا۔

(سوم)......سورۂ مبارکہ میں تفصیل سے غزوۂ خندق جسے غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے کے احوال بیان ہوئے ہیں، اس غزوے کی نہایت باریک بینی سے منظر کشی کی گئی ہے، منافقین کی پوشیدہ جماعتوں سے پردہ ہٹایا گیا ہے، منافقین کے مختلف ہتھکنڈوں، مکروفریب، چالبازی، دھوکا دہی سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی گئی ہے، سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں منافقین کے متعلق طویل بات ہوئی ہے، سورت کے اختتام میں بھی اس موضوع پر بات ہوئی ہے حتیٰ کہ کوئی خفا باقی نہیں رہا اور منافقین کا کوئی مکر باقی نہیں چھوڑا۔ سورۂ مبارکہ میں مؤمنین کو نعمت عظمٰی یاد کروائی گئی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے جمع کیے ہوئے لشکروں پر تند وتیز آندھی چلائی اور فرشتے نازل کیے۔ سورہ مبارکہ میں بنی قریظہ کے نقض عہد اور ان کے ساتھ ہونے والے غزوے کا ذکر بھی ہوا ہے۔

وجہ تسمیہ:......سورۂ مبارکہ کا نام ''سورۃ الاحزاب'' ہے چوں کہ مشرکین مختلف لشکروں کو جمع کر کے مسلمانوں کے خلاف لے آئے تھے جن میں کفار مکہ، غطفان، بنی قریظہ اور عرب کے دوسرے اوباش لوگ شامل تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی کفایت کی اور احزاب کو خائب وخاسر لوٹایا۔

(احزاب، حزب کی جمع ہے بمعنی لشکر)

رُكُوعَاتُهَا ٩	(٣٣) سُوْرَةُ الْأَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ (٩٠)	اٰيَاتُهَا ٧٣

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿١﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى
اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿٢﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٣﴾ مَا جَعَلَ
اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰۗـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ

اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ۝۴
اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ
وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵
اَلنَّبِىُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ
فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ
مَسْطُوْرًا ۝۶ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ
مَرْيَمَ ۖ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۷ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا
اَلِيْمًا ۝۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا ع ۱ ۸ ۱۶
لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝۹ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ
الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِىَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا
زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝۱۱ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا
غُرُوْرًا ۝۱۲ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ
النَّبِىَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا هِىَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝۱۳ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ
اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ۝۱۴ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ
لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ۝۱۵ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ
وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۶ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِىْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ
رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۱۷ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ
لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۸ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ
يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِىْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ
بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
يَسِيْرًا ۝۱۹ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِى الْاَعْرَابِ

يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾ ع ۲ / ۱۸

ترجمہ:.....اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے، بلاشبہ اللہ علیم ہے حکیم ہے۔ ① اور آپ اس کا اتباع کیجیے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کیا جاتا ہے، بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ② اور اللہ پر بھروسہ کیجیے اور وہ کافی ہے اور کارساز ہے۔ ③ اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے، اور تمہاری بیویوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنایا اور جو تمہارے منہ بولے بیٹے ہیں ان کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا، یہ تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے، اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور راستہ دکھاتا ہے۔ ④ تم انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے، سو اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور تمہارے دوست ہیں اور جو کچھ تم سے خطا ہو جائے اس کے بارے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور لیکن جس کا تمہارے دل قصداً ارادہ کر لیں، اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ ⑤ مؤمنین سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اس سے زیادہ ہے جو ان کا اپنے نفسوں سے ہے اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھنے والے ہیں بہ نسبت دوسرے مؤمنین مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ اچھا سلوک کرنا چاہو یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ ⑥ اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے، اور ہم نے ان سے پختہ عہد لے لیا۔ ⑦ تاکہ اللہ سچوں سے ان کی سچائی کے بارے میں سوال فرمائے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار فرمایا ہے۔ ⑧ اے ایمان والو! اللہ کی نعمت جو تمہیں ملی ہے اسے یاد کرو جبکہ تمہارے پاس لشکر آ گئے، سو ہم نے ان پر ہوا بھیج دی اور لشکر بھیج دیے جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔ ⑨ جبکہ وہ لوگ تمہارے اوپر آ چڑھے اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی، اور جبکہ آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور دل گلوں کو پہنچ گئے، اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔ ⑩ اس موقع پر مؤمنین کی جانچ کی گئی اور انہیں سختی کے ساتھ جھنجھوڑ دیا گیا۔ ⑪ اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ⑫ اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ اے یثرب والو تمہارے لیے ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے لہٰذا تم واپس ہو جاؤ، اور ان میں سے ایک فریق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر رہا تھا یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے یہ لوگ صرف بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ ⑬ اگر مدینہ کے اطراف سے کوئی لشکر ان پر گھس جائے پھر ان سے فتنے کا سوال کیا جائے تو یہ ضرور فتنے کو منظور کر لیں گے اور گھروں میں نہیں ٹھہریں گے مگر بس ذرا سی دیر۔ ⑭ اور اس سے پہلے انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ ہم پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے جو عہد کیا اس کی باز پرس ہوگی۔ ⑮ آپ فرما دیجیے! اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمہیں نفع نہ دے گا اور اس وقت بس تھوڑے ہی دن جیو گے۔ ⑯ آپ فرما دیجیے کہ وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا دے گا اگر وہ تمہارے بارے میں کسی بری حالت کا ارادہ فرمائے یا تم پر فضل فرمائے اور اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایت کرنے والا یا مددگار نہ پائیں گے۔ ⑰ بلاشبہ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو رکاوٹ ڈالتے ہیں اور جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ اور یہ لوگ لڑائی میں کم آتے ہیں۔ ⑱ یہ لوگ تمہارے بارے میں بخیل بنے ہوئے ہیں پھر جب خوف پیش آ جاتا ہے تو آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ آپ کی طرف تک رہے ہیں ان کی آنکھیں اس طرح چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کے وقت بے ہوشی طاری ہو رہی ہو پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تم کو تیز زبانوں سے طعنے دیتے ہیں، مال کے حریص بنے ہوئے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے، سو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیے اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔ ⑲ وہ سمجھتے ہیں کہ جماعتیں واپس نہیں گئیں اور اگر جماعتیں آ جائیں تو یہ لوگ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش! ہم دیہاتوں میں ہوتے تمہاری خبریں دریافت کر لیا کرتے اور اگر وہ تمہارے اندر موجود ہوں تو وہ لڑائی نہ لڑیں گے مگر ذرا سی۔ ⑳

لغات: اَدْعِيَاءَكُمْ:.....دَعِیٌّ کی جمع ہے، منہ بولا بیٹا، لے پالک، دوسرے کا بیٹا گود لے لیا جائے ”اللسان“ میں لکھا ہے: ”الدعی۔ غیر باپ کی طرف منسوب شاعر کہتا ہے:

دعی القوم ینصر مدعیه لیلحقه بذی النسب الصمیم
أبی الاسلام لا اب لی سواہ اذا افتخروا بقیس أو تمیم

کسی قوم کا لے پالک اپنے دعویدار کی مدد کرتا ہے تاکہ وہ اسے کسی مضبوط صاحب نسب کے ساتھ ملحق کر دے۔ اسلام نے اس غیر حقیقی نسبت کو ممنوع قرار دے دیا، اب حقیقی باپ کے علاوہ کوئی اور میرا باپ نہیں ہو سکتا جب کہ لوگ قبیلہ قیس یا بنو تمیم پر فخر کر رہے ہوں۔

اَقْسَطُ:...... زیادہ عدل کرنے والا، مقولہ ہے: اقسط الرجل انصاف کیا، عدل کیا۔ قَسَطَ: ظلم کیا۔ القسط: عدل۔ مَسْطُوْرًا: ایسا لکھا ہوا جو مٹایا نہ جائے۔ مِیْثَاقَهُمْ: عہد مؤکد، قسم اٹھا کر کیا ہوا پختہ عہد۔ الْحَنَاجِرَ: حنجرۃ کی جمع ہے، حلقوم۔ یَثْرِبَ: مدینہ منورہ کا نام ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کا نام طیبہ رکھا۔ عَوْرَةٌ: غیر محفوظ، مردوں سے خالی، ایسا گھر جس میں داخل ہونا آسان ہو۔ جوہری کہتے ہیں، ہر وہ خلل جس کا خوف ہو سرحد میں یا لڑائی ہیں۔ اقطارها: قطر کی جمع ہے، جانب، طرف۔ یَعْصِمُكُمْ: وہ تمہیں منع کرتا ہے۔ الْمُعَوِّقِیْنَ: روکنے والے، رکاوٹیں کھڑی کرنے والے۔

شانِ نزول:...... روایت ہے کہ جمیل بن معمر نامی قریش کا ایک آدمی تھا، بڑا ہی ذہین اور زبردست قوت حفظ کا مالک تھا، جو چیز ایک بار سنتا اسے یاد کر لیتا تھا، قریش نے کہا، ان چیزوں کو صرف وہی شخص یاد رکھتا ہے جس کے پیٹ (سینہ) میں دو دل ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک کا ارادہ کیا تو لوگوں کو جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا، کچھ لوگ کہنے لگے: ہم اپنے والدین سے اجازت لیں گے (اگر والدین نے اجازت دی تو پھر غزوے میں شرکت کریں گے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ[2]

تفسیر: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ:...... ندا برائے تکریم و تعظیم ہے چوں کہ نبوت کا لفظ تعظیم کی خبر دیتا ہے معنی ہے: آپ تقویٰ پر ثابت قدم رہیں اور اس پر مداومت دکھائیں۔ ابوسعود کہتے ہیں: نبوت کے عنوان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا دینا آپ کے مقام عالی کو واضح کرتا ہے اور اس میں آپ کی عظمت شان پر تنبیہ بھی ہے۔ تقویٰ سے مراد تقویٰ پر ثابت قدمی دکھانا اور اس میں اضافہ کرنا ہے۔ چنانچہ تقویٰ کا وسیع باب ہے اس کی انتہا تک نہیں پہنچا جا سکتا۔[3] وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا: کفار اور منافقین کی باتیں قبول نہ کریں اگر چہ وہ اپنے اقوال میں نصیحتیں ظاہر کریں۔ آپ اہل کفر اور اہل نفاق کا کہنا نہ مانیں جو وہ آپ کو نرمی اختیار کرنے اور تساہل برتنے کی دعوت دیتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: مشرکین رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کرتے تھے کہ آپ ان کے معبودان کو برا نہ کہیں اور ان کی سفارش کے قائل ہو جائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مطالبے کو ناپسند کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[4] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے اور انہوں نے اپنے دلوں میں جو باتیں چھپا رکھی ہیں ان سے بھی بخوبی واقف ہے۔ اپنے بندوں کے شؤون و امور کی تدبیر حکمت سے کرتا ہے۔ وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ: آپ کے رب نے آپ کی طرف جو شریعت اور دین متین وحی کیا ہے، آپ اس پر عمل کریں اور آپ پر جو قرآن نازل کیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا: تمہارے اعمال سے باخبر ہے تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ تمہیں اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامل توکل کی تعلیم

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ:...... اور اللہ پر بھروسہ رکھو، اور اپنے جملہ معاملات میں اللہ تعالیٰ کا سہارا لو۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا: اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اور آپ کے اصحاب کے لیے کافی ہے بطور حامی و مددگار۔

[1] زاد المسیر ٦/ ٣٤٩ [2] الآلوسی ٢١/ ١٥ [3] ابوالسعود ٤/ ٢٠١ [4] القرطبی ١٨١٤ المسیر ٦/ ٢٤٧

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل جاہلیت کے مزاعم اور غلط رواجات پر رد کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَيۡنِ فِيۡ جَوۡفِهٖ: لوگوں میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں پیدا کیا جس کے سینے میں دو دل پیدا کیے ہوں۔ مجاہد کہتے ہیں: یہ آیت قریش کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اسے ذُو الۡقَلۡبَيۡنِ کہا جاتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا میرے پہلو میں دو دل ہیں میں ہر ایک دل کے ساتھ محمد سے زیادہ عقل رکھتا ہوں۔ [1]

وَمَا جَعَلَ اَزۡوَاجَكُمُ الّٰٓـئِیۡ تُظٰهِرُوۡنَ مِنۡهُنَّ اُمَّهٰتِكُمۡ: تمہاری وہ بیویاں جن سے تم ظہار کر بیٹھو انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مائیں نہیں بنایا۔

ظہار اور متبنیٰ کا بیان

وَمَا جَعَلَ اَدۡعِيَآءَكُمۡ اَبۡنَآءَكُمۡ:...... لے پالک جو تمہارے صلبی بیٹے نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔ ذٰلِكُمۡ قَوۡلُكُمۡ بِاَفۡوَاهِكُمۡ: تمہارا ان کو بیٹے کہہ کر پکارنا محض تمہارے مونہوں کی باتیں ہیں، حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُوۡلُ الۡحَقَّ: اللہ تعالیٰ حق بات کرتا ہے جو واقع کے موافق ہوتی ہے اور ہر اعتبار سے حقیقت کے مطابق ہوتی ہے۔ وَهُوَ يَهۡدِی السَّبِيۡلَ: اللہ تعالیٰ سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ آیت کا مقصد، جاہلی مزاعم پر رد کرنا ہے کہ یہ محض باطل اور فرسودہ جاہلی خیالات میں۔ چنانچہ جس طرح کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح جس بیوی سے ظہار کر لیا جائے وہ ماں نہیں بن جاتی اور منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں بنتا چوں کہ اس کی حقیقی ماں وہی ہوتی ہے جس نے اسے جنم دیا ہوتا ہے اور حقیقی بیٹا بھی وہی ہوتا ہے جو باپ کی صلب سے پیدا ہوا ہو۔ بھلا تم ظہار کردہ بیویوں کو مائیں کیسے کہہ دیتے ہو؟ دوسروں کے بیٹوں کو اپنے بیٹے کیسے کہہ دیتے ہو حالاں کہ وہ تمہاری اصلاب سے پیدا نہیں ہوتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ لے پالکوں کو ان کے آباء کی طرف منسوب کیا جائے۔

متبنیٰ کو اصل باپ کے نام سے پکارو

اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ:...... جن لوگوں کو تم نے منہ بولے بیٹے بنا رکھا ہے انہیں ان کے اصلی آباء کی طرف منسوب کرو۔ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ: یہ بات اللہ کے حکم اور اس کی شریعت میں زیادہ عدل والی ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لے پالکوں کو اصلی آباء کی طرف منسوب کر کے پکارنا اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عدل وانصاف کی بات ہے اور زیادہ سچی بات ہے بنسبت انہیں غیر آباء کی طرف منسوب کرنے کے۔ [2] فَاِنۡ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِی الدِّيۡنِ: اگر تمہیں ان کے اصلی آباء کا علم نہ ہو کہ تم انہیں ان کی طرف منسوب کر سکو تو وہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں۔ وَمَوَالِيۡكُمۡ: اور تمہارے دینی اعتبار سے دوست ہیں، تمہیں چاہیے کہ یوں کہو: اے میرے بھائی، اے میرے دوست! دینی بھائی چارے اور دوستی کا قصد کیا جائے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے لے پالکوں کو ان کے اصلی آباء کی طرف منسوب کرنے کا حکم دیا ہے بشرطیکہ ان کے آباء کا علم ہو اور اگر ان کے آباء غیر معروف ہوں تو وہ مسلمانوں کے دینی بھائی اور دوست ہیں، یہ بھائی چارہ اور دوستی فوت شدہ نسب کا عوض ہے۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو کہا کرتے تھے کہ تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو۔ [3] ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد کہتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے یہ نسبت ختم کر دی۔ اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ۔ [4]

بھول چوک پر مواخذہ نہیں

وَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ فِيۡمَاۤ اَخۡطَاۡتُمۡ بِهٖ:...... اے مؤمنین! تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں جو تم نے لے پالکوں کو غیر آباء کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ یہ تم سے خطا ہوئی ہے جو قابل معافی ہے۔ وَلٰكِنۡ مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ: لیکن گناہ اس صورت میں ہوگا جب تم قصداً لے پالکوں کو غیر آباء کی طرف منسوب کر دو۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا: اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت اور عظیم رحمت والا ہے، خطا کوش کو معاف کر دیتا ہے، مؤمن تائب پر رحم کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت سے شفقت ورافت کو بیان کیا ہے۔

---

[1] القرطبی ١٤/١١٦ [2] الطبری ٢١/٧٦ [3] مختصر ابن کثیر ٣/٧٩ [4] اخرجہ البخاری

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مؤمنین جان سے زیادہ چاہتے تھے

چنانچہ ارشاد فرمایا: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ: یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤمنین پر بہت مہربان اور مشفق ہیں، دین ودنیا کی ہر چیز میں اتنے مہربان کہ مؤمنین خود بھی اپنی جانوں پر نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم زیادہ لائق نفاذ اور واجب طاعت ہے۔ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ: اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات مؤمنین کی مائیں ہیں لہٰذا ان کا احترام اور تعظیم واجب ہے اور ان کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ازواج مطہرات تحریم اور استحقاق احترام وتعظیم میں ماؤں کے قائم مقام ہیں۔ اس کے علاوہ معاملات میں وہ اجنبی عورتوں کی طرح ہیں۔[1]

اولوالارحام کا حق تمام مؤمنین سے زیادہ ہے

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ: ...... قریبی رشتے دار۔ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ: اللہ کی شریعت اور دین میں عام مؤمنین اور مہاجرین کی بنسبت وراثت کے زیادہ حق دار ہیں۔ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا: الا یہ کہ تم اپنی زندگی میں مؤمنین ومہاجرین بھائیوں کے ساتھ کوئی (چیز دے کر) حسن سلوک کرو یا تم مرتے وقت ان کے حق میں وصیت کر جاؤ بلاشبہ یہ جائز ہے۔ ہاتھ کشادہ رکھنا اچھائی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: ابتدائے اسلام میں اسلامی بھائی چارے اور ہجرت کی بنا پر مسلمان ایک دوسرے کے وارث قرار پاتے تھے آیت مبارکہ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔[2] كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا: قریبی رشتے داروں کا ایک دوسرے کا وارث بننا کتاب عظیم میں لکھا ہوا حکم ہے جس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔

پانچ اولوالعزم پیغمبر

قتادہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں بنے گا۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ: وہ وقت یاد کرو جب ہم نے قسم کے ساتھ مؤکد عہد انبیا سے لیا کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح نبھائیں گے اور ایک دوسرے کی تصدیق کریں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائیں گے۔ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ: اے محمد! ہم نے آپ سے پختہ عہد لیا نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام جیسے اولی العزم اور مشاہیر پیغمبروں سے بھی عہد لیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آیت کریمہ میں شرف وعظمت کی وجہ سے مقدم کیا۔ بیضاوی کہتے ہیں: آیت کریمہ میں خصوصیت کے ساتھ ان انبیا کو اس لیے ذکر کیا چوں کہ یہ ارباب شرائع ہیں، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرف وتعظیم کی وجہ سے مقدم کیا ہے۔[3] ابن کثیر کہتے ہیں: آیت کریمہ میں خاتم النبیین سے ابتدا کی ہے اس سے آپ کی تعظیم وشرف بیان کرنا مقصود ہے۔ اس کے بعد ترتیب زمانی کے مطابق انبیا کے اسمائے گرامی ذکر کیے ہیں۔[4] وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا: اور ہم نے انبیائے کرام سے تبلیغ رسالت کی ذمہ داریاں پوری طرح نبھانے پر پختہ عہد لیا۔

منکرین کے لیے حجت

لِّیَسْـَٔلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ: ...... تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انبیائے صادقین سے اپنی قوموں تک پیغام رسالت پہنچانے کے متعلق سوال کرے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کو انبیائے کرام کے سچے ہونے کا علم ہے، اس کے باوجود ان سے سوال کیا جائے گا تاکہ قیامت کے دن کفار کی تفضیح ہو جائے اور ان کی زیادہ سے زیادہ رسوائی ہو۔[5] قرطبی کہتے ہیں: اس آیت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ قیامت کے دن جب انبیا سے سوال کیا جائے گا، بھلا انبیا کے علاوہ باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ سوال کا فائدہ کفار کی توبیخ کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ: (سورۃ المائدہ، آیت ۱۱۶) کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنالو؟[6]

---

[1] ابوالسعود ۴/ ۳۰۳ [2] زادالمسیر ابن الجوزی ۶/ ۳۵۴ [3] البیضاوی ۱/ ۱۱۴ [4] مختصر ابن کثیر ۳/ ۸۳ [5] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/ ۲۶۰ [6] القرطبی ۴/ ۱۲۸

وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا:...... اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ان کے کفر اور قبول حق سے اعراض کرنے کی وجہ سے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب کا ذکر شروع کیا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر جو فضل و انعام کیا ہے اسے یاد کرو۔ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ: جب بہت سے لشکروں نے اتفاق کر کے تمہارے اوپر چڑھائی کر دی۔ ابو سعود کہتے ہیں: لشکروں سے مراد قریش، عطفان، بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہود ہیں یہ تقریباً بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) کے لگ بھگ تھے۔ جب رسول کریم ﷺ نے کفار کی چڑھائی کی خبر سنی تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ پھر آپ ﷺ مسلمانوں کے تین ہزار (۳۰۰۰) کے لشکر کے ساتھ معسکر (فوجی کیمپ) لگالیا جب کہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان خندق حائل تھی، مسلمانوں پر خوف بڑھتا گیا مسلمان طرح طرح کے گمان کرنے لگے، منافقین کی منافقت نے بھی زور پکڑ لیا، حتیٰ کہ معتب بن قشیر کہنے لگا: محمد ہم سے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کرتا ہے حالاں کہ ہم بیت الخلاء میں جانے کی قدرت نہیں رکھتے۔[1]

احزاب میں فرشتوں کا نزول

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا:...... ہم نے لشکروں پر تند و تیز آندھی بھیجی اور فرشتوں کے لشکر بھیجے جنہیں وہ دیکھ نہیں سکتے تھے، فرشتے ایک ہزار کی تعداد میں تھے، مفسرین نے لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے جاڑے میں اور نہایت تاریک رات میں تند و تیز آندھی بھیجی جس نے کفار کے گاڑے ہوئے خیمے اکھاڑ ڈالے اور ان کی دیگیں الٹ دیں، حتیٰ کہ آدمی زمین پر منہ کے بل گر گئے، اللہ تعالیٰ نے فرشتے کفار کو جھنجھوڑنے کے لیے بھیجے، فرشتوں نے قتال نہیں کیا۔ بلکہ ان کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈال دی۔[2] وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا: اللہ تعالیٰ اس وقت تمہارے خندق کھودنے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہنے کو خوب جانتا ہے۔ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ: جب ان مختلف گروہوں نے مشرق کی طرف سے وادی کی اوپر کی جانب سے تمہارے اوپر چڑھائی کر دی۔ اسی طرف سے قبیلہ اسد اور قبیلہ غطفان نے چڑھائی کی تھی۔ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ: مغرب کی طرف وادی کی نچلی جانب سے بھی چڑھائی کر دی تھی، اس طرف سے قریش، کنانہ اور عرب کے اوباش لوگوں نے چڑھائی کی تھی۔ کفار نے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا تھا اور ہر طرف سے گھیر لیے تھے جیسے کنگن کلائی کو گھیر لیتا ہے۔ یہود بنی قریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ عہد کیا ہوا تھا وہ بھی معاہدہ توڑ کر قریش سے جا ملے اور ان کے شانہ بشانہ جا کھڑے ہوئے۔ خوف بڑھنے لگا اور آزمائش عظیم تر ہونے لگی۔

غزوہ خندق کی سختیاں

وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ:...... آنکھیں شدت خوف، رعب اور ہولناکی کے سبب اپنے معیار نظر سے ہٹنے لگی تھیں اور حیرت کے مارے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ: کلیجے سینوں میں اپنی جگہوں سے ہٹنے لگے تھے، قریب تھا کہ گلوں تک پہنچ جاتے (کلیجے منہ کو آنے لگے تھے) یہ گھبراہٹ اور شدت رعب کی تمثیل ہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے کسی کا حال یہ تھا کہ شدید ہولناکی کی وجہ سے کلیجے منہ کو آنے لگے تھے۔[3] وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا: اور تم اس شدید حالت میں مختلف گمان رکھتے تھے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: منافقین کا خیال تھا کہ آج مسلمانوں کا استیصال ہو جائے گا اور مسلمان گمان رکھتے تھے کہ ان کی مدد کی جائے گی۔[4] چنانچہ مؤمنین خیر کا گمان رکھتے ہیں جب کہ منافقین شر کا گمان رکھتے تھے۔ ابن عطیہ کہتے ہیں: قریب تھا کہ مسلمان سخت اضطراب کا شکار ہو جاتے اور کہتے: یہ کیسی وعدہ خلافی ہوئی؟ یہ گمان از قسم خاطر ہے (یعنی ایسا گمان جو دل میں آئے جاگزیں نہ ہو اور اس کا نطق بھی نہ ہو) جو مؤمنین کو پیش آ گیا تھا اور انسانی فطرت کا تقاضا بھی تھا اس کا دفیعہ ناممکن ہے۔ رہی بات منافقین کی سوءِ عجلت کا شکار تھے اور زبان سے اس گمان کا اظہار بھی کرتے تھے۔ اور کہتے تھے: اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے دھوکا کیا۔[5]

---

[1] ابو السعود ۴/ ۲۰۴ [2] الصاوی علی الجلالین ۳/ ۲۷۱ [3] یہ معنی عکرمہ سے منقول ہے، اظہر معنی یہ ہے کہ آیت میں شدت اضطراب کو بیان کیا جا رہا ہے۔ قالہ القرطبی [4] القرطبی ۱۴/ ۱۴۵ [5] البحر المحیط ۷/ ۲۱۷

مؤمنین کی آزمائش

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ:......اس وقت اور اس جگہ مسلمان آزمائے گئے اور ان کا امتحان لیا گیا تا کہ مخلصین صادقین اور منافقین میں تمیز ہو جائے۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ آزمائش خوف، قتال، بھوک، محاصرہ اور چڑھائی کی بنا پر تھی۔[1] وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا: خوف کی وجہ سے سخت جھنجوڑے گئے، قریب تھا کہ زمین ان کے قدموں تلے متزلزل ہو جاتی۔ ابن جزی کہتے ہیں: زلزلہ کا معنی شدید حرکت دینا ہے یہاں زلزلہ سے مراد دلوں کا اضطراب اور گھبراہٹ ہے۔[2] وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: اس وقت کو یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض نفاق ہے کہتے تھے، چوں کہ ان کے دلوں میں ایمان رچا بسا نہیں ہے۔ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا: اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے باطل وعدہ کیا اور دھوکا دیا۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ بات معتب بن قشیر نے کی تھی جس نے یہ بھی کہا تھا: محمد ہمارے ساتھ فارس وروم کے فتح کرنے کا وعدہ کرتا ہے جب کہ ہمارا یہ حال ہے کہ مارے خوف کے ہم بیت الخلا میں نہیں جاتے۔ یہ تو محض دھوکے پر مبنی وعدہ ہے۔[3] وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ: اس وقت کو یاد کرو جب منافقین کی ایک جماعت اوس بن قیظی اور اس کے اتباع، ابی ابن سلول اور اس کے اتباع نے کہا: يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ: اے اہل مدینہ! تمہارے لیے یہاں جائے قرار اور جائے اقامت نہیں۔ فَارْجِعُوْا: اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ محمد اور اس کے ساتھیوں کو یہیں چھوڑ دو۔

منافقین کے حیلے بہانے

وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ:......منافقین کی ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس گھروں کو جانے کی اجازت لیتی تھی اور طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتے تھے۔ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ: ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں ہمیں دشمن اور چور کا ڈر ہے۔ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ: یہ اللہ کی طرف سے منافقین کی تکذیب ہے یعنی معاملہ ایسا نہیں جیسا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا: وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لیے اجازت طلب کرتے ہیں تا کہ جنگ سے بھاگ جائیں اور جہاد میں حصہ نہ لیں۔ يَسْتَاْذِنُ: ماضی کو مضارع سے تعبیر کیا ہے چوں کہ وہ صورت نفس میں مستحضر ہے۔ گویا سامع انہیں دیکھ رہا ہے اور وہ اجازت مانگ رہے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیحت بیان کی ہے اور ان کا جھوٹ آشکارا کیا ہے۔ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا: اگر دشمن ان منافقین پر مدینہ کی مختلف اطراف و مضافات سے داخل ہو جائیں۔ ثُمَّ سُىِٕلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا: پھر ان سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ کفر کریں اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں تو وہ اس میں ذرہ توقف نہیں کریں گے۔ اور وہ خود جنگ شروع کر دیں گے۔ وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا: وہ نہایت سرعت کے ساتھ ایسا کریں گے اور وہ توقف نہیں کریں گے چوں کہ یہ فتنہ پرور لوگ ہیں، حق کی شناسائی کی صلاحیت ہی ان کے دلوں سے نکل چکی ہے، یہ معمولی خوف کے پیش آنے پر بھی ایمان سے دست بردار ہو جاتے ہیں اور ایمان پر قائم نہیں رہ سکتے۔ آیت میں منافقین کی انتہا درجے کی مذمت کی گئی ہے۔

منافقین کا عہد اور خلاف ورزی

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ:......غزوۂ خندق سے قبل اور بدر کے بعد ان منافقین نے پختہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ جنگ سے نہیں بھاگیں گے۔ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا: منافقین کا یہ معاہدہ اس امر کے زیادہ لائق تھا کہ وہ اسے پورا کرتے چوں کہ منافقین سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس میں وعید اور تہدید ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: جب منافقین بدر سے غائب ہوئے اور پھر انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و مال غنیمت سے نوازا ہے تو کہنے لگے: اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی جنگ کا موقع دیا ہم ضرور جنگ میں حصہ لیں گے۔

---

[1] القرطبی ۱۴/۱۴۶ [2] التسهیل ۳/۱۳۴ [3] حاشیۃ الصاوی ۳/۲۷۲

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ:......اے نبی! ان منافقین سے کہہ دیجیے جو جنگ سے بھاگے اور زندگی بچانا چاہتے ہیں: جنگ سے تمہارا بھاگنا تمہاری عمروں کو لمبا نہیں کرے گا اور نہ ہی تمہاری موت میں تاخیر کرے گا، جنگ سے بھاگنا موت کو ہرگز دور نہیں کر سکتا۔ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا: اگر تم بھاگے ہو تمہیں بہت معمولی زمانے کے لیے فائدہ ملے گا چوں کہ موت ہر زندہ کا انجام ہے۔ جو تلوار سے نہ مرا وہ کسی اور بہانے مر جاتا ہے۔

اللہ کا ارادہ پورا ہو کر رہے گا

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ: ......کون طاقت رکھتا ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچا سکے۔ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً: اگر تمہاری ہلاکت اور تباہی تمہارا مقدر بن چکی ہے یا تمہاری زندگی اور تمہاری مدد تمہارا مقدر بن چکی ہے؟ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا: ان کے لیے اللہ کے علاوہ کوئی بھی پناہ دینے والا اور فریادرس نہیں ہوگا، کوئی قریبی رشتہ دار انہیں نفع نہیں پہنچائے گا اور نہ ہی کوئی مددگار ان کی مدد کرے گا۔

منافقین کی منافقت

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ: ......اللہ تعالیٰ ان منافقین، مسلمانوں کے عزائم کے آگے رکاوٹیں کھڑی کرنے والوں اور لوگوں کو جہاد سے روکنے والوں کے معاملے کو جانتا ہے۔ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا: اور ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو کفر ونفاق میں شریک اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہمارے پاس آ جاؤ محمد اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دو، وہ خود ہلاک ہو جائیں گے اور تم ان کے ساتھ جنگ مت کرو۔ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا: اور لڑائی میں بہت کم حاضری دیتے ہیں جو حاضر ہوتے ہیں وہ بھی نمود ونمائش اور شہرت کے لیے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جو دوسروں کو لڑائی سے روکتا ہے اس کی جنگ میں شرکت کسی غلط غرض کے لیے ہوتی ہے۔[1] بحر میں لکھا ہے: آیت کا معنی ہے کہ منافقین جنگ میں بہت کم حاضری دیتے ہیں، مؤمنین کے ساتھ گھروں سے نکلتے ہیں اور یہ خیال دیتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ ہیں، تم انہیں جنگ میں بہت کم حصہ لیتے دیکھو گے، ان کا جنگ میں حصہ لینا بھی نمائش کے لیے ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ: نرمی وشفقت ظاہر کر کے وہ تمہارے حق میں بخل کرتے ہیں چوں کہ وہ نہیں چاہتے کہ تمہیں مال حاصل ہو۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ: جب لڑائی کا وقت آ جاتا ہے تم ان منافقین کو نہایت رعب میں دیکھو گے حتیٰ کہ ان کی آنکھیں چکرائی ہوئی ہوتی ہیں جیسا کہ سکرات الموت کے وقت بے ہوش شخص کا حال ہوتا ہے۔ منافقین کا یہ حال خوف کے مارے ہوتا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے منافقین کی صفت جبن وکاہلی کو بیان کیا ہے۔ کاہل وڈرپوک کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ دائیں بائیں دیکھتا رہتا ہے اور اس کی آنکھیں چکرائی ہوئی ہوتی ہیں۔ بسا اوقات مارے خوف کے اس پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

منافقین کی لفاظی

فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ: ......جب خوف ختم ہو جاتا ہے اور معرکے کے بادل چھٹ جاتے ہیں تمہیں تیز زبانوں سے اذیت پہنچاتے ہیں، تمہیں طعنے دینے اور مذمت کرنے میں خوب مبالغہ کرتے ہیں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تفسیر کی ہے: جب مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آتا ہے تو اپنی زبانیں پھیلا دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمیں بھی دو، ہمیں بھی دو، ہم تمہارے ساتھ جنگ میں حاضر رہے ہیں۔ اور تم ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو اور جب جنگ ہوتی ہے تو ان جیسا سست اور کاہل کوئی ہوتا ہی نہیں رہی بات مال غنیمت کی سو مسلمانوں کے حق میں بخل کرتے ہیں اور مال حاصل

---

[1] حاشیۃ الصاوی ۳/۲۷۳

کرنے کے لیے زبانیں پھیلا پھیلا کر مطالبے کرتے ہیں۔[1] اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ: اور تمہیں مخاطب کرتے ہیں اس حال میں کہ تمہارے حق میں مال اور غنیمت کا بخل کررہے ہوتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا: یہ لوگ جن کی اوپر بری صفات بیان کی گئی ہیں حقیقت میں اپنے دلوں سے ایمان نہیں لائے اگرچہ بظاہر انہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

بے ایمانی کا عمل

فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ: ...... اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور نفاق کے بسبب ان کے اعمال باطل کردیے ہیں چوں کہ قبول اعمال کے لیے ایمان شرط ہے۔ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا: اعمال کو اکارت کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

منافقین کی بزدلی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کاہلی کے متعلق خبردی ہے۔ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا: منافقین شدت خوف اور کاہلی کے بسبب خیال کرتے ہیں کہ لشکر (قریش مکہ اوران کے اتحادی) ہزیمت کے بعد واپس نہیں لوٹے حالاں کہ وہ واپس جاچکے ہیں۔ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ: اگر کفار دوسری بار پھر ان پر حملہ آور ہوجائیں تو شدت گھبراہٹ کی وجہ سے منافقین کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ دیہات میں گنواروں کے ساتھ جابسیں اور مدینہ میں تمہارے ساتھ نہ رہیں۔ چوں کہ یہ قتل سے ڈرتے ہیں اور حوادث سے بچنا چاہتے ہیں۔ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ: پھر وہاں سے تمہاری خبریں پوچھتے رہیں اور کہیں: کیا مسلمان ہلاک ہوگئے؟ کیا ابوسفیان کو غلبہ حاصل ہوا تاکہ خبریں لے کر تمہارا حال معلوم کرتے ہیں وہ مشاہدے کی تاب نہیں رکھتے۔ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا: اگر وہ بوقت جنگ تمہارے درمیان موجود ہوں وہ تمہاری معیت میں بہت کم لڑیں گے چوں کہ سستی اور کاہلی کے وہ خوگر ہیں اور زندگی انہیں بہت پیاری ہے۔

بلاغت: ...... ان آیات میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف پائی جاتی ہیں مختصراً ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ: ...... میں تنکیر ہے جس کا فائدہ استغراق وشمول ہے، حرف جر زائد تاکید استغراق کے لیے ہے۔ فِيْ جَوْفِهٖ بزیادت انکار کے لیے ہے۔ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ اَخْطَاْتُمْ تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ: اور سوء وَّرَحْمَةً میں طباق ہے چوں کہ سوء کا معنی شر ہے اور رحمت کا معنی خیر ہے۔ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ: میں تشبیہ بلیغ ہے۔ حرف شبہ اور وجہ شبہ کو حذف کردیا گیا یوں تشبیہ بلیغ ہوگئی، اصل کلام یوں ہے: وازواجه مثل امهاتهم فی وجوب الاحترام۔ اَوْلٰى بِبَعْضٍ میں مجاز حذف ہے تقدیری عبارت یہ ہے: اولی بمیراث بعض۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ مذکور انبیا مجملہ نبیین میں داخل ہیں، لیکن انہیں مخصوص کرکے ذکر کیا گیا ہے ان کی عظمت وشرف کی وجہ سے۔ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا: حسی شے (جو خاص موٹی ہو) کا استعارہ ہے معنوی چیز کے لیے اور وہ میثاق کی حرمت کا بیان ہے۔ لِيَسْـَٔـلَ الصّٰدِقِيْنَ میں التفاف ہے اس سے غرض مشرکین کی تقبیح ہے۔ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ: میں طباق ہے۔ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ: میں تشبیہ تمثیلی ہے چوں کہ وجہ شبہ متعدد سے کشید کی گئی ہے۔

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَـنَاجِرَ: ...... میں مبالغہ تمثیل ہے۔ خفقان واضطراب میں دلوں کی صورت بیان کی گئی ہے کہ وہ منہ تک پہنچنے لگے تھے۔ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ: جنگ سے بھاگنے سے کنایہ ہے۔ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ میں استعارہ مکنیہ ہے۔ زبان کو سونتی ہوئی تلوار کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مشبہ بہ کا ذکر حذف کردیا گیا ہے اور اس کے لوازم کا اثبات کیا گیا ہے۔ اور "سلق" ہے یعنی تلوار کی ضرب۔ حداد کا لفظ استعارہ ترشیحیہ ہے۔ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ میں حرف آخیر میں رعایت فاصلہ ہے، اس سے کلام کی خوبصورتی اور رونق میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

---

[1] زاد المسیر ۶/ ۲۶۶ والقرطبی ۱۴/ ۱۵۴

تنبیہ:......اللہ تعالیٰ نے انبیا کو ان کے ناموں سے مخاطب کیا ہے مثلاً یوں فرمایا: يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ (سورہ هود، آیت ۴۸) يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا: (سورہ الصافات، آیت ۱۰۵) يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ: (سورۃ الأعراف، آیت ۱۴۴) جب کہ رسول کریم ﷺ کو نبوت اور رسالت کے لفظ سے خطاب کیا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ: (سورۃ الانفال، آیت ۶۴) يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ: (سورۃ المائدۃ، آیت ۶۷) جب کہ ہم پورے قرآن میں نہیں پاتے کہ آپ ﷺ کا نام لے کر خطاب کیا گیا ہو، بلکہ نبوت اور رسالت کے الفاظ سے خطاب آیا ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عظمت شان اور علو مرتبت کو آشکار کرنا ہے اس میں آپ کی سید الاولین والآخرین اور امام الانبیا ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں ہمیں بھی تعلیم دی جا رہی ہے کہ آپ ﷺ کے ادب کی رعایت کی جائے۔ ہم آپ ﷺ کی جلالت شان اور علو مرتبت کا پورا پورا خیال رکھیں اور آپ کو اکمل اوصاف کے ساتھ متصف کریں۔ جیسے مختلف آیات میں آیا ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (سورۃ النور، آیت ۶۳)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى (سورۃ الحجرات، آیت ۳)

لطیفہ:......رسول کریم ﷺ کو تقویٰ کا حکم دینے میں کیا فائدہ جب کہ آپ سید المتقین ہیں؟ جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو تقویٰ پر ثابت قدم رہنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا (سورۃ النساء: آیت ۱۳۶) یعنی ایمان پر ثابت قدم رہو، جیسے مسلمان کہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (سورۃ الفاتحہ، آیت ۵) جب کہ اسے تو ہدایت ملی ہوتی ہے مراد سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھنا ہے یا خطاب رسول ﷺ سے ہے اور مراد امت ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝۲۱
وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا
زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝۲۲ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ
قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝۲۳ لِّيَجْزِىَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ
الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۲۴ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝۲۵ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ
ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ
وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝۲۶ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى
كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرًا ۝۲۷ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ ع
اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ
لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹ يٰنِسَآءَ النَّبِىِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا

الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰

ترجمہ:......تمہارے لیے یعنی اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو رسول اللہ ﷺ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔۝۲۱ اور جب ایمان والوں نے جماعتوں کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ہے وہ جس کا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے وعدہ فرمایا، اور اللہ نے اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور ان کے ایمان اور فرمانبرداری میں ترقی ہی ہوگی۔۝۲۲ اہل ایمان میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنا وہ عہد سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا سو ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی اور بعض وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی۔۝۲۳ تا کہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقین کو عذاب دے اگر چاہے، یا ان کی توبہ قبول فرمائے بلا شبہ اللہ غفور رحیم ہے۔۝۲۴ اور کافروں کو اللہ نے ان کے غصے کے ساتھ واپس لوٹا دیا۔ انہوں نے کوئی خیر نہ پائی اور قتال کی جانب سے مؤمنین کے لیے اللہ خود ہی کافی ہو گیا اور اللہ قوت والا ہے عزت والا ہے۔۝۲۵ اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کی مدد کی اللہ نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تم ایک جماعت کو قتل کرنے لگے اور ایک جماعت کو قید کرنے لگے۔۝۲۶ اور تمہیں ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا اور ایسی زمین کا مالک بنا دیا جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔۝۲۷ اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجیے کہ اگر تم دنیا والی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں فائدہ پہنچا دوں اور تمہیں خوبی کے ساتھ چھوڑ دوں۔۝۲۸ اور اگر تم اللہ کو اور اس کے رسول کو چاہتی ہو اور دار آخرت کو بلا شبہ اللہ نے ان عورتوں کے لیے جو تم میں اچھے کام کرنے والی ہوں بڑا اجر تیار فرمایا ہے۔۝۲۹ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بیوی بے ہودگی کرے گی اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔۝۳۰

ربط و تعارف:......جب اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب کا ذکر کیا منافقین کا موقف بیان کیا گیا ہے کہ وہ جہاد ترک کر کے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں، عزائم کے آگے رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں ان آیات میں مؤمنین کو رسول کریم ﷺ کی اقتدا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ صبر و استقامت میں آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اپنائیں جہاد و قربانی میں آپ کے نقش قدم پر چلیں۔ پھر اس کے بعد ازواج مطہرات کے متعلق بات ہوئی ہے اور انہیں حکم دیا گیا ہے زہد و پارسائی اور ترک دنیا میں آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلیں چوں کہ ازواج مطہرات تمام مسلمان عورتوں کے لیے پیشوا ہیں۔

لغات: اُسْوَةٌ:......اقتدا، نمونہ۔ اس میں دو لغات ہیں ہمزہ کی کسرہ اور ضمہ منقولہ ہے۔ ائتسٰی فُلان بفلان. فلاں نے فلاں کی اقتدا کی۔ نَحْبَهٗ: النحب: نذر، عہد نحب ینحب: از باب نصر بمعنی نذر مانی۔ اور از باب ضرب بمعنی رویا۔ لبید کا شعر ہے:

ألا تسألان المرء ماذا يحاول أنحب فيقضى أم ضلال وباطل

"تم دونوں ایک آدمی سے سوال نہیں کرتے کہ اس نے کیا ارادہ کر رکھا ہے کیا کوئی نذر مانی ہوئی ہے جو پوری کر لی جائے گی یا نری گمراہی اور محض باطل ہے۔"

مقولہ ہے: قضیٰ نحبه: فلاں مر گیا۔ موت کو تعبیر کیا جاتا ہے چوں کہ ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے گویا موت نذر لازم ہے، جب آدمی مر جاتا ہے گویا اس نے اپنی نذر پوری کر لی۔[1] صَيَاصِيْهِمْ: قلعے، صیصۃ کی جمع ہے جس میں آدمی پناہ لے۔ شاعر کہتا ہے۔

فأصبحت الشريان صدعى وأصبحت نساء تميم يبتدرن الصياصيا[2]

"بڑے بڑے پہلوان پچھاڑ دیے گئے اور بنو تمیم کی عورتیں قلعوں کی طرف بھاگی جا رہی تھیں۔"

اُمَتِّعْكُنَّ:......متعۃ الطلاق، اصل میں: المتاع، تھوڑا توشہ، تھوڑی خوراک، اسی سے متعۃ الطلاق بھی ہے۔ چوں کہ مطلقہ اس سے نفع اٹھاتی ہے۔[3] وَاُسَرِّحْكُنَّ: میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔ التسریح: چھوڑ دینا۔

[1] القرطبی ۱۴/۱۵۸ [2] القرطبی ۱۴/۱۶۱ [3] المصباح المنیر ۲/۲۲۶

شانِ نزول:......ابن جریر طبری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ بدر میں میرے چچا انس بن نضر شامل نہیں ہو سکے تھے، اس پر افسوس کرتے ہوئے کہتے تھے:

میں پہلی جنگ میں شامل نہ ہو سکا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ میں حاضر ہوتا اللہ تعالیٰ دیکھ لیتا میں پہلوانی کے کیسے جوہر دکھاتا؟

غزوۂ احد کے دن مسلمانوں کو عارضی شکست ہوئی چچا نے کہا:

یا اللہ! مشرکین نے جو کچھ کیا میں اس سے بری الذمہ ہوں اور جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں اس کی تیرے حضور معذرت کرتا ہوں۔ پھر اپنی تلوار لے کر چل پڑے انہیں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے کہا:

اے سعد اللہ کی قسم! میں احد پہاڑ کی طرف سے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں، پھر میرے چچا مردانہ وار میدان جنگ میں اتر پڑے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے رسول! جو کارنامہ انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے انجام دیا ہے میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد ہم نے چچا کی میت کو مقتولین کی درمیان پایا اور ان کے بدن پر اسی (۸۰) سے زائد تلوار، تیر اور نیزے کے زخم لگے ہوئے تھے۔ ہم چچا کی میت نہیں پہچان سکے یہاں تک کہ میرے پھوپھی آئیں اور انہوں نے انگلیوں کے پوروں سے انہیں پہچانا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ [1]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے اجازت طلب کی، انہیں اجازت نہ دی گئی، جب کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر بیٹھے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اجازت طلب کی انہیں بھی اجازت نہ دی گئی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اجازت دی گئی، یہ دونوں حضرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس آپ کی ازواج بیٹھی ہوئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور کوئی ایسی بات کروں گا جسے سن کر شاید آپ ہنس پڑیں، چنانچہ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ بنت زید (عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی) کو دیکھیں کہ وہ منہ سے نفقہ طلب کر رہی ہے تو میں اس کی گردن میں کچو کا لگاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر ہنس دیے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک دکھائی دینے لگے۔ اور پھر فرمایا: یہ عورتیں میرے پاس بیٹھی ہیں اور مجھ سے اخراجات مانگتی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے تاکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماریں اور عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو مارنے اٹھے اور دونوں نے کہا:

کیا تم دونوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی چیز کا مطالبہ کرتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو مارنے سے منع کر دیا۔ ازواج مطہرات سب نے کہا: اس مجلس کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی چیز نہیں مانگیں گے جو آپ کے پاس نہ ہو، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت خیار نازل فرمائی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم سنایا اور ان سے کہا: میں تمہیں اختیار دیتا ہوں مجھے پسند نہیں کہ اپنے والدین سے مشاورت کے بغیر عجلت کر جاؤ۔ عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کیا اختیار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشاورت کروں گی؟ بلکہ میں اللہ، اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں، لیکن میں آپ سے ایک درخواست کرتی ہوں کہ آپ اپنی بیویوں سے میرے اختیار کے بارے میں نہ بتائیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] تفسیر ابن جریر الطبری ۲۰/۸۵ و اسباب النزول للواحدی ۲۳۷

نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے معلم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اگر کوئی بھی میری بیوی پوچھے گی، میں اسے ضرور خبر کروں گا۔ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ

تفسیر: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ:...... اے مؤمنین تمہارے لیے رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے، اخلاص، جہاد اور صبر میں تم ان کی اقتداء کرو، آپ کی اعلیٰ مثال ہے جمیع اقوال وافعال اور احوال میں ان کی پیروی کرنا واجب ہے۔ چوں کہ آپ اپنی طرف سے نہ کوئی بات کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی عمل کرتے ہیں بلکہ آپ کے جمیع افعال واقوال اور اعمال وحی اور تنزیل کے مطابق ہیں، اسی وجہ سے تمہارے اوپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ واجب ہے۔ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ: اس شخص کے لیے جو مؤمن مخلص ہو اور ثواب کا امیدوار ہو، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا: جو اپنی زبان اور دل سے اپنے رب کو زیادہ سے زیادہ یاد کرتا ہو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کو صبر ومجاہدہ اور مرابطہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اپنانے کا حکم دیا ہے اسی لیے غزوۂ احزاب کے موقع پر مضطرب ومتزلزل ہو جانے والوں سے کہا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ: معنی یہ ہے کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نقش قدم پر کیوں نہیں چلتے اور آپ کے شمائل وخصائل کو کیوں نہیں اپناتے۔ [2]

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان کامل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مؤمنین صادقین کا غزوۂ احزاب کے متعلق موقف بیان کیا ہے جب انہوں نے قریش اور ان کے اتحادیوں کے لشکروں کو دیکھا، اس پر مؤمنین کے ردعمل صبر ویقین کو بھی بیان کیا، مؤمنین نے ایمان وسرفروشی اور قربانی کا بھرپور اظہار کیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ: جب مؤمنین نے کفار کو اپنی طرف آتے دیکھا دراں حالیکہ کفار نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر رکھا تھا جیسے کنگن پہنچے کو ہر طرف سے گھیر لیتا ہے، تو مسلمانوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اللہ کے رسول نے ہمیں جو بشارت دی تھی وہ پوری ہوئی۔ مفسرین نے لکھا ہے جب مسلمان خندق کھود رہے تھے خندق کے بیچوں بیچ ایک بڑی چٹان آ گئی جسے ہر کوئی توڑنے سے عاجز آ گیا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کدال لے کر تین ضربیں لگائیں آپ کے لیے قیصر وکسریٰ کے محلات روشن ہو گئے پھر آپ نے فرمایا: مدد ونصرت کی تمہیں بشارت ہو، جب مشرکین کا لشکر آیا اور صحابہ نے انہیں دیکھا تو کہنے لگے هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ: وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ [3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان وعزم کا بیان

وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا: ...... مسلمانوں نے لشکروں کی جو کثرت، تنگی اور حصار دیکھا اس سے ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان بڑھا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے انقیاد میں اضافہ ہوا۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ: مؤمنین میں ایسے سچے لوگ بھی ہیں جنہوں نے نذر مان رکھی تھی کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کسی معرکہ کو پائیں گے اور زبردست ثابت قدمی دکھائیں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ: ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نذر اور عہد پورا کر لیا یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے جیسے حضرت انس بن نضر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ: اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت کے منتظر ہیں۔ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا: اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو عہد کر رکھا ہے اسے کبھی بھی تبدیل نہیں کریں گے۔

---

[1] اخرجہ الامام احمد کذا فی ابن کثیر ۳/ ۴۹۲ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۸۸ [3] حاشیۃ الصاوی ۳/ ۲۷۰

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ: تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کے سچ اور حسن کارکردگی کے سبب آخرت میں اچھا بدلہ دے۔ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ: نقض عہد کرنے والے منافقین کو عذاب دے بایں طور کہ انہیں نفاق پر موت دے اور پھر انہیں عذاب دے دے یا چاہے انہیں توبہ کی توفیق دے اور ان پر رحم فرمادے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا: اللہ تعالیٰ وسیع بخشش والا ہے اور اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی رحمت ورأفت اس کے غضب پر غالب ہے اس لیے آیت کا اختتام رحمت کے ذکر پر ہوا۔[1]

کفار کی شکست

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ: ......جو لشکر اتحادی بن کر مدینہ پر چڑھ دوڑے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو خائب وخاسر غصے میں گھٹے ہوئے واپس ہٹادیے۔ جو ان کا ارادہ تھا اس میں وہ نامراد رہے اور ان کے سینوں کو شفا نہیں ملی۔ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا: اس حال میں کہ انہوں نے نہ دنیا میں میں خیر (مال) کو پایا اور نہ آخرت میں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کر کے گناہوں کے مستحق ہوئے۔ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ: اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے شر کی طرف سے مسلمانوں کی کفایت کی ہے اس کی صورت یہ ہوئی کہ دشمن پر تند وتیز آندھی بھیجی اور فرشتے نازل کیے حتیٰ کہ ہزیمت خوردہ ہو کر پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا: اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے پر قادر ہے۔ غالب ہے اسے کوئی بھی مغلوب نہیں کرسکتا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا معبود ہے، وہ اپنے بندے کی مدد کرتا ہے، اس کے لشکر کو غلبہ دیتا ہے اور وہ اکیلا ہی لشکروں کو شکست فاش دے دیتا ہے۔[2]

بنو قریظہ کا بیان

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ: ......اللہ تعالیٰ نے یہود بنو قریظہ جنہوں نے عہد توڑا، مشرکین کی مدد کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر چڑھائی کی کو ان کے قلعوں سے نیچے اتارا جن میں انہوں نے پناہ لے رکھی تھی۔ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ: اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں شدید خوف ڈال دیا یہاں تک کہ قلعوں کے دروازے کھولنے پر مجبور ہو گئے سر تسلیم خم کر دیا۔ ابن جزی کہتے ہیں: یہ آیت یہود بنو قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بنو قریظہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا ہوا تھا، انہوں نے نقض عہد کیا اور قریش کا ساتھ دیا۔ جب مشرکین کو ہزیمت ہوئی اور قریش مدینہ سے واپس لوٹ گئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ بالآخر بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر قلعوں سے نیچے اترے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔[3] یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ: یعنی مردوں کو تم قتل کرنے لگے، اس دن بنو قریظہ کے تین سو سے نو سو کے درمیان لوگ قتل کیے گئے۔ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا: عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے لگے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اموال واراضی کا عطیہ

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ: ......اے مؤمنین کی جماعت! ہم نے تم کو بنی قریظہ کی زمین، جائیداد، گھوڑوں، گھروں اور ان کے چھوڑے اموال کا مالک ووارث بنادیا۔ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا: اس کے بعد تمہیں ایک اور زمین کا مالک بنادیا جسے تم نے اپنے قدموں سے روندا نہیں اور یہ سرزمین خیبر ہے۔ چوں کہ قریظہ کے بعد سرزمین خیبر ہی پر قبضہ کیا گیا۔ اس سے مراد ہر وہ زمین بھی ہے جس پر بعد میں مسلمانوں نے قبضہ کیا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا: اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس پر قدرت رکھتا ہے۔ اسے آسمانوں وزمین میں کوئی چیز بھی عاجز نہیں کرسکتی۔ ابوحیان کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اپنی قدرت کے بیان پر ختم کی ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بہت ساری فتوحات

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۸۹ [2] أخرجہ الشیخان [3] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/۱۳۶

سے سرفراز فرمائے گا، جیسے اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کی سرزمین کا مسلمانوں کو مالک بنا دیا اسی طرح اس کے علاوہ اور علاقہ جات کو بھی مسلمانوں کے قبضہ میں دینے پر قادر ہے۔[1]

آیت تخییر اور ازواج مطہرات

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ: ......اپنی ان بیویوں سے کہہ دیجیے جن کے مطالبہ نفقہ کی وجہ سے آپ کو اذیت پہنچی۔اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا: اگر تم دنیا کی وسعت اس کی عیش و عشرت اور عارضی رونقوں میں رغبت رکھتی ہو۔فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ: تو میرے پاس آ جاؤ تا کہ میں تمہیں متعہ طلاق دے دوں۔[2] وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا: میں تمہیں ضرر پہنچائے بغیر طلاق دے دوں گا۔وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ: اگر تم اللہ، اس کے رسول کی خوشنودی اور آخرت میں دائمی نعمتوں میں رغبت رکھتی ہو۔فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا: یہ جواب شرط ہے۔یعنی تم میں سے جو نیکوکار ہیں ان کی نیکی کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہت بڑا اجر وثواب تیار کر رکھا ہے۔ جس کا وصف قابل بیان ہی نہیں اور وہ جنت ہے جس میں ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کسی کان نے سنی نہیں اور نہ کسی دل پہ کھٹکیں۔بحر میں لکھا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح دی، لشکروں کو خائب وخاسر پلٹا دیا، بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح نصیب ہوئی، آپ کی ازواج کو خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہود کے خزانے اور قیمتی اشیا مخصوص کر لی گئی ہیں سب آپ کے پاس آ کر بیٹھیں اور عرض کیا: اے اللہ رسول! قیصر وکسریٰ کی بیٹیاں زیورات سے لدی ہوتی ہیں اور قیمتی ملبوسات زیب تن کیے ہوتی ہیں جب کہ ہمیں آپ فقر و فاقہ اور تنگی میں دیکھ رہے ہیں۔ازواج نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کشادہ حال کے مطالبے سے اذیت پہنچائی اور مطالبہ کیا کہ آپ بھی اپنی ازواج کے ساتھ بادشاہوں جیسا سلوک کریں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ازواج کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات پڑھ کر سنائیں، اس وقت آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد نو (۹) تھی۔[3] یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ: تم میں سے جس نے کوئی کبیرہ گناہ کیا یا ایسا گناہ کیا جو قباحت میں حد سے تجاوز کیا ہو۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مراد نشوز (خاوند کی نافرمانی) اور بد خلقی ہے۔[4] یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ: عام عورتوں کو جتنا عذاب ملتا ہے اس کے دوگنا اسے عذاب ہوگا چوں کہ زیادہ فضل و مرتبے کے پیچھے معصیت کی قباحت بھی زیادہ ہوتی ہے۔[5]

وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا: ......یہ عذاب اللہ پر بہت آسان ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہونا اس کے مانع نہیں ہے۔آیت میں تلوین خطاب ہے۔اس سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ازواج مطہرات سے خطاب ہوا، اب ازواج مطہرات سے براہ راست خطاب ہے اور اس میں ازواج مطہرات کی شان کا اعتنا ہے اور ان کی خیر خواہی ہے۔صاوی کہتے ہیں: ان آیات میں ازواج مطہرات سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے اور اس سے غرض ازواج مطہرات کا فضل و مرتبہ ظاہر کرنا مقصود ہے، چوں کہ خطاب میں عتاب وتشدید ازواج کے بلند مرتبے کی خبر دیتا ہے کیونکہ ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں اور جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہوں گی۔جتنا زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہوگا، اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب ہوگا۔[6]

بلاغت: ......ان آیات میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں۔

هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ: ......میں اسم ظاہر کے تکرار کے ساتھ اطناب ہے، اسم کریم تعظیم کے لیے ہے۔

قَضٰى نَحْبَهٗ: ......میں استعارہ ہے۔النحب: نذر، موت کے لیے استعارہ ہے چوں کہ موت ہر زندہ کی انتہا ہے۔گویا موت انسان کی گردن میں لٹکی لازمی نذر ہے۔وَ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ: میں جملہ معترضہ ہے چوں کہ عذاب ہو یا رحمت رب تعالیٰ کی مشیت کے مرہون ہے۔اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا: میں اور وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ: میں مقابلہ ہے۔

(اکیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔والحمد للہ علی ذلك)

---

1. البحر المحیط ۷/۲۲۵ 2. متعۃ الطلاق: کپڑے، دوپٹہ وغیرہ جیسا معمولی سامان 3. بحر المحیط ۷/۲۲۵ 4. زاد المسیر ۶/۳۷۸ 5. الکشاف ۳/۲۲۴ 6. حاشیۃ الصاوی علی جلالین ۳/۲۷۶

پارہ نمبر ۲۲...... وَمَنْ يَّقْنُتْ

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝۳۱
يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ
قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۳۲ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ
الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝۳۳ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا
خَبِيْرًا ۝۳۴ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ ع
وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ
وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ
مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۳۵ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ
الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝۳۶ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى
النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ
حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۝۳۸ الَّذِيْنَ
يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۳۹ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ
اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰ يٰۤاَيُّهَا ع
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝۴۱ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۴۲ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ
وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝۴۳ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ
سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝۴۴ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۴۵ وَّدَاعِيًا
اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝۴۶ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝۴۷ وَلَا تُطِعِ

الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا
اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ
تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ
اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ
وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ
يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ
وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ
وَتُـْٔوِيْۤ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ
وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾
لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ
يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع ۱۲

ترجمہ: ......اور تم میں سے جو عورت اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی ہم اس کا ثواب دُہرا کر دیں گے اور ہم نے اس کے لیے رزق کریم تیار کیا ہے ﴿۳۱﴾ اے نبی کی بیویو! تم دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو نرمی سے بات نہ کرو کہ ایسا شخص لالچ نہ کرنے لگے جس کے دل میں مرض ہو اور مناسب طریقے پر بات کرو ﴿۳۲﴾ اور تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جہالت کے دستور کے موافق نہ پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے گندگی کو دور فرما دے اور تم کو اچھی طرح پاک کر دے ﴿۳۳﴾ اور گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں ان آیات کو اور حکمت کو یاد کرو بلاشبہ اللہ مہربان ہے باخبر ہے ﴿۳۴﴾ بلاشبہ مسلم مرد اور مسلم عورتیں اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے ﴿۳۵﴾ اور کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کے لیے اس کی گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو انہیں اپنے کام میں اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا ﴿۳۶﴾ اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے انعام کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ سے ڈر، اور آپ اپنے دل میں اس چیز کو چھپا رہے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے اور آپ کو یہ سزاوار ہے کہ اللہ سے ڈریں، پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس عورت کا آپ سے نکاح کر دیا تا کہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جب وہ

ان سے حاجت پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم پورا ہونے ہی والا تھا۔ (۳۷) نبی پر اس بارے میں کوئی تنگی نہیں ہے جو اللہ نے ان کے لیے مقرر فرما دیا جو لوگ اس سے پہلے گزرے ہیں ان کے بارے میں اللہ نے یہی معمول رکھا ہے اور اللہ کا حکم مقرر کیا ہوا ہے۔ (۳۸) جو اللہ کے پیغاموں کو پہنچاتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔ (۳۹) تمہارے مردوں میں سے محمد کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (۴۰) اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو خوب کثرت کے ساتھ۔ (۴۱) اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ (۴۲) وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ اور وہ ایمان والوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ (۴۳) جس دن یہ لوگ اس سے ملاقات کریں گے ان کا تحیہ سلام ہوگا اور اس نے ان کے لیے اجر کریم تیار فرمایا ہے۔ (۴۴) اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔ (۴۵) اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ (۴۶) اور آپ مؤمنین کو خوشخبری سنا دیجیے کہ بلاشبہ اللہ کی طرف سے ان پر بڑا فضل ہے۔ (۴۷) اور آپ کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیے اور ان کی ایذا کو چھوڑیے اور اللہ پر بھروسہ کیجیے اور اللہ کافی کارساز ہے۔ (۴۸) اے ایمان والو! جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو۔ پھر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہاری ان پر کوئی عدت نہیں جسے شمار کرو تم ان کو کچھ متاع دے دو اور انہیں خوبی کے ساتھ چھوڑ دو۔ (۴۹)

اے نبی! ہم نے آپ کے لیے یہ بیویاں حلال کر دیں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں اور وہ عورتیں بھی حلال کیں جو آپ کی مملوکہ ہیں ان اموال میں سے جو اللہ نے آپ کو مال غنیمت میں سے دلوائے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور وہ عورتیں حلال کیں جو بغیر عوض کے اپنی جان نبی کو بخش دیں اگر پیغمبر ان سے نکاح کرنا چاہیں، یہ آپ کے لیے مخصوص ہے نہ کہ مؤمنین کے لیے، ہم نے جان لیا جو کچھ ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور باندیوں کے بارے میں احکام مقرر کیے تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ (۵۰) آپ ان میں سے جسے چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے نزدیک ٹھکانہ دیں اور جسے آپ دور کر دیں اسے طلب کریں تو اس بارے میں آپ پر کوئی گناہ نہیں یہ اس بات سے قریب تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ آپ ان کو دیں وہ سب اس پر راضی رہیں اور اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ جاننے والا ہے حلم والا ہے۔ (۵۱) اس کے بعد آپ کے لیے عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ بات حلال ہے کہ آپ ان بیویوں کے بدلے دوسری بیویوں سے نکاح کریں اگرچہ آپ کو ان کا حسن بھلا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہو اور اللہ ہر چیز کا نگران ہے۔ (۵۲)

ربط: ......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی صفات بیان کی ہیں اور ان کو ملنے والے بلند درجات کا ذکر ہوا ہے۔ اس کے بعد اس امر کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طاعت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حکم حقیقت میں اللہ کا حکم ہے، اس کے بعد مسلمانوں کو نعمت عظمیٰ یاد دلائی گئی ہے اور وہ سراج منیر، رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت ہے۔

لغات: تَبَرَّجْنَ: ......تبرجت المرأۃ عورت نے اجنبیوں کے سامنے اظہار تجمل کیا، زیب و زینت کی۔[1] لغوی معنی ظاہر کرنا۔ اسی سے برج بھی ہے۔ وَقَرْنَ: اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔ عرب کا قول ہے: قررت بالمکان: میں اس جگہ ٹھہرا، قرار پکڑا، اس جگہ کے ساتھ لازم ہو گیا۔ قرار مصدر ہے۔ "قرن" اصل میں۔ "اقررن" تھا پہلی راء کی حرکت نقل کر کے قاف کو دی، التقائے ساکنین ہوا ایک راء حذف کر دی اور قاف متحرک ہونے کی وجہ سے ہمزہ وصلی کی ضرورت نہ رہی "قرن" ہو گیا۔[2] الرِّجْسَ: ناپاکی، نجاست، اس سے مراد گناہ ہیں۔ چوں کہ گناہگار کی عزت آلودہ اور نجس ہو جاتی ہے جیسے نجاست سے بدن آلودہ ہو جاتا ہے۔[3] الْخِيَرَةُ: مصدر بمعنی اختیار ہے "تخیر" سے ہے جو غیر قیاس پر ہے جیسے الطیرۃ تطیر سے ہے۔[4] مُبْدِيهِ: اس چیز کا ظاہر کرنے والا۔ وَطَرًا: "الوطر" دل میں پائی جانے والی حاجت، زجاج کہتے ہیں: الوطر، وہ حاجت جس کی تمہارے پاس ہمت ہو، جب انسان اس حاجت کو پالیتا ہے بولا جاتا ہے "قضی وطرہ" مبرد کہتے ہیں: "الوطر" شہوت کے معنی میں ہے،

[1] المصباح المنیر ۱/۸۰ [2] القرطبی ۱۴/۱۷۸ [3] الکشاف ۳/۲۵۳ [4] البحر المحیط ۷/۲۳۳

مقولہ ہے: ماقضیت من لقائلث وطرًا۔ یعنی جیسے میرا دل چاہتا تھا اس طرح تم سے جنسی نفع نہیں اٹھا سکا۔ شاعر کہتا ہے:

وکیف ثوائی بالمدینۃ بعد ما ۔۔۔ قضٰی وطرًا منھا جمیل بن معمر

"مدینہ میں میرا قیام کیسے ممکن ہے اس کے بعد کہ جب اس عورت سے جمیل بن معمر نے اپنی حاجت پوری کر لی۔"

حَرَجٍ: ...... تنگی، گناہ۔ خَلَوْا: وہ چلے گئے، گزر گئے۔ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا: ازل میں ہو جانے والا فیصلہ۔ بُكْرَةً: البکرۃ: شروع دن۔ اَصِيْلًا: "الأصیل" دن کا آخر۔ تُرْجِيْ: تو مؤخر کرتا ہے۔ أرجیت الأمر میں نے معاملہ مؤخر کر دیا۔ تُـٔوِيْٓ: تو ضم کرتا ہے، ملاتا ہے۔ اسی سے ہے اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ (سورہ یوسف، آیت ۶۹)

شانِ نزول: ...... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت منقول ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا وجہ ہے قرآن عظیم میں صرف مردوں کا ذکر آتا ہے عورتوں کا ذکر نہیں آتا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۞ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا پیغام نکاح بھیجا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ رشتہ پسند نہ کیا اور انکار کر دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۞ اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے رضامندی ظاہر کی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کر لی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی انکار کر دیا چوں کہ ان کا تعلق قریش سے تھا جب کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ آزاد کردہ غلام تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زینب کی زید سے شادی کر دو۔ چنانچہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے شادی کرا دی۔ [2]

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے دو گنے اجر کا وعدہ

تفسیر: وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: ...... تم میں سے جس نے اللہ اور رسول کی طاعت پر پابندی کی۔ وَتَعْمَلْ صَالِحًا: اچھائی اور عمل صالح کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا۔ نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ: ہم اسے دوگنا ثواب عطا کریں گے۔ ایک مرتبہ طاعت و تقویٰ پر اور دوسری مرتبہ طلب رضائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قناعت حسن معاشرت پر۔ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا: اور ہم نے اس کے لیے دوگنا ثواب کے علاوہ عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اس کے بعد عام عورتوں پر ازواج مطہرات کی فضیلت کا ذکر ہے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا مقام عظمت

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ: ...... تم باقی عورتوں سے مختلف ہو، اس لحاظ سے کہ تم عام عورتوں سے افضل و اشرف ہو کیونکہ تم ختم الرسل کی بیویاں ہو چنانچہ تم میں سے کوئی بھی کسی عام عورت کی طرح نہیں۔ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ: یہ شرط ہے اس کا جواب محذوف ہے جس پر ماقبل کی عبارت دلالت کرتی ہے یعنی اگر تم تقویٰ اختیار کرو گی تم اعلیٰ مراتب پر فائز رہو گی۔ [3] قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے نوازا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: تمہاری قدر و منزلت میرے نزدیک دوسری صالح عورتوں جیسی نہیں ہے تم میرے

---

[1] رواہ النسائی فی سندہ عن ام سلمۃ۔ [2] زاد المسیر ۶/ ۳۷۸ [3] اس سے معلوم ہوا عورت کی آواز پر بھی پردہ کا حکم لاگو ہوتا ہے۔ عورت کی آواز پر عدم حجاب کا قول کر کے گانے کا جواز نہیں نکالا جا سکتا وہ اور دلائل سے بھی حرام ہے۔

نزدیک افضل واعلیٰ ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تمہارا ثواب بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات پر تقویٰ کی شرط لگائی ہے اس امر کے بیان کے لیے کہ ازواج مطہرات کی فضیلت تقویٰ کی بنیاد پر ہے صرف رسول اللہ ﷺ کی بیویاں بن لینے سے نہیں۔[1] فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ: مردوں کے ساتھ گفتگو کے وقت رقیق کلام مت کرو۔ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ: جس آدمی کے دل میں فسق و فجور اور عورتوں کے ساتھ گپ شپ کا شوق ہو گا وہ کوئی طمع کر بیٹھے گا۔ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا: اچھی اور پاکدامنی والی بات کرو جس میں کسی قسم کی برائی اور ریب کا پہلو نہ ہو، جس میں نرمی اور دل لبھانے کا انداز نہ ہو جب تم مردوں کے ساتھ گفتگو کر رہی ہو۔

عورتوں کے لیے گھروں میں بیٹھنے کا حکم اور پردے کا بیان

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ:...... اپنے گھروں کے ساتھ لازم ہو کر رہ جاؤ اور بلا ضرورت (شدیدہ) گھروں سے باہر نہ نکلو۔ جیسے مغفل عورتیں اور سڑکوں پر گھومنے والی آوارہ عورتیں کرتی ہیں۔ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى: اظہار تجمل مت کرو اور اجنبی کے سامنے اپنے حسن و جمال کی نمائش مت کرو، جیسے جاہلیت کی عورتیں کرتی تھیں۔ جاہلیت میں عورت نمائش حسن کے لیے بازاروں میں نکل جاتی تھی اور ایسے اعضا کو ننگا کر دیتی جن کا کسی طرح جواز نہیں بنتا تھا۔ قتادہ کہتے ہیں: جاہلیت کے عورتیں مٹک مٹک کر خرام ناز سے چلتی تھیں اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا۔ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ: نماز پر پابندی کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اولاً شر سے روکا پھر انہیں خیر کا حکم دیا کہ نماز پڑھیں، نماز خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور زکوٰۃ دیں، زکوٰۃ مخلوق کے ساتھ اچھائی ہے۔[2] وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: تمام اوامر اور نواہی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو تاکہ تم متقی اور نیکوکار خواتین کا مرتبہ حاصل کر سکو۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ: اللہ تعالیٰ تمہیں معاصی کی گندگی سے پاک کرنا چاہتا ہے اور گناہوں سے دور رکھنا چاہتا ہے جن سے انسان کی عزت آلودہ ہو جاتی ہے جیسے بدن ظاہری نجاسات سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ اَهْلَ الْبَيْتِ: اے نبوت کے گھر والو۔ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا: اللہ تعالیٰ تمہیں گناہوں اور معاصی کی گندگیوں سے اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے۔ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ: قرآن کی آیات کی تلاوت کرو اور سنت نبوی ﷺ کو یاد رکھو۔ چوں کہ ان دونوں چیزوں میں انسانیت کی فلاح اور دائمی کامیابی ہے۔

علامہ زمخشری کہتے ہیں: ازواج مطہرات کو یہ بات یاد کروائی گئی ہے کہ ان کے گھر نزول وحی کے مقامات ہیں، اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو حکم دیا ہے کہ وہ کتاب جامع جو ان کے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے کو نہ بھولیں اور وہ دو امور کی جامع ہے۔ آیات بینات جو صدق نبوت پر دلالت کرتی ہیں اور حکمت علوم اور شرائع سماویہ۔[3] اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا: اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو جانتا ہے جو بندوں کی بہتری کے لیے ہیں اور ان کے مصالح سے باخبر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو مشروع کیا ہے جو انسان کے لیے دنیا و آخرت میں سعادت کا ذریعہ ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ مرد و عورت جزا و ثواب میں دونوں برابر ہیں۔

قرآن میں عورتوں کا خصوصی تذکرہ

چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ: وہ لوگ جنہوں نے اسلام کے احکام کو اپنا لیا اور اسلامی اخلاق و اقدار سے اپنے آپ کو مزین کر لیا وہ مرد اور عورتیں۔ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: مرد اور عورتیں جو اللہ اور اس کی آیات کی تصدیق کرنے والی ہیں، اللہ کے رسولوں اور انبیا پر نازل ہونے والی تعلیمات کی تصدیق کرنے والی ہیں۔ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ: خوش دلی سے اللہ کی عبادت اور اس کی طاعت پر پابندی کرنے والی مرد اور عورتیں۔ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ: ایمان، نیتوں اور اقوال و اعمال میں سچ کر دکھانے والے مرد اور عورتیں۔ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ: اللہ کی طاعات پر پابندی کرنے والے مرد اور عورتیں اور ناگواریوں میں اپنی خواہشات پر قابو پانے والے مرد اور عورتیں۔

---

[1] خریداری کا بہانا بنا کر گھروں سے نکلنا جائز نہیں، گھروں سے نکلنا۔ بیماری گواہی وغیرہ جیسے امور میں جائز ہے۔ [2] ابن کثیر ۳/۴۹۰ [3] الکشاف ۳/۴۲۵

وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ: ......ایسے مرد اور عورتیں جو خشوع و خضوع کرنے والے ہوں، اللہ تعالیٰ کا خوف دلوں میں بسائے ہوئے ہوں اور اپنے دلوں میں عاجزی کرنے والے ہوں۔ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ: اپنے اموال میں سے فقرا پر زکوٰۃ اور صدقہ کرنے والے مرد اور عورتیں۔ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ: ماہِ رمضان اور غیر رمضان میں اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے روزہ رکھنے والے مرد اور عورتیں۔ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے جو بدن کو پاک و طاہر کر دیتا ہے۔ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ: یعنی محارم اور گناہوں سے اور وہ امور جو حلال نہیں یعنی زنا اور کشف عورت سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں۔ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ: ہر وقت اور ہر جگہ، اپنی زبانوں اور دلوں سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا: ان متقین نیکوکاروں (جو صفات جلیلہ کے ساتھ متصف ہیں) کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے اور وہ جنت ہے اس کے ساتھ ساتھ ان کی نیک اعمال گناہوں کا کفارہ بھی ہوں گے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ: کسی طرح مناسب نہیں، صحیح نہیں اور لائق نہیں کسی بھی مؤمن مرد اور مؤمن عورت کے لیے۔ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا: جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی بھی چیز کا حکم دے۔ صاوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر برائے تعظیم ہے نیز اس طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ حقیقت میں اللہ کا فیصلہ ہے۔ چوں کہ آپ ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے۔[1]

اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ: ...... یہ کہ اس حکم و فیصلے میں مؤمن مردوں اور عورتوں کے لیے کوئی رائے یا اختیار ہو بلکہ ان پر انقیاد اور سر تسلیم خم کرنا واجب ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت تمام امور میں عمومی حکم رکھتی ہے۔ وہ یہ کہ اللہ اور اس کا رسول جب کوئی فیصلہ کر دیں تو اس کی مخالفت کی کسی کو گنجائش نہیں۔ کوئی اختیار کوئی رائے اور کوئی مقال اس میں نہیں ہو سکتا۔[2] اسی لیے نکیر میں شدت لائی۔ چنانچہ فرمایا وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا: جس نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کی وہ سیدھی راہ سے ہٹ گیا، درست راستے سے چوک گیا اور صاف و واضح گمراہی میں جا پہنچا۔ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ: اے رسول! اس وقت کو یاد کرو جب آپ نے اس آدمی سے کہا جس پر اللہ تعالیٰ نے ہدایت اسلام کا انعام کیا۔ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ: غلامی سے آزاد کر کے آپ نے اس پر انعام کیا۔ مفسرین کہتے: اس آدمی سے مراد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں، جاہلیت میں انہیں گرفتار کر کے غلام بنا لیا گیا تھا، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خرید کر رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا پھر آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے لے پالک بنا لیا[3] اور پھر پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش سے ان کا نکاح کرا دیا۔ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ: اپنی عصمت میں اپنی بیوی کو روکے رکھو اور اسے طلاق نہ دو اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ: اے محمد! آپ نے اپنے دل میں جو بات رکھی تھی عنقریب اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کر دے گا۔ وہ بات زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنا ہے۔[4]

تسہیل میں لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ نے جو بات دل میں رکھی ہوئی تھی وہ جائز و مباح تھی اس میں کوئی گناہ نہیں لیکن آپ اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے: محمد نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی، آپ نے شرم و حیا کی وجہ سے یہ بات دل میں رکھی تا کہ لوگوں کی زبانوں پر یہ بات نہ آئے۔ آپ ﷺ متبنیٰ کی جاہلی رسم کے ابطال کے لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا ارادہ دل میں چھپا رکھا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ارادے کو ظاہر کر دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا فیصلہ کر دیا۔

---

[1] القرطبی ۱۴/ ۱۸۷ [2] ابن کثیر ۳/ ۴۹۷ [3] روائع البیان اور دیگر مفصل تفاسیر میں قصہ ملاحظہ کر لیا جائے [4] حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے جاہلی رسم کے خاتمہ کے لیے نکاح کیا۔ تمام مفسرین کی متفقہ یہی رائے ہے، بعض مستشرقین نے دشمنان اسلام کی زینب رضی اللہ عنہا پر یہ روایت جو نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے زینب کو دیکھا آپ کو پسند آ گئی اور کہا: سبحان مقلب القلوب، زینب رضی اللہ عنہا نے زید رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا اور انہوں نے طلاق دے دی۔ محض باطل روایت ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہاں البتہ بحر میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ علی بن حسین سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بتا دیا تھا کہ زینب عنقریب تمہاری بیویوں میں شامل ہو جائے گی۔ جب زید رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا کی آپ ﷺ سے شکایت کرتے، آپ انہیں کہتے اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو، اسے طلاق نہ دو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں خبر دی ہے کہ میں اس سے تمہاری شادی کروں گا اور تم اس بات کو دل میں رکھتے ہو، حالاں کہ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرے گا۔

وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ:...... آپ ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے: محمد نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی جب کہ صرف ایک اللہ اس امر کا حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور یہ کہ آپ اس بات کو ظاہر کردیں جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو بتادی ہے کہ زید رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کے بعد آپ کی اس سے شادی ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈر تھا کہ منافقین کہیں گے: محمد نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا قصہ

فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا:...... جب زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کی حاجت پوری کرلی اور پھر اسے طلاق دے دی، اے محمد! اس عورت کی ہم نے تمہارے ساتھ شادی کرلی۔ یہ آیت اس امر پر صریح دلیل ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل میں جو بات رکھی ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ زید رضی اللہ عنہ کی طلاق کے بعد زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بحکم وحی نکاح کرنے کا ارادہ۔ ایسا نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل میں زینب رضی اللہ عنہا کی محبت چھپا رکھی تھی جیسا کہ بعض افترا پردازوں اور بہتان تراشوں کا خیال باطل ہے۔ زَوَّجْنَاكَهَا: کا معنی ہے کہ ہم نے زینب رضی اللہ عنہا کو تمہاری بیوی بنادیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متولی تھے۔ چنانچہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا اجازت بلا عقد، بلا مہر اور گواہوں کے بغیر زینب رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوئے۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں کہ تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کرائی ہے جب کہ میری شادی سات آسمانوں کے اوپر میرے رب تعالیٰ نے کرائی ہے۔

زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنے کی حکمت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کی حکمت ذکر کی ہے۔ لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا: جب لے پالک اپنی بیویوں سے حاجت پوری کرلیں اور انہیں طلاق دے دیں تو ان کی مطلقات کے ساتھ نکاح کرنے میں مؤمنین پر اللہ کی شریعت وقانون میں کوئی تنگی، مشقت اور گناہ نہ رہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ معنی یہ ہے: ہم نے زینب کے ساتھ تمہارا نکاح کردیا۔ زینب زید رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لے پالک بنا رکھا تھا۔ تاکہ یہ ظن باطل ختم ہوجائے کہ متبنی کی بیوی سے نکاح حلال نہیں۔ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا: اللہ کا حکم تھا اور اس کی بھیجی ہوئی وحی تھی کہ زینب کے ساتھ آپ کا نکاح ہونا ہے، لامحالہ یہ حتمی خدائی تجویز تھی جو ہو کر رہی۔

اوپر مؤمنین کے اوپر سے حرج وتنگی کی نفی کی گئی ہے اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تنگی کی نفی کی جارہی ہے جس میں تکریم وتعظیم کا خصوصی پہلو بھی نمایاں ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ: اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے لیے جو چیز مباح کردی ہے اس میں پیغمبر پر کوئی گناہ اور حرج نہیں ہے۔ ضحاک کہتے ہیں: یہود کثرت نکاح کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیب لگاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قول سے رد کیا۔ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ: تمام سابقہ انبیا کے متعلق یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو امور مباح کیے ہیں ان میں انبیاء پر وسعت رکھی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نکاح میں اللہ تعالیٰ نے وسعت رکھی ہے۔ اور یہ پہلے انبیا کی بھی سنت ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں تھی اور باندیاں ان کے علاوہ تھیں[1] وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا: یہ اللہ تعالیٰ کا طے شدہ فیصلہ ہے جو ہو کر رہا اور ازل سے حکم قطعی ہے جس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد انبیائے کرام کی ثنائے جمیل ہے۔ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ: اے محمد! یہ انبیائے کرام جن کی میں نے آپ کو خبر دی ہے یہ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو ان لوگوں تک پہنچایا جن کی طرف انہیں مبعوث کیا گیا تھا۔

---

1. القرطبی ۱۴/ ۱۹۵

وَ يَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا:...... وہ صرف ایک اللہ سے ڈرتے تھے، اس کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے تھے۔ اے محمد! آپ بھی ان کے نقش قدم پر چلیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جاہلیت میں شائع لے پالک کے غلط خیال ورواج کا ابطال کیا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ: مفسرین نے لکھا ہے: جب رسول کریم ﷺ کا زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا تو لوگ کہنے لگے: محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1] زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کا معنی یہ کیا ہے: حقیقت میں محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ باپ بیٹے کے درمیان ہونے والی سسرالی حرمت اور نکاح کی حرمت کا اثبات ہو۔[2]

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ:...... لیکن محمد ﷺ آخری نبی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمانی رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا ہے، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں: اگر آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم نہ ہوتا تو آپ کا بیٹا ہوتا جو آپ کے بعد نبی ہوتا۔[3] وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا: اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال وافعال کو خوب جانتا ہے، تمہارے احوال میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا: اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، تہلیل وتقدیس کر کے اسے یاد کرو، رات کو بھی دن کو۔ سفر میں بھی اور حضر میں بھی۔ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا: اور صبح شام اپنے رب کی تسبیح بیان کرو۔ علما نے لکھا ہے کہ صبح وشام کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر آیا ہے چوں کہ یہ افضل اوقات ہیں، ان اوقات میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔[4] هُوَ الَّذِیْ يُصَلِّیْ عَلَيْكُمْ: اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہمیشہ تمہارے اوپر نازل ہوتی ہیں، وہ تمہارے امور ومصالح کی بہتر تدبیر کرتا ہے۔ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ: اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی تمہارے لیے دعا واستغفار کرتے ہیں اور رب تعالیٰ سے تمہارے لیے رحمت طلب کرتے ہیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: الصلاۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی فرشتوں کے پاس ثنائے جمیل کرنا ہے۔ ایک اور قول کے مطابق الصلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت ہے، فرشتوں کی طرف ہو تو اس سے مراد دعا واستغفار ہے۔[5]

لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ: تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہی کی تاریکیوں سے ہدایت کے نور کی طرف نکال دے، اور نافرمانی اور معصیت وعصیان کے اندھیروں سے طاعت وایمان کی روشنیوں کی طرف نکال لائے۔ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا: مؤمنین پر وسیع رحمت کرنے والا ہے چنانچہ مؤمنین کا نہایت قلیل عمل بھی قبول کرتا ہے، اور ان کے کثیر گناہوں کو معاف کر دیتا ہے چوں کہ ان کا ایمان خالص ہے۔ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ: جس دن یہ مؤمنین اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کریں گے اس دن رب تعالیٰ کی طرف سے سلام واکرام ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ: پس رب مہربان کی طرف سے ان کو سلام فرمایا جائے گا۔[6] وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا: اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہت اچھا اجر تیار کر رکھا ہے اور وہ جنت ہے اور اس کی نعمتیں ہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اجر کریم سے مراد جنت ہے۔ اور جو کچھ جنت کی نعمتیں ہیں کھانے کی اشیا، مشروبات، ملبوسات، محلات، سامان لذت اور حسین مناظر۔ اور ایسی نعمتیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں جو کسی کان نے سنی نہیں اور کسی انسان کے دل پہ کھٹکی نہیں۔[7] اوپر اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اس نے مؤمنین کو کفر وضلالت کی تاریکیوں سے نور وایمان کی روشنیوں کی طرف نکالا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سراج منیر (جس سے کائنات کو روشن کیا) کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا: ہم نے آپ کو آپ کی اپنی امت اور دوسری تمام امتوں پر گواہ بنا کر بھیجا ہے آپ ﷺ یہ گواہی دیں گے کہ تمام امتوں کے انبیا نے اپنی امتوں تک رب تعالیٰ کی رسالت وپیغام ٹھیک ٹھیک پہنچایا ہے۔ وَّمُبَشِّرًا: مؤمنین کو نعمتوں سے لبریز بہشتوں کی خوشخبری

---

[1] رواہ الترمذی عن عائشہ [2] الکشاف ۳/ ۳۰ [3] زاد المسیر ۶/ ۳۹۳ [4] حاشیۃ الصاوی ۳/ ۲۸۱ [5] ابن کثیر المختصر ۳/ ۱۰۱ [6] اس تفسیر کے مطابق رب تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین کو سلام ہوگا۔ دوسری تفسیر کے مطابق مؤمنین ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ [7] الکشاف ۳/ ۱۳۰

دینے والا۔ وَنَذِيرًا: دوزخ کی عذاب سے کافروں کو ڈرانے والا۔ وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ: مخلوق کو اللہ کی توحید، طاعت وعبادت کی طرف بلانے والا، یہ بلانا اللہ کے حکم سے ہے نہ کہ اپنی طرف سے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراج منیر ہیں

وَسِرَاجًا مُّنِيرًا:...... اے محمد! آپ لوگوں کے لیے روشن چمکتے ہوئے چراغ کی مانند ہیں۔[1] آپ کے ذریعے تاریکیوں میں راستہ معلوم کیا جاتا ہے، جیسے اندھیرے میں آگ کے روشن شعلے سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اے محمد! آپ چمکنے اور روشن کرنے میں سورج کی مانند ہیں، صرف ضد وعداوت اور عناد رکھنے والا ہی اس سورج کا انکار کرسکتا ہے۔[2] علامہ زمخشری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چمکتے آفتاب کے ساتھ تشبیہ دی ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے شرک وکفر کی تاریکیوں کو دور کیا اور آپ کے ذریعے گمراہ لوگوں کو ہدایت ملی جیسے روشن چراغ سے رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور راستہ معلوم کرلیا جاتا ہے۔[3] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ اوصاف بیان کیے ہیں یہ سب آپ کی صفات کمال وجمال ہیں، ان میں آپ کی ثنائے جمیل ہے۔ آیت کریمہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو آفتاب منیر قرار دیا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے گمراہی کی تاریکیاں دور کیں۔ ہر وقت اور ہر لحہ آپ پر درود وسلام کہو۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا:...... اے محمد! بالخصوص مؤمنین کو خوشخبری دیجیے کہ ان کے لیے بہشتوں میں اللہ تعالیٰ کی وسیع عطا ہے۔ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ: کفار ومنافقین آپ سے دین کے معاملے میں جوزی اور چشم پوشی کا مطالبہ کررہے ہیں۔ وَدَعْ أَذَاهُمْ: آپ ان کی اذیتوں کی پرواہ نہ کریں اور وہ لوگوں کو آپ سے جو روک رہے ہیں اس کی طرف بھی توجہ نہ دیں۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ: اپنے تمام معاملات اور احوال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا: دنیا وآخرت کے معاملات میں جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔ صاوی کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ توکل امر عظیم ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ دین ودنیا کے جملہ معاملات میں اس کی کفایت کردیتا ہے۔[4] اوپر ازواج مطہرات، زید رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی زینب کو طلاق دینے کے متعلق بات ہوئی، اب مؤمنین کی عورتیں اور انہیں طلاق دینے کے متعلق بات ہورہی ہے۔

مطلقہ سے قبل صحبت کی عدت

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ: اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والو! جب تم مؤمن عورتوں کے ساتھ عقد نکاح کرو۔ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ: پھر اگر انہیں ہم بستری سے پہلے طلاق دے دو، آیت کریمہ میں مؤمن عورتوں کا خصوصیت سے ذکر ہوا ہے۔ حالاں کہ کتابی عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہیں، اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مسلمان کے شایانِ شان یہ امر ہے کہ وہ مؤمن پاک دامن عورت کو نکاح کے لیے منتخب کرے۔[5] فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا: تمہارا ان پر کوئی حق عدت نہیں جسے تم ان عورتوں پر شمار کرسکو۔ چوں کہ تم نے ان کے ساتھ ہم بستری نہیں کی اس لیے یہاں حمل کا احتمال نہیں ہے اس لیے تمہیں اپنے نسب کی حفاظت کے لیے عورت کو روکنے کی حاجت نہیں۔ فَمَتِّعُوهُنَّ: اس لیے تمہارے اوپر ان کا اکرام واحترام واجب ہے اس کی صورت یہ ہے کہ تم انہیں خوش کرنے کے لیے کچھ مال یا کچھ کپڑے دے دو تا کہ بارِ طلاق سے وہ آزاد ہوجائیں۔ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا: اور اچھی طرح سے ان کا راستہ آزاد کردو۔[6] ان کو ضرر واذیت پہنچائے بغیر اور ان کے حقوق پر شب خون مارنے کے بغیر انہیں اچھی طرح سے رخصت کردو۔ ابو حیان کہتے ہیں: سراح جمیل سے مراد اچھی بات ہے جس میں اذیت نہ ہو۔[7]

---

[1] ابن کثیر ۳/۱۰۲ [2] سابقہ مرجع [3] الکشاف ۳/۲۴۲ [4] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/۲۸۲ [5] الکشاف ۳/۲۴۳ [6] الطبری ۲۲/۱۴ [7] البحر المحیط ۷/۲۴۰

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بلا مہر نکاح کی اجازت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے کچھ احوال ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ: اے محمد! ہم نے آپ کے لیے مختلف انواع کی عورتیں مباح کردی ہیں تا کہ آپ کے لیے وسعت رہے اور تبلیغ ودعوت سے آسانی رہے۔ منجملہ ان میں سے آپ کے لیے وہ بیویاں حلال ہیں جن کے ساتھ آپ نے مقررہ مہر کے عوض نکاح کرلیا ہے اور وہ آپ کے ناموس میں داخل ہیں۔ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ: اسی طرح ہم نے آپ کے لیے وہ عورتیں بھی مباح کردی ہیں جو کفار کے ساتھ جنگ کے دوران غلبہ کی صورت میں آپ کے ہاتھ لگیں۔ آیت میں غنیمت میں ملنے والی عورتوں کا ذکر ہوا ہے چنانچہ غنیمت میں ملنے والی باندیاں خریدی ہوئی باندیوں سے افضل ہوتی ہیں۔ چوں کہ مال غنیمت کو سمیٹنے میں مشقت ہے جب کہ خریدی ہوئی چیز میں اتنی مشقت اور محنت نہیں ہوتی۔ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ: ہم نے آپ کے لیے آپ کی قریبی رشتہ دار عورتیں مباح کردی ہیں، جس میں آپ کے چچا کی بیٹیاں، پوپھی کی بیٹیاں، ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں، بشرط یہ کہ انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ: اور ہم نے وہ نیک وصالح مؤمن عورتیں بھی آپ کے لیے حلال کردی ہیں جو اپنے تئیں آپ کے سپرد کردیں اور وہ ایسا اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی وجہ سے کرنا چاہتی ہوں اور آپ سے قربت رکھنا چاہتی ہوں۔

اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا: ...... اے محمد! (بشرط یہ کہ) آپ ان میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں (تو آپ بغیر مہر کے ان کے ساتھ نکاح کرسکتے ہیں)۔ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ: اے محمد! نکاح کی یہ صورت خالص آپ کے لیے ہے مؤمنین کے لیے نہیں۔ چنانچہ بغیر مہر کے مؤمنین کے لیے نکاح حلال نہیں، ان کے لیے ہبہ بھی صحیح نہیں بلکہ مہر مثل واجب ہوگا۔ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ: جو کچھ ہم نے مؤمنین پر واجب کردیا اسے ہم جانتے ہیں یعنی نفقہ، عقد نکاح میں گواہوں کا ہونا، مہر، چار عورتوں سے زائد عورتوں سے نکاح کا عدم جواز، آزاد عورتوں کے علاوہ جو باندیاں ہم نے آپ کے لیے حلال کردی ہیں، سو ہم نے آپ کو آسانی کے لیے خصوصیات دے رکھی ہیں۔ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ: تا کہ آپ پر کوئی مشقت اور تنگی نہ رہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا: اللہ تعالیٰ مغفرت عظیمہ عطا کرتا ہے اور وسیع رحمت والا ہے۔ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُــْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ: اے نبی! آپ کو اس امر میں اختیار حاصل ہے کہ آپ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہیں طلاق دے دیں اور ان میں سے جس کو چاہیں اپنے پاس روک لیں۔[1]

وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ: ...... جس بیوی کی باری آپ نے موقوف کردی ہے اگر آپ اسے اپنے قریب لانا چاہتے ہیں تو اس میں بھی آپ پر کوئی حرج نہیں۔ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ: وہ اختیار جو ہم نے آپ کو ازواج کے متعلق دیا ہے یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ آپ ان کے دلوں کو خوش کرسکیں اور وہ غمزدہ نہ ہوں اور آپ کے کردار سے خوش رہیں۔ چوں کہ ازواج مطہرات کو جب معلوم ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو وہ خوش ہوجائیں گی اور حزن وملال سے دور رہیں گی۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطور تعظیم خطاب ہے یعنی: اے محمد! اللہ تعالیٰ تمہارے دل کے احوال بخوبی جانتا ہے۔ اور ہر انسان کے دل کے احوال کو بھی جانتا ہے۔ دلوں کی محبت، بغض، میلان، عدل اور بے انصافی سے بخوبی واقف ہے۔ ہم نے آپ کو عورتوں کے متعلق اختیار دیا ہے تا کہ آپ کے لیے آسانی رہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا: وسیع علم والا ہے، تم جو کچھ بھی ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو اس سے واقف ہے، بردبار ہے سارے معاملات کو ان کے مقام پر رکھتا ہے اور سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ وہ مہلت دیتا ہے لیکن وہ بھولتا نہیں۔

---

[1] یہ ابن عباس کا قول ہے۔ مجاہد اور ضحاک کہتے ہیں: آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باری کا اختیار دیا گیا ہے کہ آپ جس بیوی کی باری چاہیں موقوف کردیں اس میں آپ پر کوئی تنگی نہیں۔ البحر، ۷/ ۲۴۷

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جن عورتوں نے اپنے تئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا تھا، ان پر مجھے غیرت آتی تھی اور کہا کرتی تھی: کیا کوئی عورت اپنے تئیں سپرد کر سکتی ہے۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـٔـوِیۡۤ اِلَيۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَيۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكَ: تو میں نے کہا: میں آپ کے رب کو دیکھ رہی ہوں کہ وہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۡۢ بَعۡدُ: یہ نو عورتیں جو آپ کے ناموس میں موجود ہیں، ان کے بعد آپ کے لیے عورتیں حلال نہیں ہیں۔ [1] وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ: اور آپ کے لیے یہ بھی حلال نہیں کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی دوسری عورت سے نکاح کر لیں۔ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ حُسۡنُهُنَّ: اگرچہ دیگر عورتوں کا حسن و جمال آپ کو بھلا ہی کیوں نہ لگتا ہو۔ اِلَّا مَا مَلَـكَتۡ يَمِيۡنُكَ: ہاں البتہ جو آپ کی باندیاں ہوں ان کے رکھنے میں کوئی حرج نہیں چوں کہ وہ آپ کی بیویاں نہیں ہوں گی۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ رَّقِيۡبًا: اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر مطلع ہے اور انہیں دیکھتا ہے۔ آیت میں حدود اللہ کو تجاوز کرنے سے ڈرایا گیا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چار قسم کی عورتیں حلال کی ہیں، وہ عورتیں جن کا مہر دے دیں۔ باندیاں، ہجرت کرنے آنے والی عورتیں (جن کے ساتھ نکاح کر لیں) اور اپنے تئیں نبی کے سپرد کرنے والی عورتیں۔ نکاح کے معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وسعت رکھی گئی ہے تاکہ نشر رسالت اور دعوت وتبلیغ میں آپ کے لیے آسانی ہو۔ جب آیت تخییر قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا فَتَعَالَيۡنَ اُمَتِّعۡكُنَّ وَاُسَرِّحۡكُنَّ سَرَاحًا جَمِيۡلًا: نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا تاہم ازواج مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا اور آخرت کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ازواج مطہرات کا اکرام کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی ازواج مطہرات پر پابند کر دیا اور آپ پر مزید عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام کر دیا۔

بلاغت:...... ان آیات کریمات میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف پائی جاتی ہیں۔

وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ:...... میں تشبیہ بلیغ ہے ای ''تکتبرج اهل الجاهلية'' حرف شبہ اور وجہ شبہ محذوف ہے۔ وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ: میں عطف الخاص علی العام ہے۔ جب کہ اس سے پہلے اَقِمۡنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيۡنَ الزَّكٰوةَ: ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت ماقبل کے اوامر ونواہی کو شامل ہے۔ يُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا: رجس گناہوں کے لیے استعارہ ہے اور طہر تقویٰ کے لیے استعارہ ہے چوں کہ گناہگار کی عزت آلودہ ہو جاتی ہے۔ جب کہ طاعت سے عزت پاک ہوتی ہے جیسے پاک صاف کپڑا۔ وَالۡحٰفِظٰتِ: کا مفعول فُرُوۡجَهُنَّ: محذوف ہے چوں کہ سابق کی اس پر دلالت موجود ہے۔ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ: میں تغلیب ہے۔ لَهُمۡ: میں ضمیر مذکر ہے اس میں مونث بھی شامل ہے مذکر کو غلبہ دے دیا گیا ہے۔ يَسِيۡرًا، قَدِيۡرًا، كَثِيۡرًا: میں فاصلہ کی موافقت ہے اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ: میں تنکیر ہے جو عموم کا فائدہ دے رہی ہے چوں کہ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتی ہے چوں کہ کسی مؤمن کو اختیار نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ارادے کے خلاف کوئی اور ارادہ رکھتا ہو۔ وَتُخۡفِىۡ مُبۡدِيۡهِ، الظُّلُمٰتِ النُّوۡرِ ؕ وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا: میں طباق ہے۔ قَدَرًا مَّقۡدُوۡرَا: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ وَيَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا يَخۡشَوۡنَ اَحَدًا: میں طباق سلب ہے۔ وَسِرَاجًا مُّنِيۡرًا: یعنی اے محمد! آپ ہدایت وارشاد کے اعتبار سے روشن آفتاب کی مانند ہیں۔ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ کو حذف کر دیا گیا ہے یوں تشبیہ بلیغ ہے جیسے علی اسد اور محمد قمر کی تشبیہ ہے۔ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ: جماع سے کنایہ ہے، یہ مشہور کنایات میں سے ہے نیز یہ سنہری قرآنی ادب بھی ہے، قرآن ایسے الفاظ لانے سے گریز کرتا ہے جن سے شرم وحیا ماند پڑ جاتی ہو۔ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا، تُرۡجِىۡ وَتُـٔـوِىۡ، ابۡتَغَيۡتَ عَزَلۡتَ: میں طباق ہے۔ وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا، سِرَاجًا مُّنِيۡرًا: میں رعایت فاصلہ ہے۔ اسی طرح سَرَاحًا جَمِيۡلًا، عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا، غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا: میں بھی رعایت فاصلہ ہے، یہ قرآن عظیم کے خصائص میں سے ہے اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

---

[1] دوسری تفسیر کے مطابق اوپر جو عورتیں آپ کے لیے حلال کی گئی ہیں ان کے علاوہ آپ کے لیے عورتیں حلال نہیں یعنی وہ عورت جو ہجرت نہ کرے آپ کے لیے حلال نہیں وغیرذالک

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ
اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي
النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ
حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا
اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَاۗىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ
اَبْنَاۗءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَاۗىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ
شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾
وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ع
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاۗءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ
يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا
ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ ربع
يَسْــَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾
اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ
تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا
سَادَتَنَا وَكُبَرَاۗءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ ع
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع

ترجمہ:......اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو، اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے میں لحاظ نہیں فرماتا، اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات تمہارے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو یہ جائز نہیں ہے کہ رسول کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو، بے شک تمہاری یہ بات خدا کے نزدیک بڑی بھاری ہوگی۔ ﴿۵۳﴾ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا اسے پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ﴿۵۴﴾ ان بیویوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اپنے باپوں کے بارے میں اور اپنے بیٹوں کے بارے میں اور اپنے بھائیوں کے بارے میں اور اپنے بھتیجوں کے بارے میں اور اپنے بھانجوں کے بارے میں اور اپنی عورتوں کے بارے میں اور اپنی لونڈیوں کے بارے میں، اور اللہ سے ڈرتی رہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہے۔ ﴿۵۵﴾ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اس پیغمبر پر، اے ایمان والو تم بھی آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ ﴿۵۶﴾ بلاشبہ جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار فرمایا ہے۔ ﴿۵۷﴾ اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بغیر گناہ کیے ایذا پہنچاتے ہیں، وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار اٹھاتے ہیں۔ ﴿۵۸﴾ اے نبی! اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجیے کہ اپنی چادریں نیچی کر لیا کریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ ﴿۵۹﴾ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں افواہیں اڑایا کرتے ہیں اگر یہ لوگ باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پائیں گے۔ ﴿۶۰﴾ جو پھٹکارے ہوئے ہوں گے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ ہوگی اور قتل کیے جائیں گے۔ ﴿۶۱﴾ جو لوگ پہلے گزرے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا یہی دستور رکھا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں ردوبدل نہ پائیں گے۔ ﴿۶۲﴾ وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیجیے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی زمانہ میں واقع ہو جائے۔ ﴿۶۳﴾ بے شک اللہ نے لعنت کر دی ہے کافروں پر اور ان کے لیے دہکنے والی آگ تیار کی ہے۔ ﴿۶۴﴾ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، وہ کوئی یار و مددگار نہ پائیں گے۔ ﴿۶۵﴾ جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے یوں کہیں گے اے کاش! کہ ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ ﴿۶۶﴾ اور وہ یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم نے اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی فرمانبرداری کی سو انہوں نے ہمیں راستے سے گمراہ کر دیا۔ ﴿۶۷﴾ اے ہمارے رب! انہیں عذاب کا دوہرا حصہ دیجیے اور ان پر لعنت کر دیجیے بڑی لعنت۔ ﴿۶۸﴾ اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی سو اللہ نے انہیں اس بات سے بری کر دیا جو ان لوگوں نے کہی تھی، اور موسیٰ اللہ کے نزدیک باوجاہت تھے۔ ﴿۶۹﴾ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کہو۔ ﴿۷۰﴾ اللہ تمہارے اعمال کو صحیح بنا دے گا۔ اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے سو وہ کامیاب ہو گیا بڑی کامیابی کے ساتھ۔ ﴿۷۱﴾ بلاشبہ ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے امانت پیش کی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمے لے لیا، بے شک وہ ظلوم ہے جہول ہے۔ ﴿۷۲﴾ تاکہ اللہ منافقوں کو اور منافقات کو اور مشرکوں کو مشرکات کو سزا دے اور مؤمنین اور مؤمنات پر توجہ فرمائے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ ﴿۷۳﴾

ربط وتعارف:..... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے ازواج مطہرات کے ساتھ احوال ذکر کیے ہیں۔ اب ان آیات میں نبی کریم ﷺ کے گھروں میں داخل ہونے کے چند آداب مسلمانوں کو تعلیم کیے جا رہے ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے صلاۃ وسلام کی شرف وعظمت بیان کی گئی ہے، سورۂ مبارکہ کے آخر میں قیامت اور اس کی ہولنا کیوں کا ذکر ہوا ہے اور خوشحال لوگوں اور بدحال لوگوں کے احوال کا بھی ذکر ہوا ہے۔

لغات: اِنٰـهُ:..... چیز کا پک کر تیار ہو جانا، اللسان میں ہے: انی الشیء: پک جانا، تیار ہو جانا۔ مُسْتَاْنِسِيْنَ: باتوں میں مانوس ہو جانا۔ محاورہ ہے: "استأنست بحديثه." میں باتوں میں مانوس ہوا، باتوں سے سُرور حاصل کیا۔ "وما بالدار من أنيس" گھر میں کوئی ایسا نہیں جو مجھے مانوس کرے۔ مَتَاعًا: المتاع ساز وسامان، حاجت، غرض۔ بُهْتَانًا: البهتان۔ واضح جھوٹ، افترا۔ جَلَابِيْبِهِنَّ: جلباب کی جمع ہے وہ کپڑا جس سے پورا بدن ڈھانپ لیا جائے، چادر۔ شاعر کہتا ہے:

تمشي النسور اليه وهي لا هية　　　مشي العذارى عليهن الجلا بيب

گردنواح سے غافل ہو کر اس کی طرف گدھ چلتے ہوئے آ رہے ہیں جیسے چادروں سے ڈھانپے ہوئے بدن والی نوجوان لڑکیاں چل رہی ہوتی ہیں۔

اَلْمُرْجِفُوْنَ:..... مرجف کی جمع ہے، جھوٹ وباطل کی اشاعت کرنے والا تاکہ لوگوں کو ڈرائے دھمکائے، شاعر کہتا ہے:

وانّا وان عيَّرتمونا بقتله　　　وأرجف بالاسلام باغ وحاسد

اگر تم ہمیں اس کے قتل کی عار دلاتے ہو جو شخص باغی اور حسد کرنے والا ہوتا ہے وہ اسلام میں جھوٹ اور باطل کو پھیلا رہا ہوتا ہے۔

لَنُغْرِيَنَّكَ:..... أغراه به: اسے برانگیختہ کیا، ابھارا۔ سَعِيْرًا: آگ جو بہت زیادہ بھڑک رہی ہو۔

شان نزول:..... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ہوا تو آپ ﷺ نے ولیمہ کیا اور لوگوں کو دعوت دی، جب لوگ کھانا کھا چکے تو ٹولیوں میں بیٹھ کر گھر ہی میں باتیں کرنے لگے جب کہ آپ ﷺ کی زوجۂ مطہرہ دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئیں، رسول کریم ﷺ پر لوگوں کا یہ عمل گراں گزرا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں آیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی کہ لوگ جا چکے ہیں یا آپ ﷺ نے مجھے خبر دی۔ آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ گھر میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن میرے داخل ہونے سے قبل ہی آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ حائل کر دیا، اس موقع پر پردے کا حکم نازل ہوا، آپ نے لوگوں کو جمع کر کے وعظ ارشاد فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ الخ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: کچھ مسلمان نبی کریم ﷺ کے گھر کھانا کھانے آئے اور وہ کھانا تیار ہونے سے پہلے ہی گھر میں داخل ہو گئے اور کھانے کا انتظار کرنے لگے پھر جب کھانا کھا لیا وہیں بیٹھے رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئیں۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کے گھروں میں نیک وبد ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اگر آپ ازواج مطہرات کو پردے کا حکم دے دیں۔ اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ [3]

سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رات کے وقت جب عورتیں گھروں سے باہر جاتیں تو کچھ لوگ انہیں اذیت پہنچاتے۔ جب کسی عورت کو چادر میں لپٹے دیکھتے تو اسے چھوڑ دیتے اور کہتے: یہ آزاد عورت ہے اور جب چادر کے بغیر کسی عورت کو دیکھتے تو کہتے یہ باندی ہے پھر اسے اذیت پہنچانے

---

[1] القرطبی ١٤/ ٢٢٤، پورا صفحہ صحیحین میں دیکھ لیا جائے۔ اس میں آپ ﷺ کا معجزہ بھی ہے۔ [2] التسہیل فی علوم التنزیل ٣/ ١٤٢ [3] أخرجه البخاری

کے درپے ہوجاتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آداب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم

تفسیر: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ: ...... بیوت کی اضافت "النبی" کی طرف اضافت تشریف و تعظیم ہے۔ آیت کریمہ میں مؤمنین کو عالیشان ادب کی تعلیم دی جارہی ہے۔ معنی یہ ہے: کسی بھی حال میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں داخل نہ ہوالا یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے تا کہ پیغمبر علیہ السلام کی ازواج کے حقوق کی رعایت رکھی جائے اور آپ کو اذیت نہ پہنچے اور آپ پر گرانی نہ ہو۔ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ: ہاں البتہ جب تمہیں کھانے کی طرف بلائیں اس حال میں کہ تمہیں کھانا تیار ہونے کا انتظار نہ کرنا پڑے۔ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا: لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے اور گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے تو داخل ہوجاؤ۔ فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا: جب تم کھانے سے فارغ ہوجاؤ تو گھروں کی طرف چلے جاؤ اور وہیں نہ ٹھہرے رہو۔ وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ: اس کا عطف غَيْرَ نٰظِرِيْنَ: پر ہے۔ یعنی پیغمبر علیہ السلام کے گھروں میں داخل نہ ہو اس حال میں کہ تمہیں کھانے کا انتظار کرنا پڑے اور ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنے میں جی لگا کر نہ بیٹھے رہو۔ ابوحیان کہتے ہیں: آیت میں باتوں میں جی لگا کر دیر تک بیٹھے رہنے سے منع کیا گیا ہے۔ [2] اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ: تمہارے اس عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچتی ہے، آپ پر گرانی ہوتی اور آپ کو تنگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تمہارا یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصالح اور مختلف امور میں رکاوٹ بنتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حلم وحیا

فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ: ...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں گھر سے باہر نکالنے سے شرماتے ہیں، آپ کی حیا تمہیں واپس گھروں کو جانے کے حکم دینے کے مانع ہے چوں کہ آپ کے اخلاق عالیشان ہیں اور آپ کا قلب اطہر نہایت مہربان ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ: اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے کو نہیں چھوڑتا، اس کے اظہار حق سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔ قرطبی کہتے ہیں: گرانی کا باعث بننے والوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ سنہری ادب تعلیم کیا ہے۔ ثعلبی کی کتاب میں لکھا ہے: گرانی کا باعث بننے والوں کی طرف سے تمہیں اتنی ہی بات کافی ہے کہ شریعت نے ان کا کوئی لحاظ نہیں رکھا۔ [3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پردے کا حکم

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ: ...... جب تمہیں پیغمبر علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے کوئی ضروری کام ہو تو پردے کے پیچھے سے اپنے کام کا اظہار کرو۔ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ: پردے کے پیچھے سے ازواج مطہرات سے سامان کا سوال کرنا تمہارے دلوں کے لیے زیادہ طہارت و پاکیزگی کا باعث ہے اور بدگمانی سے زیادہ دور رکھنے والا ہے۔ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ: تمہارے لیے کسی طرح بھی روا نہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہیں انہی کی وساطت سے ہدایت دی ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن امت کی مائیں ہیں

وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا: ...... اور تم پیغمبر علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی ازواج سے کبھی بھی نکاح نہیں کر سکتے چوں کہ ازواج مطہرات تمہاری ماؤں کی مانند ہیں۔ اور پیغمبر علیہ السلام باپ کی مانند ہیں۔ کیا تمہارے لیے روا ہے کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو یا آپ کی اہل بیت کو

---

[1] زاد المسیر لابن الجوزی ۶/ ۴۲۲ [2] البحر المحیط ۷/ ۲۴۷ [3] تفسیر القرطبی ۱۴/ ۲۲۴

اذیت پہنچاؤ؟ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا: پیغمبر ﷺ کو اذیت پہنچانا اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا گناہ کبیرہ ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔ ابو سعود کہتے ہیں: آیت کریمہ میں رسول کریم ﷺ کی تعظیم ہے اور آپ کی حرمت کو واجب قرار دیا گیا ہے خواہ آپ زندہ ہوں یا دنیا سے رحلت فرما گئے ہوں۔ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ: تم کسی بات کو ظاہر کرو یا دلوں میں اسے چھپا رکھو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا: اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہے اور اس کا تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مقصود پر دلیل قائم کرنے کے ساتھ اس تعمیم میں تہویل مزید اور وعید میں مبالغہ ہے۔[1] اوپر پردے کا حکم ذکر کیا گیا ہے اب اس حکم سے محارم کو مستثنیٰ کیا جا رہا ہے۔

محارم کی تفصیل

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ:...... محارم مردوں کے سامنے ترک حجاب میں عورتوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: جب آیت حجاب نازل ہوئی تو آبا اور بیٹوں نے رسول کریم ﷺ سے کہا: کیا ہم بھی اپنی بیٹیوں اور ماؤں سے پردے کے پیچھے سے بات کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[2] نِسَآئِهِنَّ سے مراد مؤمنین کی عورتیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہود و نصاریٰ کی عورتیں اپنے خاوندوں سے مسلمان عورتوں کے احوال بیان کرتی تھیں، مسلمان عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ غیر مسلم عورت کے سامنے بے پردہ ہو یا راز کی باتیں اسے بتائے چوں کہ وہ اپنے کافر خاوند سے سب کچھ بیان کر دے گی۔[3] وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ: اے عورتوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ خلوت و جلوت میں رب تعالیٰ کی خشیت تمہارے دلوں میں رہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا: تمہارے معاملات میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ دل کے کھٹکے بھی جانتا ہے جیسے اعضا کی حرکات کو جانتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس مقام پر اس عبارت میں انتہا درجے کا حسن پایا جاتا ہے چوں کہ اوپر اشارہ گزرا ہے کہ محارم کے سامنے بے پردہ ہونے کی اجازت ہے، آیت کا اختتام اس امر پر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے جب خلوت میں ایک دوسرے سے مل بیٹھتے ہو، اللہ اس وقت بھی تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلوت بھی جلوت کی مانند ہے لہٰذا مسلمان عورتوں اور مردوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔[4] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی قدر و منزلت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر پر رحمت نازل کرتا ہے، اس کی شان عظمت بیان کرتا ہے اور آپ کے مقام بلند کو بیان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ فرشتے نبی کے لیے دعا کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اور اپنے رب سے خواستگار ہوتے ہیں کہ وہ اپنے بندے اور رسول کی عظمت و بزرگی بیان کرے اور اسے اعلیٰ مراتب پر فائز کرے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صلاۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی رضا ہوتی ہے، فرشتوں کی طرف ہو تو دعاؤں استغفار مراد ہوتا ہے اور امت کی طرف نسبت ہو تو دعا و تعظیم مراد ہوتی ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت اس امر پر بڑی زبردست دلیل ہے کہ رسول کریم ﷺ رحمتوں کا محور ہیں اور علی الاطلاق آپ افضل البشر ہیں چوں کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر ﷺ پر صلاۃ بھیجی جا رہی ہو اس سے نزول رحمت ہے جو تعظیم کے ساتھ مقرون ہوتی ہے اور غیر نبی پر مطلق رحمت مراد ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ: وہی ذات تو ہے جو تمہارے اوپر رحمت نازل کرتی ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لیے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ (سورۃ الاحزاب: آیت ۴۳) صلاۃ کی دونوں نسبتوں میں یہ فرق ہے اور دونوں مقامات میں فضل بھی واضح ہو جاتا ہے، اس سے واضح ہوا کہ رسول کریم ﷺ رحمتوں اور تجلیوں کا منبع ہیں۔[5]

---

[1] البیضاوی ۲/۱۲۰ [2] القرطبی ۴/۲۳۱ [3] انظر حاشیۃ الصاوی ۳/۲۸۷ [4] التفسیر الکبیر ۲۵/۲۲۷ [5] حاشیۃ الصاوی ۳/۲۸۷

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مؤمنین کی صلاۃ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا:...... اے مؤمنین! تم بھی زیادہ سے زیادہ پیغمبر علیہ السلام پر درود وسلام بھیجو، چوں کہ پیغمبر کے تمہارے اوپر بہت زیادہ حقوق ہیں۔ چنانچہ پیغمبر علیہ السلام نے تمہیں گمراہی سے نوار ہدایت کی طرف نکالا، لہٰذا جب بھی پیغمبر علیہ السلام کا نام مبارک ذکر کیا جائے تو یوں کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول: ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا علم ہے آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.[1]

صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فرشتوں اور مؤمنین کو درود پڑھنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ مؤمنین اور فرشتوں کو تعظیم دینا مقصود ہے چوں کہ درود وسلام بھیجنے میں مؤمنین اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی اقتدا کریں گے تاکہ مخلوق پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو حقوق ہیں ان کا کچھ نہ کچھ حق چکایا جا سکے چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق اور رب تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں ہر اس نعمت میں جو مخلوق تک پہنچی، چنانچہ جس شخص تک بھی کوئی نعمت پہنچی اس پر واجب ہے کہ وہ اس نعمت کا بدلہ دے۔ جب مخلوق مکافات سے عاجز ہے تو اس نے قادر مطلق عزوجل سے مکافات کا مطالبہ کیا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ میں یہ اہم نکتہ ہے۔

اللہ اور رسول کو ستانے والے ملعون ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ:...... جو لوگ ارتکاب کفر، اللہ تعالیٰ کی طرف بیوی اور اولاد کی نسبت کر کے اللہ کو اذیت پہنچاتے ہیں، جیسا کہ یہود کہتے تھے يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ (سورۃ المائدہ، آیت ۶۴) اور نصاریٰ کہتے تھے: اَلْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ: عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔ (سورۃ التوبۃ، آیت ۳۰) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تکذیب، آپ کی شریعت کے انکار اور آپ کے استہزاء سے آپ کو مشرکین اذیت پہنچاتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ بنت حیی سے نکاح کیا تو کچھ لوگ طعنے دینے لگے، یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔[2] لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ: اللہ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، انہیں دنیا میں ذلیل ورسوا کر کیان پر اپنا غضب نازل کیا ہے اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے۔ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا: اور ان کے لیے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے جو اہانت وتحقیر میں حد سے گزرا ہوا ہوگا۔

منافقین کی ایذا رسانی

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا:...... جو لوگ بلا وجہ، بغیر کسی زیادتی کے اہل ایمان کو اذیت پہنچاتے ہیں اور اہل ایمان کو بدوں اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو اذیت پہنچاتے ہیں فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا: تو وہ لوگ صریح بہتان اور واضح جھوٹ کا بار اپنے سر لیتے ہیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ اور اس کے رسول کی اذیت کو مطلق رکھا گیا ہے جب کہ اہل ایمان کی اذیت کو مقید کیا گیا ہے چوں کہ اللہ اور اس کے رسول کو جو اذیت پہنچائی جائے گی وہ لامحالہ بلا وجہ ہوگی رہی بات اہل ایمان کو اذیت پہنچانے کی سو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ بھی ہو سکتی ہے۔[3] جب اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو اذیت پہنچانا حرام قرار دیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ پوری امت کو اسلام پر جمے رہنے اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا رہنے کی تلقین کریں۔ بالخصوص اجتماعی سطح کے حکم شرعی یعنی حجاب کے التزام کی ہدایت کریں جس سے

---

[1] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/۲۸۷ [2] زاد المسیر ۶/۴۲۰ [3] القرطبی ۱۴/۲۳۸

عورت محفوظ رہ سکتی ہے، اس کی پاک دامنی داغدار ہونے سے بچ سکتی ہے اور حجاب ہی عورت کو غلط نظروں سے بچا سکتا ہے، پردہ ہی عورت کو خطرناک باتوں اور گندے ارادوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ عورت پردے کا اہتمام کرے گی تبھی فساق و فجار کی اذیت سے بچ سکتی ہے۔

عورتوں کو پردے کا حکم

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ: ......اے محمد! ازواج مطہرات (امہات المؤمنین)، اپنی بیٹیوں اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ دیجیے کہ کھلی چادریں اوڑھیں جوان کے بدنی محاسن اور زینت کو ڈھانپ کے رکھیں اور تا کہ بری زبانیں بند رہیں اور مسلمان عورتیں جاہلیت زدہ عورتوں سے ممتاز رہیں۔ طبری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب آپ گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر چادریں ڈال کر چہروں پر لٹکالیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔[1] ابن کثیر نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے عبیدہ سلمانی سے يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ: کے متعلق دریافت کیا انہوں نے چادر سے سر اور چہرہ ڈھانپ کر گھونگھٹ کا طریقہ مجھے بتایا اور صرف بائیں آنکھ کھلی رکھیں۔[2]

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ: ...... پردہ اس امر کے زیادہ قریب ہے کہ عورتیں عفت و پاک دامنی، با پردگی اور حفاظت میں رہیں گی، فساق و فجار کسی قسم کی طمع نہیں کر سکیں گے۔ آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ عورتیں اس امر کے زیادہ قریب ہیں کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور باندیوں سے ممتاز ہیں۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا: جو کوتاہیاں اس سے قبل ہوئیں اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرنے والا ہے، اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے ان کے مصالح کی رعایت رکھتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے اذیت پہنچانے والوں کو عذاب سے ڈرایا ہے اور دھمکی دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: اگر ان منافقین نے منافقت نہ چھوڑی اور جن لوگوں کے دلوں میں فسق و فجور (زنا وغیرہ) کا مرض ہے انہوں نے فسق و فجور نہ چھوڑا۔

جھوٹی خبریں اڑانے والے

وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ: ......اور وہ لوگ جو جھوٹی باتیں اور غلط خیالات پھیلاتے ہیں انہوں نے غلط خبریں پھیلانا نہ چھوڑا۔ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ: اے محمد! ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا: پھر وہ مدینہ سے نکل جائیں گے اور آپ کے پڑوس میں نہیں رہ پائیں گے، ہاں البتہ تھوڑی مدت کے لیے جس میں وہ یہاں سے نکل جانے کی تیاری کر سکیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کے دشمنوں کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا اور آپ کی شان و شوکت کو آشکار کرے گا۔[3] مَّلْعُوْنِيْنَ: وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کیے ہوئے ہوں گے۔ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا: جہاں بھی پائے جائیں ان پر غلبہ و تسلط جما کر پکڑے جائیں پھر انہیں کفر کے بسبب قتل کر دیا جائے۔ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ: یہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور چلا آ رہا ہے ان لوگوں میں بھی جو پہلے گزر چکے ہیں۔ یعنی ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ جو لوگ انبیاء کے ساتھ جھوٹ کرتے ہیں اور نفاق کا لبادہ اوڑھتے ہیں وہ پکڑے جاتے ہیں اور پھر قتل کیے جاتے ہیں۔[4] وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا: تم اللہ تعالیٰ کے طریقے کو نہیں بدل سکتے چوں کہ اللہ تعالیٰ کے طریقے کی بنیاد مضبوط ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اے محمد! منافقین کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں چوں کہ منافقین کا پایا جانا قدیم دستور ہے کوئی زمانہ ان سے خالی نہیں ہوا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیامت کا تذکرہ کیا ہے۔ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ: اے محمد! مشرکین تمسخر اڑانے کی نیت سے قیامت کے وقت کے متعلق آپ سے سوال کرتے ہیں۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ: آپ ان سے کہہ دیجیے! مجھے قیامت کا وقت معلوم نہیں۔ قیامت کے وقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جو غیب کا

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۵/۳۸۲ [2] ابن کثیر ۳/۱۱۴ [3] التفسیر الکبیر ۲۵/۲۳۱ [4] القرطبی ۱۴/۲۴۷

جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے قیامت کا وقت مخفی رکھا ہے اس پر کسی مقرب فرشتے یا کسی پیغمبر کو مطلع نہیں کیا۔ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا: تمہیں کیا معلوم ہوسکتا ہے قیامت کا وقت نہایت قریب ہو؟ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں ان لوگوں کو دھمکی دی جارہی ہے جو قیامت کے جلد آجانے کا مطالبہ کرتے تھے۔ ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے تاکہ قیامت کی ہولنا کی زیادہ واضح ہوجائے۔

کفار کی سزا

إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ: ...... اللہ تعالیٰ نے کفار دھتکار دیا ہے اور اپنی رحمت سے دور کردیا ہے۔ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا: اور ان کے لیے سخت آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے۔ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا: اس دہکتی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اقامت کریں گے۔ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا: وہ کسی بھی ایسے حمایتی اور مددگار کو نہیں پائیں گے جو انہیں نجات دلائے اوراللہ کے عذاب سے نکالے۔ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ: جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹے پلٹے جائیں گے کبھی اس طرف کبھی اس طرف جیسے گوشت کی بوٹی آگ پر بھونی جاتی ہے۔ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا: مافات پر حسرت کرتے ہوئے کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانا ہوتا تو آج اس رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا: ہم نے اپنے قائدین اور اُشراف کا کہا مانا انہوں نے ہمیں سیدھی راہ اور ایمان سے ہٹادیا۔ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ: جتنا عذاب ہمیں دے گا اس کا دگنا عذاب انہیں دے چوں کہ وہی ہماری گمراہی کا سبب ہیں۔ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا: ان پر سخت سے سخت اور بڑی سے بڑے لعنت بھیج دے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اذیت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرایا ہے جیسا کہ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مسلمانوں کو نصیحت

چنانچہ ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا: بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی، ان پر برص کی یا آماس خصیہ کی تہمت لگائی، چوں کہ آپ علیہ السلام حیادار تھے اور ستر کا زبردست اہتمام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بے عیب ثابت کردیا اور ان کی تہمت کو جھوٹ ثابت کیا۔ بخاری کی روایت ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت حیادار اور ستر کا بہت زیادہ اہتمام کرنے والے تھے۔ شدّت حیاداری کی وجہ سے آپ کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے آپ کو اذیت پہنچائی اور کہنے لگے: موسیٰ ستر کا اہتمام اس لیے کرتا ہے کہ اس کے بدن میں کوئی عیب ہے، یا تو ان کا بدن برص زدہ ہے یا ان میں آماس خصیہ کا مرض ہے یا کوئی اور عیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بے عیب ثابت کرنے کا ارادہ کرلیا۔

چنانچہ ایک دن آپ علیہ السلام نے تنہائی میں کپڑے اتار کر پتھر پر رکھے اور غسل کرنے بیٹھ گئے، جب غسل سے فارغ ہوئے کپڑوں کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ کپڑے پہنیں، لیکن پتھر کپڑے لے کر بھاگ نکلا، موسیٰ علیہ السلام نے عصا لیا اور پتھر کے پیچھے ہولیے اور کہنا شروع کیا: اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، حتیٰ کہ آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر سے گزرے انہوں نے آپ علیہ السلام کو ننگے بدن دیکھ لیا کہ آپ علیہ السلام نہایت خوبصورت بدن کے مالک ہیں اور آپ کے بدن پر کسی قسم کا عیب نہیں ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کی بے عیبی ثابت کردی۔ الحدیث[1] وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا: آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں وجاہت والے بلند رتبہ ومقام والے تھے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یعنی آپ علیہ السلام کی اللہ کے ہاں وجاہت تھی آپ اللہ تعالیٰ سے جو سوال بھی کرتے اللہ تعالیٰ اسے پورا کردیتا تھا۔[2]

---

[1] رواہ البخاری [2] ابن کثیر المختصر ۳/۱۸۶

تقویٰ اور قول سدید

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا: ...... اپنے تمام اقوال وافعال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور درست وسیدھی بات کہو۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یعنی اعتدال والی حق بات کو کہو ظلم وباطل والی بات نہ ہو۔ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ: اللہ تعالیٰ تمہیں اعمال صالحہ کی توفیق بخشے گا اور تمہارے اعمال قبول کرے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی تمہاری نیکیاں قبول فرمائے گا۔ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ: تمہارے گناہ معاف کردے گا۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا: جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اپنے مطلب کو پالیتا ہے۔ اوپر اللہ تعالیٰ نے مکارم اخلاق کی تعلیم دی۔ اب مسلمانوں کو تکالیف شرعیہ پر متنبہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بشریت پر ڈال رکھی ہیں۔

اللہ کی امانت اور انسان

چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا: ہم نے فرائض اور تکالیف شرعیہ (شرعی ذمہ داریوں) کو آسمانوں، زمین اور مضبوط پہاڑوں پر پیش کیا، ان سب نے تکالیف کا بوجھ اٹھانے سے انکار کردیا اور اس کے بار گراں سے ڈر گئے، آیت میں امانت کی عظمت اور گراں بار ہونے کی منظر کشی کی گئی ہے، ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، آیت کا معنی ہے کہ یہ امانت اتنی عظیم الشان ہے کہ اگر ان عظیم اجرام کو اس کا مکلف بنا دیا جائے اور یہ اجرام شعور وادراک رکھتے ہوں تو وہ اسے قبول کرنے سے انکار کردیں گے اور ڈر جائیں گے۔[1] ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ امانت سے مراد تکالیف شرعیہ یعنی طاعات کا التزام ہے اور معاصی کا ترک کرنا ہے۔ ایک اور قول کے مطابق امانت سے مراد مال کی امانت ہے۔ صحیح تفسیر کے مطابق عموم تکالیف ہے۔ امانت پیش کرنے میں دو احتمال ہوسکتے ہیں۔ (اول) ...... یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں زمین اور پہاڑوں میں قوت ادراک پیدا کردی پھر حقیقۃً ان پر امانت پیش کی، تاہم یہ سب بار امانت سے ڈر گئے اور قبول کرنے سے انکار کردیا۔ (دوم) ...... یہ کہ امانت کی عظمت شان بیان کرنا مقصود ہے یعنی اس امانت کے بار عظیم کو اگر آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا جاتا لامحالہ وہ انکار کردیتے اور اس بار گران سے ڈر جاتے۔[2] وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا: اس امانت کو انسان نے اٹھالیا، بلاشبہ انسان اپنے نفس پر بہت زیادہ ظلم کرنے والا ہے، معاملات کے انجام سے وہ ناواقف ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے مخالفت کی وجہ سے بار امانت اٹھانے سے انکار نہیں کیا بلکہ خشیت اور خوف خدا کی وجہ سے انکار کیا، چوں کہ امانت کے قبول کرنے میں اختیار دیا گیا تھا الزام نہیں تھا۔[3] لِّیُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ: ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی بنی آدم نے بار امانت (تکالیف شرعیہ کا بوجھ) اٹھایا تاکہ اللہ تعالیٰ منافقین کو عذاب دے اور مشرکین کو بھی عذاب دے۔ وَیَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: اور تاکہ اہل ایمان پر رحم کرے ان کی توبہ قبول کرے، ان کی بخشش کرے اور ان سے راضی رہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا: اللہ تعالیٰ مؤمنین کو وسیع بخشش عطا کرنے والا ہے اور ان کے کیے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے، ان پر نہایت مہربان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو عزت واکرام سے نوازا ہے۔

بلاغت: ...... ان آیات میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے کچھ مختصراً حسب ذیل ہیں:

لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ: ...... میں اضافت تشریف کے لیے ہے، چوں کہ جب بُیُوْتَ: کی اضافت النَّبِیِّ: کی طرف کی گئی تو بُیُوْتَ: کا شرف ظاہر ہوگیا۔ اُدْخُلُوْا فَانْتَشِرُوْا، تُبْدُوْا تُخْفُوْهُ اور ثُقِفُوْا ...... وَاُخِذُوْا میں طباق ہے۔ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ: میں طباق سلب ہے۔ لَىِٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ: میں عام کے بعد خاص کا ذکر ہے۔ چوں کہ اَلْمُرْجِفُوْنَ: منافقین میں سے ہیں۔ زیادت قباحت وشناعت کے لیے عموم کے بعد خصوص ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا، بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا: اور عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا: میں فعول وفعیل کا وزن برائے مبالغہ ہے۔ وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا، وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا: میں فعل کے ساتھ مصدر تاکید کی لیے لایا گیا ہے۔

---

[1] ابو السعود ۴/۲۲۱ [2] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/۱۴۵ [3] زاد المسیر ۶/۴۲۸

يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا: ...... میں اظہار حسرت ہے جس کے لیے تمنّی کا اسلوب اپنایا گیا ہے۔لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى: میں تشبیہ مرسل ہے۔اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے امانت کی ضخامت وتفخیم شان میں تمثیل بیان کی گئی ہے بایں طور کہ امانت اپنے ثقل وگرانی کے ساتھ آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی جاتی جو کہ قوت وطاقت میں بڑا مقام رکھتے ہیں تو یہ بھی بار امانت اٹھانے سے انکار کردیتے اور اس سے ڈر جاتے۔ یہ بڑی شاندار تمثیل ہے جس سے امانت کی عظمت بیان کرنا مقصود ہے۔لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ: اور وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: میں لطیف مقابلہ ہے۔ سورۂ کریمہ کو اس آیت پر ختم کیا گیا ہے۔اس کو علمائے بدیع ردالعجز علی الصدر کا نام دیتے ہیں چوں کہ سورت کی ابتدا میں منافقین کی مذمت کی گئی ہے اور سورت کے آخر میں منافقین کا برا انجام بیان کیا گیا ہے۔ گویا ابتدا و اختتام میں عمدہ کلام ہوا ہے۔اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ: میں رسول کریم ﷺ کی ثنائے جمیل ہے اس میں چند اہم نکات ہیں۔(الف)......ان کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے تاکہ درود وسلام کا اہتمام کیا جائے۔(ب)......افادۂ دوام کے لیے جملہ اسمیہ لایا گیا ہے۔(ج)......شروع میں جملہ اسمیہ لایا گیا ہے اور آخر میں جملہ فعلیہ لایا گیا ہے، اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم ﷺ کی جو ثنائے جمیل کی جارہی ہے اس میں تجدد ہے۔ یہ نہایت دقیق نکتہ ہے۔ فتأمل۔اَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا﴿۶۴﴾لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا. وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا: میں رعایت فاصلہ ہے۔

لطیفہ: قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ: ...... میں اس طرف اشارہ ہے کہ داعی کو اپنے گھر اور اپنے اہل خانہ سے دعوت کی ابتدا کرنی چاہیے۔ازواج مطہرات سے پردے کی ابتدا کرانے میں یہی وہ اہم نکتہ ہے۔[1]

چہرے کا پردہ بھی واجب ہے

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ چہرے کا پردہ نہیں ہے اسے کھلا رکھنا جائز ہے، تاہم ان کی تردید میں ہم مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

(۱)......ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضروری کام کے لیے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے سروں سے چادر نیچے چہروں پر لٹکا کر چہروں کو ڈھانپ لیں۔

(۲)......ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ یعنی عورتیں اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔

(۳)......طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آزاد عورتیں لباس میں باندیوں کی مشابہت نہ کریں بالخصوص جب وہ کسی ضروری کام کے لیے گھروں سے باہر نکلیں اپنے بالوں اور چہروں کو ننگا نہ کریں تاکہ کوئی فاسق انہیں اذیت نہ پہنچائے۔

(۴)......ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ عورتوں کو جب کوئی ضروری کام پیش آئے اور گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے اور بدن اچھی طرح سے ڈھانپ لیں۔

(۵)......بحر میں لکھا ہے نعلیہن سے مراد ہے کہ چادریں چہروں پر ڈال لیں، چوں کہ جاہلیت میں عورتیں اپنے چہروں کو ننگا رکھتی تھیں۔

(۶)......جصاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں اس امر پر دلالت ہے کہ نوجوان عورت غیر محرموں سے اپنا چہرہ ڈھانپ کے رکھے تاکہ بدباطل کوئی طمع نہ کرسکے۔ان اقوال سے معلوم ہوا چہرے کا پردہ بھی واجب ہے۔

الحمدللہ سورۂ احزاب کی تفسیر کا ترجمہ آج ۲۰ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۷ اگست ۲۰۱۴ء، بروز اتوار بعد نماز ظہر مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول عطا فرمائے اور تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

[1] آیت کریمہ میں بناتك جمع کا صیغہ لایا گیا ہے جس سے معلوم ہوا آپ ﷺ کی ایک سے زائد بیٹیاں تھیں لہٰذا جو لوگ صرف ایک ہی بیٹی کا قول کرتے ہیں وہ صریح غلطی پر ہیں۔

سورۃ سبا

تعارف:......سورۂ سبا ان مکّی سورتوں میں سے ہے جن میں اسلامی عقیدہ، اصول دین، اثبات توحید، نبوت اور بعث بعد الموت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ سورۂ کریمہ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کی گئی ہے وہی اس کائنات کا خالق و مالک ہے اسی نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اور اس کے علم سے کوئی ذرّہ بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں۔ یہ رب تعالیٰ کی توحید پر زبردست دلیل ہے۔

سورۂ مبارکہ میں اہم قضیہ یعنی مشرکین کے انکار آخرت اور بعث بعد الموت کی تکذیب کو خصوصیت سے بیان کیا گیا ہے، سورۂ مبارکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ رب عظیم کی قسم اٹھائیں کہ اجساد کی فنا کے بعد آخرت کا وقوع ہوگا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۳

سورۂ مبارکہ میں بعض پیغمبروں کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لیے جو انواع واقسام کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مسخر کر رکھی تھیں کا ذکر کیا ہے۔

مشرکین نبی آخر الزماں اور دوسرے پیغمبروں پر جو شبہات کرتے تھے، واضح حجت و برہان کے ساتھ ان کا ازالہ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید کے اثبات پر دلائل قائم کیے گئے ہیں۔

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں مشرکین کو صرف ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

وجہ تسمیہ:......سورۂ کریمہ کا نام "سورۂ سبا" ہے چوں کہ سورۂ مبارکہ میں سبا کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ یمن کے بادشاہ تھے۔ اہل سبا پر اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کی بارش کی تھی اور فراخی میں تھے، باغات ان کے مسکن تھے، جب انہوں نے کفر کا راستہ اپنایا اللہ تعالیٰ نے ڈیم کا بند توڑ کر انہیں ہلاک کر دیا اور نشان عبرت بنا دیا۔

اٰيَاتُهَا ۵۴ ﴿۳۴﴾ سُوْرَةُ سَبَاٍ مَّكِّيَّةٌ ﴿۵۸﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۱
يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ
الْغَفُوْرُ ۝۲ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ
لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۳ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴
وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝۵ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۶ وَقَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۷ اَفْتَرٰى

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِى الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ
يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ
اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ ع
مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ
وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا
لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ
مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ
رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِىَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ
مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

ترجمہ:......سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے اور اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں اور آخرت میں، اور وہ حکیم ہے باخبر ہے۔ ① وہ جانتا ہے جو کچھ اس میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ اور وہ رحیم ہے غفور ہے۔ ② اور کافروں نے کہا کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئے گی۔ آپ ﷺ فرما دیجیے، ہاں میرے رب کی قسم! وہ تم پر ضرور آئے گی، میرا رب عالم الغیب ہے، اس سے ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں غائب نہیں ہے اور نہ کوئی اس سے چھوٹی چیز ہے، نہ بڑی چیز مگر کتاب مبین میں موجود ہے۔ ③ تاکہ وہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔ ④ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں عاجز کرنے کی کوشش کی ان لوگوں کے لیے سختی والا دردناک عذاب ہے۔ ⑤ اور جن کو علم دیا گیا وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور عزیز حمید کے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ⑥ اور کافروں نے کہا کیا ہم تمہیں ایسا شخص نہ بتا دیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم پوری طرح ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم ضرور ایک نئی پیدائش میں آجاؤ گے۔ ⑦ کیا اس شخص نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں۔ ⑧ کیا انہوں نے اسے نہیں دیکھا جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے یعنی آسمان اور زمین، اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، بلاشبہ اس میں متوجہ ہونے والے ہر بندے کے لیے نشانی ضرور ہے۔ ⑨ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی، اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور پرندوں کو بھی یہی حکم دیا، اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔ ⑩ کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور جوڑنے میں اندازہ رکھو، اور تم سب نیک کام کیا کرو، بلاشبہ میں ان کاموں کو دیکھ رہا ہوں جنہیں تم کرتے ہو۔ ⑪ اور ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کیا، اس کا صبح کا چلنا ایک ماہ کی مسافت تھا اور اس کا شام کا چلنا ایک ماہ کی مسافت تھا، اور ہم نے ان کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنات میں بعض وہ تھے جو ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو شخص ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے دوزخ کا

عذاب چکھائیں گے۔ ⑫ جنات ان کے لیے ان کی فرمائش کے مطابق بڑی بڑی عمارتیں اور مجسمے اور حوضوں کے برابر بڑے بڑے لگن اور ایسی دیگیں بناتے تھے جو ایک ہی جگہ جمی رہیں، اے داؤد کے خاندان والو! تم شکر کا کام کرو، اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہوتے ہیں۔ ⑬ پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو ان کو سلیمان کی موت کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا سو جب وہ گر پڑے تو جنات کو پتہ چلا کہ اگر جن غیب کو جانتے ہوتے تو ذلیل کرنے والے عذاب میں نہ ٹھہرے رہتے۔ ⑭

لغات: يَلِجُ:......الولوج مصدر ہے داخل ہونا اسی سے ہے۔ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ: (سورۃ الاعراف، آیت ۴۰) يَعْرُجُ: وہ اوپر چڑھتا ہے۔ اسی سے المعراج بھی ہے آسمان کی طرف چڑھنا۔ يَعْزُبُ: وہ غائب ہوتا ہے۔ مِثْقَالُ: وزن ومقدار۔ جِنَّةٌ: نون کی کسرہ کے ساتھ بمعنی جنون، ضمہ کے ساتھ بمعنی بچاؤ، حجاب۔ كِسَفًا: ٹکڑا۔ اَوِّبِيْ: التاويب مصدر ہے بمعنی تسبیح کرنا۔ سٰبِغٰتٍ: وسیع اور پوری پوری۔ مقولہ ہے: سبغ الدّرع والثوب زرہ اور کپڑے پورا بدن ڈھانپ لیا۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: السابغات: زرّیں: السبوغ سے وصف لایا گیا ہے۔ گویا وہ بدن پر پوری پوری آجاتی تھیں۔ شاعر کہتا ہے:

علیها اسود ضاریات لبوسهم　　　سوابغ بیض لا یخرقها النبل[1]

اس بستی پر بپھرے ہوئے ضرر رساں شیروں نے حملہ کر دیا ہے ان کا لباس سفید رنگ کی کشادہ زرّیں ہیں جنہیں تیر نہیں پھاڑ سکتے۔

السَّرْدِ:......بنا، زروں کے حلقوں کو جوڑنا اور بننا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اصل میں السرد کا معنی کسی چیز کو محکم کرنا ہے۔ لبید شاعر کہتا ہے:

صنع الحدید مضا عفًا أسرادہ　　　لینال طول العیش غیر مروم[2]

وہ لوہے کو دگنا کر کے مضبوط و محکم زرّیں بناتا ہے تاکہ اپنی مراد حاصل کیے بغیر لمبی عمر حاصل کر سکے۔

الْقِطْرِ:......پگھلا ہوا تانبا۔ جِفَانٍ: جفنہ کی جمع ہے۔ بڑا پیالا۔ الجواب: جابیۃ کی جمع ہے بمعنی بڑا حوض جس میں پانی جمع ہو اعشیٰ کہتا ہے:

نفی الذم عن آل المحلق جفنة　　　کجابیة الشیخ العراق تفهق[3]

آل محلق سے ایک پیالہ ہی ان کی رسوائی و مذمت کو دور کر دیتا ہے وہ پیالہ عراقی شیخ کے لبریز کنویں کی مانند ہے۔

مِنْسَاَتَهٗ:......عصا۔ عصا کو منسأتہ اس لیے کہتے ہیں چوں کہ عصا کے ساتھ چوپایوں کو ہانکا جاتا ہے، شاعر کہتا ہے:

اذا ربیت علی المنسأة من کبر　　　فقد تباعد عنك اللهو والغزل

جب تم بڑھاپے کی وجہ سے عصا کے بل رینگو گے اس وقت لہو و لعب اور عورتوں کی طرف میلان تم سے دور ہو جائے گا۔[4]

اللہ ہی تمام کائنات کا مالک ہے

تفسیر: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ:......تعظیم و بزرگی کی بنا پر ثنائے کامل صرف اللہ عزوجل کے لیے ہے، کائنات میں جو کچھ بھی ہے سب اس کی ملکیت ہے سب اس کی مخلوق ہے اور ساری کائنات پر اسی کا تصرف چلتا ہے۔ سب اس کے بندے ہیں۔ وہ کامل قدرت والا ہے تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اس کی وسیع رحمت کی وجہ سے۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ: تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں اس کے سوا تمام تعریفوں کا کوئی مستحق نہیں، چوں کہ وہ منعم حقیقی ہے اہل دنیا و اہل آخرت پر فضل و کرم کرنے والا ہے۔ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ: اپنے کام میں حکیم ہے اور اپنی مخلوق سے باخبر ہے، اس کے افعال میں سے کسی فعل پر اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ کا علم محیط ہے

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا:......اللہ عزوجل کی بعض معلومات کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔ یعنی زمین میں جو بارش، خزانے اور

---

[1] البحر المحیط ۷/ ۲۵۵ [2] القرطبی ۱۴/ ۲۶۹ [3] القرطبی ۱۴/ ۲۷۵ [4] البحر ۷/ ۲۵۵

مردے داخل ہوتے ہیں انہیں بخوبی جانتا ہے اور زمین سے جو فصلیں، سبزہ اور چشموں کا پانی نکلتا ہے اسے بھی بخوبی جانتا ہے۔ وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا: آسمان سے جو بارش، فرشتے اور رحمت نازل ہوتی ہے اور آسمان کی طرف اوپر جو اعمال صالحہ اور نیک دعائیں جو چڑھتی ہیں سب کو خوب جانتا ہے۔ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ: اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے، توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کے منکرین کا قول نقل کیا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَأْتِيْنَا السَّاعَةُ: آپ کی قوم کے مشرکین کہتے ہیں قیامت کبھی نہیں آئے گی اور نہ ہی مرنے کے بعد ہم دوبارہ زندہ ہوں گے، بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ قیامت کے آنے کا انکار ہے یا قیامت کا ان سے جو وعدہ کیا جاتا ہے اس کا مذاق ہے۔[۱]

قیامت ضرور آئے گی

قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَأْتِيَنَّكُمْ:...... اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے: میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ قیامت ضرور آئے گی، لامحالہ قیامت کا وقوع ہو کر رہے گا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ ان تین آیات میں سے ایک ہے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوع قیامت پر قسم اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسری سورۂ یونس کی آیت ہے: قُلْ اِيْ وَرَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (سورہ یونس، آیت ۵۳) تیسری سورۂ تغابن کی آیت ہے: قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ (سورۃ التغابن، آیت ۷)[۲] عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ: آنکھوں سے جو کچھ بھی پوشیدہ ہوتا ہے اور نظروں سے جو کچھ بھی غائب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے، عالم علوی وسفلی میں زرہ کے برابر بھی کوئی چیز اور اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ: زرّے سے کوئی چھوٹی چیز اس سے بڑی چیز کوئی بھی ایسی نہیں ہے۔ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ: مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ آیت کی غرض یہ ہے کہ کائنات میں کوئی زرّہ ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ ہو بھلا انسان اور ان کے احوال کیسے پوشیدہ ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ ہڈیاں اگرچہ پوشیدہ ہو جائیں مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے وہ کہاں چلی گئیں قیامت کے دن انہیں پھر جوڑ دے گا۔

لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ:...... کتاب مبین میں یہ بات محکم کر دی گئی ہے تاکہ دنیا میں نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اچھا بدلہ دے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ: ان کے لیے بخشش ہے اور جنت میں عزت واکرام کی روزی ہے۔ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ: رہی بات ان لوگوں کی جو ابطال قرآن پر اپنی طاقت صرف کر رہے ہیں اور ہمارے پیغمبر پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ رسالت وقرآن پر شبہات اچھال کر ہمیں عاجز کر دیں گے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ: ان مجرمین کے لیے بہت بڑا اور نہایت سخت عذاب ہوگا۔ قتادہ کہتے ہیں: الرِّجْزِ: سے مراد بہت برا عذاب ہے۔ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اہل علم اور ان کے بعد آنے والے باعمل علمائے کرام جانتے ہیں۔ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ: کہ یہ قرآن عظیم جو آپ پر اے محمد! نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اس پر باطل نہیں آئے گا۔ وَيَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ: جو اس قرآن کو مضبوطی سے پکڑے گا وہ اسے رب تعالیٰ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے کی طرف لے جائے گا اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے وہی سزاوار حمد وستائش ہے وہ اپنی ذات وصفات اور فعال میں قابل حمد ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دین اسلام سے روکنے کے متعلق مشرکین کے اسالیب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے کا ذکر ہے۔

دوسری زندگی پر کفار کا استہزا

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا:...... مشرکین کہ جو بعث بعد الموت کے منکر ہیں کہتے ہیں: هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ: کیا ہم تمہیں ایسا آدمی نہ بتائیں جو تمہیں عجیب عجیب باتیں سنائے؟ مشرکین کی مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ: جب تم قبروں میں بوسیدہ ہو جاؤ

---

[۱] البیضاوی ۲/ ۱۲۲ [۲] ابن کثیر المختصر ۳/ ۱۲۱

گے، تمہارے جسمانی اجزا زمین میں بکھر جائیں گے اور تمہارے اجساد بالکل فنا ہو جائیں گے۔ اِنَّكُمۡ لَفِيۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ: اس بوسیدگی اور فنا کے بعد تمہیں نئی زندگی ملے گی؟ اس مقال سے غرض تمسخر اور مذاق اڑانا ہے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ بات کرنے والے کفار قریش تھے، تعجب واستہزا کے طور پر انہوں نے یہ بات کی، جیسے کوئی شخص کسی کو عجیب بات سننے کے لیے کہتا ہے: کیا میں تمہیں عجیب قصہ نہ سناؤں؟ جب بعث بعد الموت ان کے نزدیک محال ہے تو بعث بعد الموت کے وقوع کی خبر دینے والے کو انہوں نے مقام عجب پر لا کھڑا کیا اور یوں انکار کی نئی راہ انہیں سوجھی حتیٰ کہ آپ کے اسم گرامی کو ہی او پرا بنا دیا اور یوں بولے۔ هَلۡ نَدُلُّكُمۡ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمۡ: باوجود یہ کہ آپ کا اسم گرامی مشہور ومعروف ہے ہر کس وناکس جانتا ہے لیکن استہزا کے لیے انہوں نے یہ روش اختیار کی۔ اَفۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمۡ بِهٖ جِنَّةٌ: اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ لیا یا اسے جنون ہو گیا ہے اور جو کہتا ہے سمجھتا نہیں؟

قرآن کا جواب

اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا: بَلِ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ: "بل" اضراب کے لیے ہے، کفار جو کذب وجنون کی بات کرتے ہیں حقیقت میں معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تو بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں اور آخرت کی تصدیق نہیں کرتے۔ فِي الۡعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الۡبَعِيۡدِ: بلکہ یہ کفار گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور حق کے متعلق حیرت کا شکار ہیں ان کے لیے آتش جہنم واجب ہو چکی ہے۔ گمراہی کی وجہ سے ان میں شعور ہی نہیں رہا حقیقت میں تو یہی انتہا درجے کی حماقت اور پاگل پن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اثبات قیامت پر دلیل ذکر کی ہے اب ایک اور دلیل ذکر کی ہے جو بمعہ تہدید کے توحید کو متضمن ہے۔

بعث بعد الموت اور قیامت کے دلائل

اَفَلَمۡ يَرَوۡا اِلٰى مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ:...... کیا وہ اس آسمان اور زمین کا مشاہدہ نہیں کرتے جس نے ان کو جمیع اطراف سے گھیر رکھا ہے؟ چنانچہ انسان جہاں بھی جائے اپنے سامنے، اپنے پیچھے، اپنے دائیں، اپنے بائیں، زمین وآسمان ہی کو دیکھے گا۔ آسمان وزمین صانع کی یکتائی پر دلالت کرتے ہیں کیا وہ غور وفکر اور تدبر نہیں کرتے اور پھر اس نتیجے پر نہیں پہنچتے کہ جس ذات نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے اور مرنے کے بعد انسانوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے؟ اس کے بعد کفار کو دھمکی دی ہے۔ اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَيۡهِمۡ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ: اگر ہم چاہیں انہیں زمین میں دھنسا دیں جیسا کہ ہم نے قارون کے ساتھ کیا یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں جیسے ہم نے اصحاب ایکہ کے ساتھ کیا، بھلا یہ کدھر بھاگیں گے؟ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ جہاں بھی ہوں میرے آسمان اور میری زمین نے ان کو گھیر رکھا ہے اور میں ان پر پوری پوری قدرت رکھتا ہوں، اگر میں چاہوں انہیں زمین میں دھنسا دوں اگر چاہوں ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دوں۔[1] اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ: یہ لوگ رب تعالیٰ کی قدرت ویکتائی کی جن علامات ونشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں ان میں دلیل اور عبرت ہے ہر اس شخص کے لیے جو توبہ کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو اور جن چیزوں کا مشاہدہ کرے ان میں غور وفکر کرنے والا ہو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا مقصد یہ ہے کہ جو ذات بلند وبالا آسمانوں اور وسیع وعریض زمین کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہ مردہ جسموں کو زندہ کرنے اور منتشر ہڈیوں کو اکٹھا کرنے پر بھی قادر ہے۔[2]

حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فضائل سے نوازا تھا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

[1] زاد المسیر ۶ / ۴۳۵ [2] ابن کثیر ۳ / ۱۲۲

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضۡلًا:...... لام مقام قسم میں ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عزت وجلال کی قسم ہم نے داؤد کو فضل عظیم عطا کیا۔ مفسرین کہتے ہیں: فضل سے مراد نبوت، زبور، پہاڑوں کا مسخر ہونا، پرندوں کا مسخر ہونا، لوہے کا نرم ہوجانا اور زرہوں کی کمال کاریگری ہے۔ یٰجِبَالُ اَوِّبِیۡ مَعَہٗ وَالطَّیۡرَ: ہم نے کہا: اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ تسبیح کرو اور جب وہ تسبیح کریں تو ان کے ساتھ تسبیح دہراؤ، اے پرندو! تم بھی ایسے ہی کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی تسبیح کرتے ان کے ساتھ پرندے بھی تسبیح کرتے تھے، چنانچہ جو جانور بھی آپ کی قرأت سنتا رو پڑتا تھا۔[1] وَاَلَنَّا لَہُ الۡحَدِیۡدَ: اور لوہے کو ہم نے ان کے سامنے نرم کر کے رکھ دیا جیسے کہ گوندھا ہوا آٹا ہوتا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے لوہا ان کے لیے مسخر کر دیا تھا انہیں آگ میں لوہا تپانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، اور نہ ہی ہتھوڑے سے لوہے پر ضربیں لگانے کی حاجت پڑتی تھی، لوہا ان کے ہاتھ میں موم اور آٹے کی مانند نرم ہوجاتا تھا۔ اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ: یہ کہ لوہے سے پوری پوری زرہیں بناؤ جو انسان کو جنگ میں بچائیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ہاتھ میں لوہا لیتے اور جو چاہتے اس سے بنا ڈالتے تھے۔ آپ علیہ السلام دن کے بعض حصے میں زرہ بنا کر رکھ دیتے جو ایک ہزار درہم کی فروخت ہوتی اس کمائی سے اپنی گزر بسر بھی کرتے اور صدقہ بھی کرتے۔[2] سٰبِغٰتٍ: محذوف موصوف کی صفت ہے یعنی دُرُوۡعًا سٰبِغٰتٍ: پوری پوری زرہیں، جو پہننے والے کو ڈھانپ دیں بلکہ بچی رہیں اور زمین پر گھسٹتی ہوں۔ وَقَدِّرۡ فِی السَّرۡدِ: زرہیں بننے میں مناسب اندازہ رکھو بایں طور کہ اس کے حلقوں میں مناسب وقفہ ہو۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ہر حلقہ دوسرے حلقے کے مساوی ہو اور جڑا ہوا ہو کہ اس میں تیر نہ گزر سکے اور نہ ہی پہننے والی کو بوجھل بنائے پوری زرہ یکساں بنی ہو۔[3] وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا: اے آل داؤد! عمل صالح کرو اور اپنے والد کی عظمت ووجاہت پر بھروسہ نہ کرلو۔ اِنِّیۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ: میں تمہارے اعمال پر مطلع ہوں اور ان پر میری نظر ہے ان کا تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے ایسا ہوجانا کوئی مستبعد نہیں ہے۔ چنانچہ لوہا آگ میں پگھل کر روشنائی کی مانند ہوجاتا ہے جس سے لکھا جاتا ہے۔ بھلا کون عقلمند ہے جو اسے قدرت خداوندی سے بعید سمجھے گا۔[4] حضرت داؤد علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حلقوں سے زرہیں بنائیں، ان سے قبل زرہیں بھاری بھرکم پرتوں سے بنائی جاتی تھیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَعَلَّمۡنٰہُ صَنۡعَۃَ لَبُوۡسٍ لَّکُمۡ لِتُحۡصِنَکُمۡ مِّنۡۢ بَاۡسِکُمۡ۔ (سورۃ الانبیاء، آیت ۸۰) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام پر کیے گئے انعامات کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت، وجاہت، بادشاہیت اور عظمت عطا کی ہوتی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر کیے گئے انعامات

وَلِسُلَیۡمٰنَ الرِّیۡحَ غُدُوُّہَا شَہۡرٌ وَّرَوَاحُہَا شَہۡرٌ:...... ہم نے سلیمان کے لیے ہوا مسخر کر دی ہوا ان کے حکم سے چلتی تھی، صبح تا ظہر ہوا کا سفر اتنا ہوتا جتنا ایک مہینے کا سفر ہوتا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت وسلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر کر دی تھی، ہوا کے دوش پر دور دراز کے فاصلے چند گھنٹوں میں طے کر لیے جاتے اور ظہر تا مغرب کا سفر اتنا ہوتا جتنا کوئی تیز رفتار ومسافر ایک مہینہ میں طے کرتا، ہوا آپ علیہ السلام کے ساتھ آپ کے لشکر کو لے کر ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتی، ایک مہینے کا سفر نصف دن میں طے ہوجاتا پھر واپسی میں بھی ایک مہینے کا سفر دن کے نصف آخر میں طے ہوجاتا، گویا دو مہینوں کا سفر ایک دن میں قطع ہوجاتا۔ وَاَسَلۡنَا لَہٗ عَیۡنَ الۡقِطۡرِ: ہم نے ان کے لیے تانبا پگھلا دیا حتیٰ کہ وہ پانی کے ابلتے ہوئے چشمے کی مانند بہتا تھا۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبا جاری کر دیا تھا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا، یہ ان کا عظیم الشان معجزہ تھا۔

---

[1] زاد المسیر ۶/۴۳۶ [2] القرطبی ۱۴/۲۶۶ [3] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/۲۹۴ [4] التفسیر الکبیر ۲۵/۲۴۵

جنات کا تابع ہونا

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ:......اور ہم نے ان کے لیے جنات مسخر کر دیے تھے جو ان کے حکم اور ارادہ سے کام کرتے تھے اور ان سے ایسے کام لیتے تھے جن سے عموماً انسان عاجز ہوتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے مسخر کرنے سے تھا۔ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا: جنات میں سے جو کوئی سلیمان کی طاعت سے روگردانی کرے گا۔ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ: ہم اسے آخرت میں دوزخ کا عذاب چکھائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کی خبر دی ہے جن کا جنات کو مکلف بنایا تھا۔ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ: یہ جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے وہ کچھ بناتے جو انہیں منظور ہوتا من جملہ ان چیزوں میں سے بلند و بالا عمارات ہیں۔ وَتَمَاثِيْلَ: اور مورتیاں۔ جو عجیب قسم کی ہوتیں، تانبے اور شیشے سے مورتیاں بنائی جاتیں، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں مورتیاں بنانا ممنوع نہیں تھا جب کہ ہماری شریعت میں مورتی بنانا ممنوع و حرام ہے تاکہ غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ ہی ختم ہو جائے۔ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ: اور بڑے بڑے لگن جو حوضوں کے مشابہ ہوتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اَلْجَوَابِ: سے مراد حوض ہیں۔ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ: اور بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہتیں اور انہیں ایک جگہ سے ہلایا نہ جاتا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الرّٰسِيٰتِ: اپنی جگہ پر جمی ہوئیں جنہیں بہت بڑی ہونے کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہلایا نہ جاتا۔[1]

آلِ داؤد کو شکر کا حکم

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ:......اور ہم نے ان سے کہا: اے آل داؤد! ان جلیل القدر نعمتوں پر اپنے پروردگار کا شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فضل عظیم اور جاہ عظیم سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رہ کر اعمال کرو تاکہ اس کا شکر ادا کر سکو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی موت کی خبر دی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا عجیب واقعہ

چنانچہ ارشاد فرمایا: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ: جب ہم نے سلیمان کی موت کا فیصلہ کیا اور ان پر موت نازل کی۔ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ: سلیمان علیہ السلام کی موت کا جنات کو پتہ دیمک نے دیا جس نے ان کے عصا کو کھالیا تھا۔ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ: جب سلیمان علیہ السلام اپنے عصا سے نیچے گر گئے تب جنات کے سامنے یہ بات کھلی کہ کاش وہ غیب کی خبر رکھتے ہوئے۔ جب کہ انہیں زعم تھا کہ وہ غیب جانتے ہیں۔ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ: اتنی طویل مدت تک ان مشقت طلب کاموں میں نہ پڑے رہتے۔ مفسرین لکھتے ہیں: انسان کہا کرتا تھا: جنات مستقبل میں پیش آنے والی باتوں (غیب) کو جانتے ہیں چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی عبادت گاہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور اپنے عصا پر ٹیک لگالی، وہیں انہیں موت آئی اور ایک سال تک اسی حالت میں رہے جب کہ جنات محنت و مشقت میں لگے رہے اور انہیں سلیمان علیہ السلام کی موت کی خبر ہی نہیں تھی یہاں تک کہ دیمک نے عصا چاٹ لیا عصا کھوکھلا ہونے کی وجہ سے ٹوٹا اور سلیمان علیہ السلام نیچے گر گئے تب جنات کو سلیمان علیہ السلام کی موت کی خبر ہوئی۔ انسان کو بھی علم ہو گیا کہ جنات غیب نہیں جانتے چوں کہ اگر وہ غیب کا علم رکھتے ہوئے تو اتنی طویل مدت تک مشقت میں نہ جتے رہتے، جنات سمجھتے تھے کہ سلیمان علیہ السلام زندہ ہیں جب کہ آپ علیہ السلام مردہ تھے۔

بلاغت:......ان آیات کریمات میں بیان و بدیع کی مختلف صورتیں نمایاں پائی جاتی ہیں ان میں سے کچھ مختصراً حسب ذیل ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ:......میں افادہ حصر کے لیے طرفین (مبتدا خبر) معرفہ لائے گئے ہیں اس کا معنی ہے سزاوار حمد و ستائش کوئی نہیں مگر اللہ تعالیٰ۔ مَا يَلِجُ وَمَا يَخْرُجُ يَنْزِلُ وَمَا يَعْرُجُ: اور اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ: میں طباق ہے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۲۴

هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ. هُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ. قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ:...... میں فعیل اور فعول کا وزن مبالغہ کے لیے ہے۔ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ: میں مقابلہ ہے۔ چنانچہ مغفرت ورزق کریم محسنین کا بدلہ قرار دیا گیا ہے۔ عذاب اور رجز الیم مجرمین کا بدلہ قرار دیا گیا ہے۔ هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ: میں استفہام برائے تمسخر واستہزا ہے اسم ذکر نہیں کیا گویا یہ باور کرانا مقصود تھا کہ وہ مجہول انسان ہے۔ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا: تنکیر برائے تفخیم ہے۔ یعنی فضل عظیم۔ داؤد کو مفعول صریح پر مقدم کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ مقدم کا اہتمام واضح ہو اور موخر کی طرف شوق دلایا جائے۔ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ: میں ایجاز حذف ہے۔ مقدر عبارت یوں ہے: غدوها مسيرة شهر رواحها مسيرة شهر. وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ حرف تشبیہ مذکور ہے جب کہ وجہ شبہ محذوف ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ
بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿١٥﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ
ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا
الْكَفُوْرَ ﴿١٧﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ
سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ
اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ
اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ
ع يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿٢١﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ
مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا
مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ
الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا
وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ
النصف ع لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ
بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ

إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ ۚ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ
الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُم ۖ بَلْ كُنتُم
مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَن
نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا ۚ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۚ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ
الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٣٣﴾

ترجمہ:...... واقعی بات ہے کہ قوم سبا کے لیے ان کے ٹھہرنے کی جگہ میں بڑی نشانی تھی، دائیں بائیں دونوں طرف باغوں کی قطاریں تھیں، کھاؤ
اپنے رب کے رزق سے اور اس کا شکر ادا کرو، عمدہ شہر ہے اور رب بخشنے والا ہے۔ ﴿۱۵﴾ سو انہوں نے روگردانی کی لہٰذا ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیج
دیا اور ہم نے ان کے باغوں کے بدلے میں دو ایسے باغ دے دیے جن میں بدمزہ پھل اور جھاؤ کے درخت تھے۔ اور کچھ تھوڑے سے بیری کے
درخت تھے۔ ﴿۱۶﴾ ہم نے انہیں یہ سزا ان کے کفر کی وجہ سے دی اور ہم ناشکروں ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔ ﴿۱۷﴾ اور ہم نے ان کے درمیان ان کے چلنے
کا ایک خاص انداز رکھا تھا، ان میں راتوں کو چلو اور دن میں چلو امن و امان کے ساتھ۔ ﴿۱۸﴾ سو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب دوری کر دیجیے
ہمارے سفروں کے درمیان اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، سو ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور انہیں پوری طرح تتر بتر کر دیا بے شک اس میں
ہر صابر و شاکر کے لیے بڑی عبرتیں ہیں ﴿۱۹﴾ اور یہ بات واقعی ہے کہ ان کے بارے میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پالیا سو سب اس کے اتباع میں لگ
گئے سوائے مؤمنین کی تھوڑی سی جماعت کے۔ ﴿۲۰﴾ اور ابلیس کا ان لوگوں پر کوئی زور نہ تھا بجز اس کے اور کسی وجہ سے انہیں کہ ہم یہ جان لیں کہ
آخرت پر ایمان لانے والا کون ہے جو ان لوگوں سے علیحدہ ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں اور آپ کا رب ہر چیز پر نگران ہے۔ ﴿۲۱﴾ اور ہم
نے ان کے درمیان اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے۔ آپ فرما دیجیے کہ
اللہ کے سوا تم نے جنہیں معبود سمجھ رکھا ہے انہیں پکارو وہ ایک ذرہ کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں نہ زمینوں میں، اور ان دونوں میں ان
کا کچھ ساجھا نہیں، اور ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار نہیں۔ ﴿۲۲﴾ اور اس کے پاس سفارش کام نہیں دے سکتی سوائے اس کے جس کے لیے اجازت دی
ہو یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا، جواب میں کہتے ہیں کہ حق ہی فرمایا اور وہ
برتر ہے بڑا ہے۔ ﴿۲۳﴾ آپ فرما دیجیے کہ کون تمہیں رزق دیتا ہے آسمانوں سے اور زمین سے آپ فرما دیجیے کہ اللہ! اور بے شک ہم یا تم ضرور راہ
راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں۔ ﴿۲۴﴾ آپ فرما دیجیے! ہم نے جو جرم کیے تم سے اس کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے ان کاموں کے بارے میں
سوال نہ ہوگا جو تم کرتے ہو۔ ﴿۲۵﴾ آپ فرما دیجیے کہ ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمائے گا اور وہ بڑا فیصلہ
فرمانے والا ہے خوب جاننے والا ہے۔ ﴿۲۶﴾ آپ فرما دیجیے! مجھے دکھا دو وہ لوگ جنہیں تم نے شریک بنا کر اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے، ہرگز نہیں بلکہ وہ
اللہ ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔ ﴿۲۷﴾ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر، لیکن بہت سے لوگ نہیں
جانتے۔ ﴿۲۸﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ ﴿۲۹﴾ آپ فرما دیجیے کہ تمہارے لیے ایک خاص دن کا وعدہ ہے اس سے نہ ایک
ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔ ﴿۳۰﴾ اور کافروں نے کہا کہ ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلے جو کتابیں تھیں ان پر ایمان نہ
لائیں گے اور اگر آپ اس وقت کی حالت دیکھ لیں جبکہ یہ ظالم لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، ہر ایک دوسرے پر بات کو ڈال
رہا ہوگا، نیچے درجہ والے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوتے۔ ﴿۳۱﴾ بڑے لوگ چھوٹے درجے کے لوگوں
سے کہیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا تھا اس کے بعد کہ تمہارے پاس ہدایت آئی، بلکہ بات یہ ہے کہ تم مجرم تھے۔ ﴿۳۲﴾ اور نیچے درجہ

والے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے تھے بلکہ رات دن تمہاری مکاری نے روکا تھا جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ شرک کریں اوراس کے لیے شریک قرار دیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ندامت کو چھپالیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں صرف انہیں کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔۳۳

ربط وتعارف: ......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کا شکرادا کرنے والوں یعنی حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہوا اب رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والوں یعنی اہل سبا ذکر فرما رہے ہیں۔ اس واقعہ سے قریش کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والوں کو مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پھر کفار مکہ کو رب تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائی جارہی ہیں تا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اوراس کا شکرادا کریں۔

لغات: سَبَإٍ: ......عرب کا ایک قبیلہ جو یمن میں مقیم تھا، ان کے جدِ اعلیٰ کے نام پر قبیلہ موسوم ہوا ان کے جدِ اعلیٰ کا نام سبا بن یشجب بن قحطان تھا۔ الْعَرِمِ: دو چیزوں کے درمیان روک اور رکاوٹ۔ نحاس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پہاڑوں کی درمیان جو تالاب بنالایا جاتا ہے اور بند بنا کر پانی روکا جاتا ہے اس بند کو "العرم" کہا جاتا ہے۔[1] خَمْطٍ: الخمط بیکار کٹی اور کڑوی چیز، زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زمین سے اُگنے والی ہر ایسی چیز جو کڑوی ہو اوراس کا کھانا ناممکن ہو وہ خمط ہے۔ مبرد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہر وہ چیز جو ناپسندیدہ حالت میں تبدیل ہو جائے جیسے دودھ کا کھٹا ہو جانا وہ خمط ہے۔ أَثْلٍ: الاثل۔ بے ثمر درخت، فراء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اثل جھاؤ کے درخت کے مشابہ ہوتا ہے ہاں البتہ وہ جھاؤ سے لمبا ہوتا ہے۔ اسی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر بنایا گیا تھا۔ واحد أثلة ہے۔ سِدْرٍ: فراء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سرو کو کہا جاتا ہے۔ ازہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سدر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جس سے کسی قسم کا نفع نہیں اٹھایا جاتا اوراس کے پتوں سے صابن کا کام نہیں لیا جاتا اس کا پھل ہوتا ہے لیکن کھایا نہیں جاتا۔ ایک وہ سدر جو پانی کی سطح پر اُگتی ہے اس کے دانے بھی ہوتے ہیں اور پتوں سے صابن کا کام لیا جاتا ہے۔ ظَهِيرٍ: مددگار۔ الْفَتَّاحُ: قاضی، حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا۔

قوم سبا کے دو باغ

تفسیر: لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ: ......لام مقام قسم میں ہے۔ یعنی اللہ کی قسم قوم سبا کے لیے خود ان کی جائے رہائش میں بڑی نشانیاں تھیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی تھیں اوراس امر پر بھی دلالت کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نیکوکار کو اس کی نیکی کا بدلہ دینے اور گناہگار کو اس کی برائی کا بدلہ دینے پر قادر ہے۔ جب قوم سبا نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ملک کو تباہ کر کے رکھ دیا اوران کی جمعیت کو منتشر کر دیا، انہیں ہلاک کر کے آنے والوں کے لیے نشان عبرت بنا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کی وجہ بتائی ہے۔ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ: دو بڑے بڑے باغات تھے ان میں انواع واقسام کے پھل تھے۔ وادی کی دائیں طرف سرسبز وشاداب باغات تھے اوراسی طرح بائیں طرف بھی۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قوم سبا کے باغات سرسبز وشاداب اور پھل دار تھے، لوگ ان کے سایوں سے لطف اندوز ہوتے تھے، باغات میں پھلوں کی اس قدر بہتات ہوتی تھی کہ اگر کوئی عورت سر پر ٹوکرا رکھ کر باغات کے اندر سے گزر رہی ہوتی تو ٹوکری پھلوں سے بھر جاتی جب کہ اسے پھل توڑنے کی زحمت نہ کرنی پڑتی خود بخود پھل گر کر ٹوکری میں پڑ جاتے۔[2]

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دائیں اور بائیں دو باغات ہونے سے یہ مراد نہیں کہ بس صرف دو ہی باغات تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ دو رویہ یعنی شہر کی دائیں طرف باغات کی پوری جماعت تھی اور بائیں طرف بھی، بہت سارے باغات تھے۔ گویا ایک طرف کے باغات اس طرح متلاصق تھے کہ دیکھنے میں ایک ہی بڑا وسیع باغ معلوم ہوتا اسی طرح دوسری طرف بھی۔[3] كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ: ہم نے پیغمبروں کی زبانی قوم سبا سے کہا: اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام سے کھاؤ اوران نعمتوں پر اپنے رب کا شکرادا کرو۔

---

[1] القرطبی ۱۴/ ۲۸۶ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۲۶ [3] حاشیۃ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۸۵، والکشاف ۳/ ۴۵۴

قوم سبا کی عمارتیں اور پانی کے بند

بَلۡدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوۡرٌ: …… یہ شہر جس میں تم رہتے وہ عمدہ شہر ہے اور رب تعالیٰ ہے جو شکر کرنے والے کو بخشنے والا ہے۔ شہر کے عمدہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی زمین نہایت زرخیز، فضا و موسم بہت عمدہ اور خیر و بھلائی کا مرکز ہے۔ فَاَعۡرَضُوۡا فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ سَیۡلَ الۡعَرِمِ: چنانچہ قوم سبا نے اللہ تعالیٰ کی طاعت سے اعراض کیا، اس کی نعمتوں کی ناشکری کی اور پیغمبروں کی حکم سے پہلو تہی کی، ہم نے ان پر تباہی مچا دینے والا سیلاب چھوڑ دیا جس کی شدید طغیانی کے آگے کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا تھا، سیلاب میں قوم سبا کے گھر اور باغات تباہ ہو کر رہ گئے، طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب قوم سبا نے پیغمبروں کی تصدیق سے اعراض کیا تو ان کے ڈیم کے آگے باندھے ہوئے بند میں سوراخ ہونے لگے پھر بند ٹوٹنے سے ان کے باغات میں زوردار سیلاب آ گیا، باغات تباہ ہو گئے اور ان کی زمینیں اور گھر سیلاب میں بہہ گئے۔[1] وَبَدَّلۡنٰهُمۡ بِجَنَّتَیۡهِمۡ جَنَّتَیۡنِ ذَوَاتَیۡ اُكُلٍ خَمۡطٍ: ہم نے ان کے دورویہ باغات کے بدلے میں ایسے باغات دیے جن میں صرف یہ چیزیں رہ گئیں بدمزہ و کڑوا پھل وَّاَثۡلٍ وَّشَیۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِیۡلٍ: اور کچھ ایسے درخت جن کے پھلوں سے نفع نہیں اٹھایا جاتا جیسے جھاؤ درخت اور جنگلی بیری۔ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اہل سبا پر ڈیم کا پانی چھوڑ دیا جس نے ان کے اموال غرق کر دیے ان کے گھر تباہ ہو گئے۔ "خط" سے مراد ہر ایسا درخت جس کے کانٹے ہوں اور اس کا پھل کڑوا ہو۔ "الاثل" جھاؤ کی ایک قسم جس پر بعض اوقات پھل آتا ہے جیسے مازو کا درخت ہوتا ہے۔ سدر معروف درخت ہے یعنی جنگلی بیری قَلِیۡلٍ: چوں کہ یہاں کے خوبصورت درختوں میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قوم سبا کی تباہی کی منظر کشی کی ہے۔

چنانچہ لوگوں کے آباد باغات میں درخت متناسب ہوتے ہیں اور ان کا پھل بھی موزوں ہوتا ہے۔ اور جب ان باغات کو غیر آباد چھوڑ دیا جائے تو وہ گنجان درختوں کے جھرمٹ بن جاتے ہیں باغات میں درختوں اور جھاڑ جھنکار کی بہتات ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے پھل دار درخت تلف ہو جاتے ہیں اور اور جو بچ رہتے ہیں ان کے پھلوں میں قلت پڑ جاتی ہے یوں باغات تباہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔[2] مفسرین کہتے ہیں: جَنَّتَیۡنِ: کے عنوان سے بدل لانے میں تہکم ہے چوں کہ جھاؤ اور جنگلی بیری جس کا پھل کڑوا ہو کے درختوں کو باغ نہیں کہا جاتا چوں کہ ان درختوں سے نفع نہیں اٹھایا جاتا البتہ مشاکلۃً یہ تعبیر لائی گئی۔ ذٰلِكَ جَزَیۡنٰهُمۡ بِمَا كَفَرُوۡا: یہ رسوا کن بدلہ جو ہم نے ان کو دیا ان کی کفر کے بسبب تھا۔ وَهَلۡ نُجٰزِیۡۤ اِلَّا الۡكَفُوۡرَ: ہم یہ شدید بدلہ اسی شخص کو دیتے ہیں جو کافر ہو اور وہ کفر میں مبالغہ کرتا ہو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ایسی سزا کافر ہی کو دی جاتی ہے چوں کہ مؤمن کی برائیوں کا کفارہ ہو جاتا ہے جب کہ کافر کو اس کے ہر برے عمل کا بدلہ ملتا ہے۔[3]

برکت والی بستیاں

وَجَعَلۡنَا بَیۡنَهُمۡ وَبَیۡنَ الۡقُرَی الَّتِیۡ بٰرَكۡنَا فِیۡهَا قُرًی ظَاهِرَةً: …… اہل سبا پر کیے گئے انعامات کا یہ تتمہ ہے۔ ہم نے سبا کے شہر اور تمام جہانوں کے لیے بابرکت شامی بستیوں کے درمیان بہت ساری بستیاں آباد کر رکھی تھیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب واقع تھیں حتیٰ کہ ایک بستی سے دوسری بستی کو دیکھا جا سکتا تھا۔ مسافر بستیوں سے قیام و طعام کا نفع اٹھاتے تھے۔ وَقَدَّرۡنَا فِیۡهَا السَّیۡرَ: ہم نے قوم سبا کی بستیوں اور شامی بستیوں میں مسافت ایک اندازے کے مطابق مقرر کر رکھی تھی، جو منزل بہ منزل اور بستی بہ بستی ہوتی تھی۔ سِیۡرُوۡا فِیۡهَا لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیۡنَ: ہم نے ان سے کہا: ان بستیوں کے درمیان جب تم چاہو بلا خوف و خطر امن کے ساتھ سفر کرو دن کے وقت بھی اور رات کے وقت بھی۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قوم سبا کا کوئی مسافر جب صبح کے وقت سفر کرتا دوپہر کو بستی میں آرام کرتا اور شام کے وقت سفر پر نکلنے والا رات کسی بستی میں گزارتا یوں وہ بھوک و پیاس سے بے خوف ہو کر سفر کرتا جاتا، اسے اپنے ساتھ نہ توشہ لے کر جانے کی حاجت ہوتی، بلا خوف و خطر بڑے امن کے ساتھ یمن و شام کے درمیان سفر کرتے تھے۔

---

[1] حاشیۃ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۸۵ والکشاف ۳/ ۵۴ [2] القرطبی ۱۴/ ۲۸۸۔ چنانچہ آزاد کشمیر وادی نیلم بن کیرن سیکٹر سے ۱۹۹۸ء میں بھارتی تسلط کی وجہ سے لوگوں نے ہجرت کر لی اور ان کے باغات یہی نقشہ پیش کرتے ہیں۔ [3] تفسیر الکشاف ۳/ ۴۵۵

اہل سبا کی احمقانہ درخواست

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا:.....قوم سبا نے خدائی نعمتوں کے مقابلہ میں ناشکری کی جس روش کو اپنایا اس کی خبر دی جا رہی ہے یعنی جب وہ نعمتوں سے اکتا گئے، عافیت و راحت سے انہیں ملال ہونے لگا تو وہ اللہ تعالیٰ سے خوستگار ہوئے کہ متصل بستیوں کے درمیان دوری ڈال دی جائے تاکہ وہ جنگلوں میں سفر کریں اور اپنے ساتھ زادِ راہ لے کر چلیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ان کے مطالبہ کو قبول کر لیا۔ چنانچہ درمیانی بستیوں کو اجاڑ دیا اور ان بستیوں کو بیابانوں میں بدل دیا۔ وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ: کفر اور نعمتوں کی ناشکری کے بسبب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ: ہم نے ان کو قصے کہانیاں بنا دیا جو بعد میں آنے والوں کو سنائی جاتی تھیں۔ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ: ہم نے مختلف شہروں میں ان کو تتر بتر کر دیا۔

قوم سبا کا حال عبرت ناک ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ:.....ان کے مذکورہ قصے میں عبرتیں اور نصیحتیں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو آزمائش پر صبر کرتا ہو، اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہو، قوم سبا کے قصے سے مقصد لوگوں کو کفرانِ نعمت سے ڈرانا ہے تاکہ ان پر وہ عذاب نہ آئے جو پہلے لوگوں پر آیا۔ اسی لیے قوم سبا کا قصہ ضرب المثل بن گیا، حتیٰ کہ ان کی ہلاکت کی کہاوت مشہور ہوگئی اور یوں کہا جانے لگا۔ ذھبوا ایدی السبا۔ یعنی سبا قوم تباہ ہوگئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی گمراہی کا سبب بیان کیا ہے۔

زوال کا سبب شیطان کا اتباع تھا

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ:.....ان گمراہ لوگوں کے بارے میں ابلیس لعین کا گمان متحقق ہو چکا چنانچہ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ انہیں گمراہ کر کے رہے گا اس نے قسم کھا کر کہا تھا لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (سورۃ الحجر، آیت ۳۹) چنانچہ ابلیس کا کہنا متحقق ہوا، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ابلیس نے ایک ظن کا اظہار کیا تھا اس کا ظن سچ ہوا۔[1] فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: جس گمراہی کی طرف اس نے لوگوں کو دعوت دی تھی لوگوں نے اس کی اتباع کی، البتہ مؤمنین کی مختصر سی جماعت اس کی پیروی سے دور رہی۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی مؤمنین میں سے مختصر جماعت ہی سلامت رہی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ سب مؤمنین ہی تھے گویا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق مِنَ بیانیہ ہے تبعیض کے لیے نہیں ہے۔ ابلیس غیب دان نہیں ہے پھر اسے اپنے ظن کا سچ ہونا اس لیے معلوم ہو گیا کہ جب اس نے آدم علیہ السلام پر جنت میں اپنا داؤ چلا لیا تو وہ سمجھ گیا کہ اس کا مکر و فریب آدم کی اولاد پر بھی چل سکتا ہے، چنانچہ اس کے ظن کے تحقق کا وقوع ہو چکا۔[2]

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ: ابلیس کو ان پر وسوسہ کے ذریعے تسلط و غلبہ کا اختیار حاصل نہیں تھا۔ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ: ہاں البتہ ایک اہم حکمت کے پیش نظر وہ یہ کہ ہم تاکہ اپنا علم اپنے بندوں کے سامنے ظاہر کر دیں کہ آخرت کی تصدیق کرنے والا کون ہے اور آخرت کے متعلق شک کرنے والا کون ہے ہم ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ابلیس نے ان کو کفر پر مجبور نہیں کیا بلکہ ابلیس نے کفر آراستہ کر کے ان کے سامنے پیش کیا۔[3] حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم ابلیس نے ان کفار کو عصا سے مارا نہیں، اور نہ ہی انہیں کسی چیز پر مجبور کیا، ابلیس نے تو انہیں دھوکا دیا اور ان کے سامنے نفسانی خواہشات مزین کر کے پیش کیں اور ان کی دعوت دی، کفار نے اس کی دعوت قبول کر لی۔[4] وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ: اے محمد! تمہارا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے، اس پر بندوں کے عمال میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ان کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے اور وہ ان کی نیتوں اور احوال سے بخوبی واقف ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: شیطان گمراہی کا سبب ہے گمراہی کا خالق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کی نگرانی کرنا چاہتا ہے شیطان کو اس سے دور رکھتا ہے، جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے شیطان کو اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔[5]

---

[1] الطبری ۲۲/۶۰ [2] القرطبی ۱۴/ ۲۹۲ [3] القرطبی ۱۳/ ۹۳ [4] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۲۸ [5] حاشیۃ الصاوی ۳/ ۲۹۸

انسان پر شیطان کو مسلط کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا امتحان لینا چاہتا ہے تاکہ ناپاک اور پاکباز میں امتیاز ہو جاتا ہے، اور لِنَعْلَمَ: سے مراد یہ ہے کہ ہم مخلوق کے لیے تاکہ اپنا علم ظاہر کر دیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو ما کان وما یکون کا جاننے والا ہے۔

مشرکین مکہ کو تنبیہ

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ:...... اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے اپنے ان شرکا یعنی بتوں کو بلاؤ جن کی تم عبادت کرتے ہو اور تم ان کے خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہو انہیں پکارو تاکہ تمہارے لیے خیر و بھلائی کو کھینچ لائیں اور تمہاری تنگی تکلیف کو دور کریں ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بتوں کو پکارنے کا حکم تعجیز (مشرکین کو عاجز قرار دینے) اور ان پر حجت قائم کرنے کے لیے دیا گیا ہے۔[1] لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ: تمہارے ان باطل خداؤں کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شراکت داری نہیں نہ تخلیق میں نہ بادشاہت میں اور نہ ہی تصرف میں وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ: ان معبودان باطلہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو کائنات کے انتظام و انصرام میں اس کا معاون ہو بلکہ وہ اکیلا کائنات کا خالق و مالک ہے۔ وہ اکیلا زندگی اور موت دیتا ہے۔ معبودان سے تخلیق و تدبیر اور ملکیت کی نفی کی اب ان کی شفاعت کی نفی کی جا رہی ہے۔ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ: اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی فرشتے کسی نبی کو شفارش کا اختیار حاصل نہیں ہوگا، یہاں تک کہ اسے سفارش کی اجازت نہ دے دی جائے۔ بھلا مشرکین کیسے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی معبودان کی سفارش کریں گے؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی عظمت، جلال و کبریائی کے پیش نظر کسی کو بھی اس کے ہاں سفارش کی جرأت نہیں ہوگا ہاں البتہ جب رب تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہو جائے گی پھر سفارش ہو سکے گی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۵۵) وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى۔ (سورۃ الانبیاء، آیت ۲۸) شفاعت کا مرتبہ سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا چوں کہ آپ عالی مقام اس منصب جلیلہ کا متقاضی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفیع اکبر ہیں۔ یہ اس وقت ہوگی جب آپ مقام محمود پر کھڑے ہوں گے اور مخلوق کی سفارش کریں گے۔[2]

ملائکہ پر اللہ کی ہیبت و عظمت کا اثر

حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ:...... یہاں تک کہ جب سفارش کرنے والے فرشتوں اور انبیا کے دلوں سے خوف کے بادل چھٹ جائیں گے۔ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ: لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: تمہارے پروردگار نے شفاعت کے بارے میں کیا کہا؟ وہ انہیں جواب دیں گی: مؤمنین کے لیے شفاعت کی اجازت دی ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ انبیا اور فرشتوں کو شفاعت کی اجازت دے گا جب کہ اللہ تعالیٰ سے بہت خوفزدہ ہوں گے، چوں کہ اس حالت کے ساتھ قیامت کے ہولناکی بھی شامل ہو گیا اور شدید خوف بھی ہوگا کہ ان سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہو جائے، جب یہ حالت چھٹ جائے گی فرشتوں سے کہیں گے: تمہارے رب نے کیا کہا؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا؟ جواب دیں گے: اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لیے شفاعت کی اجازت دی ہے۔[3]

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ:...... اللہ تعالیٰ بلندی رتبہ اور کبریائی میں متفرد ہے، اپنی سلطنت و جلال میں عظیم تر ہے۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ شفعا کے کلام کا تتمہ ہے۔ یہ بات رب تعالیٰ کی عظمت و جلال کے اعتراف میں کہیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو بات کرنے کی اجازت نہیں حاصل ہوگی۔[4] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت کرنے کے متعلق مشرکین کی توبیخ کی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے کہ آسمانوں سے بارش نازل کر کے تمہیں کون رزق دیتا ہے؟ اور زمین سے فصلیں اور پھل اگا کے کون رزق دیتا ہے؟ قُلِ اللّٰهُ: ان سے کہہ دیجیے: اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے تمہارے معبودان رازق نہیں۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پیغمبر علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا ہے تاکہ ان پر حجت قائم کرنے کے لیے ان سے سوال کریں اور یہ کہ جو ذات رازق ہے وہی عبادت کی مستحق ہے، مشرکین اللہ کے علاوہ

---

[1] البحر المحیط ۷/ ۲۷۵ [2] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/ ۱۲۹ [3] القرطبی ۱۴/ ۲۹۵ [4] ابوالسعود ۴/ ۲۳۱

کسی اور کو رازق نہیں مانتے اسی لیے جواب میں آیا۔ قُلِ اللّٰهُ: چوں کہ وہ اس کے علاوہ کوئی اور جواب نہیں دیں گے۔[1]

کفار کی غلطی پر تنبیہ کا ایک حکیمانہ

وَاِنَّآ اَوْ اِیَّاکُمْ لَعَلٰی هُدًی اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ: ...... ہم اور تم میں سے کوئی ایک فریق یا ہدایت پر ہے یا صریح گمراہی پر، یہ مدمقابل کے ساتھ نہایت انصاف کی بات ہے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کلام شک کے مقام سے نکلا ہے چوں کہ یہ بات واضح ہے کہ جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ ہدایت پر رہتا ہے اور جو جمادات کی عبادت کرتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے۔ اس اسلوب میں انصاف ہے اور دعویٰ میں نرمی ہے۔ اس میں مشرکین کی گمراہی پر تعریض بھی ہے، جو صراحتاً رد سے ابلغ ہے۔ جسے عرب کا محاورہ ہے۔ أخزى الله الكاذب مني منك یعنی مجھ اور تم میں سے جو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے' باوجود یہ کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس کا ساتھی جھوٹا ہے۔[2]

ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے

قُلْ لَّا تُسْئَلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ: ...... جو جرم ہم سے سرزد ہو اس پر تم ہم سے مواخذہ نہ کرو اور جو عمل تم سے سرزد ہو ہم تم سے اس کا مواخذہ نہیں کریں گے۔ ہر انسان کو اس کے جرم کی سزا ملتی ہے۔ آیت میں ملاطفت ہے اور مناظرہ میں انصاف کی ایک شان ہے۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ زیادہ انصاف پسندی کی بات ہے اور پہلی بات سے زیادہ بلیغ ہے، چوں کہ جرم کی نسبت اپنی طرف کی گئی ہے اور مخاطبین کی طرف عمل کی نسبت کی گئی ہے۔ قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمیں آپس میں جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان برحق فیصلہ کرے گا۔ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ: اللہ تعالیٰ حاکم عادل ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا، مخلوق کے احوال سے بخوبی واقف ہے، حق پرست کو جنت میں داخل کرے گا اور باطل پرست کو دوزخ کا ایندھن بنادے گا۔ قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا: مشرکین کے شرک اور ان کی خطا کے اظہار پر یہ دوسری توبیخ ہے یعنی یہ بت مجھے دکھلاؤ جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ ملحق کر رکھا ہے اور جنہیں تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے، تاکہ میں دیکھو کہ کس صفت کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کے مستحق ہوئے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں؟ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین پر الزام حجت کے بعد یہ توبیخ مزید ہے۔[3] بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ: مشرکین کو ایک اور ڈانٹ پلائی جارہی ہے یعنی معاملہ ایسا نہیں جیسا تم سمجھتے ہو کہ اللہ کا کوئی شریک ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ یکتا معبود ہے جو اپنے حکم پر غالب ہے اور اپنی مخلوق کی تدبیر و انتظام میں حکیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تمام انسانوں کے لیے انعام

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا: ...... اے محمد! ہم نے اپ کو صرف عرب کی طرف مبعوث نہیں کیا بلکہ ہم نے آپ کو عام مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ آپ مؤمنین کو جنت کی خوشخبری سنانے والے ہیں اور کفار کو دوزخ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ: لیکن ان کفار کو اس حقیقت کا علم نہیں، ان کی جہالت انہیں گمراہی پر ابھارتی ہے۔ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ: مشرکین تمسخر اور مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں: جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو یہ کب ہوگا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو؟ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مؤمنین سے ہے۔ قُلْ لَّكُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ: تمہارے لیے عذاب کا ایک متعین وقت ہے لامحالہ وہ وقت آ کر رہے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے عناد و تکذیب کی خبر دی ہے۔

---

[1] تفسیر ابن الجوزی ۶/ ۴۵۴ [2] البحر المحیط ۷/ ۲۷۹ [3] تفسیر ابوالسعود ۴/ ۲۳۱

کفار کا انکار

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ بِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَلَا بِالَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ: ......ہم ہرگز قرآن کی تصدیق نہیں کریں گے اور نہ ہی ان آسمانی کتابوں کی تصدیق کریں گے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں اور بعث بعد الموت پر دلالت کرتی ہیں۔وَلَوۡ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ: اے محمد! اگر آپ حساب کی جگہ ان ظالموں جو بعث بعد الموت کے منکر ہیں کا حال دیکھ لیتے۔يَرۡجِعُ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضِ اۨلۡقَوۡلَ: وہ ایک دوسرے کو ملامت کر رہے ہوں گے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہیں ہوں گے لَوۡ جواب محذوف ہے اور ہولنا کی ظاہر کرنے کے لیے حذف کیا گیا ہے تقدیری عبادت کا ماحاصل یہ ہے ”تو آپ نہایت رسوائی والی حالت دیکھتے۔“يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ لَكُنَّا مُؤۡمِنِيۡنَ: یعنی متبعین اپنے رؤساسے کہیں گے: اگر تم ہمیں گمراہ نہ کرتے تو ہم ہدایت پر ہوتے، اور سچے مؤمنین ہوتے۔قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰكُمۡ عَنِ الۡهُدٰى بَعۡدَ اِذۡ جَآءَكُمۡ: رؤسا کمزور لوگوں (متبعین) سے جواباً کہیں گے: کیا ہم نے تمہیں ایمان لانے سے روکا جب تمہارے پاس ایمان کی دعوت پہنچی اس کے بعد؟ معاملہ ہرگز ایسے نہیں ہے۔بَلۡ كُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِيۡنَ: بلکہ تم نے خود اپنے تئیں کفر کیا ہے، چوں کہ تم کے مجرم تھے اور جرم کے تم خوکر تھے۔وَقَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا بَلۡ مَكۡرُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ: متبعین اپنے بڑوں سے کہیں گے: بلکہ دن رات تم ہمارے ساتھ فریب کرتے رہے ہو، اسی تمہارے مکر و فریب نے ہمیں ایمان سے روکا ہے۔اِذۡ تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ اَنۡ نَّكۡفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجۡعَلَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا: تم ہمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتے تھے اور یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائیں اگر تم کفر و باطل کو آراستہ کر کے ہمارے سامنے پیش نہ کرتے تو ہم کفر نہ کرتے۔

آخرت میں کفار کا پچھتاوا

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ: ......فریقین میں سے ہر کوئی جب عذاب کو دیکھے گا تو وہ ترک ایمان پر ہونے والی ندامت کو چھپائے گا۔ عار دلانے کے خوف سے ندامت کو چھپائیں گے۔وَجَعَلۡنَا الۡاَغۡلٰلَ فِىۡۤ اَعۡنَاقِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا: ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے تاکہ دوزخ میں ان کے عذاب میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے۔هَلۡ يُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ: انہیں تو بس ان کے اپنے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور انہیں ان کے کفر و ضلالت کی سزا ملے گی۔

بلاغت: ......یہ آیات بیان و بدیع کی مختلف اصناف اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

يَمِيۡنٍ وَّشِمَالٍ. بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا. تَسۡتَقۡدِمُوۡنَ وَتَسۡتَاۡخِرُوۡنَ. اسۡتُضۡعِفُوۡا اسۡتَكۡبَرُوۡا: میں طباق ہے۔ یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔وَقَدَّرۡنَا فِيۡهَا السَّيۡرَ ؕ سِيۡرُوۡا: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ سِيۡرُوۡا" السَّيۡرَ سے مشتق ہے۔قُلِ ادۡعُوا الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ: جمادات جو نہ سنتے ہیں اور نہ حس رکھتے ہو کو پکارنے کا حکم دیا گیا ہے مشرکین کو عاجز قرار دینے کے لیے اس میں تعجیز ہے۔قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ: میں توبیخ ہے۔قُلِ اللّٰهُ: میں خبر محذوف ہے اور سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے یعنی قل الله الخالق الرازق للعباد۔اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ: میں صیغہائے مبالغہ ہیں۔ چنانچہ وفعال، فعول، فعیل مبالغہ کے اوزان ہیں۔وَلَوۡ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ: میں لَوۡ کا جواب تہویل کے لیے حذف ہے۔بَلۡ مَكۡرُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ: میں مجاز عقلی ہے۔ مکر کا اسناد الَّيۡلِ کی طرف کیا گیا ہے جب کہ مشرکین رات کے وقت مکر و فریب کرتے تھے۔ یہ مجاز عقلی ہے۔لَنۡ نُّؤۡمِنَ بِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَلَا بِالَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ: میں استعارہ ہے۔ چنانچہ ”یدین“ قرآن کے نہیں ہوتے لیکن یہ ماسبق کتب سماویہ کے لیے استعارہ ہے۔وَهَلۡ نُجٰزِىۡۤ اِلَّا الۡكَفُوۡرَ ﴿۱۷﴾ وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمۡ وَبَيۡنَ الۡقُرَى الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرۡنَا فِيۡهَا السَّيۡرَ ؕ سِيۡرُوۡا فِيۡهَا لَيَالِىَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيۡنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوۡا رَبَّنَا بٰعِدۡ بَيۡنَ اَسۡفَارِنَا وَظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ وَمَزَّقۡنٰهُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ: میں رعایت فاصلہ ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ
اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۧ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ ع
صَالِحًا ۡ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَزَاۗءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ
اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ
وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ
يَقُوْلُ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اَهٰٓؤُلَاۗءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا
يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ
وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا
بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ
مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ
كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ ۭ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا
مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ ۧ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا ع
لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ
شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾
قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ
اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰي نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓى
اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ ۙ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ
بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ
مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾ ۧ ع

ترجمہ: ......اور کسی بستی میں ہم نے کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر ہوا یہ کہ ان کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بلاشبہ تم جو کچھ دے کر بھیجے گئے ہو ہم اسے
نہیں مانتے۔﴿۳۴﴾ اور انہوں نے کہا کہ ہمارے اموال و اولاد تم سے زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب ہونے والا نہیں ہے۔﴿۳۵﴾ آپ فرما دیجیے کہ بلاشبہ

میرا رب جس کے لیے چاہے روزی کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ ۳۶ اور تمہارے اموال اور اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارا مقرب بنا دیں مگر ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، سو ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال کی وجہ سے ایسا صلہ ہے جو بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا اور وہ بالا خانوں میں امن وچین سے ہوں گے۔ ۳۷ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں ہرانے کی کوشش کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔ ۳۸ آپ فرما دیجیے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے روزی کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے اور جو بھی کوئی چیز تم خرچ کرو گے سو وہ اس کے بعد اس کا عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ ۳۹ اور جس دن اللہ سب کو جمع فرمائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟۔ ۴۰ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں، آپ ہمارے ولی ہیں ان سے ہمارا کچھ تعلق نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے ان میں سے اکثر ان پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ ۴۱ سو آج تم میں سے بعض بعض کے لیے کسی نفع یا ضرر کے مالک نہیں، اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ دوزخ کا عذاب چکھ لو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ ۴۲ اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو یہی چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو ان چیزوں سے روک دے جن کی تمہارے باپ دادے عبادت کیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ تو محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے۔ اور کافروں نے حق کے بارے میں کہا جب ان کے پاس آ گیا یہ محض ایک جادو ہے کھلا ہوا۔ ۴۳ اور ہم نے انہیں کتابیں نہیں دی تھیں جن کو وہ پڑھتے پڑھاتے ہوں۔ اور ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔ ۴۴ اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے تکذیب کی اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا یہ لوگ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے، سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا، سو کیسا ہوا میرا عذاب؟ ۴۵ آپ فرما دیجیے کہ میں تمہیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ تم اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر تم سوچو تمہارے ساتھی کو کوئی دیوانگی نہیں ہے، وہ تو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں ڈرانے والا ہے۔ ۴۶ آپ فرما دیجیے کہ میں نے جو کچھ تم سے معاوضہ کا سوال کیا ہو سو وہ تمہارے لیے ہی ہے میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے اور وہ ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے۔ ۴۷ آپ فرما دیجیے کہ بے شک میرا رب حق کو غالب کر دیتا ہے وہ پوری طرح غیبوں کا جاننے والا ہے۔ ۴۸ آپ فرما دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل نہ کرنے کا رہا، نہ دھرنے کا۔ ۴۹ آپ فرما دیجیے کہ اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر پڑے گی اور اگر میں ہدایت پر رہوں تو اسی وحی کی بدولت جو اللہ میرے پاس بھیج رہا ہے، بے شک وہ سننے والا ہے قریب ہے۔ ۵۰ اور اگر اس وقت کو آپ دیکھیں جب یہ لوگ گھبرا جائیں گے پھر چھوٹنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور قریب ہی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے۔ ۵۱ اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے اور اتنی دور جگہ سے ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے۔ ۵۲ حالانکہ وہ اس سے پہلے اس کا انکار کر چکے ہیں، اور دور ہی دور سے بے تحقیق باتیں پھینکا کرتے ہیں ۵۳ اور ان کے اور ان کی آرزوؤں کے درمیان اڑ کر دی جائے گی جیسا کہ ان سے پہلے ان کے ہم مشربوں کے ساتھ کیا گیا، بلاشبہ وہ تردد میں ڈالنے والے شک میں تھے۔ ۵۴

ربط وتعارف: ......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اہل سبا کا قصہ اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کا تذکرہ کیا پھر ان کی نعمتوں کا نقمتوں میں بدل جانے کا ذکر کیا اب ان آیات میں مال واولاد سے مشرکین کے دھوکا کھانے کا ذکر ہے اور رسول کریم ﷺ کی تکذیب کا ذکر ہے سورۂ مبارکہ کے آخر میں کفار کے پچھاڑے جانے کا ذکر ہے اس میں رسول کریم ﷺ کی تسلی ہے اور مشرکین کو ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے۔

لغات: مُتْرَفُوْهَا: ......المترف آسودہ حال، جس کے پاس مال ودولت، عزت وجاہ ہو۔ يَبْسُطُ: وہ وسعت دیتا ہے۔ يَقْدِرُ: تنگی کرتا ہے۔ زُلْفٰی: قربت۔ اِفْكٌ: جھوٹ۔ مِعْشَارَ: دسواں حصہ، معشار اور عشر دو لغتیں ہیں۔ نَكِيْرِ: اصل میں ''نکیری'' ہے۔ رعایت فاصلہ کے لیے یا حذف کر دی گئی ہے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "النکیر" اسم ہے اور انکار کے معنی میں ہے۔ جِنَّةٍ: جنون، پاگل پن۔ فَوْتَ: نجات، بھاگنے کی جگہ۔ التَّنَاوُشُ: تناول۔ کسی چیز کا ہاتھ لگنا، کسی قریبی چیز کا با آسانی ہاتھ لگنا، اسی سے المناوشہ بھی ہے، جنگ میں جب فریقین ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں، ابن سکیت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب کوئی شخص کسی دوسرے کو پکڑ رہا ہو کہا جاتا ہے داشفہ۔

کفار کا نشہ دولت

تفسیر: وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ:...... ہم نے جس بستی میں بھی رسول بھیجا جو انہیں ہمارے عذاب سے ڈراتا تھا۔ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ: مگر مال دار اور آسودہ حال لوگوں نے کہا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ: ہم تمہاری رسالت پر ایمان نہیں لاتے اور جو تعلیمات تم دے کر آئے ہو ہم اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مترفون: سے مراد اس بستی کے جبابرہ، قائدین اور ان کے رؤسا مراد ہیں جو شر پھیلانے والے ہوتے تھے۔ یہ لوگ[1] انبیا کی تکذیب میں پہل کرتے۔ آیت سے غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے۔ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا: مشرکین مکہ نے کہا: ہم ان کمزور مؤمنین کی بنسبت زیادہ مالدار اور اصحاب اولاد ہیں۔ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ: اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب نہیں دے گا چوں کہ اس نے ہمیں نعمتیں عطا کی ہیں وہ ہم سے راضی ہے۔ اگر ہم سے راضی نہ ہوتا ہمیں آسودہ حال نہ کرتا۔ مشرکین آخرت کو دنیا پر قیاس کرتے تھے، سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں مال اولاد عطا کی ہے، لہٰذا وہ آخرت میں ہمیں عذاب نہیں دے گا ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمادی ہے کہ آسودہ حال لوگ سب سے پہلے پیغمبروں کی تکذیب کرتے ہیں چوں کہ وہ دنیا کی رونقوں میں مشغول رہتے ہیں اور ان کی عقلیں دنیا کی گرویدہ ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور ان کے دل دنیا کے خوگر ہو چکے ہوتے ہیں بخلاف فقرا کے چنانچہ وہ دنیا کی لذات سے کنارہ کش ہوتے ہیں اس لیے فقرا کے قلوب خیر و بھلائی کو فوراً قبول کرتے ہیں اور انبیا کی اتباع کرتے ہیں۔[2]

دولت، فراخی رضا کا معیار نہیں

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ:...... اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے: وسعت رزق اور تنگی رزق اللہ تعالیٰ کی رضا پر دلیل نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کافر گناہگار کو بھی وسیع رزق عطا کرتا ہے، اور مؤمن و فرمانبردار کو آزمائش میں ڈالنے کے لیے تنگی رزق میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہ مت سمجھ کہ کثرت مال و اولاد محبت و سعادت کی دلیل ہے بلکہ یہ چیز حکمت و مشیت کے تابع ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ: لیکن ان کفار کی اکثریت حقیقت کو نہیں جانتی اور وہ سمجھتے ہیں کہ کثرت مال و اولاد شرف و کرامت کے لیے ہوتی ہے۔ اس بہتات و کثرت میں مہلت دی جاتی ہے اور یہ استدراج[3] ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ (سورۃ الاعراف، آیت ۱۸۲) اسی لیے اس مضمون کو مؤکد کیا اور فرمایا۔ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی: تمہارے اموال و اولاد جن پر تم فخر کرتے ہو اور ان میں تم اضافہ کرتے رہتے ہو وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ کے قریب ایمان اور عمل صالح کرتا ہے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَلزُّلْفٰی: کا معنی قربت ہے لہٰذا لوگ کثرت مال و اولاد سے آخرت پر دلیل قائم نہ کریں۔[4] اسی لیے بعد میں فرمایا: اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا: ہاں البتہ وہ نیک و صالح مؤمن جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرے اور اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرے اور انہیں نیکی کی راہ پر چلائے یہ چیز اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے۔[5]

مؤمنین کے تعلقات کا اجر عظیم

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا:...... ان کی نیکیاں دگنی ہوں گی، ایک نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔ وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ: اور وہ جنت کے بالاخانوں میں امن و آرام کے ساتھ رہیں گے۔ جب اس سے قبل مؤمنین کے بدلے کا ذکر کیا تو اب کفار کی سزا وعذاب کا ذکر کیا جا رہا ہے تا کہ دونوں قسم کے بدلوں میں تباین ظاہر ہو جائے۔ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اللہ کی آیات اور اس کے پیغمبروں کے آگے رکاوٹ بنتے ہیں، ضد و عناد پر ڈٹے ہوئے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں

---

[1] القرطبی ۱۴/۳۰۵ [2] البحر المحیط ۷/۲۸۵ [3] البیضاوی ۲/۱۳۶ [4] تفسیر الطبری ۲۲/۶۸ [5] البیضاوی ۲/۱۳۶

عاجز کردیں گے۔ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ: وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں ٹھہرے رہیں گے اور انہیں قیامت کے دن حساب کے لیے حاضر کیا جائے گا۔ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ: اے محمد! کہہ دیجیے: میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کردیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کردیتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو رزق دے رکھا ہے اس سے دھوکا مت کھاؤ۔ تسہیل میں لکھا ہے اور دوسرے مضمون سے مؤمنین کو خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔[1] وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ: تم اللہ کی راہ میں جو بھی خرچ کرو گے خواہ قلیل وہ یا کثیر اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ تمہیں ضرور دے گا خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ: اللہ تعالیٰ بہترین عطا کرنے والا ہے، چنانچہ غیر اللہ کا عطا کرنا حساب کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے عطا کرتا ہے اور نیکیاں اس کے بسبب دوگنا ہوجاتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی واضح کردی کہ آخرت کی نعمتیں دنیا میں وسعت رزق اور آسودہ حالی کے منافی نہیں ہیں بلکہ صالحین اور نیکوکاروں کو بسا اوقات دنیا میں بھی فراخی مل جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی ان کے لیے پورا پورا بدلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا مقتضا ہے۔[2] وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا: اس دن کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ اوّلین و آخرین سب مشرکین کو حساب کے لیے جمع کرے گا۔

ملائکہ پرستی پر ملائکہ سے سوال

ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ:...... استفہام مشرکین کی توبیخ کے لیے ہے۔ یعنی کیا ان لوگوں نے مجھے چھوڑ کر تمہاری عبادت کی ہے اور تم نے ان کو عبادت کا حکم دیا ہے؟ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کلام فرشتوں سے خطاب ہے اور کفار کی توبیخ کے لیے ہے۔ اس کی مثل یہی ہے جیسے خطاب بیٹی کو کیا جاتا ہے اور سنانا پڑوسن کو ہوتا ہے۔'' جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (سورۃ المائدہ، آیت ۱۱۶) جب کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ فرشتے اور عیسیٰ علیہ السلام اس نسبت سے پاک ہیں: سوال و جواب سے غرض مشرکین کو ڈانٹ پلانا ہے۔ اور انہیں سرعام شرمندہ کرنا ہے۔[3] قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ: اے ہمارے رب! تو بزرگ و برتر ہے اور تو اس امر سے پاک ہے کہ تیرے ساتھ کوئی اور معبود شریک ہو تو ہی ہمارا رب اور معبود ہے ہم نے تیرے ہی ساتھ ناتا قائم رکھا ہے، اور ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے تھے۔ ہم تیرے حضور ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ: بلکہ یہ لوگ تو شیاطین کی عبادت کرتے تھے چوں کہ شیاطین ہی نے ان کے سامنے غیر اللہ کی عبادت آراستہ کرکے پیش کی تاہم یہ شیاطین کی اطاعت کرتے رہے۔ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ: طبری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تفسیر بیان کی ہے: ان کی اکثریت جنات کی تصدیق کرتی تھی کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ان کی بیان کردہ صفات سے اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے۔[4] اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے مزاعم پر یوں رد کیا۔

عابد اور معبود دونوں کی عاجزی

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا:...... آج کے یوم حساب میں عبادت کرنے والے اور معبود ان ایک دوسرے کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے، نہ ایک دوسرے کی سفارش کرسکتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کو نجات دلا سکتے ہیں۔ اور نہ ایک دوسرے سے عذاب کو دور کرسکتے ہیں۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سرعام کفار کو مخاطب کیا جائے گا تاکہ ان کی بے بسی اور قصور واضح ہوجائے اور ان کی رسوائی آشکار ہوجائے۔ عدم نفع و ضرر کی نسبت بعض کی طرف مقصود میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے کی گئی ہے یعنی فرشتوں کا اپنے عبادت گزاروں کو نفع پہنچانا اتنا ہی محال ہے جتنا عبادت گزاروں کا فرشتوں کو۔[5] وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا: ہم ان ظالموں سے کہیں گے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ: جہنم کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے، لو تم اس میں آن پہنچے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے کفر ضلالت کا ایک اور رنگ بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ: جب ان مشرکین کو ہماری آیتیں جن کے معانی واضح ہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔

---

[1] التسہیل ۳/ ۱۵۲ [2] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۹۳ [3] الکشاف ۳/ ۶۳ [4] الطبری ۲۲/ ۶۹ [5] تفسیر ابوالسعود ۴/ ۲۳۴

قرآن ونبوت پر اعتراض

قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ:...... یہ آدمی جو رسالت کا دعویٰ کرتا ہے یہ تمہاری طرح کا عام آدمی ہے یہ تمہیں تمہارے آباؤ اجداد کے طریقہ عبادت سے روکنا چاہتا ہے اور تمہیں بتوں کی عبادت سے منع کرنا چاہتا ہے۔ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى: یہ قرآن جھوٹ ہے جو محمد نے اللہ تعالیٰ پر گھڑ لیا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ: یہ کفار جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں سرکشی کرتے ہیں اور حق کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں: یہ قرآن تو واضح جادو ہے جو کسی عقل مند پر پوشیدہ نہیں ہے۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں کفار کے غلیظ رویہ پر تعجب کیا جا رہا ہے۔ چوں کہ انہوں نے قطعی فیصلہ صادر کر دیا کہ قرآن جادو ہے اور پھر اس کے دوٹوک واضح ہونے پر قطعی فیصلہ صادر کر دیا اور کہا کہ جو عقل مند بھی اس میں تامل کرے گا وہ اسے جادو ہی کہے گا اور لَمَّا جَآءَهُمْ: میں یہ خبر دی جا رہی ہے کہ مشرکین نے بلا سوچے سمجھے کفر کا راستہ فی البدیہ اختیار کر لیا۔[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ کفار نے یہ بات بلا دلیل کہہ دی ہے اور انہوں نے یقین کے سہارے پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب نہیں کی بلکہ محض اٹکل پچو سے کام لیا ہے۔

کفار مکہ کی جہالت

چنانچہ ارشاد فرمایا: وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا: اور ہم نے اہل مکہ پر قرآن سے قبل کوئی کتاب نازل نہیں کی جسے وہ پڑھتے پڑھاتے ہوں۔ وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ: اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی پیغمبر مبعوث نہیں کیا جو انہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا، پھر آپ کی وہ تکذیب کیوں کرتے ہیں؟ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے عرب پر قرآن سے پہلے کوئی کتاب نازل نہیں کی اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ان کی طرف کوئی پیغمبر مبعوث کیا۔ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ: سابقہ امتوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا ہے۔ ہم نے سابقہ امتوں کو جو قوت، مال اور طویل عمریں عطا کی تھیں کفار مکہ ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں یعنی سابقہ امتوں کو ہم نے جو دنیا دے رکھی تھی کفار مکہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچتے۔[2] فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ: چنانچہ انہوں نے میرے پیغمبروں کی تکذیب کی میرا انکار ان کے پاس تباہی، ہلاکت اور استیصال لے کر آیا انہیں جو قوت حاصل تھی وہاں کے کچھ کام نہ آسکی۔ بھلا ان کفار کے پاس جب میرا عذاب اور تباہی آئے گی ان کا کیا حال ہوگا؟ آیت میں قریش کو دھمکی دی جا رہی ہے۔

کفار مکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعظ

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ:...... اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے: میں تمہیں ایک ہی نصیحت کرتا ہوں۔ پھر اس کی تفسیر میں یوں فرمایا: اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى: وہ یہ ہے کہ تم حق کی تحری (تلاش) کرو، سب مل کر اور علیحدہ علیحدہ بھی۔ دو، دو اور ایک ایک۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد طلب حق کے لیے کھڑا ہونا ہے۔ یہ قعود کی ضد قیام مراد نہیں۔ یعنی سب مل کر اور اکیلے اکیلے تلاش حق کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔[3] ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ: پھر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں غور وفکر کرو تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ جس پر یہ معجز کتاب نازل ہوئی ممکن نہیں کہ اس پر جنون کا اثر ہو۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی یہ ہے: میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں جس کے ذریعے تم حق تک پہنچ سکتے ہو وہ یہ کہ تم اللہ کے لیے الگ الگ، دو، دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر تم محمد اور اس کی لائی ہوئی دعوت کے متعلق غور وفکر کرو۔ مَثْنٰى وَفُرَادٰى: کہا ہے چوں کہ اجتماعی صورت میں فکر بٹ جاتی ہے اور اچھی طرح سے سوچ وبچار نہیں ہو سکتی جیسے درسی اسباق میں بہت ساری جماعتیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ رہی بات دو کی سو جب وہ کسی معاملہ میں غور وفکر کریں گی اپنی اپنی مستفاد سوچ کو ایک دوسرے پر پیش کریں گے اور یوں حق ان

---

[1] الکشاف ۳/ ۲۶۴ [2] الطبری ۲۲/ ۰۷ [3] القرطبی ۱۴/ ۳۱۱

سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ جب ایک شخص عمدہ سوچ کا مالک ہو اور وہ کسی معاملہ میں غور وفکر کر رہا ہو وہ لازماً حق تک پہنچ جاتا ہے، چنانچہ جب مشرکین غور و فکر کریں گے حق تک انہیں رسائی مل جائے گی کہ محمد ﷺ کو جنون کی طرف منسوب کرنا ممکن نہیں۔ کوئی بھی عقلمند شخص اس کے علاوہ کسی اور طرف نہیں جاسکتا۔[1]

اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ لَّكُمۡ بَيۡنَ يَدَىۡ عَذَابٍ شَدِيۡدٍ:...... محمد تو بس پیغمبر ہیں جو تمہیں ڈر سناتے ہیں کہ اگر تم نے کفر کا راستہ اختیار کیا تو آخرت میں تمہارے لیے شدید عذاب ہے۔ قُلۡ مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَهُوَ لَكُمۡ: میں تم سے تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں طلب کرتا۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی ہے: میں تبلیغ رسالت پر تم سے کوئی مزدوری نہیں طلب کرتا، کہ تم مجھے تہمت زدہ کرتے ہو اور تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں اپنی اتباع کی دعوت دیتا ہوں تاکہ تم سے مال لوں۔[2] اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ: میرا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ: اللہ تعالیٰ نگران ہے وہ میرے اور تمہارے اعمال پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے وہ سب کو پورا پورا بدلہ دے گا۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ میری سچائی اور میرے خلوص نیت سے آگاہ ہے۔[3]

حق غالب ہو کر رہے گا

قُلۡ اِنَّ رَبِّىۡ يَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ:...... اللہ تعالیٰ حجت کو واضح اور ظاہر کر دیتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ حق کے ذریعے باطل کو پھوڑ دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ فَيَدۡمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ (سورۃ الانبیاء، آیت ۱۸)

بلکہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں اور حق باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے، پھر یکا یک باطل ختم ہو جاتا ہے۔

عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ:...... اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمام غیبوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو مخلوق سے قطعی غائب چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے احاطہ علم میں انہیں لے رکھا ہے۔ قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ: یعنی حق کا نور آچکا اور اس کی روشنی پھیل چکی۔ مراد اسلام ہے۔ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ: یعنی باطل ایک ہی مرتبہ سے بھاگ نکلا اور نہ وہ پہلی مرتبہ کرنے کا رہا اور نہ دوبارہ۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب انسان ہلاک ہو جاتا ہے وہ نہ پہلی بار کرنے کا رہتا ہے اور نہ دوبارہ مفسرین نے وَمَا يُبۡدِئُ وَلَا يُعِيۡدُ: یہ جملہ ہلاکت کی ضرب المثل قرار دیا ہے۔ یعنی حق زندہ ہو گیا اور باطل ہلاک ہو گیا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ. (سورۃ الاسراء، آیت ۸۱) آپ کہہ دیجیے حق آچکا اور باطل بھاگ چکا۔ قُلۡ اِنۡ ضَلَلۡتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفۡسِىۡ: اے محمد! آپ ان مشرکین سے کہہ دیجیے اگر میں گمراہی پر ہوں جیسا کہ تمہارا زعم ہے تو میری گمراہی کا گناہ مجھی پر ہے اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ وَاِنِ اهۡتَدَيۡتُ فَبِمَا يُوۡحِىۡۤ اِلَىَّ رَبِّىۡ: اور اگر مجھے حق کی ہدایت ملی ہے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق سے ہے۔ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ قَرِيۡبٌ: جو اسے پکارتا ہے اس کی پکار سنتا ہے، جو اس سے امید وابستہ رکھتا ہے اس کی پکار کا بہت قریب سے جواب دیتا ہے۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہر شخص کی بات سنتا ہے اور اس کے فعل کو دیکھتا ہے خواہ وہ ہدایت پر ہو یا گمراہی پر، اگر چہ ان کا فعل نہایت مخفی ہی کیوں نہ ہو۔[1]

کفار کی حالت

وَلَوۡ تَرٰٓى اِذۡ فَزِعُوۡا:...... اے محمد! اگر آپ سخت گھبراہٹ کے وقت مشرکین کی حالت دیکھ لیتے جب وہ اپنی قبروں سے باہر نکلتے۔ فَلَا فَوۡتَ: ان کے لیے خلاصی کا کوئی راستہ نہیں ہوگا اور نہ کوئی بھاگنے کا راستہ ہوگا۔ وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ: اور وہ میدان محشر ہی سے پکڑ لیے جائیں گے اور جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔ لَوۡ کا جواب محذوف ہے، اس کا حاصل یہ ہے: آپ یقیناً امر عظیم دیکھتے جس سے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی۔

---

[1] البحر المحیط ۷/۲۰۱ [2] الطبری ۲۲/۷۱ [3] ابو السعود ۴/۲۳۵ [4] ابو السعود ۴/۲۳۵

وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ:...... کفار جب عذاب کو دیکھیں گے کہیں گے ہم قرآن اور محمد ﷺ پر ایمان لائے۔وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ: بھلا انہیں ایمان کہاں سے ہاتھ لگ سکتا ہے رب کے وہ تو آخرت کا انجام بھگتنے پہنچ چکے، ایمان کا محل تو دنیا ہے، دنیا ختم ہو چکی اور اب ایمان ان سے بہت دور ہو چکا؟ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین کی حالت کی مثال بیان کی گئی ہے جیسے کوئی شخص کسی چیز کو دور سے حاصل کرنا چاہتا ہو جب کہ اسی چیز کو قریب سے بآسانی حاصل کیا جا سکتا ہو۔[1] وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ: حال یہ ہے کہ وہ قبل ازیں دنیا میں قرآن اور پیغمبر علیہ السلام کا انکار کر چکے ہیں۔ اب انہیں آخرت میں ایمان کیسے حاصل ہوگا۔وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ: اور اُمورِ غیب کے متعلق دور دور سے اٹکل پچو سے تیر پھینکا کرتے تھے اور کہتے تھے: نہ دوبارہ زندہ ہونا ہے اور نہ حساب ہوگا، نہ جنت کا وجود ہے اور نہ دوزخ کا وجود۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عرب کہا کرتے تھے کہ ہر وہ شخص جو اپنی طرف سے ہانک دے اور اٹکل پچو کی بات کرتا ہو، اس کی مثال گویا ایسی ہی ہے جیسے کوئی اندازے سے تیر مار دے اور وہ نشانے پر نہ لگے۔[2]

ابدی ناکامی

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ:...... ان کے درمیان اور ایمان و دخول جنت کی درمیان رکاوٹیں حائل ہو جائیں گی۔ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ: جیسا کہ کفر میں ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ: وہ حساب وعذاب کے متعلق دنیا میں شک و شبہ میں پڑے ہوئے تھے۔مُّرِيْبٍ: باب تاکید میں سے ہے جیسا کہ عرب کا قول ہے "عجب عجیب" یعنی نہایت عجیب بات۔

بلاغت:...... ان آیات میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ:...... نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا، مَثْنٰى وَفُرَادٰى: میں طباق ہے۔اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَزَاۗءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ۝ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ: میں نیکوکاروں اور بدکاروں کے انجام میں مقابلہ ہے۔ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ: میں التفات ہے، غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات ہے۔ اس سے غرض، تحقیق حق میں مبالغہ پیدا کرنا ہے۔اَهٰٓؤُلَاۗءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ: میں اسلوب توبیخ ہے اور مشرکین کی توبیخ کی جا رہی ہے۔وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ: میں اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے تاکہ مشرکین پر جرم کی مہر ثبت ہو جائے۔وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى: میں ایجاز حذف ہے چوں کہ سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔ مبتدائے اول کی خبر حذف کر دی گئی ہے چوں کہ ثانی کی خبر اس پر دلالت کرتی ہے۔

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَزَاۗءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ:...... وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ: میں کنایہ ہے۔ یہ باطل کے مٹ جانے سے کنایہ ہے۔وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ: میں استعارہ تصریحیہ ہے، چنانچہ جو شخص بغیر علم اور بلا تحقیق کوئی قول کرے کو ایسے انسان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو ایسے نشانے پر تیر چلائے جو اس سے بہت دور ہو اور تیر اس نشانے پر کسی طرح پہنچ ہی نہ سکتا ہو۔ القذف کا القول کے لیے استعارہ ہے۔اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ، اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ، وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ: میں رعایت فاصلہ ہے۔

الحمد للہ آج بتاریخ ۲۸ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۵ اگست ۲۰۱۴ء، بروز سوموار قبل از مغرب کو سورۂ سبا کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور بقیہ اجزا کے ترجمہ کی تکمیل کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

---

[1] ابوالسعود ۴/ ۳۳۵ [2] البحر المحیط ۷/ ۲۹۳

سورہ فاطر

ربط وتعارف:......سورۂ فاطر مکی ہے اور رسول کریم ﷺ کے ہجرت کرنے سے کچھ عرصہ قبل نازل ہوئی۔ اس سورت میں بھی مکی سورتوں کے مضامین بیان کیے گئے ہیں، سورۂ مبارکہ میں مقصد اولیٰ یعنی ہر پیغمبر کی رسالت کو بیان کیا گیا ہے اور یہ عقیدۂ کبریٰ یعنی ''دعوت توحید'' ہے وجود باری تعالیٰ پر دلائل، شرک کی بنیادیں منہدم کرنا، رزائل سے قلوب کو پاک کرنا اور مکارم اخلاق سے دلوں کو مزین کرنا جیسے اہم امور سورۂ مبارکہ کا اہم موضوع ہیں۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں کائنات کے خالق، ملائکہ، انسان وجنات کی تخلیق، بعث بعد الموت پر براہین وادلہ کا قیام، زمین کا مردہ ہونے کے بعد زندہ ہونا، بارش کا برسنا، فصلوں کا زمین سے اگنا، پھلوں کا درختوں پر لگنا، دن ورات کا پے در پے آنا، تخلیق انسان، رات کو دن میں داخل کرنا اور ان کے علاوہ قدرت وتوحید کے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔

سورۂ مبارکہ میں مؤمن وکافر کے درمیان امر فارق کا ذکر ہوا ہے اور ان دونوں کے لیے مختلف امثال بیان کی گئی ہیں، اندھے اور بینا، تاریکی ونور اور سائے وتپش کی مثالیں بیان کی ہیں۔

پھر پھلوں کی مختلف انواع، جمیع مخلوقات، انسان وحیوانات، پہاڑوں کی اشکال ان کی مختلف انواع سرخ وسفید اور سیاہ ہونے میں ان کی تخلیق پر بات کی گئی ہے جو خدائے یکتا کی تخلیق وقدرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اس کے بعد سورۂ مبارکہ میں امت محمدیہ کی افضل میراث یعنی کتاب مجید جس میں تمام آسمانی کتابوں کے فضائل پائے جاتے ہیں کا ذکر ہوا ہے۔ پھر امت کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں (اول) جن سے کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں (دوم) جو نیکوکار ہیں۔ (سوئم) نیکی وبھلائی میں سبقت لے جانے والے۔

سورۂ مبارکہ کا اختتام مشرکین کی توبیخ پر ہوا ہے چوں کہ وہ بتوں اور پتھروں کو پوجتے ہیں۔

وجہ تسمیہ:......سورۂ مبارکہ کا نام ''سورۂ فاطر'' ہے۔ یہ اسم جلیل ہے جو سورۂ مبارکہ کے شروع میں ذکر ہوا ہے۔ اس صفاتی نام میں ایجاد واختراع پر دلیل ہے یہ نام رب تعالیٰ کی عظمت وجلال، قدرت قاہرہ اور صنعت عجیبہ پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی نمونۂ سابقہ کے کائنات، جن وانس اور فرشتوں کو پیدا کیا۔

آیاتُہا ۴۵ | (۳۵) سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ (۴۳) | رُكُوعَاتُهَا ۵

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ
يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ
لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ② يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③
وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٭ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ

عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ؕ۶ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ ع
حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۸ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُـثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ
الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّـيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ
وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝۱۰ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ
مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ
عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۱۱ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڮ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ
وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا
مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ
مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ۭ۱۳ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ۧ۱۴ ع

ترجمہ:......سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے، وہ فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں، وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔① جو بھی کوئی رحمت اللہ انسانوں کے لیے کھول دے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں، اور جس کو وہ بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں، اور وہ غالب ہے حکیم ہے۔② اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق عطا فرماتا ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، سو تم کہاں الٹے جا رہے ہو۔③ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں، اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹائے جائیں گے۔④ اے لوگو! بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے سو تمہیں ہرگز دنیا والی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ کا نام لے کر دھوکہ باز ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔⑤ بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم اسے اپنا دشمن سمجھتے رہو، وہ اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔⑥ جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر کبیر ہے۔⑦ سو کیا جس شخص کے لیے اس کا عمل بد اچھا کر کے دیا گیا ہو سو اس نے اس کو اچھا سمجھا ہو سو بے شک اللہ گمراہ فرماتا

ہے جس کو چاہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، سوان پر حسرتیں کرنے کی وجہ سے آپ کی جان نہ جاتی رہے، بلاشبہ جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے۔⑧ اور اللہ وہ ہے جس نے ہواؤں کو بھیج دیا جو اٹھاتی ہیں بادل کو پھر ہم نے اسے ایسے قطعۂ زمین کی طرف ہانک دیا جو خشک تھا پھر ہم نے اس کے ذریعے زمین کو زندہ کر دیا اسی طرح جی اٹھنا ہوگا۔⑨ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے، اچھے کلمات اس کی طرف پہنچتے ہیں اور نیک عمل انہیں بلند کر دیتا ہے، اور جو لوگ بری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی تدبیر برباد ہوگی۔⑩ اور اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر نطفہ سے پھر اس نے تمہیں جوڑے جوڑے بنایا، اور جس کسی عورت کو حمل رہ جاتا ہے اور جو کوئی عورت جنتی ہے تو یہ سب اس کے علم میں ہوتا ہے، اور جس کسی عمر والے کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور جس کی عمر کم کر دی جاتی ہے وہ سب کتاب میں ہے، بلاشبہ یہ اللہ پر آسان ہے۔⑪ اور دو سمندر برابر نہیں، یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا آسان ہے اس کا پینا اور یہ شور ہے کڑوا، اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو، اور نکالتے ہو زیور جسے تم پہنتے ہو، اور اے مخاطب! تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ پانی کو پھاڑتی ہوئی چلی جاتی ہیں تاکہ تم اس کے فضل سے تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔⑫ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں، اور اس نے سورج کو اور چاند کو مسخر فرمایا، ہر ایک مقررہ وقت کے لیے چلتا ہے، یہ اللہ رب ہے تمہارا، اسی کے لیے ملک ہے، اور اس کے سوا تم جن لوگوں کو پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔⑬ اگر تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر سن لیں تو تمہاری بات نہ مانیں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہو جائیں گے اور خبر رکھنے والے کے برابر تجھے کوئی نہیں بتا سکتا۔⑭

لغات: فَاطِرِ:...... اَلْفَاطِرِ: خالق، الفطر کا لغوی معنی پھاڑنا ہے۔ فطرہ وانفطر پھٹ گیا، اسی سے ہے۔ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ۔ (سورۃ المزمل، آیت ۱۸) وفطر اللہ الخلق: اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی۔

تُؤْفَكُوْنَ:...... تم پھیرے جاتے ہو۔ الافك سے فعل مضارع ہے۔ بمعنی کذب جھوٹ، جو چیز حق وصواب سے پھری ہوئی ہو اسے افک کہا جاتا ہے۔ حَسَرٰتٍ: حسرۃ کی جمع ہے۔ غم وارمان جو کسی چیز کے ہاتھ سے نکل جانے پر لاحق ہو۔ النُّشُوْرُ: مصدر ہے۔ نشر المیت مردہ زندہ ہو گیا۔ اعشیٰ شاعر کہتا ہے:

حتیٰ یقول الناس ممّا رأوا یاعجبًا للمیت الناشر

حتیٰ کہ لوگوں نے جو کچھ دیکھا اس کی وجہ سے کہنے لگے تعجب ہے زندہ ہو جانے والے مردے پر۔

یَبُوْرُ:...... وہ ہلاک ہوتا ہے۔ بار یبور وہ ہلاک ہوا اور باطل ہوا۔ البوار۔ ہلاکت۔ فُرَاتٌ: شیریں۔ اُجَاجٌ: شدید نمکین اور شوریدہ۔ قاموس میں ہے۔ أجّ الماء أجوجا جب پانی کی شوریدگی بڑھ جائے، یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے۔ قِطْمِيْرٍ: کھجور اور اس کی گٹھلی کے درمیان کا باریک چھلکا۔

حمد خالق ہی کے لیے ہے

تفسیر: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:...... تمام تر تعریفیں، ثنائے جمیل، اچھا ذکر اور تعظیم وبزرگی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور بغیر کسی سابقہ نمونہ کی ان دونوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: یعنی اللہ تعالیٰ آسمانون اور زمین کو بغیر کسی سابقہ نمونہ کے ایجاد کرنے والا ہے۔[1] جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا: جو کہ فرشتوں کو اللہ اور انبیا کے درمیان تبلیغ احکام کے لیے واسطہ بنانے والا ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فرشتوں کو انبیا کی طرف بھیجتا ہے اور جن امور کی طرف چاہتا ہے بھیجتا ہے۔[2]

---

[1] حاشیہ زادہ ۳/۹۸ [2] زاد المسیر ۶/ ۴۷۳

فرشتوں کے پَر

اُولِیٓ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ:...... جو کہ متعدد پروں والے ہیں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بعض فرشتوں کو دو دو پر ہیں، بعض کے تین تین اور بعض کے چار چار، انہی پروں کے ذریعے آسمانوں سے زمین کی طرف اترتے ہیں اور زمین سے آسمانوں کی طرف جاتے ہیں۔[1] یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ: فرشتوں کی تخلیق میں جیسے چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے ان کی جسمانی ضخامت، اشکال میں تفاوت اور پروں کی تعداد میں جیسے چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات جبرائیل امین کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔ ہر دو پروں کے درمیان مشرق و مغرب کے درمیان کا فاصلہ تھا۔[2] قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ: سے مراد آنکھوں کی ملاحت، ناک کی خوبصورتی اور منہ کی حلاوت مراد ہے۔[3] اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ: اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس پر قدرت رکھتا ہے، اسی کے پاس تمام تر اختیار، قوت سلطنت ہے۔ کسی چیز کو بھی موجود بخشنا اس کے لیے ممتنع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے اسے وجود دینا اس کے لیے ناممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی دو صفات بیان فرمائی ہیں جو کمال قدرت اور انعام کی حامل ہیں۔

(اول):...... یہ کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور اس نے بغیر کسی نمونہ کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اس میں رب تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلیل ہے۔ اور نعمت کے شمول و عموم پر دلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بغیر ستونوں کے بلند کیا ہے، بغیر کسی پیمانہ کے آسمانوں کو مستوی رکھا ہوا ہے، آسمانوں کو ستاروں کے ساتھ آراستہ کیا ہے۔ وہی اللہ ہے جس نے زمین کو پھیلایا اس میں انسانوں حیوانوں کی خوراک رکھی، اس میں سمندر اور دریا پھیلائے، کنویں اور چشمے پیدا کیے اور بے شمار اپنی قدرت کی نشانیاں اور آثار پیدا کیے۔ ان تمام کو اپنے اس فرمان سے بیان فرمایا: فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔

(دوم):...... اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے اور پیغمبروں کے درمیان پیام رساں منتخب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت اور کمال قدرت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس نے فرشتوں کو عجیب اشکال، عجیب صورتوں اور متعدد پروں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

ان میں سے بعض فرشتوں کے دو دو پر ہیں، بعض کے تین تین، بعض کے چار چار اور بعض کے چھ سو پر ہیں۔ ہر دو پروں کے درمیان مشرق و مغرب کے درمیان کا فاصلہ ہے، جیسا کہ جبرائیل آمین کے وصف میں حدیث وارد ہوئی ہے۔ فرشتوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہیں اپنی تخلیق کی حقیقت اور ضخامت کا علم نہیں اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ جبرائیل آمین نے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے محمد! اگر آپ اسرافیل کو دیکھ لیں تو کیا عالم ہوگا، اس کے بارہ ہزار پر ہیں۔ ان میں سے ایک پر مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں اور عرش اس کے کاندھے پر ہے۔[4] اگر پردے ہٹ جائیں ہم عجائب کا مشاہدہ کریں گے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے عظیم تر مخلوق کو پیدا کیا اور اس کی کتنی عجیب کاریگری ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے نفاذ کا ذکر کیا ہے۔ اس عالم میں اسی کا حکم نافذ ہوتا ہے ارسباس کے حکم کے آگے زیر ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَہَا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو رحمت کے خزانے عطا کرتا ہے نعمتیں، صحت، امن وامان، علم وحکمت، رزق، ہدایت مخلوق کے لیے پیغمبروں کو بھیجنا اور بے شمار نعمتیں جن کا شمار ناممکن ہے عطا کرتا ہے چنانچہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کو روکنے کی قدرت نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ ہی حقیقت میں بادشاہ ہے وہی عطا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ جن نعمتوں کو عطا کرتا ہے انہیں کوئی روک نہیں سکتا اور جن نعمتوں کو روکتا ہے۔ انہیں کوئی بھی عطا کرنے والا نہیں ہوتا۔

وَمَا یُمۡسِکۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ:...... دنیا و آخرت کی کوئی خیر و بھلائی جسے اللہ تعالیٰ مخلوق سے روکنا چاہتا ہے کوئی بھی نہیں جو وہ خیر مخلوق کو عطا کر سکے۔ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے اور اپنی کاریگری میں حکیم ہے۔ اللہ تعالیٰ بتقاضائے حکمت و مصلحت وہ جو چاہتا کر

---

[1] القرطبی ۱۴/ ۳۱۹ [2] الحدیث اخرجہ مسلم عن ابن مسعود [3] القرطبی ۱۴/ ۳۲۰ [4] الکشاف ۳/ ۴۷۰

گزرتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: فتح و امساک عبارت ہے عطا و منع سے۔ اللہ تعالیٰ ہی نفع و نقصان کا مالک ہے وہی عطا کرتا ہے اور وہی عطا سے روک دیتا ہے۔ حدیث میں ہے: جو بندہ بھی یہ دعا کرتا ہے اس کی یہ دعا برحق ہوتی ہے ہم سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ "یا اللہ! تو جس چیز کو بھی عطا کرتا ہے اسے کوئی بھی روکنے والا نہیں۔ اور جس چیز کو تو روکتا ہے اسے کوئی بھی عطا کرنے والا نہیں اور کسی دولت مند کو اس کی دولت تیری پکڑ سے نہیں بچا سکتی۔"[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر کی ہوئی نعمت جلیلہ کا ذکر کیا ہے۔ يَاأَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ: اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جسے شمار نہیں کیا جا سکتا اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر کی ہے۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ذکر نعمت سے یہ مراد نہیں کہ محض زبان سے نعمت کا تذکرہ کر لیا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس نعمت کی ناشکری نہ کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے، نعمت کا اعتراف کیا جائے اور اس کے مالک کی اطاعت کی جائے۔ اسی سے یہ محاورہ بھی ہے۔ اذكر أيادِيَّ عندك۔ میرے جو تمہارے اوپر احسانات ہیں انہیں یاد رکھو۔[2]

خالق ہی معبود ہو سکتا ہے

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ:...... استفہام انکاری ہے اور نفی کے معنی میں ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں ہے۔ جن بتوں کو تم پوجتے ہو وہ خالق نہیں ہیں۔ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ: اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر انعامات کرتا ہے وہی رزق دیتا ہے اور وہی عطا کرتا ہے، وہی تو آسمان سے بارش نازل کرتا ہے اور پھر اس کے ذریعے زمین سے سبزہ اگاتا ہے۔ بھلا تم ایسے جمادات کو کیوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہو جو نہ خالق ہیں اور نہ رزق دیتے ہیں؟ اسی لیے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ: صرف اللہ کے سوا کوئی رب اور کوئی معبود نہیں۔ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ: اس بیان کے بعد بھلا تم کہاں بھٹکے جا رہے ہو اور اس حجت و برہان کے بعد بتوں کی طرف کیوں لپکے جا رہے ہو؟ غرض اس سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کروانا ہے اور مشرکین پر حجت قائم کرنا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگاہ کیا ہے اور اپنی توحید پر استدلال پر راہنمائی کی ہے۔ کہ عبادت صرف اللہ کی کی جائے، چنانچہ جیسے اللہ تعالیٰ خلق و رزق دینے میں یکتا ہے اسی طرح اس اکیلے کی عبادت کرنا واجب ہے۔ کوئی بت اور کوئی دیوتا اس کا شریک نہیں ہے۔[3]

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ:...... قوم کے آپ کو جھٹلانے پر آپ کو تسلی دی جا رہی ہے آیت کا معنی ہے: اے محمد! ان مشرکین نے اگر آپ کی تکذیب کی ہے تو ان کی تکذیب پر آپ غمزدہ نہ ہوں یہ تو انبیائے کرام کی سنت ہے، چنانچہ انبیائے کرام کی تکذیب کی گئی اور انہیں سخت اذیتیں پہنچائی گئیں، حتیٰ کہ ہماری مدد آن پہنچی، ان کی زندگی میں آپ کے لیے نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی بھی مدد کرے گا۔ وَإِلَى اللهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ: صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف آپ کا معاملہ اور ان مشرکین کا معاملہ لوٹ کر آئے گا، ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ آیت میں مکذبین کو وعید و تہدید سنائی گئی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وعدۂ محققہ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جو بعث بعد الموت اور جزا و سزا کا وعدہ کر رکھا ہے وہ لامحالہ حق و ثابت ہے، اس وعدے کی خلاف ورزی نہیں ہوگی۔ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا: تمہیں دنیا کی رنگینی اور عیش و عشرت اخروی زندگی سے ہرگز غافل نہ کرے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی دائمی زندگی سے غافل مت رہو، اور اس فانی زندگی کی عارضی رنگینیوں میں مت گھسے رہو۔[4] وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللهِ الْغَرُورُ: تمہیں شیطان ہرگز دھوکا نہ دے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور فضل و کرم کی طمع دلاتا رہے اور تم سے معصیت پر اصرار کرواتا رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان سے شیطان کی عداوت کا ذکر کیا ہے۔

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے

چنانچہ ارشاد فرمایا إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا: اے لوگو! شیطان تمہارا سنگین دشمن ہے، اس کی عداوت قدیم ہے جو ختم نہیں

[1] اخرجہ مسلم فی صحیحہ [2] الکشاف ۳/۲۷۱ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۱۳۹ [4] مختصر ابن کثیر ۳/۱۳۹

ہو پائے گی للہٰذا تم بھی اسے اپنا دشمن سمجھو اور اس سے دشمنی کرو جیسے وہ تم سے دشمنی رکھتا ہے۔ اس کا کہا مت مانو بلکہ اس کے معاملہ میں ہمیشہ ہوشیار رہو۔ بعض اہل معرفت کا قول ہے کہ تعجب ہے اس شخص پر جو اپنے محسن کی معرفت کے بعد اس کی نافرمانی کرے اور لعین شیطان کی عداوت کو پہچان لینے کے بعد اس کا کہا مانے۔ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ: شیطان کا اس کی سوا اور کوئی مقصد نہیں کہ وہ انسانوں سے اپنی اتباع کروا کے انہیں دوزخ کی آگ میں جلانا چاہتا ہے جو چہروں اور کھال کو جلا دینے والی ہے۔ بھلا کسی عقل مند کے لیے روا ہے کہ وہ شیطان ملعون کی دعوت کو تسلیم کرلے؟ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: شیطان اپنے ہی گروہ کو دعوت دیتا ہے تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں واضح رہے دوزخ کی آگ نہ بجھنے والی ہے۔[1]

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ:...... جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دائمی عذاب ہے، اس عذاب کی ہولناکی اور شدت خارج از بیان ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: جن لوگوں نے ایمان وعمل صالح کو جمع کیا۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ: ان کے لیے گناہوں کی بخشش اور بہت بڑا اجر وثواب ہے اور وہ ثواب انہیں جنت کی صورت میں ملے گا۔ ایمان کے ساتھ عمل صالح کو اس لیے ملا کر ذکر کیا جاتا ہے چوں کہ عمل صالح ایمان سے جدا نہیں ہوسکتا چنانچہ ایمان تصدیق، قول اور عمل کا نام ہے۔ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا: استفہام برائے انکار ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔ تقدیری عبارت کا ماحاصل یہ ہے: کیا جس شخص کے لیے شیطان برا عمل آراستہ کردے اور وہ اسے اچھا سمجھے۔[2] یعنی وہ کفر وگمراہی کو اچھا سمجھے کیا وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو برے عمل کو برا سمجھتا ہو اور اس سے اجتناب کرتا ہو اور ایمان کا راستہ اس نے اختیار کر رکھا ہو؟ اس حذف پر آیت کا بقیہ حصہ دلالت کرتا ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ: یعنی ہدایت وگمراہی سب اللہ کی مشیت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے راہ ہدایت سے پھیر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عمل صالح اور ایمان کی توفیق بخشتا ہے۔ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ: آپ مشرکین کے ترک ایمان پر حسرت کرنے کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ: یہ لوگ جو قباحتیں کرتے ہیں اور اللہ عزوجل ان سے بخوبی واقف ہے، وہ انہیں پورا پورا بدلہ دے گا، آیت میں بداعمالی پر مشرکین کو وعید سنائی گئی ہے۔

بارش اور بادل سے نشر پر استدلال

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ:...... اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے جو محض اپنی قدرت سے ہوائیں چلاتا ہے جو بارش برسنے کی خوشخبری دیتی ہیں۔ فَتُثِيْرُ سَحَابًا: ہوائیں بادلوں کو حرکت دیتی ہیں اور انہیں برانگیختہ کرتی ہیں۔ فَتُثِيْرُ: ماضی کو مضارع سے تعبیر کیا ہے تاکہ بادلوں کی یہ بدیع صورت مستحضر رہے جو کہ رب تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرتی ہے۔[3] فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ: اور ہم ان بادلوں کو قحط زدہ علاقے کی طرف ہانک کرلے جاتے ہیں اور یہ بادل اپنے اندر بارش کو اٹھائے ہوتے ہیں۔ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا: عبارت میں حذف ہے تقدیری عبارت کا ماحاصل کچھ یوں ہے۔ "ہم ان بادلوں سے بارش برساتے ہیں جس کے ذریعے ہم زمین کو خشک ہوجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں۔ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ: یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعے زمین کو زندہ کرتا ہے ایسے ہی مردوں کو قبروں سے زندہ کرے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابورزین عقیلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا؟ اور اس کی تخلیق پر اس کی کیا نشانی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم قحط زدہ وادی سے گزرتے نہیں ہو؟ اور پھر تم اس سے گزرتے ہو وہ سبزے سے لہلہا رہی ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جی ہاں میں گزرتا ہوں۔ فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا یہی اس کی تخلیق کی نشانی ہے۔[4]

---

[1] تفسیر الطبری ۲۲/ ۸۷ [2] انظر الکشاف ۳/ ۴۷۳ [3] ابوالسعود ۴/ ۲۳۹ [4] أخرجہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اکثر و بیشتر اللہ تعالیٰ نے زمین کے زندہ کرنے سے مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کیا ہے، چنانچہ زمین خشک و بنجر ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ زمین کی طرف بادل بھیجتا ہے جو اپنے اندر پانی لیے ہوتے ہیں اور پھر پانی اس زمین پر برستا ہے۔ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ: زمین (پانی برسنے کے بعد) ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کے خوشنما سبزہ جات اگاتی ہے۔(سورۃ الحج، آیت ۵) اسی طرح جب اللہ تعالیٰ چاہے گا مردہ اجساد کو زندہ کرے گا۔[۱] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عزت حاصل کرنے کا راستہ بتایا ہے۔

عزت اللہ کی اطاعت میں ہے

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا: ...... جو شخص کامل عزت کا خواستگار ہو اور دائمی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہو وہ صرف اللہ تعالیٰ سے اسے طلب کرے چوں کہ تمام تر عزت کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ بعض اہل معرفت کا قول ہے کہ جو شخص دونوں جہانوں میں عزت حاصل کرنا چاہتا ہو وہ عزت والی ذات (اللہ تعالیٰ) کا کہا مانے۔[۲] إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ: ہر طرح کا پاکیزہ کلام ذکر، دعا، تلاوت کلام پاک اور تسبیح و تہلیل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف اوپر چڑھتے ہیں۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بندہ اپنے رب تعالیٰ کی جو ثنا اور حمد کرتا ہے اس کی یہ حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کی طرف اوپر چڑھ جاتی ہے۔ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ: عمل صالح کو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے اور اس پر اجر و ثواب عطا کرتا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کسی قول کو بھی عمل کے بغیر قبول نہیں کرتا۔ جس شخص نے قول کیا اور پھر عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کے قول و عمل کو قبول کر لیتا ہے۔(نقله الطبری)

مکاروں کے لیے عذاب

وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ: ...... یہ کلام طیب کے بعد کلام خبیث کا بیان ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کے لیے حیلے بہانے اور مکر و فریب کرتے ہیں (یعنی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں) آخرت میں ان کے لیے دوزخ میں دردناک عذاب ہوگا۔ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ: یعنی ان لوگوں کا مکر و فریب باطل اور کالعدم ہے چوں کہ جو شخص بھی خفیہ سازش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سازش کو ظاہر کر دیتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (سورہ فاطر، آیت ۴۳) بری چالیں کسی اور کو نہیں خود چلنے والے کو اپنے جال میں لے لیتی ہیں۔

مفسرین کہتے ہیں کہ آیت کریمہ میں قریش کے مکروہ مکر و فریب کی طرف اشارہ ہے جب قریش نے دار الندوہ میں جمع ہو کر مشاورت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں یا کہیں قید کر دیں یا انہیں جلاوطن کر دیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ (سورۃ الانفال، آیت ۳۰)

جب کفار نے آپ کے متعلق چال چلی کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے اوپر کی آیات میں اپنی قدرت و عزت یاد دلائی ہے، اب آگے آنے والی آیات میں توحید و بعث بعد الموت کے دلائل ذکر کیے ہیں۔

انسان کی تخلیق

چنانچہ ارشاد فرمایا: وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ: تمہاری اصل یعنی آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ: پھر آدم کی اولاد کو حقیر پانی سے پیدا کیا، مراد منی ہے جو رحم میں ٹپکائی جاتی ہے۔ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا: پھر تمہیں مذکر و مونث کی صورت میں پیدا کیا۔ اور تمہیں ایک دوسرے کا جوڑا بنا دیا تاکہ دنیا میں تمہاری نسل باقی رہے، حتیٰ کہ دنیا کی مقررہ مدت پوری ہو جائے۔[۳] طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی تم سے مونث کو مذکر کا جوڑا بنا دیا۔

[۱] مختصر ابن کثیر ۳/۱۴۰ [۲] القرطبی ۱۴/۳۲۹ [۳] القرطبی ۱۴/۳۳۲

وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ:...... جس عورت نے بھی اپنے پیٹ میں جو بھی حمل اٹھا رکھا ہوتا ہے اور جو بھی وہ جنم دیتی ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ضرور ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے آیا کہ حمل یا پیدا ہونے والا بچہ مذکر ہے یا مؤنث، ماں کے پیٹ میں بھی بچے کے اطوار و احوال کو بخوبی جانتا ہے۔ وَمَا یُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ: مخلوق میں جس کی عمر طویل ہو جاتی ہے اور وہ بڑھاپے کو پہنچ جاتا ہے، اور جس کی عمر میں کمی کر دی جاتی ہے اور وہ صغر سنی یا جوانی میں مر جاتا ہے مگر یہ کہ اس کا حال لوح محفوظ میں لکھا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جو لکھ دیا ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیۡرٌ: یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے، چوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنے احاطۂ علم میں لے رکھا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مؤمن و کافر کی مثال بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: وَمَا یَسۡتَوِی الۡبَحۡرٰنِ: یعنی سمندر کا پانی اور دریا کا پانی برابر نہیں۔[1] هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ: یہ نہایت شیریں پانی ہے جو پیاس کو فوراً ختم کر دیتا ہے اور اپنی شیرینی کی باعث حلق سے خوشگواری کے ساتھ اتر جاتا ہے۔ وَهٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ: اور یہ پانی نہایت تلخ ہے جو اپنی شوریدگی کی وجہ سے پینے والے کے حلق کو جلا ڈالتا ہے۔ چنانچہ جیسے دو دریا میٹھا اور تلخ برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح مؤمن و کافر بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی نیک و فاجر برابر ہو سکتے ہیں۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ مؤمن و کافر کی مثال بیان کی گئی ہے۔ "الفرات" جو پیاس کو ختم کر دے۔ "السائغ" جو اپنی شیرینی کی وجہ سے فوراً حلق سے نیچے اتر جائے۔ "الأجاج" جو اپنی تلخی کی وجہ سے حلق کو جلا ڈالے۔[2] وَمِنۡ كُلٍّ تَاۡكُلُوۡنَ لَحۡمًا طَرِیًّا: ان دونوں دریاؤں سے تم نہایت تازہ مچھلیاں کھاتے ہو جو مختلف انواع کی ہوتی ہیں، ان کے ذائقے مختلف ہوتے ہیں اور ان کی شکلیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔

وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡنَ حِلۡیَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا:...... تم زیب و زینت اور آراستگی کے لیے یاقوت و مرجان ان دریاؤں سے نکالتے ہو۔ وَتَرَى الۡفُلۡكَ فِیۡهِ مَوَاخِرَ: تم بڑی بڑی کشتیاں دیکھتے ہو جو سمندر کا سینہ چیر کر آتی جاتی ہیں۔ جو اپنے اوپر بڑے بڑے بوجھ، ساز و سامان اور انسانوں کو اٹھائی ہوتی ہیں۔ اور وہ پانی میں ڈوبتی نہیں ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی تسخیر سے ہوتا ہے۔ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ: تاکہ تم ان بڑی بڑی کشتیوں پر سوار ہو کر تجارت اور دور دراز کے ملکوں میں کی طرف سفر کر کے اللہ کا فضل (اور رزق) طلب کر سکو۔ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ: تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے تسخیر کردہ انعام و فضل و کرم پر اس کا شکر ادا کرو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و سلطنت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بیان فرمائی ہے۔

لیل و نہار کے تغیرات

یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّهَارِ وَیُوۡلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیۡلِ:...... اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات کو، رات کو کم کر کے دن میں اضافہ کرا دیتا ہے اور کبھی دن کو کم کر کے رات میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اس سے رات و دن کی طوالت میں تفاوت ہو جاتی ہے، جو کہ موسم اور مختلف شہروں کے حسب حال کمی زیادتی ہوتی ہے، حتیٰ کہ بعض ممالک میں گرمیوں میں دن سولہ گھنٹوں تک پہنچ جاتا ہے اور رات کم ہو کر آٹھ گھنٹوں کی باقی رہ جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کوئی بھی اس نشانی کا انکار نہیں کر سکتا ہے خواہ مؤمن ہو یا کافر نابینا و بینا اس نشانی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر واضح نشانی ہے اور اس کا نہایت دقیق تصرف ہے اپنی مخلوق میں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کائنات پر مسلط کردہ دستور ہے جس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا محکم نظام ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے، ہر چیز کا وہی خالق ہے، پاک ہے وہ جو تدبیر والا ہے اور حکمت و علم والا ہے۔ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ۖ كُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی: سورج اور چاند کو انسانوں کے مصالح کے لیے مسخر کر دیا، ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں چلتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا اپنا اپنا مدار متعین کر دیا ہے کوئی بھی اپنے مدار سے تجاوز نہیں کر پاتا۔ حتیٰ کہ قیامت تک اپنے اپنے مدار میں چلتے رہیں گے۔[3]

---

[1] دریا کو بھی بحر سے تغلیباً تعبیر کیا ہے۔ [2] تفسیر ابی السعود ۴/۲۴۱ [3] ایک عرصہ تک سائنسی تحقیق نے یہ نظریہ جمائے رکھا ہے کہ سورج ایک جگہ ثابت ہے لیکن جدید تحقیق نے یہ خیال غلط ثابت کر دیا ہے، اس تحقیق کی رو سے سورج فضا میں محو حرکت ہے اور ۱۲ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کرتا ہے۔ قرآن نے صاف اعلان کیا ہے۔ وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا۔ سائنسی تحقیقات آئے دن بدلتی رہتی ہیں عقیدہ کا دار و مدار سائنسی تحقیق پر نہیں بلکہ خبر صادق پر ہوتا ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ:...... ان تمام عجیب امور کا فاعل تمہارا رب ہے جو عظیم الشان ہے جسے مخلوق پر کامل تصرف، سلطنت اور بادشاہت حاصل ہے۔

باطل معبودوں کی حقیقت

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ:...... اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم جن بتوں کی عبادت کرتے ہو ان کے اختصار میں کوئی چیز نہیں اگرچہ وہ چیز کھجور اور اس کی گٹھلی کے درمیان پایا جانے والا باریک چھلکا ہی کیوں نہ ہو۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ مثال کسی چیز کے نہایت قلیل وحقیر ہونے کے لیے بیان کی جاتی ہے، چنانچہ بت اپنے ضعف، حقارت اور تصرف سے نہایت عاجز ہونے کی بنا پر ضرب المثل بن گئے کہ وہ فتیل وقطمیر کے مالک نہیں ہیں۔ پھر اس مضمون کی تاکید لائی گئی ہے۔اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ: اگر تم ان بتوں کو پکارو یہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور تمہاری ندا کا جواب نہیں دیتے چوں کہ بت جمادات ہوتے ہیں جو سنتے اور سمجھتے نہیں۔وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ: بالفرض اگر تمہاری ندا سن لیں تمہیں جواب نہیں دے سکیں گے چوں کہ بتوں میں قوت نطق نہیں ہے کہ وہ تمہیں کوئی جواب دے سکیں۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ: آخرت میں جب اللہ تعالیٰ انہیں قوت گویائی عطا کرے گا وہ تم سے اور تمہاری عبادت سے اعلان بیزاری کریں گے۔وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ: اے محمد! تمہیں میرے سوا یقینی خبر کوئی بھی نہیں دے گا، میں ہی خالق اور علیم وخبیر ہوں۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مِثْلُ خَبِيْرٍ: سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان وبدیع کی مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا:...... میں استعارہ تمثیلیہ ہے، نعمتوں کے عطا کرنے کو خزانے کھولنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

فتح کا استعارہ ہے اطلاق نعمتہا کے لیے اور امساک منع کے لیے استعارہ ہے۔يَفْتَحِ وَمَا يُمْسِكْ. يُضِلُّ وَيَهْدِيْ. تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ: اور يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖ: میں طباق ہے۔اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ اور هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ: میں نیکوکاروں اور فجار کے بدلے میں مقابلہ ہے۔طباق ومقابلہ محسنات بدیعیہ میں سے ہیں۔اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا: میں دلالت لفظ کی وجہ سے جواب حذف ہے۔اس کے مقابل کا مضمون حذف کیا گیا ہے وہ یہ ہے کمن لم یزین لہ سوء عملہ۔اس محذوف پر آیت کا بقیہ حصہ دلالت کرتا ہے۔فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ. فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ: میں تکرار فعل کے ساتھ اطناب ہے۔فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ: میں کنایہ ہے۔ یہ ہلاکت سے کنایہ ہے چوں کہ جب جان چلی جاتی ہے تو انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ: میں غیبوبت سے تکلم کی طرف التفات ہے۔لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ:...... میں خوبصورت سجع بندی ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۱۵ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ
جَدِيْدٍ ۝۱۶ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝۱۷ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا
لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ
وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۸ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝۱۹ وَلَا
الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝۲۰ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝۲۱ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ

مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا
وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ
كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ ع ۳
الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ
مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾
لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ
هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ:......اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی ہے تعریف کا مستحق ہے۔﴿۱۵﴾ اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور نئی مخلوق پیدا فرما
دے۔﴿۱۶﴾ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔﴿۱۷﴾ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی بوجھ والا اپنا بوجھ اٹھانے کے
لیے بلائے گا تو اس میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا اگرچہ قرابت دار ہی ہو، آپ صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب
سے ڈرتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی، اور جو شخص پاکیزہ بنا تو وہ اپنی جان کے لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر
جانا ہے۔﴿۱۸﴾ اور نابینا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔﴿۱۹﴾ اور نہ اندھیریاں اور روشنی برابر ہے۔﴿۲۰﴾ اور نہ سایہ اور دھوپ برابر ہیں۔﴿۲۱﴾ اور نہ زندہ اور
مردہ برابر ہیں۔ بلاشبہ اللہ جسے چاہتا ہے سنوا دیتا ہے، اور آپ ان لوگوں کو سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں۔﴿۲۲﴾ آپ صرف ڈرانے والے
ہیں۔﴿۲۳﴾ بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بشیر اور نذیر بنا کر، اور کوئی بھی امت ایسی نہیں ہے جس میں ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔﴿۲۴﴾
اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے جو لوگ تھے وہ بھی جھٹلا چکے ہیں، ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلے ہوئے معجزات اور صحیفے اور روشن
کتابیں لے کر آئے۔﴿۲۵﴾ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا سو میرا عذاب کیسا ہوا۔﴿۲۶﴾ اے مخاطب! کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ نے
آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعے پھل نکالے جن کے رنگ مختلف ہیں، اور پہاڑوں کے مختلف حصے ہیں، سفید ہیں اور سرخ ہیں، ان
کے رنگ مختلف ہیں اور ان میں گہرے سیاہ رنگ والے بھی ہیں۔﴿۲۷﴾ اور انسانوں میں اور چوپایوں میں اور جانوروں میں ایسے ہیں جن کے رنگ
مختلف ہیں، اسی طرح اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ غلبہ والا ہے بخشنے والا ہے۔﴿۲۸﴾ بلاشبہ جو لوگ اللہ کی
کتاب کو پڑھتے ہیں اور انہوں نے نماز کو قائم کیا اور ہم نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کیا چھپکے سے اور ظاہری طور پر یہ لوگ ایسی
تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی ہلاک نہ ہوگی۔﴿۲۹﴾ تاکہ ان کا رب انہیں پورے اجر عطا فرما دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ دے، بلاشبہ وہ خوب
بخشنے والا ہے بہت قدردان ہے۔﴿۳۰﴾ اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے بالکل حق ہے جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو
اس سے پہلے تھیں، بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا ہے خوب دیکھنے والا ہے۔﴿۳۱﴾

ربط وتعارف: ......قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کی ہوئی نعمتیں شمار کی ہیں اور اپنی قدرت عزت وسلطنت پر دلائل وبراہین بیان کیے

ہیں۔ اب ان آیات میں بندوں کے رب تعالیٰ کا محتاج ہونے اور اس کا تمام مخلوقات سے بے نیاز ہونے کا ذکر ہے۔ مثالیں بیان کر کے مؤمن وکافر نیک وفاجر کے درمیان فرق واضح کیا ہے۔ اندھے اور بینا، نور وظلمت کی مثالیں فرق واضح کرنے کے لیے لائی گئی ہیں، چنانچہ اضداد سے اشیا میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

لغات: وِزْرٌ:...... بھاری پہاڑ جس کا سہارا لے لیا جائے۔ اسی سے ہے: كَلَّا لَا وَزَرَ. (سورۃ القیامۃ، آیت ۱۱) پھر ثقیل چیز کو وزر کہا جانے لگا، اس چیز کو پہاڑ کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے، پھر یہ لفظ گناہوں کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا جانے لگا۔ تُنْذِرُ: تو ڈراتا ہے۔ اَلْغَيْبِ: جو چیز انسان سے غائب ہو اور حواس اس کا ادراک نہ کرتے ہوں۔ شاعر کہتا ہے:

وبالغیب آمنا وقد کان قومنا　　　یصلون بلاوثان قبل محمد

ہم غیب پر ایمان لائے ہیں حالاں کہ محمد ﷺ سے پہلے ہماری قوم بتوں کی پوجا کرتی تھی۔

اَلْحَرُوْرُ:...... سورج کی شدید تپش۔ مصباح میں لکھا ہے: الحر "البرد" کے متضاد ہے۔ مقولہ ہے "حرت النار" آگ بھڑک اٹھی۔ اَلْحَرُوْرُ: گرم ہوا، لو۔[1] جُدَدٌ: جُدَّةٌ کی جمع ہے، راستا، علامت، جوہری کہتے ہیں۔ الجدة: گدھے کی پیٹھ پر وہ نشان جو اس کے رنگ کے خلاف ہو، جُدَدٌ راستے۔[2] قرطبی نے لکھا ہے: اخفش کہتے ہیں: جُدَدٌ اگر جَدِيْدٌ کی جمع ہوتی تو جیم ودال کے ضمہ جُدُدٌ کے ساتھ ہوتی جیسے سَرِيْرٌ کی جمع سُرُرٌ ہے۔

غَرَابِيْبُ: غربیبٌ کی جمع ہے، نہایت سیاہ۔ مقولہ ہے۔ أسود غربیب نہایت سیاہ، امرؤ القیس کا شعر ہے:

العین طامحة والید سالجة　　　والرجل لا فحة والوجه غربیب

"آنکھ اُوپر اٹھی ہوئی ہے، ہاتھ رعشہ زدہ ہے، پاؤں ڈگمگا رہا ہے اور چہرہ نہایت سیاہ ہے۔"

تمام انسان اللہ کے محتاج ہیں

تفسیر: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ:...... آیت کریمہ میں تمام انسانوں سے خطاب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو نعمتیں کی ہیں وہ انہیں یاد دلائی جائیں۔ یعنی تم اپنی بقا، تمام احوال، اور حرکات وسکنات میں اللہ ہی کے محتاج ہے۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ: اللہ تعالیٰ مطلقاً تمام جہاں سے بے نیاز ہے اور وہ تمام نعمتوں پر سزاوار حمد وستائش ہے۔ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت ایک وعظ اور تذکیر ہے۔ اور یہ کہ تمام انسان اللہ تعالیٰ کے احسان اور اس کے انعام کے محتاج ہیں۔ انسان اپنے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی شخص بھی لحہ بھر کے لیے بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا، جب کہ وہ علی الاطلاق تمام عالم سے بے نیاز ہے۔ وہ اپنے عظیم انعام واحسان پر سزاوار حمد وستائش ہے۔[3] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے اپنے بے نیاز ہونے کا اثبات کیا ہے۔ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ: اگر اللہ تعالیٰ چاہے تمہیں ہلاک اور فنا کر دے اور تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئے۔ اس میں وعید وتہدید ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ: یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل اور ممتنع نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ پر نہایت سہل وآسان ہی چوں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو وجود بخشنا چاہتا ہے تو کُن کہتا ہے وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔

قیامت میں ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى:...... کوئی بھی گناہگار کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور کسی کو بھی دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں دی جائے گی، جیسے دنیا کے ظالم وجابر لوگ کرتے ہیں کہ پڑوسی کو پڑوسی کے بدلے میں اور قریب کو قریب کے بدلے میں سزا دیتے ہیں۔[4] وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى: اگر کوئی گناہوں کے بوجھ تلے لدا ہوا کسی دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے دعوت دے گا تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا، اگرچہ وہ جسے بوجھ اٹھانے کی دعوت دی گئی ہو دعوت دینے والے کا کوئی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو

[1] المصباح المنیر [2] الصحاح للجوہری [3] البحر المحیط ۷/ ۳۰۷ [4] سابقہ مرجع

مثلاً باپ بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اس دن کسی فریادی کی فریاد رسی نہیں کی جائے گی۔ یہ سابقہ مضمون کی تاکید ہے کہ انسان دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دونوں آیتوں میں کیا فرق ہے؟ جواب: پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے میں عدل وانصاف پر دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر گناہ کے کسی کا مواخذہ نہیں کرے گا اور دوسری آیت میں اس امر پر دلیل ہے کہ قیامت کے دن کسی فریادی کی فریاد رسی نہیں کی جائے گی۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ: اے محمد! آپ تو بس اس قرآن کے ذریعے ان لوگوں کو ڈراتے ہیں جو قیامت کے دن اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ: جو کامل طریقے سے نماز ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنے نفوس کی طہارت کے ساتھ اپنے بدنوں کی طہارت کو بھی ملا کر رکھتے ہیں، اوقات میں نماز ادا کر کے۔ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ: جو شخص گناہوں کی گندگیوں سے اپنے نفس کو پاک کرتا ہے اس کی پاکی کا صلہ بالآخر اسی کو ملے گا، چنانچہ اس کی صلاح اور اس کا تقویٰ اسی کے ساتھ مختص ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ: قیامت کے دن تمام مخلوقات نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، چنانچہ ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ یہ خبر معنیٰ وعید کو متضمن ہے۔

مومن اور کافر برابر نہیں

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ: ...... اللہ تعالیٰ نے یہ مؤمن اور کافر کی مثال بیان فرماتی ہے۔ [1] یعنی جس طرح نابینا اور بینا یکساں نہیں ہو سکتے اسی طرح مؤمن جو نور قرآن سے روشنی حاصل کرتا ہے اور کافر جو اندھیروں میں بھٹک رہا ہوتا ہے برابر نہیں ہو سکتے۔ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ: اسی طرح کفر اور ایمان یکساں نہیں ہو سکتے جیسے نور اور ظلمت یکساں نہیں ہوتے۔ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ: اسی طرح حق و باطل اور ہدایت و گمراہی برابر نہیں ہو سکتے جس طرح ٹھنڈا سایہ اور سورج کی تیز تپش برابر نہیں ہوتے۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جنت، جنت کے ٹھنڈے سائے، اس کے درختوں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی کی مثال بیان فرمائی ہے، جیسے لو کی مثال بیان کی ہے دوزخ کی آگ اور اس کی شدید تپش کے لیے، جب کہ جنت کو نیکوکاروں کا ٹھکانا بنایا ہے اور دوزخ کو فساق و فجار کا ٹھکانا بنایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ   یعنی اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے۔ (سورۃ الحشر، آیت ۲۰)

پھر اس مضمون کو مؤکد کیا اور ارشاد فرمایا: وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ: یعنی جس طرح عقلا اور جہلا یکساں نہیں ہو سکتے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عدم یکسانیت میں ان چیزوں کی ترتیب غایت فصاحت کے درجے میں ہے۔ نابینا اور بینا کی مثال مؤمن و کافر کے لیے بیان فرمائی، پھر کافر پر جو کفر کی ظلمت چھائی ہوتی ہے اسے ذکر کیا اور مؤمن کے نور ایمان کو بیان کیا۔ پھر ان کے انجام یعنی سائے اور تپش کو بیان کیا، چنانچہ مؤمن سائے اور راحت میں ہوگا اور کافر اپنے کفر کی وجہ سے تپش اور بدحالی میں ہوگا۔ پھر اور زیادہ بلیغانہ انداز میں زندہ اور مردہ کی مثال بیان کی۔ چنانچہ نابینا میں پھر بھی کچھ نفع ہوتا ہے بخلاف مردے کے۔ ظلمات جمع کا صیغہ لایا گیا ہے چونکہ کفر کے راستے متعدد ہوتے ہیں جب کہ نور واحد کا صیغہ ہے چونکہ توحید اور حق ایک ہی چیز ہے اس میں تعدد نہیں۔ آخری دو مثالوں میں افضل کو مقدم کیا گیا ہے یعنی سائے اور زندہ کو تپش و مردے پر مقدم کیا گیا ہے، جب کہ پہلی دو مثالوں میں زیادہ واضح چیز کو مقدم کیا ہے یعنی نابینا اور ظلمت کو تاکہ فرق اچھی طرح سے واضح ہو جائے۔ یہ نہیں کیا جائے گا کہ ایسا سجع بندی کے لیے کیا گیا ہے چونکہ معجزۂ قرآن صرف الفاظ میں نہیں بلکہ معنیٰ میں بھی ہے۔ قرآن عظیم کے اسرار و رموز اللہ ہی کے لیے ہیں۔ [2]

پھر اسی مضمون کو اور واضح کر دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ: اللہ تعالیٰ جسے دعوت حق سنانا چاہتا ہے اسے سنا دیتا ہے۔ اس کے لیے ایمان پسند کرتا ہے اور اسلام کے لیے اس کا سینہ کھول دیتا ہے۔ اے محمد! آپ ان کفار کو نہیں سنا سکتے، چونکہ ان کے دل مردہ ہیں ان میں ادراک اور فہم نام کی کوئی چیز نہیں۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قبروں میں پڑے لوگوں سے مراد کفار ہیں۔ کفار کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ [3] یعنی جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے لوگ کتاب اللہ کی سماعت نہیں کر سکتے اور اس کے مواعظ سے نفع نہیں اٹھا سکتے اسی

---

[1] البحر المحیط ۷/ ۳۰۸ [2] البحر المحیط ۷/ ۳۰۹ [3] تفسیر ابن الجوزی ۶/ ۴۸۴

طرح مردہ دل لوگ سنی ہوئی حقیقت سے نفع نہیں اٹھا سکتے۔[۱] اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ: آپ تو بس پیغمبر ہیں خبردار کرنے والے، آپ ان کفار کو دوزخ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا: ہم نے آپ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے۔ اس حال میں کہ آپ مؤمنین کو خوشخبری دینے والے ہیں اور کافروں کو ڈرانے والے ہیں۔ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیۡهَا نَذِیۡرٌ: سابقہ امتوں میں سے کوئی امت بھی ایسی نہیں گزری جس میں کوئی پیغمبر نہ آیا ہو۔ وَاِنۡ یُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ: حضور نبی کریم ﷺ کو اس آیت میں تسلی دی جارہی ہے اور ہدایت کی جارہی ہے کہ اذیت وآزمائش پر صبر وتحمل میں انبیائے سابقین کے نقش قدم پر چلیں۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اے محمد! اگر آپ کی قوم کے ان مشرکین نے آپ کی تکذیب کی ہے تو آپ سے پہلی امتوں نے بھی اپنے انبیا کی تکذیب کی ہے۔

جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ:...... ان کے پاس پیغمبر واضح معجزات لے کر آئے چنانچہ انہوں نے انبیا کی تکذیب کی اور اللہ کی طرف سے جو پیغام لائے تھے اس کا انکار کیا۔[۲] وَبِالزُّبُرِ وَبِالۡكِتٰبِ الۡمُنِیۡرِ: وہ صحائف، مقدس وروشن آسمانی کتابیں لے کر آئے۔ آسمانی کتابیں چار ہیں: تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید۔ بایں ہمہ وہ لوگ انبیا علیہم السلام کی تکذیب کرتے رہے لہٰذا آپ بھی صبر کریں جیسے سابقہ انبیا کے صبر کیا۔ ثُمَّ اَخَذۡتُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا: پھر انہیں مہلت دینے کے بعد میں نے انہیں اپنی پکڑ میں لے لیا اور انہیں ہلاک وتباہ کر دیا۔ فَكَیۡفَ كَانَ نَكِیۡرِ: ذرہ دیکھو میری سزا اور میرا انکار ان پر کیسا گراں گزرا؟ کیا میں نے زبردست غالب کی پکڑ میں انہیں پکڑا نہیں؟ کیا میں نے ان کی نعمتوں کو نقمت میں نہیں بدلہ؟ ان کی سعادت کو شقاوت میں اور ان کی آبادکاری کو تخریب میں نہیں بدلہ؟ جو لوگ میرے پیغمبروں کی تکذیب کرتے ہیں میں ان کے ساتھ ایسے ہی کرتا ہوں۔ اس کے بعد زمینی وآسمانی دلائل سے توحید کا اثبات کیا گیا ہے

مخلوقات کے رنگ مختلف

چنانچہ ارشاد فرمایا: اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: اے مخاطب! کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ جو عظیم وکبیر اور جلیل القدر ہے نے اپنی قدرت سے بادلوں سے بارش نازل کی۔[۳] فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا: اس پانی کی ذریعے ہم نے انواع واقسام کا سبزہ، پھل جو مختلف شکلوں رنگوں اور ذائقوں کے ہیں پیدا کیے۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی مختلف اجناس کے پھل پیدا کیے، مثلاً انار، سیب، انجیر اور انگور وغیرہ۔ یا ان کی ہیئتیں پیدا کیں سرخ، زرد اور سبز وغیرہ۔[۴] وَمِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا کیے جن میں رنگ برنگ کے مختلف حصے ہیں۔ اگرچہ سبھی پتھر ہیں یا مٹی ہے، کوئی سفید ہیں جن کی سفیدی بھی مختلف ہے، کوئی سرخ ہیں جن کی سرخی میں بھی اختلاف ہے۔ وَغَرَابِیۡبُ سُوۡدٌ: اور کچھ پہاڑ نہایت سیاہ ہیں۔ ابن جزی کہتے ہیں: وصف ابلغ کو مقدم کیا حالاں کہ اس کا حق موخر ہونے کا ہے۔ ایسا تاکید کی غرض سے کیا گیا ہے۔ کلام عرب میں ایسا بکثرت آتا ہے۔[۵] اس سے غرض اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان کرنا ہے۔ رنگوں کا مختلف ہونا صرف پھلوں میں منحصر نہیں بلکہ زمین کے طبقات اور ٹھوس پہاڑوں میں بھی رنگوں کا اختلاف ہے۔ حتیٰ کہ تم ایک ہی پہاڑ میں مختلف رنگوں کو پاسکتے ہو۔ اس میں مرجان کے مشابہ رنگیں بھی ہوتی ہیں اور سنگ مرمر بھی ہوتا ہے، پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز پر قدرت رکھتی ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ: اللہ تعالیٰ نے اسی طرح انسانوں، حیوانوں اور چوپایوں کو پیدا کیا جن کے رنگ مختلف ہیں جیسے پھلوں اور پہاڑوں کے رنگ مختلف ہیں۔ چنانچہ ایک کا رنگ سفید ہے، دوسرے کا سرخ اور تیسرے کا سیاہ۔ اور سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ پاک وبزرگ ہے وہ ذات جو سب سے اچھا خالق ہے۔ اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں اور اپنی صنعت وکاریگری کے آثار اور مختلف اجناس کی تخلیق کا ذکر کیا۔ اس کے بعد یہ فرمان لایا۔

---

[۱] تفسیر الطبری ۲۲/ ۸۵ [۲] تفسیر الطبری ۲۲/ ۸۶ [۳] آیت کریمہ میں رب تعالیٰ کی قدرت وکاریگری کے عجائب میں غور وفکر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ [۴] تفسیر الکشاف ۳/ ۴۸۱ [۵] التسہیل ۳/ ۱۵۸

اللہ سے ڈرنے والے علما ہی ہیں

اِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا:...... اللہ تعالیٰ سے بس علما بھی ڈرتے ہیں چوں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت علما ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خوف خدا اور خشیت علمائے عارفین کو حاصل ہوتی ہے۔ چوں کہ جب رب تعالیٰ کی معرفت اُتم ہو اور اس کا علم اکمل ہو تو رب تعالیٰ کی خشیت اس سے عظیم اور زیادہ ہوگی۔[1] اِنَّ اللهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے اور اس کے بندوں میں سے جو توبہ کرے اور اس کی طرف رجوع کرے اس کی بخشش کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی صفات ذکر کی گئی ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللهِ: یعنی دن رات قرآن عظیم کی تلاوت پر جو لوگ مداومت کرتے ہیں۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ: نماز کو پورے اہتمام کے ساتھ وقت پر ادا کرتے ہیں، خشوع وآداب اور شرائط وارکان کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً: اور اپنے اموال کا کچھ حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، خفیہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

نفع بخش تجارت کے امیدوار

يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ:...... وہ اپنے عمل کے ذریعے نفع بخش تجارت کی امید رکھتے ہیں جس میں کساد اور خسارے کا خدشہ نہیں۔ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ: تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے، اور جو لوگ نیک اعمال کریں ان کو ان کے اعمال کا ثواب ملے، اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ان پر فضل وکرم اور احسان ہوگا۔ تسہیل میں لکھا ہے: مطیع وفرمانبردار پورے پورے ثواب کا مستحق ہوگا۔ فضل وکرم کے اور زیادہ ہونے کا مطلب یا تو ثواب کا دوگنا ہونا ہے یا رؤیت باری تعالیٰ ہے۔[2] اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ: اللہ تعالیٰ اہل قرآن کو خوب بخشنے والا ہے اور ان کی اطاعت کی پاسداری کرنے والا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مطرف جب یہ آیت پڑھتے تو کہتے یہ قرّا کی آیت ہے۔[3] وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ: اے محمد! ہم نے آپ کی طرف جو کتاب نازل کی ہے (یعنی قرآن عظیم) وہ کتاب حق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اور اس کے سچ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ: اس حال میں کہ یہ کتاب سابقہ آسمانی کتابوں تورات، انجیل اور زبور کی تصدیق کرتی ہے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن عظیم وحی ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور ایسا کلام لائے جو اللہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔[4] اِنَّ اللهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌ بَصِيْرٌ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے باخبر ہے، ان کے مخفی اور ظاہری امور کا احاطہ کیے ہوئے اور ان کے معاملات میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں ہے۔

بلاغت:...... ان آیات کریمہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں۔ ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

- يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ:...... الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ. الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ. الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ. الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ. بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا اور سِرًّا وَّعَلَانِيَةً: میں طباق ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ: اور حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ: میں استعارہ تصریحیہ ہے۔ کافر کو اندھے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مؤمن کو بینا کے ساتھ۔ وجہ جامع راستے کی تاریکی اور عدم ہدایت ہے۔ جب کہ دوسری تشبیہ میں نظر کا واضح ہونا اور ہدایت کا ملنا ہے، پھر مشبہ بہ اعمیٰ کا استعارہ ہے کافر کے لیے اور بَصِيْرٌ: کا استعارہ مؤمن کے لیے ہے۔ جو کہ استعارہ تصریحیہ کے طور پر ہے۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا: میں غیبوبت سے تکلم کی طرف التفات ہے۔ نزول بارش کے فعل کے کمال بیان کے لیے یہ اسلوب اپنایا گیا ہے نیز اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کو بھی واضح کرنا مقصود ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا: میں قصر الصفة علی الموصوف ہے یعنی صفت کو موصوف پر بند کر دیا ہے۔ یہاں خشیت کو علما پر بند کر دیا گیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: میں استفہام تقریری ہے اور اس میں معنی تعجب ہے۔ يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنے کے لیے تجارت کا استعارہ لایا گیا ہے۔ حصول ثواب کے معاملے کو

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۱۴۶ [2] التسہیل ۳/۱۵۸ [3] المختصر ۳/۱۴۶ [4] البحر المحیط ۷/۳۱۳

دنیوی تجارت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ تجارت انسانوں کا آپس کا خرید و فروخت کا معاملہ ہوتا ہے جس میں منافع کمایا جاتا ہے۔ لَنْ تَبُوْرَ: کی قید سے استعارہ ترشیحیہ ہوا۔ یَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ، اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ: اسی طرح وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ، فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ: میں خوبصورت طریقے سے رعایت فاصلہ ہے جو کلام کے حسن و جمال میں اضافہ کر دیتا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ
وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٣٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ
فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا
الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا
يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ
عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ
صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا
فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٣٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٣٨﴾ ع
هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ
عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٤٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿٤١﴾
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ
نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۨ ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا
بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ
تَحْوِيْلًا ﴿٤٣﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْۤا اَشَدَّ
مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿٤٤﴾
وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ

ع

مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

ترجمہ:...... پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا سو ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو درمیانہ درجے والے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو باذن اللہ بھلائی کے کاموں میں آگے بڑھنے والے ہیں، یہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ ﴿۳۲﴾ وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے اس میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی زیور کے طور پر پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔ ﴿۳۳﴾ اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دور فرما دیا، بلاشبہ ہمارا رب بڑا بخشنے والا ہے خوب قدر دان ہے۔ ﴿۳۴﴾ جس نے ہمیں اپنے فضل سے رہنے کی جگہ میں نازل فرما دیا، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکن پہنچے گی۔ ﴿۳۵﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ ان کی قضا آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں اور نہ ان سے اس کا عذاب ہلکا کیا جائے گا، ہر کافر کو ہم ایسے ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ ﴿۳۶﴾ اور وہ لوگ دوزخ میں چلائیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال لیجیے ہم ان اعمال کے علاوہ دوسرے عمل کریں گے جو کیا کرتے تھے، کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص سمجھ سکتا تھا جو سمجھنا چاہتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا، سو تم چکھ لو، سو ظالموں کے لیے کوئی بھی مددگار نہیں۔ ﴿۳۷﴾ بلاشبہ اللہ آسمانوں کے اور زمین کے غیب کا جاننے والا ہے بلاشبہ وہ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ ﴿۳۸﴾ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کے بعد آباد فرمایا۔ سو جو شخص کفر اختیار کرے اس کا کفر اسی پر ہے اور کافروں کے لیے ان کا کفران کے رب کے نزدیک ناراضگی ہی کو بڑھاتا ہے اور کافروں کے لیے ان کا کفر صرف خسارہ ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ ﴿۳۹﴾ آپ فرما دیجیے کہ تم جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہو ان کا حال بتاؤ، مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا، کیا آسمانوں میں ان کا کوئی ساجھا ہے، کیا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم ہوں، بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کو صرف دھوکے کی باتوں کا وعدہ کرتے ہیں۔ ﴿۴۰﴾ بلاشبہ اللہ آسمانوں کو اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائے اور اگر وہ ٹل جائیں تو اس کے سوا ان دونوں کو کوئی بھی تھامنے والا نہیں، بلاشبہ وہ حلیم ہے غفور ہے۔ ﴿۴۱﴾ اور ان لوگوں نے مضبوطی کے ساتھ اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آجائے تو دوسری امتوں کے مقابلہ میں ہر ایک سے زیادہ ہدایت پانے والے ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آگیا تو ان کی نفرت زیادہ ہوگئی۔ ﴿۴۲﴾ زمین میں تکبر کرنے اور بری تدبیریں اختیار کرنے کی وجہ سے، اور بری تدبیر کا وبال اسی پر ہے جو یہ کام کرے، سو کیا وہ پرانے لوگوں کے دستور کا انتظار کر رہے ہیں، سو آپ ہرگز اللہ کے دستور میں تبدیلی نہ پائیں گے اور آپ ہرگز اللہ کے دستور میں منتقل ہونا نہ پائیں گے۔ ﴿۴۳﴾ کیا وہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تاکہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے، اور آسمانوں میں اور زمین میں اللہ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، بلاشبہ وہ جاننے والا ہے قدرت والا ہے۔ ﴿۴۴﴾ اور اگر اللہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے ان کا مواخذہ فرمائے تو زمین کی پشت پر کسی ایک چلنے پھرنے والے کو بھی نہ چھوڑے اور لیکن وہ ایک میعاد مقررہ تک مہلت دے رہا ہے، سو جب ان کی مقررہ میعاد آجائے گی تو اللہ اپنے بندوں کا دیکھنے والا ہے۔ ﴿۴۵﴾

ربط وتعارف:...... اوپر اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والوں کی تعریف کی ہے۔ اب ان آیات میں امت اسلامیہ کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔ ①...... اپنے اوپر ظلم کرنے والے۔ ②...... میانہ رو۔ ③...... نیکیوں میں سبقت لے جانے والے، پھر نیکوکاروں اور فساق وفجار کا انجام ذکر کیا ہے تاکہ بندہ خوف ورجا کے درمیان رہے۔

لغات: نَصَبٌ:...... جسمانی مشقت، تھکاوٹ۔ لُغُوْبٌ: کمزوری، فتور، تکان، اسی سے ہے۔ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (سورہ ق، آیت ۳۸)

يَصْطَرِخُوْنَ: چیخ وپکار، فریادی کی پکار۔ سلامہ بن جندب کہتے ہیں:

كنا اذا ما أتانا صارخ فزع   كان الصراخ له قرع الظنابيب

جب ہمارے پاس کوئی فریادی گھبرایا ہوا آتا تھا اس کے لیے اس کی چیخ وپکار معاملہ آسان کردیتی تھی۔

النَّذِيرُ:...... جو لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے۔ خَلٰٓئِفَ: خلیفۃ کی جمع ہے وہ شخص جو کسی معاملے میں کسی دوسرے کی جانشینی کرے۔ مَقْتًا: شدید بغض اور غضب۔ خَسَارًا: ہلاکت، گمراہی۔ یَحِیْقُ: حاق به الشیء: احاطہ کر لیا، گھیر لیا۔

قرآن کے ورثا

تفسیر: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا: پھر ہم نے یہ قرآن عظیم افضل امت (امت محمد ﷺ) کو عطا کیا جنہیں ہم نے تمام امتوں پر ترجیح دی، اس فضل عظیم کے ساتھ انہی کو ہم نے مخصوص کیا، اور وہ قرآن عظیم ہے جو معجز ہے اور آخری آسمانی کتاب ہے۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جنہیں قرآن عظیم کے ورثہ کے لیے منتخب کیا وہ امت محمد یعنی صحابہ تابعین اور قیامت تک آنے والے مسلمان ہیں۔ [1] اس کے بعد امت اسلامیہ کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب عظیم عطا کی ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو نیکی کے عمل میں کوتاہی کرتے ہیں، وہ قرآن کی تلاوت تو کرتے ہیں پر اس پر عمل نہیں کرتے یہ لوگ اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو نیکیوں اور اعمال صالحہ بجالانے میں متوسط ہیں، بعض اوقات قرآن پر عمل کرتے ہیں اور بعض اوقات کوتاہی کر دیتے ہیں انہی کو آیت کریمہ میں مقتصد کہا گیا ہے۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں اوروں پر سبقت لے جاتے ہیں، خیر و بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جاتے ہیں اور طاعت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بجالاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خیر و بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اکثر مفسرین کہتے ہیں: ان تین اصناف کا تعلق امت محمد ﷺ سے ہے۔ اپنے اوپر ظلم کرنے والے گناہگار لوگ ہیں، سبقت لے جانے والے نیکوکار اور پرہیزگار لوگ ہیں اور مقتصد (متوسط) جو ان دونوں قسموں کے درمیان درمیان ہیں۔ [2]

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سبقت لے جانے والے وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں بدیوں پر فوقیت رکھتی ہوں۔ یعنی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں۔ اور اپنے اوپر ظلم کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں زیادہ ہوں۔ اور مقتصد وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہوں۔ اور یہ سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ [3] ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ: امت محمدیہ کو عطا کیا گیا یہ ورثہ اور ان کو اس کے لیے منتخب کرنا اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے جس کے برابر کوئی فضل اور کوئی شرف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو بقیہ امتوں پر قرآن عظیم کے ذریعے فضیلت دی ہے، اور اس امت پر خصوصی فضل و کرم کیا ہے۔ اس کے بعد مؤمنین کے لیے تیار کی گئی بہشتوں کا ذکر ہے۔

اہل جنت کے لیے سونے کے کنگن اور ریشمی لباس

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا:...... دائمی اقامت کے باغات ہیں جن میں مؤمنین انواع و اقسام کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوں گی۔ اعمال کی تفاوت کے اعتبار سے ان باغات کے بھی درجات ہوں گے۔ "جنات" جمع کا صیغہ ہے۔ چونکہ بہشتیں بہت ساری ہیں صرف ایک ہی بہشت نہیں ہے۔ جن میں سے کچھ یہ ہیں: جنت فردوس، جنت عدن، جنت نعیم، جنت ماویٰ، جنت خلد، جنت سلام اور جنت علیین۔ ہر جنت کے مختلف درجات ہیں جن میں عمل کرنے والوں کو حسب مراتب ٹھہرایا جائے گا۔ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا: وہ جنت میں سونے کے کنگنوں سے آراستہ ہوں گے جو موتیوں سے مرصع ہوں گے۔ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ: ان کے پہننے کا سب لباس ریشم کا ہوگا بلکہ ان کے بچھونے اور دروازوں پر لٹکے پردے بھی ریشم کے ہوں گے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دنیا کے بادشاہ کنگن اور تاج پہنتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو بھی ان چیزوں سے آراستہ کر دیا ہر جنتی کے پہنچے میں تین کنگن ہوں گے ایک سونے کا کنگن ہوگا، دوسرا چاندی کا اور تیسرا موتیوں کا۔ [4] وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ: مؤمنین جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمارے تمام غموں، دکھوں اور حزنوں کو ختم کر دیا

---

[1] الکشاف ۳/ ۴۸۴ [2] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/ ۱۵۸ [3] زاد المسیر ۶/ ۴۹۰ [4] القرطبی ۱۲/ ۵۲

مفسرین کہتے ہیں: مضارع کو ماضی سے تعبیر کیا۔ "وقالوا" چونکہ اس کا وقوع متحقق ہے۔ حزن سے مراد ہر وہ پریشانی ہے جو انسان کو تشویش میں ڈال دے، مثلاً خوف، مرض، فقر و فاقہ، موت، قیامت کی ہولناکیاں، دوزخ کا عذاب وغیرہ۔[1] اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ: ہمارا پروردگار گناہگاروں کی بخشش کرنے والا ہے اور فرمانبرداروں کی طاعت کی پاسداری کرنے والا ہے۔ یہ دونوں لفظ مبالغہ کے صیغے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت والا اور عظیم احسان والا ہے۔ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ: جس نے ہمیں جنت میں ٹھہرایا اور اس میں سکونت دی، ہم اس میں ہمیشہ ہمیشہ سکونت پذیر رہیں گے، یہاں سے کہیں بھی منتقل نہیں ہوں گے، یہ سب اللہ تعالیٰ کا ہمارے اوپر فضل و کرم اور اس کا احسان ہے۔ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ: جنت میں ہمیں کوئی تکلیف اور مشقت نہیں پیش آئے گی۔ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ: اور نہ ہی تھکاوٹ اور فتور پیش آئے گا۔ ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جنت کو دَارَ الْمُقَامَةِ قرار دیا گیا ہے، چونکہ مؤمنین جنت میں قیام کریں گے اور وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے۔ "نَصَبٌ" بدنی تھکاوٹ اور "لُغُوْبٌ" نفس کی تھکاوٹ جو بدنی تھکاوٹ سے پیدا ہو۔[2] اوپر اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں اور آخرت کے خوش حالوں کا ذکر کیا اور اب اشقیاء و فجار کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اہل دوزخ کا حال

چنانچہ ارشاد فرمایا: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں ان کے لیے دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ ہے جو ان کے کفر کا پورا پورا بدلہ ہو گی۔ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا: دوزخ میں ان پر موت کا حکم لاگو نہیں کیا جائے گا کہ وہ مر کر دوزخ سے راحت پا جائیں۔ وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا: ان سے دوزخ کے عذاب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی بلکہ وہ دائمی عذاب میں پڑے رہیں گے جو کبھی ختم نہیں ہونے پائے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا۔ (سورۃ الاسراء، آیت ۹۷) كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ: ہر وہ شخص جو کفر و ضلالت میں مبالغہ کرتا ہو ہم اسے ایسے ہی عذاب شدید میں گرفتار کرتے ہیں۔

اہل دوزخ کی فریاد

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ:...... وہ جہنم میں چیخ و پکار رہے ہوں گے اور اونچی آوازوں سے فریاد کر رہے ہوں گے کہ ہمارے پروردگار ہمیں دوزخ سے نکال اور ہمیں دنیا میں واپس لوٹا دے تاکہ ہم نیک اعمال کریں جو ہمیں تیرے قریب کر دیں۔ اور وہ اعمال ہم نہیں کریں گے جو پہلے کرتے تھے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ہم کفر کے بدلے میں ایمان اپنائیں گے اور معصیت کی بجائے فرمانبرداری اور اطاعت کا راستہ اپنائیں گے۔ اور پیغمبروں کو احکام بجالائیں گے۔ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ: میں دوزخیوں کے برے اعمال کرنے کا اعتراف ہے اور ان پر ندامت و حسرت ہے۔[3]

حق تعالیٰ کا جواب

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ:...... کیا ہم نے دنیا میں تمہیں لمبی عمر میں چھوڑے نہیں رکھا اور مہلت نہیں دے رکھی تھی، یہ عمر اس امر کے لیے کافی تھی کہ جو شخص سوچ بچار کرنا چاہتا اور نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو وہ ایسا کر سکتا تھا؟ بھلا تم نے اس عمر میں کیا کیا؟ اب تم دوسری عمر کا مطالبہ کیوں کرتے ہو؟ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ جس آدمی کو ساٹھ سال کی عمر تک پہنچا دے اس پر اللہ تعالیٰ اتمام حجت کر دیتا ہے۔[4] (اب اس کے پاس عذر نہیں رہتا کہ اسے کچھ کرنے کا موقع نہیں ملا)۔ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ: اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا رسول بھی آیا اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،

---

[1] تفسیر ابی السعود ۴/۲۴۵ و الطبری ۲۲/۹۱ [2] التسہیل ۳/۱۵۹ [3] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/۱۵۹ [4] اخرجہ البخاری

جنہیں قیامت سے پہلے مبعوث کیا گیا۔ دوسری تفسیر کے مطابق النَّذِیْرُ سے مراد بڑھاپا ہے، لیکن پہلی تفسیر زیادہ ظاہر ہے۔[۱] فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ: اے کفار کی جماعت! دوزخ کا عذاب چکھو آج کے دن تمہارا کوئی حمایتی اور کوئی مددگار نہیں ہوگا جو تمہیں عذاب سے بچا سکے۔ امام فخر الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صیغہ امر برائے تحقیر واہانت ہے۔ اور اس میں دوام کی طرف بھی اشارہ ہے۔[۲] ضمیر لَکُمْ کی بجائے لِلظّٰلِمِیْنَ اسم ظاہر لایا گیا ہے تاکہ کفار پر ظلم کی مہر ثبت ہو جائے، چنانچہ ان کے کفر اور ظلم کی وجہ سے ان کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہوگا اور نہ ہی کوئی بندہ۔ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اللہ تعالیٰ عالم ہے اس کے علم نے کائنات میں ہر مخفی چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اور آسمان وزمین میں جو بھی غیب ہے اس کے علم میں ہے۔

اللہ دلوں کی بات جانتا ہے

اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ: ......اللہ تعالیٰ سینوں میں دبے رازوں کو بھی جانتا ہے، دلوں میں اٹھنے والے وساوس کو بخوب جانتا ہے بھلا تمہارے ظاہری اعمال کو کیوں نہیں جانے گا؟ مفسرین کہتے ہیں: یہ جملہ سابقہ مضمون یعنی دوام عذاب کی تاکید ہے۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کفر کافر کے دل میں رچ بس گیا ہے اگر اسے دنیا میں تا ابد رکھا جاتا وہ پھر بھی ایمان نہ لاتا، لہٰذا ابدی عذاب، ابدی کفر کے عین مناسب ہے۔ اس میں کوئی ظلم وزیادتی نہیں ہے۔ وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا: تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ (سورۃ الکہف، آیت ۴۹)

قرطبی کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ اگر تمہیں دنیا میں لوٹا دے تم نیک اعمال نہ کرتے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ: اگر کفار کو دنیا میں واپس لوٹا دیا جاتا وہ پھر وہی کام کرتے جن سے انہیں پہلے روکا گیا تھا۔ (سورۃ الانعام، آیت ۲۸)[۳]

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں عاد وثمود اور سابقہ امتوں کے بعد جانشین بنایا ہے تم نسلاً بعد نسل ان کی رہائش گاہوں کے جانشین بنے ہو۔ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ: جس شخص نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا۔ اس کا ضرر اسی کو پہنچے گا۔ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا: کافروں کو ان کا کفر رب تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کے سوا کسی اور چیز میں اضافہ نہیں کرے گا۔ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا: کافروں کو ان کا کفر ہلاکت، ضلالت اور عمر بھر کے خسارے کے سوا کسی اور چیز میں اضافہ نہیں کرے گا۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں اس امر پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلے لوگوں کا جانشین بنایا لیکن انہوں نے پہلے لوگوں کے حال سے کوئی نصیحت نہیں حاصل کی، ان پر جو ہلاکت آئی اور ان کا کفران کے لیے جو وبال جان بنا اس سے انہوں نے عبرت نہیں حاصل کی۔ المقت سے مراد نہایت شدید بغض وحقارت "خسارًا" سے مراد عمر کا خسارہ ہے۔ گویا عمر انسان کی اصل پونجی ہے جب انسان اپنی عمر خدا تعالیٰ کی معصیت میں گزار دیتا ہے گویا اس نے عمر ضائع کر دی اور نہایت خسارے میں رہا۔ اس نے نفع کے بدلے میں اس نے اللہ کا غضب مول لیا، بایں طور کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔[۴]

پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی توبیخ کی ہے چونکہ مشرکین ایسے خداؤں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ کچھ سنتے ہیں اور نہ ہی کچھ نفع پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَرَءَیْتُمْ کا معنی ہے مجھے خبر دو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے ان شرکا اور ان کی خدائی وشراکت داری جس کے وہ مستحق ہیں کے بارے میں خبر دو۔[۵] آیت کا معنی ہے: اے محمد! ان مشرکین سے توبیخاً کہہ دیجیے: مجھے اپنے معبودان کے بارے میں خبر دو" یعنی بتوں کے متعلق بتاؤ۔" جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو اور اللہ کے ساتھ انہیں عبادت میں شریک ٹھہراتے ہو وہ اس عبادت کے کیونکر مستحق ہوئے؟

---

[۱] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نذیر کا معنی بڑھاپے سے کیا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نذیر سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی مختار تفسیر ہے۔ [۲] التفسیر الکبیر ۲۶/۳۰ [۳] القرطبی ۲۲/۵۵ [۴] تفسیر بحر المحیط ۷/۳۱۷ [۵] تفسیر الکشاف ۳/۴۸۷

ان معبودوں نے کیا پیدا کیا ہے؟

اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ: ...... مجھے بتاؤ اس دنیا میں ان خداؤں نے مخلوقات میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے یہاں تک کہ تم نے ان کی عبادت شروع کر دی؟ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ فِي السَّمٰوٰتِ: یا وہ آسمانوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شراکت داری کے وہ مستحق ٹھہرے؟ اَمۡ اٰتَيۡنٰهُمۡ كِتٰبًا فَهُمۡ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنۡهُ: یا ان پر ہم نے کوئی کتاب نازل کی ہے جو بتا رہی ہے کہ بت اللہ تعالیٰ کے شرکا ہیں اور وہ بتوں کی عبادت کرنے میں حق بجانب ہیں اور بصیرت و حجت و برہان پر ہیں؟ بَلۡ اِنۡ يَّعِدُ الظّٰلِمُوۡنَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا اِلَّا غُرُوۡرًا: بَلۡ اضراب کے لیے ہے۔ اور ماقبل سے عدول ہے نیز سبب حقیقی کا بیان ہے۔ یعنی انہوں نے بتوں کو اس لیے خدا بنا رکھا ہے چوں کہ ان کے بڑوں نے ان کو گمراہ کر دیا ہے اور یہ ان کی اتباع کر رہے ہیں چونکہ یہ کہتے ہیں: بت ان کی سفارش کریں گے، جب کہ حقیقت میں یہ خالص جھوٹ اور باطل دعویٰ ہے۔ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب مختلف براہین و حجج کی نفی کی تو اس سے عدول کر کے اس چیز کا ذکر کیا جو انہیں غیر اللہ کی عبادت پر ابھارتی ہے اور وہ اسلاف کا بعد میں آنے والے جانشینوں کو دھوکے میں رکھنا ہے اور رؤسا کا اتباع کو گمراہ کرنا ہے۔ کہ ان کے خدا اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے۔[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کے دلائل ذکر کیے ہیں۔

زمین و آسمان کا ٹھہراؤ

اِنَّ اللّٰهَ يُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا: ...... اللہ عزوجل نے اپنی عظیم تر قدرت اور اپنی کمال حکمت سے آسمانوں اور زمین کو ڈھے جانے سے روک رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيُمۡسِكُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَى الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو زمین پر گر جانے سے روک رکھا ہے، ہاں البتہ اس کے حکم سے۔ (سورۃ الحج، آیت ۶۵) قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح کر دی کہ مشرکین کے معبودان آسمان و زمین میں سے کسی کو بھی پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے تو یہ بات بھی واضح کر دی کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ ہی ہے اور اسی نے آسمان و زمین کو اپنے مدار میں روکے رکھا ہے، چنانچہ کوئی بھی حادثہ اللہ تعالیٰ کی خلق و ایجاد ہی سے وجود میں آئے گا اور بقا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت سے ہے۔[2] وَلَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ: اگر آسمان و زمین اپنی جگہ سے ٹل جائیں (بالفرض) تو اللہ کے بعد انہیں کوئی بھی تھام نہیں سکے گا، یعنی آسمان و زمین کو تھامنے پر کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا، یہ دونوں محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے قائم ہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا: اللہ تعالیٰ بردبار ہے کفار کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا باوجود یہ کہ وہ عذاب کے مستحق بھی ہیں۔

یہود کی جھوٹی قسمیں اور نبوت کی تکذیب

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ: ...... مشرکین اللہ کی پختہ قسمیں اٹھاتے ہیں۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین کی عادت تھی کہ وہ عام طور پر اپنے آباؤ اجداد اور بتوں کی قسمیں اٹھاتے تھے اور جب تاکید و تشدید کا ارادہ کرتے تو اللہ کی قسم اٹھاتے تھے۔[3] لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ: اگر ان کے پاس خبردار کرنے والا کوئی پیغمبر آیا لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ اِحۡدَى الۡاُمَمِ: تو وہ ان تمام امتوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے جن کی طرف پیغمبر بھیجے گئے۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قریش کو یہ خبر پہنچی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے کہ اہل کتاب اپنے پیغمبروں کی تکذیب کرتے ہیں اس پر کہنے لگے: اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلا دیا۔ اللہ کی قسم! اگر ہمارے پاس کوئی رسول آیا ہم یہود و نصاریٰ سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے۔[4] فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ: جب ان کے پاس سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرًا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری نے ان کے ہدایت سے دور ہونے اور حق سے بھاگنے کے سوا کچھ اور اضافہ نہیں کیا۔

---

[1] تفسیر ابی السعود ۴/۲۴۶ [2] تفسیر القرطبی ۱۴/۳۵۶ [3] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/۳۱۵ [4] تفسیر ابی السعود ۴/۲۴۴

اسۡتِکۡبَارًا فِی الۡاَرۡضِ وَمَکۡرَ السَّیِّیٴِ: ......وہ اتباعِ حق سے تکبر کرنے، زمین پر سرکشی کرنے کے بسبب بھاگتے ہیں اور رسول و مؤمنین کے ساتھ بری چالیں چلنے کی وجہ سے بھاگ رہے ہیں تاکہ کمزور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے متنفر کریں۔ ابوحیان کہتے ہیں: ان کے دور بھاگنے کا سبب تکبر اور بری چالیں ہیں۔ یعنی انہیں حق سے دور کرنے والی چیز تکبر (بڑائی کا گھمنڈ) اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بری چالیں چلنا ہے۔[1] اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا وَلَا یَحِیۡقُ الۡمَکۡرُ السَّیِّیٴُ اِلَّا بِاَہۡلِہٖ: بری چالوں کا وبال انہی لوگوں کو گھیرے گا جو یہ چالیں چلتے ہیں، جیسے عرب کا قول ہے: جو شخص اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گر جاتا ہے۔ فَہَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِیۡنَ: یہ لوگ انتظار نہیں کر رہے مگر اسی دستور کا جو اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں میں جاری کیا۔ اور وہ ان پر عذاب کا نازل کرنا اور انہیں ہلاک کرنا ہے۔ چوں کہ وہ لوگ پیغمبروں کی تکذیب کرتے تھے۔ فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا: اللہ تعالیٰ کا دستور جو مخلوق میں معمول بہ ہوتا ہے اس میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوتی۔

اللہ کی مضبوط گرفت

وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحۡوِیۡلًا: ......کوئی شخص قدرت نہیں رکھتا کہ وہ عذاب کو کسی اور کی طرف پھیر دے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کفار پر عذاب مسلط کر دیتا ہے کوئی شخص بھی عذاب کو تبدیل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اسے اپنے اوپر سے ہٹا کر کسی دوسرے پر مسلط کر سکتا ہے۔ سنت کا معنی طریقہ و دستور ہے۔[2] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تکذیب کرنے والوں کے آثار و نشانات کا مشاہدہ کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ ان سے عبرت حاصل کی جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا اَوَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ: کیا یہ لوگ سفر نہیں کرتے اور تباہ شدہ بستیوں پر سے نہیں گزرتے کہ گزشتہ امتوں کی تباہی و بربادی کے آثار و نشانات دیکھیں، انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی، یہ لوگ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ وَکَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡہُمۡ قُوَّۃً: وہ اہلِ مکہ سے کہیں زیادہ جسمانی قوت، اموال اور اولاد کے مالک تھے۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعۡجِزَہٗ مِنۡ شَیۡءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الۡاَرۡضِ: اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور اس کائنات میں اس پر کوئی چیز مشکل نہیں۔ اِنَّہٗ کَانَ عَلِیۡمًا قَدِیۡرًا: اللہ تعالیٰ زبردست علم و قدرت والا ہے۔ مخلوق کے معاملات سے بخوبی آگاہ ہے۔ نافرمانی کرنے والے سے انتقام لینے پر قدرت رکھتا ہے۔

گناہوں پر اللہ کا عفو و درگزر

وَلَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَہۡرِہَا مِنۡ دَآبَّۃٍ: ......اللہ تعالیٰ کی بردباری اور بندوں پر اس کی رحمت کا بیان ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی ان کے تمام گناہوں کے بدلے میں داروگیری کرتا تو سطحِ زمین پر رینگنے والے کسی انسان و حیوان کو نہ چھوڑتا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آیت میں زمین پر رینگنے والے تمام حیوانات مراد ہیں۔[3] وَلٰکِنۡ یُّؤَخِّرُہُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی: لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت و فضل و کرم کی بنا پر انہیں مہلت دے رکھی ہے اور یہ مہلت مقررہ تک کے لیے ہے اور وہ مدت روزِ قیامت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

اللہ کی ڈھیل صرف قیامت تک ہے

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُہُمۡ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ بَصِیۡرًا: ......جب یہ وقت آ جائے گا، اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اگر اعمال نیک ہوتے تو بدلہ بھی اچھا ہوگا اگر اعمال برے ہوئے تو بدلہ بھی برا ہوگا، چوں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے اعمال کا علم ہے اور ان کے احوال سے بخوبی آگاہ ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ عذاب کے مستحق کو بخوبی دیکھتا ہے۔ اور جو شرف و عزت کا مستحق ہے اسے بھی جانتا ہے۔ آیت کریمہ میں مجرمین کے لیے وعید ہے اور پرہیزگاروں کے لیے وعدہ ہے۔

---

[1] تفسیر البحر المحیط ۷/۳۱۹ [2] تفسیر القرطبی ۱۴/۳۶۰ [3] تفسیر القرطبی ۱۴/۳۶۱

بلاغت: لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ:...... میں تکرار فعل کے ساتھ اطناب ہے۔ اس سے مستقلاً دونوں امور کے انتفا میں مبالغہ پیدا کرنا مقصود ہے۔ اسی طرح وَلَا يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ، وَلَا يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا: میں بھی اطناب ہے۔ اس سے مقصد کفار کی قباحت مزید بیان کرنا مقصود ہے۔ فَذُوقُوا فَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ نَّصِيرٍ: میں صیغۂ امر برائے تہکم ہے جیسے إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ (سورۃ الدخان، آیت ۴۹)

غَفُورٌ شَكُورٌ، كَفُورٍ:...... مبالغہ کے صیغے ہیں اسی طرح حَلِيمًا، عَلِيمًا قَدِيرًا: بھی مبالغہ کے صیغے ہیں۔ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ: میں استفہام انکاری ہے جو توبیخ کا فائدہ دے رہا ہے، اسی طرح أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ: بھی توبیخ کے لیے ہے اور استفہام انکاری ہے۔ مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ: میں استعارہ مکنیہ ہے زمین کو رینگنے والے جانور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس نے اپنی پیٹھ پر مختلف اقسام کی مخلوقات اٹھا رکھی ہو پھر مشبہ بہ کو حذف کیا گیا ہے اور اس کے لوازمات کا اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ ظہر (پیٹھ) ہے، یہ استعارہ مکنیہ ہے۔ وَجَآءَكُمُ النَّذِيرُ ، فَذُوقُوا فَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ نَّصِيرٍ: میں خوبصورت سجع بندی ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمدللہ آج ۱۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۲۰۱۴ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب سورۂ فاطر کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا اور اس کے ساتھ ہی دوسری جلد بھی مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسے شرف قبولیت بخشے اور آخری جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دارالاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآنی

تفسیر عثمانی بطرز تفسیر مع عنوانات	جدید کتابت ۲ جلد	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، اضافہ عنوانات جناب محمد ولی رازی
تفسیر مظہری اردو	۱۲ جلدیں	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ
قصص القرآن	۴ حصے در ۲ جلد کامل	مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ
تاریخ ارض القرآن		علامہ سید سلیمان ندویؒ
قرآن اور ماحولیات		انجینیر شفیع حیدر دانش
قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن		ڈاکٹر حقانی میاں قادری
لغات القرآن		مولانا عبد الرشید نعمانی
قاموس القرآن		قاضی زین العابدین
قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی)		ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
ملک البیان فی مناقب القرآن (عربی انگریزی)		جان پینرس
اعمال قرآنی		مولانا اشرف علی تھانویؒ
قرآن کی باتیں		مولانا احمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو	۳ جلد	مولانا ظہور الباری اعظمی۔ فاضل دیوبند
تفہیم المسلم " " "	۳ جلد	مولانا زکریا اقبال۔ فاضل دار العلوم کراچی
جامع ترمذی " " "	۲ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
سنن ابو داؤد شریف " "	۳ جلد	مولانا سرور احمد صاحب، مولانا خورشید عالم قاسمی صاحب فاضل دیوبند
سنن نسائی " " "	۳ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
معارف الحدیث ترجمہ و شرح	۳ جلد ۷ حصے کامل	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب
مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات	۳ جلد	مولانا عابد الرحمن کاندھلوی / مولانا عبداللہ جاوید
ریاض الصالحین مترجم	۲ جلد	مولانا خلیل الرحمن نعمانی مظاہریؒ
الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح		از امام بخاری
مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف	۵ جلد کامل اعلیٰ	مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند
تقریر بخاری شریف	۴ حصص کامل	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
تجرید بخاری شریف	ایک جلد	علامہ حسین بن مبارک زبیدی
تنظیم الاشتات شرح مشکوٰۃ اردو		مولانا ابو الحسن صاحب
شرح اربعین نووی ترجمہ و شرح		مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی
قصص الحدیث		مولانا محمد زکریا اقبال۔ فاضل دار العلوم کراچی

ناشر:- دار الاشاعت اردو بازار کراچی فون ۲۶۳۱۸۶۱-۲۲۱۳۷۶۸-۰۲۱

صفوة التفاسير

جلیل القدر کتاب "قرآن کریم" کی خدمت کرنے کے لیے علماء کرام نے بے شمار کتابیں لکھی ہیں جن سے ضخیم کتب کا ایک مستقل اسلامی کتب خانہ وجود میں آ گیا ہے، لیکن پھر بھی قرآن کریم (ابھی تک) عجائبات سے لبریز، موتیوں اور جواہر سے لبالب باقی ہے۔ یہ قرآن وقتاً فوقتاً ہمیں ان موتیوں سے واقف کراتا رہتا ہے، جن سے عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اور اہل فہم حیران اور انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں، کیوں کہ اس کتاب میں وہ قدسی فیوض، الٰہی روشنیاں اور نورانی خوشبوؤں کے جھونکے ہیں، جو انسانیت کے لیے جہنم کی آگ میں سلگتی جھلستی زندگی کے لیے چھٹکارہ اور نجات کی ذمہ دار ہیں۔

ہر علم ختم ہو کر فنا ہو جائے سوائے "علم تفسیر" کے کہ یہ ہمیشہ ایک متلاطم اور اتھاہ سمندر بن کر زندہ رہے گی اور ان کے انتظار میں رہے گا جو اس کی گہرائیوں اور پہنائیوں میں اتر کر اس کے قیمتی خزانوں کو نکال لائیں اور اس کے نہایت عمدہ اور نفیس اسرار کو تلاش کر لائیں، علما کرام علم کے اس سمندر کے ساحل پر آ کر اس کے چشمہ صافی سے (ان کے علوم کا آب حیات) پیتے رہیں، مگر سیراب نہ ہوں گے اور بھلا کون ایسا ہو سکتا ہے جو رب ذوالجلال والاکرام کے اس کلام کا علمی احاطہ کر سکے اور اس کے بھیدوں کو جان سکے اور اس کے دقائق وحقائق تک رسائی حاصل کر سکے اور اس کی اعجاز نمائیوں تک پہنچ سکے۔ حاصل یہ کہ یہ ایک معجزہ نما کتاب ہے جو انسانیت کو اپنے ان علوم ومعارف اور بھیدوں اور حکمتوں سے نوازتی رہے گی جو ان کے اس ایمان ویقین کو بڑھاتی رہیں گی کہ یہ کتاب نبی امی وعربی حضرت محمد ﷺ کا ایک "دائمی معجزہ" اور رب حکیم وحمید کی اتاری ہوئی ہے۔

قرآنی وتفسیری ثقافت ایک ایسے قلم کی محتاج ہے جس کی عبارت سہل، ادائیگی میں سلاست، فنی اصطلاحات سے دور اور فلسفیانہ مباحث سے گریزاں ہو، اور اس کا زیادہ زور اس آسمانی عبارت کو واضح کر دینے اور کسی تکلف بغیر عام لوگوں کو اس کے معانی ومطالب تک پہنچا دینے پر لگے۔ جناب محترم فضیلت الشیخ علامہ محمد علی الصابونی اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں کہ انہوں نے قرآن کریم کی ایک نہایت آسان تفسیر لکھی ہے۔ آپ نے اپنی اس تفسیر میں آئمہ تفسیر کے ان اقوال کو جمع کیا ہے جو علم وادب کا خلاصہ ہیں، ان اقوال نے اس تفسیر کو حقائق ومعارف اور پر از حکمت باتوں سے لبریز کر دیا ہے۔

صفوۃ التفاسیر کی چند خصوصیات:

مصنف نے نہایت سہل وآسان اسلوب اختیار کیا اور ساتھ ساتھ اختصار کو بھی ملحوظ رکھا، چنانچہ مصنف نے سب سے پہلے سورت کا مختصر تعارف بیان کیا جس سے سورت میں بیان کردہ مضامین سے واقفیت اور بنیادی مقاصد کی توضیح ہو جاتی ہے۔

مصنف نے ذکر ربط میں خاص خیال رکھا ہے کہ جو ربط نمایاں ہو وہی ذکر کیا ہے۔ لغات میں معنی مقصود، معنی مشہور و متداول پر اکتفا کیا ہے۔ لغات کے ذیل میں معنی مقصود کو زبان وبیان کے شواہد سے مبرہن کیا ہے اور جہاں ضرورت محسوس کی ہے بلغائے عرب کے اشعار سے استشہاد پیش کیا ہے۔ آیات یا سورت کا سبب نزول میں بھی مصنف نے نہایت اعتدال اور شفافیت سے کام لیا ہے اور صرف ان ہی آیات اور سورتوں کا سبب نزول بیان کیا ہے جن کی روایات حد صحت کو پہنچتی ہوں۔

حاصل یہ کہ یہ تفسیر مختصر، سہل، آسان اور عصر حاضر کے روزمرہ کے محاورات پر مشتمل ہے، جس میں مختلف الاقوال تفسیر آیات کا ربط ومناسبت، لغات کا مختصر اور واضح بیان، سبب نزول، بلاغت کے اہم نکات اور فوائد ولطائف بیان کیے گئے ہیں۔

دار الاشاعت کراچی اس تفسیر کا اردو ترجمہ کروا کر دو رنگ طباعت کے ساتھ اس کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے

اللہ تعالیٰ اس محنت وکاوش کو قبول منظور فرما کر ہمارے لیے ذریعۂ نجات وذخیرۂ آخرت بنادے (آمین)

دار الاشاعت

اردو بازار کراچی نمبر 1